بعون صانع بیمکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ کہ یہ ربع سوم فتاویٰ معتمد بہا امام اعظم مستند علمائے عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد سوم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و محفوظ کاپی رایٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

اطلاع۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سال وار فروخت کے لیے موجود ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے سامنے و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے تین صفحہ جو سادہ ہیں کتب مذہب اہل سنت وغیرہ کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

(فقہ) اردو

راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز روزہ وغیرہ۔
مفتاح الجنۃ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری۔
حقیقۃ الصلوٰۃ۔ مع رسالہ بے نمازان۔
ترجمہ فتاوی عالمگیری۔ کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ جلد اول مترجمہ مولانا احتشام الدین و باقی ہر سہ جلد مع مقدمہ ترجمہ مولانا امیر علی۔
کشف الحجابات۔ ترجمہ اردو مالابد منہ از مولوی محمد نور الدین۔
ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باریتعالی (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل۔ از افاضات مولوی عبد السلام۔
شرع محمدی منظوم۔ مسائل فقہیہ از محمد جان تنہ جاری۔
تنبیہ الغافلین۔ مسائل وغیرہ۔
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔
کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سبحان۔
چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔

اشرف المسائل۔ از مولوی اشرف علیخان۔
رسالہ تجہیز و تکفین میت۔ از محمد عمر۔

ایضاً فارسی

ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو درس میں متداول ہر دو مجلد کامل۔
شرح سفر السعادت۔ از مولانا عبد الحق دہلوی شیخ۔
حج الحج۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔
تحقیق الالقاب۔ از فقہ شرعی مولفہ عبد الرزاق۔
تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام۔
پنبیان۔ در علم تاکو وضو از ملا معین الدین۔
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی حج۔
نامہ حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔
مائۃ مسائل۔ مشہور مسائل از مولانا احمد محمد رحمۃ اللہ علیہ۔
شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔
مسالک المتقین۔ مرغوب علمائے ولایت از مولوی الہ یار خان۔
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔
قدوری۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم مدینہ العلیم۔
شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبد الرحمن جامی۔
کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔

مالا بد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ مع ترجمہ تا۔
شرح مختصر وقایہ کو میری۔ از مولانا عبد العلی سمرقندی۔
رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت حیوانات۔
رسالہ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان۔

ایضاً عربی

ابو المکارم۔ شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف۔
برجندی۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔
جامع الرموز۔ شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول۔
فتح القدیر۔ پیشانی پر ہدایہ اور تحت میں حاشیہ فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد ضخیم۔
عینی۔ یعنی بنایہ شرح ہدایہ از قاضی القضاۃ بدر الدین عینی حنفی المعروف بعینی نہایت معتمد کامل شرح چہار مجلد ضخیم۔
ہدایہ۔ حاشیہ جدید نہایت عمدہ زواید و فوائد محشی مولوی محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل۔ دو مجلد اس میں (مجلد اول) دونوں جلدیں اولین مع حاشیہ وات

فہرست جلد سوم غایۃ الاوطار ترجمہ در المختار

صفحہ	مضمون
	کتاب البیوع
۱	یعنی انواع بیع کے احکام
۸	بیان الفاظ
۱۰	تقسیم ثمن [illegible]
۲۳	فصل اسمین کہ کونسی چیزیں بیع مین بلا ذکر تبعیت داخل ہوتی ہین
۳۲	باب خیار الشرط یعنی خیار دینے کے احکام مین
۳۴	خیار شرط تین دن سے زیادہ مدت پر لینا جائز نہین
۴۷	باب خیار الرویۃ یعنی اختیار مشتری کو بیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے
۵۳	باب خیار العیب یہ باب خیار العیب کے احکام مین یعنی بیع مین عیب نکل آنے سے پھیر دینے کا اختیار ہے
۷۰	باب البیع الفاسد یعنی بیع فاسد کے احکام
ر	تفصیل بیوع باطلہ
۷۵	ذکر بیوع فاسدہ
۸۶	ذکر بیع بالشرط
۸۷	احکام بیع فاسد
۹۳	ذکر بیوع مکروہہ
۹۶	فصل فی بیع الفضولی یعنی غیر کی ملک کو بیچ دینے کے احکام
۱۰۳	باب الاقالۃ یعنی بیع کو توڑ دینے کے احکام
۱۰۸	باب المرابحۃ والتولیۃ یعنی نفع پر یا دام کے دام بیچنے کے احکام
۱۱۴	فصل بیع اور ثمن مین تصرف کرنے کے احکام
۱۲۰	فصل فی القرض یعنی قرض کے بیان مین
۱۲۲	ذکر ہنڈوی
۱۲۴	باب الربوا یعنی سود و بیاج کے احکام مین
۱۲۴	باب الحقوق یعنی حقوق مین
۱۲۵	باب الاستحقاق یعنی بیع مین دوسرے کا حق نکل آنے کا بیان
۱۳۲	باب السلم یعنی بدھنی کے احکام مین
۱۴۴	بیان شروط صحت سلم
۱۵۱	باب المتفرقات یعنی ان مسائل کے ذکر مین جو اپنے ابواب سے متفرق ہین
۱۵۴	باب الصرف یعنی نقد کی بیع عوض نقد کے
۱۶۱	تذنیب کتاب البیوع کا دنبالہ اور تتمہ
ر	ذکر بیع التلجیہ
۱۶۲	ذکر بیع الوفا
۱۶۴	**کتاب الکفالۃ**
	یعنی ضمانت کے بیان مین
ر	تفسیر ذمہ
۱۸۱	مسائل مال ضمانت
۱۹۲	ذکر بیع عینہ
۱۹۷	مسئلہ مصادرہ سلطان
۱۹۸	باب کفالۃ الرجلین یعنی دو مردون کے ضامن ہونے کا بیان
۲۰۱	کتاب الحوالۃ یعنی ایک کا دین دوسرے پر حوالہ کرنا
۲۰۵	کراہت سفتجہ یعنی ہنڈوی
۲۰۷	**کتاب القضاء**
	یعنی جھگڑا فیصل کرنے کے احکام
۲۱۰	مفتی کو کیا کیا باتین ضرور ہین
۲۱۴	تقسیم رشوت و احکام آن
۲۱۷	فرق ہدیہ و رشوت
۲۲۳	فصل فی الحبس یعنی حبس کے احکام
۲۳۰	ذکر اسکا کہ قاضی اگر دوسرے کو اپنا خلیفہ بنا دے
۲۳۱	ذکر مرافعہ

صفحہ	مضمون
۲۴۳	قضا بالموجب کا بیان
۲۴۴	قاضی اگر حکم میں خطا کرے
۲۴۴	شرط قضا بعلم قاضی
۲۴۶	باب التحکیم یعنی پنچ مقرر کرنے کا بیان
۲۴۹	باب کتاب القاضی الی القاضی یعنی قاضی کے خط بھیجنے کا دوسرے قاضی غیر کو
۲۵۴	مسائل شتی یعنی چند مسائل متفرقہ کتاب القضا کے
۲۶۰	کتاب الشہادۃ یعنی گواہی دینے کے احکام
۲۷۴	اللطیف [illegible]
۲۷۷	معنی عادل
۲۸۲	باب القبول وعدمہ یعنی قبول شہادت اور عدم قبول میں
۲۹۵	حرمت سرود
"	عداوت دنیاوی
۲۹۷	اہل صناعات دنیہ کی گواہی مقبول ہے
"	تفصیل کبائر
۳۰۲	فرق سلف وخلف
۳۰۹	باب الاختلاف فی الشہادۃ یعنی شہادت کے اختلاف کا حکم
۳۱۵	باب الشہادۃ علی الشہادۃ یعنی گواہی پر گواہی دینے کا بیان
۳۱۹	باب الرجوع عن الشہادۃ یعنی شہادت سے رجوع کرنے کے بیان میں
۳۲۵	کتاب الوکالۃ
	یعنی دوسرے کو وکیل کرنے کے احکام
۳۳۱	باب الوکالۃ بالبیع والشراء یعنی خرید اور فروخت کے لیے وکیل کرنے کے احکام
۳۳۸	فصل
۳۴۲	باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض یعنی خصومت اور قبض کرنے کی وکالت کا حکم
۳۵۴	باب عزل الوکیل یعنی وکیل کے معزول کرنے کے احکام
۳۵۸	کتاب الدعوی
	یعنی دعوی کرنے کے احکام
۳۶۵	در صورت قسم دلانے کے گواہی سے باز رہنا جائز ہے
۳۷۵	باب التحالف یعنی دو شخصوں کے باہم قسم کھانے میں
۳۸۱	فصل فی دفع الدعاوی یعنی دعوی کے دفع کرنے کا بیان
۳۸۴	باب دعوی الرجلین یعنی دو مردوں کے دعوی کرنے کا ذکر

صفحہ	مضمون
۳۹۴	باب دعوی النسب یعنی نسب کے دعوی کا بیان
۴۰۲	کتاب الاقرار
	یعنی اقرار کرنے کے احکام
۴۰۸	اشارہ ناطق کا نو چیزوں میں صحیح ہے
۴۱۴	باب الاستثناء یعنی اقرار میں سے استثنا کرنے کا ذکر
۴۲۰	باب اقرار المریض یعنی اقرار مریض کے احکام
۴۲۸	فصل فی مسائل شتی یعنی اس میں چند مسائل متفرقہ کتاب الاقرار کے
۴۳۴	کتاب الصلح
	یعنی مدعی اور مدعا علیہ کے صلح کرنے کے احکام
۴۳۶	جواز رشوت دفع ظلم کے لیے
۴۵۲	کتاب المضاربۃ
	یعنی ایک شخص دوسرے کے مال سے نفع کی شرکت ٹھہرا کر جو تجارت کرے اسکا بیان
۴۵۹	باب المضارب یضارب یعنی مضارب اگر اس مال کو تیسرے کو مضاربت پر دیوے
۴۶۴	فصل فی المتفرقات یعنی مضاربت کے مسائل متفرقہ کے بیان میں
۴۶۹	کتاب الودیعۃ
	یعنی اپنا مال دوسرے کے پاس حفاظت کے لیے رکھ دینے کے احکام
۴۷۸	قاعدہ کلیہ اختیار شروط مالک ودیعت
	کتاب العاریۃ
	یعنی چیز کو مانگے دینے کے احکام
۴۸۳	عاریت چار قسم ہے
۴۹۰	کتاب الھبۃ
	یعنی چیز کو مفت بخش دینے کے احکام
۴۹۳	تیرہ عقود بدون قبض صحیح نہیں
۴۹۷	تفصیل اولاد در عطا جائز ہے مع الکراہۃ
۴۹۹	باب الرجوع فی الھبۃ یعنی ہبہ کو پھیر لینے کے احکام
۵۰۴	ہبہ کا پھیرنا بدون رضا سے طرفین یا حکم حاکم صحیح نہیں
۵۰۷	فصل فی مسائل المتفرقۃ یعنی ہبہ کے مسائل متفرقہ کا بیان
۵۱۰	فرق درمیان صدقہ و ہبہ

بعون صانع بیچون و کرم ملک منان فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع سوم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام در روزگار

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد سوم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رایٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع

یہ کتاب ہی انواع بیع کے احکام میں لما فرغ من حقوق اللہ العبادات والعقوبات شرع فی حقوق العباد المعاملات جبکہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات
اور عقوبات تھے فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا مترجم کہتا ہی بحر الرائق میں ہی کہ مشروعات چار قسم پر ہیں ۱ حقوق اللہ
خالصہ ۲ حقوق العباد خالصہ ۳ وہ جسمیں دونوں حق مجتمع ہیں لیکن حق اللہ غالب ہی ۴ وہ جسمیں دونوں حق مختلف ہیں گر حق العبد غالب ہی سو اول حقوق اللہ
مذکور ہو چکے یعنے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صیام اور حج اسواسطے کہ جن اور انس کی خلقت سے یہی مقصود ہی اسکے بعد معاملات شروع ہوئے نہیں ابتداء نکاح سے ہوئی اسواسطے کہ اسمیں
معنی عبادات کا شمول ہی انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہی اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہی لیکن بحر الرائق کا قول ظاہر تر ہی چنانچہ
فتح القدیر میں تصریح ہی کہ ابتدا معاملات بیع سے نہیں بلکہ لقطہ اور لقیط اور مفقود اور شرکت کا معاملات میں داخل ہونا غیر مخفی ہی ومناسبۃ للوقف ازالۃ الملک
لکن لا الی مالک منا الیہ فکانا کالبسیط والمرکب اور مناسبت بیع کی وقف سے ازالہ ملک ہی لیکن وقف میں بعد ازالہ ملک کے کسی مالک کی طرف سے ملک راجع
نہیں ہوا اور یہاں یعنی بیع میں مالک کی طرف راجع ہوتی ہی یعنے ازالہ ملک بائع سے مشتری کی ملک ثابت ہی تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کی مانند ہوئی مترجم
کہتا ہی اور بسیط مقدم ہوتا ہی وجود میں مرکب سے لہذا التعلیم میں بھی مقدم ہوا بیع کو مرکب کے مانند کہا اسواسطے کہ بیع فی الحقیقت مرکب نہیں اسواسطے کہ ازالہ امر اعتباری ہی تو
اس سے ترکیب متحقق نہیں ہوسکتی وجمع لکونہ باعتبار کل من البیع والمبیع والثمن انواعا اربعۃ نافذ موقوف فاسد باطل ومقایضۃ صرف سلم بیع مطلق ومرابحۃ تولیۃ
وضیعۃ مساومۃ اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اور مبیع اور ثمن کے چار قسم نافذ موقوف فاسد باطل اور مقایضہ
صرف سلم بیع مطلق اور مرابحہ تولیہ وضیعہ مساومہ مترجم کہتا ہی یعنے لفظ بیع کا ہر چند مصدر ہی اور مصدر تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا لیکن مصنف نے جو صیغہ جمع کا ذکر کیا ہی
تو باعتبار انواع بیع اور مبیع اور ثمن کے سبب بیع چار قسم سے خالی نہیں یا مفید ملک ہی فی الحال وہ نافذ ہی یا مفید ملک عند الاجازۃ وہ موقوف ہی یا مفید ملک عند القبض وہ

وہ فاسد ہے یا مقید کیا گیا ہے اسواسطے کہ نہیں وہ باطل ہے اور مبیع یا ثابت ہے یا دین یہ بھی چار احتمال سے خالی نہیں یا بیع العین بالعین ہے وہ مقایضہ ہے یا بیع الدین بالدین ہے وہ صرف ہے
اور مراد دین سے یہاں النقدین ہیں یعنی سونا چاندی یا بیع الدین بالعین ہے وہ سلم ہے یا بیع العین بالدین ہے وہ بیع مطلق ہے اور یہی قسم اکثر خلق میں رائج ہے اور عند الاطلاق
یہی متبادر ہوتی ہے لہذا اسکو بیع مطلق کہا اور یہاں دین سے مراد ہے جو نقد اور نسیہ دونوں کو شامل ہے اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہیں یا بیع ثمن اول کے
زائد ہے تو وہ مرابحہ ہے یا ثمن اول کے برابر ہے وہ تولیہ ہے یا ثمن اول سے کمتر ہے وہ وضیعہ ہے یا بیع اس ثمن پر ہے جس پر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو گیا بلا التفات
ثمن اول وہ مساومہ ہے اور وجہ ثانی جمعیت بیع کی یہ ہے کہ مصدر کو بمعنی مفعول لیجیے تو اسے مبیع کے مانند بیع کو بھی بصیغہ جمع ذکر کرنا صحیح ہو گا ہو لغۃ مقابلۃ
شیء بشیء مالا اولا یدخل فیہ شراء وہ ثمن جس میں بیع لغت میں عبارت ہے ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہو دلیل
کلام ربانی کے اور یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو بیچا ناقص ثمن سے ہم کہتا ہے چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تھے اطلاق مال کا ان پر نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا
کہ بیع لغوی میں مبادلہ مال کا مال سے شرط نہیں لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت میں عبارت ہے تملیک المال بالمال سے اور اصطلاح شرع میں بھی ہے
ٹھیک ہے اور اصطلاح لفظ شر اور شری اور ابتیاع بھی تملیک کو کہتے ہیں یعنی الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق
اشتراک واقع ہوتے ہیں مگر عرف میں لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شر اور شرا اور ابتیاع مشتری کو مخصوص ہے اسی قبیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے
۲۰ یا ۲۲ درم کو بیچا تھا اور جسنے خریدا تھا اس نے عزیز مصر کے ہاتھ ۲۰ دینار کو بیچا تھا کذا فی الطحطاوی وہو من الاضداد اور لفظ بیع کا مستعمل اضداد دونوں معنی
خرید اور فروخت دونوں میں مستعمل ہوتا ہے شراء کی لفظ کے مانند ویستعمل متعدیا بنفسہ وبالحرف من للتاکید وباللام یقال بعتک الشیء وبعتہ لک فہی زائدۃ قالہ
ابن القطاع اور لفظ بیع کا متعدی مستعمل ہوتا ہے دو مفعولوں کے ساتھ اور من کے ساتھ تاکید کے واسطے یا لام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے
عرب بولتے ہیں بعتک الشیء وبعتہ لک تو لام زائد ہے ایسا ہی کہا ہے ابن قطاع نے وباع علیہ القاضی ای بلا رضاہ اور بولتے ہیں باع علیہ القاضی
یعنی قاضی نے اسکا مال بدون اسکی رضامندی کے بیچ لیا ہم کہتا ہے شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بھی متعدی ہوتا ہے اور عدم رضا علی کی
لفظ سے ماخوذ ہوئی کہ مفید عام اختیار ہے وشرعا مبادلۃ شیء مرغوب فیہ بمثلہ خرج غیر المرغوب کتراب ومیتۃ ودم اور شرع میں بیع مبادلہ
ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی چنانچہ
مٹی اور مردہ اور خون ہم کہتا ہے یہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بھی صادق آتی ہے اسواسطے کہ انمیں بھی مبادلہ ہے مرغوب کا مرغوب سے اور وہ دونوں
وجہ مخصوص کی قید سے نہیں نکل سکتی اسواسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہے یا تعاطی طحطاوی نے کہا بہتر تعریف کنز کی ہے ہو مبادلۃ
المال بالمال بالتراضی) یعنی مال کو مال سے بدلنا برضاء عاقدین حقیقت ہے بیع کی اور رغبت کا مفہوم خود مال میں داخل ہے اسواسطے کہ بحر الرائق
میں ہے کہ مال وہ ہے جسکی طرف طبیعت مائل ہو اور اسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور مالیت ثابت ہوتی ہے سب آدمیوں کے
تمول سے یا بعض آدمیوں کی تقوم سے اور تقوم (قیمت لگانا ۱۲) ثابت ہوتا ہے مالیت سے اور شرعا اسکی اباحت انتفاع ہے سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون تمول کے
وہ مال نہیں چنانچہ گیہوں کا ایک دانہ اور جو چیز لوگوں کے نزدیک مال ہو لیکن اس سے فائدہ لینا مباح نہو وہ مال متقوم نہیں چنانچہ شراب اور
جبکہ دونوں امر یعنی تمول اور اباحت نہوں تو دونوں میں سے ایک بھی ثابت نہو گا چنانچہ خون کہ نہ اسکو مال کہتے ہیں نہ متقوم بولتے ہیں علی
وجہ مفید مخصوص ای بایجاب او تعاط مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر ہو جو مفید ہو وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہے یا تعاطی ہم کہتا ہے
طحطاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہے اور اگر فقط ایجاب مراد لیجیے تو تبرع من الجانبین بیع میں داخل ہو جائے اسواسطے کہ فقط ایجاب
اسمیں بھی ہوتا ہے فخرج التبرع من الجانبین تو تبرع من الجانبین یعنے باہم ایک دوسرے کو بلا عوض بطریق احسان کے دینا نکل گیا

ہم کہتا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ تبرع من الجانبین مبادلے مین داخل ہے اور وجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ
ایسا نہین بلکہ تبرع ہبہ ابتدائی ہے ہر جانب سے تو اگر شارح تبرع کو مبادلے سے تفریع کرتا تو کچھ اشکال نہ تھا اور ہبہ بشرط العوض وجہ مخصوص سے نکل گیا
اگرچہ مبادلے مین داخل نہ تھا والہبۃ بشرط العوض اور نکل گیا وجہ مخصوص سے ہبہ بشرط عوض کے ہم کہتا ہے کہ ہبہ بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا کے
بیع نہین لیکن بنظر انتہا کے بیع ہے وخرج بمقید مالا یقید فلا یصح بیع درہم بدرہم استویا وزنا وصفۃ اور مقید کی قید سے غیر مفید نکل گئی تو صحیح نہین
لیکن بیع درہم کی درہم سے جو کہ وزن اور صفت مین برابر ہین ہم کہتا ہے اور ایک درم کا وزن دوسرے سے کم یا زیادہ ہے تو فاسد ہے بسبب
بیاج کے نہ بسبب عدم فائدے کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مین تفاوت ہے چنانچہ ایک سفید ہے اور دوسرا سیاہ تو ظاہرا بیع جائز ہے بسبب فائدے کے
کذا فی الطحطاوی ولا مقایضۃ احد الشریکین حصتہ دارہ بحصتہ الآخر صیرفیہ اور صحیح نہین بدلنا اور بیچ کر لینا ایک شریک کا گھر کے حصے کو دوسرے شریک کے
حصے سے کذا فی الصیرفیہ یعنی ایک گھر کے دو شریک ہین اور دونون کے حصے برابر ہین سو انکا مبادلہ صحیح نہین اسواسطے کہ اسمین کچھ فائدہ
نہین ولا اجارۃ السکنی بالسکنی اشباہ ورنہ اجارہ ایک گھر کے سکنے کا دوسرے گھر کے سکنے سے صحیح ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ منفعت معدوم
ہے تو بیع جنس ہم جنس سے بطریق نسیئے ہوئی اور وہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویکون بقول وفعل یا القول فالایجاب
والقبول وہما رکنہ اور بیع ہوتی ہے قول اور فعل سے قول تو ایجاب اور قبول ہے اور یہ دونون بیع کے رکن ہین ہم کہتا ہے فتح القدیر مین ہے کہ رکن
بیع ایجاب اور قبول ہین جو تبادل پر دلالت کرتے ہون یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہے جو تبادل ملکین کی
رضامندی پر دال ہو قول ہو یا فعل وشرطہ اہلیۃ المتعاقدین اور شرط بیع کی اہلیت ہے بائع اور مشتری کی ہم کہتا ہے شرط بیع کی عاقدین مین تمیز اور وہ ولایت ہے
جو ثابت ہے ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہین اور جب اور اسکے اثر کو سمجھتا ہو تو اسکی بیع منعقد ہے
اور شرط بیع کی تعدد متعاقدین ہے تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونون کا وکیل ہو اسکی بیع منعقد نہو گی مگر باپ اور قاضی اور وصی کی اور شرط ہے
متعاقدین مین کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعوی کرے باوجودیکہ وہ بہرا نہین اور تمام اہل مجلس نے اسکو سنا تو اسکی تصدیق
نہو گی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شروط بیع کے بحر الرائق مین چھتر شمار کیے ہین جسکا جی چاہے اسکو دیکھے ومحلہ المال اور محل بیع کا مال ہے ہم کہتا ہے
بیع مین شرط یہ ہے کہ مال متقوم شرعا مقدور التسلیم ہو فی الحال یا ثانی الحال تو مال کی قید سے حر یعنی آزاد نکل گیا اور تقوم سے خمر اور خنزیر خارج ہو گیا
مسلم کے حق مین اور مقدور التسلیم کی قید سے غلام گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہر اور طحطاوی نے کہا بیع مین یہ شرط ہے کہ مملوک ہو بیع کے
وقت اور ملک ثابت ہوتی ہے استیلا علے المباح سے اور بیع وغیرہ سے اور میراث اور وصیت سے وحکمہ ثبوت الملک اور حکم اسکا یعنے
بیع کا اثر مترتب ثبوت ملک ہے بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہے اور مشتری بیع کا اگر بیع نافذ ہو اور اگر بیع موقوف ہو گی تو بعد اجازت کے ملک
ثابت ہو گی ہم کہتا ہے ثبوت ملک بیع کا حکم اصلی ہے اور اسکا حکم تابع تسلیم بیع اور ثمن ہے اور جاریہ کا وجوب استبرا مشتری پر اور مالک ہونا اسکی
استمتاع کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر بیع زمین ہو اور ثابت ہونا عتق کا اگر بیع محرم ہو مشتری کا وحکمتہ نظام بقاء المعاش والعالم اور جواز
بیع کی حکمت انتظام ہے بقاء معاش انسان اور عالم کا ہم کہتا ہے انسان حاجتمند ہے طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کے واسطے کھیت کا
جوتنا پھر اسمین بیج بونا پھر اسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات خود
بالاستقلال کرنا تو آدمی سے ہرگز نہو سکتا وعلی ہذا القیاس تحصیل لباس اور مکان مین اسکو بذات خود قدرت نہین تو ضرور ہوا کہ اسکی حاجات روا ہون
اس طرح پر کہ کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے تو اگر بیع شرعا سبب تملیک مبادلین نہوتی تو آدمی بالضرور اپنی شئ مطلوب کو یا زبردستی یا وجہ سے چھین لیتا یا سوال

کرتا یا صبر کرکے مرجاتا اور ہر احتمال خرابی سے خالی نہیں تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع کرنے میں بقاء ہے کاملین محتاجین ہے اور دفع حاجات ہے بطریق انتظام معقول کے
کذا فی الفتح وصفته مباح کرده حرام وواجب اور بیع کی صفت یہ ہے کہ بعضی بیع مباح ہے اور بعضی مکروہ اور بعضی حرام اور بعضی واجب ہم کہتا ہے بیع مباح وہ ہے جو مسلمانوں میں
کثیر الوقوع ہے اور مکروہ وہ ہے جیسا اذان جمعہ کے وقت ہو اور حرام بیع فاسد ہے اور اسکا فسخ کرنا بعایت حق شرع واجب ہے اور واجب مال یتیم کی بیع ہے جب یتیم کے ہلاک
ہونے کا خوف ہو عدم النفقہ کے سبب سے یا اسکے خود مال تلف ہونے کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی وثبوته بالكتاب والسنة والاجماع والقياس اور ثبوت بیع کا قرآن
اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہے ہم کہتا ہے قرآن میں ارشاد ہوا (واحل الله البيع وحرم الربوا) یعنے اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام فرمایا
اور حدیث قولی اور تقریری سے جواز بیع کتب حدیث میں بکثرت ثابت ہے اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی ہے بیان سے اور قیاس سے یہاں
قیاس شرعی مراد نہیں اسواسطے کہ یہاں مقیس اور مقیس علیہ نہیں بلکہ استحسان عقلی مراد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیع امور ضروریہ سے ہے جس سے
بنی آدم اپنی معاش میں مستغنی نہیں ہو سکتے فالايجاب ہو ما يذكر اولا من كلام احد المتعاقدين والقبول ما يذكر ثانيا
من الآخر سو ارکان بعت و اشتریت سو ایجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ قبول اسکا
نام ہے جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہے خواہ لفظ بعت کا ہو خواہ اشتریت کا ہم کہتا ہے اگر بائع نے اول یوں کہا کہ میں نے بیچا اور پھر مشتری نے
کہا میں نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہے اور مشتری کا قول قبول ہے اور اگر مشتری نے اول یوں کہا کہ میں نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا کہ میں نے بیچا
تو مشتری کا قول ایجاب ہے اور بائع کا قول قبول فتح القدیر میں ہے کہ لغت میں ایجاب یعنی اثبات ہے مطلقا اور یہاں اثبات فعل خاص سے مراد ہے جو
رضا سے اول پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہے اثبات فعل ثانی سے تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تا اثبات اول
سے ممتاز ہو جاوے الدال على التراضي قيد به اقتداء بالآية وبيانا للبيع الشرعي ولذا لم يلزم بيع المكره وان انعقد ولم ينعقد بيع الهزل لعدم الرضا بحكمه معه
ایجاب اول کلام اول کا نام ہے جو باہم کی رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کر دینے کے
واسطے ولہذا اکراہ کی بیع لازم نہیں ہوتی اگرچہ منعقد ہو جاتی ہے اور خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد نہیں ہوتی اسواسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہیں
خوش طبعی کے ساتھ اسکو دریافت کرلے ہم کہتا ہے بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال على الرضى کہتا اسواسطے کہ تراضی ہوتی ہے دونوں جانب کی رضامندی سے
سو فقط ایجاب سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کنز کی عبارت بہتر ہے (ہو مبادلة المال بالمال بالتراضي) اور قرآن مجید میں تراضی یوں ارشاد
فرمائی (الا ان تكون تجارة عن تراض منكم) شارح کا کلام اسکا مقتضی ہے کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہے فضولی کی بیع کے مانند اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بحر الرائق
میں صحیح ہے کہ وہ فاسد موقوف ہے رضامندی پر آ ہے منار اور اسکی شرح میں صحیح ہے کہ ہزل یعنی خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہو جاتی ہے اسواسطے کہ اہل بیع سے
صادر ہوتی ہے محل بیع میں لیکن بسبب عدم رضا بالحکم کے فاسد ہے تو شارح کا یوں کہنا کہ ہزل کے ساتھ منعقد نہیں ہوتی غیر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ویرد علی
التعريفين ما في التاتارخانية تخرجا معا صح البيع اور ایجاب اور قبول دونوں کی تعریفوں پر تاتارخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ایجاب اور
قبول ساتھ ہی نکلیں تو بیع صحیح ہے یعنے اس صورت میں ایجاب کی قبلیت اور قبول کی بعدیت ثابت نہیں تو مصنف کی دونوں تعریفیں مسلم نہیں لکن فی ا[illegible]
ان کانا معا ينعقد كما قال الوانی السلام لیکن قہستانی میں ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی ہوں تو بیع منعقد ہوگی چنانچہ فقہا نے سلام میں کہا ہے یعنے اگر
سلام اور اسکا جواب ساتھ ہی نکلیں تو جواب اونکا اعادہ اسکا لازم ہے پر شارح نے استدراک کرکے تاتارخانیہ کا جواب دیا لیکن فتاوی عالمگیری میں
ظہیریہ سے تاتارخانیہ کے موافق انعقاد بیع منقول ہے والله اعلم وعلى الاول ما في الاشباه تكرار الايجاب مبطل للاول الا في عتق وطلاق على
مال وسيجيء في الصلح اور تعریف اول یعنے ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مکرر لانا ایجاب کا ایجاب اول کا مبطل ہے مگر عتق

اور طلاق بعوض مال مین مبطل نہین اور اسکا ذکر کتاب الصلح مین آویگا اگر ایجاب کی صورت بیع مین صاحبین کے نزدیک یون ہو کہ بائع نے کہا کہ مین نے اسکو ہزار درم کو بیچا پھر بولا کہ مین نے اسکو دو سو دینار کو بیچا سو مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو بیع ایجاب ثانی کی طرف راجع ہوگا اور دو سو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سے مولی نے کہا کہ تو آزاد ہے ہزار درم پر پھر بولا کہ تو آزاد ہے دو سو دینار پر سو غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو آپ دونون مال لازم ہونگے اور صلح مین تکرار عقد نہ ہوگی اور یہان گفتگو تکرار ایجاب مین ہے اور اسی طرح نظم آئندہ مین خلاصہ اعتراض مذکور یہ ہے کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہوا اور ایجاب اول باطل ہوگیا تو ایجاب ثانی پر اولیت صادق نہ آئی اور اسکا جواب یون ممکن ہے کہ اول سے مراد یہ ہے کہ قبول پر مقدم ہو اگرچہ نسبت بغیر قبول ثانی ہو یا یون کہئے کہ جب ایجاب باطل ہوا تو کالعدم ہوگیا تو ایجاب ثانی گویا اول ہوگیا کذا فی الطحطاوی و فی المنظومة المحبیة اشعار

وکل عقد بعد عقد جددا	فالبطل الثانی لانه سدی	فالصلح بعد الصلح اضحی باطلا	کذا النکاح باعدی مسائلا
سوی الشراء بعد الشرا صححوا	کذا الکفالة علی ما صرحوا	اذ المراد صح فی المحقق	منها اذا زیادة التوثق

اور منظومہ محبیہ مین ہے اور جو عقد کہ بعد عقد کے مجدد ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان اسواسطے کہ وہ مہمل اور بیفائدہ ہے تو صلح بعد صلح کے باطل ہے اسی طرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہے یعنی دوسرے نکاح سے مہر مسمی لازم نہین آتا اگرچہ بہ مسائل مین عقد ثانی باطل نہین ہوتا ازان جملہ خرید بعد خرید کو علمانے صحیح کہا ہے اسی طرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہین بموجب تصریح علماء کرام کے اسواسطے کہ عقد محقق مین اسوقت یعنی درصورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد مراد ہے یعنی دوسری بار ضمانت لینا ضامن سے یا اصیل سے اور پہلی قیمت پر دوبارہ عقد بیع سے زیادتی وثوق مقصود ہے لہذا باطل نہین

وہما عبارة عن کل لفظین ینبئان عن معنی التملک والتملیک ماضیین کبعت واشتریت او حالین کمضارع عین لم یقرن بسوف والسین کابیعک فیقول اشتریه او احدہما ماض والآخر حال اور ایجاب اور قبول عبارت ہے ان دو لفظون سے جو غیر کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کرین خواہ دونون لفظین ماضی کی ہون چنانچہ بعت واشتریت یعنی مین نے بیچا اور مین نے مول لیا یا دونون لفظین حال کی ہون جیسے لغت عرب مین دو لفظ مضارع کے جنکے سوف اور سین متصل نہین چنانچہ ابیعک یعنی مین تیرے ہاتھ بیچتا ہون تو مشتری کہے اشتریه یعنی مین اسکو لیتا ہون یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرطیکہ نیت ایجاب فی الحال سے کذا فی المنح ہم کہتے ہین کہ بیع منعقد ہوتی ہے ہر ایک اس لفظ سے جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ مین نے بیچا اور خرید کیا یا مین راضی ہوا یا اسکو لی بعوض اسقدر کے اور بیان مین ہے یا بائع نے کہا کہ کہا لے اس کہانے کو بعوض درم کے پھر مخاطب نے طعام مذکور کھایا تو بیع تمام ہوگی اور کھانا اسکا حلال ہے اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہ گھر یا غلام تجکو ہبہ کیا بعوض اس تیرے کپڑے کے تو یہ بیع بالاجماع صحیح ہے اور حاشیہ سری الدین مین ہے بائع نے ذکر کہا کہ جب تو مجکو اسکی قیمت دیوے تو مین نے اسکو تیرے ہاتھ بیچا پھر مخاطب نے اسی مجلس مین قیمت ادا کی تو بیع صحیح ہے اور ایضاح مین ہے کہ بائع نے کہا کہ وہ تیرے واسطے ہے اگر تجکو پسند آوے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہا کہ مجکو پسند آئی یا اچھی معلوم ہوئی یا میرے دل نے خواہش کی تو جائز ہے بحر الرائق مین ہے تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ پر مخصوص نہین بلکہ جب معنی تملیک اور تملک حاصل ہونگے حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ انہین معنی معتبر نہین ہین تو وہ الفاظ معتبر ہین جو طلاق اور عتاق کے واسطے صراحةً یا کنایةً موضوع ہین اور جب کہ بائع نے ایجاب مین مخاطب کی طرف خطاب کیا تو قبول مین خطاب کرنا شرط نہین تو اگر بائع نے یون کہا کہ مین نے اسکو تیرے ہاتھ استنے کو بیچا اور مشتری نے کہا مین نے قبول کیا اور یون نہ کہا کہ مین نے تجھ سے قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ولکن لا یحتاج الاول الی نیة بخلاف الثانی فان نوی به الایجاب للحال صح علی الاصح والا لا الا اذا استعمله للحال کاہل خوارزم وکالماضی کابیعک الآن لتمحضه للحال ولیکن اول یعنی جب کہ ایجاب اور قبول بصیغہ

ماضی ہو تو ثبوت بیع کے واسطے نیت کی کچھ حاجت نہیں بخلاف ثانی کے یعنی جب کہ ایجاب اور قبول بلفظ مضارع ہو تو نیت کی حاجت ہے سو اگر صیغہ مضارع سے
ایجاب حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہے بنا بر قول اصح کے اور اگر حال کی نیت نہ کی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بیع صحیح نہیں مگر جب کہ لوگ
صیغہ مضارع کو فقط حال کے واسطے استعمال کرتے ہوں چنانچہ اہل خوارزم تو اب مضارع ماضی کے مانند ہے عدم اشتراط نیت میں اور ایسے ہی الآن کے
مانند ہے یعنی میں تیرے ہاتھ اب بیچتا ہوں اس واسطے کہ یہ محض حال کے واسطے ہے ہم قول اصح کے مخالف وہ قول جو محیط اور شرح قدوری اور نہر میں ہے
کہ بیع صیغہ حال صحیح نہیں کذا فی الطحاوی ہے کیونکہ لغت عربی و فارسی میں حال اور استقبال کا ایک ہی صیغہ ہے جس کو مضارع کہتے ہیں لہذا اس کے استعمال
میں نیت حال کی حاجت ہوئی بخلاف لغت ہند کے کہ اس میں حال کا صیغہ جدا ہے چنانچہ بیچتا ہوں اور مول لیتا ہوں اور استقبال کا صیغہ جدا چنانچہ
بیچوں گا اور مول لوں گا تو اہل ہند کو نیت ... کی کچھ حاجت نہیں واما المتمحض للاستقبال فکالامر لایصح اصلا الا الامر اذا دل علی الحال کخذہ بکذا
فقال اخذتہ او رضیت صح بطریق الاقتضاء فلیحفظ اور جو صیغہ مضارع کا محض استقبال کے واسطے ہو یعنی ... وہ امر کے
مانند ہو اس سے بیع اصلا صحیح نہیں مگر صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ اس کو اتنے پر لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے
لیا یا میں راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہے بطریق اقتضا کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ... کہ بلفظ امر بیع منعقد نہیں ہوتی اس طرح سے کہ
مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے ہاتھ اس کپڑے کو بیچ اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا یا بائع نے یوں کہا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر
اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید کیا تو بیع منعقد نہ ہوگی جیسے بلفظ استقبال بیع منعقد نہیں ہوتی چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں اس کو تیرے ہاتھ بیچوں گا اور
مشتری کا یوں قبول کرنا کہ میں نے مول لیا انتہی بحر الرائق میں کہا کہ خذہ بکذا مستدعی ہے سابقیت بیع کا یعنی ہر چند یہ لفظ امر کا صیغہ امر ہے لیکن خصوصیت
امر یعنی امر بالاخذ مستدعی ہے سابقیت بیع کا ماضی کے مانند لیکن یہ استدعا ماضی سابقیت کو باعتبار وضع کے ہے اور استدعا خذہ کا بطریق اقتضا کے
انتہی اور تقدیر کلام یوں ہے ... یعنی اس کو میں نے تیرے ہاتھ بیچا سو اس کو لے کذا فی الکافی ہندوستان میں اکثر یہی رواج ہے کہ ایجاب یا قبول
بصیغہ امر ہوتا ہے مثلاً مشتری کہتا ہے بائع سے کہ اس کو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا یوں بولا کہ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہیں ہوتی تا وقتیکہ
مشتری پھر یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا تا ایجاب اور قبول دونوں بلفظ ماضی ہو جائیں ہاں اگر بلا تلفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو مبیع دیگا
اور مشتری بائع کو قیمت دیگا تو البتہ بیع تمام ہوگی بسبب تعاطی کے نہ بسبب ایجاب اور قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے وتصح اضافتہ الی عضو
یصح اضافۃ العتق الیہ کوجہ وفرج والا لا کظہر وبطن اور صحیح ہے اضافت بیع لونڈی یا غلام کی اس عضو کی طرف جس کی طرف اضافت عتق
کی صحیح ہے چنانچہ منہ اور شرمگاہ اور نہیں تو نہیں یعنی جس عضو کی طرف اضافت عتق صحیح نہیں اس کی طرف اضافت بیع کی بھی صحیح نہیں چنانچہ
پیٹھ اور پیٹ یعنی اگر مثلاً بائع کہے اس غلام کا منہ بیچا تو بیع صحیح ہے اور اگر کہیگا کہ اس کا پیٹ بیچا تو صحیح نہیں وکل مادل علی معنی بعت
واشتریت نحو قد فعلت ونعم وہات الثمن وہو لک او فداک او عبدک او خذہ قبول اور جو لفظ کہ دلالت کرے بعت اور اشتریت کے
مانند اس قول کے کہ ہاں میں نے کیا اور ہاں اور قیمت کو لا اور وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے یا اس کو لے یہ سب الفاظ قبول ہیں ہم فتاوی عالمگیری
میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے غیر سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درم کو خرید کیا تو بائع نے کہا قد فعلت یعنی میں نے فعل کیا یا بولا کہ قیمت دی
تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے بقول اصح اور جوہر کبری میں ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام اتنے کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرا ہے یا تیرا غلام
ہے یا تجھ پر فدا ہے تو بیع تمام ہوگئی لکن فی الولوالجیۃ ان بدأ البائع فقبل المشتری بنعم لم ینعقد لانہ لیس بتحقیق وبعکسہ صح لانہ جواب لیکن ولوالجیہ میں ہے کہ
اگر بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول کی ہاں کہہ کے تو بیع منعقد نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ تحقیق اور اثبات نہیں اور بالعکس اس کے یعنی

اگر مشتری نے ابتداء کلام کی اور بائع نے بیع قبول کی ہاں کہکر تو صحیح ہو اسواسطے کہ وہ جواب ہو وفی الفتاویٰ نعم بعد الاستفہام کہل بعت منی بکذا بیع ان نقد الثمن لان النقد دلیل التحقیق ولو قال بعہ فبلغہ یا فلان فبلغہ غیرہ جاز فتاویٰ اور قنیہ میں ہو کہ ہاں کہنا بعد استفہام کے مانند اس قول کے کہ کیا تو نے مجھ سے بیچا بعوض اتنے درم کے بیع ہو اگر ثمن نقد دے اسواسطے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہو اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے اسکو بیچا سو اے فلاں تو نے اسکو خبر کر دے سو غیر مخاطب نے اسکو خبر کر دی تو جائز ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولا یتوقف شطر العقد فیہ ای البیع علی قبول غائب فلو قال بعت فلانا الغائب فبلغہ فقبل لم ینعقد اتفاقا الا اذا کان بکتابۃ او رسالۃ لیتغیر مجلس اولھما اور موقوف الصحۃ نہیں بیع کے اندر ایجاب شخص غائب کے قبول کرنے پر یعنی ایجاب باطل ہو تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے فلاں غائب کے ہاتھ بیع کی پھر اس شخص کو ایجاب مذکور کی خبر پہنچی یا اگر کتابت رسالت اور اسنے بیع قبول کی تو منعقد نہوگی بالاتفاق مگر جب کہ ایجاب مذکور اسکو بائع کے لکھنے یا کہلا بھیجنے سے پہونچا تو قبول معتبر ہوگا بلوغ کتابت یا رسالت کی مجلس میں ہم ہکذا فی الہدایۃ و صدر الشریعۃ کما لا یتوقف فی النکاح علی الاظہر خلافا للثانی فلہ الرجوع لانہ عقد معاوضۃ بخلاف الخلع والعتق علی مال حیث یتوقف اتفاقا فلا رجوع لانہ یمین جیسا کہ باطل ہو ایجاب نکاح میں درصورت قبول غائب بنا بر قول اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنے والے کو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہو اسواسطے کہ بیع یا نکاح عقد معاوضہ ہو بخلاف خلع اور عتق بعوض مال کے کہ انمیں ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہو بالاتفاق تو ایجاب کرنے والے کو خلع اور عتق میں رجوع کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ یمین ہو یعنی تعلیق بالشرط ہو کذا فی النہایۃ ہم طحطاوی نے کہا یہ مطلب نہیں کہ ایجاب کرنے والے کو قبول قبول غائب کے رجوع جائز ہو اسواسطے کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بے معنی ہو بلکہ مراد یہ ہو کہ موجب کو قبل قبول حاضر کے رجوع کرنا درست ہو اور اما انفصل فی التعاطی وہو التناول قاموس فی خسیس و نفیس خلافا للکرخی اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہو وہ تعاطی ہو اور تعاطی عبارت ہو تناول سے کذا فی القاموس یعنی باہم دینا کہ بائع مشتری کو مبیع دے اور مشتری بائع کو قیمت دے بلا ایجاب و قبول لفظی خواہ تعاطی ذلیل چیز میں ہو خواہ عمدہ میں بخلاف کرخی کے یعنی انکے نزدیک بیع منعقد نہیں ہوتی مگر ذلیل چیز کی تعاطی میں نہ عمدہ کی ہم نفیس عبارت ہو بیش قیمت سے اور خسیس کم قیمت سے اور بعضوں نے کہا کہ جسکی قیمت دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہو اور اس سے کم قیمت خسیس ہو بحر الرائق میں کہا کہ یہاں اطلاق ہی مستحق ہو کذا فی الطحطاوی ہدایہ میں ہو کہ بیع کا منعقد ہونا تعاطی سے صحیح ہو فتح القدیر میں کہا وجہ صحت یہ ہو کہ طرفین کی رضامندی پر دلالت کرنا سبب کو شامل ہو یعنی بیع قولی او فعلی کو اجناس ناطفی میں ہو کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ اتنے گیہوں کتنے کو بیچتا ہو اسنے کہا ایک درم کو مشتری نے کہا اتنے جدا کر دے سو اسنے جدا کر دیے تو یہ بیع ہوگئی اور اسی طرح اگر قصاب سے کہا اور اسنے گوشت تول دیا اور حالانکہ وہ ساکت ہو تو وہ بیع ہوگئی یہاں تک کہ اگر مشتری نے ثمن دیے اور گوشت لینے سے یا قصاب نے اسکو دینے سے انکار کریگا تو قاضی دونوں سے زبردستی دلاویگا انتہی ما فی الفتح ملخصا ولو التعاطی من احدی الجانبین علی الاصح فتح و به یفتی فیض تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہو اگرچہ تعاطی ایک ہی جانب سے ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی کا فتویٰ ہو کذا فی الفیض ہم فتح القدیر میں ہو کہ یہ بنا اس پر ہو کہ بیع التعاطی میں قبض بدلین شرط ہو یا ایک ہی بدل کا قبض کرنا کافی ہو صحیح قول ثانی ہو اسواسطے کہ امام محمد نے تصریح کی ہو کہ بیع التعاطی قبض احد البدلین سے ثابت ہوتی ہو اور یہ ثمن اور مبیع کو شامل ہو انتہی طحطاوی نے کہا صورت اسکی یہ ہو کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہوں پھر مشتری بائع کی رضامندی سے بیع لیکر بلا دفع ثمن چلا جاوے یا مشتری ثمن دے کر بلا تسلیم مبیع چلا جاوے بشرطیکہ مبیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہوگی بقول صحیح اذا لم یصرح معہ بعدم الرضاء فلو دفع الدراہم واخذ البطاطیخ والبائع یقول لا اعطیہا بہا لم ینعقد تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہو جب کہ تعاطی کے ساتھ عدم رضا کی تصریح نہوئی ہو تو اگر مشتری نے دراہم دیے اور خربوزے لیے اور حالانکہ بائع کہتا ہو کہ میں انکو اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع منعقد نہوگی کما لو کان بعد

بعقد فاسد فلا خلاصة والبزازية وصرح في البحر بأن الايجاب والقبول بعد عقد فاسد لا ينعقد بهما البيع قبل متاركة الفاسد ففي بيع التعاطي بالاولى وعليه فيحمل ما في الخلاصة وغيرها على ذلك چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہیں ہوتی اگرچہ عقد فاسد کے ہو کذا فی الخلاصة والبزازية اور بحر الرائق میں تصریح کی ہو کہ ایجاب اور قبول ہی سے عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہیں ہوتی قبل متارکہ فاسد کے تو بیع التعاطی میں بطریق اولے بدون چھوڑنے فاسد کے بیع منعقد نہ ہوگی اور بنا بر تصریح بحر الرائق کے جو خلاصہ وغیرہا میں ہو وہ اسی پر محمول ہو یعنی خلاصہ کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول ہو طحطاوی نے کہا حموی نے اپنی شرح میں خلاصہ سے یوں نقل کیا ہو کہ بیع التعاطی میں یہ بھی ضرور ہو کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہ ہوگی اسواسطے کہ بیع سابق پر اسکی بنا ہو انتہی یعنی تصریح قید متارکہ کی خود خلاصہ میں موجود ہو تو بحر الرائق سے تقیید کا ثابت کرنا بیکار ہو اور حموی کی طرح نہر الفائق میں بھی خلاصہ کی روایت منقول ہو وتمامه في الاشباه من الفوائد اذا بطل المتضمن بطل المتضمن والمبني على الفاسد فاسد اور تمام بیع التعاطی قبل المتارکہ کا اشباہ کے فوائد میں اس قاعدے کے تحت میں مذکور ہو کہ جب متضمن بالکسر باطل ہوا تو متضمن بالفتح بھی باطل ہوگا اور اس قاعدے کے تحت میں کہ جسکی بنا فاسد پر ہوگی وہ خود فاسد ہو یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہوئی تو بیع ثانی کا قبضہ بھی باطل یا فاسد ہوگا ویکفی الاعطاء في التعاطي من احد الجانبين وعليه الاكثر قاله الطرسوسي واختاره البزازي وافتى به الحلواني واكتفى الكرماني بتسليم المبيع مع بيان الثمن فتحرر ثلاثة اقوال وقد علمت المفتي به اور قول صحیح یہ ہو کہ بیع التعاطی میں اعطاء جانبین یعنی بائع اور مشتری دونوں کا دینا ضرور ہو طرسوسی نے کہا اسی قول پر اکثر علما ہیں اور اسی قول کو بزازی نے پسند کیا ہو اور اسکا حلوانی نے فتوی دیا ہو اور کرمانی نے اکتفا کیا ہو بیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھ تو اسمیں منقح ہوئے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول مفتی بہ کوم قول اول یہ ہو کہ ایک کا دینا کافی ہو خواہ بائع بیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول ثانی یہ ہو کہ تعاطی میں دونوں کا دینا ضرور ہو اور تیسرا قول منفصل کرمانی کا ہو کہ فقط بیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھ کافی ہو اور منشاء اس اختلاف کا امام محمد کا کلام ہو کہ بعضی جگہ تفسیر تعاطی میں اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضے سمجھے کہ اعطاء جانبین شرط ہو اور بعضے مقام میں اعطاء احد الجانبین مذکور کیا تو بعضے یہ سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہو اور بعضے مکان میں تسلیم بیع کا بیان کیا تو بعضے یہ سمجھے کہ تسلیم ثمن کافی نہیں بالجملہ اعطاء احد الجانبین کافی ہو اور یہی قول مفتی بہ ہو کذا في الطحطاوي وحرر في شرح الملتقى صحة الاقالة والاجارة والصرف بالتعاطي فليحفظ اور بہنسی تحریر کی ہو شرح ملتقی میں صحت اقالہ اور اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع میں خاص نہیں ہم شرح ملتقی میں صحت اقالہ احد الجانبین کی تعاطی سے بروایت بزازیہ اور اجارہ کے صحت عمادیہ سے اور صرف کی نہر الفائق سے منقول ہو

فروع مسائل ملحقہ شارح کے ما يستجره الانسان من البياع اذا حاسبه على اثمانها بعد استهلاكها جاز استحسانا جو چیزیں آدمی لیتا ہو بائع سے یعنی بدون انعقاد بیع کے جب کہ بائع اس سے ان چیزوں کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد انکے استہلاک اور خرچ کر ڈالنے کے تو بطور استحسان کے یہ جائز ہو ہم بحر الرائق میں ہو کہ معقود علیہ کی شرط انعقاد سے یہ ہو کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہو گی لیکن اس قاعدے سے وہ مسئلہ مستثنے ہو جو قنیہ میں ہو کہ جن چیزوں کو بقال سے بدون بیع کے لینے کی عادت ہو علی وجه الخرج یعنی بطور چاپت کے چنانچہ مسور اور نمک اور تیل اگر انکو خرید کرے بعد منعدم ہونے کے تو صحیح ہو انتہی تو یہاں معدوم کی بیع جائز ٹھہری کذا في الطحطاوي بيع البراءات التي يكتبها الديوان على العمال لا يصح بخلاف بيع حظوظ الائمة لان مال الوقف قائم ثمه ولا كذلك هنا اشباه وقنية ومفاده انه يجوز للمستحق بيع خبزه قبل قبضه من المشرف بخلاف الجندي بحر وتقدمه في السير بیچنا تنخواہ کی اٹھیوں کا جنکو متصدیان دفتر عاملوں پر لکھدیتے ہیں صحیح نہیں بخلاف ائمہ مساجد کے حقوق کے کہ انکی بیع صحیح ہو کہ وقف کا مال وہاں قائم اور موجود ہو اور ویسا نہیں ہو یہاں یعنی عامل سرکاری کے پاس مال کا موجود ہونا ہر وقت ضرور نہیں بلکہ اسکی آمدنی پر

فصل ازبقال بطور چاپت گرفتن جائز ہے

موقوف ہو کذا فی الاشباہ والقنیہ اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحق وظیفہ کو اپنی روٹی بیچنا قبل اسکے کہ تقسیم کرنے والے سے وصول کرے قبضہ
کرے جائز ہو بخلاف لشکری سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی البحر اور نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے ہم نے الفائق میں کہا کہ ظاہر قنیہ کی روایت ضعیف ہے
اسواسطے کہ فقہا کا اسپر اتفاق ہے کہ بیع معدوم کی صحیح نہیں اور اسی طرح غیر مملوک کی اور امام کا حصہ قبل قبض کے مملوک نہیں تو اسکی بیع کہاں صحیح ہوگی اور اسکو
ایک جماعت نے اور کہا ماتن ومصنف نے کتاب الشرب میں کہا ہے کہ قنیہ کی روایت مثلا ان قواعد کے ہے التفات کے لائق نہیں جب تک کہ دوسرے کی نقل سے اسکی تائید نہو
انتہی ملخصا وافتی المصنف ببطلان بیع الجامکیۃ لما فی الاشباہ بیع الدین انما یجوز من المدیون اور مفتی نے فتوی دیا ہے کہ سپاہی کو تنخواہ بیچنا باطل ہے اسواسطے کہ اشباہ
میں ہے کہ بیچنا دین کا جائز نہیں مگر مدیون سے جائز ہے جامکیہ سپاہی کی یعنی تنخواہ کہ کتب میں ہے سلطان یا امیر نے اسکے واسطے بعوض خدمت اور چوکیداری کے مقرر
کی ہے تو اگر سپاہی چاہے کہ دوسرے شخص کی جو تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے تو جائز نہیں اسواسطے کہ تنخواہ تو امیر پر بمنزلہ دین کے ہے اور دین کا بیچنا غیر مدیون کو
جائز نہیں اور مدیون سے بیچنے کی صورت یہ ہے کہ کپڑا بیچا بعوض غلام کے سوا ایک غلام پر قبضہ کیا اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا پھر کپڑا اسی شخص کے ہاتھ بیچا
چند درہم معینہ کے عوض تو بیع صحیح ہوا اور اگر غیر مدیون سے بیچا تو صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ بیع منقول کی [illegible] قبضہ سے پہلے اور یہ جائز نہیں کذا فی [illegible]
المدنی وفیہا وفی الاشباہ لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ کحق الشفعۃ وعلی ہذا لا یجوز الاعتیاض عن الوظائف بالاوقاف اور فتاوی [illegible] اور اشباہ میں ہے کہ
جائز نہیں عوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق کہ ملک سے خالی ہیں جیسے حق شفعہ اور اسی قاعدہ سے کہ جائز نہیں عوض لینا اوقاف کے وظائف کا
وظائف سے مراد امامت اور خطابت اور موذنی اور فراشی اور دربانی ہے اشباہ میں ہے کہ حقوق مجردہ سے عوض کرنا جائز نہیں حق مجرد کی قید اسواسطے لگائی کہ حق قصاص کا
مالک نکاح اور حق رق کا عوض جائز ہو وفیہا فی آخر بحث تعارض العرف مع اللغۃ المذہب عدم اعتبار العرف الخاص لکن افتی کثیر باعتبارہ وعلیہ فیفتی بجواز النزول
عن الوظائف بمال اشباہ کے تعارض عرف ولغت کے آخر بحث میں ہے کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ عرف خاص کا اعتبار نہیں لیکن بہت علما نے عرف خاص کے اعتبار کرنے کا فتوی دیا ہے تو موافق
اسکے فتوی دیا جاتا ہو وظائف اوقاف سے کنارہ کرنے کے جواز کا بعوض مال کے ہم یہ قول مخالف نہیں قول سابق سے کہ اعتیاض حقوق مجردہ سے جائز نہیں
اسواسطے کہ قول سابق اسپر مبنی ہے کہ عرف خاص معتبر نہیں ظاہر الروایہ میں اور یہ قول متفرع ہے قول ثانی پر کہ عرف خاص معتبر ہوتا ہے [illegible] کام عرف عام پر ہوتی ہے
نہ عرف خاص پر عرف عام سے مراد [illegible] عام ہے جو سب لوگوں میں رائج ومشہور ہو اور عرف خاص سے مراد وہ ہے جو چند لوگوں میں رائج ہو [illegible]
کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے مخالف ہے لیکن اکثر مشایخ مثل شیخ قاسم اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتوی دیا ہے عینی نے [illegible]
میں کہا کہ جواز نزول کے واسطے کوئی اصل معتبر نہیں لیکن حکام اور علما بسبب ضرورت کے اسپر چلتے ہیں اور بعض علما نے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہے کہ امام حسن
نے معاویہ سے نزول عن الخلافہ پر صلح کی اسقدر مال پر [illegible] کافی ہوا [illegible] الوظائف [illegible]
رب الحانوت [illegible] اور بنا بر اعتبار عرف خاص کے فتوی [illegible] خلو دکانوں کا [illegible] بیچنا
جائز نہیں اور نہ دکان کا اجارہ دینا اسکے سوا اگرچہ دکان وقف ہوں انتہی ما فی الاشباہ [illegible] منفعت کا مالک [illegible]
میں [illegible] دراہم خواہ یہ منفعت عمارت ہو یا غیر عمارت [illegible] کہ وقف میں [illegible] انہدام ہوں تو واقف یا ناظر وقف اس شخص کو کرایہ دے جو مکانات
کی تعمیر کرے تو وہ جو کچھ صرف کریگا سو اس شخص کا خلو ہوگا اور وہ شخص واقف کا شریک ہوگا بقدر زیادتی عمارت مثلا اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر روز ایک
دانگ ہو اور بعد تعمیر کے تین دانگ کرایہ ہو جاوے تو صاحب خلو دو تہائی میں واقف کا شریک ہوگا بعد اسکے سو اگر ان مکانات میں پھر تعمیر کی حاجت ہو تو صورت
مذکورہ میں واقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائی [illegible] معلوم کرنا چاہیے کہ جواز خلو میں اختلاف ہے [illegible] مالکی اسکو باطل کہتا ہے
اور صاحب اشباہ وغیرہ اسکے جواز اور لزوم کے قایل ہیں اسواسطے کہ اوقاف [illegible] کہ دکانیں بازار کی [illegible] اجارہ [illegible]

تو وقف جائز ہوا سو اسیطرح بعضے اُن دوکانوں کو جنکا تصرف ہیں دیکھا کہ اُنکو بیچ ڈالتے ہیں اور اُنکو میراث لیتے ہیں سلطان اُنسے مزاحمت نہیں کرتا اُن لوگون
تو فقط غلہ اور محصول ہی جو دیا کرتے ہیں یہی عادت جاری ہو متاخرین کی مذہب میں درر سے انتہی ولہذا ابن نجیم نے ذکر کیا کہ صاحب دکان کو اسکا خارج کرنا اور غیر شخص کو
اُسکا اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ وہ دکان اصل میں وقف ہو انتہی اور محمد بن بلال حنفی نے جواز خلو میں ایک رسالہ لکھا ہو اور صحت خلو کی شرط یہ ہو کہ دراہم جو دیے گئے
وقف میں صرف ہوں سو بالفعل جو وقف کے ناظر دراہم لیتے ہیں اور اپنی ذات پر صرف کرتے ہیں اور واقع دراہم کے واسطے خلو مقرر کر دیتے ہیں تو یہ خلو صحیح نہیں
اور فائدہ خلو کا یہ ہو کہ وہ بمنزلہ ملک کے ہو تو اس پر ملک کے احکام جاری ہونگے چنانچہ بیع اور اجارہ اور ہبہ اور رہن اور ادا دین اور ارث اور وقف اور اگر خلو عمارت
اور درخت ہوں تو اسمیں حق شفعہ بھی جاری ہوگا تمام ہوئی صحت خلو کی ترجیح دی ہو اسواسطے کہ اسپر فتوی جاری ہو گیا ہو تمام ممالک میں خصوصاً
دیار مصر میں تو اسکی صحت پر اعتماد کرنا چاہیے بالکل اسیواسطے کہ حکم بطلان سے ضرر عام اور خلق اور کثرت اختلاف میں الانام لازم آتا ہو یعنی خصوصاً
جبکہ وہ وقف بر خیرات ہو تو بنا پر اسکے ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہو انتہی ملخصاً فی حاشیۃ المدنی فی شرح الوقف فی صحیح آتی المسئلۃ مشیر الحواشی الحمویۃ عمارۃ فی
ارض بیعت فان بناء اواشجار ابیعت ثمرۃ ثمرۃ کما یجوز اور جو عمارت کی ہو جسکے بعد زمین کی عمارت بیچی گئی سو اگر عمارت بنا سے مکان ہو
یا درخت ہوں تو بیع جائز ہو ہم یعنی فقط عمارت ہو تو یہ واقع ہوئی بلا ذکر ارض چنانچہ کسی کی عمارت وقف کی زمین پر ہو جیسا عمارت کی بیع زمین کے ساتھ اور اسطرح
کہ عمارت کا ثمن زمین سے جدا نکور ہوا ہو تو وہ بیع صحیح ہو کیونکہ مکان اور درخت مال ہیں اور ثمن مشتری پر لازم ہو گا انتہی حاشیۃ المدنی وان کرایا او کرائی ارضاً وقفاً
مما لم یکن ذلک بمال ولا بمعنی مال لم یجز انتہی اور اگر عمارت کر دی جو وقف زمین ہو یا نہروں کا کھودنا مدعا ہو کہ ایسی چیز ہو سکے کہ پانی نہیں جاری ہو اور
مانند اسکے اس قسم سے کہ جو چیز نہ خود مال ہو نہ بمعنی مال تو بیع اسکی جائز نہیں انتہی حاشیۃ المدنی اور سوائے کرنے کی مانند وہ بیع کا جواز کہا ہو اور بیع
اور بلا معنی مال سے مراد ہو وقف کا سکنی جو بلا مین ہو کہ المحتاط وہ ثابت ہو کہ وہ بیع بیع الوفا کا ہو اور اجارہ وہ الآن فرانا کا ہو
نیلیغ یا انتہی واسند کرونی بیع الوفا ر معلوم مصنف نے صاحب الفتح جو کہا اور واجبہ کی عبارت کا مفاد یہ ہو کہ بیع سکنی جائز نہیں اور اسی طرح اسکا رہن جائز نہیں
اور اسی واسطے اپ علماء نے اسکو فراغ قرار دیا ہو یعنی کہ کسی نے اقرار کیا ہو مثل اسکے جو متعلقات وقت کے ہو اسکی تصریح کر لی چاہیے انتہی مافی مصنف انتہی
اور قریب یہ ہو کہ ہم اسکو بیع الوفا میں ذکر کرینگے ہم کہ قرآن کے محشیوں کا کلام اس مقام میں مختلف ہو اور فتاوی حمویہ میں ہو اسکو منسوب کیا ہو اور وہ ہو روایت
اسکی یوں کی ہو کہ بیع سکنی یعنی کہ جو جائز نہ ہو اور شیخ ابوالطیب نے کہا کہ شیخ نے مقدسی کی طرف منسوب کیا اور کہا ہو اور اکثر شیخ در المختار
اسی کے موافق ہیں اور سکنی کی مراد میں اختلاف ہو شیخ ابوالطیب نے کہا کہ ظاہر اسکے یہ معنی ہیں کہ زمین کا کھودنا منع ہو مکان کی وہ جو ہو الا فی القاموس
تو بیع اس مکان کی نہر کھودنے کی بیع کی مانند ہو انتہی اور شیخ عابدی نے کہا کہ سکنی کا اطلاق اس مسئلہ میں فراغ کا اطلاق مناسب نہیں ہو اسواسطے کہ فراغ کو
کہتے ہیں کہ کوئی چیز کسی انسان کے واسطے سلطان کی طرف سے یا وقف سے باعتبار انتفاع کے مقرر ہو کہ وہ انسان وہ چیز دوسرے کے واسطے چھوڑ دے اس
کچھ عوض لے کر تو کنوئیں کھودنے کی بیع کو فراغ کہنا جبکہ یہ معنی معلوم ہوتا ہو تو بہتر یہ ہو کہ سکنی سے یہ مراد ہو کہ ایک شخص ایک مکان میں رہتا ہو اور دوسرے
شخص کو دے عوض لیکر تو اسکو بیع سکنی اور فراغ کہنا ممکن ہو کیونکہ قاموس میں بھی معنی سکنی کے یہی مذکور ہو کہ المسکن ما یسکن فیہ اور مفتی ابوالسعود کی عبارت سے
معلوم ہوتا ہو کہ سکنی متعلق بوقف ہو نہ متعلق بملک انتہی واللہ اعلم وینعقد ایضاً بلفظ واحد کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفلہ وشرائہ منہ لہ
لوفور شفقتہ جعلت عبارتہ کعبارتین وتمامہ فی الدرر اور بیع منعقد ہوتی ہو ایک لفظ سے بھی چنانچہ قاضی اور وصی کی بیع میں اور باپ کی بیع میں اپنے طفل سے
اسواسطے کہ بسبب وفور شفقت باپ کی اسکی عبارت دو عبارتوں کے برابر ٹھہرائی گئی اور پورا بیان اسکا درر میں ہو ہم کہتے ہیں اگر قاضی ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم سے بیع کرے
یا خرید کرے تو فقط ایک لفظ سے بیع صحیح ہو اسطرح کہ کہے کہ میں نے اسکی چیز اس سے بیچی یا مول لی اور اگر قاضی یتیم کی چیز خرید کرے یا بیع کرے اپنی ذات کے واسطے جائز نہیں

کذا فی السراج الوہاج اگر کوئی آدمی کہے کہ اسنے یتیم کی چیز تجھے مول لی وصی نے تو بیع جائز نہیں ہے اور اگر وصی اسکی چیز اپنے واسطے خریدے بشرطیکہ یتیم کو نفع ہو تو جائز ہے کذا فی النہر الفائق
وصی اور یتیم کی قیمت ہو [illegible] درہم دے کر خریدے اور باپ کی خرید و فروخت میں اپنے طفل صغیر سے [illegible] کے سبب سے فاذا اوجب
احدہما فالآخر بالخیار ان شاء قبل فی المجلس وان شاء رد خیار القبول مقید بمجلس اگر کسی نے عقد کے ایجاب کیا تو دوسرے عاقد بائع ہو یا مشتری اسکو قبول کرے
یا نہ کرے اسواسطے کہ قبول کرنے کا اختیار مجلس تک ہے یعنی مجلس ایجاب تک اور قبول کرنے سے بیع ثابت ہوگی یہاں تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے
آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کریگا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی الجوہرۃ النیرۃ [illegible] مراد [illegible] قول اور فعل پایا جاسکے جو اعراض پر
دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ ہو [illegible] ہو جاتا ہے اگرچہ اعراض کے واسطے نہ ہو کذا فی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جائیگی تو ایجاب
مذکور باطل ہو جائیگا اگرچہ بائع اور مشتری کو [illegible] کل المبیع بکل الثمن او ترک لئلا یلزم تفریق الصفقۃ مجلس ایجاب میں
عاقد ثانی اگر بیع کو کل ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے تا تفریق صفقہ [illegible] لازم آتی ہے [illegible] وقت اور
اصطلاح فقہ میں صفقہ سے عقد مراد [illegible] قبول کرے یا ترک کرے [illegible] بعض مبیع کو بعض ثمن سے
قبول کرنا جائز نہیں تا تفریق عقد لازم نہ آوے مثلاً اگر بائع نے [illegible] ایجاب کیا [illegible] چار پیسے کو [illegible] تو مختار
[illegible] چاہے دس امرود یا [illegible] قبول کرے [illegible] اور اگر مشتری کہے کہ میں نے پانچ امرود یا [illegible] کو دو پیسے
لیا تو بیع منعقد نہ ہوگی کیونکہ قبول مخالف ہوگیا ایجاب کے الا اذا اعاد الایجاب والقبول تفریق ایجاب جائز نہیں مگر جب کہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب
اور قبول کریں تو بیع جائز ہوگی [illegible] ایجاب اور قبول سے نہ اول سے او رضی الآخر وکان الثمن منقسماً علی المبیع بالاجزاء کمکیل وموزون یا راضی ہو جاوے
دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو مبیع کے اجزا پر جیسا کہ مکیل اور موزون [illegible] مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے دس سیر
گیہوں دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ میں نے پانچ سیر گیہوں پانچ آنے کو خریدے اور بائع اسپر راضی ہوگیا کہ بیع صحیح ہوگی [illegible] اس صورت میں قبول ایجاب
[illegible] رضامندی بائع کی قبول ہوگی اور ایجاب اول باطل ہوگیا والا لا اذا لم یرض ای [illegible] بعدم جواز البیع بالحصۃ ابتداء کما حررہ الوافی اور اگر ثمن مبیع کے
اجزا پر منقسم نہ ہو تو بیع جائز نہیں اگرچہ دوسرا شخص تفریق پر [illegible] راضی ہو جاوے اسواسطے کہ حصہ مبیع کی بیع ابتدا میں جائز نہیں کذا حررہ الوافی المحشی للدرر
فہم اگر انقسام ثمن کا مبیع پر بالاجزا نہ ہو بلکہ انقسام بالقیمت ہو [illegible] مبیع کے اجزا متفاوت القیمت ہوں چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلام یا دو کپڑوں کو
بعوض [illegible] درہم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہ ہوگی اگر بائع راضی ہو جاوے اسواسطے کہ بیع بالحصہ ابتدا
میں جائز نہیں اور اگر بیع بالحصہ پیچھے عارض ہو جیسا کہ ایک شخص نے پورا گھر بیچا [illegible] اسکے نصف گھر دوسرے کا ملک ثابت ہوا [illegible] مشتری نصف باقی کی خرید
سے راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ بیع بالحصہ انتہا میں عارض ہوئی نہ ابتدا میں اور عدم جواز بیع مذکور اس صورت میں ہے کہ بائع نے ہر غلام اور ہر کپڑے
کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہ کی ہو کذا فی المحیط [illegible] او بین ثمن کل کقولہ بعتہما کل واحد بمائۃ وان لم یکرر لفظ بعت عند ابی یوسف ومحمد وہو المختار کما فی
الشرنبلالیہ عن البرہان یا ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان ہوگیا ہو چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں نے دو غلام یا دو کپڑوں کو بیچا ایک ایک کو بعوض سو درہم کے اگرچہ بائع نے
لفظ بعت کا دوبارہ نہ کہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی [illegible] عدم تکرار لفظ بیع قول مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے [illegible] صاحبین کے نزدیک
تفصیل ثمن صفقہ متعدد ہونے میں کافی ہے بلا شرط تکرار لفظ جیسا کہ اسکی مثال شارح نے ذکر کی اور امام اعظم کے نزدیک [illegible] تعدد صفقہ میں تکرار لفظ
بیع شرط ہے [illegible] ان دو غلاموں کو تجھ سے ہاتھ میں نے بیچا اس غلام کو
[illegible] کے عوض میں نے بیچا اور [illegible] غلام کو پانسو کے عوض میں نے بیچا [illegible] قبول [illegible] تو بیع [illegible] ثمن [illegible] کافی ہے اسواسطے

کرنا ہر ایک کی غرض یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک جائے اور اگر دونوں کو یکبارگی بیچنا منظور ہوتا تو ہر ایک کی قیمت کا جدا جدا بیان کرنا بے فائدہ تھا وا لم القبول بطل
الایجاب ان رجع الموجب قبل القبول او قام احدہما ولم یذہب عن مجلسہ علی الراجح نہر وابن الکمال فانہ کمجلس خیار المخیرۃ وکذا سائر التملیکات فتح
اور جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا تو ایجاب باطل ہو گا اگر ایجاب کرنے والے نے رجوع کیا اپنے قول سے قبول کرنے سے پہلے یعنی یوں بولا
کہ میں نہیں بیچتا یا نہیں خریدتا یا دونوں میں سے کوئی کھڑا ہو گیا اگرچہ اس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنا بر قول راجح کے کما فی النہر وکذا صرح ابن الکمال
تو قبول بیع کی مجلس اختیار مخیرہ کی مجلس کے مانند ہے کہ مجرد اعراض اور قیام کے باطل ہو جاتی ہے اور اسی طرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح ہم نہر الفائق میں
ہے فتدافع مجلس اس طرح کہ ... سے ثابت ہوتا ہے جو اعراض پر دلالت کرے چنانچہ کھانا اور پینا اور نماز پڑھنا اور کلام کرنا اگرچہ ضرورت ... ہو اور چلنا
لیکن ایک لقمہ کھانا یا پانی پینا اس برتن سے جو ہاتھ میں تھا ایجاب کے وقت اور سو جانا دو صورت نشست عاقدین اور فرض نماز کا پورا کرنا مجلس کو
نہیں بدلتا یعنی اگر بائع نے ایجاب کیا اور مشتری فرض نماز پڑھتا تھا اس نے نماز کے بعد قبول کیا تو صحیح ہے اور اگر نفل نماز میں دوسری رکعت پڑھ کر قبول
کرے تو بھی صحیح ہے اور اگر ... ملا دیگا اور چار پڑھ کر قبول کریگا تو صحیح نہیں اور چلنا تو مطلقا ظاہر الروایۃ میں اختلاف مجلس کا سبب ہے یہاں تک کہ اگر
بائع اور مشتری چلنے کی حالت میں خرید و فروخت کریں تو بیع صحیح نہ ہو گی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں اور ... وغیرہ کا یہی حال ہے کہ
اگر فی الفور متصل قبول کیا چلنے کی حالت میں تو جائز ہے اور ... میں اس کی تصحیح ہے اور خلاصہ میں یہ ہے کہ ایک دو قدم چلنے میں جائز ہے تجنیس الفتاوی میں کہا کہ
اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور ... میں ہے کہ مجلس متحد وہ ہے کہ جس میں احد المتعاقدین بہ گفتگو سے ایجاب اور قبول کے اور کام میں مشغول نہ ہوں یا وہ افعال کرے
جو اعراض پر دلالت کرے اور کشتی گھر کے مانند ہے تو مجلس منقطع نہ ہوگی اس کے چلنے سے اس واسطے کہ بائع اور مشتری اس کے ٹھہرانے پر قادر نہیں انتہی اور فتح القدیر میں
ہے خیار مخیرہ کے اور تملیکات کا ذکر نہیں کذا فی الطحطاوی واذا وجدا لزم البیع بلا خیار الا لعیب او رؤیۃ خلافا للشافعی اور جب کہ ایجاب اور قبول پائے گئے
تو بیع لازم ہو گئی بلا ثبوت اختیار احد المتعاقدین سوائے خیار العیب اور خیار الرؤیۃ کے بخلاف مذہب شافعی کے ... جب ایجاب اور قبول ... کورہ کے
موافق حاصل ہوا تو اب کسی کو فسخ بیع میں اختیار نہ رہا مگر بسبب عیب یا عدم رویت کے اور یہی قول ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور ... امام احمد کا
یہ مذہب ہے کہ بائع اور مشتری دونوں کو بقائے مجلس تک اختیار ہے امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ البیعان
بالخیار ما لم یتفرقا یعنی بائع اور مشتری مختار ہیں جب تک جدا نہیں ہوتے شارح نے اس کا جواب قول آئندہ میں ذکر کیا وحدیثہ محمول علی تفرق الاقوال اذ الاحوال
ثلثۃ قبل قولہما وبعدہ وبعد احدہما واطلاق المتبایعین فی الاول مجاز الاول وفی الثانی مجاز الکون وفی الثالث حقیقۃ فیحمل علیہ اور حدیث خیار امام شافعی
کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر محمول ہے اس واسطے کہ یہاں تین حالات محتمل ہیں یا قبل قول عاقدین کے یا بعد قول عاقدین کے یا ایک عاقد کے قول کے
اور اطلاق متبایعین کا پہلی صورت میں مجاز ہے باعتبار انجام کار کے اور دوسری صورت میں مجاز ہے باعتبار وجہ گذشتہ کے اور تیسری صورت حقیقت ہے
تو اسی پر محمول ہو گا اس حدیث صحیح میں تفرق کو اختیار کی غایت قرار دیا ہے اور تفرق سے مراد تفرق ابدان یا تفرق مجلس نہیں بلکہ تفرق اقوال مراد ہے یعنی
بعد ایجاب کے دوسرے عاقد کا یوں کہنا کہ میں نہیں مول لیتا یا رجوع کرنا موجب کا قبل قبول کرنے کے اس واسطے کہ قبل ایجاب اور قبول کے عاقدین کو
متبایعین کہنا مجاز ہے جیسا بچہ صغیر کو بالغ کہنا اور بعد تمام ہو جانے بیع کے انکو متبایع بولنا بھی مجاز ہے جیسا بچہ کو جوان ہو جانا تو ... متشاغلین بامر البیع کو متبایعین کہنا
بھی حقیقت ٹھہرا اور تشاغل اسوقت صادق آتا ہے کہ ایک ایجاب کرے اور دوسرا ہنوز قبول نہ کرے سو اسی کو یقینی مراد ٹھہرا اور یہی خیار القبول ہے
اور یہی تفسیر ہے ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی تو خلاصہ مطلب حدیث شریف یہ ہوا کہ جو دو شخص خرید و فروخت کی گفتگو کر رہے ہیں ایجاب کے بعد قبول تک
مختار ہیں دوسرا شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے اور موجب چاہے ایجاب کو ثابت رکھے یا ایجاب سے رجوع کرے اگر کوئی کہے کہ تمہاری تقریر بھی مجاز سے خالی نہیں

[illegible]

اسواسطے کہ جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا تو گویا ہی بیع ثابت ہو نہ متبایعین اسکا جواب یہ ہو کہ یہ اول مواضع سے ہی یہاں حقیقت بعض لفظ کے معنی سے مجاز
آتی ہو جیسے مخبر کی حقیقت معنی صادق نہیں مگر بوقت تکلم خبر حالانکہ تمام الفاظ خبر وقت حاصل نہیں بلکہ علی التعاقب تو دیکھو یہاں بعض حروف کے بولنے سے مخبر کہنا
جسکا صادق آیا اگر کوئی کہے کہ حدیث میں تفرق کی اسناد متبایعین کی طرف صریح ہو تفرق اقوال کیونکر مراد ہو سکیگا اسکا جواب یہ ہو کہ شرع اور عرف میں تفرق
رجال کی اسناد سے تفرق اقوال اکثر مراد ہوتا ہو قال اللہ تعالیٰ (وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتہم البینۃ) یعنی متفرق نہیں ہوئے اہل کتاب
مگر بعد اسکے دلیل کے اور حدیث میں وارد ہو کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں پر متفرق ہوئے اور میری امت کا تہتر فرقوں پر افتراق ہوگا اس آیت اور حدیث میں
افتراق رجال سے صریحا افتراق اقوال مراد ہو نہ افتراق ابدان اب امام اعظم رح کے مذہب کے دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرانیہ ہیں اور قیاس قال
اللہ تعالیٰ (یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعقود) یعنی اے ایمان والو پورا کرو عقدوں کو اور بیع عقد ہو قبل تخییر کے وقال اللہ تعالیٰ (ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون
تجارۃ عن تراض منکم) یعنی نہ کھاؤ اپنے اموال کو آپس میں خود باطل طریق یا باطل سے مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بعد ایجاب و قبول کے
تجارت بر رضامندی صادق آتی ہو بلا توقف علی التخییر تو اس آیت میں حق تعالیٰ نے خرید کی چیز کے کھانے کو مباح فرمایا قبل تخییر کے وقال اللہ تعالیٰ
(واشہدوا اذا تبایعتم) یعنی گواہ کر لو جب کہ باہم بیع کرو اس آیت میں توثق بالشہادۃ کا ارشاد ہوا تاکہ انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق آتی ہو قبل خیار
بعد الایجاب والقبول کے تو اگر اختیار ثابت ہو اور بیع لازم نہو قبل خیار کے تو نصوص مذکورہ کا ابطال لازم آوے لہذا حدیث مذکور کو خیار القبول پر محمول کیا
تا قرآن اور حدیث کے مطلب میں اختلاف باقی نہ رہے اور قیاس کی دلیل یہ ہو کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک
انمیں سے عقد معاوضہ ہو کہ بلا خیار مجلس محض اس لفظ سے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہو جاتا ہو علی ہذا القیاس بیع بھی واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ملخصا
وشرط لصحتہ معرفۃ قدر مبیع وثمن اور بیع صحیح ہونے کے واسطے مشروط ہو مقدار مبیع اور ثمن کی معرفت تام مصنف نے لفظ معرفت سے اشارہ کیا کہ
واقفیت مقدار مبیع اور ثمن شرط ہو اور انکا ذکر کرنا شرط نہیں سو اگر بیع نہایت مجہول ہو اور ویسی ناواقفیت کے ساتھ خرید و فروخت کا رواج نہو تو بیع صحیح نہیں
تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا سب مال بیچا جو اس گھر میں ہو بجملہ عبید اور دواب اور ثیاب کے اور مشتری نہیں جانتا کہ اسمیں کیا ہو تو بیع فاسد ہو
اور اگر یوں کہیگا کہ میں نے اپنا مال جو اس کوٹھری یا اس صندوق یا اس خرجی میں ہو تیرے ہاتھ بیچا تو جائز ہو اگرچہ مشتری اسکو نہ جانتا ہو اسواسطے کہ جہالت
مافی البیت کمتر ہو جہالت مافی الدار سے تو نہایت جہالت نہوئی جو مانع ہو صحت کی اور رواج جہالت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سقے سے اتنی مشکیں فرات کا
پانی کی مثلا خریدیگا ابو یوسف نے کہا اگر مشک متعین ہو تو جائز ہو بسبب رواج کے اور یہی حکم ہو پکھال اور گھڑے کا اور یہ استحسان ہو اور قیاس میں جائز نہیں
اگر اسکی مقدار نہ معلوم ہو اور یہ قول امام کا ہو اور ظاہر یہ جواز پر دلالت کرتا ہو اور مقدار معرفت بیع اس صورت میں شرط ہو جب تسلیم کی حاجت ہو والا نہیں
چنانچہ زید نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہو پھر زید نے اسکو خالد سے مول لیا تو جائز ہو اگرچہ بائع اور مشتری اسکی مقدار کو
نہ جانتے ہوں اور اسی طرح بیع صحیح نہیں اگر مقدار ثمن مجہول ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کرنا اسکی قیمت پر یا جو قیمت مشتری قرار دے یا فلانا شخص یا بقدر اپنے راس المال
کے یا جیسا مثل بیع فلانی حالانکہ بائع اور مشتری نے اس ثمن کو نہ جانا یہانتک کہ جدا ہو گئے اور اگر اسی مجلس میں علم حاصل ہوگا تو بیع صحیح ہو مع الخیار اور اگر
کوئی چیز خریدی کہ سونے سے بوزن اس پتھر کے تو جائز نہیں اسواسطے کہ پتھر کا وزن معلوم نہیں اور اگر اسکا وزن معلوم ہوگا تو بیع مع الخیار صحیح ہوگی اور
مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق رکھا تو معرفت صریح اور معرفت عرفی دونوں کو شامل رہی اسی واسطے نہایہ میں کہا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے
اس گھر کو یا اس کپڑے کو یا اس خربوزے کو بعوض دس کے خریدا اور اس شہر میں دراہم اور دنانیر اور فلوس سے خریدنے کا رواج ہو اور مشتری
نے اشیاء مذکورہ میں سے کوئی چیز ذکر نہ کی تو گھر کی بیع دنانیر پر اور کپڑے کی دراہم پر اور خربوزے کی پیسوں پر منعقد ہوگی اور اگر انکے سوا کوئی اور چیز

خرید و فروخت کا رواج ہوگا تو اسپر بیع منعقد ہوگی خلاصہ یہ ہو کہ جب عدد کی تصریح ہوگی تو مقدار متعین ہو جائیگا بیع کے مناسب خواہ دنانیر خواہ دراہم خواہ فلوس
سے اور اگر مناسبت میں شک پڑیگا تو بیع تمام نہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر والفتح لہذا وصف ثمن کہ مصری اور دمشقی اور صحت بیع کے واسطے
وصف ثمن کی دانست شرط ہو جیسا کہ درہم کا مصری ہونا یا دمشقی ہم صنف اور صاحب کنز اور اکثر فقہا نے معرفت وصف ثمن کو شرط کیا ہو
اسواسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزاع واقع ہوگا مشتری ارادہ کریگا کہ ناقص دے اور بائع چاہیگا کہ عمدہ لے تو بیع مشروع ہونے کا فائدہ
حاصل نہوگا مصنف نے وصف ثمن قید اسواسطے لگائی کہ اوصاف مبیع کی معرفت شرط نہیں اور بدائع میں مذکور ہو کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک
معرفت وصف مبیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہیں بلکہ لزوم بیع کی شرط ہو تو صحیح ہو اسکی بیع جسکو نہیں دیکھا کذا فی النہر والطحطاوی وصف سے مراد
وہ امر ہو کہ جب وہ حاصل ہو شی میں تو موجب ہو اس شی کے حسن یا قبح کا کذا فی حاشیۃ الشرنبلالیۃ جیسا کہ روپیہ یا اشرفی کا کھرا ہونا یا کھوٹا ہونا غیر مشار الیہ
لا المشار الیہ کما فی مشار الیہ لنفی الجہالۃ بالاشارۃ معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ میں شرط ہو اور ان میں شرط نہیں جنکی طرف اشارہ ہو کہ جب وہ
ہونے نادانستگی کے اشارہ سے معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ میں اسواسطے شرط ہوئی کہ تسلیم اور تسلم یعنی دینا لینا بیع میں واجب ہو اور مقدار اور وصف کی
ناواقفی نزاع باہمی کا باعث ہو تو تسلیم اور تسلم نہو سکیگا اور جسکی طرف اشارہ کیا خواہ وہ مبیع ہو یا ثمن تو اس میں معرفت مقدار اور وصف کی بسبب عدم انزاع کے شرط
نہیں سو اگر بائع کہے کہ میں نے اس گیہوں کے ڈھیر کو ان درموں سے جو تیرے ہاتھ میں ہیں بیچا اور حالانکہ دراہم نا کبود نظر آتے ہیں پھر مشتری نے قبول کیا تو
بیع جائز ہو اسواسطے کہ جہالت وصف یعنی مقدار کی نادانستگی باقی ہو لیکن وہ تسلیم اور تسلم کی مانع نہیں کذا فی النہر والمسکین ربویا قبول غیر جنسہ اور سوا الفا قا اور راس المال
سلم ہو جیسا کہ اور موزون خلافا لہما کما سیجی تا وقتیکہ مشار الیہ راس المال ربا نہو جیسا کہ مقابلہ ہوا اپنے ہم جنس سے یا سلم نہو باتفاق امام اور صاحبین کے یا
سلم کا راس المال نہو اگر وہ کیلی اور موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم میں آویگا ہم نے یہ جو کہا کہ مشار الیہ میں معرفت مقدار شرط نہیں
اس صورت میں ہو جب کہ بیاج والی چیز اپنے ہم جنس کے مقابل نہو جیسا کہ گیہوں کے ڈھیر کو دوسرے گیہوں کے ڈھیر سے اشارہ کر کے بدلنا بلا کیل اور وزن
صحیح نہیں بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈھیر کم یا زیادہ ہو وہ صورت سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہو صحت بیع کا اور سلم میں اگر
راس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظم رح کے نزدیک اشارہ کافی نہیں دریافت کیل یا وزن شرط ہو اور صاحبین کے نزدیک اشارہ اسمیں
کافی ہو جیسا کہ مزروع اور حیوان میں کافی ہو طحطاوی نے کہا شارح کے اس قول الا فی ربا الخ کی کچھ حاجت نہ تھی کہ آگے باب کا قول غنی ہو اسواسطے کہ کلام
ہو راس المال میں وسلم فیہ میں اسواسطے کہ مسلم فیہ کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اس وقت موجود نہیں کیونکہ وہ مؤجل ہو فرع مسلمۃ شارح کا کہنا
الثمن فی صرۃ ولم یعرف ما فیہا من خارج خیر وسمی خیار الکمیۃ لا خیار الرؤیۃ لعدم ثبوتہ فی النقود فتح اگر ثمن تھیلی میں ہو اور جو دراہم اسمیں ہیں باہر
معلوم نہوتے ہوں تو بائع کو اسمیں اختیار ہو اور اسکو خیار الکمیۃ کہتے ہیں نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ خیار الرؤیۃ نقود میں ثابت نہیں کذا فی الفتح
طحطاوی نے کہا کہ فتح القدیر اور بحر الرائق میں عدم تخییر مذکور ہو فی الحقیقۃ مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا تو عدم تخییر کو پایا چنانچہ فتح القدیر کی عبارت
ترجمہ یہ ہو کہ اگر کہا کہ میں اسکو خرید کرتا ہوں بعوض اس درہم کی تھیلی کے پھر بائع نے اسمیں وہ دراہم پائے جو اس شہر میں رائج نہیں تو بائع کو دراہم
شہر کا مطالبہ جائز ہو اسواسطے کہ مطلق دراہم بیع میں نقد بلد کی طرف منصرف ہوتے ہیں اور اگر اسمیں نقد بلد کو پایا تو جائز ہو اور بائع کو اختیار
نہیں بخلاف اسکے اگر اسنے کہا کہ میں نے خرید کیا بعوض اسکے جو اس خم میں ہو پھر ان درموں کو دیکھا جو اسمیں ہیں تو اسکو اختیار ہو اگرچہ نقد بلد ہوں
اسواسطے کہ جو تھیلی میں ہو اسکی مقدار خارج سے معلوم ہو جاتی ہو اور خم میں خارج سے معلوم نہیں ہوتی اور اس صورت میں اسکو اختیار ہوگا
اور اس خیار کو خیار الکمیۃ کہتے ہیں نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ نقود میں خیار الرؤیۃ ثابت نہیں وصح بثمن حال وہو الاصل اور بیع صحیح ہو ثمن حال

اور یہی اصل ہے ھم حال بتشدید لام مشتق ہے حلول سے دین حال خلاف مؤجل کذا فی النہر عن المغرب طحطاوی نے کہا ثمن حال اصل ہے مطلب اسکا یہ ہے کہ حلول مقتضا
عقد ہے اور اجل یعنی مدت ثمن ثابت نہیں ہوتی مگر شرط تاجیل سے و مؤجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع اور بیع صحیح ہے ثمن مؤجل سے جسکی مدت
معلوم ہو تاکہ نزاع کی نوبت نہ پہنچے ھم یعنی اس ثمن مؤجل سے بیع صحیح نہیں جسکی مدت مجہول ہے کیونکہ باعث نزاع ہے اور وہ نزاع یہ ہے کہ بائع مدت قریب میں تقاضا
کریگا اور مشتری اسکا انکار کریگا لہذا المجہول المدت کی بیع فاسد ہے ولو باع مؤجلا صرف الی شہر بہ یفتی اور اگر بیع مؤجل کی تو ایک مہینہ کی طرف پھیری جاویگی اسی کا
فتوی ہے کذا فی النہر شرح المجمع ولو اختلفا فی الاجل فالقول لنافیہ الا فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت میں اختلاف کیا تو اسکا قول معتبر ہوگا جو مدت
کی نفی کرتا ہے مگر سلم میں مثبت مدت کا قول معتبر ہوگا ھم اختلاف مدت کی یہ صورت کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہے کہ نہیں مدت پر
بیع واقع ہوئی ہے تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ بیع میں عدم تاجیل اصل ہے اور سلم میں مثبت کا قول ہے اسواسطے معتبر ہوا کہ نافی مدت مدعی فساد سلم
اسواسطے کہ سلم بلا مدت کے صحیح نہیں ولو فی قدرہ فللمدعی الاقل اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کی مقدار میں ایک کم مدت بیان کرتا ہے اور دوسرا زیادہ
مدت تو کمتر مدت کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے والبینة فیہما للمشتری اور دونوں صورتوں میں یعنی اختلاف مدت اور مقدار
مدت میں مشتری کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہے ولو فی مضیہ فالقول والبینة للمشتری اور اگر دونوں
مختلف ہوں مدت کے گذر جانے میں بائع کہتا ہو کہ مدت ہو چکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی ویبطل
الاجل بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہے مدیون کی موت سے ھم مدت کا فائدہ یہ ہے کہ مدیون تجارت کرکے ثمن ادا کرے [illegible] مدت
مقرر کرنے والا مر گیا تو اسکا متروکہ ادائے دین کے واسطے متعین ہوگا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہے فرع مسائل [illegible] شارح کے باع بحال ثم اجلہ
اجلا معلوما او مجہولا کنیروز ومہرجان صح [illegible] بائع نے بیع کی ثمن بلا مدت پر پھر اسکی مدت مقرر کر دی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول چنانچہ نوروز
یا کھیت کی کٹائی تو یہ بیع مؤجل ہو جاویگی کذا فی المنیة اور ایک نسخے میں منیہ کی جگہ قنیہ ہے نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا
قول ہے اور امام کے نزدیک یہ بیع فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لہ الف من ثمن مبیع فقال اعط کل شہر مائة فلیس بتاجیل بزازیہ بائع کے ہزار
درم ہیں مشتری پر منجملہ ثمن مبیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینے میں سو درم دیا کر تو یہ مدت معین کرنا نہیں ہے کذا فی البزازیہ یعنی فی الحال طلب کر سکتا ہے کذا فی
البحر علیہ الف ثمن جعلہ ربہ نجوما ان اخل بنجم حل الباقی فالامر کما شرط ملتقط وہی کثیرة الوقوع مشتری پر ہزار درم ثمن کے ہیں اسکی [illegible] نے
قسط بندی مقرر کی ہے یوں کہہ کر کہ اگر کسی قسط میں خلل ڈالے تو باقی دین بلا مدت واجب الادا ہو تو دونوں کی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور
یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے ھم حلبی نے کہا ان اخل حال ہے جعل کے فاعل کا بتقدیر قول کے قلت ومما یکثر وقوعہ لو اشتری بقطع رائجة فکسدت بغیر سیما جدیدة
یجب قیمتہا یوم البیع من الذہب لا غیر اذ لا یمکن للحکام الحکم بثمنہا لمنع السلطان منہا ولا یدفع قیمتہا من الفضة الجدیدة لانہا مما الغالب غشہا فجیدہا وردیہا
سواء [illegible] فیہ الخلاف کما سیجیء فی فصل القرض فتنبہ [illegible] کہتا ہوں اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہ مسئلہ ہے کہ اگر
چلن کے روپیوں سے خرید کیا پھر انکا رواج موقوف ہو گیا اور [illegible] نیا سکہ چلنے سے تو ان روپیوں کی جو قیمت ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوا اسکے [illegible]
سکہ قدیمہ کے رواج دینے کا حکم کرنا حاکموں کو ممکن نہیں بسبب منع کرنے بادشاہ کے انکے رواج سے اور انکی قیمت نقرہ جدیدہ سے بھی مشتری نہ دے
اسواسطے کہ جدید سکہ چاندی کی ملونی غالب ہو گی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی دونوں برابر ہیں باجماع امام و صاحبین کے اور جس چاندی
میں ملونی غالب ہے اسمیں امام اور صاحبین کا اختلاف ہے چنانچہ اسکی تفصیل قرض کی فصل میں آویگی سو آگاہ رہنا اور یہی جواب دیا ہے
اس مسئلہ کا سیدی (افندی) نے ھم طحطاوی نے کہا غالب الغش باب الصرف میں مذکور ہے نہ قرض میں اور قرض میں رواج اور کساد مذکور ہے بلا قید غلبہ غش

وہذا اذا بیع بثمن دین فلو بعین فسد فتح اور یہ اسلئے صحت بیع ثمن موجل اسوقت ہی جبکہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بعوض عین موجل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہی
کذا فی الفتح هم ثمن دین سے ثمن نقد اور بمقابلہ عین مراد ہی خلاصہ یہ ہی کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہو اور اسکے دینے کا مثلاً اس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہی
اور اگر ثمن کپڑا ہو یا اور اسباب تو اسکے ادا میں مدت معین کرنا صحیح نہین کہ بیع فاسد ہی وبخلاف جنسہ ولم یجمعہما قدر لما فیہ من ربوا النسا کما سیجی
فی بابہ اور جب کہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور مبیع اور ثمن دونوں کو کیل اور وزن شامل نہو اسواسطے کہ اسمین تاخیر کا بیاج ہی چنانچہ اسکی تفصیل باب الربوا
مین آویگی هم خلاصہ یہ ہی کہ بیع ثمن موجل درست ہی دو شرط سے ایک یہ کہ ثمن منجملہ نقود کے ہو نہ منجملہ اعیان کے دوسری شرط یہ ہی کہ بیع بخلاف
جنس ہو بشرطیکہ مبیع اور ثمن کیلی اور وزنی نہوں چنانچہ کپڑے کو روپیہ سے خرید کرنا مدت مقرر کرکے صحیح ہی تو بیع پتھر کی پتھر سے یا من بھر گیہون
کی من بھر گیہون سے یا گیہون کی جو سے مدت مقرر کرکے صحیح نہین کہ بیاج ہی والاجل ابتداؤہ من وقت التسلیم ولو فیہ خیار فمذ سقوطہ لانہ خیار
عندہ خلافا لہما اور مدت کی ابتدا تسلیم مبیع کے وقت سے ہی اور اگر بیع بشرط اختیار ہوگی تو جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اسوقت سے مدت شروع
ہوگی امام کے نزدیک کذا فی النہایہ یعنی مدت کا شمار تسلیم کے بعد ہی نہ بعد ایجاب اور قبول کے ولو اشتری بثمن موجل الی سنۃ منکرۃ فالاجل سنۃ
ثانیۃ بالتسلیم لمنع البائع السلعۃ عن المشتری سنۃ الاجل المنکرۃ تحصیلا لفائدۃ التاجیل اور اس مشتری کے لیے جیسے سال
غیر معین کے کہ ثمن موجل پر خرید کیا دوسرے سال کی مدت ہی تسلیم بیع کے وقت سے بسبب روک رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال مذکورین
کی مدت میں تا تقرر مدت کا فائدہ حاصل ہو هم خلاصہ یہ ہی کہ مشتری نے ادا سے ثمن کے واسطے سال بھر کی مدت بلا تعین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب
اور قبول کے بعد سال بھر تک تسلیم مبیع نہ کی تو تسلیم کے بعد دوسرے سال سے اسکی مدت مذکورہ شروع ہوگی تا مشتری بیع مین تصرف کرکے ادا ثمن پر قادر ہو
یہ قول ہی امام کا خلافا لصاحبین فلو معینۃ او لم یمنع البائع من التسلیم لا اتفاقا قالہ القہستانی سنہ تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم مبیع سے منع
نہ کیا ہو تو دوسرے سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے نہوگی اسواسطے کہ اب مشتری کا قصور ہی هم اگر مشتری نے کہا کہ مین اسی سال ثمن ادا کرونگا اور
اسی طرح ہر معین مدت چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ رجب تک ادا کرونگا اور بائع نے سال بھر یا رجب تک تسلیم مبیع نہ کی تو مشتری کے واسطے دوسری مدت بالاتفاق نہوگی
کذا فی الطحطاوی عن الدرر والشرنبلالیہ فتاوی عالمگیری مین ہی کہ محل اختلاف امام اور صاحبین در صورت امتناع تسلیم ہی اور اگر بائع نے امتناع نہین کیا تو ابتدا
مدت عقد کے وقت سے ہی بالاجماع والثمن المسمی قدرہ لا وصفہ ینصرف مطلقہ الی غالب نقد البلد بلد العقد مجمع الفتاوی لانہ المتعارف اور جس ثمن کی
مقدار مذکور ہوئی نہ اسکا وصف تو اس ثمن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کی طرف یعنی جس شہر مین بیع منعقد ہوئی وہان کا نقد غالب الرواج مراد ہوگا
کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ جسکا رواج غالب ہی وہی متعارف ہی هم یعنی جب مشتری نے دس درم کو چیز خرید کی بلا قید وصف اور بلا قید شہر تو یہ اطلاق اس
شہر کے نقد غالب کی طرف راجع ہوگا جسمین بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کے شہر کی طرف اسواسطے کہ نقد غالب متعارف ہی تو مطلق اسی طرف پھریگا اگرچہ اس شہر مین
اور درہم بھی موجود ہون جنسے معاملہ نہین ہوتا یا ہوتا ہو مگر قلیل چنانچہ اسکا اشارہ فتح القدیر مین ہی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا مجمع الفتاوی سے نقل کیا کہ جب
شخص نے بیع کی ایک مرد سے صفہان مین بعوض اتنے دنانیر کے سوا اسنے قیمت نہ دی یہان تک کہ مشتری بخارا مین ملا تو اسپر عیار صفہان ہی واجب ہوگا تو مکان عقد ہی
معتبر ہوا انتہی وان اختلف النقود مالیۃ کذہب شریفی وبندقی فسد العقد مع الاستواء فی رواجہا الا اذا بین فی المجلس لزوال الجہالۃ
اور اگر نقد شہر کے مختلف ہون باعتبار مالیت کے جیسے شریفی اور بندقی سونا تو عقد فاسد ہی انکے رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر اسوقت فساد نہین جبکہ مشتری بیان کردے
ایک نقد کو اسی مجلس مین بسبب دور ہوجانے جہالت کے هم بیع فاسد ہی بسبب جہالت کے جو باعث نزاع ہی اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہین باعتبار
رواج کے اور اگر مشتری نے مجلس مین تصریح کی اور بائع راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہی اسواسطے کہ جہالت رفع ہوگئی قبل اسکی تقرر کے مصنف نے اختلاف نقود کی قید لگائی

قید لگائی کہ اگر نقود مالیت اور رواج مین برابر ہین تو بیع صحیح ہی مشتری کو اختیار ہو جو چاہے ادا کرے اور اسی طرح اگر نقود مالیت اور رواج دونون مین مختلف ہون
یا مالیت مین برابر ہون رواج مین مختلف ہون تو دونون صورتون مین بیع صحیح ہو باعتبار اس نقد کے جو غالب الرواج ہو کذا فی النہر وصح بیع الطعام
ہو فی عرف المتقدمین اسم للحنطة ودقیقها کیلا وجزافا مثلث الجیم مصدر کذا فی المجازفة اور صحیح ہی بیع طعام کے پیمانے سے ناپکر اور بطور تخمین اور
اٹکل کے طعام متقدمین کے عرف مین گیہون اور اسکے آٹے کا نام ہی اور جزاف جیم کا مثلثہ ہی کے فارسی کا معرب ہی بمعنی مجازفت ہم کہتا ہی
علاوہ نوح نے کہا کہ جزاف بیع ہی جو بسبب اونٹ تخمین کے ہو بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قطاع نے کہا کہ مجازفت بیع مین عبارت ہی شناسہ اقوال مصنف کے
کلام مین امام سے جمیع حبوب مراد ہین نہ فقط گیہون اور نہ جمیع ماکولات بقرینہ کیل اور جزاف کے بسبب کہ بیع اٹکل سے جائز ہوئی بلا کیل اور وزن بسبب دور
ہوجانے جہالت کے اشارہ کرنے سے حاشیہ کی مین یعنی سے منقول ہی کہ اٹکل کی بیع مین شرط یہ ہی کہ ممیز اور مشار الیہ ہو کذا فی الطحطاوی اذا کان بخلاف
جنسه ولم یکن راس مال سلم شرط باشد معرفة کما یاتی او کان بجنسه وهو دون نصف صاع اذ لا ربوا فیه کما یاتی بیع بطور تخمین
صحیح ہی جب کہ بیع اسکی مخالف جنس سے ہو جیسا کہ گیہون کی بیع جو سے اور جبکہ سلم کا راس المال نہو اسواسطے کہ راس المال کی معرفت مقدار شرط ہی چنانچہ باب السلم
مین آویگا یا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو حالانکہ اناج نصف صاع سے کمتر ہو اسواسطے کہ نصف صاع سے کمتر مین ربا جاری نہین چنانچہ باب الربوا مین آویگا
ومن المجازفة البیع باناء او حجر لا یعرف قدره وقیدهما وللمشتری الخیار فیهما نہر اور منجملہ تخمین ہی بیچنا برتن اور پتھر سے جنکی مقدار معلوم نہین
اور مشتری کو دونون مین اختیار ہی کذا فی النہر ہم کہتا ہی نہر الفائق مین کہا اسواسطے یہ بیع جائز ہی کہ جہالت باعث منازعت نہین اور کیل اور مجازفت مین
اسکو اسواسطے عطف کیا کہ بصورت کیل کے ہی اور حقیقت مین کیل نہین ہی شرط صحت یہ ہی کہ برتن گھٹتا بڑھتا نہو چنانچہ لکڑی یا لوہے کا برتن ہو اور
اگر مثل زنبیل یا خرجی کے برتن ہو تو جائز نہین مگر پانی کی مشکون مین بسبب رواج کے جائز ہی اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا لیکن
جمع النوازل مین ثبوت خیار بتصریح ہی اس صورت مین کہ خرید کرے اس پتھر کے برابر سونے سے انتہی اور لائق یون ہی کہ غیر معلوم المقدار برتن مین بھی
اختیار ثابت ہو انتہی وهذا اذا لم یحتمل الاناء النقصان والحجر التفتت فان احتملها لم یجز کبیعه قدر ما یملأ هذا البیت ولو قدر ما یملأ هذا الطست
جاز سراج اور یہ بیع برتن کی بھری اور پتھر کے وزن سے بیع اسوقت جائز ہی جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پھوٹنے کا متحمل نہو اور اگر
نقصان اور پھوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز نہوگی چنانچہ اس مقدار کی بیع جائز نہین جسمین یہ کوٹھری بھر جاوے اور اگر اس مقدار کی بیع کی جو طاس کو
بھر دے تو جائز ہی کذا فی السراج وصح فی ما سمی صاع فی بیع صبرة کل صاع بکذا مع الخیار للمشتری لتفرق الصفقة علیه وسمی خیار التکشف
اور صحیح ہی بیع ہر مسمی کی چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہی اناج کے ڈھیر کی بیع مین اس طرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے بیچا اور اختیار ہی مشتری کے بسبب
متفرق ہونے عقد کے مشتری پر اور اسکو خیار التکشف کہتے ہین ہم کہتا ہی ایک ڈھیر ہی گیہون یا جو کا اسکے مالک نے کہا کہ مین نے اسکو بیچا ہر صاع
عوض درم کے یا ہر سیر عوض آنے کے اور مقدار اسکی نہ ذکر کی کہ اتنی صاع یا اتنے سیر ہی تو امام اعظم کے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اسواسطے
کہ اسقدر مبیع اور ثمن معلوم المقدار ہو اور مبیع فی نفسه متفاوت چیز نہین اور اس سے زیادہ مقدار اور ثمن دونون مجہول ہین معلوم نہین کہ سب ڈھیر کی
صاع یا کے سیر کا ہی اور درم یا آنے کتنے ہین طحطاوی نے کہا خیار التکشف اسواسطے کہتے ہین کہ حال منکشف ہوگیا ایک صاع کی صحت بیع سے بحر الرائق مین
بدائع سے منقول ہی کہ ایک صاع مین بیع لازم ہی بلا خیار مشتری اور یہی قول ظاہر ہی واللہ اعلم وصح فی الکل ان کیلت فی المجلس لزوال المفسد قبل
تقرره او سمی جملة قفزانها بلا خیار لو عند العقد وبه لو بعده فی المجلس او بعده عندهما وبه یفتی اور صحیح ہی بیع سب ڈھیر مین اگر اسکا پیمانہ ہو گیا عقد کی
مجلس مین بسبب دور ہوجانے مفسد کے قبل اسکے جمنے کے یعنی جہالت قبل القضا سے مجلس زائل ہوگئی یا بائع نے اس ڈھیر کے قفیز بیان کر دیے

تو بیع صحیح ہوگی باختیار مشتری اگر تسمیہ بعد عقد کے نزدیک ہوا اور اگر تسمیہ بعد عقد کے مجلس میں ہوا تو بیع باختیار مشتری ہوگی یا بعد مجلس کے تسمیہ ہوا تو صاحبین کے
نزدیک بیع صحیح ہوگی اور اسی کا فتوی ہے مترجم کہتا ہے قفیز ایک پیمانہ ہے شرح ملتقی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے آسانی کی نظر سے نہیں کہ امام کی دلیل ضعیف ہو بلکہ آسانی
سے تا خلق اللہ پر آسانی ہو فان قیل یلزم البیع بلا رضی من البائع الظاہر نعم شہر در صورت خیار اگر مشتری راضی ہو جاوے تو کیا بیع لازم ہوگی بلا رضا
بائع کے ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں بیع لازم ہوگی کذا فی النہر یہاں تک کہ اگر بعد کیل کے بائع فسخ بیع کرے تو اسکا فسخ معتبر نہوگا اور مشتری کے سبب پیمانہ کو
کیا کذا فی النہر ایضًا **وفسد فی الکل فی بیع ثلثۃ** اوجہ فقط سے تبیع الغنم وثوب کل شاۃ وذراع اصنافتشر کیذا اور تمام میں بیع فاسد ہے
بھیڑ بکری کی ریوڑ اور کپڑے کی بیع میں اس طرح کہ ہر بکری عوض استنے کے ہے اور ہر گز عوض استنے کے شاۃ الخ اسمیں مشار و شدید لام عتبار کہ غنم سے
اور شاۃ اور ذراع میں الف لام تشریب ہے مترجم کہتا ہے یعنی بائع نے بھیڑ بکریوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسمیں سے ہر بھیڑ یا بکری ایک روپیہ کو ہے یا کپڑے
کے تھان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہر گز اسکا چار آنہ کو ہے تو بالکل فاسد ہے تمام افراد میں امام کے نزدیک اسواسطے کہ افراد درمیان مختلف ہیں قیمت میں
اور بیع منعقد نہوگی تو نزاع واقع ہوگا ایک کی تعیین میں بائع چاہیگا کہ مشتری چھوٹی دبلی بکری لے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کریگا بخلاف گیہوں کے
ڈھیر کے کہ وہاں ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہے اسواسطے کہ گیہوں کے افراد یعنی دانوں میں تفاوت نہیں یا ان حال یہ ہے کہ کپڑے
کوئی قید نہ لگائی مانند صاحب کنز اور وقایہ کے لیکن عتابی نے جامع صغیر میں صفت کی قید لگائی ہے یعنی جب کپڑے کے ٹکڑے کرنے سے
قیمت کم ہوتی ہو اسمیں بیع مذکور صحیح نہیں اور اگر جس تھان سے گز دو گز اترنا موجب نقصان نہو تو چاہیے امام کے نزدیک اسمیں ایک گز کی بیع جائز ہو
جیسے گیہوں کے ڈھیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہے کذا فی المنح عن غایۃ البیان وان علم عدد الغنم فی المجلس انقلب صحیحا عندہ علی الاصح اور اگر
بکری کا شمار مجلس میں معلوم ہو جاوے تو بیع منقلب بہ صحت ہوگی امام کے نزدیک بنا بر قول اصح کے مترجم کہتا ہے یعنی بعد عقد کے مجلس میں شمار معلوم
ہونے سے صحیح ہوگی **ولو رضیا** العقد بالتعاطی ونظیرہ البیع بالرقم سراج اور اگر بائع اور مشتری راضی ہو جاویں بیع مذکور سے تو بیع منعقد ہوگی بسبب
تعاطی کے اور مانند اسکے بیع بالرقم ہے کہ تراضی اور تعاطی سے صحیح ہو جاتی ہے کذا فی السراج مترجم رقم کے معنے نقش کے ہیں جسکو ہندی میں آنک کہتے ہیں
اور سراج میں ہے بیع بالرقم یہ کہ بائع کہے کہ میں نے یہ کپڑا بیچا موافق اسکی رقم کے یعنی جو آنک کپڑے پر لکھا ہے اور مشتری کو وہ معلوم نہیں
سو اگر بعد حصول عقد مشتری دیکھیگا تو بیع فاسد ہے اور اگر قبل افتراق کے رقم دیکھیگا اور بیع کو پسند رکھیگا تو بیع صحیح ہوگی اور اگر قبل علم التفرق ہوا تو
فساد موکد ہو جائیگا اور بعد اسکے منقلب بجواز نہوگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی فتح القدیر میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے اسواسطے کہ بسبب رقم کے
جہالت ثمن صلب عقد میں متمکن ہوگئی ہے یا مانند قمار کے معلوم نہیں کہ ثمن کیا ہے اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر مجلس میں ثمن معلوم ہو جاوے اور دوسرا
عقد منعقد ہو یعنے تعاطی انتہی طحطاوی نے کہا یہ منافی ہے فقہا کے کلام سے اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ بیع التعاطی میں یہ ضرور ہے کہ عقد فاسد یا باطل
کے بعد نہو اور اگر ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہوگی مگر یہ کہ اس انعقاد کو بعد المتارکہ پر محمول کیجیے **وکذا الحکم فی کل معدود متفاوت** کالبل والعبید لطبخ وکذا
ما فی تبعیضہ ضرر کمصوغ اوانی بدائع اور اسی طرح غنم اور ثوب کا حکم ہر معدود مختلف میں چنانچہ اونٹ اور غلاموں اور خربوزوں میں اور اسی طرح جس چیز کے
ٹکڑے کرنے میں ضرر ہو چنانچہ ڈھلے برتن کذا فی البدائع واذا سمی عدد الغنم والذراع او جملۃ الثمن صح اتفاقا اور اگر بائع نے بھیڑ بکریوں کی گنتی اور کپڑے کے گزوں کا
شمار بتایا یا تمام ثمن مذکور کر دیا تو بالکل میں بیع صحیح ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے مترجم کہتا ہے یہ تسمیہ مفروض ہے قبل عقد کے یا صلب عقد میں اور یہاں جو مذکور
ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہیں وہاں تسمیہ مفروض ہے بعد عقد کے تو دونوں صورتوں میں کچھ تناقض نہ رہا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود والاول منقول
کل الی الافراد ان علم التعلم نہایتہا فان لم تو الجہالۃ فلا استغراق کمیین و تعلیق اور قاعدہ کلیہ لفظ کل کا یہ ہے کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو سکے تو عدم علم جہالت کا باعث ہو

تو وہاں لفظ کل مستغرق افراد کے واسطے ہو یعنے جمیع افراد مراد ہونگے جیسا کہ ... [illegible] ... جہالت ... [illegible]
سو نکاح کو یون کہنا مناسب تھا کہ جیسے ... [illegible] ... لفظ کل کی یہ مثال ہے کہ کل امرأة اتزوجها فهي طالق یعنے جس
عورت سے میں نکاح کرون وہ مطلقہ ہو (وکلما اکلت اللحم فعلي درهم) اور ہر بار کہ میں گوشت کھاؤن تو مجھپر ایک درہم دینا واجب ہو تو ہر ... [illegible]
درہم واجب ہوگا اور اقرار کی مثال یہ ہے کہ ... [illegible] ... ہر مہینے میں ایک درہم دیا کرونگا ... [illegible] ... زیادہ ... [illegible]
ہونگے والا فان لم يعلم في المجلس نفى الا واحدا اتفاقا كالاجارة والكفالة والاقرار اور اگر جہالت موجب نزاع ہو تو اگر افراد کی نہایت مجلس میں نہ معلوم ہو
تو وہاں لفظ کل کا ایک فرد پر محمول ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے جیسا کہ اجارے اور ضمانت اور اقرار میں ہم کہتا ہے اجارے کی مثال یہ ہے
کہ میں نے اجارہ دیا اپنا گھر کل شہر عوض اسقدر کے تو اسپر ایک مہینا لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہوا کل
شہر یا کل یوم کا تو اسپر ایک مہینے یا ایک دن کا نفقہ لازم ہوگا امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف رح اور اقرار کی صورت یہ ہے کہ جب یہ کہا کہ لہ علی
مجھپر کل درہم ہین تو ایک درہم لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والا فان تفاوتت الافراد كالغنم لم يصح في شيء عنده اور اگر نہایت افراد کی معلوم ہو سو اگر
افراد قیمت میں متفاوت ہون جیسا کہ غنم تو کسی چیز میں امام کے نزدیک بیع صحیح نہیں نہ ایک فرد میں نہ سب افراد میں والاصح في واحد عنده كالصبرة
اور اگر افراد میں تفاوت نہو تو ایک صاع یا ایک سیر میں امام کے نزدیک بیع صحیح ہے جیسا کہ گیہون جو کے ڈھیر میں وصححاه فيهما في الكل اور صاحبین
نے بیع کو صحیح کہا ہے دونون میں یعنے سب غنم اور سب ڈھیر میں کذا فی البحر ہم کہتا ہے صاحبین اور شافعی کی یہ دلیل ہے کہ مبیع معلوم ہے اشارے کے
سبب سے اور جہالت ثمن کے شمار کرنے غنم سے اور اناج کے پیمانہ کرنے سے زوال پذیر ہے تو عقد صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہے وفي النهر
عن العيون والشرنبلالية عن البرهان والقهستاني عن المحيط وغيره وبقولهما يفتى تيسيرا اور نہر الفائق میں عیون سے اور شرنبلالیہ میں برہان
سے اور قہستانی میں محیط وغیرہ سے منقول ہے کہ آسانی صاحبین ہی کے قول پر فتوے ہے بنظر آسانی کے **وان باع صبرة على انها مائة**
قفيز بمائة درهم وهي اقل او اكثر اخذ المشتري الاقل بحصته ان شاء او فسخ لتفرق الصفقة وكذا كل مكيل او موزون ليس
في تبعيضه ضرر اور اگر ڈھیر کو بیچا اس شرط پر کہ وہ سو قفیز ہے سو درہم کو اور بہا لا ثانہ وہ سو سے کم ہے یا زیادہ ہے تو مشتری کم کو لے اسکے حصے کے
موافق قیمت دیکر اگر چاہے یعنے اگر مثلا ساٹھ قفیز گیہون ہون تو ساٹھ درہم کو لیا چاہیے یا بیع کو فسخ کرے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہے ہر ایک
کیلی یا وزنی چیز میں جسکے پارہ پارہ ہونے میں ضرر نہیں ہم کہتا ہے ضرر تبعیض کی قید سے خانیہ کا مسئلہ نکل گیا اگر موتی بیچا اس شرط پر کہ مثقال بھر ہے پھر وہ وزن
میں مثقال سے زیادہ نکلا تو مشتری اسکا مالک ہے یعنی بلا زیادت ثمن اسواسطے کہ وزن اس چیز میں جسکو تبعیض مضر ہے وصف ہے جیسے ذراع کپڑے میں وصف ہے
كذا في الطحطاوي **وما زاد للبائع** لوقوع العقد على قدر معين اور جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈھیر اناج کا سو قفیز سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہے بسبب واقع ہونے
بیع کے قدر معین پر یعنے بیع سو قفیز پر منعقد ہوگی تو جتنا سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہیں تو وہ بائع کا ہوگا نہ مشتری کا **وان باع المذروع مثله**
على انه مائة ذراع مثلا **اخذ المشتري الاقل بكل الثمن او ترك** الا اذا قبض المبيع او شاهده فلا خيار له لانتفاء الغرور نهر **واخذ الاكثر بلا خيار**
للبائع لان الذرع وصف لتعيبه بالتبعيض ضد القدر والوصف لا يقابله شيء من الثمن اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین كذا في شرح الملتقى مانند
سابق کے بیچا اس شرط پر کہ مذروع مثلا سو گز ہے سو درہم کو تو مشتری کمتر کو پوری قیمت سے لے یا ترک کرے مگر جب کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا یا اسکو دیکھ لیا
تو اسکو ترک بیع میں اختیار نہ رہیگا بسبب منتفی ہو جانے فریب کے كذا في النهر اور اکثر کو مشتری لیگا بلا اختیار بائع کے اسواسطے کہ ذرع یعنے گز وصف ہے
معیوب ہونے مذروع کے تبعیض سے بخلاف مقدار یعنے کیل اور وزن کے کہ وہ وصف نہیں اور وصف کے مقابلے میں ثمن کچھ نہیں پڑتا ہم کہتا ہے توضیح اسکی

یہ ہے کہ بائع نے زمین بیچی سو روپیہ کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہے مثلاً پھر وہ ساٹھ یا اسّی گز نکلی یا ایک سو دس گز ثابت ہوئی تو مشتری کو کم میں اختیار ہے چاہے ساٹھ یا
اسّی گز پوری قیمت کو سو روپیہ دے کر لے یا نہ لے اور اکثر یعنی ایک سو دس گز کو مشتری سو روپے سے لیگا بلا اختیار بائع کے بخلاف کیلی اور وزنی چیز کے کہ اسمین کم
بقیمت کمتر مشتری کو ملیگا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اسواسطے کہ مذروع میں ذراع وصف ہے اور مکیل اور موزون میں کیل اور وزن وصف نہیں نہر الفائق میں ہے کہ
اصطلاح فقہ میں وصف شی اس سے عبارت ہے جو تابع ہو شی کا اور منفصل نہو اس سے جب اسمین حاصل ہو تو اسکی خوبی کو زیادہ کردے چنانچہ ذراع وصف ہے کپڑے
میں اسواسطے کہ اگر دس گز کپڑے کی دس درہم مثلاً قیمت ہو اگر ایک گز اسمین سے کم ہوگا تو نو گز نو درہم کا نہ بکیگا یعنی اسواسطے کہ نو گز جبہ وغیرہ کو کافی نہیں اور دس گز
کافی ہو لہذا البعضون نے وصف کی یوں تعریف کی ہے کہ وصف وہ ہے جو تبعیض سے معیوب ہو جاوے اور زیادہ اور کم ہونا وصف ہے اور جو ایسا نہو وہ اصل ہے انتہی تو معلوم ہوا
کہ ذراع ثوب میں اوصاف زائدہ کے مانند ہے جسکی مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا یعنی ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتا چنانچہ گیہوں وغیرہ میں تقسیم ہوتا ہے الا اذا کان مقصودا
بالتناول کما افادہ بقولہ (وان قال فی بیع المذروع کل ذراع بدرہم اخذ الاقل بحصتہ) بصیغہ ... او ملا یا فرادہ بذکر الثمن (او ترک) لتفرق الصفقة
مگر جب کہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اسکے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اسکو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع میں کہا کہ ہر گز
عوض درہم کے ہے تو مشتری کمتر کو اسکے حصہ کے موافق لے اسواسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہے مگر یہاں اصل ہو گیا اسبب سے کہ علیحدہ کر دیا ہے کہ ثمن کے ذکر کرنے
سے یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کہتا ہے یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درہم سے بیچا اس طرح کہ ہر گز کے عوض ایک درہم ہے پھر ساٹھ گز نکلا
تو مشتری چاہے ساٹھ گز کو ساٹھ درہم دے کر لے یا بیع نہ لے اسواسطے کہ گز اگرچہ وصف ہے لیکن جب اسکا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل بیع ہو گیا (وکذا اخذ الاکثر کل
ذراع بدرہم او فسخ) لدفع ضرر التزام الزائد اور اسی طرح سو گز سے زیادہ کو مشتری لے ہر گز عوض درہم کے یا بیع فسخ کرے تا التزام زائد کا ضرر دفع ہو
کہتا ہے چونکہ بیع ہوئی تھی سو گز کی لہذا زائد کے خرید کرنے میں مشتری کو اختیار ہوا تا التزام ما لا یلزم لازم نہ آوے (وفسد بیع عشرة اذرع من مائة ذراع
من دار) او حمام وصححاہ وان لم یسم جملتہا علی الصحیح لان ازالتہا بیدہما اور فاسد ہے بیع دس گز کی گھر یا حمام کے سو گزوں میں سے اور صاحبین نے
اسکو صحیح کہا ہے اگرچہ بائع نے سب گزوں کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اسواسطے کہ ازالہ جہالت کا عاقدین کے ہاتھ میں ہے ہم کہتا ہے فساد بیع کی وجہ امام کے
نزدیک یہ ہے کہ ذراع حقیقت میں اس آلہ کا نام ہے جس سے ناپتے ہیں خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا سو وہ حقیقی معنی یہاں متعذر ہیں تو مجازاً یہاں ذراع سے
زمین مراد ہے جو ذراع سے ناپی جاتی ہے اور زمین پر اطلاق ذراع نہیں ہو سکتا مگر معین اور مشخص ہو کر اسواسطے کہ ناپنا فعل محسوس ہے کہ محل محسوس کا مقتضی ہے
تو اس صورت میں دس گز غیر معلوم ٹھہرے کہ گھر یا حمام کے کس جانب سے مراد ہیں تو یہ جہالت باعث منازعت ہے بائع کہیگا کہ میں دس گز فلانی طرف سے
دونگا مشتری کہیگا نہیں میں فلانی طرف سے لونگا بخلاف سہم کے کہ وہ امر عقلی ہے محل محسوس کا مقتضی نہیں تو اسکا شائع ہونا جائز ہے کیونکہ اسکی جہالت باعث نزاع
نہیں اسواسطے کہ دس حصے کا مالک نوے حصے والے کا شریک ہے تمام گھر میں بالتعیین موضع اور صاحبین کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہ ہے کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا
ناپ کر بائع اور مشتری کے اختیار میں ہے ہر چند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہے خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نہ کرے لیکن مصنف نے اسواسطے سو ذراع ذکر کیے
تا قول آئندہ صحیح ہو اسواسطے کہ چند سہام کا بیچنا بدون ذکر کل سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہیں کذا فی الطحاوی (لا) یفسد بیع (عشرة اسہم من مائة سہم)
اتفاقاً لشیوع السہم لا الذراع فاسد نہیں بیع دس سہم کی منجملہ سو سہم کے باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور تمام ہونے سہم کے نہ ذراع کے کیونکہ سہم امر عقلی ہے
تو محل کا مقتضی نہیں اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہے چنانچہ مفصل ذکر ہو چکا (بقی لو تراضیا علی تعیین الاذرع فی مکان لم اره وینبغی انقلابہ صحیحا لو فی المجلس ولو بعدہ فبیع بالتعاطی)
نہر باقی ہے یہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جاویں گزوں کی تعیین پر ایک مکان خاص میں میں نے اسکو کتب فقہ میں صریح نہیں دیکھا اور لائق ہے کہ بیع منقلب بصحت
ہو جاوے اگر تعیین مجلس عقد میں ہو اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی ہوگی کذا فی النہر (اشتری عدلا) ... علی انہ کذا ثوبا فنقص او زاد

فسد للجہالۃ خریدے کچھ چند عددی قیمت والی چیزیں خواہ کپڑے ہوں یا بھیڑ بکری کذا فی الجوہرۃ اس شرط پر خریدی ہوں کہ اتنے ہیں پھر کم نکلے یا زیادہ ہو تو بیع فاسد ہو
جہالت کے ہم کہتا ہوں مثلاً دس تھان کی گٹھری خریدی بیس روپے کو پھر جو گٹھری کھولی تو نو تھان یا گیارہ تھان نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہو اسواسطے کہ نقصان
کی صورت میں ثمن مجہول ہے کیونکہ ثمن کے اجزا کی قیمت والی مبیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتے بخلاف بیع مثلی کے تو ایک کم تھان کی قیمت معلوم نہیں جسکو بیس
روپوں سے کم کر دیجیے پھر جب کم تھان کی قیمت مجہول ہوئی تو تمام ثمن مجہول ہوگیا اور بصورت زیادتی کے مبیع مجہول ہوگا اسواسطے کہ ایسا تھان کہ
پھیر دینے کی حاجت ہوگی تو اسمیں نزاع واقع ہوگا مشتری نکمے تھان کے پھیر دینے کا ارادہ کریگا اور بائع عمدہ تھان لینے کا قاصد ہوگا تو مشتری رضا علی ان فیہما
کذا فی البحر اشتری ارضا ... اگر ایک زمین خریدی اس شرط پر کہ اسمیں اتنے کھجور کے درخت پھلنے والے ہیں وہ نہیں ایک غیر مثمر نکلا تو بیع فاسد
کذا فی البحر یعنی فاسد ہے ثمن کی جہالت سے چنانچہ مسئلۂ سابقہ میں دو صورت کی وجہ اسکی مذکور ہوچکی کما لو باع عدداً من الثیاب او غنماً واستثنی واحداً
غیر معین فسد ولو معیناً جاز البیع ثانیہ چنانچہ کپڑوں کی گٹھری یا چند بکریاں بیچیں اور انمیں سے ایک کپڑا یا ایک بکری بلا تعیین نکالی تو بیع فاسد ہے
اگر ایک معین تھان یا ایک مخصوص بکری مستثنی کرلی تو بیع جائز ہے کذا فی البحر یعنی بصورت استثنائے غیر معین بیع فاسد ہے جہالت کے سبب مشتری ادنی
دینے کا ارادہ کریگا اور بائع اعلی لینے کا قصد کریگا اور بصورت تعیین یہ جہالت نہیں ولو بین ثمن کل ثوب منہا بان قال کل ثوب منہا بکذا او نقص
ثوب صح البیع بقدرہ لعدم الجہالۃ وخیر لتفرق الصفقۃ اور اگر قیمت والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کردیا یعنی اس طرح کہا کہ اس گٹھری میں سے ہر تھان
کی قیمت ہے اور ایک تھان کم نکلا تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے بواسطے عدم جہالت کے اور مشتری خریدار و عدم خرید میں مختار ہوگا بسبب متفرق ہونے
عقد کے ہم کہتا ہوں مسئلۂ سابقہ میں مجموع مبیع کا مجموع ثمن مذکور تھا لہذا کمی میں جہالت طاری ہوئی اور یہاں ہر تھان کا جدا جدا ثمن مقرر ہوا تو کمی میں جہالت
نہوئی مثلاً دس تھان بیچے بیس روپے کو اس طرح کہ ہر تھان کے دو دو روپے ثمن ٹھہرے پھر اگر نو تھان نکلینگے تو انکا ثمن اٹھارہ روپے ہوگا ایک تھان کے
دو روپے کم ہوجائینگے وان زاد ثوب فسد بجہالۃ المزید اور اگر ایک تھان زیادہ نکلا مثلاً اس تھان کی شرط میں گیارہ تھان نکلے تو بیع فاسد ہے بسبب جہالت زائد کے
ہم کہتا ہوں صورت زیادتی جہالت ثمن بلکہ جہالت مبیع ہے یعنی دس تھان مبیع کی تعیین میں نزاع واقع ہوگا منجملہ گیارہ تھان کے کذا فی البحر یعنی عمدہ تھان کو
مبیعہ میں مشتری داخل کریگا اور بائع برعکس اسکے ولو رد الزائد او عزلہ حل بحل لہ الباقی خلاف اور اگر مشتری نے زائد کو پھیر دیا یا اسکو جدا رکھ دیا تو کیا باقی
اسکو حلال ہیں اسمیں اختلاف ہے ہم کہتا ہوں بزازیہ میں ہے کہ گٹھری خریدی اس شرط پر کہ اسمیں اتنے کپڑے ہیں پھر اسکو زائد پایا اور بائع غائب ہو تو زائد کو
جدا کردے اور باقی کو استعمال میں لاوے اسواسطے کہ وہ اسکا مالک ہوگیا انتہی اور گویا یہ استحسان ہے ورنہ بیع فاسد ہے جہالت مزید کے سبب اور خانیہ و قنیہ میں
صحیح ہے کہ محمد کا یہ قول ہے کہ اسمیں سے ایک کپڑا جدا کرکے باقی استعمال میں لاوے اور اسمیں قبل اسکے یہ ہے کہ ایک شی خریدی سو اسکو زائد پایا اور زائد بائع کو دیدے
تو باقی حلال ہے مثلیات میں اور قیمت والی چیزیں میں حلال نہیں تا وقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نہ کرے مگر جبکہ زیادتی ایسی چیز کو ہو جسمیں بخل جاری نہو تو اسوقت میں اسکو
جدا کر رکھے انتہی ما فی البحر اور نہر الفائق میں ہے کہ یہ جو بزازی نے کہا کہ وہ مالک ہوگیا یعنی قبض سے مالک ہوا اگرچہ بیع فاسد ہے اور خانیہ میں ہے کہ گٹھری خریدی جسمیں بیس تھان
ہیں ہر تھان عوض اتنے کے پھر اسکو زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو مسلم نہیں پس اگر بائع غائب ہو تو علما نے کہا ہے کہ مشتری اسمیں سے ایک تھان کو جدا کردے اور باقی کو استعمال
کرے اور یہ استحسان ہے بنظر مشتری کے انتہی ما فی النہر اور ظاہر یہ ترجیح ہے کل علما کے نزدیک جدا کردینے کے وقت بائع کے غائب ہونے میں اور جبکہ مشتری نے زائد چیز بائع کو
پھیر دی تو حلت الباقی ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی اشتری ثوباً متفاوت جوانبہ فان لم یتفاوت لکن لم تحل لہ الزیادۃ ان لم یفسدہ القطع وجاز بیع ذراع منہ فرضا کپڑا خریدا جسکے
جوانب متفاوت ہیں تو اگر جوانب اسکے متفاوت نہوں بلکہ برابر ہوں چنانچہ تھان کپڑے کا تو قدر مشروط سے زیادہ لینا حلال نہیں اگر اسکو پھاڑ لینا ضرر نہ کرتا ہو اور بیع ایک گز کی
ہے کذا فی النہر ہم کہتا ہوں زاہد عتابی نے جامع صغیر کی شرح میں کہا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یعنی حلت زیادہ کم از ذراع اس کپڑے میں ہے جو قطع بعض سے معیوب ہوجاتا ہو جیسا کہ قمیص یا پائجامہ

عمامہ اور مانند اسکے اور اگر کرباس یعنی تھان ہو جسکو قطع مضر نہیں اور مشتری نے خریدا بشرط دس گز ہونے کے پھر اسکو گیارہ گز پایا تو زیادتی اسکے لیے مسلم نہیں بلکہ اسکو بائع کو پھیرے جیسا کہ ملیلات اور موزونات میں پھیر دینا لازم ہے انتہی حلبی نے کہا شیخ نے کہا ہے کہ اگر ایک گز اس کرباس سے بیچے تو جائز ہے مانند بیع قفیز کے ڈھیر سے اسواسطے کہ قطع اور تمیز باقی کو ضرر نہیں کذا فی الطحطاوی **فلو قال علی انه عشرة اذرع کل ذراع بدرهم اخذه بعشرة فی تسعة و نصف بلا خیار لانه انفع فیأخذه بتسعة فی تسعة و نصف بخیار لتفرق الصفقة** وقال محمد یاخذه فی الاول بعشرة و نصف بالخیار و فی الثانی بتسعة و نصف به و هو اعدل الاقوال بحر و اقره المصنف و غیره قلت لکن صحح القهستانی وغیره قول الامام و علیه المتون فعلیه الفتوی یعنی مخالف الجوانب کپڑا قمیص وغیرہ کے مانند خریدا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہے پھر گز ہونے میں درم کے تو مشتری اسکو لے دس درم سے ساڑھے دس گز کے ہوئے میں بلا خیار اسواسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اسکو نافع تر ہے اور اسکو نو درم سے لے ساڑھے نو گز کے ہونے میں اور چاہے نہ لے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت میں اسکو ساڑھے دس درم سے لے اگر چاہے اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درم کو لے اگر چاہے اور یہ قول معتدل ترین اقوال ہے کذا فی البحر اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت کہا ہے میں کہتا ہوں لیکن قہستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہے اور اسی قول پر متون فقہ مشتمل ہیں تو امام ہی کے قول پر فتوی ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ ذراع وصف ہے اور حکم اصل میں اور وصف کا اسوقت لیتا ہے جبکہ مد پائی جائے سو شرط یہاں ذراع میں پائی گئی نہ نصف ذراع میں تو کمتر از ذراع اپنی حالت پر وصف بنا رہا اور وصف کے مقابل کچھ ثمن نہیں واقع ہوتا اور محمد نے جز کا اعتبار کل کے ساتھ کیا اسواسطے کہ جب ہر ذراع مقابل درم کے ہوا تو نصف ذراع نصف درم کے مقابل ہوگا البحر و اتقانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ بعض شارحین نے محمد کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ امام کا قول اصح ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح کی اس تفریع میں گفتگو ہے اسواسطے کہ آگے ضد فتوی قول صحیح پر ہوتا ہے نہ اصح پر یا اگلے ہے غیر متون کی روایت پر فتوی ہوتا ہے اسی کے واسطے بالسبب جریان تعامل کے تو تفریع شارح کی یعنی قول امام کا مفتی بہ ہونا تمام نہیں اور تو معلوم کر چکا ہے اتقانی کا قول واللہ اعلم بالصواب **فصل فیما یدخل فی البیع تبعا و ما لا یدخل** یہ فصل ہے اس میں جو چیز کہ بیع میں بطریق تبعیت داخل ہوتا ہے اور جو بالتبع داخل نہیں ہوتا الاصل ان مسائل هذا الفصل مبنیة علی قاعدتین احدهما ما افاده بقوله **کل ما کان فی الدار من البناء** یعنی کل ما هو متناول اسم المبیع عرفا یدخل بلا ذکر اصل یہ ہے کہ اس فصل کے مسائل کی بناء دو قاعدوں پر ہے ایک قاعدے کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز کہ گھر میں ہو از قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ بیع کے نام کو شامل ہے عرفا میں وہ بیع میں داخل ہے بدون ذکر کرنے کے ہم شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام میں گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہے نہ بطریق قید کے اور اسی طرح قاعدہ ثانیہ میں شارح تعمیم کی طرف اشارہ کریگا یعنی جو چیز رواج میں اسم بیع کو شامل ہے جیسے گھر کو عمارت شامل ہے وہ بدون ذکر کے بیع میں داخل ہو تو گھر کی بیع میں عمارت بلا ذکر داخل ہے اسواسطے کہ گھر عبارت ہے زمین اور عمارت سے و ذکر الثانیة بقوله **او متصلا به تبعا له یدخل فی بیعها** یعنی ان کل ما کان متصلا بالمبیع اتصال قرار و هو ما وضع لا لان ینفصل البشر دخل تبعا و ما لا فلا اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا یا جو چیز اس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع میں داخل ہے گھر کے تابع ہو کر یعنی جو متصل ہو بیع سے اتصال قرار یعنی جو اسواسطے بنی ہو کہ آدمی اسکو نہ اکھاڑے جیسا کہ اینٹ مٹی کی سیڑھی وہ بیع میں داخل ہے بالتبع اور جو ایسی متصل نہیں وہ داخل بیع نہیں جیسا کہ لکڑی کی سیڑھی جسکا ایک سرا زمین میں گڑا نہو و الم یکن من القسمین فانه من حقوقه و مرافقه دخل بذکرها و الا لا اور جو دونوں قسموں میں سے نہ یعنی نہ اسم مبیع کو شامل ہو نہ بیع سے متصل ہو اتصال قرار سو اگر وہ چیز بیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق اور مرافق کے داخل ہوگی اور نہیں تو داخل نہو گی ہم شارح نے قواعد اس فصل کے اطور صاحب نہر کے دو قاعدے سے بیان کئے اور بہتر یہ تھا کہ صاحب درر کے مانند تین قاعدے مذکور کرتا اسطرح پہلا قاعدہ یہ کہ جو اسم بیع کو شامل ہو ہر گاہ وہ بیع میں بلا ذکر بیع داخل ہے دوسرا قاعدہ یہ کہ جو متصل ہو بیع سے باتصال قرار وہ تابع ہے بیع کا اور اسکی بیع میں داخل ہے تیسرا قاعدہ یہ کہ جو دونوں

متصوں میں ہو تو اگر حقوق اور مرافق سمیت بیع میں ہو تو بدون ذکر حقوق و مرافق داخل ہوگا ورنہ نہیں کذا فی الطحطاوی **ویدخل البناء والمفاتیح المتصلة اغلاقہا** کالضبة کیلون
دون مفتاح القفل لعدم اتصالہ **والسلم المتصل والسریر والدرج المتصلة** والرحی لو اسفلہا مبنیا والبکرة لا الدلو والحبل مالم یقل بمرافقہا
فی بیعہا ای الدار تو گھر کی بیع میں عمارت داخل ہوگی اور وہ مفاتیح جو اپنے اغلاق سے متصل ہیں کیونکہ جدا نہیں ہوتیں چنانچہ ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی
کی ہوں نہ قفل یعنی قفل اور اسکی کنجی داخل بیع نہیں اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہیں اور گھر کی بیع میں داخل ہے زینہ بامتصل اور وہ تخت اور زینہ جو زمین
میں گڑا او جما ہو اور چکی اگر اسکا نیچے کا پاٹ زمین میں گڑا ہوا ور کنوئیں کی گھرنی داخل دار ہے اور ڈول اور رسّی داخل نہیں جب تک بائع مرافق دار کا لفظ نہ کہے
ہم اغلاق جمع ہے غلق کی اور غلق کو فارسی میں کلید اندر بند در کہتے ہیں یعنی آلۂ حدید ہر دو نون کواڑون میں کیلون سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند
کرنے کے واسطے بعضے اہل ہند اسکو کھٹکا کہتے ہیں اور بعضے سٹلین اور عرب اسکو ضبہ اور کیلون بولتے ہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر زینہ لکڑی کا ایکطرف زمین میں
گڑا اور جما ہو تو گھر کی بیع میں داخل ہے اور اگر غیر متصل اور منتقل ہوتا ہو تو بائع کا ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ سلاسل اور قنادیل جو چھت میں کیلون سے جڑی ہوں وہ
گھر کی بیع میں داخل ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین میں گڑا ہے بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع میں داخل ہے لیکن
دیار مصر میں نیچے کا پتھر زمین میں نہیں جماتے بلکہ دونون پتھر منتقل اور منقول رہتے ہیں تو ایسی چکی داخل بیع نہوگی اور کنوان گھر کا اور اسکی گھرنی داخل بیع ہے نہ ڈول
اور رسی جو اسپر معلق ہے انتہی اور فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ جب ایک گھر یا دوکان مول لی اور اسکی دیوار گر پڑی سو اسمیں زنگا اور لکڑیاں نکلیں تو
اگر وہ منجملہ عمارت میں استحکام کے واسطے چنانچہ لکڑی کے مثل ہے تو اسکا مالک مشتری ہے اور اگر بطور ودیعت کے ہوں تو بائع اسکا مالک ہے اور جوہرہ نیرہ میں ہے کہ
کہ اگر دوکان کے آگے چھتا ہو چنانچہ بازارون میں ہوتا ہے تو داخل بیع نہوگا مگر بذکر مرافق انتہی وکذا البستان اور اسی طرح گھر کی بیع میں خانہ باغ داخل ہے ہم فتح القدیر
میں ہے کہ وہ خانہ باغ مراد ہے جو گھر کے اندر ہو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہے تو ابو سلیمان کے نزدیک داخل بیع نہیں اگرچہ اسکا دروازہ گھر میں ہو اور فقیہ
ابو جعفر نے کہا کہ اگر دروازہ خانہ باغ کا گھر کے دروازے سے چھوٹا ہو تو کھولنے کی زنجیر گھر کی جانب ہے تو داخل ہے اور اگر اسکا دروازہ گھر کے دروازہ سے بڑا یا برابر ہو
تو داخل نہیں انتہی واما البیر الکائنة فی الدار فتدخل فتح کما سیجئ فی باب الاستحقاق اور وہ کنوان جو گھر میں ہے سو گھر کی بیع میں داخل ہے کذا فی الفتح چنانچہ
باب الاستحقاق میں آویگا ویدخل فی بیع الحمام القدور لا القصاع اور حمام کی بیع میں دیگیں داخل ہیں نہ کاسے ہم دھوبیوں اور رنگریزوں کی دیگیں اور
غسالین کے تغار اور تیلیوں کی مٹھور اور مٹکے اور دھوبیوں کا پٹرا جسپر وہ کپڑے کو کوٹ کر صاف کرتے ہیں وہ سب زمین کی بیع میں داخل نہیں اگرچہ بیع بحقوق ارض
ہوئی ہو میں کہتا ہوں کہ لائق یوں ہے کہ اگر بیع بمرافق ارض ہوئی ہو تو اشیاء مذکورہ داخل ہوں کذا فی فتح القدیر وفی الحمار اکافہ ان اشتراہ من المزارعین
واہل القری لا لو من الحمارین اور گدھے کی بیع میں اسکا پالان داخل ہے اگر گدھے کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والون سے خرید کیا ہو اور گدھے والون
یعنے جو گدھے بیچنے کی تجارت کرتے ہوں انسے مول لیگا تو پالان داخل بیع نہوگا طحطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ سوداگرون کی عادت یہ ہے کہ ننگی پیٹھ بیچتے ہیں
وتدخل قلادتہ عرفا اور گدھے کے گلے کا گنڈا داخل بیع ہے باعتبار رواج کے ہم جو رسی کہ گدھے کے گلے میں بندھی ہے وہ حمار کی بیع میں داخل ہے عرفا میں لیکن جہان اسکا
رواج نہیں وہان داخل نہیں اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگون پر بندھی ہے اور جھول بدون شرط کے داخل بیع نہیں کذا فی العالمگیریہ اور گھوڑے کی بیع
میں لگام اور اونٹ کی بیع میں فقط نکیل داخل ہے اور کسی کتاب میں اسکا حکم مذکور نہیں کہ گھوڑا بکے اور اسپر زین ہو بعضون نے کہا کہ زین داخل نہیں بلا تنصیص یا بحکم
ثمن کذا فی فتح القدیر ویدخل ولد البقرة الرضیع وفی الاتان لا رضیعا اولا یفتی اور گائے کا دودھ پیتا بچہ گائے کی بیع میں داخل ہے اور گدھی کی بیع میں اسکا بچہ
داخل نہیں خواہ وہ دودھ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسی کا فتوی ہے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ گائے کا دودھ بخوبی حاصل نہیں ہو سکتا بدون اسکے بچے کے اور گدھی کا دودھ حلال نہیں جو بچہ لینے کی
ضرورت پڑے طحطاوی نے کہا اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے اور ان امور کا مدار عرف پر ہے ہم ویدخل ثیاب عبد وجاریة ای کسوة مثلہما تعطیہما ہذا او غیرہا اور غلام و لونڈی کے کپڑے انکی بیع

ہین داخل ہونا یعنی وہ لباس جو پہنا لونڈی غلام پہنے ہین بائع کو اختیار ہے کہ انکو وہی لباس سے جو انکے بدن پر ہو یا سوا اسکے اور ہم اگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنے ہون تو
داخل بیع نہوگا بدون شرط کے کذا فی البحر الا الکبیر بلا حلیہا الا ان سلمہا او قبضہا و سکت وتمامہ فی الصغیر فیہ لونڈی کا زیور داخل بیع نہین مگر اس طرح کہ بائع
اسکو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اسپر زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور بائع سکوت کرے اور پورا بیان اسکا صغیر فیہ مین ہے و یدخل الشجر فی بیع الارض
بلا ذکر فیدخل فی اسکتین فیبا الذکراولی شمرۃ کاشت اولا صغیرۃ او کبیرۃ الا الیابسۃ لانہا علیٰ شرف القطع فتح اور داخل ہین درخت زمین کے
بیع مین بلا شرط بیع اشجار خواہ بار آور ہون یا نہون چہوٹے ہون یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع نہین اسواسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہو رہا ہے کذا فی الفتح
تو خشک درخت ایسا ہے جیسے رکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر دونون مسئلون مین قید ہے یعنی گھر کی بیع مین عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہے اور زمین
کی بیع مین اشجار بلا ذکر اشجار داخل ہین تو اگر عمارت اور شجر کا ذکر ہوگیا تو بطریق اولی داخل ہونگے اذا کانت موضوعۃ فیہا للبقاء للقرار اشجار
زمین کی بیع مین اسوقت داخل ہین جب کہ وہ زمین مین موضوع ہون قرار اور دوام کے واسطے مانند عمارت کے فلوفیہا صغار تقلع زمن الربیع ان صغارہا
تدخل وان من وجہ الارض لا الا بالشرط وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اگر زمین بیع مین ایسے چہوٹے درخت ہون جو فصل ربیع مین اکھاڑے جاتے ہون اور
اگر جڑ سے اکھاڑے جاتے ہون تو زمین کی بیع مین وہ بہی داخل ہین اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہون تو بدون شرط کے داخل نہین اور پورا اسکا
بیان شرح وہبانیہ مین ہے ہم علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ مین یون مذکور ہے کہ قصب فارسی یعنی نیستان داخل ہے زمین کی بیع مین اور ایسا ہی داخل ہین ریحان زرد
ہو اور گلاب اور آس اور چنبیلی کے پہول بلا ذکر داخل نہین کہ بجائے اثمار کے ہین اور ان کے پہول داخل ہین اسواسطے کہ انکی قطع کی نہایت نہین اور روئی کا بھی ہم یہی
اثمار داخل نہین اور انکی جڑون مین دخول اور عدم دخول کے دو قول ہین اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ کپاس کی جڑ داخل نہین اور سفری نے
کہا کہ بیگن کے پہول داخل نہین اور گندنا وغیرہ جو چیز علی وجہ الارض ہے وہ داخل نہین اور گاجر اور پیاز اور لہسن سیدہ بائع کا ہے خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر سپیدہ
نہین تو مشتری کا ہے اور زعفران بلا ذکر داخل نہین اور آسی کے پہول مین محمد سے دو روایتین ہین الخ اور ترب اور کتان اور جوار یا جوار کہیت کی مانند ہے انتہی کذا
کذا فی الخطاوی وفی القنیۃ شری کرما فدخل الوثائل الملصودۃ علی الاوتاد المنصوبۃ فی الارض وکذا الاعمدۃ المدفونۃ فی الارض التی علیہا اغصان الکرم المسماۃ
بارض الخلیل ہکذا الکرم اور قنیہ مین ہے کہ خریدا انگور کے درختون کو تو وہ رسیان جو زمین کی گڑی ہوئی میخون مین بندہی ہین داخل بیع ہین اور ایسا ہی
وہ ستونیان جو ایک طرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہین جنپر انگور کی شاخین پہیلتی ہین جنکا نام ارض خلیل ہے کذا الکرم ہم وثائل جمع ہے دثل
بفتحتین کی یعنی ریدہ خرما کی رسی اور بعض نسخون مین بجائے وثائل دعائم ہے جمع دعیرہ کی یعنی وہ رسیان جو گہر کے ستونون مین ڈالی جاتی ہین کپڑے لٹکانے کو
جنکو بعض اہل ہند الگنی کہتے ہین یہان مراد وہ رسیان ہین جنپر انگور کی شاخین پہیلتی ہین وفی النہر کل ما دخل تبعا لا یقابلہ شیء من الثمن لکونہ کالوصف
وذکرہ المصنف فی باب الاستحقاق قبیل السلم او نہر الفائق مین ہے کہ جو چیز بیع مین بالتبع داخل ہین اسکے مقابل کچھ ثمن نہین پڑتا اسواسطے کہ تابع وصف
کے مانند ہے اور مصنف نے اسکو باب الاستحقاق مین باب السلم سے پہلے ذکر کیا ہے ہم نہر الفائق مین کہا ولہذا قنیہ مین ہے کہ ایک گہر مول لیا اسکی عمارت جاتی رہی
تو کچھ ثمن نہ ساقط ہوگا یعنی اسواسطے کہ عمارت تابع ہے انتہی فتح القدیر مین ہے جیسے بیع مین اشیاء داخل ہوتی ہین بلا تسمیہ بالتبع اسی طرح بیع سے چند چیزین بلا تسمیہ
خارج ہو جاتی ہین چنانچہ قربات کی بیع سے راہین اور مساجد اور شہر پناہ خارج ہو جاتی ہین خلاصہ مین ہے قریہ بیچا جسمین مسجد ہے اور اسکو مستثنا کر لیا ہے تو
ذکر حدود شرط ہے یا نہین اسمین اختلاف مشائخ ہے اور اسی طرح حیاض کا حکم ہے اور قبرستان مین ذکر حدود ضرور ہے مگر یہ کہ مقبرہ ٹیلہ پر ہو انتہی فی الفتح ولا یدخل
الزرع فی بیع الارض بلا تسمیۃ الا اذا نبتت ولا قیمۃ لہ فیدخل فی الاصح شرح المجمع اور داخل نہین زراعت زمین کی بیع مین بدون نام لینے زراعت کے
مگر جب کہ کہیت نہ اُگا ہو اور اسکی کچھ قیمت نہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح مین کذا فی شرح المجمع ہم زراعت اسواسطے بیع ارض مین داخل نہین کہ وہ متصل

باتصال قرار نہیں بلکہ اسکا اتصال فصل کے واسطے ہے یعنی آدمی نے اسکو بہیت قطع بویا ہے تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوئی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مالک نے زمین میں بیج ڈالا پھر زمین کو بیچا اُگنے سے پہلے تو بیج بیع میں داخل نہیں اسواسطے کہ جب تک بیج نہیں جما تو اسپر تابع ہونا ثابت نہیں اور اگر جما ہو اور بے قیمت ہو تو صواب یہ ہے کہ داخل ہے چنانچہ ظہیریہ میں ہے انتہی اور دریافت قیمت کا یہ طریقہ ہے کہ زمین کی قیمت کیجاوے بدون زراعت کے اور پھر قیمت کیجاوے زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہے کذا فی فتح القدیر بتصرف یعنی اگر زمین کی قیمت بلا زراعت ۱۰۰ درم ہوں مثلاً اور زراعت سمیت ایک سو دس درم ہوں تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت برابر ہو بصورت ۱۰۰ درم ہوں تو زراعت بلا قیمت ہے

ولا الثمر فی بیع الشجر بدون الشرط عبر ہنا بالشرط وثمہ بالتسمیۃ لیفید ان لا فرق بینہما وان ہذا الشرط غیر مفسد وخصہ بالثمر اتباعا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الثمرۃ للبائع الا ان یشترط المبتاع اور نہ پھل داخل ہو درخت کی بیع میں بدون شرط کے یعنی مشتری کے مصنف نے یہان یعنی دخول ثمر میں شرط کی تعبیر کی اور وہاں یعنی دخول زراعت میں تسمیہ کی تعبیر کی تا معلوم ہو کہ شرط اور تسمیہ میں کچھ فرق نہیں اور تا معلوم ہو کہ یہ شرط مفسد بیع نہیں اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھ خاص کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کر کے کہ پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری اسکو شرط کرلے رحمہ مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر ثمر کو شامل رہا خواہ شجر کی تابیر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تابیر یعنی تلقیح اس سے عبارت ہے کہ مادہ کھجور کے غلاف شگوفہ کو چیر کے نر کھجور کا شگوفہ اسمین ڈالا جاوے کہ اس طریق سے خوب پھل آتا ہے دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہے جو امام محمد نے اصل میں روایت کی کہ من اشتری ارضا فیہا نخل فالثمرۃ للبائع الا ان یشترط المبتاع یعنی جو ایسی زمین خرید کرے جسمیں کھجور کے درخت ہیں تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کرلے ہے پس مطلق ہے اسمیں تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہیں اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کھجور کے پھل میں تابیر شرط ہے یعنی اگر تابیر ہوئی ہے تو پھل کا بائع مالک ہے اور نہیں تو مشتری مالک ہے اسواسطے کہ صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مروی ہے کہ (من باع نخلا موبرۃ فالثمرۃ للبائع الا ان یشترط المبتاع) کہ جسنے کھجور کا وہ درخت بیچا کہ تابیر ہو چکی ہے تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کرلے حنفیہ کہتے ہیں اس حدیث سے صریحاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ درصورت عدم تابیر بائع پھل کا مالک نہیں اور مفہوم صفت کا اور حمل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہیں کما فی الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہے اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اس حدیث کی تصحیح پر دلیل ہے واللہ تعالی اعلم

ویؤمر البائع بقطعہما الزرع والثمر وتسلیم المبیع الارض والشجر عند وجوب تسلیمہا فلو لم ینقد الثمن لم یؤمر خانیہ اور بائع کو حکم کیا جاویگا دونوں کے قطع کر لینے کا یعنی زراعت اور پھل کا اور تسلیم مبیع یعنی زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جبکہ ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد دیگا تو بائع کو تسلیم کا امر ہوگا کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ درصورت عدم قبض ثمن تسلیم مبیع واجب نہیں ہے معلوم کرنا چاہیے کہ درخت کا خریدنا تین صورت سے خالی نہیں ایک صورت یہ ہے کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کھودنے اور اکھاڑ لینے کے واسطے تو مشتری کو اسکے کھودنے کا حکم ہوگا اور اسکو اختیار ہے کہ جڑ ورن سمیت کھودے کیونکہ جڑ بھی بیع میں داخل ہے لیکن کھودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور یہ جائز نہیں کہ جڑ کے باریک باریک ریشوں تک کھودتا چلا جائے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قطع میں بائع کی مضرت ہو اس طرح کہ درخت دیوار کے قریب ہو یا اسی طرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر بائع قطع کے بعد جڑ سے یا عروق سے درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کا مملوک ہے اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو اسمیں شاخیں نکلینگی انکا مشتری مالک ہوگا دوسری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کیا اس شرط پر کہ زمین پر قائم رہیگا تو مشتری کو قطع کا حکم ہوگا اور اگر کچھ نہ ذکر لیگا تو اسکو اختیار ہے کہ دوسرا درخت وہاں جماوے تیسری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کرے اور کچھ شرط نہ کرے تو ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع میں داخل نہیں اور محمد کے نزدیک زمین بھی بیع میں داخل ہے صدر شہید نے کہا فتوی اسپر ہے کہ زمین داخل ہے چنانچہ محیط میں ہے بحرالرائق میں کہا ہے کہ یہی قول مختار ہے اور یہ بالاتفاق ہے کہ اگر قطع کے واسطے درخت لیا تو اسکے نیچے کی زمین داخل بیع نہوگی چنانچہ نہرالفائق میں ہے اور اگر درخت قرار و ثبات کے واسطے لیا تو بالاتفاق بیع میں زمین داخل ہوگی چنانچہ بحرالرائق میں ہے

اور جہان زمین ماتحت الشجر داخل ہو تو اُتنی داخل ہو جتنا وہ درخت موٹا ہو بیع کے وقت یہان تک کہ اگر درخت بیع کے بعد اُسقدر سے زیادہ موٹا ہوگیا تو مالک زمین کو اختیار ہو کہ اُتنا چھیل ڈالے اور جہان تک شجر کی عروق اور شاخین پہونچی ہین وہ داخل بیع نہین اور اسی پر فتوی ہو جمیدیہ مین کذا فی العالمگیریہ **ان لم يظهر صلاحه لان** ملك المشتري مشغول بملك البائع فيجبر على تسليمه فارغا بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہو اگرچہ اُسکی صلاحیت لائق انتفاع ظاہر نہوئی ہو اسواسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مخلوط ہو تو بائع پر جبر کیا جائیگا تسلیم مبیع پر جدا کر کے **كما لو اوصى بنخل لرجل وعليه ثمر حيث يجبر الورثة**

على قطع الثمر هو المختار من الرواية ولوالجية وما في الفصولين باع ارضا بدون الزرع فهو للبائع باجر مثلها محمول على ما اذا رضي المشتري فهو جیسا کہ اگر میت نے کھجور کے درختون کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدر پھل ہین تو وارثون پر زبردستی کیجائیگی گدر پھل کے قطع کرنے پر یہی روایت مختار ہو کذا فی الولوالجیہ اور جو فصولین مین یہ روایت ہو کہ زمین کو بیچا بدون زراعت کے تو زراعت بائع کی ہو زمین کی اُجرت مثل دیگا یہ محمول ہو جب کہ مشتری اجارہ زمین پر راضی ہوجاوے کذا فی النہر یعنی اگر راضی نہو تو قطع زراعت واجب ہو **ومن باع ثمرة بارزة اما قبل الظهور فلا يصح اتفاقا ظهر صلاحها او لا صح في الاصح** اور جسنے نمودار پھل کو بیچا خواہ اُسکی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو صحیح ہو اصح قول مین اور قبل نمودار ہونے پھل کے تو بالاتفاق بیع صحیح نہین ہم بیع ثمار مین چند صورتین ہین ایک مین خلاف ہو اور باقی مین اتفاق ہو اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اس پھل کے جو لائق انتفاع ہو تو یہ بالاتفاق صحیح ہو اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنی بائع پھلون کو درخت پر رہنے دے قطع نکرے تو یہ بالاتفاق صحیح نہین اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی بالاتفاق صحیح ہو اور اگر بیع ہوئی تناہی ثمار کے بعد در صورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہو اور اگر بعد تناہی شرط ترک پر بیع ہوئی تو اسمین شیخین اور محمد مین اختلاف ہو چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمہ ثلثہ مین وہ بیع ہو جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوا ائمہ ثلثہ کے نزدیک جائز نہین اور ہمارے نزدیک جائز ہو اور ثمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہ ہو کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہوجاوے اور شافعی کے نزدیک یہ ہو کہ ان مین پختگی اور شیرینی ظاہر ہو کذا فی البحر بتصرف ائمہ ثلثہ کی وہ حدیث دلیل ہو جو صحیحین مین انس سے روایت ہو (ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها وعن بيع النخل حتى تزهو قيل ما تزهو قال تحمار او تصفار) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلون کی بیع سے یہان تک کہ اُنکی صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خرمے کی بیع سے یہان تک کہ رنگت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہوجاوے اور بخاری مین عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع ہو کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے بیان کیا کہ اُسکی آفت رسیدگی دفع ہو اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس سے حدیث مرفوع ہو کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہان تک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے مذہب کی دلیل حدیث تابیر ہو جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہوگی یعنی جسنے کھجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پھل بائع کا ہو یہ کہ مشتری اُسکی شرط کر لے تو حدیث مین پھل کو مشتری کا ٹھہرایا بشرط سے تو بیع ثمار کا جواز مطلقاً ثابت ہوا اسواسطے کہ اس حدیث مین اشتراط مشتری مین ظہور صلاح کی قید نہین ارشاد فرمائی اور نہی کی حدیث مذکور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بھی متروک الظاہر ہو اسواسطے کہ اُنکے نزدیک بھی بیع ثمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہو اور عند التحقیق قبل ظہور صلاح کا محل نہی یہ ہو کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط ترک یعنی کچے پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہونگے چنانچہ اس دعوی پر وہ حدیث دلالت کرتی ہو جو نسائی وغیرہ مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پھل کو نہونے دے کس طرح اپنے بھائی کا مال تجکو حلال ہوگا یعنی اگر کچے پھل کی بشرط پختگی بیع ہوئی اور قبل پختگی آفت رسیدہ ہوگئے تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہوگا اور کچے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہو تو اسمین احتمال مذکور کی گنجائش نہین تو حدیث نہی اُسکو شامل نہوئی اور جب کہ محل نہی بیع ثمار بشرط ترک ٹھہرا تو ہم اس نہی سے بری الذمہ ہوگئے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک بیع ثمار بشرط ترک فاسد ہو اور اس تقریر سے ثابت ہوگیا کہ حدیث تابیر کی معارضے سے سالم ہو بلکہ ایک حدیث دوسری حدیث کو شامل نہین کیونکہ دونون کے محل مختلف ہین کذا فی فتح القدیر ملخصا بتصرف

ولو برز بعضها دون بعض لا يصح في ظاهر المذهب وصححه السرخسي وافتى الحلواني بالجواز لو الخارج اكثر زيلعي اور اگر کچھ پھل نمودار ہین اور

کچھ نہیں تو ظاہر مذہب میں یہ بیع صحیح نہیں اور سرخسی نے اسکو صحیح کہا ہے اور حلوانی نے جواز کا فتوی دیا ہے اگر اکثر پھل نمودار ہو گئے ہوں کذا فی شرح الزیلعی ھم
قید اکثر ہے میں شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق میں حلوانی کا فتوی کل ثمار میں منقول ہے اور یہی قول ہے امام فضلی کا اسواسطے کہ موجود بوقت عقد
اصل بیع اور جو اسکے بعد پیدا ہوگا وہ تابع ہے خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا یہی استحسان ہے بسبب تعامل و حرج کے کذا فی الطحاوی **ویقطعہا**
المشتری فی الحال جبرا علیہ اور پھلوں کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کرے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع ثمار میں ھم قطع بعد البیع اسواسطے لازم ہے تاکہ
بائع ملک مشتری سے فارغ ہو جاوے **وان شرط ترکہا علی الاشجار فسد البیع کشرط القطع علی البائع حاوی** اور اگر مشتری نے پھلوں کا قائم
رکھنا درختوں پر شرط کر لیا تو بیع فاسد ہوگی چنانچہ بائع پر قطع شرط کر لینے سے بیع فاسد ہوتی ہے کذا فی الحاوی القدسی **وقیل قائلہ محمد لا یفسد اذا تناہت**
الثمرۃ للتعارف فکان شرطا یقتضیہ العقد وبہ یفتی بحر عن الاسرار لکن فی القہستانی عن المضمرات ان علی قولہما الفتوی فتنبہ اور بعضوں
کہا قائل اس قول کے محمد ہیں کہ بیع ثمار کی بشرط ترک علی الاشجار فاسد نہیں جبکہ پھل بڑھ چکا ہو بسبب التعارف اور تعامل کے تو یہ شرط ایسی ہے کہ
عقد بیع مقتضی ہے اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البحر عن الاسرار لیکن قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتوی ہے تو خبردار رہنا شارح نے
اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں دونوں قول مفتی بہ ہیں تو مفتی یہاں فتوی دینے میں مختار ہے سید محمد مدنی نے کہا شارح نے یہاں بیتانی واقع
ہوئی اسواسطے کہ قہستانی میں شیخین کے قول کا فتوی نہایہ سے منقول ہے اور محمد کے قول کا فتوی تحفہ سے قید باشتراط الترک لانہ لو شراہا مطلقا و
ترکہا باذن البائع طاب لہ الزیادۃ وان بغیر اذنہ تصدق بما زاد فی ذاتہا مصنف نے فساد بیع میں شرط ترک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر پھلوں کو مشتری
مول لیا مطلقا یعنی بلا شرط قطع وبلا شرط ترک اور پھلوں کو درختوں پر قائم رکھا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جسقدر پھلوں میں زیادتی ہوگی وہ مشتری کو حلال ہے
اور اگر بغیر اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رہنے دیا تو جسقدر پھلوں کی ذات میں زیادتی ہوئی ہے اسکو تصدق کرے فقیروں پر جسم زیادتی معلوم ہونے کا یہ طریقہ ہے
کہ یوم البیع ثمار کی قیمت کرے پھر جب پختہ ہوں پھل تب قیمت کرے تو جسقدر تفاوت ہوگا یہی زیادتی ہے کذا فی العینی مثلا تیس قیمت ہے اس کے دن اور
چالیس قیمت ہے بعد پختگی کے تو دس روپے زیادہ ٹھہرے اتنی خیرات کرے تصدق اسواسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک میں بدون اسکے اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہو گئی
وان بعد ما تناہت لم یتصدق بشیء اور اگر پھلوں کے بڑھ چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رکھا تو کچھ خیرات نہ کرے یعنی اسواسطے کہ ثمار
کی ذات میں کچھ تغیر نہیں ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ کواکب سے بتقدیر خالق تعالی ہوا کذا فی شرح العینی وان استاجر الشجر الی
وقت الادراک بطلت الاجارۃ وطابت الزیادۃ لبقاء الاذن ولو استاجر الارض لترک الزرع فسدت لجہالۃ المدۃ ولم تطب الزیادۃ ملتقی الابحر
لفساد الاذن لفساد الاجارۃ بخلاف الباطل کما حررناہ فی شرحہ اور اگر ثمار کی بیع میں درخت کو اجارہ لے پھل پکنے کے وقت تک تو اجارہ
باطل ہے اور زیادتی پھل کی حلال ہے بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کے واسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب مجہول
ہونے مدت کے اور زیادتی کھیت کی حلال نہ ہوگی کذا فی ملتقی الابحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارہ کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہمنے
اسکی تحریر کی ہے ملتقی کی شرح میں ھم وجہ فرق اجارہ باطلہ اور فاسدہ میں یہ ہے کہ اجارہ باطلہ میں اذن مقصود ضمنی ہو گیا اسواسطے کہ باطل کا وجود شرعا ثابت نہیں اور
معدوم ایسا ہے تضمن کی نہیں رکھتا بخلاف اجارہ فاسدہ کے اسواسطے کہ فاسد وہ ہے جسکا وصف فوت ہو نہ اصل تو وہ معدوم نہ ٹھہرا تو تضمن کی لیاقت رکھتا ہے تو جب
بالکل فاسد ہوگا تو متضمن بالفتح بھی فاسد ہوگا والحیلۃ ان یاخذ الشجرۃ معاملۃ ای الجزء من الف جزء اور پھلوں کے خرید کرنے اور درختوں پر رکھنے کا حیلہ یہ کہ
مشتری درخت کو بطور معاملہ لے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہے ہزار حصوں میں سے ھم معاملہ اور مساقاۃ یہ ہے کہ اشجار کو سینچنے کے بہانے لے کے پھل مقرر
کرکے شرح ملتقی میں کہ مشتری بائع کو قیمت ثمار دیکر کہے کہ میں نے تجھ سے یہ درخت بطریق معاملہ لیے اس شرط پر کہ پھلوں میں تیرا ایک حصہ ہے اور ایک کم ہزار میرے

شے مین انتہی لیکن اہین قول ہو کہ مشتری نے پھل قیمت دیکر لیے سو اُنکو بعد معاملہ کیونکر لیگا ہان مگر یون کہیے کہ شرط بیع احسان کر دیا اور حیز عقد معاملہ ہی وان
اشتری اصول الرطبة کالباذنجان والبطیخ والخیار لیکون الحادث للمشتری اور ثمار حادثہ کا مالک ہونے مشتری کا یہ حیلہ ہو کہ اصول رطبہ خرید
کرے مانند بیگن کے اور خربوزے اور کھیرے ککڑی کے درخت مول لے تاکہ جو پھل بعد بیع کے پیدا ہون وہ مشتری کے مملوک ہون ہم جو شخص خربوزے
وغیرہ کے پھل مول لے اور چاہے کہ درختون مین لگے رہین تاکہ بڑھین یا جو پھل کہ ہنوز موجود نہین وہ بھی مملوک ہون تو اُسکا یہ طریقہ ہو کہ پھلون کو اُنکے درختون
سمیت مول لے بشرطیکہ زمین کا مالک ابقاء اشجار کا اپنی زمین مین اذن دے یا مدت معلوم تک زمین کو اجارہ دے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفی الزرع والحشیش
یشتری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدة معلومة یعلم فیها الادراک بباقی الثمن اور زراعت اور گھاس مول لینے اور قائم رکھنے کا طریقہ ہے
کہ جسقدر موجود ہو اُسکو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اس مدت تک جس مین کھیتی کی پختگی معلوم ہو مثلاً چالیس روپیہ کو
ایک کھیت بکتا ہو تو تین روپیہ کو کھیت مول لے اور سینتیس روپیہ اجرت مقرر کرکے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینے کی مدت تک وفی الاشجار الموجودة [illegible]
[illegible] اور ثمار اشجار کے مول لینے مین یہ حیلہ ہو کہ جو موجود ہون اُنکو مول لے اور بائع مباح کرے آگے کو جو ہنوز پیدا نہین ہوے یعنی اباحت کے
بعد اسکا بھی بائع اذن دے کہ پھل درختون پر قائم رہین کذا فی الطحطاوی فان خاف ان یرجع یقول اذنت لک فی الاذن تکون ماذونا فی الترک
بمثل تھا پھر اگر مشتری ڈرے بائع کے رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دیکر پلٹ جاوے اور ابقاء ثمار وغیرہا کا اذن نہین دیتا تو اُسکا یہ طریقہ ہو کہ بائع
یون کہے کہ جب مین اذن سے رجوع کرون تو تو ماذون ہو ترک کرنے مین یعنی ہر صورت رجوع مشتری کا ماذون باذن جدید ہو کذا فی الفتح [illegible] ما جاز
ایراد العقد علیہ بانفراده صح استثناؤه منه الا الوصیة بالخدمة فصح افرادها دون استثنائها جس چیز پر بلا انضمام تنہا ایراد بیع کا ہو سکتا ہو مثلاً اُسکا
نکال لینا بیع سے صحیح ہو مگر خدمت کی وصیت کی تنہائی صحیح ہو یعنی بلا شبہ جاریہ نہ اسکا نکال لینا یعنی [illegible] کی وصیت کرنا بلا خدمت کذا فی
الاشباه هم اور جس چیز پر ایراد عقد بیع تنہا نہین ہو سکتا مثلاً پیٹ کا بچہ لونڈی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اُسکا استثنا کر لینا بیع سے صحیح نہین تو اگر بائع
یون کہے کہ مین نے اس لونڈی کو بیچا سوا اسکے حمل کے یا یہ بکری بیچا سوا اسکی حمل کے یا ہاتھ پاؤن کے تو یہ استثنا صحیح نہوگا اور وصیت بالخدمت کے استثنا
کرنے کی قاعدہ مذکورہ سے کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ یہ قاعدہ عقود ہی مین جاری ہو اور وصیت عقد نہین لہذا قبول وصیت بعد موت موصی کے ہی
جائز ہو اور حیات بعد موت کے صحیح نہین کذا فی الطحطاوی وعن الفتح والنهایة ثم فرع علی هذه القاعدة بقوله فصح استثناء قفیز من صبرة وشاة معینة من قطیع
وارطال معلومة من بیع ثمر نخلة لصحة ایراد العقد علیها ولو الثمرة علی رؤس النخل علی الظاهر پھر مصنف نے اس قاعدہ پر بقول خود تفریع کی کہ صحیح ہو
استثنا کر لینا ایک قفیز کا اناج کے ڈھیر کی بیع سے اور ایک معین گوسفند کا گلہ گوسفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کھجور کے پھلون کی بیع سے بسبب صحیح ہونے
ایراد عقد بیع کے صورت مذکورہ پر اگرچہ پھل درختون پر لگے ہون بنا بر ظاہر مذہب کے وصح بیع بر فی سنبلہ [illegible] البر لاحتمال الربا [illegible] صحیح ہو بیع گیہون کی
بالین گیہون کی بالی کے عوض [illegible] بسبب احتمال سود کے ہم اگر گیہون بالی کے اندر ہو بعوض غیر جنس ہو [illegible] بیع ہو تو صحیح ہو اور اگر گیہون کی بالی کو گیہون کی بالی کے
عوض خرید کرے تو صحیح نہین اس احتمال سے کہ شاید ایک کم ہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاوے اور گیہون کے مانند جو اور جوار کی بیع انکی بالیون مین صحیح ہو

وباقلاء وارز وسمسم فی قشرها اور باقلا اور چانول اور تل کی بیع انکے چھلکون مین صحیح ہو **وجوز ولوز وفستق فی قشرها الاول**

وهو الاعلی اور اخروٹ اور بادام اور پستہ کی بیع انکے پہلے چھلکون مین یعنی اوپر والے پوست مین درست ہو خلافاً للشافعی وعلی البائع اخراجه الا اذا باع
بما فیه اور بائع پر لازم ہو اُسکا نکال دینا یعنی گیہون وغیرہ کا مگر جبکہ بائع نے بالی اور چھلکے سمیت بیع کی ہو تو نکالنا اسپر نہین وله الخیار رؤیة
اور جب نسم فتح اور ایسی بیع مین مشتری کو خیار الرؤیۃ ہو یا نہین دلیل اُسکو مقتضی ہو کہ ہان اُسکو دیکھنے کے بعد اختیار ہو لینے نہ لینے کا [illegible]

مشتری نے ہنوز مبیع کو نہین دیکھا کذا فی الفتح وانما بطل بیع ما فی تمر وقطن وضرع من نوی وحب ولبن لانہ معدوم عرفا اور خرمہ کے اندر کی گٹھلی اور روئی کے اندر والے بنولے کی اور تھن کے اندر کے دودھ کی بیع اسواسطے باطل ہے کہ وہ معدوم ہے بنابر عرف اور رواج کے اور یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ گیہون وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح ہے اور گٹھلی کی بیع خرمہ کے اندر صحیح نہین باطل ہے حالانکہ دونون غلاف مین ہین تو دونون مین کیا فرق ہے شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ عرف مین کالعدم ہین اسواسطے کہ لوگ بولتے ہین کہ یہ خرما اور یہ روئی ہے اور نہین بولتے کہ یہ گٹھلی ہے خرمے کے اندر یہ بنولہ ہے روئی کے اندر اور یون بولتے ہین کہ یہ گیہون ہین بالی کے اندر اور یہ بادام اور پستہ ہے چھلکے کے اندر اور یون نہین کہتے کہ ان چھلکون مین بادام ہے لکہ انکی طرف خیال بھی نہین جاتا کذا فی الفتح **واجرۃ کیل وعد وذرع علی بائع** لانہ من تمام التسلیم اور پیمانہ کرنیے اور شمار کرنے اور تولنے اور گز ناپنے کی مزدوری بائع پر ہے اسواسطے کہ تولنا وغیرہ تسلیم کی تمامی سے ہے یعنے تسلیم مبیع بائع پر واجب ہے اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہین ہوتی تو انکی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی **واجرۃ وزن ثمن ونقدہ** وقطع ثمر واخراج طعام من سنابلہ علی مشتر اور ثمن تولنے اور اسکے پرکھنے اور پھل کاٹنے کی اُجرت اور ناج کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہے ھم یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصۃ اور یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی الخانیۃ خلاصہ مین ہے کہ قطع ثمر کی اُجرت مشتری پر اسوقت ہے جب کہ بائع نے ثمر اور مشتری مین تخلیہ کر دیا ہو الا اذا قبض البائع الثمن ثم جاء بردہ بعیب الزیافۃ مگر جب کہ بائع ثمن پر قبضہ کر چکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہونے کے عیب سے تو اب پرکھنے کی اُجرت بائع پر ہے اسواسطے کہ اب پرکھنا اسواسطے ہے کہ بائع کا حق پورا ملے کذا فی النہر

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ظہر بعد النقد الصراف ان الدراہم زیوف رد الاجرۃ وان وجد البعض فبقدرہ نہر عن اجارۃ البزازیۃ صراف کے پرکھ دینے کے بعد ظاہر ہوا کہ دراہم کھوٹے ہین تو صراف پرکھانے کی مزدوری پھیر دے اور اگر بعض دراہم کھوٹے نکلین تو اُسکی بقدر اُجرت پھیر دے کذا فی النہر عن اجارۃ البزازیۃ واما الدلال فان باع العین بنفسہ باذن ربہا فاجرتہ علی البائع وان سعی بینہما وباع المالک بنفسہ یعتبر العرف وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور دلال کی مزدوری کا یہ حکم ہے کہ اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اُسکی بائع پر ہے اور اگر بائع اور مشتری کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہے یعنے اگر ایسی صورت مین بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہے اور اگر مشتری پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے **وسلم الثمن اولا فی بیع سلعۃ بثمن** ای بدنانیر ودراہم ان احضر البائع السلعۃ اور اول دیا جاوے ثمن متاع کی بیع مین دنانیر اور درم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کر دیا ہو ھم یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیون یا اشرفیون یا پیسون کے بدلے اور بائع نے شیء مبیعہ کو حاضر کر دیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہے تا بائع کا حق ثمن مین معین ہو جاوے اسواسطے کہ مشتری کا حق مبیع مین بمجرد عقد کے متعین ہو گیا کیونکہ مبیع اسکے ملک مین داخل ہوگئی اگرچہ بدون قبض کے مشتری پر ضمان نہین یہان تک کہ اگر مبیع ہلاک ہوگئی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ ہو جائیگی اور بائع کا حق ثمن مین بدون قبض کے متعین نہین ہوتا اسواسطے کہ ثمن میں تعیین شرط نہین یہان تک کہ اگر ایک معین اشرفی سے کوئی چیز خرید کرے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے دوسری اشرفی دے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر مبیع غائب ہو تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مبیع لازم نہین اور اگر مشتری کچھ ثمن دے اور بعض مبیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہین اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول مبیع کو تسلیم کرے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اگر مبیع پر قبضہ کیا بدون اذن بائع اور قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہے اور نقض تصرف مشتری صحیح ہے اور ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہین جیسا کہ عتاق اور تدبیر تو استرداد جائز نہین ذکرہ العلامۃ شاہین عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی چیز خرید کی جو جلد بگڑ جاتی ہے اور اسپر قبضہ نہین ہوا اور نہ ثمن دیا یہان تک کہ مشتری غائب ہو گیا تو بائع کو اسکا غیر سے بیچ لینا جائز ہے اور مشتری ثانی کو باوجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہے اسواسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلالت حال راضی ہو گیا اور بازارون مین اکثر ہوا کرتا ہے اور بائع کو حبس مبیع تا استیفائے کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایک درم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہے لیکن اگر ثمن میعادی مقرر ہوگی ہو

تو روک نہیں سکتا اور اگر بعض ثمن حال ہو اور بعض موجل تو استیفاے ثمن حال تک حبس کا اختیار رہا اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھدی یا ضامنت داخل کی تو اسکے حق حبس ساقط نہیں اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق حبس بالاتفاق ساقط ہو اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اسکا حق ساقط ہوگیا اب بائع مبیع کو استرداد نہیں کرسکتا تیل خریدکیا اور بوتل دی وزن کرلینے کے واسطے سو بائع نے وزن تیل کا کردیا مشتری کے سامنے یا اسکی غیبت میں تو یہ قبض ہوگیا اور اسی طرح ہر کیلی او موزون کو جب پیمانہ کرکے یا تول کے مشتری کے برتن میں رکھیگا قبضہ مشتری کا ثابت ہوگا اور اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اسپر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اسپر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اسکو دوسرے آدمی نے لے لیا تو اگر امر بالقبض کے وقت مشتری اسکو لے سکتا تھا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہو ورنہ نہیں اور زمین میں قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہو اور گھر منقول میں ایسے دوسرے مکان میں لیجانے سے قبضہ تام ہوتا ہو جو مکان بائع سے اختصاص نہیں رکھتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اسپر قبضہ کرنے کا امر کیا اور بائع اسکی لگام پکڑے ہوے ہے اور گھوڑا دونوں کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اس واسطے کہ تسلیم فرس اسی طرح پر ہوتی ہو کذا فی الحاوی ملخصاً وفی بیع سلعۃ بمثلہا او ثمن بثمن سلما معا اگر ایک اسباب کو دوسرے اسباب کے عوض بیچا یا ثمن کو ثمن کے عوض ان کو ساتھ ہی تسلیم کریں لکن احدہما دینا کسلم ثمن موجل او مثلی کی بیع میں اسکی مانند دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع میں اسکی مثل دوسری ثمن سے بائع اور مشتری دونوں ساتھ ہی تسلیم کریں جب ایک کہ احد البدلین دین نہو چنانچہ مسلم فیہ اور ثمن موجل ہم یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا جیسے کتاب کو عوض تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیوں کا معاوضہ اشرفیوں یا روپیوں سے کیا تو بائع اور مشتری بدلین کو ساتھ ہی بلا توقف تسلیم کریں اس واسطے کہ دونوں متاع متعین ہیں یکساں اور دونوں ثمن غیر متعین ہیں برابر تقدیم ایک کی دوسرے پر بلا مرجح ہو ہاں مگر بیع سلم میں مسلم فیہ کی تسلیم ساتھ ہی نہیں اسواسطے کہ اسمیں تاجیل شرط ہو اور کمتر مدت سلم کی ایک مہینہ ہو اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچھ مدت مقرر کرلی ہو تو اسپر تسلیم ثمن کا مطالبہ نہیں قبل اس کے اور بائع مبیع کو حبس نہیں کرسکتا اسواسطے کہ تاجیل سے اسکا حق در باب حبس ساقط ہوگیا بحر الرائق میں ہو کہ در صورت خیار مشتری بھی بائع مطالبہ ثمن کا قبل سقوط خیار نہیں کرسکتا تو شارح کو مناسب تھا کہ اسکو بھی ذکر کرتا ثم التسلیم یکون بالتخلیۃ علی وجہ یتمکن من القبض بلا مانع ولا حائل پھر اعتقاد رکھنا چاہیے کہ تسلیم مبیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہو اس طرح پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے ہم تخلیہ بلا مانع سے یہ مراد ہو کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہ ہو کہ اسکے سامنے ہو کذا فی الحلبی وشرط فی الاجناس شرطا ثالثا ان یقول خلیت بینک وبین المبیع فلو لم یقلہ او کان بعیدا لم یصر قابضا والناس عنہا غافلون فانہم یشترون قریۃ ویقرون بالتسلیم والقبض وہو لا یصح بہ القبض علی الصحیح وکذا الہبۃ والصدقۃ خانیۃ وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور اجناس میں عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بھی مشروط کی ہو وہ یہ ہو کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے تخلیہ کردیا تیرے اور مبیع کے مابین تو اگر یوں نہ کہیگا یا مبیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری قابض نہ ٹھہریگا اور لوگ اس مسئلے سے غافل ہیں اسواسطے کہ مثلاً گانوں کو خرید کرتے ہیں اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہیں یعنے بائع تسلیم مبیع کا اقرار کرتا ہو اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہو اور حالانکہ تسلیم اور قبض کے اقرار سے قبضہ صحیح نہیں ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسی طرح ہبہ اور خیرات میں قبضہ صحیح نہیں ہوتا تخلیہ بعید سے بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی الخانیہ اور پورا بیان اسکا ہمنے شرح ملتقی میں کیا ہو ہم مبیع بعید کے تخلیہ سے اگرچہ قبضہ ثابت نہیں ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہو ہاں مگر مشتری پر ثمن کا دینا بدون صحت قبض واجب نہیں اور اگر مبیع ہلاک ہوگئی قبل قبض کے بائع یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن کو پھیر لیگا اگر ثمن دے چکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق میں ہو کہ اگر گیہوں کو بالیوں میں بیچا اور بائع نے اسکو تسلیم کیا بالیوں سمیت تو تسلیم صحیح نہیں کہ مشغول بحق غیر ہو اور تسلیم ثمار اشجار فقط تخلیہ سے صحیح ہو اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہو اور اگر کوٹھری کے گیہوں خرید کیے اور بائع نے کوٹھری کی کنجی مشتری کو دی مع التخلیہ تو یہ قبض ہو اور اگر کنجی دی اور تخلیہ کا کلام نہ کیا تو قبض نہیں اور کنجی دینی گھر کی بیع میں تسلیم ہو اگر مشتری

بلا تکلف اسکو کھول سکے اور اگر یہ بیچ گھر کو بیچا اور بائع بولا کہ مین نے گھر تجھکو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے اسپر قبضہ کیا تو یہ حقیقت قبضہ نہین اور اگر گھر قریب
ہو تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس حال پر ہو کہ مشتری اسکے قفل بند کرنے پر قادر ہو تو اسکو قریب گنینگے اور اگر ایسا نہین تو بعید ہو انتہی کذا فی الطحطاوی وجدہ
ای البائع الثمن زیوفا فلیس له استرداد المستاجر والمستعاره وحبسها بسقوط حقه بالتسلیم وقال زفر له ذلک کما لو وجدها رصاصا او ستوقة
او ستوقا کان الثمن یہ بائع نے ثمن کو روپیہ کھوٹا پایا جسکا لینا سوداگرون مین رائج ہو مگر سرکار یا دشاہی مین مقبول نہین تو بائع کو متاع
پھیر لینے اور اسکے حبس کر رکھنے کا اس سبب سے اختیار نہین ہے کہ اسکا حق بائع کے تسلیم کر دینے سے ساقط ہو گیا اور زفر نے کہا کہ اسکو اسکا اختیار ہے جیسا کہ
اگر دراہم رانگ کے ہون یا نیم چاندی کا تانبا ہو یا غیر کی ملک ہون تو استرداد متاع کا بالاتفاق اختیار ہو اور جیسا کہ مرتہن کو اختیار ہے کذا فی العینی ہم یعنی اگر
راہن نے دراہم دین کے ادا کیے پھر وہ دراہم کھوٹے نکلے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ انکو پھیر دے اور رہن اپنا مثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی ہم بعض
بدل دراہم الجیاد التی کانت له علی زید زیوفا علی ظن انها جیاد ثم علم بانها زیوف ردها واسترد الجیاد ان کانت قائمۃ
والا فلا یرد ولا یسترد خالد نے اپنے کھرے روپیون کے بدلے جو زید پر قرض تھے کھوٹے روپیون پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کھرے ہین پھر معلوم ہوا کہ
وہ کھوٹے ہین تو انکو پھیر دے اور کھرے پھیر لے اگر موجود ہون اور اگر کھوٹے روپے خرچ ہوگئے ہون تو نہ پھیر دے اور نہ پھیر لے کما لو علم بذلک عند القبض
اس صورت مین پھیرنے کا اختیار نہین جبکہ اسکو قبضہ کرنے کے وقت انکا کھوٹا ہونا معلوم ہوگیا ہو وقال ابو یوسف یرد مثل الزیوف ویرجع بالجیاد
کما لو کانت رصاصا او ستوقة اور ابو یوسف نے کہا اگر کھوٹے روپے صرف ہوگئے ہون تو ویسے اور کھوٹے پھیر دے اور کھرے پھیر لے جیسا کہ اگر رانگ
کے ہون یا نیم چاندی کا تانبا ہو تو پھیرنا بالاتفاق ثابت ہے اشتری شیئا وقبضه ومات مفلسا قبل نقد الثمن فالبائع اسوة للغرماء وقال
الشافعی هو احق به کما لو لم یقبضه المشتری فان البائع احق به اتفاقا ولنا قوله علیه الصلوة والسلام اذا مات المشتری مفلسا فوجد البائع متاعه
بعینه فهو اسوة للغرماء شرح المجمع للعینی خریدی کوئی چیز اور اسپر قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہو کر مر گیا قبل ادا کرنے ثمن کے تو بائع برابر ہے باقی قرضخواہون
کے یعنی دام ساہی اور قرضخواہون کے مانند بائع کو بھی ثمن ملیگا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ مستحق ہے اس چیز مبیع کا جیسا کہ اگر مبیع پر مشتری
نے قبضہ نکیا ہو اور مفلس مر گیا ہو تو مبیع کا بائع احق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ جب مشتری مفلس مر جاوے پھر بائع اپنی
متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرضخواہون کے کذا فی شرح المجمع للعینی ہم امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ (من ادرک ماله بعینه عند رجل قد
افلس فهو احق به) یعنی جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اس مال کا زیادہ تر حقدار ہے اسکے غیر سے اور حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے جو شارح
نے ذکر کی اور سند اسکی سنن ابو داؤد مین مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہ جواب ہے کہ ہماری حدیث مفسر ہے اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہے
اہم اخصر کی کچھ حاجت نہین وتمامه فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقه شارح کے باع نصف الزرع بلا ارض ان باعه الاکار لرب الارض جاز وکذا
لا الا اذا کان البذر من الاکار ینبغی ان یجوز خانیه نصف کھیت بدون زمین کے بیچا اگر اسکو کاشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیچا تو جائز
اور بالعکس اسکے یعنی اگر زمین کے مالک نے آدھا کھیت کاشتکار کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین مگر جب کہ بیج کاشتکار کا ہو تو لائق یہ ہے کہ بیع جائز ہو کذا فی
الخانیه باع شجرا وکرما مثمرا لا یدخل الثمر وحینئذ لیستعار الشجر الی الادراک فلو ابی المشتری اعارته خیر البائع ان شاء ابطل البیع او قطع الثمر جامع
الفصولین قال فی النهر ولا فرق فیما یظهر بین المشتری والبائع پھل والے درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پھل داخل بیع نہوگا اور اسوقت پکنے تک
درخت عاریتًا لیا جاوے مشتری سے پھل پکنے تک پھر اگر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہے چاہے بیع کو باطل کرے یا
پھلون کو درخت پر سے توڑ لے کذا فی جامع الفصولین نہر الفائق مین کہا کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا مشتری اور بائع مین ہم یعنی عنقریب مذکور ہوچکا کہ اگر

مشتری فقط پھل خرید کرے بدون درخت کے تو اُسپر فی الحال پھل توڑنا واجب ہے درصورت عدم اعارہ بائع اگرچہ پھل خام ہون اور یہان بائع ابطال بیع اور قطع ثمر مین مختار ہے اور مشتری مختار نہین حالانکہ مشتری اور بائع مین کوئی وجہ فرق ظاہر نہین ہوتی واللہ اعلم بالصواب

باب خیار الشرط

یہ باب ہے خیار الشرط کے احکام مین خیار بمعنی اختیار ہے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہے چاہین بیع کو قائم رکھین چاہین توڑین وجہ تقدیم بیان تقسیم بیعین فی الدر خیار الشرط کی تقدیم کی وجہ اسکی تقسیم کی بیان کے ساتھ دُر رین مصرح ہے صاحب دُرر نے کہا کہ بیع کا ہے لازم ہوتی ہے اور کا ہے غیر لازم بیع لازم وہ ہے جسمین بعد موجود ہونے شرائط بیع کے اختیار نہو اور غیر لازم وہ ہے جسمین اختیار ہو اور چونکہ لازم اقوی ہے لہذا اسکو پہلے ذکر کیا اُسکے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر اسواسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط ابتداء حکم کا مانع ہے پھر خیار الرویۃ کو ذکر کیا کہ وہ تمام حکم کا مانع ہے آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لزوم حکم کا مانع ہے اور خیار الشرط چند قسم پر ہے ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مجکو اختیار ہے یا مجکو چند روز اختیار ہے یا مجکو ہمیشہ اختیار ہے اور ایک قسم جائز ہے بالاتفاق یعنی یون کہنا کہ مجکو تین دن یا اس سے کم مین اختیار ہے اور ایک قسم مین اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ یون کہے کہ مجکو اختیار ہے ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ یہ امام اعظم رح اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے انتہی ملخصا کذا فی الحمادی معلوم کرنا چاہیے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہے اسواسطے کہ حدیث مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہے لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہے حاکم نے مستدرک مین عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تھا اور اسکے سر مین زخم لگا تھا تو اُسکے واسطے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن کی اختیار مقرر فرمایا تھا اُس چیز مین جو کہ وہ خرید کرے اور اسکی زبان ثقیل ہو گئی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر اور کہا کر لا خلابۃ یعنی مجکو فریب نہ دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر لاتا اپنے گھر والون کی طرف سو وہ لوگ کہتے کہ یہ تو گران قیمت ہے تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجکو بیع مین اختیار دیا ہے اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن مین اور ابن ماجہ نے اور بخاری نے اپنی تاریخ اوسط مین اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کذا فی فتح القدیر ثم الخیارات بلغت سبعۃ عشر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ خیارات کا شمار سترہ تک پہونچا ہے الثلاثۃ المبوب لہا انمین سے تین خیار وہ ہین جنکے بیان کے واسطے باب مقرر ہوے ہین یعنی باب خیار الشرط اور باب خیار الرویۃ اور باب خیار العیب و خیار التعیین و غبن ونقد وکمیۃ واستحقاق وتغریر فعلی وکشف حال وخیانۃ مرابحۃ وتولیۃ وفوات وصف مرغوب فیہ وتفریق صفقۃ بہلاک بعض بیع واجازۃ عقد الفضولی وظہور المبیع مستاجرا او مرہونا اشباہ من احکام الفسوخ اور اختیار التعیین کا وہ یہ ہے کہ دو یا تین غلام بیچے اس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار کرلے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہے اور اختیار غبن کا یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا ہو تو فسخ بیع مین اختیار ہے اور اختیار نقد یہ ہے کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہین اور اختیار کمیت یہ کہ خرید کی بعوض اُن دراہم کے جو اس برتن مین ہین پھر بائع نے دراہم مذکورہ کو دیکھا تو اُسکو اختیار ہے اور یہ خیار الرویۃ نہین اسواسطے کہ نقود مین خیار الرویۃ نہین ہوتا اور خیار استحقاق یہ کہ بعض بیع غیر کا مملوک ٹھہرے اور خیار التغریر فعلی یعنے ایسا کام کرنا جس سے مشتری دھوکا کھاوے چنانچہ بکری یا گاے کے تھن چند روز باندھ رکھنا تاہست دودھ ارنظر پڑے بموجب ایک روایت کے مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے کذا فی البحر اور کشف حال کا اختیار یہ ہے کہ خرید کی بعوض سونے کے جو اس پتھر کے ہموزن ہو اور خیار کشف مین خیار التکشف بھی داخل ہے وہ یہ ہے کہ اناج کا ڈھیر بیچا ہر صاع عوض درم کے تو بیع صحیح ہے ایک صاع مین لیکن بسبب تفرق صفقہ مشتری کو اختیار ہے نہ بائع کو اور خیانت مرابحہ کا اختیار یہ کہ بیع المرابحہ مین بائع کے اقرار سے یا گواہون سے یا بائع کے قسم نہ کھانے سے خیانت بائع کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن سے لے چاہے نہ لے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہ کہ بیع التولیہ مین بامور مذکورہ خیانت ثابت ہو تو مشتری مختار ہے اور

بقدر خیانت کم کر دینا جائز ہے اور صفت مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اس طرح کہ غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ کاتب ہے یا روٹی پکانا جانتا ہے پھر خلاف اسکے
ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہو جاتا ہے کہ کل ثمن دیکر لے یا نہ لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک ہونے بعض مبیع کے اور یہ نہیں ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا
اختیار ہو مالک کو چاہے جاری رکھے چاہے باطل کرے اور مبیع کے مستاجر ہونے کے ظہور کا اختیار یعنے اگر معلوم ہو کہ مبیع کو کسی نے اجارہ لیا ہے تو مشتری کو
لینے یا نہ لینے میں اختیار ہے اور مبیع کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی معلوم ہوا کہ مبیع کسی کے پاس گرو ہے تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر مستاجر
اور مرتہن اسکو جائز رکھیں تو مشتری کو فسخ کا اختیار نہیں کذا فی الاشباہ میں احکام الفسوخ قال ولا تنفسخ بالاقالۃ والتحالف فلا تنفسخ بشرط ...
لیکن اگر بیع فسخ ہوئی ہو اقالہ اور تحالف سے تو اسباب خیارات کے اسباب کا اثبات کو پہنچا اقالہ یہ ہے کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہو جائیں اور تحالف
کی صورت یہ ہے کہ مقدار ثمن یا مقدار مبیع یا دونوں کی مقدار میں اختلاف ہو اور دونوں گواہ لانے سے عاجز ہوں اور ایک دوسرے کے دعوے پر راضی
نہ ہوں تو دونوں سے قسم لیجائیگی اور قاضی بیع کو فسخ کریگا ایک عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہیں سوائے تحالف کے اسکو قاضی
فسخ کرتا ہے کذا فی الحلبی عن الاشباہ واغلبہا ذکرہ المصنف یعرفہ من مارس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا ذکر کیا ہے جو شخص کتاب کی
مشغولی رکھتا ہو وہ جانتا ہے صح شرط الخیار للمتبایعین ولاحدہما ولغیرہما وللوصی وللوکیل بعد العقد لا قبلہ تاتارخانیہ شرط کرنا اختیار کا
بائع اور مشتری کو ساتھ ہی اور دونوں میں سے ایک عاقد کو اگرچہ وصی یتیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگرچہ شرط بعد عقد کے
ہوئی ہو اور صحیح نہیں قبل عقد کے کذا فی التاتارخانیہ شرط کرنا اختیار کا وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط عین عقد کے وقت ہو
یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اس طرح شرط کرے کہ میں نے تجکو اختیار دیا اس بیع میں جسکو میں منعقد کرونگا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت
نہوگا کذا فی البحر فی مبیع کلہ او بعضہ ثلثۃ او لعبدہ ولو فاسدا شرط خیار صحیح ہے سب مبیع میں یا بعض میں جیسا نصف مبیع کی تہائی یا چوتھائی میں اگرچہ
وہ عقد جسمیں شرط ہوئی ہے فاسد ہو ولو اختلفا فی اشتراطہ فالقول لنافیہ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری میں اختلاف ہوا اختیار کے
شرط ہونے میں تو اسکا قول معتبر ہے جو اختیار کی نفی کرتا ہے بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی البحر والنہر ثلثۃ ایام او اقل خیار
شرط صحیح ہے تین دن یا اس سے کمتر میں ہم تین دن کا اختیار اسوقت صحیح ہے جب کہ بیع سریع الفساد نہو اسواسطے کہ سریع الفساد کا حکم خانیہ میں مذکور ہے کہ اگر
(جلد بگڑنے والی ۱۲)
وہ چیز خریدی کی جو جلد سڑ جاتی ہے تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہ ہے کہ مشتری پر کچھ جبر نہیں لیکن استحسان میں مشتری سے یوں کہا جائیگا کہ یا بیع کو فسخ کر
یا مبیع کو لے اور تجھپر ثمن کا دینا واجب نہیں یہاں تک کہ تو بیع کی اجازت دے یا مبیع تیرے پاس فاسد ہو جاوے تا جانبین کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحطاوی
وفسد عند اطلاق او تابید اور بیع فاسد ہے اطلاق ہمیشگی کے نزدیک ہم یعنے اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد ہے جیسے عینی
نے کہا او توقیت مجہول ہمیشگی تابید کے مانند ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر اطلاق خیار صلب عقد میں ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بیع بلا خیار ہوئی پھر بائع نے بعد مدت کے
(کوئی وقت مقرر کرنا ۱۲ — ہمیشگی ۱۲)
مشتری سے کہا کہ تجکو اختیار ہے تو یہ اختیار تا دوام مجلس ہے مانند اس قول کے کہ تجکو اقالہ بیع کا اختیار ہے لا اکثر الا انہ یفسد فلکل فسخہ مثلا فالہا بیع نہیں تین دن
سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کریگا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اسکے فسخ کرنے کا اختیار ہے بخلاف صاحبین کے یعنے
صاحبین کے نزدیک خیار شرط درصورت ذکر مدت معین صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو یا کم ہم عبد الرزاق نے انس سے روایت کی کہ ایک مرد نے اونٹ
خرید کیا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا الخیار ثلثۃ ایام یعنے اختیار تین ہی دن ہے کذا فی النہر
ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح میں جاگر کہتے ہیں اور بعض تین دن سے زیادہ جاگر لیتے ہیں سو شرعا جائز نہیں بخیر اللہ
میزان اجازہ من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحا علی الظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں مگر یہ کہ بیع جائز ہو جاویگی اگر

صاحب اختیار تین دن کے اندر لزوم بیع کی اجازت دیگا تو فاسد منقلب بصحیح ہو جائیگی بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ مفسد دفع ہو گیا قبل اپنی تقرر کے
اگرچہ اجازت لیل رابع مین ہو بنا بر عدم اطلاع فجر اور یہ قول مشائخ عراق کا ہے اور مشائخ خراسان نے کہا کہ عقد موقوف تھا کہ اجازت مدت مذکورہ سے نافذ ہو گیا اور اگر
لیل رابع بلا اجازت شروع ہو گی تو وہ فاسد ہو فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ بقول اول مباشرت عقد حرام ہے اور بقول ثانی حرام نہیں کذا فی الطحطاوی وصح شرطہ
ایضا فی لازم یحتمل الفسخ اور صحیح ہے شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ مین بھی ہم لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اسواسطے کہ موصی بیشک اپنی زندگی
تک رجوع کر سکتا ہے اور موصی لہ کو قبول اور عدم قبول مین اختیار ہے اور محتمل الفسخ کی قید سے مانند طلاق اور نکاح نکل گیا کذا فی الطحطاوی [illegible] اجارہ
وقسمۃ وصلح عن مال ولو بغیر عینہ وکتابۃ وخلع ورہن وعتق علی مال لو شرط للزوجۃ وللراہن وللقن [illegible] عقد لازم محتمل الفسخ [illegible]
اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور اجارہ اور قسمت اور صلح دعوی مال سے اگرچہ صلح بغیر معین چیز ہوئی ہو اور کتابت اور خلع اور رہن اور عتق علی مال مین اختیار
مشروط ہو زوجہ کے واسطے خلع مین اور راہن کے واسطے رہن مین اور غلام کے واسطے عتق مین کیونکہ زوجہ اور راہن اور غلام کی [illegible]
جانب سے عقد لازم محتمل الفسخ ہے بخلاف زوج اور مولی کے کہ ان کی جانب سے عقد لازم ہے لیکن محتمل فسخ نہیں اسواسطے [illegible]
کہ اسکی جانب سے عقد لازم نہیں مرتہن کو ہر وقت فسخ رہن کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر ونحوہا کالکفالۃ والحوالۃ والابراء [illegible]
والوقف عند الثانی اشباہ والاقالۃ بزازیۃ فہی ستۃ عشر [illegible] مانند عقود مذکورہ کے جیسا کہ ضامنی اور حوالہ اور ابراء اور شفعہ [illegible]
لینے طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے بعد اور جیسا کہ وقف ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور جیسا کہ اقالہ کذا فی البزازیہ [illegible]
[illegible] مین شرط کرنا اختیار کا صحیح ہے مطلق ضمانت مین خواہ حاضر ضامنی ہو یا مال ضامنی کفیل ومکفول کو شرط اختیار صحیح ہے [illegible]
دس دن یا زیادہ اختیار شرط کرنا صحیح ہے بخلاف بیع کے اور وقف بھی ضمانت کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی لا فی نکاح وطلاق ویمین ونذر وصرف
وسلم واقرار الا الاقرار بعقد یقبلہ اشباہ ووکالۃ ووصیۃ نہر فہی تسعۃ نہیں صحیح شرط خیار نکاح اور طلاق اور یمین اور نذر اور صرف اور
سلم اور اقرار مین مگر اس عقد کا اقرار ہو جو شرط خیار کا قابل ہو تو اس اقرار مین شرط خیار صحیح ہے کذا فی الاشباہ اور وکالت اور وصیت مین شرط خیار
صحیح نہیں کذا فی النہر یہ نو عقد ہوئے ہم جب اقرار کیا کہ مجھپر ہزار درم ہین اس شرط پر کہ مجھکو تین دن اختیار ہے تو اقرار لازم ہو گا اور شرط خیار باطل ہو گی
کہ اقرار خبر ہے نہ انشا اور خبر قابل شرط خیار نہیں ہان اگر یون اقرار کرے کہ مجھپر ہزار درم ہین اس بیع کی ثمن کے جسکو مین نے بشرط خیار خرید کیا تو صحیح ہے اور
اختیار ثابت ہوگا اگر بائع اسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ بیع ان عقود سے ہے جو قابل خیار ہین کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ لابی السعود وقد نظمت
غیر ما نظمہ فی النہر فقلت شعر یاتی خیار الشرط فی الاجارۃ والبیع والابراء والکفالۃ والرہن والعتق وترک الشفعۃ والصلح
والخلع کذا القسمۃ والوقف والحوالۃ والاقالۃ لا الصرف والاقرار والوکالۃ ولا النکاح والطلاق والسلم ونذر وایمان فہذا التتمۃ
اور مین نے بدل ڈالا نہر الفائق کی نظم کو اور یون کہا مین نے کہ شرط خیار آتی ہے اجارے مین اور بیع اور ابراء اور ضمانت اور رہن اور عتق
اور ترک شفعہ اور صلح مین اور اسی طرح خلع اور قسمت اور وقف اور حوالہ اور اقالہ مین نہ صرف اور اقرار اور وکالت مین اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور نذر
اور یمین مین اس نظم کو غنیمت جاننا چاہیے ہم شارح نے نہر الفائق کی نظم مین کچھ بھی تغییر نہیں کی سوا اسکے کہ بجائے [illegible] قسمت لایا اور [illegible] عقد
زیادہ کیا چنانچہ صاحب نہر کی نظم سے جو حاشیہ پر مرقوم ہے ظاہر ہے قسم اول سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم مین داخل نہیں اور قسم ثانی سے وصیت فان
اشتری شخص شیئا علی انہ ای المشتری ان لم ینقد ثمنہ الی ثلثۃ ایام فلا بیع صح استحسانا خلافا لزفر فلو لم ینقد فی الثلثۃ
فسد فنفذ عتقہ بعدہا لو فی یدہ فلیحفظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ وہ یعنی مشتری اگر اسکا ثمن تین دن تک [illegible] تو بیع نہیں

یہ بیع بطریق استحسان کے برخلاف زفر کے اور جو تین دن میں نہ دیگا تو بیع فاسد ہوگی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو
اور اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اسی طرح اگر مشتری کو ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیر دے تین دن تک تو بیع نہیں یہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت میں مشتری کو
خیار ہے اور دوسری صورت میں بائع کو خانیہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ بیع مذکور فاسد ہے منفسخ نہیں تو اگر مبیع غلام ہو اور مشتری اسکو آزاد کرے تین دن کے بعد
تو عتق نافذ ہوگا کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آویگی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ میں ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ فان اشتری کذلک
الی اربعۃ ایام لا بیع خلافا لمحمد اور اگر مشتری نے خرید کیا اسی طرح چار دن تک تو بیع صحیح نہیں بخلاف محمد کے یعنے مشتری نے اس طرح خرید کیا کہ اگر چار
دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہیں تو امام اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ خیار النقد ملحق بخیار الشرط ہے اور خیار الشرط تین دن سے زیادہ صحیح
نہیں فان نقد فی الثلاثۃ جاز اتفاقا لان خیار النقد ملحق بخیار الشرط فلو ترک التفریع لکان اولی پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کرکے
تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہو جائیگی اسواسطے کہ خیار النقد ملحق ہے خیار الشرط سے تو اگر مصنف تفریع کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا امام
یعنے مصنف نے اپنے اس قول یعنی فان اشتری میں فا سے تفریع نہ لاتا تو خوب تھا اسواسطے کہ یہ مسئلہ خیار الشرط میں داخل نہیں بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقتضی مغایرت کا ہے
اور تفریع مقتضی اسکی ہے کہ اسی کی انواع سے ہو چنانچہ صاحب کنز اور درر و غرر نے اسکو بلا تفریع ذکر کیا ہے ولا یخرج مبیع عن ملک البائع مع خیارہ فقط اتفاقا
فیہلک علی المشتری بالقیمۃ ای بدل المبیع المثلی اذا قبضہ باذن البائع یوم قبضہ کالمقبوض علی سوم الشراء فانہ بعد بیان الثمن مضمون بالقیمۃ بالغۃ
ما بلغت نہر ولو شرط المشتری عدم ضمانہ بزازیہ اور مال بیع بائع کی ملک سے نکل نہیں جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو مبیع ہلاک ہوگی مشتری پر
اپنی قیمت یوم القبض سے یعنے بدل مبیع سے تا مثلی کو بھی شامل رہے جس صورت میں کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اسپر قبضہ کیا ہو چنانچہ وہ چیز
جو بقصد خریداری مقبوض ہوتی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنے کے بعد مضمون بالقیمۃ ہے جتنی اسکی قیمت پہنچے کذا فی النہر یعنے اگرچہ ثمن مسمی قیمت سے
زیادہ ہو ضمان اسکا لازم آویگا اگرچہ مشتری نے اسکا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البزازیہ ھم درصورت خیار بائع خواہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا ہو یا مبیع خود
ہلاک ہو گئی ہو ہر صورت اسپر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم الشراء میں بیان ثمن کی قید اسواسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو اللیث نے عیون میں ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے
کہا کہ لیجا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پھر وہ لیگیا اور وہ تلف ہو گیا تو اسپر ضمان نہیں اور اگر یوں کہا کہ اگر راضی ہو تو دس درم کو خرید کرنا پھر
وہ لیگیا اور تلف ہوا تو اسکی قیمت کا اسپر ضمان لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہے انتہی اور یہ جو شارح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اسواسطے کہ
اگر بائع اور مشتری دونوں کا خیار ہوگا یا متعاقدین نے اجنبی کو خیار دیا ہوگا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی اور نہر الفائق میں ہے کہ مشتری پر قیمت
اسواسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہو گئی اور بیع نافذ نہیں ہو سکتی بدون محل کے تو یہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہو گیا اور جو چیز بقصد بیع
خریداری کی بات چیت سے اسمیں ہلاک ہونے سے قیمت ہو قیمتی میں اور مثل ہو مثلی میں یہ اس صورت میں ہے کہ جب مدت خیار میں ہلاک ہوا اور اگر ہلاک
ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہے نہ قیمت کا انتہی ولو فی ید الوکیل ضمنہ من مالہ بلا رجوع الا بامرہ بالسوم خانیہ اور اگر مقبوض علی سوم الشرا
وکیل کے ہاتھ میں ہلاک ہوا تو وکیل اسکا ضمان دیگا اپنے مال سے بلا رجوع کے موکل پر مگر جب کہ موکل نے وکیل کو اسکا امر کیا ہو کذا فی الخانیہ ھم وکیل شراء نے
ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکھایا اسنے پسند نکیا اور پھیر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہو گیا تو اسکا ضمان قیمت وکیل پر
ہے موکل سے نہیں لے سکتا مگر اس صورت میں لے سکتا ہے جب کہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنیکا امر کیا ہو و اما علی سوم
النظر فغیر مضمون مطلقا اور جس پر قبضہ ہوا نظر اور تامل کی بات چیت پر اسکا تاوان مطلقا لازم نہیں خواہ اسکا ثمن مذکور ہوا ہو یا نہوا ہو ھم سوم النظر
یہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہ کپڑا مجکو دے تا میں اسمیں نظر اور تامل کروں یا غیر کو دکھاؤں پھر کپڑا ضائع ہو گیا تو امام کے

نزدیک ایسا ہے جیسا کچھ تاوان نہیں یعنی اسواسطے کہ وہ امانت تھا اور اگر یون کہیگا کہ یہ کپڑا مجھکو دے اگر مین راضی ہونگا تو اسکو لونگا پھر اگر ضائع ہوگا تو ضمان لازم آویگا اسواسطے
کہ یہ قبض بنا بر سوم الشراء ہوا سوم النظر باقی نہ رہا وجہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت مین اسنے مال دیکھنے کے واسطے دیا تھا اور یہ بیع نہیں اور دوسری صورت
مین اسواسطے دیا کہ وہ راضی ہو اور خرید کرے اور یہ بیع ہے کذا فی النہر و علی سوم الرہن بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جو چیز مقبوض ہوئی گروی رکھنے کی
بات چیت پر تو جو کمتر ہوگا قیمت اور دین مین اسکا ضمان لازم آویگا اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص پر دین تھا اسنے گرو رکھنے کے قصد سے
ایک چیز نکالی صاحب دین نے اسپر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پھر وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو ان دونون مین سے اقل کا ضمان لازم آویگا یعنی اگر اس چیز کی
قیمت دین سے اقل ہے تو اسکا ضمان لازم ہے اور اگر دین کمتر قیمت سے ہے تو اسکا ضمان لازم ہے تو رہن کی گفتگو بمنزلہ حقیقت رہن کی ہوئی کذا فی الطحطاوی
و علی سوم القرض بالقرض ساوصہ بہ اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر مقبوض ہوئی تو اسکا ضمان قرض مذکور کے برابر ہوگا صورت اسکی یہ ہے
کہ زید نے خالد سے دس روپیہ قرض مانگے خالد نے اسکو مثلاً ایک تھان دیدی کہ اسکو دس روپیہ پر رہن رکھکے پھر تھان زید کے پاس ضائع ہوگئی تو زید پر دس
روپیہ کا تاوان دینا لازم ہوگا اور قرض مین اور رہن مین دو وجہ سے فرق ہے ایک یہ کہ دین تا حاجت راہن کے ذمہ ہے اور قرض کے ذمہ پر نہ
نہیں دوسرے یہ کہ رہن مقبوض بالاقل ہے اور یہان ضمان بقدر قرض ساوم علیہ ہے کذا فی الطحطاوی و علی سوم النکاح لامۃ اذا ہلکت عندہ اور اگر قبضہ ہوا
لونڈی کے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اسکی قیمت کے ہے کذا فی النہر یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی لونڈی پر تا اسکے مالک کے اذن سے نکاح
کرے اور وہ ہلاک ہوگئی اسکے پاس تو اسکی قیمت کا ضمان اسپر لازم ہے و خرج المبیع عن ملک البائع مع خیار المشتری فقط فیہلک فی یدہ
بالثمن اور مبیع خارج ہو جاتی ہے بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتھ تو ہلاک ہوگی مبیع مشتری کے ہاتھ مین بعوض ثمن کے اسلئے کہ ہلاکی
مقدمہ عیب سے خالی نہیں اور وجود عیب مانع رد ہے تو ہلاکی درصورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب ہے نہ قیمت کا اور ثمن قیمت مین یہ فرق ہے کہ ثمن
وہ ہے جسپر متعاقدین راضی ہو جاوین خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ ہے جس سے شے کی تقویم ہو یعنی مقدار مالیت بلا کمی بیشی کے بغیر زیادتی اور نقصان (نرخ بازار ۱۲)
کذا فی الطحطاوی کتعیبہ فیہا بعیب لا یرتفع کقطع ید یا مانند معیوب ہو جانے مبیع کے مدت خیار مین ایسے عیب سے جو دور نہین ہوسکتا جیسا کہ ہاتھ کا کٹنا
یہ تشبیہ ہے معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھ دونون صورتون مین یعنی درصورت خیار بائع یا درصورت خیار مشتری اسواسطے کہ تعیب مذکور بمنزلہ ہلاکی پہلی
صورت مین موجب قیمت کا ہے اور دوسری صورت مین موجب ثمن کا کذا فی المنح فیلزمہ قیمتہ فی المسئلۃ الاولی وللبائع فسخ المبیع واخذ النقصان القیمی
لا المثلی لشبہۃ الربوا اعداد سے تو مشتری کو عیب دار ہو جانے سے قیمت لازم آویگی پہلی صورت مین یعنے درصورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا
فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سود کے شبہہ کے سبب سے کذا فی الحلادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس
کچھ عیب اسمین لاحق ہوا باوجود باقی رہنے اسکی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے وثمنہ فی الثانیۃ اور درصورت
ثانی یعنے درصورت خیار مشتری عیب دار ہو جانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا و ہو یرتفع کمرض فان زال فی المدۃ فہو علی خیارہ والا لزم العقد لتعذر
الرد ابن کمال اور اگر مبیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہوسکتا ہے جیسا کہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار مین زائل ہوگیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہے جیسے
چاہیے پھیر دے اور اگر مدت خیار مین زائل نہ ہوا تو اسکو عقد لازم ہوگیا بسبب متعذر ہونے پھیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال ولا یملکہ المشتری
خلافا لہما لئلا یصیر سائبۃ قلنا السائبۃ ہی التی لا مالک لہا لا حد ولا تعلق ملک والثانی موجود ہنا ویلزم اجتماع البدلین والعود علی موضوعہ بالنقض
بشراء قریبہ اور درصورت خیار مشتری مبیع کا مالک مشتری نہیں ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک مشتری اسکا مالک
ہو جاتا ہے تا مبیع سائبہ یعنے غیر مملوک نہ ٹھہر جاوے اسواسطے کہ جب بائع کی ملک سے خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری بھی اسکا

ملک نہو تو پھر مبیع بے سائبہ ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہین امام کی طرف سے کہ سائبہ وہ ہے جسمین کسی کی ملک نہو ورنہ علاقہ ملک کا اور تعلق ملک کا
یہان موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آوے اور عود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو بواسطہ منقوض ہونے فائدہ خیار کے قرابت دار
کی خریداری سے ہم درصورت خیار مشتری اگرچہ مبیع مین متعاقدین کی ملک ثابت نہین لیکن علاقہ ملک متعاقدین موجود ہے اسواسطے کہ درصورت عدم
خرید کے بائع کی ملک حقیقۃً عود کر گئی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کر کے لے لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجئے
جیسا صاحبین کا مذہب ہے تو اسمین دو خلل لازم آتے ہین ایک اجتماع بدلین مشتری کی ملک مین یعنی مبیع اور ثمن اسواسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے
خارج نہین ہوا اور شرع مین اسکی کہین اصل نہین کہ بدلین ایک شخص کی ملک مین مجتمع ہون اسواسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل
یہ ہے کہ اختیار اسواسطے مشروع ہوا ہے تاکہ غور اور تامل کر کے اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری کا مبیع مین ثابت ہو جاوے اور مبیع ذی رحم
قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہو جاوے بلا اختیار مشتری کے تو نظر اور تامل جسکے واسطے خیار مشروع ہے بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا
والعود علی موضوعه بالنقض کذا فی الطحطاوی عن البحر **ولا یخرج شیء منهما** ای من مبیع و ثمن من ملک بائع او مشتر **عن مالکه اتفاقا اذا کان الخیار لهما**
وایهما فسخ فی المدة انفسخ البیع وایهما اجاز بطل خیاره فقط اور کوئی دونون مین سے یعنی مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی ملک سے نکل نہین جاتا جبکہ
بائع اور مشتری دونون کے واسطے خیار شرط ہو اور ان مین سے جو فسخ کریگا تین دن کی مدت مین تو بیع فسخ ہو جاویگی اور جو دونون مین سے بیع کو جائز رکھیگا تو فقط
اسی کا اختیار باطل ہوگا نہ دوسرے کا ہم اور بائع کا تصرف کرنا مبیع مین اور مشتری کا ثمن مین بجائے فسخ قولی ہے اور اگر دونون سے نہ فسخ ثابت ہوا نہ اجازت اور مدت
خیار گذر گئی تو بیع لازم ہو جاویگی اور اگر ایک سے فسخ ثابت ہوا اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے ہر صورت اور اجازت کسی حال مین معتبر نہین کذا فی النہر **وبهذا**
الخلاف یظهر ثمرته فی عشر مسائل جمعها العینی فی قوله اعتق عزک فخم اور امام اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے دس مسئلون مین جنکو
علامہ عینی نے اپنے اس قول اعتق عزک فخم مین جمع کیا ہے بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الالف من الالف لو شری امته بخیار
بقی النکاح الف اشارہ ہے اسی سے یعنی اگر لونڈی کو خرید کیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہے مشتری کی تو نکاح باقی ہے یعنی اسواسطے کہ مدت خیار مین وہ زوج کی
ملک مین داخل نہین امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نکاح فسخ ہوگیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک مین داخل ہوئی
پھر اگر مشتری بیع کو فسخ کریگا تو لونڈی اپنے مولے کے پاس بلانکاح جاویگی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جاویگی **والعین من الاستبراء فحیضها فی المدة**
لا یعتبر استبراء اور عین اشارہ ہے استبراء سے تو لونڈی کا حیض مدت خیار مین استبراء معتبر ہوگا ہم یعنی لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور اسکو حیض آیا خیار کی مدت مین
تو حیض استبراء مین شمار ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ استبراء نہین ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر بحکم خیار لونڈی
بائع کو پھیر دیجاوے تو امام کے نزدیک استبراء واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر **والمیم من المحرم فلا یعتق محرمه**
ح اشارہ ہے محرم سے تو مشتری کا محرم آزاد نہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خرید کیا تو ایام خیار مین آزاد نہوگا امام کے نزدیک بسبب عدم
ملک کے بخلاف صاحبین کے **والقاف من القربان لمنکوحته المشتراة فلو ردها الا اذا انتقصها به** ق اشارہ ہے قربان بالکسر سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی
بشرط خیار خرید کی اور مدت خیار مین اس سے قربت کی تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہے مگر جب کہ اسمین نقصان آگیا ہو تو قربت سے ہم پھیر دینا اسواسطے
جائز ہوا کہ جماع بسبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک یمین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہوگا مگر درصورت نہ ہو نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہویا
ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو بوطی بکر مخصوص نہ رکھا اسواسطے کہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین ثیبہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا سبب
قرار دیا ہے اور صاحبین کے نزدیک وطی بملک یمین ہوئی نکاح فسخ ہوگیا اب مشتری اسکو پھیر نہین سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو گو نقصان بھی لاحق نہو اسی طرح الفاق

نہین درایہ سے منقول ہی کہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگی تو پھیر دینا جائز نہوگا اگرچہ اسمین کچھ نقصان نہ عارض ہوا ہو

ع من الودیعۃ عند البائع فہلک علی البائع لارتفاع القبض بالرد لعدم الملک ۔ ع اشارہ ہی ودیعت سے یعنے جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر قبضہ کیا بائع کے اذن سے پھر اسکو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبض مشتری کے پھیر دینے سے بواسطۂ عدم ملک کے یعنے چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہین تو اسکا امانت رکھنا صحیح نہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کی ثابت ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہی تو اُسکی ودیعت صحیح ہی اُسکا قبضہ مرتفع نہوا تو گویا مشتری کے ہاتھ مین ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایہ ز من الزوجۃ المشتراۃ لو ولدت فی المدۃ فی ید البائع لم تصر ام ولد ولو فی ید المشتری لزمہ العقد لان الولادۃ عیب در روابن کمال ز اشارہ ہی زوجہ سے یعنے اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار خریدا اور وہ مدت خیار مین لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض مین جنی تو عقد بیع لازم ہوگیا اسواسطے کہ ولادت عیب ہی کذا فی الدرر وابن کمال هم ابنے شرح وقایہ مین کہی ہی کہ اگر مشتری کے پاس جنیگی ام ولد ہوجاویگی بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے اسمین عیب لگ گیا تو اسلیے مشتری اُسکو پھیر نہین سکتا سے وہ اُسکی ملک ہوگئی وفی البحر عن الخانیہ اذا ولدت بطل خیارہ وان کان الولد میتا ولم تنقصہا الولادۃ لا یبطل خیارہ واقرہ المصنف اور بحر الرائق مین خانیہ سے ہی کہ جب لونڈی جنی یعنی مشتری کے پاس تو اُسکا خیار باطل ہوگیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے لونڈی مین نقصان نہوا ہو تو مشتری کا اختیار باطل نہوگا بسبب عدم تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی کذا فی الطحطاوی ک من الاکساب للعبد فی المدۃ فہو للبائع بعد الفسخ ک اشارہ ہی کسب سے یعنے اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اُسنے کچھ مال کمایا مدت خیار مین تو وہ مال بائع کا ہی بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہی اور در صورت عدم فسخ زائد مبیع کا تابع ہی کذا فی الطحطاوی ف من الفسخ لبیع الامۃ فلا استبراء علی البائع ف اشارہ ہی فسخ سے یعنی اگر لونڈی خریدی بشرط خیار پھر بیع فسخ کر کے پھیر دی تو بائع پر استبرا واجب نہین اسواسطے کہ استبراء واجب ہوتا ہی اُسوقت جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سو انتقال یہان امام کے نزدیک پایا نہین گیا کیونکہ مشتری اُسکا مالک نہین ہوا بخلاف صاحبین کے خ من الخمر فلو شراہ ذمی من مثلہ بالخیار فاسلم احدہما فہو للبائع عینی وتبعہ المصنف لکن عبارۃ ابن الکمال اسلم المشتری خ اشارہ ہی خمر سے اگر شراب کو خریدا ذمی نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط خیار کے پھر کوئی ایک عاقد مسلمان ہوگیا تو وہ شراب بائع کی ہی کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح مین اُسکا تابع ہوا ہی لیکن ابن کمال کی عبارت ہی کہ مشتری مسلمان ہوگیا هم شرح وقایہ مین کہا اسلام مشتری مذکور ہی چلپی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہی یعنی اور مصنف کی عبارت مین لفظ احد کا معین پر محمول ہی یعنی مشتری پر اسلیے کہ بائع ہو اسلیے کہ مذکور کا مالک ہی کہ اگر بیع باطل نہ کیجاوے اسے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اُسکا مالک ٹھہرے تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کے واسطے لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک خرید نافذ ہی اور خیار باطل ہی اسلیے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پھیر دینے کا مالک رہے اور پھیر دینا تملیک ہی اور مسلم تملیک خمر کا مالک نہین کذا فی شرح الوقایہ م من المأذون لو ابراہ البائع عن الثمن صح استحسانا وبقی خیارہ لانہ یلی عدم التملک کل ذلک عندہ خلافا لہما م رمز ہی ماذون سے یعنے عبد ماذون نے کوئی چیز خریدی کی بشرط خیار پھر بائع نے اُسکو ثمن معاف کر دیا یعنے مدت خیار مین تو صحیح ہو بنا بر استحسان کے اور خیار اُسکا باقی ہی اسواسطے کہ عبد ماذون نہ مالک ہونے کا اختیار رکھتا ہی یہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہین بخلاف صاحبین کے هم صاحبین کے نزدیک خیار عبد ماذون کا اختیار باقی نہین رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اُسکو رد کرنے کی ولایت ثابت رہے تو اُسکا رد کرنا تملیک بلا عوض ہوگا اور ماذون کو تملیک بلا عوض کی ولایت نہین اور امام اعظم رح کے نزدیک جبکہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہوا تو اُسکا رد کرنا امتناع ہوا تملک سے اور ماذون کو

عدم تملک کی ولایت ثابت ہو اسواسطے کہ جب اسکی کوئی چیز نہ لیجاوے تو اسکا قبول نہ کرنے کا اختیار ہے کذا فی شرح الوقایۃ قلت و زید علے ذلک مسائل منہا
ست التعلیق کان ملکتہ فہو حر فشراہ بخیار لم تعتق میں کہتا ہوں اور مسائل مشروحہ کہ وہ چھ مسائل اور زیادہ کئے گئے ہیں از انجملہ تعلیق ہے جسکا
اشارہ یہ ہے چنانچہ ایک شخص نے کہا اگر میں غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے پھر اسنے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہوگا بسبب
عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے وعن واستدامۃ السکنی باجارۃ او اعارۃ فلیس باختیار فیہ اشارہ ہے استدامت سے یعنی دوام سکنی بسبب اجارہ
یا عارہ کے اختیار نہیں ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری پہلے سے اسکا ساکن ہے بواسطہ اجارہ یا عاریت مانگنے کے پھر سکونت
مستدام ہوئی خواہرزادے نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنی ملکیت کا اختیار نہیں اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہے جامع الفصولین میں ہے
کہ در صورت اسکی خیار باطل ہوگا ص وصید شراہ بخیار فاحرم بطل البیع فیہ اشارہ ہے صید سے یعنی شکار خرید کیا بشرط خیار پھر حج کا احرام باندھا
یعنے در صورت قبض صید تو بیع باطل ہوگی یعنے مبیع بائع کو پھیر دیجاوے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہے اور اگر بائع کا اختیار ہے تو البتہ
بیع منقوض ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر والزوائد الحادثۃ فی المدۃ لعدم الفسخ للبائع و اشارہ ہے زوائد کا یعنی جو چیزیں زوائد پیدا ہوں مدت
خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہیں امام کے نزدیک یعنی اسواسطے کہ انکا حدوث مشتری کی ملک میں نہیں ہوا اور صاحبین کے نزدیک انکا مالک مشتری
ہے حلبی نے کہا زوائد عام ہیں زوائد متصلہ و منفصلہ سے تو اس مسئلے کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ یہ آٹھوں مسئلہ میں داخل ہے لیکن
کتب میں جسکی رمز کاف ہے زاد العصیر فی بیع مسلمین تخمر فی المدۃ فسد خلافا لہما فینبغی ان یرمز لہا بلفظ متعدد ویضم الرمز الی الرمز و لم ارہ
لاحد فلیتحفظ اشارہ ہے عصیر سے یعنی اگر دو مسلمانوں نے شیرہ انگور کا بشرط خیار خریدا اور وہ شراب ہوگیا مدت بیع کے اندر تو بیع فاسد ہوگی
بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہ ہے کہ ان مسائل خمسہ کو لفظ متعدد رمز دیجیے اور یہ کہ اس رمز کو رمز اول سے ملا دیجیے اور میں نے یہ نہیں دیکھا کہ
کسی نے ان مسائل کو اس قدر رمز کیا ہو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم رمز اول اور ثانی ملکر یہ ترکیب ہوئی اعنی عزک فیم متعدد یعنی اپنی عزت کو
رکھ ذوالحق تعالے کی تعظیم کر امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اور لوگوں کی تعظیم کر بقدر انکے مراتب کے تا حق تعالی اور لوگوں کے نزدیک
تو صدر نشین ہو اجاز من لہ الخیار ولو اجنبیا صح ولو مع جہل صاحبہ اجماعا الا ان یکون الخیار لہما و فسخ احدہما فلیس للآخر الاجازۃ لان
المفسوخ لا تلحقہ الاجازۃ جسکے واسطے اختیار رکھا گیا تھا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اسنے بیع کو نافذ کردیا تو صحیح ہے باوجود ناواقفی اپنے ساتھی کے
بالاتفاق مگر یہ کہ بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کردی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار نہیں اسواسطے کہ فسخ والی چیز کو
اجازت لاحق نہیں ہوتی ہم صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہے اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے کا
علم ضرور نہیں مانند طلاق اور عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الآخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پھر اگر صاحب اختیار نے بیع کو
فسخ کیا قول سے تو صحیح نہیں جب تک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہو سو اگر وہ فسخ سے ناواقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت میں بیع فسخ کی
اور اسکے ساتھی کو علم ہوا تو بیع موقوف ہے طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جائز رکھی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہے اور
فسخ باطل ہے والحیلۃ ان یستوثق بکفیل مخافۃ الغیبۃ او یرفع الامر للحاکم لینصب من یرد علیہ عینی اور تدبیر فسخ کی یہ ہے کہ مضبوطی کرے صاحب اختیار
اپنے ساتھی سے حاضر ضامن لیکر اسکے غائب ہوجانے کے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اس شخص کو قائم کرے جس پر رد بیع کیا جاوے
کذا ذکرہ العینی ہم جب معلوم ہوا کہ بدون واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہیں ہوتی اور صاحب اختیار ڈرے کہ مبادا وہ غائب ہوجاوے
تو مجکو فسخ کا اختیار نہ رہیگا تو اسکی یہ تدبیر ہے کہ اس سے حاضر ضامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اسکی طرف سے مخاصم قرار دے

پھر صاحب اختیار بیع یا ثمن اسکو پھیر دے بموجب ایک قول کے اور دوسرا قول یہ ہی کہ حاکم کو مخاصم کا قائم کرنا جائز نہین کذا فی النہر قیدنا بالقول لصحتہ بالفعل
بلا علمہ اتفاقاً کما افادہ بقولہ شارح کہتا ہی ہمنے عدم صحت مین فسخ قولی کی قید لگائی بواسطے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ
اسکو مصنف نے اپنے آئندہ قول مین صریح کیا ہم فسخ بالفعل کی مثال یہ ہی کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پھر مبیع مین تصرف مالکانہ شروع کیے
مثلاً مبیع اگر غلام ہی تو اسکو آزاد کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا لونڈی سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہ فسخ فعلی ہی اور اگر اختیار مشتری کے واسطے مشروط ہوا اور یہ افعال
کریگا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن عین ہو یعنی ہنوز نقود نہ ہوا اور مشتری اوسمین تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا در صورت خیار مشتری کذا فی الطحطاوی
عن الفتح وغیرہ وتم العقد بموتہ اور بیع تمام ہو جاتی ہی اسکی موت سے ہم یعنی جسکے واسطے خیار مشروط تھا وہ مر گیا تو بیع پوری ہوگئی خواہ بائع ہو
یا مشتری سو اگر بائع صاحب اختیار مرگیا تو ثمن اسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو مبیع اسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوگی اور بائع
نے اگر ثمن نہ پایا ہوگا تو اسکے متروکہ سے لیگا اور اگر وہ عاقد مرگیا جسکے واسطے اختیار شرط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع خیار ثابت ہی کذا فی الطحطاوی
اور جنون اور بیہوشی موت کے مانند ہی کذا فی النہر ولا یخلفہ الوارث کخیار رؤیۃ وتغریر ونقد لان الاوصاف لا تورث اور خیار شرط مین وارث خلیفہ نہین ہوتا
مورث کا جیسے خیار رویت اور خیار تغریر اور خیار نقد مین خلیفہ نہین ہوتا اسواسطے کہ صفات مورث مین وراثت جاری نہین ہوتی ہم یعنی بیع فسخ نہین
ہوتی وارث کے فسخ کرنے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہوسکتی ہی اسکی حیات مین اسواسطے کہ خیار عبارت ہی ارادے اور مشیت سے وارادہ مورث
اسکی موت سے منقطع ہوگیا جیسے اوسکے تصرفات منقطع ہوگئے مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہ ہی کہ ارث اوسمین جاری ہی جو انتقال پذیر ہی مانند اعیان
کے اور اسمین انتقال متصور نہین مانند اوصاف کے منح الغفار مین ہی کہ خیار تغریر یہ ہی کہ بیع بغبن فاحش واقع ہوئی ہو خواہ فریب بائع سے دیا ہو یا
مشتری نے انتہی طحطاوی نے کہا کہ عدم ارث خیار التغریر کی ظاہر بحث ہی مصنف کی اور خیار النقد بحث ہی صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تھا
کہ انکو بطور نصوص مذہب ذکر نہ کرتا واما خیار العیب والتعیین وفوات الوصف المرغوب فیہ فیخلفہ الوارث فیہا لا انہ یورث خیارہ درر فلیحفظ اور
خیار العیب اور خیار التعیین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کے اختیار مین وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہی امور مذکورہ مین یہ نہین کہ
مورث کے خیار کا وارث ہوتا ہی کذا فی الدرر اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف مین وراثت نہین ہی تو خیار العیب وغیرہ
وارث کو کیونکر ثابت ہوتا ہی خلاصہ جواب یہ ہی کہ وارث کو یہ امور بطور خلافت ثابت ہین نہ بطریق وراثت یعنی مثلاً خیار العیب وارث کو ابتداءً ثابت ہی
کہ مورث اس مبیع کا مستحق ہی جو عیب سے سالم ہی اسی طرح اسکا وارث بھی اسواسطے کہ وہ اسکا قائم مقام ہی تو عند التحقیق مورث مین مبیع ہی بصفت سلامتی
عیوب اور اسی طرح خیار التعیین وغیرہ علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہی صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کے کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور
صاحب نقایہ نے تصریح کی ہی کہ خیار العیب اور خیار التعیین مین وراثت جاری ہی تو ظاہر ہمارے مشائخ کے اسمین دو قول ہین ومضی المدۃ
وان لم یعلم لمرض او اغماء والاعتاق ولو لبعضہ وتوابعہ وکذا کل تصرف لا ینفذ ولا یحل الا فی الملک کاجارۃ ولو بلا تسلیم فی الاصح ونظر
الی فرج داخل بشہوۃ والقول لمنکر الشہوۃ فتح اور بیع پوری ہو جاتی ہی مدت خیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہ ہو بسبب بیماری
یا بیہوشی کے اور بیع تمام ہوتی ہی آزاد کرنے سے اگرچہ بعض مملوک کا اعتاق ہو اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہی چنانچہ تدبیر اور کتابت سے
اور اسی طرح ہر ایک اس تصرف سے جو نافذ نہین ہوتا یا حلال نہین ہوتا بدون مالک ہونے کے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدون تسلیم کے
قول اصح مین اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو شہوت سے دیکھنا اور درصورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہی کذا فی الفتح ہم اجارہ اور
نظر مین لف نشر مرتب ہی یعنی اجارہ ایسا تصرف ہی جو بدون ملک نافذ نہین ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہی جو بدون ملک کے

حلال نہین مشتری کا کرایہ مانگنا ساکن وارسے اور غلام کی حجامت کرانا اسکو دوا پلانا کیمیت کا سیا نا یعنی کوبیچ سکے واسطے پیش کرنا مکان کی مرمت کرنا شکستہ ریختہ کرنا یہ سب تصرفات مبطل ہین اور تمام بیع کے سبب ہین کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو شرا ہا بالخیار علی انہا بکر فوطیہا لیعلم اہی بکرام لا کان اجازۃ ولو وجدہا ثیبا ولم یلبث فلہ الرد بہذا العیب نہر وسیجی فی بابہ اور قاعدہ مذکورہ کا مقتضا یہ ہے کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خریدا کیا اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہے پھر اس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہین تو یہ اجازت ہے بیع کی اور اگر اسکو باکرہ نہ پایا اور فوراً قربت سے باز رہا بلا توقف تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہو گیا کذا فی النہر او عنقریب عیب کے باب مین آویگا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز نہ رہیگا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر فسخ بیع نہ کر سکیگا ہم حسب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف کرنے سے جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے بیع لازم ہو جاتی ہے اور اختیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کے واسطے اجازت بیع کا موجب ہے اسواسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہے لیکن یہ حلال نہین بدون مالک ہونے کے وفعل البائع ذلک کان فسخا اور اگر بائع ایسا فعل کریگا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو ایسا تصرف فسخ بیع ہوگا وطلب الشفعۃ وان لم یاخذہا معراج بہا ای بدار فیہا خیار الشرط بخلاف خیار رویۃ وعیب معراج اور بیع تمام ہو جاتی ہے شفعہ طلب کرنے سے بواسطہ اس گھر کے جسمین خیار شرط ہے اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج بخلاف خیار الرویۃ اور خیار العیب کے کذا فی المعراج ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر بشرط خیار خرید کیا پھر اسکے پڑوس مین دوسرا گھر بیع ہوا سو زید نے بسبب خانۂ اول کے خانۂ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانۂ اول کی بیع تمام ہو گئی بخلاف خیار الرویۃ اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدون رویت کے خرید کیا اور اسکے ہمسایہ مین دوسرا گھر بواسطہ شفعہ کے لیا تو اسکو اختیار ہے کہ رویت کے بعد خانۂ اول کو بسبب خیار الرویۃ کے پھیر دے کذا فی الدرر من المشتری اذا کان الخیار لہ لانہ دلیل الاجازۃ یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جبکہ اختیار اسکو ہو اسواسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب شفعہ اسکی دلیل ہے کہ اسنے مبیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک طالب حق شفعہ نہین ہو سکتا ہے جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہوئی بیع تمام ہو گئی ولو شرطا المشتری او البائع کما یفیدہ کلام الدرر وبہ جزم البہنسی الخیار لغیرہ عاقدا کان او غیرہ بہنسی صح استحسانا وثبت الخیار لہما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد کذا صرح بہ البہنسی تو یہ صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اس صورت مین دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارح نے کہا اس حکم مین بائع بھی مشتری کے مانند ہے چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسی کا یقین کیا ہے بہنسی نے ہم قیاس یہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہو اسواسطے کہ خیار منجملہ احکام عقد ہے تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہین ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے ادا ہوا پھر اجنبی اسکا نائب ٹھہرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہو جاوے پھر جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ مبسوط وغیرہ مین مصرح ہے کہ احد المتعاقدین کو غیر کے واسطے اختیار کا شرط کرنا صحیح ہے حلبی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کر تفسیر کرتا اسواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب مین مذکور ہو چکا وہکذا فی البحر طحطاوی نے کہا اسکی صورت یون ممکن ہے جبکہ بائع یا مشتری متعدد ہون علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کے واسطے یا ایک بائع دوسرے بائع کے واسطے اختیار شرط کرے فان اجاز احدہما من النائب والمستنیب او نقض صح ان وافقہ الآخر پھر جبکہ نائب اور منیب مین سے ایک نے بیع کو لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اسکے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدہما وعکس الآخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پھر اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بالعکس اسکے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت یا فسخ نافذ ہے اسواسطے کہ اسوقت اسکا مزاحم نہ تھا اور

شخص متاخر کا فعل لغو ہے ولو کانا معًا فالفسخ احق فی الاصح زیلعی لان المجاز یفسخ والمفسوخ لا یجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھ ہی زبان سے عاقدین پائی گئی تو فسخ
زیادہ تر ثابت ہے قول اصح میں کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہو سکتی ہے اور فسخ پذیر اجازت پذیر نہیں ہوتی واعترض بانہ یجاز لما فی
المبسوط لو تفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادة العقد بینہما جاز فہو فسخ الفسخ اجازة واجیب بمنع کونہ اجازة بل بیع ابتداء
اور تعلیل مذکور پر اعتراض وارد ہے کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہے اسواسطے کہ مبسوط میں ہے کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہو گئے فسخ کے
فسخ کرنے پر اور فیمابین خود عقد کے اعادے پر تو جائز ہے اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا بھی اجازت کی حقیقت ہے اس اعتراض کا یون جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہین مانتے
کہ فسخ الفسخ اجازت ہے بلکہ یہ دوسری بیع ہے [illegible] ثم ہذا الفائق مین ہے کہ فسخ کا اولی ہونا یہ روایت ہے کتاب الماذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع
کی یہ روایت ہے کہ تصرف مالک کا اولی ہے اور بعضون نے کہا کہ اول قول ابو یوسف ہے اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما
ان فصل ثمن کل واحد منہما وعین الذی فیہ الخیار صح البیع للعلم بالمبیع والثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ مجھکو خیار ہے ایک غلام مین اگر
ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اس غلام کو معین کر دیا جسمین اختیار شرط کیا تو صحیح ہے بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے ثم صورتہا یہ ہے کہ بائع
نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ دونون غلام بیچے ہر غلام پانسو درم کو اس شرط پر کہ مجھکو اس غلام خاص مین خیار ہے والا یعین ولا فصل او عین فقط او فصل
فقط لا یصح لجہالة المبیع والثمن او احدہما اور اگر بائع نے اس غلام کی جسمین اختیار شرط کیا تعیین نہ کی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط
غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہوگی بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے در صورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی
جہالت کے سبب سے یعنی در صورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور در صورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہے ثم عدم تعیین اور تفصیل کی یہ طرح کہ بائع نے کہا کہ مین نے
دو غلامون کو بیچا ہزار درم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام مین مجھکو اختیار ہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہین اسواسطے کہ جسمین اختیار شرط ہے وہ خارج ہو گیا
اور جسکی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہین اس سبب سے کہ جسمین خیار شرط ہے وہ مجہول ہے بلا واسطہ ثمن بھی مجہول ہے اسواسطے کہ قیمت الی الخیر مین ثمن بیع پر ابتداء
منقسم نہین ہوا وکذا لو کان الخیار للمشتری تتاتی ایضًا الانواع الاربعة اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کے واسطے شرط ہو تو اسمین بھی
چارون صورتین حاصل ہوتی ہین ثم یعنی اگر مشتری نے دو غلام خریدے اور ایک غلام مین اختیار شرط کیا تو در صورت تفصیل ثمن و تعیین [illegible] صحیح ہے اور اگر
تعیین اور تفصیل نہین یا فقط تعیین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہین بسبب جہالت کے فرع مسئلہ متفرقہ شار کا وکالة ببیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط
لم یجز ولو وکلہ بالشراء والحالة ہذہ نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ علی الامر ینفذ علی المامور بخلاف البیع فتح وسیجی فی الفضولی
والوکالة فیحفظ توکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار مین سو وکیل نے اسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہین اور اگر توکیل کیا خرید
کرنے کے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہے وکیل پر نہ موکل پر اور فرق دونون صورتون مین یہ ہے کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہوگی تو مامور پر نافذ ہوگی
بخلاف فروخت کے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ آویگا بیع فضولی اور وکالت مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک
بدون اسکی رضامندی کے زائل نہین ہو سکتی لہذا اسکی مخالفت سے بیع نافذ نہوگی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتہا
اور خیار التعیین صحیح ہے قیمت والی چیزون مین نہ مثلیات مین بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے ثم قیمت والی وہ چیز ہے جسکی افراد مین تفاوت ہو
چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی سو درم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہے جسکے افراد یکسان ہون بلا تفاوت
چنانچہ مکیل اور موزون پھر جب مثلیات مین تفاوت نہوا تو انمین خیار التعیین شرط کرنا بیفائدہ ہے ولو للبائع فی الاصح کافی خیار تعیین صحیح ہے اگرچہ
بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح مین کذا فی الکافی ثم مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے ان غلامون مین سے

ایک غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ ان تین میں سے تو ایک کو پسند کر لے اور بائع کے واسطے خیار التعیین کی یہ صورت ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ بعتنی احد الغلامین
ایک غلام خرید کیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھکو دے قول اصح کی یہ وجہ ہے کہ بیع جائز ہے خیار مشتری کے ساتھ تو بائع کی خیار کے ساتھ بھی جائز ہوگی فتح القدیر
میں اسکو رد کیا ہے اس طرح پر کہ جواز خیار التعیین اسواسطے ہے تا مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کرے جسکو اپنے موافق اور مناسب
دیکھے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھ حاجت نہیں وسیلے کہ بائع کے پاس مبیع مدت سے موجود ہے اسکو اسکا حال خوب معلوم ہے اسکا جواب یہ ہے
اسنید قول میں دیا لانہ قد یرث قیمیا ولقبضہ وکیلہ والامر فیہ بہذا الشرط فمست الحاجۃ الیہ نہر اسواسطے کہ بائع کا بھی قیمت والی چیز کا بطور وراثت
کے پاتا ہے اور بائع کا وکیل اسپر قبضہ کرتا ہے اور بائع اس چیز کو نہیں پہچانتا تو اسکو شرط خیار التعیین بیچتا ہے تو اس صورت میں بائع کو حاجت پڑی خیار
التعیین کی تا اسکو اپنی منفعت اور مصلحت میں اختیار رہے کذا فی النہر سید حموی نے کہا کہ یہ صورت نادر الوجود ہے اور بنا احکام نوادر پر نہیں کذا فی
الطحطاوی فیہا دون الاربعۃ لاندفاع الحاجۃ بالثلاثۃ لوجود جید وردی ووسط خیار التعیین صحیح ہے چار چیزوں سے کم میں بسبب حاجت روائی کے
تین چیز سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص اور متوسط کے کہ ہم لیئے خیار التعیین دفع حاجت کے واسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین چیزوں سے ہو لی
مقصود یہ کہ ہونا عمدہ اور ناقص اور متوسط کا ہونا تین میں حاصل ہے تو چار چیز یا زیادہ میں خیار التعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہے تو غیر مشروع ہے ومدتہ کخیار
الشرط اور خیار التعیین کی مدت خیار الشرط کے مانند ہے یعنی تین دن تک امام کے نزدیک اگر تین دن میں تعیین کر دے تو بہتر ہے اور اگر تین دن گذر گئے
بلا تعیین تو متعین کرنے کے واسطے اسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین کے ساتھ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اسکو اختیار ہے فسخ بیع اور اجازت میں اور بعد اجازت
کے اسکو خیار التعیین ہوگا تین دن کا اجازت کے وقت سے کذا فی الحلبی عن النہر ولا یشترط معہ خیار شرط فی الاصح فتح اور خیار التعیین کے ساتھ خیار الشرط کا ہونا شرط
نہیں قول اصح میں کذا فی الفتح ثم منع انقاشین ہے کہ جب مشتری نے دو مبیع کو بشرط خیار التعیین کر لیا اور قبضہ کیا پھر ایک میں عیب لگ گیا تو معیوب میں بیع
لازم ہوگئی ثمن معین کے ساتھ اور دوسرا مبیع امانت ہے اور اگر دونوں ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تو دونوں مبیع کا نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہو یا
مختلف ولو اشتریا شیئا علی انہما بالخیار فرضی احدہما بالبیع صریحا او دلالۃ لا یردہ الاخر بل بطل خیارہ خلافا لہما اور اگر دو شخصوں نے
ایک چیز خرید کی اس شرط پر کہ دونوں کو اختیار ہے پھر ایک شخص بیع سے راضی ہو گیا خواہ صراحۃً یا دلالۃً اس طرح پر کہ وہ تصرف کیا ہو نافذ
یا حلال نہیں بدون ملک کے تو دوسرا شخص اسکو رد نہیں کر سکتا بلکہ اسکا اختیار باطل ہو گیا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے وکذا الخلاف
فی خیار الرویۃ والعیب فلیس لاحدہما الرد بعد رویۃ الاخر ورضاہ بالعیب خلافا لہما لضرر البائع بعیب الشرکۃ اور اسی طرح خلاف ہے
امام اور صاحبین کا خیار الرویۃ اور خیار العیب میں تو ایک شخص کو پھیر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد جائز نہیں بسبب ضرر ہونے بائع کی شرکت
کے عیب سے ہم شرکت خیارات ثلثہ کے عدم رد کی علت ہو یعنی اگر دو شخصوں نے ایک چیز بالاشتراک خرید کی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھیر
نہیں سکتا یا ایک شخص نے بعد رویت کے پسند کی اور دوسرے نے نا پسند کی یا ایک شخص خیار العیب میں راضی ہو گیا تو دوسرا پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ اگر
ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو مبیع میں نصفا نصف اس میں ضرر بائع کا ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت
اسکا مالک تھا اب اسکا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلا شبہ عیب ہے اسواسطے کہ مشترک میں ہر شریک بالاستقلال تصرف نہیں کر سکتا کما یا یعلم البیع لو اشتری
رجل عبدا من رجلین صفقۃ واحدۃ علی ان الخیار لہما الا بالعین فرضی احدہما دون الاخر فلیس لاحدہما الانفراد اجازۃ او ردا انہما
مجمع چنانچہ بیع لازم ہو جاتی ہے اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو مردوں سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونوں بائع مختار ہیں بیع اور عدم بیع میں
پھر ایک بائع راضی ہوا نہ دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع میں تنہائی جائز نہیں بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی المجمع

اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی تو ہر شخص جازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے اسواسطے کہ مشتری نے شرکت سے خود راضی ہوگیا اشتری عبدا بشرط خبزه او کتبه او حرفة کذا فظهر بخلافه بان لم یوجد معه ادنی ما یطلق علیه اسم الکتابة والخبز اخذه بکل الثمن ان شاء او ترکه لفوات الوصف المرغوب فیه غلام خرید کیا اسکی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنی روٹی پکانا اور لکھنا اُسکا پیشہ ہے پھر برخلاف اسکے ظاہر ہوا اس طرح پر کہ اُسمین اتنا ہنر نہ پایا گیا جسپر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنی رتبہ صادق آوے تو مشتری کو اگر چاہے تو پورے ثمن سے لے یا اُسکو نہ لے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم رعورت خرید پورا ثمن اسواسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابلہ مین کچھ ثمن نہین پڑتا کیونکہ اوصاف عقد مین تابع ہوتے ہین نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی ازبسکہ لائق رغبت کے وصف ہے لہذا مشتری کو اسکے نہ ہونے سے رد بیع مین اختیار ہے شارح نے نان پزی اور تحریر مین پیشہ وری کی قید اسواسطے لگائی کہ شخص باعتبار رفع یا کسی نفس روٹی پکا سکتا ہے یا اکثر لوگ بقدر ضرورت لکھ لیتے ہین اسقدر فعل سے اُسکو نان پز یا کاتب نہین کہتے کذا فی البحر ولو ادعی المشتری انه لیس کذلک لم یجبر علی القبض حتی یعلم ذلک وکذا سائر الحرف اختیار اور اگر مشتری نے دعوے کیا کہ وہ ایسا نہین یعنی غلام مین وصف مشروط موجود نہین تو اسپر قبض بیع کے واسطے زبردستی نہیجائیگی یہانتک کہ یہ امر وصف کا موجود ہونا غلام مین مثلاً معلوم ہوجاوے اور یہی حکم ہر باقی پیشون کا کذا فی الاختیار ولو امتنع الرد بسبب ما قوم کاتبا وغیر کاتب ورجع بالتفاوت فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیر دینا ممتنع ہوگیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب اور غیر کاتب کی قیمت معین کیا وے اور جسقدر تفاوت ہو دونون قیمتون مین اُتنا مشتری بائع سے پھیر لے قول اصح مین ہم مثلاً کاتب کی قیمت سو درم ہو اور غیر کاتب کی ساٹھ درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع کو دیے ہون تو چالیس درم پھیر لے بخلاف شرائه شاة علی انها حامل او تحلب کذا رطلا او یخبز کذا صاعا او یکتب کذا قدرا فسد لانه شرط فاسد لا وصف حتی لو شرط انها حلوب او لبون جاز لانه وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہے یا اتنا دودھ دیتی ہے یا غلام اتنے سیرون کی روٹی پکاتا ہے یا اتنے ورق لکھتا ہے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ یہ شرط فاسد ہے وصف نہین ہے یہانتک کہ اگر یہ شرط کریگا کہ مثلاً بکری دودھ والی ہے یا شیردار ہے تو بیع جائز ہوگی اسواسطے کہ یہ وصف ہے نہ شرط فاسد ہم حاملہ ہونا اسواسطے شرط فاسد ہو کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہین ہوسکتا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل ہو یا پیٹ پھولا یا بیماری اسیطرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہین ہوسکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ جمیع اوصاف کا ذکر کرنا عقد مین مفسد نہین حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ نہر الفائق مین تصریح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد مین شرط کرنا صحیح نہین بلکہ اسکا قاعدہ یہ ہے کہ جس وصف مین غرر نہو یعنی اسکے وجود مین تردد نہو تو اسکا شرط کرنا جائز ہے اور جسکے وجود مین احتمال ہو اسکا اظہار صحیح نہین مگر بمعنی برائت وجود اس طرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہو انتہی وکذا فی الخلاصة عن الطحاوی والقول للمنکر لو اختلفا فی شرط الخیار علی الظاهر او قول منکر کا معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہون شرط خیار مین بنا بر ظاہر الروایة کے اسواسطے کہ اختیار ثابت نہین ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہوا لہذا نفی کرنے والے کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاجل والمضی والاجازة والزیادة چنانچہ مدت اور اسکے گذر جانے اور اجازت اور زیادتی مدت کے دعوے مین منکر کا قول معتبر ہو ہم یعنی ایک تو قدرت بیع کا مدعی ہو اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہے کہ مدت گذر گئی اور دوسرا منکر ہو یا ایک کہتا ہے کہ صاحب خیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہو یا ایک شخص زیادہ مدت کا مدعی ہو اور دوسرا منکر تو ان سب صورتون مین منکر کا قول معتبر ہوگا اشتری جارية بالخیار فرد غیرها بدلها قائلا بانها المشتراة فقال البائع لیست هی ولا بینة له فالقول للمشتری بیمینه وجاز للبائع وطیها در رو الفقه بیعا بالتعاطی فتح خرید کی لونڈی بشرط خیار پھر مشتری نے عوض اسکے دوسری لونڈی پھیر دی اور کہا کہ یہ وہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہ نہین ہے اور بائع کے گواہ نہین تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اس لونڈی سے قربت

کر دیا جائز ہے کذا فی الدر رادر اس لونڈی کی بیع منعقد ہو گی تعاطی سے کذا فی الفتح ھ جب یہ معاملہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبرا واجب ہے اور مبیع کا یہی حکم ہو لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی میں یہ حکم ہوا تو اسکے غیر میں بطریق اولی یہی حکم ہو اسواسطے کہ فروج میں زیادہ تر احتیاط لازم ہو کذا فی الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعۃ فلیحفظ اور یہی حکم ہو امانت کے پھیر دینے میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہو اور امانت رکھانے والا اسکا منکر ہوا در اسکے گواہ نہیں تو وہ چیز اسکو حلال ہو طحطاوی نے کہا ظاہر اعاریت اور اجارے کی چیز کا بھی یہی حکم ہو واللہ اعلم ولو قال البائع عند ردہ کان یحسن لکنہ نسی عندک فالقول للمشتری لان الاصل عدمہ کالخبز والکتابۃ فکان الظاہر شاہدا اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہ وصف اسمین نہ پایا گیا اور مشتری نے اسکو پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کام کو تو یہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان پزی اور کتابت اصل ہو تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہو ھ صفات عارضہ میں عدم اصل ہو اور صفات اصلیہ میں وجود اصل ہو چونکہ نان پزی اور کتابت صفات عارضہ سے ہین لہذا اسمین مشتری کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہو کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہو ولو اشتراہ من غیر اشتراط کتبۃ وخبزہ وکان یحسن فنسیہ فی ید البائع ردہ علیہ لتغیر المبیع قبل قبضہ زیلعی قال ولو اختار اخذہ اخذہ بکل الثمن لما مران الاوصاف لا یقابلہا شیء من الثمن اور اگر غلام کو خرید کیا بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب متغیر ہو جانے مبیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری باینہمہ اسکا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اوصاف مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا ھ باوجود عدم اشتراط وصف پھیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ ظاہر مشتری نے اسکو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو باختیار رد لائق حال کے مشروط کے مانند ہو کذا فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے باع دارا فیہا من الجذوع والابواب والخشب والنخل فاذا لیس فیہا شیء منہ لا خیار للمشتری گھر بیچا ان چیزون کے ساتھ جو اسمین داخل ہین منجملہ شہتیون اور دروازون اور لکڑیون اور کھجور کے درختون کے پھر اسمین یہ چیزین کچھ نہ نکلین تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین یعنی اسواسطے کہ دار عبارت ہو عرصے سے اور اشیاے مذکورہ تابع ہین اور تابع کے مقابل مین کچھ ثمن نہین پڑتا اور مراد عدم اختیار سے یہ ہو کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہین تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرویۃ البتہ اسکو ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی شری دارا علی ان بناءہا آجر فاذا ہو لبن او ارضا علی ان شجرہا کلہا مثمرۃ فاذا واحدۃ منہا لا تثمر او ثوبا علی انہ معصفر بعصفر فاذا ہو بزعفران فسد گھر کو خرید کیا اس شرط پر کہ عمارت اسکی پختہ اینٹ کی ہو سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خرید کی کہ اسکے سب درخت پھلنے ہین سو انمین سے ایک درخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اسپر کسم کا رنگ ہو اور اسمین زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی ھ اسواسطے کہ صفات مذکورہ مین اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتے ہین اور اختلاف غرض بجاے اختلاف جنس ہو کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی انہا بغلۃ مثلا فاذا ہو بغل جاز وخیر ولعلہ جاز بلا خیار لکونہ علی صفۃ خیر من المشروط مجتبی فلیحفظ الضابط اور اگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ مبیع خچری ہو لیکن وہ خچر نکلا تو جائز ہو اور اسکو اختیار ہو لینے نہ لینے مین اور اسکے بالعکس یعنی نر کی شرط مین مادہ نکلی تو بیع جائز ہو بلا اختیار لینے پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہین اسواسطے کہ مبیع ایسی شرط پر شامل ہو جو مشروط سے بہتر ہو کذا فی المجتبی تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے ھ قاعدہ یہ ہو کہ جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری کو اختیار ہو اور اگر وصف مشروط سے بہتر اور عمدہ تر وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہین چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خرید ہو کہ وہ ثیبہ ہو سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار خرید ہوا اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اسکو پھیر نہین سکتا البیع لا یبطل بالشرط فی اثنین وثلثین موضعا مذکورۃ فی الاشباہ بیع باطل نہین ہوتی شرط سے بتیس مقام میں جو اشباہ مین مذکور ہین ھ مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہو بیان اسکا یون ہو کہ جو شرط کہ بیع میں مشروط ہوئی یا ایسی شرط ہو جسکو

عقد مقتضی ہی بلا شرط تو اسکا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہین اسی طرح وہ شرط ہی کہ ہرچند اسکو عقد مقتضی نہین لیکن عقد کے مناسب ہو یعنی موجب عقد کے موکد ہی
اسی طرح وہ شرط ہی کہ ہرچند مناسب عقد بھی نہین لیکن شرع مین اسکا جواز ثابت ہی چنانچہ شرط خیار اور شرط مدت اسی طرح وہ شرط ہی کہ ہرچند شرع مین اسکا جواز وارد نہین لیکن
اسکا رواج ہی چنانچہ چپٹا موزہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو درست کردے یا اپنا پھٹا کپڑا خریدکرنا اس شرط پر کہ بائع اسکو پیوند کردے کہ قیاسا جائز نہین لیکن استحسانا
جائز ہی چنانچہ تاتارخانیہ مین ہی اور مختار النوازل مین ہی کہ شروط مفسدہ معاوضات مین ربوا کے مانند ہین نہ تبرعات مین انتہی اسواسطے کہ انمین احد المتعاقدین کا
نفع ہی بلا عوض کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود اور منجملہ شروط مذکورہ اشباہ کی بیع بشرط رہن ہی یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے
بائع کے پاس اور ان منجملہ بیع بشرط الکفیل یعنی ثمن کا کسی کو ضامن دے اور از انجملہ شرط ہے علی بیع اور از انجملہ شرط قلع ثمار مشتری پر ہے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہی
تا ملک مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہوجائے اور از انجملہ پھیر دینا مبیع کا اگر اسمین عیب ہو اور از انجملہ گاے کا شیردار ہونا اور گھوڑے کا تیز قدم ہونا وغیرہ لکہ
شرط علی انہا حلوب ان للمشتری لا یفسد وان للبیع فسد لان البائع بیع مین یہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہی اگر یہ شرط بیزاری کے واسطے ہی تو بیع فاسد نہین اور اگر
رغبت کے واسطے ہی تو فاسد ہی کذا فی البدائع ہم سرود ازبسکہ شرعا حرام ہی لہذا اگر اسکی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ہی ولو شرط حبلہا ان الشرط من المشتری
فسد وان من البائع جاز لان حبلہا عیب فذکرہ للبراۃ منہ جہنی لوکان فی بلد یرغبون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانیہ اور اگر لونڈی کی بیع مین اسکا
حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہ شرط مشتری کی طرف سے ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بائع کی طرف سے ہی تو جائز ہی کہ حاملہ ہونا لونڈی مین عیب ہی تو بائع کا
ذکر کرنا حمل کو براءت کے واسطے ہی یعنی اس عیب سے وہ پاک ہی تو اگر یہ شرط اس شہر مین واقع ہوئی جسمین لوگ لونڈیون کی خرید مین رغبت انکی اولاد
لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہی تو اب اس شرط حمل کو براءت عن العیب پر محمول کرنا نہین ہوسکتا
ہم اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہی اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہی اور زیادتی موہوم ہی اس احتمال سے کہ معلوم نہین کہ حمل ہی
یا بیماری کذا فی الطحطاوی ولو شرط انہا ذات لبن جاز علی الاکثر قلت والضابط ان الاوصاف ان کل وصف لا غرر فیہ فاشتراطہ جائز لا ان فیہ غرر الا ان
یرغب فیہ اور اگر یہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیردار ہی تو بیع جائز ہی بنابر قول اکثر فقہا کے مین کہتا ہون اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہ ہی کہ جس وصف
مین تردد نہو چنانچہ شیردار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اسکا شرط کرنا جائز ہی نہ اس وصف کا جو محتمل الوجود ہی چنانچہ حمل مگر از راہ بے رغبتی اور بیزاری
کے البتہ اسکی شرط مفسد نہین وفی الخانیۃ فی فصل الشروط المفسدۃ متی عاین المعرف بالعیان انتفی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل مین
ہی کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوسکتی ہی احتمال فریب کا دور ہوگیا ہم اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے انمین
سیر بھر گھی لت کیا ہی اور قبضہ بلین ہوچکا اور مشتری اسکو دیکھتا ہی پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اسکو آدھ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہی اور مشتری اسکو پھیر
نہین سکتا اسواسطے کہ یہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہی پھر جب معاینہ کیا تو فریب نہ رہا چنانچہ اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہی پھر ظاہر ہوا کہ
اسقدر سے کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خرید کے وقت دیکھا تھا یا قمیص خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے بنا ہی پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے
بنا ہوا ہی تو مشتری کو اختیار نہین پھیرنے کا فروع اسکی کثیر ہین اور اکثار تفصیر اگر تو اہل التقصیر سے ہی تو تکثیر بھی بے فائدہ ہی کذا فی النہر

باب خیار الرؤیۃ

یہ باب ہی خیار الرؤیۃ کے احکام مین یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہی من اضافۃ المسبب الی السبب وما قیل من اضافۃ الشیء
الی شرطہ غیر ظاہر لما یجیء ان لہ الرد قبل الرؤیۃ اضافت خیار کی رویت کی طرف از قبیل اضافت مسبب کے ہی سبب کی طرف اور وہ جو بعضون
نے کہا کہ منجملہ اضافت شی کے ہی اپنی شرط کی طرف سو غیر ظاہر ہی اسواسطے کہ آویگا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہی قبل رویت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رویت شرط نہین

ثبوت خیار کی نہ شرط ہے ثبت فی اربعۃ مواضع الشراء الاعیان والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن دعوی المال علی شیٔ بعینہ لان کلا منہما معاوضۃ فلیس فی دیون ونقود وعقود لا تنفسخ بالفسخ بالفسخ خیار الرؤیۃ فتح خیار الرؤیۃ ثابت ہے چار مقام میں اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور صلح میں یعنے وہ صلح جو شئ معین پر ہوئی ہو مال کے دعوی سے اسواسطے کہ ہر ایک ان چاروں میں سے معاوضہ ہے تو دیون اور نقود اور ان عقود میں جو فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتے خیار الرؤیۃ میں نہیں کذا فی الفتح هم فتح القدیر میں ہے کہ جب دیون میں خیار الرؤیۃ نہوا تو مسلم فیہ میں نہوگا اور نقود سے اثمان خالصہ مراد ہیں تو اگر بیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اسمیں خیار ہے اور عقود غیر منفسخہ جیسا کہ مہر اور بدل صلح قصاص سے اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان ہے صح الشراء والبیع لما لم یرہ یا ہے صحیح ہے مول لینا اور بیچنا اس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے نہیں دیکھا ہو خواہ بیع حاضر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن المنتقی والاشارۃ الیہ ای المبیع او الی مکانہ شرط الجواز فلو لم یشر لذالک لم یجز اجماعا فتح وبحر وفی حاشیۃ اخی زادہ الاصح الجواز او شارہ کرنا بیع کی طرف یا اسکے مکان کی طرف شرط ہے جواز کی اور اگر بیع یا اسکے مکان کی طرف اشارہ نہ کیا تو بالاتفاق بیع جائز نہیں کذا فی الفتح والبحر اور اخی زادہ کے حاشیے میں قول اصح یہ ہے کہ بلا اشارہ بھی بیع جائز ہے هم خلاصہ میں ہے کہ اگر گیہوں شہر میں دو جگہ ہوں تو بیع جائز ہے بلا اشارہ اور یہی اصح ہے اور منتقی میں ہے کہ اگر گیہوں غیر معین اور غیر مشار الیہ ہوں تو بیع جائز ہے اگر بائع کی ملک میں ہوں اور محیط میں ہے کہ اگر اپنے پاس کے گیہوں بیچے اور اشارہ انکی طرف نہ کیا تو جائز ہے انتہی یہ نقول دلالت کرتے ہیں کہ بیع جائز ہے اگرچہ بیع بائع کے پاس حاضر نہوا ور مشار الیہ نہو اور اسی طرح اطلاق متون مذہب او بعض شروح اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الزیلعی نہر الفائق میں اسکے ذکر اشتراط اشارہ حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارے کی شرط جواز ہونے میں علی الخصوص بالاجماع کلام ہے واللہ اعلم وله ای للمشتری ان یردہ اذا راہ اور مشتری کو جائز ہے کہ بیع کو پھیر دے جب اسکو دیکھے هم ابن ابی شیبہ اور بیہقی میں مکحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہے کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول لے جسکو نہیں دیکھا تو اسکو اختیار ہے جبکہ دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد کا اور حدیث میں رویت سے علم بالمقصود مراد ہے بطریق عموم مجاز کے بدلیل ان مسائل اتفاقیہ کے جنمیں فقط رویت کفایت نہیں کرتی چنانچہ بیع جبکہ سونگھنے سے معلوم ہوتی ہو اگر مشک ہو یا بیکر مول لیا تو اسکو خیار ثابت ہے سونگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اسکو اختیار ہے سونگھنے کے وقت بعد رویت کے اسی طرح اگر چیز کو دیکھ کر خرید کیا پھر اسکو متغیر پایا اسواسطے کہ وہ رویت معرفت مقصود میں کافی نہیں اور اسی طرح اندھی کی خرید میں خیار ثابت ہے جب کوئی بیع کا حال اس سے بیان کرے تو اسکے حق میں بیان شخص غیر بینا سے رویت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فلا یردہ اذا راہ الا اذا اعادہ الی البائع اسقاط بعد رویت کے مشتری کو اختیار ہے مگر جبکہ بیع کو بائع اٹھا لایا مشتری کے گھر تو اسکو نہ پھیرے جبکہ اسکو دیکھے مگر اسطرح بعد حمل کے بھی پھیر سکتا ہے مگر جبکہ بیع کو پہنچا دے بائع کے مکان کی طرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ ای قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرویۃ بالنص ولا وجود للمعلق قبل الشرط خیار الرؤیۃ ثابت ہے اگرچہ مشتری راضی ہو گیا ہو زبانی قبل اسکے دیکھنے کے اسواسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہے رویت کے ساتھ بنص حدیث مذکور اور معلق بالشرط کا وجود نہیں قبل شرط کے هم رضا سے قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رویت پائی جائے اسطرح کہ اسمیں تصرف کرے تو اختیار اسکا زائل ہوگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو فسخہ قبلہا ای قبل الرویۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع بسبب جہالۃ المبیع فلم یقع مبرما اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ کیا قبل رویت کے تو صحیح ہے فسخ اسکا قول اصح میں کذا فی البحر بسبب نہ لازم ہونے بیع کے جہالت بیع کے سبب سے تو بیع مستحکم ہو کر واقع ہوئی تھی لہذا فسخ مشتری قبل رویت صحیح ہوا وثبت الخیار للرؤیۃ مطلقا غیر موقت بمدۃ ہو الاصح عنایۃ لاطلاق النص ما لم یوجد مبطلہ اور خیار الرؤیۃ مطلقا ثابت ہے بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھیگا اختیار ثابت ہے یہی قول اصح ہے کذا فی العنایۃ بسبب مطلق ہونے

نہیں مذکور ہے کہ توقیت کا مبطل اختیار نہ پایا جاوے ھم اور غیر صحیح یہ قول ہے کہ خیار الرؤیۃ موقت بوقت امکان فسخ ہے رویت کے بعد و یبطل خیار الشرط مطلقا
و یبطل الرشد بعد الرؤیۃ اتفاقا بما ذکرنا اور خیار الرؤیۃ کا مبطل وہ ہے جو خیار شرط کا مبطل ہے مطلقا یعنی صراحۃً یا دلالۃً اور جو مفید رضامندی کا بعد رویت کے
و قبل رویتہ کذا فی الدرر ھم مفید رضا چنانچہ مبیع کا قبضہ کرنا اور اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فلہ الاخذ بالشفعۃ ثم رد الاول بالرؤیۃ
درر خیار الشرط فلیحفظ جب مفید رضا قبل رویت مبطل خیار نہ ہوا تو مشتری کو جائز ہے لینا بسبب شفعہ کے پھر بیع اول کو پھیر دینا بسبب رویت کے کذا فی
الدرر یعنی یا خیار شرط دار تو اسکو او دیکھنا چاہیے ھم مشتری نے گھر لیا بن دیکھے پھر دوسرا گھر اسکے پاس بکنے لگا تو اسکو بسبب شفعہ کے خرید کیا پھر بعد اسکے
پہلا گھر دیکھا تو اسکو پھیر سکتا ہے و شرط الفسخ علم البائع بالفسخ خروجا من الضرر اور بیع فسخ ہونے کے واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو شرط ہے تاکہ دھوکا
نہ پہنچے اسلیے کہ خرید سے بائع کو اطمینان ہوتا ہے تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا اذا علم بائع شرط فسخ ہوا تا وہ دھوکا نہ کھاوے و لا خیار للبائع عام
وہ فی الاصح اور اختیار نہیں اس بائع کا جسنے مبیع کو بن دیکھے بیچا قول اصح میں ھم ایک شخص کو ایک چیز وراثت میں ملی اور اسنے بدون دیکھے بیچ ڈالی
تو بعد رویت اسکو فسخ بیع میں اختیار نہیں ہے یا یہ غیرہ میں اصح ہے کہ اول امام اعظم کے نزدیک خیار بائع ثابت تھا پھر آخر کو عدم خیار کی طرف رجوع کیا طحاوی نے کہا
مجتہد کا قول مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہے گو سبب نہیں ہوتا تو شامی کہ اسکا اتباع کرنا مناسب تھا اسواسطے کہ اتباع اسکا قابل صحیح ہوتا ہے و کفی رؤیۃ ما یؤذن بالمقصود
کوجہ صبرۃ و رقیق اور مقصود کا دیکھنا کفایت کرتا ہے جس سے مقصود معلوم ہو جاوے جیسا کہ ڈھیر کے اوپر کا سطح دیکھنا اور غلام کا منہ دیکھنا ھم
یعنی تمام مبیع کا دیکھنا ضروری نہیں بسبب تعذر کے لہذا اتنا دیکھنا کافی ہے جس سے مبیع کا حال معلوم ہو جاوے تو ڈھیر سے کیلات اور موزونات کا ڈھیر مراد ہے
جب اناج کا ڈھیر دیکھ لیا تو اب اسکو بسبب خیار الرؤیۃ کے پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکھنا ایسا ہے کہ کل کو ہاں اگر ڈھیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو
اسکا پھیرنا خیار العیب کے سبب جائز ہوگا نہ خیار الرؤیۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری میں ہوں تو یہاں بعض کا دیکھنا کافی نہیں اسواسطے کہ انکی افرادوں میں تفاوت
کثیر ہوتا ہے تو جب تک سب کو نہ دیکھیگا اختیار ساقط نہوگا بحر الرائق میں ہے لونڈی غلام کی ہتھیلیاں اور زبان اور دانت اور بال کا دیکھنا ضروری بات شرط نہیں بخلاف
میں ہے کہ بنی آدم میں اگر تمیع اعضا دیکھے سوا چہرہ تو خیار الرؤیۃ باقی ہے کذا فی الطحاوی و وجہ دابۃ و کفلھا ایضا فی الاصح اور سواری کے جانور کا چہرہ اور
اسکا پٹھا دیکھنا بھی ضروری ہے قول اصح میں یعنی چہرہ اور پٹھا دونوں کا دیکھنا ضروری ہے ھم سواری کی قید سے بکری کا سنگل گئی کہ اسکا حکم آویگا و رؤیۃ ظاہر
ثوب مطوی و قال زفر لا بد من نشرہ کلہ ہو المختار کما فی اکثر المعتبرات قالہ المصنف اور لپٹے کپڑے کی ظاہر کی تہ دیکھنا کافی ہے اور زفر نے کہا اس
کپڑے کو سب کھولنا ضروری ہے اور یہی مختار ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ایسا ہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ھم قول زفر اسواسطے مختار ہوا کہ اس زمانہ میں
ثیاب کے ظاہر اور باطن میں بہت اختلاف ہوتا ہے کذا فی الفتح عن المبسوط و داخل دار و قال زفر لا بد من رؤیۃ داخل البیوت و ہو الصحیح و علیہ الفتوی جوہرہ
و ہذا اختلاف زمان لا برہان و مثلہ الکرم و البستان اور داخل دار یعنی گھر کا صحن دیکھنا کافی ہے اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنی دالان اور کوٹھریوں
کے اندر کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اور یہ بنا بر اختلاف زمان ہے نہ اختلاف حجت اور برہان اور اسی طرح حکم ہے باغ کا گو خان
درخت ہوں یا متفرق ھم امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا کافی ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ بنا بر انکی عادت کے ہے اسواسطے
کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف نہیں ہوتے تھے مگر فردی اور بزرگی میں یا قدیم یا جدید ہونے میں بخلاف ہمارے دیار کے کہ ان میں نہایت تفاوت ہے اسواسطے
مکانات سرا اور گرما اور مکانات علویہ اور سفلیہ اور مرافق اور مطابخ اور سطوح مختلف ہوتے ہیں تو اب ان سب کا دیکھنا ضروری ہوا اور یہی معتبر ہے دیار مصر اور شام
اور عراق میں تو معلوم ہو گیا کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہے نہ باعتبار اختلاف دلیل کے اور اسی طرح باغات میں کہ خارج سے دیکھنا کافی نہیں کذا فی البحر
حس شاۃ لحم اور گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی ہے یعنی اگر گوشت کے واسطے بکرا یا بھیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتھ سے اسکو ٹٹول لیا تو خیار الرؤیۃ ساقط ہے اسواسطے کہ

یوں ہی طرح سے کہ کی اور ہیا دل کی گوشت کی معلوم ہوجاتی ہی تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہی اسواسطے کہ گوشت کا حال اکثر پشم سے بدون ٹٹولنے کے
معلوم نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی عن الشلبی ولنظر جمیع بدن شاۃ قنیتہ للدر والنسل مع ضرعہا ناظر یہ اور جو گوسفند پالی دودھ اور بچے لینے کے واسطے ہو تو اسکا
تمام بدن کا دیکھنا تھنوں کے ساتھ کافی ہی کذا فی النہایہ یہ وضع بقرۃ حلوب وناقۃ لان المقصود جو بہرہ اور گائے اور اونٹنی شیر دار کے تھن کا دیکھنا کافی ہی اسواسطے کہ
یہی مقصود ہی کذا فی الجوہرہ وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور سونگھنے کی چیز کا سونگھنا کافی ہی لا خارج دار و صحنہا علی المفتی
کا مرا اور رویتہ دہن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہیں خارج دار اور اسکے صحن کا دیکھنا بموجب قول مفتی بہ چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا یا دیکھنا تیل کا
بین کافی نہیں بسبب وجود حائل کے وکفی رویتہ وکیل قبض اور کافی ہی دیکھنا وکیل قبض کا ہم وکیل قبض وہ ہی جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہی
میرے سے بن دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے میں وکیل شرا اور کافی ہی دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہی جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہی کہ
فلانی چیز خرید کر لا رویتہ رسول المشتری وبیانہ فی الدرر کافی نہیں رویت مشتری کے پیامی کی اور بیان اسکا درر میں ہی ہم صورت رسالت یہ ہی کہ مشتری
ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہونچا دے قبضہ کرنے کا تو وکیل قبض کی رویت بالاجماع مسقط خیار ہی اور وکیل خرید کی رویت امام کے نزدیک مسقط خیار
ہی جبکہ وکیل نے مبیع پر قبضہ کیا ہو دیکھ کر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہی کذا فی الطحاوی عن الدرر وصح عقد الاعمی ولو لغیرہ وہو
کالبصیر الا فی اثنی عشرۃ مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور صحیح ہی عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اسنے غیر کے واسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندھا بصیر
کے مانند ہی مگر بارہ مسئلوں میں جو مذکور ہیں اشباہ میں ہم از انجملہ اسپر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہیں اگرچہ ساتھ چلنے والا پاوے اور القول معتمد لائق شہادت مطلقا
نہیں اور نہ لائق قضا نہ امانت عظمی یعنے بادشاہی اور اسکی آنکھ میں دیت نہیں بلکہ حکومت واجب ہی اور اسکی امامت نماز میں مکروہ ہی مگر جو وقت کہ وہ
نہیں جبکہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اسکا آزاد کرنا کفارے سے صحیح نہیں اور اسکے ذبیحہ اور شکار اور ضمانت کا حکم میں نے نہیں دیکھا اور صحیح ہی بجائے
اسکی رویت کے ہی کذا فی الاشباہ ویسقط خیارہ بجس مبیع وشمہ وذوقہ فیما یعرف بذلک اور اندھے کا اختیار ساقط ہی مبیع کے ٹٹولنے اور اسکے
سونگھنے اور چکھنے سے اس چیز میں جو معلوم ہوجاتی ہی اس سے یعنے ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے وصفت عقار وشجر وعبد وکذا کل ما لا یعرف بالجس
والشم والذوق عند رویتہ اور ساقط ہوتا ہی خیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام کی صفت بیان کرنے سے اور اسی طرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگھنے اور
چکھنے سے معلوم نہیں ہوتی اسمیں ذکر وصف بجائے رویت مسقط خیار ہی ہم بیان اوصاف اشیاء مذکور بابلغ وجوہ ممکنہ لازم ہی تا اعمی کے نزدیک ذکر اوصاف
بمنزلہ رویت ہو او بنظر وکیلہ ولو البصیر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار اندھے کا ساقط ہوتا ہی اسکے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندھے کو
سوجھنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اسکو اختیار نہیں مبیع کے فسخ کرنے کا ہم اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکھے خرید کی پھر وہ اندھا ہوگیا تو
اسکا اختیار بیان وصف کی طرف منتقل ہوگا کذا فی الطحاوی ہذا کلہ اذا وجدت المذکورات کشم الاعمی وکذا رویۃ البصیر وجہ الصبرۃ ونحوہا من
قبل شرائہ ولو بعدہ ثبت لہ الخیار بہا ای بالمذکورات لا انہا مسقطۃ کما غلط فیہ بعضہم فیمتد خیارہ فی جمیع عمرہ علی الصحیح ما لم یوجد منہ
ما یدل علی الرضی من قول او فعل او تعیب او ہلاک بعضہ عندہ ولو قبل الرویۃ یہ سب کچھ اسوقت ہی جب کہ اشیاء سے مذکورہ
چنانچہ سونگھنا اندھے کا اور دیکھنا انکھیار کے کا ڈھیر اور اسکے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اسکے خرید کرنے کے یعنے اگر قبل خرید اعمی نے سونگھ
یا چکھ لیا اور بصیر نے ڈھیر یا چہرہ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار فسخ بیع ساقط ہی اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوئے تو اسکو بواسطے اشیاء سے مذکورہ کے
اختیار ثابت ہی یہ نہیں کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار ہیں جیسا کہ بعضوں نے اسکو غلط سمجھا ہی تو اسکا اختیار ممتد رہیگا تمام عمر بنا بر قول صحیح کے جب تک کہ
مشتری سے وہ چیز نہ پائی جاوے جو رضامندی پر دلالت کرے منجملہ قول وفعل کے یا مبیع عیب دار ہو جاوے یا بعض مبیع ہلاک ہو جاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل رویت

ھم وجو یہ تھا تب یا اسواسطے پھیر دینا درست نہوا اگر بائع کے پاس اسمین عیب نہ تھا تو اب پھیرنے مین اسکا نقصان ہوگا اور ہلاک بعض مبیع کی صورت مثلاً دو کپڑے
مشتری نے خریدے پھر ایک کپڑا ہلاک ہوا یا مبیع بعد تسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پھیرے تو تفریق صفقہ لازم آوے ولو اذن للاکار ان یزرعھا قبل الرؤیۃ فزرعھا بطل لان
فعلہ بامرہ کفعلہ یعنی اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل دیکھنے زمین کے پھر اسنے اسمین زراعت کی تو خیار الرؤیۃ باطل
ہوگیا اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہے کذا فی العینی و شری نافجۃ مسک فاخرج المسک منہا لم یرد بخیار رؤیۃ ولا عیب
لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاہرا اور اگر مشک کا نافہ خریدا پھر اسمین سے مشک نکال لیا تو اسکو نہ پھیرے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور نہ خیار العیب
کے اسواسطے کہ اخراج نے اسمین عیب ظاہر داخل کر دیا کذا فی النہر وطحطاوی نے کہا نہر الفائق مین خیار العیب مذکور نہین اس مسئلے مین لیکن حکم یہی ہے وجہ
شارح نے ذکر کیا اسواسطے کہ خیار العیب اسوقت تک ہے جب تک مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا اور یہان اخراج سے نافہ معیوب ہو گیا ومن
رای احد ثوبین فاشتراہما ثم رای الآخر فلہ ردہما ان شاء لا رد الآخر وحدہ لتفریق الصفقۃ اور جسنے دو کپڑون مین سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونو
کپڑے خریدے بعد اسکے دوسرا کپڑا دیکھا تو اسکو دونون کا پھیر دینا جائز ہے اگر وہ چاہے پھیرنا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنی چند چیزین بیع
مین بعض کا لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہے ولو شری ما رآہ ان قال کونہ قاصدا الشراء لہ عند رؤیتہ فلو رآہ لا لقصد شراء ثم شراہ فلہ الخیار
ظہیریۃ ووجہہ ظاہر لانہ لا یتامل التامل المفید بحر قال المصنف ولقوۃ مدرکہ عولنا علیہ عالما بانہ مرئیۃ السابق وقت الشراء فلو لم یعلم بہ لعدم
الرضا فلا خیار لہ الا اذا تغیر اور اگر خریدا اس مبیع کو جسکو بحالت قصد خرید دیکھا تھا خریداری کے وقت جانتا کہ یہ وہی اگلی دیکھی چیز ہے تو اسکو
پھیر دینے کا اختیار نہین مگر جبکہ وہ متغیر ہو گئی ہو حالت سابقہ سے تو اب اسکو اختیار ہوگا اگر مبیع کو بلا قصد خریداری دیکھا پھر اسکو خریدا تو بعضون کے نزدیک اسکو
اختیار ہے کذا فی الظہیریۃ اور اسکی وجہ ظاہر ہے اسواسطے کہ جو شخص بلا قصد خریداری دیکھتا وہ خوب تامل مفید نہین کرتا کذا فی البحر تو اسکی رؤیت کالعدم ہے مصنف نے
اپنی شرح مین کہا اور بسبب قوت دلیل اس قول کے ہمنے اسپر اعتماد کیا علم وقت شراء کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشتری پہچانے کہ اسکو مین دیکھ چکا ہون تو اسکو اختیار ہے
بسبب عدم رضامندی کے کذا فی الدرر ہم وقایہ اور کنز مین یہ مسئلہ بلا قید مذکور ہے اسطرح کہ دیکھی چیز کے خریدنے مین بلا تغیر اختیار نہین لیکن صاحب درر نے یہ قید لگائی کہ وقت
خریداری مشتری نے یہ جانا ہو کہ یہ میری دیکھی چیز ہے اور مصنف نے اپنے متن مین رؤیت بقصد خریداری کی قید زیادہ کی اور شرح مین اسکی وجہ بیان کی کہ قوت
دلیل ہے جب اعتماد قید مذکور کا ہوا یعنی اگرچہ ظہیریہ مین یہ قید بصیغہ تمریض مذکور ہے اور صورت عدم علم کی یہ ہے کہ زید نے ایک لونڈی دیکھی پھر نقاب ڈال کر
اور یہ اسکو معلوم نہوا کہ یہ وہی لونڈی ہے جسکو مین دیکھ چکا ہون پھر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا یا ایک کپڑا دیکھا پھر وہی کپڑا دوسرے کپڑے مین لپیٹا اور
خریدا تو فسخ بیع مین اختیار ہوگا رای اثوابا فرفع البائع بعضہا ثم اشتری الباقی ولا یعرفہ فلہ الخیار وکذا لو کانا ملفوفین بثوب لتفاوت لانہ ربما
یکون الاردی بالاکثر ثمنا دیکھے چند کپڑے پھر بائع نے کوئی کپڑا اٹھا لیا پھر باقی کو خرید لیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہین پہچانتا تو اسکو خیار الرؤیۃ ثابت ہے اور
اسی طرح اگر دو کپڑے کسی چیز مین لپیٹے ہون اور دونون کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہے اسواسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو بکے ولو سمی لکل واحد من الثیاب
عشرۃ لا خیار لہ لان الثمن لما لم یختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر ہر ایک کپڑے کی قیمت دس درم مثلاً معین ہو گئی تو مشتری کو اختیار نہین اسواسطے
کہ جب ثمن مختلف نہوا تو دونون اوصاف مین برابر ہو گئے کذا فی البحر والقول للبائع بیمینہ اذا اختلفا فی التغیر ان المدۃ قریبۃ وان بعیدۃ
فالقول للمشتری عملا بالظاہر وفی الظہیریۃ الشہر فما فوقہ بعید وفی الفتح الشہر فی مثل الدابۃ والمملوک قلیل اور قول بائع کا معتبر ہے قسم کے ساتھ
جبکہ بائع اور مشتری مختلف ہون بیع کے متغیر ہو جانے مین یہ اسوقت ہے کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر پر
عمل کرنے سے اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک مہینا اور اس سے زیادہ بعید ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ جانور اور غلام کے مانند مین ایک مہینہ قلیل ہے عمل بالظاہر دونون مسئلون کا

ظاہر ہے قلیل ہو یعنی مدت قلیل میں ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہے لہذا قول بائع کا معتبر ہوا اور مدت طویل میں ظاہر حال مشتری کا شاہد ہے لہذا مشتری کا قول معتبر ہوگا
شرنبلالی نے کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہے باعتبار اختلاف اشیاء کے جو تغیر سے جلد یا دیر میں متغیر ہوتی ہیں اور جانور وغیرہ کا تغیر [illegible]
لیکن امام زیلعی نے مدت قلیل کی حد مذکور نہیں کی اور [illegible] کذا فی البحر و ان اختلفا فی الرؤیۃ [illegible] کما ان القول للمشتری [illegible]
الرؤیۃ مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر دونوں آپس میں اختلاف کریں [illegible] کہ مشتری منکر ہے رؤیت کا [illegible] کا قول [illegible]
او باع بائع المردود بعیب فی بیع بات ای فیہ خیار شرط او رؤیۃ فالقول للمشتری اور اسی طرح اگر بائع نے انکار کیا کہ [illegible]
قطعی بلا خیار یعنی یا اس بیع میں خیار شرط یا خیار الرؤیۃ ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا [illegible] مذکورہ بیع میں [illegible]
تو مشتری کا قول معتبر ہے اور بیع بلا خیار میں پھیر دینا مبیع کا بطریق اقالہ یا بطور خیار عیب [illegible]
و لو فیہ خیار عیب فالقول للبائع و الفرق ان المشتری ینفرد بالفسخ فی الاول لا الاخیر اور اگر بیع میں خیار العیب ہو تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور فرق یہ ہے کہ
فسخ بیع میں منفرد ہے اول قسم میں یعنی جس میں مشتری کا قول معتبر ہے یعنی مسئلہ خیار شرط و خیار الرؤیۃ میں نہ قسم ثانی میں یعنی خیار العیب [illegible]
خیار العیب میں عقد منفسخ نہیں ہوتا مشتری کے فسخ کرنے سے بلا حکم قاضی تو مشتری دعویٰ فسخ ہوا اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الطحطاوی
و اشتری عدلا من متاع و لم یرہ و باع ثوبا منہ او وہب و سلم ردہ بخیار عیب لا بخیار رؤیۃ او شرط الا اذا عاد الیہ بسبب ہو فسخ
یوجب تفریق الصفقۃ و ہو بعد التمام جائز لا قبلہ لخیار الشرط و الرؤیۃ یمنعان تمامہا و خیار العیب یمنعہ قبل القبض لا بعدہ خرید کی [illegible]
نہیں اور ایک کپڑا اس میں سے بیچا بعد قبض کے یا ہبہ کیا [illegible] اور قبضہ کروا دیا تو اسکو پھیر سکتا ہے خیار عیب سے نہ خیار الرؤیۃ یا خیار شرط سے [illegible]
اسکا یہ ہے کہ بعض مبیع کا پھیر دینا موجب تفریق صفقہ کا ہے اور تفریق بعد تمام ہو جانے بیع کے جائز ہے نہ قبل تمامی کے تو خیار شرط اور خیار الرؤیۃ [illegible]
مانع ہیں اور خیار العیب تمام ہونے کا مانع ہے قبل قبض کے [illegible] بعد قبض کے [illegible] خیار الرؤیۃ بسقوطہ عن الثانی لا بخیار شرط [illegible] قاضی خان [illegible]
خیار الرؤیۃ بعد [illegible] ابو یوسف سے منقول ہے کہ عود نہیں کرتا جیسے خیار شرط [illegible] عود نہیں کرتا اور اسی قول کو قاضی خان [illegible]
کرتا ہے یعنی اگر کوئی چیز بن دیکھی خرید کی پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچی یا ہبہ کی اور اسپر ہبہ کا قبضہ کروا دیا پھر اسکی طرف [illegible] عیب [illegible]
بائع اول کی طرف پھیر نہیں سکتا [illegible] کہ بیع یا ہبہ [illegible] خیار الرؤیۃ کا باطل ہے اور [illegible] ساقط ہو گیا [illegible]
کذا فی الطحطاوی فروع سائل اشتری شیئا لم یرہ لیس للبائع مطالبۃ بالثمن قبل الرؤیۃ ایک چیز بن دیکھی خرید کی تو بائع ثمن کو قبل رؤیت کے
طلب نہیں کر سکتا اسواسطے کہ ابھی بیع پوری نہیں ہوئی و لو تبایعا عینا بعین فلہما الخیار مجتبیٰ اور اگر عین کو عین کے بدلے باہم خرید و فروخت کی [illegible]
مثلاً کتاب کا مبادلہ کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونوں کے واسطے خیار الرؤیۃ ثابت ہے کذا فی المجتبیٰ [illegible] مشتری [illegible]
الطحطاوی عن البحر شری جاریۃ بعبد او الف فقال البائع رد بائع الجاریۃ العبد بخیار الرؤیۃ بطل البیع فی الجاریۃ [illegible] خیار فی الالف [illegible]
لونڈی کو بعوض غلام اور ہزار درہم کے پھر دونوں نے باہم قبضہ کیا پھر لونڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خیار الرؤیۃ کے تو بیع [illegible] لونڈی میں [illegible] ہزار
درہم کے کذا فی الظہیریۃ [illegible] اختیار ثابت نہیں [illegible] زر نقد میں [illegible] خیار [illegible]
بیع الضیعۃ ثم المقر [illegible] یبطل خیار المشتری [illegible] الصفقۃ و ہو [illegible] [illegible] ارادہ کیا [illegible]
اور چاہا کہ مشتری کو اختیار نہ رہے فسخ کا تو اس [illegible] کا اقرار کرے کہ ایک انسان کے واسطے [illegible]
زمین کے ساتھ بیع کرے [illegible] اقرار کرے گا تو مشتری کا [illegible] باطل ہو جاویگا [illegible]

اور وہ جائز نہیں مگر شفعہ میں کذا فی اوربو البحیتہ علامہ طحطاوی نے کہا یہاں تفرق عقد سے کچھ ضرر نہیں ہے اسواسطے کہ اگر مشتری ان دونون مبیع کو رد کرتا تو بھی مستحق کیطرف سے کر لیتا اگر دونون
سے اسکا اقرار ثابت کر سکے تو وہ ہر حال مین آخر ہی علاوہ اسکے یہ ضرر خود بائع کی طرف سے پیدا ہوا اسکے اقرار کرنے سے مشتری نہین رد با واحد عیب ثابت بنفسہا اگر یہ عیب
والاالامام خرید کیا دو چیزون کو اور ایک چیز مین عیب پایا اگر دونون پر قبضہ کر چکا ہے تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہے اور نہین تو نہین چنانچہ گذر گیا ہم ذکر یہ ہو چکا کہ بعض
مبیع کا پھیر دینا خیار العیب مین بعد قبضہ کرنے کے جائز ہے سبب تمام ہو جانے صفقہ کے نہ قبل قبضہ کے اسواسطے کہ بدون قبض صفقہ ناتمام ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم

باب خیار العیب

یہ باب ہے خیار العیب کے احکام مین ہو لفظ با تحلوبہ اصل یفطر السلیمہ عیب بلفت عربی مین وہ چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ خالی ہو یعنی جو اصل خلقت مین داخل نہو
وشرعا ما افادہ ابقوله اور اصطلاح شرع مین حقیقت عیب یہ ہے جسکو مصنف نے اپنے اس قول مین ذکر کیا ہے وجد بمشریہ ما ینقص الثمن ولو یسیرا جو ہو
عند التجار المراد بہم ارباب المعرفۃ بکل تجارۃ وصنعۃ قال المصنف اخذہ بکل الثمن اور وہ عیب ایسی چیز ہے جو خریدی چیز مین ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جاتا
سوداگرون کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو کذا فی البحر وہ مبیع کو تمام ثمن دیکر لے یا اسکو پھیر دے سوداگرون سے وہ لوگ مراد ہین جنکو شناخت ہو تجارت
اور صنعت کی ایسا کچھ مصنف نے کہا اپنی شرح مین تمام تو معلوم ہوا کہ فقہ مین عیب اسکا نام ہے جس سے قیمت کم ہو جاوے وہ کفار ون کے نزدیک خاص عیب عین
مبیع مین نقصان ہو یا نہو یا فقط نہوا ہو یہ تعریف عیب صادق آتا ہے اگرچہ مصنف مین کچھ نقصان نہو چنانچہ سیاہ ناخن شتر یعنی زہر اور غلام کا عیب یا ناخن ہے
تجار کو عام ہو اسواسطے کیا کہ کاسبہ مبیع مصنوعات سے ہو تی ہے تو وہان کاریگرون کا عرف معتبر ہو گا نہ تجار کا جلبی نے کہا ہے تجارت مین اسکے کوئی معتبر اہل اور صنعت مین
اسکے اہل کا اعتبار ہے انتہی اور یہ مراد نہین کہ عیب وہ ہے جسکو سب سوداگر اور پیشہ ور بالاتفاق عیب کہین اگرچہ اسکی تجارت اور صناعت مین ہے تو مشتری کو رد کا
مین اسواسطے خیار ہوا کہ مطلق عقد سلامتی کا مقتضی ہے اور ثمن اسواسطے کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھ ثمن نہین پڑتا ہان اگر مبیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب آیا ہو
تو بقدر اسکے ثمن کم ہو گا اگر مشتری اسکے لینے کا ارادہ کریگا اور یہ مسئلہ خیار العیب مین چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے اول یہ کہ عیب بائع کے پاس حالت وقت مشتری
کے پاس ۲ مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہو ۳ عند القبض بھی معلوم نہو ۴ ان الہ عیب پر بلا مشقت قادر نہو اور اگر مشتری قادر ہو ازالہ پر چنانچہ تحلیل الاحرام جاریہ
یا کپڑے سے خون کا دھونا النادر صورت عدم نقصان تو عیب ثابت ہو گا ۵ عدم شرط برات ایک عیب یا جمیع عیوب سے یا وہ عیب زوال پذیر ہو قبل فسخ کے سو اگر
زائل ہو گیا ہو چنانچہ آنکھ کی سفیدی جبکہ دور ہو جاوے یا بخار زائل ہو جائے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہو گا کذا فی الطحطاوی والمتعین ہے سا کہ کھلا لین فاحرا
در صورت عیب اسوقت تک خیار ہے جب تک اس کا بیع متعین نہو گیا ہو چنانچہ دو حلال مردون مین سے ایک نے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونون نے احرام باندھا
یا ایک نے تو اب رد مبیع ممتنع ہو بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذا فی الحلبی وفی المحیط وصی اوکیل اوعبد ماذون اشتری شیئا بالف وقیمتہ ثلثۃ الاف فلم یردہ بالعیب
بخلاف خیار الشرط والرویۃ اشباہ للاضرار بالیتیم وموکل ومولی وفی النہر ینبغی الرجوع بالنقصان کوارث اشتری من الترکۃ کفنا وجد بہ عیبا ولو تبرع بالکفن اجنبی
لا یرجع اور محیط مین ہے وصی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خریدی اور قیمت اسکی تین ہزار ہین تو رد مبیع نکرے بسبب عیب مبیع کے بخلاف
خیار شرط اور خیار الرویۃ کے کہ اسمین رد مبیع کر سکتا ہے کذا فی الاشباہ وصی وغیرہ کو رد مبیع جائز نہوا بسبب ضرر ہونے یتیم اور موکل اور مولی کے اور نہر الفائق
مین کہا ہے لائق یون ہے کہ وصی وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہے مانند اس وارث کے جسنے ترکے سے کفن خریدا اور اسمین عیب پایا اور کفن دینے
شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھ تو رجوع بالنقصان نہین ہے ہذہ احدی عشر مسائل لا رجوع فیہا بالنقصان مذکورۃ فی البزازیۃ اور یہ گیارہ عدم
رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہے ان گیارہ مسئلون سے جنمین رجوع بالنقصان نہین جو مذکور ہین بزازیہ مین وذکرنا فی شرحنا للملتقی معزیا للقنیۃ انہ لو رد بالعیب
ولا یرجع بالثمن اور ہمنے شرح الملتقی مین قنیہ سے نقل کرکے مذکور کیا ہے کہ کاہے بسبب عیب کے رد مبیع ہوتا ہے اور ثمن نہین پھیر لیا جاتا ہے چنانچہ

غلام کو بیع کیا اور اسکو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا اس وکیل نے اقرار کیا کہ مین نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے یون کہا کہ مین نے
ثمن موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہی تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہین پھر اگر مشتری نے غلام مین عیب پایا اور اسکو پھیر دیا تو ثمن کو بائع سے نہین لے سکتا
بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لے سکتا ہی کیونکہ وہ امین ہی اور یہ فائدہ نہین کذا فی الظہیریہ والاباق الا اذا ابق من المشتری
الی البائع فی البلدۃ ولم یختف عندہ فانہ لیس بعیب چنانچہ غلام مین بھاگنا عیب ہی مگر جبکہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اسی شہر مین
بائع کے پاس گیا اور اسکے پاس چھپ رہا تو یہ بھاگنا عیب نہین یعنی اگر دوسرے شہر مین بائع کے پاس بھاگ گیا یا مخفی ہو رہیگا تو عیب ثابت ہوگا واختلف
فی الثور والاحسن انہ عیب اور اختلاف ہی بیل کے بھاگنے مین کہ عیب ہی یا نہین اور قول بہتر یہ ہی کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہی مترجم یہان تین قول ہین ایک
قول کو تو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب نہین تیسرا قول یہ کہ ہمیشہ بھاگنا عیب ہی دو تین بار کا بھاگنا عیب نہین اور ظاہر اور جانورون کا
بھی یہی حکم ہی کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبۃ البائع بالثمن قبل عودہ من الاباق ابن ملک قنیہ اور مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام
کے فرار سے جائز نہین کذا فی شرح ابن ملک والقنیہ والبول فی الفراش والسرقۃ الا اذا سرق شیئا للاکل من المولی او لیسیر کفلس او فلسین او رغیفا اور بستر پر پیشاب کرنا
اور چوری کرنا مگر جبکہ کوئی چیز کھانے کے واسطے چراوے مولی سے یا کمتر چیز چراوے چنانچہ پیسا اور دو پیسے تو عیب نہین مترجم اگر کھانے کے واسطے چوری کرے یا
کھانے سے زیادہ چراوے یا مولے کے سوا کسی اور شخص کی چیز چراوے تو عیب ہی ولو سرق عند المشتری ایضا فقطع رجع بربع الثمن لقطعہ بالسرقتین جمیعا اور اگر غلام نے
مشتری کے پاس بھی چوری کی سو اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پھیر لے بسبب اسکے منقطع ہونے کے دونون چوریون کے مترجم ربع ثمن کے رجوع کی یہ وجہ ہی کہ
غلام کے ہاتھ کا خونبہا اسکی نصف قیمت ہی اور یہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو ہر سبب سے نصف نصف ہوگا
تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنی ربع کا کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع باخذہ رجع بثلثۃ ارباع ثمنہ عینی اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام کے لینے سے تو مشتری تین ربع
اسکے ثمن کے پھیر لے یعنی پون قیمت کذا فی العینی وکلہا تختلف صغرا مع التمییز وقدرہ بخمس سنین او یاکل وحدہ ویلبس وحدہ ... فی الجوہرۃ فلو لم یاکل ولم یلبس
وحدہ لم یکن عیبا ابن ملک وکبرا لانہا فی الصغر لقصور عقل وضعف مثانہ عیب فی الکبر لسوء اختیارہ وداء باطن عیب آخر اور جمیع عیوب ثلثہ مختلف ہین طفلی
اور جوانی مین اسواسطے کہ طفلی مین بھاگنا اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہی اور جوانی مین بھاگنا اور چوری خبث اور بدذاتی سے
اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا عیب ہی طفلی سے مراد طفلی با تمیز ہی اور فقہا نے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہی یا بلا اعانت وہ تنہا کھانے پہننے لگے اور پورا بیان
اسکا جوہرہ مین ہی سو اگر وہ بذات خود نہ کھاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کردینا اسکے حق مین عیب نہین کذا فی شرح ابن ملک فعند اتحاد الحالۃ
بان ثبت اباقہ عند بائعہ ثم مشتریہ کلاہما فی صغرہ او کبرہ لہ الرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے مین اس طرح پر کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہوا بائع کے پاس سے
پھر مشتری کے پاس سے دونون بار کا بھاگنا اسکی طفلی مین ہو یا جوانی مین تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہی بسبب متحد ہونے سبب کے مترجم جب طفلی یا جوانی
مین دونون کے پاس سے بھاگا تو اسکا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی مین قصور عقل اور جوانی مین بدذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہوا کیونکہ یہ عیب قدیم ثابت ہوا
فقط مشتری کے پاس حادث نہین ہوا کہ رد ممتنع ہو وعند الاختلاف لا لکونہ عیبا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین اسواسطے کہ وہ
نیا عیب ہی مترجم یعنی جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس سے حالت طفلی مین اور مشتری کے پاس سے جوانی کی حالت مین تو مشتری اسکو اس عیب سے نہین پھیر سکتا کیونکہ
طفلی کا سبب قصور عقل ہی اور جوانی کا سبب شرارت اور بدذاتی ہی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب دوسرا پیدا ہوا سوا اس عیب کے جو قبل اسکے بائع کے پاس تھا اور پھیر دینا جائز نہین
مگر اس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعیب حم عند بائعہ ثم حم عند مشتریہ ان من نوعہ لہ ردہ والا لا عینی چنانچہ وہ غلام جسکو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے
پاس اگر یہ تپ اسی تپ کی قسم سے ہی تو اسکو پھیرنا جائز ہی اور اگر دوسری قسم سے ہی تو جائز نہین کذا فی شرح العینی مترجم فائدہ مین مذکور ہی کہ نوع حمی سے مراد یہ ہی کہ ایک ہی

وقت مین دونون کے پاس عیب آئی ہو اور اگر اسکے بغیر قبضہ بائع مین تب آئی ہو تو پھیر دینا جائز نہین ہی محفوظ ہی تا بہ اجابت ہی کذا فی الطحطاوی ولتی لو وجد بیول ثم ذہب

جسنے رجوع بالنقصان ثم بلغ ہل للبائع ان یسترد النقصان لزوال ذلک العیب بالبلوغ ینبغی نعم فتح باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بستر پر پیشاب

کرتا پایا پھر اسمین دوسرا عیب پیدا ہوا یہانتک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہی کہ نقصان پھیر لے

مشتری سے بسبب زائل ہو جانے اس عیب کے جوان ہونے سے تو اشباہ بالقواعد مذہب یہ ہی کہ ہان استرداد نقصان جائز ہی کذا فی الفتح عن الظہیریۃ والجنون اختلال

القوۃ التی بہا ادراک الکلیات تلویح اور جنون یعنی دیوانہ ہونا جنون عبارت ہی اس قوت کے اختلال سے جسکے سبب ادراک کلیات ہوتا ہی کذا فی التلویح ھم

یہ تعریف جنون کی صحیح ہی اور توضیح مین یون ہی کہ جنون عبارت ہی اس قوت کے اختلال سے جو ممیز ہی اشیاء حسنہ و قبیحہ مین اور انجام کار کی مدرک ہی کذا فی

الطحطاوی و علم تعریف العقل انہ القوۃ المذکورۃ و معدنہ القلب و شعاعہ فی الدماغ اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہو گئی کہ عقل عبارت

ہی قوت مذکورہ سے یعنی جو قوت کہ مدرک ہی کلیات کی اسکا نام عقل ہی اور اسکا محل دل ہی اور اسکی روشنی دماغ مین ہوتی ہی کذا فی الدرر و ہو لا اختلاف

بحالا اتحاد سبب بخلاف ما مر وقیل یختلف یعنی اور جنون مختلف نہین ہوتا طفلی اور جوانی سے اسکے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اسکے جو عیب کہ مذکور

ہو چکے یعنی اباق اور بول اور سرقہ اور قول ضعیف یہ ہی کہ جنون بھی طفلی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہی کذا فی شرح الوافی ھم جب یہ ثابت ہوا تو اگر غلام مجنون ہوا

طفلی مین بائع کے پاس پھر جنون رہا مشتری کے پاس طفلی مین یا بعد جوانی کے تو یہ عیب بعینہ اول ہی ہی تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہی و مقدارہ فوق

یوم ولیلۃ اور مقدار جنون کی ایک رات دن سے زیادہ ہی یعنی اسقدر سے کم جنون ہونا عیب نہین ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہی

اور تیسرا قول یہ کہ جنون مطبق عیب ہی نہ غیر مطبق کذا فی البحر ولا بد من معاودتہ عند المشتری فی الاصح والا فلا رد الا فی ثلاثۃ زنا لجاریۃ والتولد من الزنا والولادۃ

فتح اور جنون کا عود کرنا مشتری کے نزدیک ضرور ہی قول اصح مین اور نہین تو بلا معاودت عیب پھیر دینا جائز نہین مگر تین عیب ہین کہ ردّ مبیع بلا معاودت

جائز ہی لونڈی کی زناکاری مین اور زنا سے متولد ہونے مین اور ولادت مین کذا فی الفتح ھم ولادت اسواسطے عیب ہوئی کہ اس سے ایسا ضعف پیدا ہوتا ہی

کہ کبھی زائل نہین ہوتا فتح القدیر مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہی قلت لکن فی البزازیۃ الولادۃ لیست بعیب الا ان توجب نقصانا و علیہ الفتوی و اعتمدہ فی النہر میں کہتا ہون

لیکن بزازیہ مین ہی کہ ولادت عیب نہین مگر یہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی پر فتوی ہی اور اسی قول پر نہر الفائق مین اعتماد کیا ہی ھم پہلا قول بھی مفتی بہ ہی تو یہان

قاضی اور مفتی مخیر ہین الحبل عیب فی بنات ادم لا فی البہائم اور نہر الفائق مین ہی کہ حاملہ ہونا عورتون مین عیب ہی نہ جانورون مین والجذام والبرص

والعمی والعور والحول والصمم والخرس والقروح والامراض عیوب اور کوڑھ اور سفید داغ اور اندھا اور کانا اور بھینگا اور بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور

بیماریان عیب ہین و کذا الادرہ و ہو انتفاخ الانثیین والعنین والخصی عیب اور اسی طرح فتق یعنی دونون فوطے پھولنا اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہی ھم

بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا العنۃ والخصاء عیبان اور ظاہرا ایک فوطے بھی پھولنا عیب ہی کذا فی الطحطاوی و اذا اشتری علی انہ خصی فوجدہ فحلا فلا خیار لہ جوہرۃ

اور جبکہ مشتری نے غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ خصی ہی پھر اسکو تندرست نر پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار نہین کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ عیب

نکلا تو مشتری کو اس سے عمدہ پایا والبخر نتن الفم والذفر نتن الابط و کذا نتن الانف بزازیۃ والزنا والتولد منہ کلہا عیب فیہا لا فیہ ولو امرد فی الاصح

خلاصہ اور بخر یعنی گندہ دہنی اور ذفر یعنی گندہ بغلی اور اسی طرح گندہ بینی کذا فی البزازیۃ اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہ سب عیب ہین لونڈی مین

نہ غلام مین اگرچہ غلام امرد سادہ رو ہو قول اصح مین کذا فی الخلاصہ ھم امور مذکورہ لونڈی مین اسواسطے عیب ہین کہ مقصود کے مخل ہین یعنی لونڈی کی خرید سے

ہم بستری اور طلب ولد مقصود ہی اور گندہ دہنی وغیرہ قربت کے مانع ہین اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہی اور یہ اشیاء اسکے مخل اور مانع نہین خواہ غلام امرد

یا غیر امرد الا ان یفحش الاولان فیہ بحیث یمنع القرب من المولی مگر یہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام مین بشدت ہون اسی طرح پر کہ بیان سکے

یا اس آنے کی ملنے ہوں تو البتہ عیب ہیں غلام میں بھی او یکون الزنا عادۃ لہ بان تیکرر اکثر من مرتین یا یہ کہ زناکاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو اس طرح پر کہ
زنا اس سے مکرر ہوا ہو دو بار سے زیادہ تو عیب ہے غلام میں بھی والا واطۃ عیب مطلقاً اور لواطت لونڈی میں عیب ہے مطلقاً یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت لیکر ہو
کہ مانع ہم بستری ہے کذا فی البحر وبہ ان مجانا لانہ دلیل الابنۃ وان باجر لا قنیہ اور لواطت غلام میں عیب ہے اگر مفت ہو اس واسطے کہ علامت ابنہ کی دلیل ہے اور اگر
اجرت لیکر ہو تو نہیں کذا فی القنیہ ھم ابنہ اس علت کا نام ہے جس میں ایسی حل ہو جو زہین کہ بدون منی کے قرار نہ پڑے اور یہ سخت عیب ہے یہاں تک کہ جانوروں میں بھی
اور لواطت بعوض اجرت غلام میں ایسا عیب نہیں کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علامت ابنہ کی دلیل نہیں بلکہ حرص مال کی علامت ہے اور یہ مراد نہیں کہ لواطت با اجرت
مطلقاً عیب نہیں شرعاً اس واسطے کہ شرعاً قبیح اور معیوب تر ہے زنا سے وفیہا شری حمارا فلم یطاوع الحمار انہ عیب والا لا اور قنیہ میں ہے کہ خریدا گدھا جس پر کہ گدھے
چڑھتے ہیں اگر برضامندی اسکی یہ فعل ہوتا ہے تو عیب ہے کہ وہ اس کی دلیل ہے اور نہیں تو عیب نہیں والتخنث ایضاً ... فان کثر رد والا فلا بزازیہ اور زنخا
اور مہلا ہونا نرم آواز بنا کر اور چال مٹکا کر اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر دے اور اگر قلیل ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیۃ والکفر باقسامہ وکذا الرفض
والاعتزال بحر عیب فیہما لو المشتری ذمیا سراج اور سب قسم کا کفر اور اسی طرح رفض اور اعتزال کذا فی البحر ایضاً عیب ہے لونڈی غلام میں اگرچہ
مشتری کافر ذمی ہو کذا فی السراج ھم حموی نے کہا کہ صاحب بحر نے رافضی سے یہ مراد لی کہ جو علی رضی کو اور اصحاب سے افضل کہتے ہیں وہ رافضی ...
ہے اسکے واسطے کہ وہ کافر میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی وعدم الحیض لبنت سبعۃ عشر وعندہما خمسۃ عشر ویعرف بقولہا اذا انضم الیہ نکول
البائع قبل القبض وبعدہ ہو الصحیح ملتقی اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب
ہے اور عدم حیض معلوم ہوتا ہے لونڈی کے کہنے سے جبکہ اسکے ساتھ بائع قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی
ولا تسمع فی اقل من ثلثۃ اشہر عند الثانی اور مسموع نہوگا دعویٰ عدم حیض کا تین مہینے سے کمتر میں ابو یوسف کے نزدیک ھم اور محمد کے نزدیک چار مہینے
دس دن اور امام زفر کے نزدیک دو سال سے کمتر میں دعوے مسموع نہوگا لیکن عدم حیض بڑی لونڈی میں عیب ہے نہ صغیرہ اور آئسہ میں کذا فی الطحطاوی
فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے والاستحاضۃ والسعال القدیم لا المعتاد اور استحاضہ اور
قدیم کھانسی عیب ہے نہ عادت کی کھانسی ھم بحر الرائق میں ہے کہ مرض کی کھانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحطاوی والدین الذی یطالب فی الحال
لا المؤجل بعتقہ فانہ لیس بعیب کما افادہ مسکین عن الذخیرۃ اور لونڈی غلام پر اس دین کا ہونا عیب ہے جسکا فی الحال مطالبہ ہو نہ وہ دین جسکی مدت اسکی
آزادی پر معین ہو اس واسطے کہ وہ عیب نہیں چنانچہ اسکو مسکین نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے ھم دین سے مراد وہ ہے جو غلام پر خرید کرنے سے لازم ہوا ہو بلا اذن
مولے لکن عمم الکمال وعللہ بنقصان الولاء والمیراث لیکن کمال الدین محقق نے ہر دین کو عیب کہا ہے اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان
کی ہے ھم وجہ نقصان ولا اور میراث یہ ہے کہ ارباب دیون مولے اور عصبات پر مقدم ہیں کذا فی الطحطاوی والشعر والماء فی العین وکذا کل مرض فیہا فہو عیب سراج
کسبل وحوص وکثرۃ دمع والثؤلول بثلاثۃ ... صغیر صلب ... قاموس وقیدہ بالکثرۃ بعض شراح الہدایۃ اور بال اور
نزول آب آنکھ میں اور اسی طرح ہر مرض آنکھ میں عیب ہے کذا فی المعراج چنانچہ ... اور آنکھ کا تنگ ہونا اور آنسو کا ڈھلکنا اور مسا ثؤلول ثا مثلثہ
بروزن زنبور چھوٹی سخت پھنسی گول باشکال مختلفہ جسکو اہل ہند مسا بولتے ہیں اور جمع اسکی ثالیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض شارحین نے
مسے میں کثرت کی قید لگائی ہے یعنی مسوں کی کثرت عیب ہے نہ قلت وکذا الکی عیب لو عن داء والا لا اور اسی طرح داغ عیب ہے اگر آگ سے
بسبب بیماری کے داغ دیا ہو اور نہیں تو عیب نہیں وقطع الاصبع عیب والاصبعان عیبان والاصابع مع الکف عیب واحد اور ایک انگلی کا
کٹنا ایک عیب اور دو انگلیوں کا مقطوع ہونا دو عیب ہیں اور سب انگلیوں کا قطع ہونا ہتھیلی کے ساتھ ایک عیب ہے ... وہو مسن لہل

بہیارہ وفقد الا ان یعمل بالیمین ایضاً کعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائیں ہاتھ سے کام کرے مگر جو شخص اپنے داہنے ہاتھ سے بھی کام کرے چنانچہ
فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہو اور شیب وشرب خمر جہرا وقمار ان عد عیبا اور پیری اور شراب پینا علانیہ
اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو جیسا کہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند اسکے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعدم ختانہما لو کبیرین مولدین اور لونڈی غلام کا ختنہ نہونا
اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہوں اور بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کا ختنہ نہونا عیب نہیں اور اسی طرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے
صغیر ہو یا کبیر اسکا عدم ختان عیب نہیں اور قاضی خان کے فتاوی میں ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہونا زمان سابق میں عیب تھا اب ہمارے زمانے میں عیب
نہیں کذا فی الطحطاوی وعدم تحیض جاریۃ وقلۃ اکل دواب ونکاح وکذب ونمیمۃ وترک صلوۃ ولکن فی القنیۃ ترکہا فی العبد لا یوجب الرد اور نہ بولنا گدھے کا اور
کم کھانا جانوروں کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں عیب نہیں
وفیہا لو ظہر ان الدار مشومۃ ینبغی ان یتمکن من الرد لان الناس لا یرغبون فیہا اور قنیہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے تو لائق یہ ہے کہ مشتری رد
بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے وفی المنظومۃ المحبیۃ والثقال عیب لو علی الدوام والسعۃ لا الحمد والعیوب کثیرۃ
یرا ونا لتتبعہا اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ ثقال عیب ہے اگر ہمیشہ کی عادت ہو یا ہمیشہ ہونے کا ل پر اور اسکے سوا عیب بہت ہیں حق تعالی ہمکو اسسے بچاوے
آمین حدث عیب آخر عند المشتری بغیر فعل البائع فلو بعد القبض رجع بحصتہ من الثمن ووجب الارش وانقابلہ اخذہ او ردہ بکل
الثمن مطلقا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سو اگر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر
حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اسکو بحصہ نقصان کم کرکے یا اسکو
پھیر دے کل ثمن لیکر اسطرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہو کذا فی الحلبی ہم حلبی نے کہا قولہ بکل الثمن متعلق ہے قولہ او ردہ سے فقط اور اسکی وجہ اتنی ہی کیونکہ
معلوم ہو بلا اشتباہ بلکہ یہ قول خلاف مراد کا موہم ہے قولہ فلہ اخذہ سے متعلق ہونے کا کما لا یخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا
بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے پاس پیدا ہوا اسکی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا مبیع کے فعل
یا آفت آسمانی سے سو اگر بائع کے فعل سے ہو تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہو چاہے اسکو پھیر دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر
مشتری سے ہوا تو بیع تمام ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کرسکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے بیع کو سب ثمن دیکر اور
اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے بیع کو ترک کرے اور اسپر سے ثمن ساقط ہو اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اسکو ترک
کرے چاہے لے بقدر نقصان ثمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تو اسکو عیب قدیم
سبب سے پھیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کرسکتا ہے اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے
ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہے اور پھیر دینا ممنوع ہے اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جبکہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث عیب
ثانی کو بعد قبض فرض کیا ہے چنانچہ قولہ عند المشتری اسپر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لینا یا بخوشی بائع لوٹا دینا
ہی جائز ہے مگر شارح نے فقط فعل بائع کا مستثنی کرلیا اسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے اپنی پھیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل اجنبی کا
بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہے تو شارح پر لازم تھا کہ یوں کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی الحلبی ملخصا ولو برہن البائع علی حدوثہ والمشتری علی قدمہ
فالقول للبائع والبینۃ للمشتری اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہیں
ہم نے الفاظ بین قاضی خان کی شرح سے صریح ہے کہ بصورت عاقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت زیادت ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ

وہ اختیار کا منکر ہو انتہی تو بائع کا قول اس وقت معتبر ہے جبکہ مشتری کے گواہ نہوں اور شارح کی عبارت اسپر دلالت نہیں کرتی کما لایخفی ولا یرد ما لہ حمل ومؤنۃ الا انہ بأداء
بحر اور نہ پھیرے مشتری زبردستی اس مبیع کو جسکے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر میں عقد بیع واقع ہوا ہو اسمیں پھیر دینا جائز ہے باوجود باربرداری
کے بھی کذا فی البحر اسواسطے کہ حاجت باربرداری بمنزلہ عیب حادث کے ہے کذا فی النہر رجع بنقصانہ الا فیما استثنیہ وعنہا لو اشتراہ تولیۃ او خاطہ لطفلہ یعنی
او بیعی بالبائع یعنی اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لے مگر ان مسائل میں رجوع
نہیں جنکا استثنا ہو گیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہو چکے بعد اس کے ہے اور انا نجملہ یہ ہے کہ اگر مشتری نے مبیع کو بطور تولیت خرید کیا یا اسکو اپنے طفل صغیر
کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع اسکے پھیر لینے پر راضی ہو گیا کذا فی البحر ہم رجوع نقصان کا طریقہ یہ ہے کہ اول مبیع کی قیمت بلا عیب کیجائے پھر
عیب کے ساتھ کیجائے یعنی عیب قدیم کے ساتھ اور دونوں قیمتوں میں تفاوت دیکھا جائے اگر تفاوت عشر قیمت کا ہو تو ثمن سے دسواں حصہ پھیر لے اور اگر اس سے
کم زیادہ ہو تو ویسا ہی کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اسکی سو درم ہو اور عیب نے دسواں حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسواں حصہ پھیر لے یعنی ایک درم اور اگر
ثمن دو سو ہو اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیر لے وعلی ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ اسکے
متن میں موجود ہے وجہ عدم رجوع بیع التولیہ کی یہ ہے کہ اگر ایک چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس اسمیں دوسرا عیب پیدا ہوا اور اسمیں ایک عیب قدیم موجود تھا تو
اسمیں نہ رجوع جائز ہے نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہوا اور مقتضائے تولیت یہ ہے کہ برابر ہو اور قطع اور سینا طفل
کے واسطے تملیک ہے اور قبض میں باپ اسکا نائب ہے تو اگر باپ مبیع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب بقدر حصہ نقصان رجوع نہیں کر سکتا اسواسطے کہ وہ مالک ہوا مبیع کا
تملیک کر کے کذا فی الطحطاوی ولہ الرد برضی البائع اور اسکو پھیر دینا جائز ہے بائع کی رضامندی سے یعنی اگر بائع کے پاس مبیع میں عیب ہوا اور مشتری کے پاس
دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہے چاہے عیب قدیم کے حصے کے موافق ثمن پھیر لے چاہے مبیع پھیر دے بشرط رضا بائع کے رضا بائع اسواسطے
شرط ہوئی کہ پھیر دینے میں ضرر ہے بائع کا اسواسطے کہ جب مبیع اسکے ملک سے خارج ہوئی تھی تو عیب حادث سے سالم تھی لہذا رجوع بالنقصان متعین ہوا اگر بصورت رضا بائع
مشتری مختار ہے پھیر دینے میں یا رکھ لینے میں بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبی الا المانع عیب سادہ کان اشتری ثوبا فقطعہ فاطلع علی عیب
قدیم رجع بنقصانہ لتعذر الرد بالقطع بشرط رضا سے بائع پھیر دینا جائز ہے مگر بسبب عیب کے جو مانع ہے رد کا بسبب زیادت مانعہ کے پھیر دینا جائز نہیں
چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا پھر اسکو قطع کیا پھر مشتری اسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے اس حالت میں پھیر نہیں سکتا بسبب تعیب ہونے کے قطع
کرنے سے یہ مثال ہے عیب مانع کی اور زیادتی کی مثال درخت اور نگینہ وغیرہ میں آویگی فان قبلہ البائع کذلک لہ ذلک لانہ اسقط حقہ پھر اگر بائع نے
پھٹا ہوا کپڑا قبول کر لیا تو اسکو جائز ہے اسواسطے کہ اسنے اپنا حق ساقط کر دیا ولو اشتری بعیرا فنحرہ فوجد معاءہ فاسدا لا یرجع لافساد مالیتہ اور اگر اونٹ
خرید کیا پھر اسکو حلال کیا اور اسکی انتڑیوں کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہیں بسبب بگاڑ دینے بائع کی مالیت کے یعنی حلال کرنے سے
مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اسمیں فساد مالیت نہیں لہذا اسمیں رجوع درست ہوا نہ اسمیں کما لا یرجع
لو باع المشتری الثوب کلہ او بعضہ او وہبہ بعد القطع لجواز ردہ مقطوعا لا مخیطا کما افادہ بقولہ چنانچہ رجوع نہیں کر سکتا اگر مشتری نے
سب یا تھوڑا کپڑا بیع کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پھیر دینے مبیع کے کاٹنے کے سیا چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں بیان کیا
فلو قطع المشتری وخاطہ او صبغہ بای صبغ کان یعنی او لت السویق بسمن او خبز الدقیق او غرس او بنی ثم اطلع علی عیب رجع
بنقصانہ لامتناع الرد بسبب الزیادۃ لحق الشرع لحصول الربوا حتی لو تراضیا علی الرد لا یقضی القاضی بہ درر وابن کمال پھر اگر کپڑے کو مشتری نے
قطع کیا اور سیا یا اسکو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی یا ستو گھی میں ملائے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین میں درخت لگایا یا عمارت

بنائی پھر مشتری اس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن سے پھیر لیگا بواسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب زیادہ ہو جانے مبیع کے اور یہ امتناع
رد بواسطے حق شرع کے ہے بسبب حاصل ہونے ربا کے یہانتک کہ اگر بائع اور مشتری دونون رد مبیع پر راضی ہو جاوین تو حاکم اسپر حکم نہ کرے کذا فی الدرر وابن کمال
ہم زیادتی مبیع مین امتناع رد ہوا اسواسطے ہوا کہ اصل مبیع مین بلا زیادت فسخ نہین ہو سکتا کیونکہ زیادتی جدا نہین ہو سکتی اور مع زیادت فسخ کی کوئی وجہ نہین تبع بطور
فسخ ممتنع ہے شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا کہ حصول شبہۃ الربوا اسواسطے کہ جو مقدار ہو اقدر او جنس سے ہوتی ہے سو یہان دونون مفقود ہین کذا فی الطحطاوی
کما یرجع لو باعہ ای المشتری ردہ فی ہذہ الصورۃ بعد رؤیۃ العیب قبل الرضی بہ صریحا او دلالۃ چنانچہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہے اگر بیع ممتنع الرد
بیچا اس صورت مذکورہ مین عیب دیکھنے کے بعد قبل اسکے ساتھ راضی ہونے کے بطور صراحت یا دلالت کے ہم یعنی اگر اول رضامندی ثابت ہوگی تو بیچنے
رجوع نقصان نہوگا رضا بطریق دلالت اس طرح ہے کہ مبیع کو اپنے پاس رکھے یا اس میں تصرف کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ امتناع سابق ہے بیع پر تو بیع کو
امتناع مین کچھ تاثیر نہین تو مشتری بیع سے مانع نہ ہوگا نہ ظہور العذر جو نقصان مین اسکو نفع پہونچتا ہوگا کذا فی الطحطاوی او مات العبد المراد ہلاک المبیع
عند المشتری او اعتقہ او دبرہ او استولدہا او وقفہ قبل علمہ بعیبہ یا غلام مرگیا موت سے یا عیب سے ہلاک مبیع مراد ہے مشتری کے پاس خواہ مبیع آدمی ہو
یا غیر اسکا یا غلام کو مشتری نے آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو حرم بنایا یا مبیع کو وقف کیا اسکے عیب دریافت ہونے سے پہلے او کان المبیع طعاما فاکلہ کلہ
او بعضہ او اطعمہ عبدہ او مدبرہ او ام ولدہ او لبس الثوب حتی تخرق فانہ یرجع بالنقصان استحسانا عندہما وعلیہ الفتوی بحر وعندہ لا یرجع وبالبقی لا یرجع
بنقصان ما اکل وعلیہ الفتوی اختیار وقہستانی یا مبیع طعام تھا سو مشتری نے اسکو سب یا تھوڑا کھایا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد کو کھلایا یا کپڑا پہنا
یہانتک کہ پھٹ گیا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لیگا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت
یہ ہے کہ باقی کو پھیر دے اور جسقدر کھا لیا ہے اسکے نقصان کو پھیرلے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاختیار والقہستانی ہم جیسے اعتاق اور تدبیر اور استیلاد
او روقف مین شرط ہے کہ یہ افعال قبل علم بالعیب ہون ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب مین بھی شرط ہے کہ قبل علم بالعیب ہون چنانچہ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہے
تو شارح کو مناسب تھا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد ذکر کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوی فقط اکل طعام مین ہے اور شارح کے بیان سے
معلوم ہوتا ہے کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ مین فتوی ہے اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق مین استحسان کہا ہے اور ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی مین یون
تصریح ہے کہ استحسان عدم رجوع ہے اور یہی قول ہے امام اعظم کا کذا فی الحلبی ولو کان فی وعاءین فلہ رد الباقی بحصتہ من الثمن اتفاقا ابن کمال وابن ملک زیلعی وقلت
فعلی ما فی الاختیار والقہستانی یترجح القیاس فتنبہ اور اگر طعام دو برتنون مین ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پھیر دینا اسکے حصہ کے موافق ثمن کر
باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح وابن ملک اور یہ مسئلہ اسی باب مین آویگا مین کہتا ہون جو
اختیار اور قہستانی کی عبارت کے قیاس راجح ہوگیا سو خبردار ہو جا ہم قیاس یعنی رجوع نقصان یہی قول صاحبین ہے یہان شارح کا بیان ہدایہ اور
عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی کے موافق ہوگیا کہ قول صاحبین قیاس ہے نہ استحسان کذا فی الحلبی ولو اعتقہ علی مال او کاتبہ او قتلہ او ابق
او اطعمہ طفلہ او امراتہ او مکاتبہ او ضیفہ مجتبی بعد اطلاعہ علی العیب کذا ذکرہ المصنف تبعا للعینی فی الرمز لکن ذکر فی المجمع فی الجمیع قبل رؤیتہ واقرہ
شراحہ حتی العینی فیفید البعدیۃ بالاولیۃ فتنبہ لا یرجع لتعذر الامتناع الرد بفعلہ اور اگر مشتری نے غلام کو بعوض مال کے آزاد کیا یا اسکو مکاتب
کیا یا مار ڈالا یا وہ بھاگ گیا یا کھانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلایا کذا فی المجتبی بعد مطلع ہونے مشتری کے عیب پر
ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین تابع ہو کر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق مین لیکن مجمع مین جمیع مسائل مین قبل رویت کو ذکر کیا ہے
اور اسکے شارحین نے اس قید کو مسلم رکھا ہے یہانتک کہ عینی نے بھی شرح مجمع مین تو کلام عینی مین بعد بمعنی اول کے ہو سکے گی خبردار رہنا

تو مسائل مذکورہ میں مشتری کچھ بھی رجوع نہیں کرسکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اسکے فعل سے ہم عینی کے کلام میں تناقض ہے شرح کنز میں بعد بیت مذکورہ کے
اور شرح مجمع میں قبل روایت حلیمی کے کہا اور یہی صحیح ہے و الان مسائل میں یعنی ہتناف بالمال سے آخر تک کے مسائل سابقہ میں یعنی بیع اور ہبہ اور اعتبار
اور بہر میں کچھ فرق نہیں رہتا والاصل ان کل موضع للبائع اخذہ معیبا لا یرجع باخراجہ عن ملکہ و الا رجع اختیار اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جہانکہ
بائع کو مبیع کا باعیب لینا درست ہے تو وہاں مشتری ثمن کو بقدر نقصان پھیر لے نہیں سکتا بسبب اخراج مبیع کے اپنی ملک سے و الا پھیر سکتا ہے کذا فی الاختیار
ہم بحر الرائق میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ جب رد مبیع ممتنع ہو مشتری کے فعل مضمون سے چنانچہ قتل کرلینا غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع
ہے اور جب رد ممتنع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے ہو مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک ہونا آفت آسمانی سے یا مبیع کا کم ہوجانا یا زیادہ ہوجانا اسطرح کہ
کہ مانع رد ہو یا اعتاق اور تدبیر اور استیلاد تو رجوع بالنقصان ممتنع نہیں کذا فی الطحطاوی و فیہ القدوری علی قولہما فی الاکل و اقرہ القہستانی اور خزانہ میں ہے کہ فتوی
صاحبین کے قول پر ہے اکل طعام میں اور ثابت رکھا ہے اسکو قہستانی نے ہم ذکر فتوی عنقریب مذکور ہوچکا تو مکرر ہوگیا اشتری نحو بیض او بطیخ کجوز و قثاء فکسرہ
فوجدہ فاسدا ینتفع بہ ولو علفا للدواب فلہ ان لم یتناول منہ شیئا بعد علمہ بعیبہ نقصانہ خرید کی انڈے اور خربوزہ سے کسی مانند کوئی چیز
چنانچہ اخروٹ یا ککڑی پھر اسکو توڑا تو ایسا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہے اگرچہ جانوروں کا چارہ ہوسکے تو اسکو بقدر نقصان ثمن پھیر لینا جائز ہے
اگر اس میں سے بعد عیب دریافت ہونے کے کچھ نہ کھایا ہو یعنی بعد جکہ لینے کے کچھ پھیر لینا درست نہیں کذا فی النہر الا اذا رضی البائع بہ کذا عیب کہ بائع
اسکے پھیر لینے پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہیں ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فلہ ردہ اور اگر مشتری اسکا عیب جان گیا قبل اسکے توڑنے کے
تو اسکو پھیر دینا جائز ہے وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع اور اگر لائق انتفاع نہو اسطرح کہ انڈا گندا ہو یا ککڑی کڑوی ہو
یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہے بسبب باطل ہونے بیع کے اسواسطے کہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہیں کذا فی النہر ولو وجد
البعض فاسدا جاز بحصتہ عند ہما نہر اور اگر اکثر انڈوں اور خربوزوں کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی النہر
ہم دیا میں ہے کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہ ہے جس سے اخروٹ خالی نہوتے ہوں عادت میں چنانچہ سو میں ایک اور دو تو ایک دس میں کثیر ہے چنانچہ
قنیہ میں ہے صحیح اور شرنبلالی نے کہا کہ تین عفو ہیں یعنی سو میں کذا فی النہر الفائق و فی المجتبی لو کان سمنا ذائبا فاکلہ ثم اقر بائعہ بوقوع فارۃ فیہ رجع بنقصان العیب
عندہما و بہ یفتی اور مجتبی میں ہے کہ اگر گھی پگھلا ہوا ہو اور اسکو مشتری نے کھایا پھر اسکے بائع نے اسمیں چوہے گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو
پھیر لے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے ہم یعنے ظاہر گھی کی قیمت کیجائے پھر نجس گھی کی جو اس نجاست سے نجس ہوگیا ہو پھر قدر تفاوت کے
بائع سے پھیر لے کذا فی الطحطاوی وباع ما اشتراہ فردہ المشتری الثانی علیہ بعیب ردہ علی بائعہ لو ردہ علیہ بقضاء لانہ فسخ مالم یحدث
عیب آخر عندہ فلہ یرجع بالنقصان مثلاً زید نے بیچا اسکو جسکو خرید کیا تھا خالد سے سو مشتری ثانی نے زید کو وہ چیز پھیر دی بسبب عیب کے
تو زید اسکے بائع کو یعنے خالد کو پھیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی ہوا ہو اسواسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہے اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا
عیب سوا اسے عیب قدیم کے نہ پیدا ہوگیا ہو تو اب مشتری ثانی نقصان پھیر لیگا ہم مشتری ثانی کے رد بیع کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی ہم
مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اسکے پاس پیدا ہوا اور اسنے عیب قدیم کا نقصان پھیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اسکے بائع
سے یعنے مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہیں پھیر سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک پھیر سکتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الجوہرۃ و ہذا لو
بعد قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقا فی غیر العقار کالرد بخیار رویۃ او شرط اور یہ لینے رد بیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا اسوقت ہے جب کہ
مشتری ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو سو اگر مشتری ثانی نے بیع کو قبل قبض کرنے کے پھیر دیا تو مطلقاً خواہ بقضاء ہو یا برضا پھیر سکتا ہے

غیر راضی ہین مانند رد خیار الرویۃ او خیار شرط کے کذا فی الدرر ھم یعنے اگر مشتری ثانی نے خیار الرویۃ یا خیار شرط مین مبیع کی تو مشتری اول کو بھی پھیر دینا بائع پر مطلقاً جائز ہو خواہ اقتضا ہو یا برضا تو تشبیہ ہر رد مطلق مین اور راضی کو دو سوائے اسکے مستثنا کیا کہ اسمین مشتری اول بائع پر رد نہین کرسکتا بدون حکم قاضی کذا فی الحاوی و لہذا اذا باعہ قبل اطلاع علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقاً بحر اور یہ اسلئے جائز ہو کہ اسوقت ہو جب کہ مشتری اول نے اسکو بیچا ہو عیب پر مطلع ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیچ کی تو مطلقاً رد جائز نہین کذا فی البحر یعنے اگر چہ بحکم قاضی ہو اسواسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہو رضامندی کی و ہذا فی غیر النقدین لعدم تعینھا فلہ الرد مطلقاً شرح مجمع اور یہ یعنے تفصیل مذکور وہیں ہین باعتبار قضا اور رضا کے نقدین کے غیر مین ہو لیکن بیع متعین ہونے نقدین کے بیچ مین تو نقدین مین مطلقاً رد بیع جائز ہو کذا فی شرح المجمع ھم بحر الرائق مین ہو کہ مبیع مین عین ہونے کی قید لگائی تا درست سے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ اسمین رد بیع فسخ ہو بلا فرق قضا و رضا اسواسطے کہ دینار متعین نہین عقود مین توجبکہ دینا پھر دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے پھر مشتری ثانی نے دینار مین عیب پایا اور اسکو پھیر دیا تو مشتری اول بائع کو پھیر دے کذا فی الحاوی ولو رد و برضاہ بلا قضاء لا وان لم یحدث مثلہ فی الاصح لانہ اقالۃ اور اگر مشتری ثانی نے مبیع کو مشتری اول کی رضامندی سے پھیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول اسکو بائع پر نہین پھیر سکتا اگرچہ وہ اسا عیب ہو کہ اسکا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول صحیح مین اسواسطے کہ وہ اقالہ ہو اور وہ بیع جدید ہو ثالث کے حق مین بائع کے حق مین کذا فی النہر ھم اور قول غیر اصح یہ ہو کہ جو عیب حادث نہو سکتا ہو جیسا انگلی زائد انگلی تو اسکو مشتری اول بائع پر پھیر سکتا ہو اسواسطے کہ یقین ثابت ہو کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تھا کذا فی الفتح ادعی عیبا موجبا للفسخ او حط الثمن بعد قبضہ المبیع لم یجبر المشتری علی دفع الثمن للبائع بل یبرھن المشتری لاثبات العیب او حلف بائعہ علی نفیہ ویدفع الثمن ان لم یکن شہود مشتری نے دعوی کیا اس عیب کا جو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہو بعد قبضہ کر لینے مبیع کے تو مشتری پر جبر نہ کیا جائیگا بائع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اسکا قسم کھاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہون وان ادعی غیبۃ شہودہ دفع الثمن ان حلف بائعہ اور اگر مشتری نے اپنے گواہون کی عدم حضوری کا دعوے کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کھائی ہو ھم اگر مشتری اسکے بعد گواہ لاویگا تو ثمن پھیر دیا جائیگا ولو قال احضرھم الی ثلثۃ ایام اجل اور اگر مشتری نے کہا کہ مین گواہون کو حاضر کرتا ہون تین دن تک تو قاضی اسکو مہلت دے ولو قال لا بینۃ لی فحلفہ ثم اتی بہا قبلت خلافا للخانیۃ فتح اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور قاضی نے بائع سے قسم لی پھر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہوگی بخلاف صاحبین کے کذا فی الفتح ولزم العیب بنکولہ ای البائع عن الحلف اور عیب لازم ہوگا بائع کے قسم نہ کھانے سے اسواسطے کہ انکار قسم حجت ہو جب حد ود کے کذا فی البحر ادعی المشتری اباقا ونحوہ مما یختلف صغرا و کبرا کہ وجود العیب عندہا کبول و سرقۃ و جنون لم یحلف بائعہ حتی یبرھن المشتری انہ ابق عندہ فان برھن حلف بائعہ باللہ ما ابق و ما سرق و ما جن [illegible] بلغ مبلغ الرجال لاختلافہ صغرا و کبرا مشتری نے غلام کے بھاگنے کا دعوے کیا اور کہا کہ اسمین وہ عیب ہو جسکے پھیر دینے کے واسطے وجود عیب عاقدین کے پاس شرط ہو جیسا پیشاب اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ دیا جائیگا اسکے بائع سے سبب دعوے اس عیب کے بالفعل موجود [illegible] مشتری گواہ لاوے پھر اگر غلام بھاگ گیا مشتری کے پاس سے تو اگر یہ امر گواہی ثابت کریگا تو قاضی صاحبین کے نزدیک بائع سے [illegible] قسم لیگا اللہ کی کہ وہ کبھی نہین بھاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جب غلام سن بلوغ کو پہونچا قسم کھائی کہ قسم خدا کی وہ نہین بھاگا جب کہ وہ حد بلوغ کو پہونچا اسبب مختلف ہونے کے کہ طفلی اور جوانی [illegible] عیب ہو [illegible] ابقا ھم اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اس سے سوال ہوگا کہ تیرے پاس بھی یہ عیب موجود تھا اگر اسکا بھی اقرار کیا تو پھیر دیا جائیگا [illegible] اور اگر وجود عیب کا اسکے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہونگے اسپر کہ یہ عیب بائع کے پاس [illegible] پھیر دیا جائیگا

اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کذا فی النہر واعلم ان العیوب انواع خفی کا باقی یعلم جلیہ معلوم کرو کہ عیب چند قسم ہیں ایک قسم کا عیب مخفی ہے
چنانچہ یہ اگنا اور اسکا حکم معلوم ہوچکا ہم یوں معلوم ہوچکا کہ کا پیٹ متفق ہونا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہے اور کا پیٹ شرط نہیں ہے جو
اسکا اختیار ہے قبول اور رد میں مگر جبکہ دوسرا عیب اسکے پاس پیدا ہو کما تقدم گر یعنی کے مانند وہ عیب ہے جو معلوم نہو بدون تجربہ اور آزمائش کے چنانچہ سرقہ اور پیشاب
فی الفراش اور جنون کذا فی الطحطاوی وظاہر کعورہ وصمم واصبع زائدۃ او ناقصۃ فیقضی بالرد بلا یمین بالیقین بہ اذا لم یدع الرضی بہ اور دوسری قسم عیب ظاہر ہے
چنانچہ یک چشمی اور گنگی اور زیادہ یا کم انگلی تو قاضی رد بیع کا حکم کرے بدون قسم لینے بائع کے بسبب متیقن ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس
جبکہ بائع نے یہ دعوی نہ کیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہوگیا تھا ہم اسی طرح اگر بائع نے دعوی کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تھا خرید
وقت یا اسنے ابراء عیب کا دعوی کیا سو اگر اسکا دعوی ثابت ہوا گواہوں سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہیں ہو سکتا والا مشتری سے قسم
لیجائیگی پھر اسنے اگر قسم کھائی تو پھیر دے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہے کذا فی النہر ومالا یعرفہ الا الاطباء کالکبد فیکفی قول عدل والاثنان احوط
قول عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہیں جانتا سوا اطباء کے چنانچہ درد جگر تو کفایت کرتا ہے ایک عادل طبیب کا قول اور اس عیب کے
ثابت کرنے کے واسطے اسکے بائع کے پاس دو عادل طبیبوں کا قول کافی ہے اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اسکو دریافت کرے کذا فی النہر عن البدائع
ومالا یعرفہ الا النساء کرتق فیکفی قول الواحدۃ ثم یحلف البائع عینی اور چوتھی قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہیں جانتا مگر عورتیں چنانچہ عورت کی شرمگاہ کی
بستگی تو ایک عورت کا قول کافی ہے پھر بائع سے قسم لیجائیگی کذا فی العینی ہم عینی میں یوں مذکور ہے کہ تمام عیب باقی احتمال میں ایک ثقہ عورت کا قول
کافی ہے پھر اگر یہ اختلاف بعد قبض کے ہے تو رد بیع نہیں عورتوں کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضرور ہے کذا فی الطحطاوی قلت وبقی خامس ما لا یطلع [illegible]
وانسار قفی شرح قاضی خان اشتری جاریۃ وادعی انہا خنثی [illegible] حادث البائع میں کہتا ہوں باقی رہی پانچویں قسم عیب کی [illegible]
قاضی خان کی شرح میں ہے کہ خرید کی لونڈی اور مشتری نے دعوی کیا کہ وہ خنثی ہے تو اسمیں بائع سے قسم لیجائے [illegible]
تو پھر قسم بائع الفصال کا کوئی طریقہ نہیں استحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل لتفرق الصفقۃ [illegible]
کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی اور مثلی میں مختار ہے [illegible]
پھیر دے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے ہم کل ثانی سے کل مبیع مراد نہیں جیسا بعضوں نے سمجھا ہے اسواسطے کہ بعض مستحق ہیں [illegible]
ہے کذا فی الطحطاوی وان بعدہ خیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعیض القیمی عیب لا المثلی کما مر اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو مشتری مختار ہے قیمی میں
نہ غیر قیمی میں اسواسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہے نہ مثلی چنانچہ اوپر گذرا ہم یعنی اگر استحقاق سے باقی میں عیب پیدا ہو چنانچہ گھر یا زمین یا غلام یا مشتری
باقی میں مختار ہے چاہے اسکے حصے کے موافق ثمن دیکر لے چاہے پھیر دے اور اگر مبیع دو چیزیں ہوں جو بمنزلہ شئ واحد کے ہیں حکم میں پھر ایک چیز مستحق نکلی تو کل
باقی میں اختیار ہے اور اگر استحقاق سے عیب نہ ثابت ہوتا ہو باقی میں چنانچہ مبیع دو کپڑے یا دو غلام ہوں پھر ایک مستحق نکلے یا اناج کا ڈھیر ہو اور اسمیں بعض
غیر ہو تو اسکی تبعیض میں ضرر نہیں تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہے اسمیں اختیار پھیرنے کا نہیں کذا فی المنح وان اشتری شیئین فقبض احدہما
دون الآخر فحکمہ حکم ما قبل قبضہما فلو استحق او تعیب احدہما خیر اور اگر دو چیزیں خریدیں سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر تو اسکا حکم وہ ہے جو
ما قبل قبض کا حکم ہے یعنی اگر ایک میں استحقاق یا عیب ثابت ہو تو مشتری مختار ہے وہو ای خیار العیب بعد رؤیۃ العیب علی التراخی علی المعتمد
وما فی الحاوی غریب بحر اور وہ یعنی خیار العیب بعد دیکھنے عیب کے تراخی پر ہے یعنی فی الفور نہیں بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی میں ہے سو غریب
ہے یعنی قول ضعیف ہے کذا فی البحر ہم حاوی میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد عیب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھ لیا تو یہ رضامندی ہے یعنی اب

اسکو پھیرنے کا اختیار نہیں کذا فی الحلبی فلو خاصم ثم ترک ثم عاد وخاصم فله الرد مالم یوجد مبطله کدلیل الرضی فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے
جھگڑا کیا پھر جھگڑا چھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے تا وقتیکہ مبطل خیار نہ پایا گیا ہو جیسا کہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح
وفی الخلاصۃ لو لم یجد البائع حتی ہلک رجع بالنقصان اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہانتک مبیع ہلاک ہوئی تو بقدر
نقصان ثمن سے پھیر لے واللبس والرکوب والمداواۃ له رضی بالعیب الذی یداویه فقط مالم ینقصه برجندی اور پہننا اور سوار ہونا رضا کا
ہے عیب کی اور مبیع کی دوا کرنا یعنے مبیع کو علاج میں صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اسی عیب کی جسکی دوا کی تا وقتیکہ دوا سے اسکو ناقص نہ کر دیا ہو
کذا فی البرجندی ثم یعنے اگر مبیع غلام ہو اور مشتری نے اسکے عیب کی دوا کی تو یہ رضا ہے کیونکہ یہ دلیل ہے اسکے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام میں دو بیماریاں ہوں اور
ایک بیماری کی اسنے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب سے اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہ ہو گیا ہو جیسا کہ غلام کے ہاتھ میں درد تھا
اور اسکی دوا سے ہاتھ اسکا شل ہو گیا یا آنکھ میں اسکی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ پھوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب سے اسکو پھیر نہیں سکتا اسواسطے
کہ مشتری کے پاس اسمیں دوسرا نقصان پیدا ہو گیا کذا فی الطحطاوی وکذا کل مفید رضی بعد العلم بالعیب یمنع الرد والارش اور اسی طرح ہر قول اور فعل
جو مفید ہے رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور بقدر نقصان ثمن پھیر لینے کا مانع ہے ومنه العرض علی البیع الا الدراہم اذا وجدہ زیوفا
فعرضها علی البیع فلیس برضی لعرض ثوب علی خیاط لینظر ایکفیه ام لا او عرضه علی المقومین لیقوم اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہے مبیع کا بیچنے کے
واسطے سوا درہم کے جب کہ انکو کھوٹا پایا پھر انکو بیع کے واسطے پیش کیا تو یہ پیش کرنا رضامندی نہیں جیسا کہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے
کہ اسکے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہیں یا سامنے کرنا مبیع کا قیمت والوں کے آگے تا اسکی قیمت ٹھہرائی جاوے رضامندی نہیں ثم اور منجملہ دلائل رضامندی کا
اجارہ اور رہن اور کتابت ہے بعد اطلاع عیب کے اور صحیح یہ ہے کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہے نہ اول بار کا استخدام کذا فی النہر ولو قال له البائع أتبیعه
قال نعم لزم ولو قال لا لا لان نعم عرض علی البیع ولا تقریر للملک بزازیه اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اسکو بیچتا ہے اسنے کہا ہاں تو بیع لازم ہو گئی اب
خیار العیب سے نہیں پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہیں تو بیع لازم نہیں اسواسطے کہ ہاں کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہیں کہنا بائع کی ملک
ثابت رکھنا ہے کذا فی البزازیہ یعنے یہ چیز میری مملوک نہیں اسواسطے کہ میں اسکو پھیر دونگا بلکہ یہ تیری ملک ہے لا یکون رضی الرکوب للرد علی البائع او لشراء
العلف لها او للسقی والحال ان المشتری لا بد له منه ای الرکوب لعجز او صعوبة رضامندی نہیں سوار ہونا بائع کو پھیر دینے کے واسطے یا جانور کے
چارہ خریدنے کے واسطے یا اسکو پانی پلانے کے واسطے اور حالانکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے ثم یعنے
مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہیں جا سکتا یا جانور سرکش ہے کہ بدون سوار ہوئے کے نہیں ٹھہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی کی
نہیں تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہے وہل ہو قید للاخیرین او للثلاثة استظہر البرجندی الثانی واعتمدہ المصنف تبعا للدرر والبحر والعینی وغیرہم
الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنے چارہ خریدنے اور پانی پلانے کی قید ہے یا تینوں کی قید برجندی نے ثانی کو قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے
اعتماد کیا ہے اپنی شرح میں درر اور بحر الرائق اور عینی کا تابع ہو کر اور انکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے ثم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا لا بد له منه
قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے انتہی تو اول سے اخیرین مراد ہیں اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر شارح بجائے اول
ثانی کہتا تو بہتر تھا یعنے تا خلاف متبادر نہ ہوتا خلاصہ یہ ہے کہ بیان دو قول ہیں ایک قول میں اطلاق ہے اور دوسرے میں تفصیل ہے کذا فی الطحطاوی ولو قال له
البائع رکبتها لحاجتک وقال المشتری لا بل لاردها فالقول للمشتری بحر اور بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کے واسطے اور مشتری
نے کہا نہیں بلکہ اسکے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر وفی الفتح وجد بها عیبا فی السفر فحملها فهو معذور اور فتح القدیر میں کہا

کر جانور میں عیب پایا حالت سفر میں پھر اسپر بوجھ لادا تو معذور ہے یعنی بعد سفر کے اسکو پھیر سکتا ہے ہم طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ بوجھ لادنے سے
پھیر نہیں سکتا ہو اگرچہ اسباب کے راہ میں ڈال دینے سے خوف تلف ہو جانے کا ہو اور قول شارح یہ ہے کہ پھیر سکتا ہو تو قیاس اسکے پارہ لادنے سے یہ نتیجہ
تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدیر کی ضعیف ہے **اختلفا بعد التقابض فی عدد المبیع** او اعدام ستعدد لیتوزع الثمن علی القدیر الرد او فی عدد المقبوض
فی القول للمشتری لانہ قابض والقول للقابض مطلقا قدرا او صفۃ او تعیینا اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد قابض ہونے کے مبیع کے
عدد میں کہ ایک ہو یا چند عدد ہوں تاکہ قیمت منقسم ہو جاوے سبب پھیرنے کی صورت میں یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار میں تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ
قابض ہے اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہے ہر طرح سے مقدار مبیع میں یا اسکی صفت میں یا تعیین میں ہم عدد مقبوض کے اختلاف کی یہ صورت ہے کہ دو غلام خریدے
بائع نے مشتری سے کہا کہ تو نے دونوں غلام قبض کیے اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبضہ نہیں کیا مگر ایک غلام پر ولو جاء لیردہ بخیار شرط او رویۃ فقال
البائع لیس ہو المبیع فالقول للمشتری فی تعیینہ ولو جاء لیردہ بخیار عیب فالقول للبائع کما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فتح تو اگر لایا مشتری ایک مبیع کو
پھیرنے بسبب خیار الشرط کے یا خیار الرویۃ کے اور بائع نے کہا کہ یہ وہ مبیع نہیں تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسکی تعیین میں اور اگر لایا اسکو پھیرنے
خیار العیب کے سبب تو بائع کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونوں نے مبیع کے طول وعرض میں اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہوگا کذا فی الفتح ہم خلاف طول اور
عرض کا اختلاف صفت میں داخل ہے تو اسمیں مشتری کا قول معتبر ہے چنانچہ نہر الفائق کی شرح حموی میں ہے ہم بحر سے نقلا فالاشارح کذا فی الطحطاوی
واشتری عبدین ای شیئین ینتفع باحدہما وحدہ صفقۃ واحدۃ خریدے دو غلام یعنی دو چیزیں ہم صفقہ واحدہ خریدے ہیں کہ ان میں سے فقط ایک
چیز سے انتفاع متصور ہو ہم شارح نے تصریح کردی کہ ذکر دو غلاموں کا متن میں بطور مثال ہے یہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہ صورت ہے کہ دونوں کا ثمن جدا
نہ کہا ہو یا اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پھیر دینا جائز ہے **وقبض احدہما ووجد باحدہما او بالآخر عیبا** الی الشئ المقبوض
اخذہما او ردہما اور دو چیزوں میں سے ایک پر قبضہ کیا اور دوسری یا دوسری چیز میں وہ عیب پایا جسکا مشتری کو علم ہو اگر قبضہ کرنے کے بعد تو دونوں کو
لے یا دونوں کو پھیرے ہم یعنی فقط عیب والی چیز کو پھیر یا رکھ لینا اور اقدر نقد ان کا ثمن کم کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ اسمیں تفریق صفقہ ہے قبل تمام ہونے کے
اسواسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے اور قبل قبض تفریق جائز نہیں **ولو قبضہما رد المعیب وحدہ لجواز التفریق بعد التمام** اور اگر دونوں
چیزوں پر قبضہ کر لیا تو فقط عیب والی چیز کو پھیر دے بیع سالم کے حصے کے موافق ثمن لیکر سبب جائز ہونے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہو جانے صفقہ کے اسواسطے کہ خیار العیب
میں صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر **کما لو قبض کیلیا او وزنیا** او زوجی خف ونحوہ کزوجی ثور الف احدہما بالآخر حیث لا یحل للسعہ وقید بقولہ
عیبا فانہ یرد کلہ او اخذہ بعیبہ لانہ کشئ واحد وہو فی وعائین علی الاظہر عنایۃ وہو الاصح برہان چنانچہ اگر قبضہ کیا کیلی چیز پر جیسے گیہوں اور جیا وزنی
چیز پر جیسا گھی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی جوڑی پر اور مانند اسکے چنانچہ بیلوں کی ایسی جوڑی کہ ایک بیل دوسرے بیل سے ہلا ملا گیا ہے کہ کام
نہیں کرتا بدون اسکے اور بعض کیلی اور زنی میں یا ایک موزے میں یا ایک بیل میں عیب پایا تو مشتری کو جائز ہے کہ سب کو پھیر دے یا عیب دار کو بھی رکھ لے
اسکے عیب کے ساتھ اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ شئ واحد کے مانند ہیں اگرچہ تول ناپ کی چیز دو برتنوں میں ہو بنا بر قول اظہر کے کذا فی العنایۃ اور یہی صحیح تر ہے
کذا فی البرہان **اشتری جاریۃ فوطئہا او قبلہا او مسہا بشہوۃ ثم وجد بہا عیبا لم یردہا مطلقا** ولو ثیبا خلافا للشافعی واحمد ولنا انہ
استوفی ماءہا وہو جزءہا خریدی کوئی لونڈی اور اس سے صحبت کی یا بوسہ لیا یا اسکو مساس کیا شہوت سے پھر اسمیں عیب پایا تو اسکو نہ پھیرے کسی طرح
اگرچہ وہ باکرہ نہ ہو بخلاف امام شافعی اور احمد کے اور ہماری یہ دلیل ہے کہ مشتری نے بسبب قربت کے اسکی منی نکالی اور منی اسکا جزو ہے
ہم یعنی اگر اب پھیر دے تو ایسا ہوگا گویا اس نے بعض مبیع کو لیا اور باقی کو پھیر دیا کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ اور تقبیل ومساس میں

اگرچہ رجوع منع نہیں لیکن چونکہ مقتضیٰ یہ ہے کہ وطی کا لعدم حکم وطی میں ہو تو لوانڈی زوجہ ان ثیبا ردہا وان بکرا لا اگر اور اگر قربت کرنے والا لونڈی کا زوج ہو اگر وہ ثیبہ ہو تو اسکو پھیر دے اور اگر باکرہ ہو تو نہ پھیرے کذا فی البحر ورجع بالنقصان لامتناع الرد یعنی اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیرے

بسبب جائز ہونے پھیر دینے کے وفی المنظومة المحبیة لو شرطہا بکرا فبانت ثیبا لم یردہا بل یرجع بما بین ہما النقصان لان ہذا العیب وفی الحاوی وما تقدم الثیوبة

لیست بعیب الا اذا شرط البکارة فیرد بالعدم المشروط اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اسکو

نہ پھیرے بلکہ جو ان میں ہے نقصان اس عیب کا پھیرے اور حاوی اور ملتقط میں ہے کہ ثیبہ ہونا عیب نہیں ہے مگر جب کہ بکارت شرط کی ہو تو اسکو پھیر دے

اگر ثیبہ ہو بسبب نہ ہونے مشروط کے اور منظومہ کی روایت میں مراد یہ ہے کہ اسکا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہوتا اقبل کے موافق ہو جاوے اور حاوی اور ملتقط

کی روایت میں محمول ہے کہ اسکا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہوا ہو سو تو اب دونوں روایتوں میں تعارض نہ رہا کذا فی الطحطاوی الا اذا قبلہا

البائع لان الامتناع لحقہ فاذا رضی زال الامتناع ولو عاد الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب الحادث عاد المنوع بزوال المانع وفیرد المبیع

النقصان علی الراجح نہر مگر جبکہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اس لونڈی کو قبول کیا تو پھیر دینا جائز ہوا واسطے کہ امتناع رد بسبب بائع کے حق کے

تھا سو جبکہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا پھر جائز ہو گیا اسبب عیب قدیم کے بعد زائل ہونے عیب حادث کے لیا واسطے عود کرنے

ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو مبیع کو اب پھیر دے نقصان کے اعتبار پر قول راجح کے کذا فی النہر ہم نقصان کے ساتھ پھیرے

یعنی جبکہ پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تھا اب عود ثمن کو پھیر دے کذا فی الطحطاوی ولو ظہر عیب کمشتری فی البائع الغائب

واثبتہ عند القاضی فوضعہ عند عدل فہلک ہلک من المشتری الا اذا قضی القاضی بالرد علی بائعہ لان القضاء علی الغائب لا یصح لہ ثم نفذ علی الاصح

اور ظاہر ہوا عیب اس چیز میں جو خریدی ہوئی تھی بائع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے مبیع کو شخص معتمد

کے پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہوئی تو مشتری کا مال ہلاک ہو گا نہ بائع کا مگر جبکہ قاضی اسکے پھیر دینے کا بائع پر حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہو گا

اسواسطے کہ قضا علی الغائب بلا حضور نائب کے نافذ ہو جاتی ہے بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر ہم نفاذ قضا علی الغائب میں دو روایتیں ہیں اور معتمد دونوں میں نفاذ کی

روایت کی تصحیح ہے اور کتاب القضا میں عدم نفاذ کی روایت کی تصحیح شرح حموی میں ہے کہ فتاویٰ کا امر فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی

غیر حنفی المذہب مراد ہے جسکے مذہب میں قضا علی الغائب جائز ہو اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کیونکر اپنی رائے پر قرار دے سکے حالانکہ اسکے واسطے

کوئی رائے نہیں باوجود اعتقاد کرنے اپنی امام کے مذہب کے کذا فی الطحطاوی ملخصا قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع کقتل او

ردة او قطع او سرقة رجع بنصف ثمنہ فی القطع واخذ ثمنہا او ثمن المقطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اسکا ہاتھ کاٹا گیا اس سبب

جو واقع ہوا تھا بائع کے پاس چنانچہ قتل یا ارتداد یا سرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونوں کا ثمن پھیر لے یعنی مقطوع اور مقتول کا

ثمن یا مقطوع کو رکھ لے اور اسکا نصف ثمن بائع سے پھیر لے کذا فی المجمع ہم اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونوں کے پاس چوری کی اور مشتری کے

پاس اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان کے ثمن پھیر لے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیر لے اور اگر بائع اسکا پھیرنا قبول کرے

تو پورا ثمن پھیرے کذا فی الطحطاوی عن البحر و تداولتہ الایدی فقطع عند الاخیر او قتل رجع الباعة بعضہم علی بعض وان علموا بذلک لکونہ کالاستحقاق

لا کالعیب خلافا لہما اور اگر اسکی بیع چند بار دست بدست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا تو بعض بائعین بعض سے

رجوع کریں یعنی ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیرے اگرچہ انکو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے مانند استحقاق کے

نہ مانند عیب کے بخلاف صاحبین کے ہم یعنی جیسے علم بالاستحقاق بائع رجوع نہیں ویسے ہی اسکا علم بھی مانع رجوع نہیں اور صاحبین کے نزدیک

مشتری کو اختیار ہے چاہے بائع سے ثمن پھیر لے اور وہ اپنا مال لے لے نہ پھیرے اس واسطے کہ وہ بمنزلہ بیع کے ہے کذا فی الاصلاح وصح البیع بشرط البراءۃ من کل عیب وان لم یسم خلافا للشافعی لان البراءۃ عن الحقوق المجہولۃ لا تصح عندہ وتصح عندنا لعدم افضائہا الی المنازعۃ ویدخل فیہ الموجود والحادث بعد العقد قبل القبض فلا یرد بعیب اور صحیح ہے بیع بشرط بری الذمہ ہونے کے ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو تعیین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی کے اس واسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے انکے نزدیک صحیح نہیں اور ہمارے نزدیک صحیح ہے اس واسطے کہ عدم تعیین براءت میں منازعت کو نہیں پہونچاتی اور اس بیع میں داخل ہے وہ عیب جو موجود ہو قبل عقد کے اور جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو مشتری مبیع کو پھیر نہیں سکتا اور براءت عیب کی یہ صورت ہے کہ بائع نے مشتری کو کہا میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ میں بری الذمہ ہوں ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اسکو پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ غرض اس شرط سے یہ ہے کہ عقد لازم ہو جائے اور مشتری کا حق درباب سلامت عیب ساقط ہو اور یہ حاصل نہیں ہوتا اگر عیب قدیم اور زیادہ حادث کی براءت سے خواہ بائع عیب کا عالم ہو یا نہو اور مشتری اسکا واقف ہو یا نہو اسکی طرف اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو وخصہ محمد ومالک بالموجود کقولہ من کل عیب بہ او محمد اور امام مالک نے براءت کو عیب موجود کے ساتھ مخصوص کیا ہے نہ عیب حادث کے ساتھ چنانچہ یوں کہنا بائع کا کہ میں بری الذمہ ہوں اسکے ہر عیب سے جو موجود کے ساتھ بالاتفاق مخصوص ہے تو اس میں عیب حادث بالاجماع داخل نہیں کذا فی البحر یعنی اگر بعد عقد قبل قبض کوئی عیب پیدا ہوگا تو اس صورت میں مشتری پھیر سکتا ہے وبقول مالک ... صحح عند الثانی وفسد عند الثالث نہر اور اگر بائع نے کہا کہ میں بری الذمہ ہوں ہر عیب سے جو پیدا ہو تو بیع صحیح ہے ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہے بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اس واسطے کہ ابرا محتمل اضافت کا نہیں تو یہ شرط فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہ دلیل ہے کہ غرض اس سے ایجاد بیع ہے اس طرح پر کہ استحقاق سلامت عیب سے اس میں نہ رہے کذا فی الحلبی ابرأہ من کل داء فہو علی المرض وقیل علی ما فی الباطن وتبعہ المصنف تبعا للاختیار والجوہرۃ لانہ المعروف فی العادۃ وما سواہ فی العرف مرض بائع نے ابرا کیا ہر داء سے تو وہ مرض پر محمول ہے اور بعضوں نے کہا کہ باطن کے مرض پر محمول ہے اور یہی قول ثانی ہے مصنف نے اعتماد کیا ہے اختیار اور جوہرہ کا تابع ہو کر اس واسطے کہ لفظ داء عادت میں مرض باطنی میں مشہور ہے اور سوا بیماری باطن کے عرف میں مرض مشہور ہے ہم سبب مشہور یہی ہے کہ داء مطلق مرض ہے اس واسطے کہ لغت میں داء ... لیکن عرف میں پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہیں چنانچہ تلی یا فساد پیٹ کی بیماری کذا فی المنح ولو ابرأہ من کل غائلۃ فہی السرقۃ والاباق والزنا اور اگر بائع نے ابرا کیا ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہے ہم ہر چند لغت میں غائلہ بمعنی شر اور بدی کے ہے لیکن یہ تخصیص عرفی ہے اس واسطے کہ مدار احکام عرف پر ہے مشتری عبدا فقال لمن ساومہ ایاہ اشترہ فلا عیب بہ فلم یتفق بینہما البیع فوجد مشتریہ بہ عیبا فلہ ردہ علی بائعہ بشرطہ ولا یمنعہ من الرد اقرارہ السابق بعدم العیب لانہ مجاز عن الترویج خرید کیا غلام کو پھر مشتری نے اس سے کہا جو اس خریداری کی گفتگو کرتا تھا کہ تو اس غلام کو خرید کر اس میں کوئی عیب نہیں پھر دونوں میں بیع کا اتفاق نہوا پھر مشتری نے اس غلام میں عیب پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اسکے بائع کو رد بیع کی شرط کے موافق اور پھیر دینے کا مانع نہوگا اسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اس واسطے کہ وہ مجاز ہے ترویج سے ہم یعنی آدمی عیب سے کمتر خالی ہوتا ہے تو قاضی یقین کریگا کہ یہ کہنا متعلق عیب کا ظاہر مراد نہیں لہذا اسکا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ مولی کا کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہیں بلکہ تقسیم پر محمول ہے اور رد بیع کی شرط گواہ ہیں یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذا فی الطحطاوی ولو عینہ ای العیب فقال لا عور بہ او لا شلل لا یردہ لاحاطتہ العلم بہ الا ان لا یحدث مثلہ کلا ... فوجدہ فلہ ردہ للتیقن بکذبہ اور اگر مشتری مذکور نے عیب کا نام لیا اور یوں کہا اس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہے کہ اس غلام میں عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہیں اور اسنے خرید کیا اور پھر یہی عیب اسمیں ظاہر ہوا تو اب مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا بسبب دریافت ... اس عیب کے بخوبی تمام

مگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہیں ہو جاتا دفعتاً چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ اسکی زائد انگلی نہیں پھر مشتری نے زائد انگلی اسمین پائی تو اسکو
اس صورت مین پھیر دینا جائز ہے باوجود نفی عیب مذکور کے بسبب یقین ہو جانے اسکے جھوٹ کے قال لآخر عبدی ہذا آبق فاشترہ منی فاشتراہ
وباعہ من آخر فوجدہ المشتری الثانی آبقا لا یردہ بما سبق من اقرار البائع الاول مالم یبرہن انہ ابق عندہ لان اقرار البائع
الاول لیس بحجۃ علی البائع الثانی لسکوتہ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہے تو اسکو مجھسے خرید لے سو اسنے اسکو مول لیا اور دوسرے
شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اسکو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اسکو پھیر نہیں سکتا بائع اول کے اسکے اقرار سے تاوقتیکہ گواہوں سے ثابت
نہ کرے کہ وہ اسکے پاس سے بھاگا اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہین بائع ثانی پر جسمین سے سکوت حاصل ہے اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول
اقرار کا مصداق نہیں ہوسکتا کذا فی الحدادی اشتری جاریۃ لہا لبن فارضعت صبیا لہ ثم وجد بہا عیبا کان لہ ان یردہا لانہ
استخدام مشتری کی شیر دار لونڈی سو اسنے دودھ پلایا مشتری کے لڑکے کو پھر اسمین عیب پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ دودھ پلوانا خدمت
لینا ہے اور خدمت لیکر پھیر دینا جائز ہے بخلاف الشاۃ المصراۃ فلا یردہا لان لبنہا وصار من ثمرتہا فیرجع بالنقصان علی المختار شرح مجمع وحررناہ فیما
علقناہ علی المنار بخلاف اس بکری کے کہ جسکو شیر بخشی سو اسکو بائع نے تھن باندھے یعنی دودھ روکا ہو اور دودھ والی ہونے کا گمان کرے اور مشتری
گمان کرے کہ بہت دودھ والی ہے تو اس بکری کو نہ پھیرے اسکے دودھ کے ساتھ یا اسکے نتاج کے ساتھ بلکہ بقدر نقصان ثمن پھیرے بقول مختار
کذا فی شرح المجمع اور تحقیق اسکی تحریر کی ہے منار کی شرح مین کما لو استخدمہا فی غیر ذلک لا تعتبر المسوط الا استخدام بعد العلم بالعیب لیس برضا استحسانا
لان الناس یتوسعون فیہ وہو للاختبار وفی البزازیۃ الصحیح انہ رضی فی المرۃ الثانیۃ الا اذا کان فی نوع آخر وفی الصغری انہ مرۃ لیس
برضی الا اذا کان علی کرہ من الخادم پھر چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے سوا دودھ پلوانے کے سو اسکے اور کسی کام مین تو پھیر دینا جائز ہے اور
مبسوط مین ہے کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہیں اسواسطے کہ استخدام مین لوگوں کے
نزدیک وسعت ہے تنگی نہیں اور استخدام آزمایش کے واسطے بھی ہوتا ہے کہ مملوک لائق کار ہے یا نہیں اور بزازیہ مین ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ دوبارہ خدمت
لینا رضامندی ہے مگر جبکہ مملوک سے دوسرے قسم کا کام لیا تو رضامندی نہیں اور صغری مین ہے کہ ایکبار خدمت لینا رضامندی نہیں مگر مملوک پر
زبردستی کرکے خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہے نہ غیر کی مملوک پر قال المشتری لیس بہ
اصبع زائدۃ او نحوہا مما لا یحدث مثلہ فی تلک المدۃ ثم وجدہ فذلک کان لہ الرد لاپین اگر مشتری نے کہا کہ بیع مین زائد
انگلی یا مانند اسکے ویسا عیب نہیں جو اتنی مدت مین پیدا ہوسکے پھر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جسکا وہ انکار کرچکا تو اسکو پھیر دینے کا
اختیار ہے بوجہ دوسری قسم کے دلیل گذشتہ یعنی نفی عیب مذکور مین کذب مشتری یقینی ہے کیونکہ انگلی اتنی مدت مین پیدا نہیں ہوسکتی تو معلوم ہوا
کہ عیب قدیم ہے جو بائع کے پاس موجود تھا باع عبدا وقال للمشتری برئت الیک من کل عیب بہ الا الاباق فوجدہ آبقا فلہ الرد
ولو قال الا اباقہ لا لانہ فی الاول لم یضف الاباق للعبد ولا وصفہ بہ فلم یکن اقرارا باباقہ للحال وفی الثانی اضافہ الیہ فکان اخبارا باباقہ
آبق فیکون راضیا بہ قبل الشراء خانیہ بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ مین بری الذمہ ہوا تیری جانب اسکے ہر عیب سے سوا گریختگی کے
پھر اسکو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اسکو پھیرنے کا اختیار ہے اور اگر اسنے کہا کہ مین اسکے ہر عیب سے بری الذمہ ہون سوا اسکے
بھاگنے کے تو پھیرنے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ پہلی صورت مین بائع نے گریختگی کی نسبت غلام کی طرف نہیں اور نہ اسکو موصوف بگریختگی کیا
تو اسکا قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار نہوا اور دوسری صورت مین گریختگی کو اسکی طرف نسبت کیا تو اسنے خبر کردی کہ وہ بھگوڑا ہے تو مشتری

راضی ہو چکا اس عیب سے قبل خریدنے کے کذا فی الخانیہ اور بعد رضا بالعیب رد مبیع نہیں رہا فقد انہیں وفیہا لو بری من کل حق ہو لہا دخل العیب
لاالدرک اور خانیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے قبل اسکے برات کی تو اس قول میں برات عیب داخل ہوگی نہ درک یعنی اگر مشتری
نے بائع سے کہا کہ میں نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اس میں عیب داخل ہے نہ درک یعنی اب وجود عیب سے پھیر نہیں سکتا ہے اور اگر مبیع مستحق
غیر ثابت ہوگا تو ضمان ثمن مشتری سے ساقط نہوگا یعنی اگر کفیل کفیل بالدرک سے کہا ہوگا تو کفالت باطل نہوگی شاید اسواسطے کہ حق مشتری مستحق
نہیں ہوا اسکی برات سے ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی **ادعی مشتری العبد اعتق البائع العبد او دبرہ او استولدہا الامۃ وہو حرالاصل وانکر**
البائع حلف لعجز المشتری عن الاثبات غلام یا لونڈی کے خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا یا وہ حر
اصلی ہے اور بائع نے اسکا انکار کیا تو بائع سے قسم لیجاوے بسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوے کے اثبات سے یعنی وہ موجود نہ ہوں گواہ
قاضی قسم لیگا **فان حلف قضی علی المشتری بما قال من العتق ونحوہ لاقرارہ بذلک** پھر اگر بائع نے قسم کھالی تو مشتری پر حکم ہوگا بموجب
اسکے قول کے یعنی عتق اور مانند اسکے اسواسطے کہ مشتری اسکا اقرار کر چکا ہے یعنی عتق اور تدبیر غلام اور استیلاد اور حریت اصلی غلام کی ثابت
ہو جاویگی مشتری کے اقرار کے سبب تو اب نہ ملک کا دعوی مشتری کر سکتا ہے نہ ثمن پھیر سکتا ہے **ورجع بالعیب ان علم بہ** لان الابطال بالرجوع انما
من ملکہ الی غیرہ بانشائہ او اقرارہ ولم یوجد حتی لو قال باعہ وہو ملک فلان او صدقہ فلان واخذہ لا یرجع بالنقصان لازالتہ باقرارہ کانہ
وہبہ اور مشتری بقدر نقصان عیب بائع سے ثمن پھیرے اگر عیب کا ہونا اس غلام یا لونڈی میں معلوم ہو اسواسطے کہ رجوع نقصان کا مبطل مشتری کا زوال
اپنی ملک سے غیر کو مالک کر کے انشا کے سبب سے یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہیں یعنی رجوع نقصان اس صورت میں درست ہوگا اگر مشتری نے غلام کو غیر کا مالک
کر دیا ہو تا بیع وغیرہ سے یا اقرار کیا غیر سے سو یہ بات حاصل نہیں تو اگر مشتری نے اسکا دعوی کیا کہ بائع نے غلام کو بیچا اور فلان شخص کی ملک تھا
اور فلان شخص نے بھی اسکی تصدیق کی اور اس غلام کو لے لیا تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا بسبب زائل ہونے اسکی ملک کے مشتری کے اقرار سے گویا مشتری
نے اسکو ہبہ کر دیا **او وجد المشتری لغنیمۃ محرزۃ بدارنا** قید بمحرزۃ لو البیع من الامام او امینہ قبل الاحراز قید محرزۃ غیر لازم **عیبا لا یرد علیہا لان الامین لا ینتصب خصما**
عیب کو پایا اس غنیمت کے خریدار نے جو محفوظ ہو گئی دارالسلام میں آکر یا غنیمت غیر محفوظ ہو اگر مشتری نے خریدی امام سے یا اسکے امین سے کذا فی البحر مصنف
اپنی شرح میں کہا کہ غنیمت میں محفوظ ہونے کی قید لازم نہیں تو مشتری بسبب عیب امام اور اسکے امین کو نہ پھیرے اسواسطے کہ امین مدعا علیہ نہیں
ہو سکتا ہے امین سے عام مراد ہے تا دلیل دعا کے موافق ہو جاوے اسواسطے کہ خود امام بھی امانت دار ہے بیت المال کا کذا فی الطحطاوی **بل ینصب الامام**
خصما غیرہ علی المنصوب الامام ولا یحلفہ لان فائدۃ الحلف والنکول ولا یصح نکولہ واقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب غنیمت کا مدعی ہو تو امام اسکے واسطے
ایک شخص کو مدعا علیہ بنا کر قائم کرے وہ مشتری مبیع کو منصوب کے سپرد کرے اور قسم نہ لے منصوب سے اسواسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہے یعنی انکار قسم
حالانکہ نکول اور اقرار اس منصوب کا صحیح نہیں تو اب رد متصور نہیں بدون گواہوں کے کذا فی المنح **فاذا رد علیہ بعیب بعد ثبوتہ یباع**
ویدفع الثمن الیہ ویرد النقص والفضل الی محلہ لان الغرم بالغنم درر پھر جب عیب والی چیز اسکو پھیرے بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ
بیچی جاوے اور ثمن مشتری کو دیا جاوے اور کمی اور زیادتی پھیری جاوے اسکے محل میں اسواسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہے کذا فی الدرر یعنی
امام اسکو بیچ ڈالے اگر ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو تو اگر مبیع مجملہ چار خمس کے ہو تو اسمیں سے ثمن پورا کر دے اور اگر خمس میں ہو تو اسمیں دے اور اگر
ثمن ثانی ثمن اول سے زیادہ ہو تو زیادتی کو بھی وہیں رکھے جہاں کی مبیع ہو کذا فی المنح **وجد المشتری بمشتریہ عیبا واراد الرد فاصطلحا علی**
ان یدفع البائع الدراہم الی المشتری ولا یرد علیہ جاز وجعل حطا من الثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز میں عیب پایا اور دونوں نے صلح کر لیا کہ بائع

دراہم مشتری کو دے اور مشتری اسکو نہ پھیرے تو جائز ہے اور یہ مصالحہ ثمن کا گھٹا دینا قرار دیا جاویگا ہم بحرالرائق میں کہا کہ یہاں تک ظاہر ہوگیا کہ خیار العیب باقی رہتا ہے تا وقتیکہ
بیع باقی ہے قبض سے یا بعد قبض کے دریافت ہونے سے یا راضی ہو جانے سے بعد بیع و قبض کے اور شرط براءت عیب سے اور کسی چیز پر صلح کر لینے سے و علی العکس و هو ان یصالحا
ان یدفع المشتری الدراهم الی البائع و یرد علیه لا یصح لانه لاوجه له غیر الرشوة فلا یجوز اور بالعکس اسکے وہ یہ ہے کہ دونوں اسپر صلح کریں کہ مشتری چند
دراہم بائع کو دے اور بائع مبیع کو پھیرے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ اس دینے کی کوئی وجہ نہیں سوا رشوت کے تو جائز نہ ہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے ہم سوداگروں کی اصطلاح میں
اسکو اعتقاد کہتے ہیں سو معلوم ہوا کہ حرام ہے کیونکہ رشوت ہے ابو نصر بغدادی کی شرح قدوری میں ہے کہ رشوت اور ہدیہ میں یہ فرق ہے کہ رشوت وہ ہے جو ایک شخص
دوسرے کو کچھ دے بشرطیکہ اسکی اعانت کرے اور ہدیہ میں اعانت شرط نہیں وفی الصغری ادعی عیبا فصالحه علی مال ثم برئ او ظهر ان لا عیب فیه فللبائع ان یرجع
بما ادی او زال بیاض عین المشتری الا تنبه اور صغری میں ہے کہ مشتری نے عیب کا دعوی کیا اور بائع نے اس سے مصالحہ کر لیا کچھ مال پر پھر عیب زائل
ہوگیا یا ظاہر ہوا کہ اسمیں کچھ عیب نہیں تو بائع کو جائز ہے کہ جو دیا ہے اسکو پھیر لے اور اگر عیب زائل ہو مشتری کے مصالحہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی
القنیة رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان المبیع مع العیب الذی رضی به یساوی الثمن المسمی والا یساوه لا یلزم الموکل راضی ہوگیا وکیل
مبیع کے عیب پر تو موکل کو بیع لازم ہوگی اگر مبیع اس عیب کے ساتھ جسپر وکیل راضی ہوا قیمت میں برابر ہو ثمن مسمی کے اور اگر قیمت اسکی ثمن معین برابر نہو تو موکل کو
بیع لازم نہیں چاہیئے تو پھیرے **فروع** مسائل المشائخ کے لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہیں چھپانا عیب کا
مبیع یا ثمن میں اسواسطے کہ غش یعنی تلبیس اور اخفا عیب حرام ہے مگر دو صورتوں میں حرام نہیں الاولی الاسیر اذا شری شیئا ثمه و دفع الثمن مغشوشا جاز
ان کان حرا لا عبدا پہلی صورت یہ ہے کہ مسلمان اسیر اگر کوئی چیز وہاں یعنی دار الحرب میں خریدے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ غلام ہم اشباہ میں
جہاں سے شارح نے یہ نقل کیا یوں ہے کہ خرید کیا مسلمان اسیر کو دار الحرب سے اور ثمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں انتہی
اور اسی کے موافق قاضی خان میں یوں ہے کہ ایک مرد نے قیدیوں کو اہل حرب سے خریدا تو انکو کھوٹے دراہم دینے جائز ہیں اسواسطے کہ احرار کی خرید در حقیقت
خریدی نہیں اور اگر قیدی غلام ہوں تو کھوٹے درم دینے جائز نہیں انتہی تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہے نہ مشتری تو غور کرے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے اشباہ کی
عبارت میں دھوکا کھایا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیة یجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے
حاکم کے ظلم میں جائز ہیں کذا فی الاشباہ جبایات جبایۃ کا جمع ہے اور وہ جمع ہیں جبایت کی جبایت وہ ہے جو لوگوں سے بظلم لیا جاتا
کذا فی الطحطاوی خیار رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اور اشباہ میں ہے کہ پھیر دینا مبیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگوں کے
حق میں مگر دو صورتوں میں فسخ نہیں ہم سب کے حق میں فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے اور یہ فسخ باعتبار تقابل کے ہے نہ باعتبار راضی کے لہذا رد المبیع
مشتری کے مالک ہیں تو انکو حل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحطاوی عن البحر احدهما لو احال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم یبطل الحوالة ایک صورت یہ ہے
کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر مبیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوتا ہم [illegible] اسکی ذخیرہ میں یوں ہے کہ غلام بیچا ایکہزار درم سے ہزار درم کو پھر بائع
نے اپنے قرضخواہ کو مشتری پر حوالہ کیا بقید ثمن پھر غلام مر گیا قبل قبض کے یہاں تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرؤیة یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل
قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہیں ہے اسیطرح اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اسکو باطل کریگا انتہی ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت میں
مرفوع ہے بنابر فاعلیت کے کذا فی الطحطاوی الثانیة لو باعه بعد الرد بعیب بقضاء من غیر المشتری وکان منقولا لم یجز قبل قبضه ولو کان فسخا لجاز دوسری صورت یہ ہے
کہ اگر بائع نے مبیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اسکے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور مبیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہیں قبل اسکے قبضہ کرنے کے
اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی ہم غیر مشتری کی قید اسواسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ بیع اسکے پاس ہے اور

منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہوتی ہی الا بنزازیۃ شری عبدا فضمن له رجل عیوبه فاطلع علی عیب فرده لم یضمن لان ضمان العهدة وضمنه الثانی لان هذا ضمان العیوب ای ضمان عیب سرقة والحرية او الجنون والعمی فوجده کذلک ضمن الثمن اور بزازیہ مین ہی کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد اسکے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اسنے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہین اسواسطے کہ یہ ضمانت عہدہ کی ہی اور ضمانت عہدہ امام کے نزدیک باطل ہی اور ابویوسف نے اسکو ضامن کہاہی اسواسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہی اور ضمان عیوب جائز ہی اور اگر وہ مرد دزدی یا ازادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اسکو اسی طرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہی وفی جواہر الفتاوی شری ثمرة کرم ولا یمکن قطعها لغاية الزيادة ان ابداء القبض لم يرده وان قبله فان شاء نقض البيع وتناول الثمار بيده الا الفسخ لتفرق الصفقة عليه اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ خرید کیے پھل انگور کے اور ممکن نہین انکا توڑنا بڑھنے کی کثرت کے سبب اگر یہ قبض کے بعد ہو اتو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہو اور پھل کم ہوگئے ہون بھر توڑنے کے کہا جانے سے تو اسکو فسخ بیع مین اختیار ہی بسبب تفرق صفقہ کے مشتری پر نہین جسقدر پھل خرید کیے تھے وہ پورا باقی نہین بھر توڑنے کے کذا قالہ

باب البیع الفاسد

یہ باب ہی بیع فاسد کے احکام مین صحیح کو اسواسطے اول ذکر کیا کہ وہی مقصود کی ہوتی ہی کیونکہ شرعیت عقود سے مقصود ہی تا لفا النباح ہوا اور یہ حاجت دنیوی حاصل ہون اور بیع فاسد کو اسواسطے موخر کیا کہ مخالف دین ہی اور فاسد مشتق ہی فساد سے جو ضد صلاح ہی اور حاصل معنی لغوی تغیر وصف کیطرف راجع ہی اور حکم طلاح شرع مین فاسد وہ ہی جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اسکا اور مشروعیت اصل سے مراد یہ ہی کہ مال متقوم ہو اور اسکا جواز اور صحیح ہونا مراد نہین اسواسطے کہ فاسد ہونا اسکی صحت کا مانع ہی کذا فی الطحطاوی اور اس باب کو ملقب بفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہی اسواسطے کہ فاسد کثیر الوقوع ہی لتعدد اسبابہ کے سبب سے کذا فی النہر وہو بالفاسد الممنوع مجازا عرفيا فيعم الباطل والمكروه وقد يذكر فيه بعض الصحيح تبعا فاسد سے مراد ممنوع ہی باعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل اور مکروہ کو بھی شامل ہوگیا اور کبھی اس باب مین بعض اقسام بیع صحیح کے بھی بالتبع مذکور ہوتی ہین عجم مجاز عرفی کا قول بشرح اشتر اکے قول سے اور عرف سے عرف فقہا مراد ہی کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہین جو تفرقہ کرتے ہین فاسد اور باطل مین بخلاف اہل اللغت کے کہ انکے نزدیک فاسد اور باطل مین کچھ فرق نہین کیونکہ لغت مین باطل بمعنی فاسد یا ساقط الحکم کے ہی اور فقہ مین بیع باطل وہ ہی جسکی اصل اور وصف دونون مشروع نہون اور حکم باطل عدم ملک ہی گو قبضہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور مکروہ سے تحریمی مراد ہی مکروہ لغت مین ضد محبوب ہی اور اصطلاح فقہ مین مکروہ وہ ہی جسکی اصل اور وصف دونون مشروع ہون لیکن وہ منہی ہو بسبب مجاورت کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذا فی الطحطاوی وكل ما اورث خللا فی رکن البیع فهو مبطل وما اورثه فی غیره فمفسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کے رکن مین وہ مبطل بیع ہی اور جو خلل پیدا کرے رکن کے سوا اور امور مین وہ مفسد ہی بیع کا عجم شرح بدیع مین ہی کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہی اور اگر سالم نہوا مثلاً ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متعاقدین سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب اسکے ہونے کے مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہی بواسطے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہی جسکا رکن اور محل خلل سے سالم ہو لیکن اسکے ثمن مین خلل واقع ہو اس طرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اسمین ایسی شرط ہو جو مقتضاے عقد کے مخالف ہی تو اس طرح کی بیع فاسد ہی نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہی انتہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ جو مورث خلل ہی رکن بیع اور اسکے محل مین وہ مبطل ہی تو فقہا کے مقتضا کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہی رکن بیع اور مبیع سے یعنے مال متقوم اسواسطے کہ بنا بیع انھین دونون چیزون پر ہی اور اصل شئ اسی کا نام ہی جسپر اس شئ کی بنا ہو اور یہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اس سے عبارت ہی جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہ صفت ہی عقد کی کیونکہ عقد کے تابع ہی اور چنانچہ شرط مخالف مقتضاے عقد ہی کذا فی الطحطاوی **فبطل بیع ما لیس بمال** المال ما يميل اليه الطبع ويجري فيه البذل

والبیع ورد فحرج التراب ونحوہ باطل ہے بیع اس چیز موجود کی جو مال نہین مال وہ ہے جسکی طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور تاہین دینا بطریق بیع یا ہبہ کے اور غیر کو منع کرنا اور اسکے تصرف سے باز رکھنا جاری ہو کذا فی الدر رتو مال کی تعریف سے مٹی اور مانند اسکے جیسا کہ تا قوراست خالصۃ نکل گئے ہم موجود کی قید در ر کے موافق اسواسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جسکی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے جیسا کہ وہ مال جسکی آدمی آرزو رکھتا ہے اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہے تو اگر مٹی وقا قورات سے ملکر یا انس ہو جاوے تو اسکی بیع باطل نہین چنانچہ مذکور رہیگا کالدم المسفوح بیع کہ بد وطحال بجز بال کی بیع باطل ہے چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیجی اور تلی کی بیع خارج ہو گئی باطل سے کیونکہ کبد او طحال اگرچہ اصل مین خون ہے لیکن جاری نہین والمیتۃ سوی سمک وجراد والافرق فی حق المسلم بین التی ماتت حتف انفہا او بخنق ونحوہ اور جیسا کہ مردہ جانور سوا مچھلی اور ٹڈی کے کہ انکی بیع باطل نہین اور کچھ فرق نہین مسلمان کے حق مین اس مردار جانور مین جو خود بخود مر گیا یا کسی نے اسکو گلا دبا کے یا کسی اور سبب سے سوا اسکے ذبح شرعی کے مردار کیا والحر والبیع بہ ای جعلہ ثمنا باء خال الباء علیہ لان رکن البیع مبادلۃ المال بالمال لم یوجد اور جیسا کہ بیع حر کی اور حر سے کسی چیز کو خریدنا کرنا باطل ہے اسواسطے کہ رکن بیع مبادلہ ہے مال کا دوسرے مال سے سو پایا نہ گیا حر سے خریدنا یعنی حر کو ثمن ٹھہرانا اسپر با جارہ داخل کر کے ہم لغت عرب مین حر کو ثمن قرار دینا سطرح ہوتا ہے کہ ابتعت الدار بہذا الحر یعنی مین نے گھر بیچا بعوض اس حر کے تو در اس مثال یہ ثمن ہے مبیع خلاصہ یہ ہے کہ خون اور مردار اور حر کی بیع باطل ہے خواہ یہ چیزین مبیع قرار دی جاوین یا ثمن بسبب نہ پائے جانے رکن بیع کے والمعدوم کبیع حق التعلی ای علو سقط لانہ معدوم اور جیسا کہ معدوم کی بیع جیسے حق تعلی کو بیچنا یعنی وہ بالا خانہ جسکی عمارت گر پڑی ہے تو اس موضع کی بیع باطل ہے کیونکہ وہ معدوم ہے ہم حق تعلی کی مثال یہ ہے کہ ایک گھر دو منزلہ ہے نیچے کا مکان ایک شخص کا ہے اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا سو دو درجہ یا اوپر کا درجہ گر پڑا اور نیچے کا درجہ باقی رہا اور صاحب علو نے موضع کو بیچا تو بیع باطل ہے اسواسطے کہ حق تعلی معدوم محض ہے اور اسواسطے کہ وہ متعلق ہوا ہے اور ہوا مال نہین کیونکہ مال وہ ہے جسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور ہوا مین یہ امر حاصل نہین و منہ بیع ما اصلہ غائب کجزر و فجل او بعضہ معدوم کورد و یاسمین وورد فرصاد وجوزہ مالک لتعامل الناس وبہ افتی بعض مشایخنا عملا بالاستحسان ہذا اذ بنبت ولم یعلم وجودہ فاذا علم جاز ولہ خیار الرؤیۃ وتکفی رؤیۃ البعض عندہما وعلیہ الفتوی شرح مجمع اور منجملہ بیع معدوم کے بیع اس چیز کی ہے جسکی جڑ زمین سے غائب ہو جیسا کہ گاجر اور مولی یا بعض مبیع معدوم ہو جیسا کہ گلاب اور چنبیلی کے پھول کہ بتدریج پیدا ہوتے ہین اور توت کے پتون کی بیع امام مالک نے اس بیع کو جائز کہا ہے لوگون کے معمول کے سبب سے اور ہمارے بعض مشائخ مانند امام فضلی وغیرہ نے اسکے جواز کا فتوی دیا ہے قیاس چھوڑ کر استحسان پر عمل کر کے اور یہ خلاف جواز اور عدم جواز کا اسوقت ہے جبکہ گاجر وغیرہ جمی ہو اور اسکا موجود ہونا معلوم نہو پھر جبکہ معلوم ہو جاوے تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ثابت ہے اور بعض مبیع کا دیکھنا صاحبین کے نزدیک کافی ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح المجمع والمضامین ما فی ظہور الآباء من المنی اور مضامین کی بیع باطل ہے مضامین جمع ہے مضمون کی یعنی وہ منی جو نرون کے پشتون میں ہے یعنی جانور کا نطفہ جیسا کہ ہنوز اسکی پشت سے جدا نہین ہوا باطل ہے معدوم ہونے کے سبب سے والملاقیح جمع ملقوحۃ ما فی البطن من الجنین اور ملاقیح کی بیع باطل ہے ملاقیح جمع ہے ملقوحہ کی اور ملقوحہ وہ بچہ جو مادہ کے پیٹ مین ہے والنتاج بکسر النون حبل الحبلۃ ای نتاج النتاج الدابۃ او آدمی اور باطل ہے بیع نتاج کی نتاج بکسر نون عبارت ہے حبل الحبلہ سے یعنی جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ ہم حبل الحبلہ اس بچہ کو کہتے ہین جو ہنوز پیٹ مین ہے زمانہ جاہلیت مین دستور تھا کہ کا بھن اونٹنی کے بچے کے بچے کو خرید کرتے تھے یعنی مشتری یون کہتا تھا کہ اگر کا بھن اونٹنی مادہ بچہ جنے تو اسکے بچے کو مین نے خرید کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو باطل کر دیا کذا فی العینی صحیحین اور سنن مین ابن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبل الحبلہ کی بیع سے نہی فرمائی اور مروفا ...

بیع مضامین اور ملاقیح اور حبل الحبلہ کی نہی مروی ہے اس احتمال سے کہ شاید اونٹنی نہ جنے یا مرجائے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح و بیع امۃ
تبین انہ ذکر الضمیر بتذکیر الخبر عبد و عکسہ بخلاف البہائم اور اس لونڈی کی بیع باطل ہے جسکا غلام ہونا ظاہر ہوا اور بالعکس اسکے
یعنی اس غلام کی بیع جسکا لونڈی ہونا ثابت ہوا باطل ہے بخلاف جانوروں کے ضمیر مذکر لایا بسبب تذکیر خبر کے والاصل ان الذکر والانثی
من بنی آدم جنسان حکما فیبطل وفی سائر الحیوانات جنس واحد فیصح ویتخیر بفوات الوصف اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہ ہے کہ نر اور مادہ
بنی آدم میں دو جنسیں ہیں باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات میں نر اور مادہ ایک جنس ہیں
تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے کہ غلام آدمی میں نر اور مادہ اسواسطے دو جنس ٹھہرے
کہ مرد اور عورت کے طریقے میں اغراض بکثرت متفاوت ہیں بخلاف بہائم کے کہ انمیں بہت تفاوت اغراض نہیں تو اگر بکرا بیچا اور وہ بکری
نکلی تو بیع صحیح ہوگی و متروک التسمیۃ عمدا ولو من کافر ذمی و کذا ما ضم الیہ الان فیبطل بالنص اور اس چیز کی بیع باطل ہے جسکے ذبح کے وقت نام خدا
عمداً متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھ اسکو بیچا ہو اور اسی طرح اس چیز کی بھی بیع باطل ہے جو متروک التسمیہ کے ساتھ بیچی اسواسطے کہ متروک التسمیہ کا حرام
ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے متروک التسمیہ عمداً امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اگر ذابح اسکا مسلم ہو اسواسطے کہ نام خدا ہر مسلم کے دل میں ہے تو اگر کوئی
کہے جبکہ متروک التسمیہ عمداً مجتہد فیہ ہوا تو چاہیے کہ اسکے ساتھ والی کی بیع جائز ہو جیسے مدبر کے ساتھ والی کی بیع جائز ہے تو صاحب کافی نے اسکا جواب دیا کہ
متروک التسمیہ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے اور مورد نص میں مساغ اجتہاد نہیں تو یہ اختلاف معتبر نہیں اور حکم قاضی بھی نافذ نہیں و بیع الکراب
و کری الانہار لانہ لیس بمال متقوم بخلاف بیع بناء و شجر فیصح اذا لم یشترط ترکہا ولوالجیۃ اور کیاری بنانے اور نہر کھودنے کی بیع باطل ہے
اسواسطے کہ یہ موجود مال نہیں بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہے تو بیع اسکی صحیح ہے بشرطیکہ عدم ترک کی شرط نہ ہو کذا فی الولوالجیہ یعنی
ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اس زمین کو زراعت کے واسطے جوتا اور اسمیں ہل چلایا اور اسمیں پانی کی نہر کھودی پھر اجارہ فسخ
ہوگیا یا اسکی مدت منقضی ہوگئی پھر مستاجر نے چاہا کہ اپنا یہ عمل بیچے تو جائز نہیں کیونکہ یہ مال متقوم نہیں کذا فی الطحطاوی وما فی حکمہ ای حکم ما لیس
بمال کام الولد والمکاتب والمدبر المطلق فان بیع ہولاء باطل ای بقاء فلم یملکوا بالقبض لا ابتداء فصح بیعہم من انفسہم و بیع قن ضم الیہم درر
اور جو چیز کہ حکم مذکور میں ہے یعنی جو چیز کہ مال نہیں ہے چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو انکی بیع باطل ہے یعنی باعتبار انجام کار باطل ہے تو
اشخاص مذکورین مملوک نہیں ہوتے قبض مشتری سے اور باطل نہیں انکی بیع باعتبار ابتداء کے تو انکو بیچنا خود انکی ذات سے صحیح ہے اور اس
مملوک کی بیع صحیح ہے جو انکے ساتھ ملا کر بیچا گیا کذا فی الدرر ھم حر کی بیع ابتداء اور بقاء دونوں طرح باطل ہے کیونکہ وہ کسی طرح محل بیع نہیں اور ام ولد
اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداء باطل نہیں کہ وہ فی الجملہ محل بیع ہیں کیونکہ حقیقت حریت بالفعل انمیں موجود نہیں لیکن باعتبار انجام کار
کے انکی بھی بیع باطل ہے اسواسطے کہ استحقاق عتق ام ولد میں حدیث سے ثابت ہے کہ اسکو اسکے ولد نے آزاد کردیا اور سبب حریت مدبر میں فی الحال متحقق ہے
کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہے اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہے تو اگر انکی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سب حقوق باطل ہو جاویں
کذا فی الطحطاوی وقول ابن کمال بیع ہولاء باطل موقوف ضعفہ فی البحر بان المرجح اشتراط رضی المکاتب قبل البیع وعدم نفاذ القضاء ببیع ام الولد
وصحح فی الفتح نفاذہ قلت الوجہ توقفہ علی قضاء آخر امضاء او ردا بحر و نہر فلیمکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی کہ انکی بیع باطل
موقوف ہے تضعیف کی ہے اس قول کی بحر الرائق میں کہ مرجح اشتراط رضا مکاتب ہے قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضا
ام ولد کی بیع میں اور فتح القدیر میں نفاذ قضا کی تصحیح ہے میں کہتا ہوں کہ قوی تر یہ ہے کہ قضا بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہے

حکم اول کے جاری رکھنے میں اور رد کرنے میں کذا فی العینی و النہر تو اسی اول کو رافع خلاف قرار دینا چاہیے یعنے بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اس صورت
محمول ہے جب دوسرے قاضی نے قاضی اول کے موافق حکم نہ دیا ہو اور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ دوسرے قاضی نے اسکو جاری
کر دیا ہو م بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول میں مختلف فیہ تھا عمر فاروق اسکی بیع کے مجوز نہ تھے اور علی مرتضے مجوز تھے پھر تابعین کا اجماع ہوگیا عدم جواز پر اگر
بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلاف ثابت ہوگا یا نہیں بعضوں کے نزدیک رافع نہیں اور بعض کے نزدیک رافع ہے خلاف کا فصول عمادی میں ہے کہ قضا
بیع ام ولد میں دو روایتیں ہیں اظہر الروایتین یہ ہے کہ نافذ نہیں اور جامع میں یون ہے کہ نفاذ قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہے اگر وہ جاری کرے تو
نافذ ہے والا باطل اور یہ اوجہ الاقاویل ہے کذا فی العمادی و عن العینی و فی السراج ولد ہو الا کم و فی بعض کہ اوصراج میں ہے کہ ام ولد اور اسکا انتباہ اور اسکی
اولاد انکے مانند ہے عدم جواز بیع میں اور مبعض اور مدبر کے مانند ہے بطلان بیع میں و بطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع به ابن کمال فلیحفظ
اور باطل ہے بیع مال غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعا جائز نہیں کذا صرح ابن کمال اسکو یاد رکھنا چاہیے م ابن کمال نے کہا کہ توضیح
میں مذکور ہے کہ تقوم دو قسم ہے تقوم عرفی یعنے احراز اور غیر محرز جیسے شکار اور گھاس مال متقوم نہیں اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی بیان اور کم
کذا فی العطادی و کخمر و خنزیر و میتۃ لم تمت حتف انفھا بل بالخنق و نحوہ فانھا مال عند الذمی کخمر و خنزیر یہ مال غیر متقوم جیسا کہ شراب اور سور
اور مردہ جانور جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا گھونٹنے اور مانند اسکے جیسا کہ مار دینے سے مر گیا کہ ایسا مردہ مال ہے کفار ذمیوں کے نزدیک جیسے شراب اور سور
و ہذا ان بیعت بالثمن ای بالدین کدراہم و دنانیر و مکیل و موزون بطل فی الکل ان بیعت بعین ای بعرض بطل فی الخمر و فسد فی العرض فیملکه بالقبض
بقیمته ابن کمال اور یہ یعنے شراب اور سور اور مردار اگر انکی بیع ہو ثمن سے یعنے بعوض دین کے جیسا کہ دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون سے
تو مبیع اور ثمن ہر ایک میں بیع باطل ہے یعنی قبضہ کر لینے سے بھی مالک نہیں ہوتے اور اگر انکی بیع ہوئی بعوض عین یعنے متاع اور اسباب سے
تو شراب وغیرہ میں بیع باطل ہے اور اسباب میں فاسد ہے تو متاع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے اسکی قیمت دیکر کذا صرح ابن کمال و بطل بیع قن ضم
الی حر و ذکیۃ ضمت الی میتۃ ماتت حتف انفھا قید به لتکون کالحر وان سمی ثمن کل ای فصل الثمن خلافا لھما اور باطل ہے بیع اس
مملوک کی جو ملا یا گیا آزاد سے اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جو ملا یا گیا اس مردار کے ساتھ جو خود بخود مر گیا اگر چہ ہر ایک کا ثمن مسمی ہو یعنے جدا جدا ثمن
مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تاکہ مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت میں م اور ذکی دونون کے نزدیک
و مبنی الخلاف ان الصفقۃ تتحد باتحاد تفصیل الثمن بل لابد من تکریر لفظ العقد عندہ خلافا لھما فظاہر النہایۃ یفید انه فاسد و ان امام اور صاحبین
کی بنا سے خلاف یہ ہے کہ صفقہ یعنے عقد متعدد نہیں ہوتا صرف تفصیل ثمن سے بلکہ تعدد میں تکریر لفظ عقد کا ضرور ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین
کے کہ انکے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ میں کافی ہے اور نہایہ کا ظاہر اسکا مفید ہے کہ بیع بعضہم حر اور بیع ذبیحہ بعضہم میتہ فاسد ہے بخلاف
بیع قن ضم الی مدبر و نحوہ او قن غیرہ و ملک ضم الی وقف غیر المسجد العامر فانه کالحر بخلاف الغامر بالمعجمة الخراب کذا فی الاشباہ من قاعدۃ اذا
اجتمع الحرام و الحلال بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملا یا گیا مدبر اور اسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھ یا غیر کے غلام کے ساتھ اور بیع مال مملوک کی
جو ملا یا گیا وقف کے ساتھ سوائے مسجد آباد کے اسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتھ ملا کر بیچی گی تو اسکی بیع باطل ہے جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہے بخلاف
ویران مسجد کے کہ اسکے ساتھ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہے چنانچہ یہ تصریح اشباہ میں ہے منجملہ اس قاعدے کے کہ جب حرام اور حلال
مجتمع ہون تو حرام ہی غالب ہوتا ہے و لو محکوما به فی الاصح خلافا لما افتی به الملا ابو السعود اگر چہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بھی ملک کی بیع
صحیح ہے قول اصح میں برخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوے کے م مفتی مرحوم کا یہ فتوے ہے کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اسکے ساتھ

مالک کی بیع فاسد ہے نہر الفائق مین اس قول کو ذکر کیا ہے اور اطلاق وقف کی تصحیح کی ہے فصح بحصتہ فی القن وعبدہ والملک لانہا مال فی الجملة تو صحیح ہے
بیع بقدر اسکے حصے کے غلام مین مدبر کے ساتھ اور بائع کے غلام مین غیر کے غلام کے ساتھ اور ملک مین وقف کے ساتھ اسواسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام
اور وقف فی الجملہ مال ہین ولو باع قریة ولم یستثن المساجد والمقابر لم یصح یعنی اور اگر ایک گانون بیچا اور وہان کے مساجد اور مقابر کو بیع سے مستثنا
نہ کیا تو بیع صحیح نہین کذا فی العمادیة بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے کہ اگر قریہ بیچا اور اسمین کے مساجد و مقابر کو استثنا نہ کیا تو قول اصح یہ ہے کہ
مین بیع صحیح ہے اسواسطے کہ مساجد و مقابر بنا بر عادت کے مستثنی ہین طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولی ہے اسواسطے کہ [illegible] وہ
شے ہلاک کے برابر ہے کما بطل بیع صبی لا یعقل ومجنون شیئا جیسے باطل ہے بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو ہم نے غیر عاقل کی قید اسواسطے
لگائی کہ صبی عاقل کی بیع اور شرا منعقد ہے اور اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے وبول ورجیع آدمی لم یغلب علیہ التراب فلو مغلوبا بہ جاز
کسرقین وبعر واکتفی فی البحر بمجرد خلطہ بتراب اور باطل ہے بیع آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جبتک مٹی نہ غالب ہو گئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو اور وہ مغلوب ہو
تو بیع جائز ہے جیسے گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہے اور بحر الرائق مین اکتفا کیا ہے مجرد اسکے ملنے کے مٹی کے ساتھ [illegible] نے کہا
اگر کوئی کہے کہ فقط گوہ مال نہین اور خالص مٹی مال نہین پھر دونون کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہو گئی [illegible] بیع کا اعتبار
انتفاع پر ہے اور خلط سے انتفاع جائز ہے نہ بدون خلط کے وشعر الانسان لکرامة الآدمی ولو کافرا ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر الخنزیر اور آدمی کے
بال کی بیع باطل ہے بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اسکو سور کے بال کی بحث مین ذکر کیا ہے وبیع ما لیس
فی ملکہ لبطلان بیع المعدوم وما لہ خطر العدم اور باطل ہے بیع اس چیز کی جو آدمی کی ملک مین نہین ہے بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور جس [illegible] کا
خطرہ رکھتا ہے معقود علیہ کی شرط یہ ہے کہ مال موجود متقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اسکے موکل کی ہو اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اسکے پاس
نہین تو وہ اسکی ملک نہین [illegible] اور جسمین ہستی کا خطرہ لگا ہے اسکی بیع بھی جائز نہین چنانچہ حمل اور تھن کا دودھ اور ثمر اور بیع قبل از ظہور اور
بیج خربوزے کے اندر اور گٹھلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ زندہ بکری کے اندر اور کھلی تلون کے اندر کذا فی المنح الا بطریق السلم فانہ صحیح
لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نہی عن بیع ما لیس عند الانسان ورخص فی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہو اسکی بیع بطریق سلم باطل نہین بلکہ وہ صحیح ہے اسواسطے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اسکی بیع سے جو انسان کے پاس نہین اور رخصت دی سلم مین ہم اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت
کی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص میرے پاس خریدنے کو آتا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہین ہوتی سو کیا مین اس سے بیع کیا کرون پھر اسکو
بازار سے خرید کر دیا کرون فرمایا لا تبع ما لیس عندک یعنی نہ بیچ اسکو جو تیرے پاس نہین ہے کذا فی التیسیر وباطل بیع صرح بنفی الثمن فیہ لانعدام الرکن
وہو المال اور باطل ہے وہ بیع جسمین نفی ثمن کی تصریح ہے بسبب نہ ہونے رکن کے یعنی مال ہم اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہو گی چنانچہ مذکور
ہوگا والبیع الباطل حکمہ عدم ملک المشتری ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو ہلک المبیع عندہ لانہ امانة وصحح فی القنیة ضمانہ قیل وعلیہ الفتوی اسکے
اور بیع باطل کا حکم عدم ملک مشتری کا ہے یعنی مشتری مبیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہین ہوتا تو مشتری پر تاوان نہین اگر مبیع اسکے پاس ہلاک ہو اسواسطے
کہ وہ امانت ہے اور قنیہ مین تاوان کی تصحیح کی ہے بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی ہے ہم حموی مین ہے کہ سرخسی کے نزدیک ضمان مختار ہے اور قنیہ مین
وجہ یہ مذکور ہے کہ مشتری نے اسکو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سری الدین مین قاضی خان سے منقول ہے کہ ضمان بنا
ہے خلاصہ یہ ہے کہ دونون قول صحیح ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا بیع الحربی ابنہ او ابنہ قیل باطل وقیل فاسد وفی وصایا بیع الوصی مال الیتیم بغبن فاحش باطل
وقیل فاسد ورجح اور قنیہ مین بنا ہے کہ حربی کا اپنے بیٹے یا باپ کو بیچنا بعضون کے نزدیک باطل ہے اور بعضون کے نزدیک فاسد ہے اور قنیہ کی وصایا مین ہے کہ وصی کا یتیم کا مال کو

بہ نقصان مین بیع باطل ہے اور بعضون کے نزدیک فاسد ہے اور اسی کی ترجیح ہے بعضون کے نزدیک اہم فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ صورت باطل ہونے کے بعد قبض
بیع مملوک نہین اور فاسد مین مملوک ہے وفی القنیۃ بیع المضطر وشراءہ فاسد اور قنیہ مین ہے کہ مضطر کا بیچنا اور خریدکرنا فاسد ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص
کھانے یا پانی یا لباس کی طرف با ضطرار حاجتمند ہے اور بائع اشیاء مذکورہ کو نہین بیچتا اگر بکثرت ثمن زیادہ کرکے اور اسی طرح مضطر سے خریدکرنا نہایت
ثمن کو کم کرکے کذا فی الفتح ابوداؤد مین علی مرتضیٰ رض سے روایت ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنے حضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے
کذا فی التفسیر و فسد بیع ما سکت ای وقع السکوت فیہ عن الثمن اور فاسد ہے وہ بیع جس مین سکوت واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ مین نے
یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا مین نے خریدا اور دونون نے ثمن کو ذکر نہ کیا تو بیع فاسد ہے اور اگر نفی ثمن کی ہے تو بیع باطل ہے چنانچہ مذکور ہوچکا کیونکہ
بالقیمۃ جیسے بیع کی بابت اسکی قیمت کے فاسد ہے یعنے بعض ثمن قیمت مجہول بیع فاسد ہے و فسد بیع عرض ہو المتاع القیمی ابن کمال بخمر و
خنزیر فیفسد فی العرض لا الخمر کما مر اور فاسد ہے بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی جیسا کہ شراب مین بیع
چنانچہ قریب گذر گیا عرض عبارت ہے متاع قیمت والی سے کہا صحیح ابن کمال نے اور یہ اصطلاحی اور لغوی عرض نہین ہے و فسد بیعہ ای العرض بام
الولد والمکاتب والمدبر حتی لو تقابضا ملک المشتری العرض بما مر انہ مال فی الجملۃ اور فاسد ہے بیع متاع قیمتی کی ام ولد اور مکاتب
اور مدبر سے یہان تک کہ اگر متعاقدین آپس مین قبض کرینگے تو متاع کا خریدار مالک ہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملہ مال ہین
بخلاف شراب یا سور یا مردار کے و فسد بیع سمک لم یصد لو بالعرض والا فباطل لعدم الملک صدر الشریعۃ اور فاسد ہے بیع اس مچھلی کی جو ابھی
نہ اُسکے شکار کرنے سے بشرطیکہ اسکی بیع اسباب سے ہو اور اگر دراہم اور دنانیر یا کیل و موزون سے ہو تو بیع باطل ہے کذا فی شرح الوقایہ صدر الشریعۃ
شرح وقایہ مین کہا کہ جو مچھلی شکار نہین ہوئی تو ظاہر اور ہے کہ بیع باطل ہو اگر دراہم اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہے اسواسطے کہ وہ مال متقوم
ہے اسلئے کہ تقوم احراز سے ہوتا ہے اور احراز یہان حاصل نہین او صید لم القی فی مکان لا یوخذ منہ الا بحیلۃ للعجز عن التسلیم یا مچھلی شکار ہوئی پھر
ڈالی گئی ایسے مکان مین یعنی حوض وغیرہ مین کہ اسمین سے گرفتار نہین ہوتی مگر جال کے حیلہ سے تو بیع فاسد ہے بسبب عاجز ہونے کے تسلیم سے وان
اخذ بدونہا صح ولہ خیار الرؤیۃ اور اگر مچھلی پکڑلی جائے بدون حیلہ جال کے تو بیع اسکی صحیح ہے اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ہے الا اذا دخل بنفسہ ولم یسد مدخلہ
فاسدہ ملکہ بیکہ مچھلی خود حوض مین گھس گئی اور اسنے اسکا مدخل بند نکردیا تو اسکی بیع صحیح نہین بلکہ باطل ہے بسبب عدم ملک کے اور اگر اسنے اسکا مدخل بند
کردیا تو اسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری ہے اور سبب ہے ملک کا جیسے جال مین پڑنا موجب ملک ہے پھر اگر ایسا ہے کہ مچھلی حوض مین گئی آدمی کی
تدبیر سے تو وہ اسکا مالک ہوگیا اور بیع اسکی بموجب تفصیل مذکورہ کے ہے یعنی درصورت تسلیم صحیح ہے والا غیر صحیح اور بعضون نے کہا مطلقاً بیع صحیح نہین بواسطہ عدم احراز کے اور
خلاف اس صورت مین ہے جبکہ انسان نے وہ حوض شکار کرنے کے واسطے نہ بنایا ہو اور اگر بنایا ہوگا تو بالاجماع مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ولم یجز اجارۃ برکۃ
لیصاد منہا السمک بحر اور جائز نہین اجارہ حوض اور تالاب کا تاکہ اسمین سے مچھلیون کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر و بیع طیر فی الہواء لا یرجع بعد ارسالہ
من یدہ اما قبل صیدہ فباطل اصلاً لعدم الملک اور فاسد ہے بیع ان چڑیون کی ہوا مین جو پلٹ نہین آتین ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور انکا بیچنا قبل
انکے شکار کرنے کے تو باطل ہے بسبب عدم ملک کے یعنی اگر چڑیا کو پکڑ کے چھوڑ دیا اور وہ ہوا مین اڑتی پھرتی ہے اور اسکی پلٹ آنے کی عادت نہین تو اسکی بیع
فاسد ہے اور اگر ہنوز اسکو نہین پکڑا تو بیع باطل ہے اگر دراہم یا دنانیر سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع سے بیع ہوئی ہو تو فاسد ہے مچھلی کے مانند کذا فی الحلبی وان کان
یطیر ویرجع کالحمام صح وقیل لا و رجحہ فی النہر اور اگر چڑیا ایسی ہے کہ اڑجاتی ہے اور پھر آتی ہے پلٹ کر جیسا کہ پالو کبوتر تو اسکی بیع اوڑنے کی حالت
مین صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ صحیح نہین اور اسی قول کی ترجیح دی نہر الفائق مین اور وجہ صحت یہ ہے کہ معلوم بطریق عادت کے واقع کے مانند ہے

بیع مضطر فاسد

اور یہ احتمال کرنا کہ شاید پلٹ آوے مانع جواز بیع نہیں چنانچہ تجویز بالاک کا بیع قبل قبض یا فسخ نہیں پھر وصورت عروض ہلاک کی بیع فسخ ہوتی ہو اسی طرح یہاں
بصورت وقوع عدم معتاد قبل قبض کے بیع فسخ ہوگی کذا فی الفتح نہر الفائق میں کہا کہ اسمین نظر ہو اسواسطے کہ شرط صحت بیع مقدرت ہو تسلیم پر بعد
بیع کے ولہذا بندہ گریختہ کی بیع جائز نہیں انتہا میں کہتا ہوں کہ جواز بیع درصورت عادت عود منافی قدرت تسلیم کی نہیں اسواسطے کہ جب پھر آنیکی عادت
ہوئی طائر کی تو مقدور التسلیم ہوا اور قدرت تسلیم کا دعوی بعد عقد کے لازم نہیں اور اگر بعد عقد عدم رجعت ہو وفرض کیجیے تو بیع فسخ ہوجاویگی بخلاف بندہ گریختہ
کے کہ عادت میں اسکا عود کرنا معتاد نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی وبیع الحمل ای الجنین وقدم فی الجر بطلانہ کالنتاج اور فاسد ہو بیع حمل یعنی پیٹ کے
بچے کی اور بحر الرائق میں اسکے باطل ہونے کا یقین کیا ہو ولد الولد کے مانند هم مصنف نے باتباع صاحب درر بیع حمل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور بنایہ
اور حموی میں اسکو باطل کہا ہو اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی ہو اسکی خرید سے جو جانوروں کے پیٹ میں ہو تا وضع رواہ احمد والنسائی
واللبن فی ضرع او ہو اسواسطے کہ مشکوک الوجود ہو کذا فی الطحطاوی وامۃ الا حملھا لفسادہ بالشرط بخلاف ہبتہ ووصیتہ اور فاسد ہو بیع لونڈی کی سوا اسکے
حمل کے اسبب سے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنی لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا بدون حمل کے صحیح ہو ولبن فی ضرع وجزم
البرجندی ببطلانہ اور فاسد ہو دودھ کی بیع تھن کے اندر اور برجندی نے اسکے بطلان کا یقین کیا ہو فساد بیع کے چند وجوہ ہیں اسکا معلوم نہیں کہ
تھن میں دودھ ہو یا نہیں اختلاف دوہنے کی کیفیت میں غالبا نزاع واقع ہوگا یا ہوا ہو کہ دوہنے سے پہلے اور دودھ پیدا ہوتو مال بائع مخلوط
ہوا مشتری کے مال سے اسطرح پر تخلیص اسکی متعذر ہو ہم امام شافعی نے ابن عباس سے اسکی نہی روایت کی اور صوف علی ظہر الغنم کذا فی الطحطاوی
ولولو فی صدف للغرر اور فاسد ہو بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطر یعنی کے کہ اسکا وجود اور مقدار معلوم نہیں وصوف علی ظہر غنم وجوزہ الثانی
ومالک اور فاسد ہو بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اور ابو یوسف اور امام مالک نے اسکو جائز کہا ہو فساد بیع کا یہ سبب ہو کہ صوف نیچے سے بڑھتا ہو تو بیع غیر مبیع
مختلط ہوگی کذا فی النہر وفی السراج لو سلم الصوف واللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحا اور سراج میں ہو کہ اگر بائع نے صوف اور دودھ تسلیم کر دیا مشتری کو بعد عقد
کے تو یہ بیع منقلب ہوکر صحیح ہوجاویگی وکذا کل ما اتصالہ خلقی کجلد حیوان ونوی تمر وبزر بطیخ لما مر انہ معدوم عرفا اور اسیطرح ہر چیز کا کہ اتصال پیدائشی ہو
جیسے کھال جانور کی اور گٹھلی کھجور کی اور بیج خربوزے کا کہ اسکی بیع فاسد ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ یہ شے مذکورہ عرف میں معدوم ہیں وانما صحح
بیع الکراث وشجر الصفصاف واوراق التوت باغصانہا للتعامل اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتوں کی بیع کو شاخوں کے ساتھ فقہا نے صحیح
کہا ہو فقط رواج کے سبب سے ہم یہ جواب ہو اس سوال کا جو فتیوں کے اس قول پر وارد ہوتا ہو کہ صوف علی ظہر الغنم کی بیع اسواسطے فاسد ہو کہ وہ نیچے سے
بڑھتا ہو تو بائع اور مشتری کی ملک میں اختلاط ہوتا ہو خلاصہ سوال یہ ہو کہ گندنا بیچنا جائز ہو اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑھتا ہو حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ
گندنے کی بیع جائز ہو اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہو بسبب رواج کے انتہی لیکن بید اور توت میں اس تعلیل یعنی تامل اور رواج کی کچھ حاجت نہیں
کیونکہ وہ دونوں درخت اوپر سے بڑھتے ہیں تو ملک مشتری بائع کی ملک سے مختلط نہیں ہوتی لیکن قنیہ میں ہو کہ توت کی بیع اسوقت صحیح ہو
جبکہ موضع قطع معلوم ہو صراحۃ یا عرفا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ باع اوراق توت لم تقطع قبلہ بسنۃ جاز وبسنتین لا لانہ یشتبہ موضع قطعہ عرفا
اور قنیہ میں ہو بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہیں ہوا قبل بیع کے ایک سال سے تو بیع جائز ہو اور اگر دو سال سے قطع نہیں ہوا تو بیع جائز نہیں اسواسطے
کہ قطع کرنے کا مکان عرف میں مشتبہ ہوگا تو نزاع متصور ہو وجذع معین فی سقف اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحا ابن کمال اور فاسد ہو بیع اس شہتیر اور
اور کڑی معین کی جو چھت میں منصوب ہو اور غیر معین کی بیع تو بعد قطع کے بھی منقلب بصحت نہیں ہوتی کذا صححہ ابن کمال ہم معین شہتیر اور
کڑی کی بیع اسواسطے ناجائز ہوئی کہ اسکی تسلیم میں لزوم ضرر ہو بائع کے واسطے اور غیر معین میں دو علتیں ہیں ایک لزوم ضرر

دوسری جہالت ہیچ ابن کمال نے عدم انقلاب تک تمامی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور علامہ نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت نقل کیا ہے واللہ اعلم (کذا فی الطحطاوی) وذراع من ثوب یضرہ التبعیض فلو قطع وسلم قبل فسخ المشتری عاد صحیحا ولو لم یضرہ القطع کرباس جاز لانتفاء المانع اور فاسد ہے بیع ایک گز کی اس کپڑے سے جسکو پھاڑنا ضرر کرتا ہو جیسا عمامہ اور قمیص پھر اگر بائع نے ایک گز اس کپڑے سے پھاڑ دیا اگڑی کو جھوڑ دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پھر صحیح ہو جائیگی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا ضرر نہو جیسا ایک گز کا پھاڑنا تھان سے تو بیع جائز ہے بسبب نہونے مانع کے کہ مانع بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت سو تھان میں ضرر مذکور حاصل نہیں لہذا اسکی بیع جائز ہوئی اور جب کہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک گز پھاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہوگئی کہ مفسد بیع زائل ہوگیا اور اسکے موجود ہونے کے طحطاوی نے فرمایا شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا فلو قطع اور قطع تک کا بھی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے اسکا ترجمہ زیادہ کر دیا وضربۃ القانص لجھالۃ ما یخرج وغوص الغائص للجھالۃ اور فاسد ہے بیع شکاری کی ایک بار جال لگانے اور غوطہ زنی کی قانص بقاف ونون عبارت ہے شکار کرنے والے سے مع صورت اسکی یہ ہے کہ شکاری کہے کہ اس قدر سے مجھ سے اسکو بیچا جو ایک بار جال لگانے اور کھینچنے میں نکلے تو بیع جائز نہیں کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اسکے احتمال ہے کہ شکار جال میں آوے یا نہ آوے کذا فی الفتح والغائص الذی یغوص فی البحر اور فاسد ہے بیع غوطہ خور کے ایک غوطہ لگانے کی غائص بغین عجمہ وصاد مہملہ غوطہ مارنے والا صورت اسکی یہ ہے کہ غوطہ خور کہے کہ میں ایک بار غوطہ مارتا ہوں جو کچھ موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہے بعوض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہوئی والبیع فیہما باطل للغرر بحر ونہر والکمال ابن کمال قال المصنف وقد نظمہ ملاخسرو فی سلک الفاسد تبعا للمنقول فی البحر ونحوہ ان یراد بہ الباطل لانہ ما لیس فی ملکہ اور جال لگانے اور غوطہ مارنے کی بیع باطل ہے غرر کے سبب سے کذا فی البحر والنہر والفتح والایضاح مصنف نے شرح میں کہا کہ ملاخسرو نے درر میں اس بیع کو فاسد کی لڑی میں پرویا ہے سو اسکو منقول کے تابع ہو گیا اس مختصر میں اور واجب ہے کہ فاسد سے باطل مراد ہو اسواسطے کہ یہ بیع اس قسم سے ہے جو بائع کی ملک میں نہیں چنانچہ گذر گیا کہ جو چیز آدمی کی ملک میں نہیں اسکی بیع باطل ہے سواسطے کہ فالمراد انہ ہو بیع الرطب علی النخل بتمر مقطوع مثل کیلہ تقدیرا شرح مجمع ومثلہ العنب بالزبیب عنایۃ للنہی ولشبہۃ الربوا قال المصنف فلو لم یکن رطبا جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہے مزابنہ وہ بیع ہے تر کھجور کی جو اگی ہو درخت پر خشک کھجور مقطوع سے برابر اسکے پیمانے کے گمان اور اٹکل سے کذا فی شرح المجمع اور مانند اسکے انگور تر کی بیع ہے جو درخت پر لگا ہو خشک انگور سے کذا فی النہایہ بیع مذکور فاسد ہے بسبب نہی شارع کے اور بیاج کے شبہہ سے بسبب احتمال کمی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر خشک کھجور نہو بلکہ گدر ہو تو بیع مذکور جائز ہے بسبب اختلاف جنس کے یعنی خلاف جنس میں شبہہ بیاج کا نہیں ہم اکثر کتب میں تفسیر مزابنہ یون مذکور ہے کہ بیع التمر بالمثناۃ علی رؤس النخل بتمر بالمثناۃ لیکن یہ خلاف تحقیق کے ہے اسواسطے کہ ثمر بثاء مثلثہ عبارت ہے بار درخت یعنی پھل سے اور پھل پختہ اور گدر دونون کو شامل ہے حالانکہ گدر کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن وتخمین جائز ہے کیونکہ سبب اختلاف جنس کے سبب ہی لہذا تفسیر مزابنہ بھی بہتر ہے جو شارح نے کی والملامسۃ للمس اور فاسد ہے بیع الملامسہ یعنی بیع میں ہاتھ لگانے سے بیع کا واجب ہونا ہم نے سابق میں جو کہ بیع الملامسہ اور بیع اللماس یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب تو میرا کپڑا چھوا یا میں نے تیرا کپڑا چھوا تو بیع واجب ہوگئی اور منتقی میں امام سے ہے کہ بیع الملامسہ یہ ہے کہ کہے میں تیرا ہاتھ بیچتا ہوں اپنے کپڑے میں تجکو چھو ن اور ہاتھ لگاؤن تو بیع واجب ہے یا مشتری ہی طرح کہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں کہا ملامسہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تامل چھو تو چھونے والے کو بیع لازم ہو جاوے بلا خیار الرؤیۃ اور یہ طرح پر کہ مثلا اذا لمستہ او نبذتہ الیک او وضعت علیہ الحصاۃ فقد وجب البیع والمنابذۃ اور فاسد ہے بیع المنابذہ یعنی بیع کا ڈالنا مشتری کے سامنے ہم منابذہ یہ ہے کہ بائع کہے کہ جب میں کپڑا تیری طرف ڈالون یا مشتری کہے کہ جب اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہے یعنی بلا تامل وخیار فسخ والقاء الحجر علیہ [illegible] بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع جس طرح کی صورت یہ ہے کہ سنگریزہ ڈالے اور وہان چند کپڑے ہون تو جس کپڑے پر سنگریزہ پڑے [illegible]

ان سبق ذکر الثمن بمجردہ یعنی بااسم بیع واقع ہو بلا تامل وبلا رویت وبلا اختیار کے اسکے بعد وہ ہو من بیوع الجاہلیۃ فنہی عنہا کلہا یعنی لوجود القمار فکانت فاسدۃ
اور منابذہ و بیع القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع مین سے ہین اور شرع مین ان سب سے نہی واقع ہوئی کذا فی شرح المجمع یعنی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہ سب بیع
فاسد ہین اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البحر ان بیوع مین وجود قمار ہے بواسطہ معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یون کہا کہ مشتری
سے کہ جس کپڑے پر تو کنکر پھینکے یا جسکو تو ہاتھ لگاوے تو مین نے تیرے ہاتھ اسکو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہو ہر صورت بیوع مذکورہ فاسد ہین یا باطل نہین
ہواسطے علامہ مصنف نے ذکر ثمن کی اسواسطے قید لگائی کہ تو ہم صحت بیع ہو ذکر ثمن کے وقت کذا فی الطحطاوی صحیحین مین ابو سعید خدری سے مروی ہے
کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین مین ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع الغرر
اور بیع الحصاۃ سے نہی فرمائی کذا فی العینی اور صحیحین مین جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح
محاقلہ یہ کہ گیہون کو اسکی بالیون مین بیچے بعوض گیہون کے برابر پیمانے مین ظن و تخمین سے کذا فی النہر و بیع ثوب من ثوبین او عبد من عبدین
لجہالۃ المبیع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو کپڑون مین سے یا ایک غلام کی بیع دو غلامون مین سے بسبب جہالت مبیع کے یعنی معلوم نہین کہ دو کپڑون
مین سے کون کپڑا یا دو غلامون مین سے کون غلام مبیع ہے تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہین جانتا کہ کس کو تسلیم کرے اور مشتری نہین جانتا کہ کس پر قبضہ کرے
بحر الرائق مین قیمت والی چیز کی اسواسطے قید لگائی کہ بیع مبہم کی مثلی مین جائز ہے فلو قبضہما ہلکا معا ضمن نصف قیمۃ کل ان الفاسد معتبر بالصحیح پھر اگر
مشتری نے دونون کپڑون یا غلامون پر قبضہ کیا اور دونون ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اسواسطے کہ بیع
فاسد معتبر ہوتی بیع صحیح سے ہم ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اسواسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمۃ ہے کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہے اور دوسرا
کپڑا امانت ہے اور ایک اولی نہین دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونون مین شائع ہو گئی کذا فی الفتح اور بیع صحیح کی یہ صورت ہے کہ دو کپڑون پر قبضہ کیا اس شرط سے
کہ ایک مین مشتری مختار ہے پھر دونون ضائع ہو گئے تو ہر ایک کے نصف نصف ثمن کا تاوان اسپر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد مین جیسے ثمن بیع صحیح مین
کذا فی البحر ولو تعیبن فقیمۃ الاول لتعذر ردہ اور اگر دونون کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اس کپڑے کا تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اسکا
پھیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنی دسوریۃ تعذر ردہ لاکہ اسکا مضمون ہونا متعین ہو گیا اور دوسرا کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وہذا اذا لم
یشترط خیار التعیین فلو شرط اخذ احدہما شاء جاز لما مر اور تعیین مضمون مین ضامن یعنی مشتری کا قول معتبر ہے یعنی جبکہ اسنے دعوی کیا کہ اول فلانا
کپڑا یا غلام ہلاک ہوا نہ فلانا تو اسکی تصدیق ہوگی اور یہ یعنی فساد بیع ایک کپڑے کی دو کپڑون مین سے اسوقت ہے جبکہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط
نکیا ہو اور اگر شرط کیا ہو کہ ایک کا لینا دو مین سے جسکو چاہے تو بیع جائز ہے چنانچہ خیار التعیین مین مذکور ہو چکا **والمراعی ای الکلاء واجارتہا**
اما البطلان بیعہا فلعدم الملک لحدیث الناس شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور فاسد ہے بیع گھاس اور چارے کی اور اجارہ اسکا بطلان اسکی
بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گھاس اور آگ مین ہم ابوداؤد مین حدیث مذکور یا
لفظ ہے کہ المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار بحر الرائق مین ہے کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئین اور حوض اور تالاب اور نہر سے
پانی پینے اور جانورون کے پانی پلانے کا اختیار ہے اور گھاس کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گھاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنی مالک اور
غیر مالک اسمین برابر ہین اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور اس سے خشک کرنا جائز ہے لیکن انگار لینا بدون اذن مالک جائز
نہین اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہے کہ پانی کو برتنون مین نہ رکھ چھوڑا ہو اور گھاس کو کاٹ نہ رکھا ہو اسواسطے کہ درصورت برتن مین بھر رکھنے اور گھاس کاٹ
رکھنے کے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے اسکا مالک ہو گیا اور عدم جواز بیع کا یہ بھی محل ہے جب کہ گھاس نہ خود ہوا ہو

ایک شخص نے پانی سینچ کر گھاس جمائی ہو تو اسکی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اسکا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل مین ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا خلافاً
للقدوری کذا فی الطحطاوی ثم صرف ذا ابطلان اجارتہا فلانہا علی استہلاک عین ابن کمال اور گھاس کے اجارے کا بطلان اسواسطے ہے کہ یہ اجارہ شئی مباح کے
استہلاک پر ہے کذا صرح ابن کمال حالانکہ شئی مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہین چنانچہ گاے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولیٰ جائز
نہوگا کذا فی البحر ہذا اذا نبت بنفسہ وان انبتہ بسقی وتربیتہ ملکہ وجاز بیعہ عینی وقیل لا یعنی گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اسوقت ہے جب کہ گھاس خودرو ہو
اور اگر اسکو پانی دیکر اور پرورش کرکے جمایا ہو تو اسکا وہ مالک ہے اور اسکی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضون نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہین قال
وبیع القصیل والرطبۃ علی ثلٰثۃ اوجہ ان لیقطعہ اولیرسل دابتہ فیہا فکلہ جائز وان لیترکہ لم یجز عینی قصیل کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہے اگر اسواسطے
ہے کہ اسکو کاٹ لے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اسمین چھوڑے کہ اسکو کھاوے تو بیع جائز ہے اور اگر اسواسطے ہے کہ مشتری اسکو قائم رکھے تو جائز نہین
ہے قصیل النبات ومادام خضرا خوید ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت مین اسکو یونجہ کہتے ہین فارسی مین اسکو سپست کہتے ہین وحیلتہ ان یستاجر الارض
لضرب فسطاطہ او لایقاف دوابہ او لمنفعۃ اخری کقیل ومراح وتمامہ فی وقف الاشباہ اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو زمین کا اجارہ لے
اپنے خیمہ کھڑے کرنے کے واسطے یا اپنے چارپایون کے باندھنے کے یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ آدھے دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانورون کے ٹھہرانے کے واسطے
اجارہ لے اور پورا بیان اسکا اشباہ کے وقف مین ہے یعنی اسطرح اجارہ لینے مین دونون مطلب حاصل ہین منافع مذکورہ بھی اور وہان کی گھاس بھی وصح
دود القز ای الابریسم وبیضہ ای بذرہ وھو بزر القلیق الذی فیہ الدود اور جائز ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اسکے انڈے کی یعنی اسکے بیج کی جسکو بزر
القلیق کہتے ہین جسمین ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے والنحل المحرز وھو دود العسل اور جائز ہے بیع نحل محرز کی یعنی شہد کی مکھی مقدور التسلیم کی اسطرح پر کہ شہد اور چھتے کے
ساتھ اسکی بیع ہو کذا فی الطحطاوی وہذا عند محمد وبہ قالت الثلٰثۃ وبہ یفتی عینی وابن ملک وخلاصہ وغیرہا اور بیع ریشم کے کیڑے اور اسکے انڈے
اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلٰثہ مالک اور شافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی العینی وابن ملک والخلاصہ وغیرہا
کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت کی چیز ہے حقیقت مین اور شرعاً مقدور التسلیم ہے اگرچہ مکھی ماکول نہین جیسے خچر اور گدھے کی بیع کذا فی شرح الحموی اور
ریشم کے کیڑے کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہے اور اسکے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کذا فی الطحطاوی واجاز ابو اللیث بیع العلق
ای الذی للحاجۃ مجتبیٰ اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکھی جسکو فارسی مین زلو اور ہندی مین کیڑی اور جونک کہتے ہین اور اسی کا فتوی ہے بسبب حاجت اور ضرورت
کے کذا فی المجتبیٰ بخلاف غیرہا من الہوام فلا یجوز اتفاقاً کالحیات وضب وما فی بحر کسرطان الا السمک وما جاز الانتفاع بجلدہ او عظمہ والحاصل ان جواز البیع
یدور مع حل الانتفاع مجتبیٰ واعتمدہ المصنف وسیجئ فی المتفرقات بخلاف اور کیڑون کے سوا ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ انکی بیع بالاتفاق
جائز نہین چنانچہ سانپ اور گوہ اور ان حیوانات کی جو دریا مین رہتے ہین کہ انکی بیع جائز نہین سوا مچھلی کے اور اس جانور کی جسکی کھال اور
ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے کذا فی المجتبیٰ اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور اسکا
بیان باب المتفرقات مین آویگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا انما تجوز الشرکۃ فی القز اذا کان البیض منہما والعمل منہما وھو بینہما انصافاً فلا اثلاثاً فلو دفع
بزر القز او بقرۃ او دجاجا لآخر بالعلف مناصفۃ والخارج کلہ للمالک لحدوثہ من ملکہ وعلیہ قیمۃ العلف واجر مثل العامل عینی ملخصا ومثلہ دفع
البیض کما لا یخفیٰ شرکت ریشم مین جائز نہین مگر جب کہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونون شریکون کے ہون اور عمل یعنی پرورش بھی
دونون سے ہوا اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونون مین آدھون آدھ نہ تین تہائی تو اگر ایک نے ریشم کا بیج یا گاے یا مرغیان دوسرے
شخص کو دین نصفا نصف پر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گاے اور مرغی کے پیدا ہونگے وہ مالک کے مملوک ہونگے اسواسطے

پیدا ہونے کے اسکی ملک سے اور مالک بچہ چار سے کی قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی العینی یا شرح گا اور اسکے انڈے پر انڈون کا دینا دوسرے
شخص کو بنا بچہ پر پوشیدہ نہیں ہم فتاوے عالمگیری مین باب الاجارہ مین مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے اور اس قسم کے مسائل کا حیلہ یہ ہے کہ انڈون کا آدھا
آدھے انڈے اور مرغیون کا مالک وہی مرغیان اس شخص کے ہاتھ بیچ کرے پھر اس سے ابراء کرے تو اب جو بچہ پیدا ہوگا وہ [illegible] نصفا نصفا ہوگا کذا فی
الطحطاوی والآبق ولو لطفلہ او لیتیم فی حجرہ ولو وہبہ لہما صح عینی وما فی الاشباہ تحریف نہر اور فاسد ہے بیع غلام گریختہ کی اگرچہ [illegible] اپنے فرزند [illegible]
یا اس یتیم سے جو اسکی گود مین ہو بیع کی ہو اور اگر اسنے طفل یا یتیم کو غلام گریختہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہے اور جو اشباہ مین ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر ہم الفائق مین
مذکور ہے کہ طفل و یتیم کے ہاتھ بیع درست نہیں ہبہ درست ہے اور خانیہ کے بعض نسخے مین اسکے بالعکس مذکور ہے اور دوسرے نسخے مین اسکے موافق ہے وہ شاید کہ
پہلا نسخہ تحریف ہے اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہیں ہوا انتہی شارح کو مناسب تھا کہ بعض نسخ خانیہ کی طرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشباہ کی طرف [illegible] اسلیے کہ
اشباہ کی روایت اسی کے موافق ہے کذا فی الطحطاوی والنہر الا من یزعم انہ ای الآبق عندہ فیصح لعدم المانع غلام گریختہ کی بیع فاسد ہے مگر
اس شخص سے بیچنا فاسد نہیں جسکو یہ گمان ہو کہ وہ یعنی غلام گریختہ اسکے پاس موجود ہے تو اسکی بیع جائز ہے اسواسطے عدم مانع کے یعنی مانع جواز [illegible]
تھا پھر جب مشتری نے اسکے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت نہ رہی وہل یصیر قابضا ان قبضہ لنفسہ او قبضہ ولم یشہد [illegible] اور کیا مشتری اسکا
قابض ٹھہریگا یا نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اگر اسنے اسپر قبضہ کیا ہے اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسیکو گواہ نہ کیا تو مشتری قابض ٹھہریگا [illegible] اسواسطے کہ یہ
قبض ہے اور وہ بجاے قبض عن البیع ہے کیونکہ وہ قبض ضمان ہے قبض بیع کے مانند وان اشہد لا لانہ قبض امانۃ فلا ینوب عن قبض الضمان لانہ ادنی کذا
عنایہ اور اگر قابض مذکور نے غلام گریختہ کے قبضہ کرنے کے وقت لوگون کو گواہ کیا ہے کہ مین اسکے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہون تو وہ قابض نہ ٹھہریگا
اسواسطے کہ یہ قبض امانت ہے تو وہ قائم مقام قبض ضمان کے نہوگا اسواسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہے قبض امانت سے کذا فی العنایہ ہم اگر غلام مذکور بکا
ہوگا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا نہ مشتری کا والا اذا ابق من الغاصب فباعہ المالک منہ فانہ یصح لعدم لزوم التسلیم ذخیرہ
اور بیع غلام گریختہ کی فاسد ہے مگر جبکہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اسکے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہے بسبب نہ لازم ہونے تسلیم کے کذا فی الذخیرہ
ہم یہ قول عطف ہے الا من یزعم پر ولو باعہ ثم عاد وسلمہ تم البیع علی القول بفسادہ ورجحہ الکمال وقیل لا تتم علی القول ببطلانہ وہو
الاظہر من الروایۃ واختارہ فی الہدایۃ وغیرہا وبہ کان یفتی البلخی وغیرہ بحر [illegible] کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گریختہ کو بیچا پھر غلام پھر آیا اور مالک
نے اسکو مشتری کے قبضے مین کر دیا تو بیع تمام ہو جائیگی بیع مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسی کی ترجیح دی ہے ابن ہمام نے اور دوسرا
قول یہ ہے کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہیں ہوتی اسکے باطل ہونے کے قول پر لیکن جنکے نزدیک یہ بیع باطل ہے تو تسلیم سے بھی صحیح نہیں ہوتی اور یہی قول ظاہر
الروایۃ ہے اور اسی کو صاحب ہدایہ وغیرہ نے پسند کیا ہے اور بلخی وغیرہ اسی کا فتوی دیتا تھا کذا فی البحر و ابن کمال ہم فتح القدیر مین ہے کہ بطلان بیع
غلام گریختہ مختار مشائخ بلخ اور ثلجی ہے بنا سے ثلثہ رحمہم کذا فی الطحطاوی ولبن امرأۃ ولو فی وعاء ولو امۃ علی الاظہر لانہ جزء آدمی والرق مختص
بالحی ولا حیاۃ فی اللبن فلا یحلہ الرق اور فاسد ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ برتن مین ہو اور اگرچہ عورت لونڈی ہو بنا بر قول اظہر کے
اسواسطے کہ دودھ آدمی کا جز ہے اور مملوک ہونا جاندار کے ساتھ مخصوص ہے اور حالانکہ دودھ مین حیات نہیں تو اسمین ملک کا حلول نہین
وشعر الخنزیر لنجاسۃ عینہ فانہ یبطل بیعہ ابن کمال وان جاز الانتفاع بہ لضرورۃ الخرز حتی لو لم یوجد بلا ثمن جاز الشراء للضرورۃ
وکرہ البیع فلا یطیب ثمنہ ویفسد الماء علی الصحیح خلافا لمحمد وقیل ہذا فی المنتوف اما المجزوز فطاہر عنایہ اور سور کے بال کی بیع باطل ہے
اسکے نجس العین ہونے کے سبب سے کذا صرح ابن کمال اگرچہ اس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ ٹانکنے کی ضرورت سے یہان تک

کہ اگر بدون ثمن کے نہ ملے تو اسکا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے اور بائع کو اسکی بیع مکروہ ہے تو حلال او رپاک نہیں ثمن اسکا اور بال اسکا پانی کو بقول
صحیح فاسد یعنی نجس کر دیتا ہے بخلاف محمد کے بعضوں نے کہا کہ یہ حکم ہو اکھاڑے ہوے بال میں اور تراشا ہوا بال طاہر ہے کذا فی الغنایہ ہم سور کا بال سخت ہے تا ہم
اُنگلی کے مقدار اور لب اسکے نرم ہوتا ہے تا کہ موزہ میں گرہ دینے کے لائق ہو ہمارا زمانہ قدیم میں موچی اس سے جوتیاں اور موزے سیتے تھے جیسے اب زن سے
سیتے ہیں وعن ابی یوسف یکرہ الخرز بہ لانہ نجس ولذا لم یلبس السلف مثل ہذا الخف ذکرہ القہستانی ولعل ہذا فی زمانہم واما فی زماننا فلا حاجۃ الیہ کما لا یخفی
اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مکروہ ہے موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے اور اسی واسطے علماء سلف ایسا موزہ نہیں پہنتے تھے چنانچہ اسکو
قہستانی نے ذکر کیا ہے اور شاید کہ یہ یعنی سور کے بال سے انتفاع لینا علماء سابقین کے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں اسکی کچھ حاجت نہیں
یعنی بسبب زن وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ درصورت عدم ضرورت یعنی جبکہ اسکے
سوا اور چیز سے دوخت متصور ہو تو اس سے فائدہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وجلد میتۃ قبل الدبغ لو بالعرض ولو بالثمن فباطل نفصلہ وقلم
سپنا اعتمادا علے ما سبق قالہ الوانی فلیحفظ اور فاسد ہے بیع جانور مردار کی کھال کی اسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر بیع کسکے
چمڑے کی ثمن یعنی چاندی یا سونے سے ہو تو باطل ہے اور مصنف یعنی صاحب در رنے یہاں فاسد اور باطل کی تفصیل کی بیان بوجہ اعتماد پر ایسا کچھ
کہا ہے والی محشی درر نے اسکو یاد رکھنا چاہیے ولعبدہ ای الدبغ یباع الا جلد الانسان والخنزیر والحیۃ اور بعد دباغت کے یعنی چمڑا رکانے کے اسکی
بیع جائز ہے مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہیں وینتفع بہ لطہارتہ حینئذ لغیر الاکل ولو جلد ماکول علی الصحیح سراج لقولہ تعالی حرمت
علیکم المیتۃ وہذا جزءہا اور جانور مردہ کی کھال سے فائدہ لیا جاوے بسبب اسکے پاک ہو جانے کے اسوقت میں انتفاع جائز ہے سوا اسکے
کھانے کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالی کے اس قول کے کہ تمپر حرام کر دیا جانور مردہ اور یہ یعنی کھال جزو ہے مردہ کی
وفی المجمع ونجیز بیع الدہن المتنجس والانتفاع بہ فی غیر الاکل بخلاف الودک اور مجمع میں ہے کہ ہم جائز جانتے ہیں ناپاک تیل کی بیع اور اس سے فائدہ لینا
سوا کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے ہم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ میں جلانا سوا اسے مسجد کے ودک عبارت ہے چربی اور ہڈیوں کے گودے
کذا فی الطحطاوی کما ینتفع بما لا تحلہ حیوۃ منہا کعصبہا وصوفہا کما مر فی الطہارۃ جیسے فائدہ لینا مردے کی اس چیز سے جائز ہے جسمیں زندگی
حلول نہیں کرتی چنانچہ اسکا پٹھا اور اون چنانچہ مذکور ہوچکا کتاب الطہارۃ میں ہم بال اور پر اور چونچ اور سم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہیں کیونکہ
انمیں حیات کا دخل نہیں کہ موت دخل کرے اور ہاتھی دانت کی بیع جائز ہے اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجھ لادنے اور سوار ہونے اور مقابلہ کرنے کے لیے جائز ہے
کذا فی المنح وفسد شراء ما باع بنفسہ او بوکیلہ من الذی اشتراہ ولو حکما کوارثہ بالاقل من قدر الثمن الاول قبل نقد کل الثمن الاول صورتہ باع شیئا
بعشرۃ ولم یقبض الثمن ثم شراہ بخمسۃ لم یجز وان رخص السعر للربا خلافا للشافعی اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل نے بیچی اسکا خرید کرنا اس سے جسنے
اسکو خرید کیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ مشتری کے وارث سے خرید کرنا بعوض کمتر ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے
فاسد ہے صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی چیز مثلاً دس درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اسکو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہیں اگرچہ اس چیز کا نرخ ارزان ہو گیا
فساد ہے بسبب بیاج کے ہے بخلاف امام شافعی کے مذہب کے ہم جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچ درم زیادہ بلا عوض باقی رہے تو یہ فائدہ ہوا
درصورت عدم ضمان کے حالانکہ یہ حرام ہے کذا فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہے
قبل قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خرید کرنا فاسد نہیں اور کل ثمن کی قبض کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک درم بھی باقی رہے
تو خرید جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی وشراء من لا تجوز شہادتہ لہ کابنہ وابیہ کشرائہ بنفسہ فلا یجوز ایضا خلافا لہما فی غیر عبدہ ومکاتبہ اور

خرید کرنا اُسکا جسکی گواہی بائع کے فائدے کے واسطے جائز نہین چنانچہ اُسکے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہے تو اُسکا خرید کرنا
بھی جائز نہین بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہے سوا اُسکے غلام اور مکاتب کے

ولا بد لعدم الجواز من اتحاد جنس الثمن وکون المبیع بحالہ فان اختلف جنس الثمن او تعیب المبیع جاز مطلقا کما لو شراہ باز ید او بعد النقد
اور ضرور ہے عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا مبیع مین مشتری کے پاس عیب
لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہے اگر بائع نے ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا قبض
کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خرید کیا **والدراہم والدنانیر جنس واحد فی ثمان مسائل منہا ہنا وفی قضاء دین وشفعۃ واکراہ ومضاربۃ ابتداء**
وانتہاء وبقاء وامتناع مرابحۃ وزید زکوۃ وشرکات وقیم متلفات وارش جنایات کما بسطہ المصنف معزیا الی العمادیۃ اور دراہم اور دنانیر ایک ہی
جنس ہین آٹھ مسئلون مین از انجملہ یہ مقام ہے اور ادائے دین مین اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت مین باعتبار ابتدا اور انتہا و بقا کے اور امتناع
مرابحہ مین اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیے گئے ہین زکوۃ اور شرکات اور اشیاء متلفہ کی قیمتین اور جنایات کی دیت چنانچہ اسکو مصنف بیان
کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین عمادیہ کی طرف نسبت کرکے ہم اقل ثمن سے خرید کی صورت یہ ہے کہ عقد اول دراہم سے تھا پھر بائع نے اسکو دنانیر سے خرید کیا
جنکی کمتر قیمت ہے دراہم سے تو جائز نہین ہوا اسواسطے کہ باعتبار ثمنیت دراہم اور دنانیر یہان متحد الجنس ہین اور ادائے دین کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دراہم کا
دین تھا سو اُسنے ادائے دین مین پہلوتہی کی پھر اُسکے دنانیر قاضی کے ہاتھ مین پڑے تو قاضی کو جائز ہے کہ دنانیر کو دراہم سے بدلا کر ادائے دین کرے اور
غیر دنانیر کے اور مال سے قاضی ادائے دین نہین کر سکتا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین اور شفعہ کی یہ صورت ہے کہ شفیع کو خبر ہوئی کہ مشتری نے گھر کو ہزار
درم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گھر خرید کیا جنکی قیمت ہزار درم ہین یا زیادہ تو اُسکو دراہم کا مطالبہ نہین پہونچتا اور اکراہ
کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اُسنے پچاس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درم ہے تو یہ بیع علی حکم الاکراہ ہے اور اگر کیلی
یا وزنی یا اسباب سے جسکی قیمت اُتنی ہے بیع ہوگی تو یہ بیع زبردستی کی نہوگی اور ابتدا مضاربت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت
منعقد کیا اور فائدہ بیان کر دیا پھر مضارب کو اُسنے درم دیے جنکی قیمت ہزار دینار ہین تو مضاربت صحیح ہے اور فائدہ برقرار ہے شرط کے موافق اور اسی طرح انتہا اور
بقائے مضاربت ہے اور امتناع مرابحہ کی یہ صورت ہے کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اُسکو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پھر اُسکو ایک دینار سے مول لیا تو اُسکو
بطور مرابحہ بیع نکرے اور اسی طرح اگر دس درم کو خرید کرے اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہے تو مرابحہ ممتنع ہے اور زکوۃ کی یہ صورت ہے کہ ضم دراہم کا دنانیر
سے کرنا اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہے اور شرکات کی یہ صورت ہے کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہون اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہون
تو دونون مین شرکت عنان منعقد ہوگی اور اشیاء متلفہ مین قیمت کرنے والا مختار ہے چاہے دراہم سے اُسکی قیمت مقرر کرے چاہے دنانیر سے اور
جنایات کی دیت کی یہ صورت ہے کہ موضحہ مین نصف عشر دیت ہے اور ہاشمہ مین عشر ہے اور منقلہ مین عشر اور نصف عشر ہے اور جائفہ مین ثلث ہے اور دیت
یا ہزار دینار ہین یا دس ہزار درم ہین تو اشیاء مذکورہ مین چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی العمادی **وفی الخلاصۃ کل عوض**
ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ مین ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو ایسے عقد سے جو فسخ ہو جائے عوض کی ہلاکی سے
قبل اُسکے مقبوض ہونے کے تو اُس عوض مین تصرف جائز نہین قبل اُسکے قبض کے ہم چنانچہ مال منقول کو جبکہ خرید کرے تو مشتری کو اُسمین تصرف کرنا
قبل قبض کے صحیح نہین عوض مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اُسمین تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اُسکے مقبوض ہونے کے جائز ہے خواہ ثمن متعین ہو جاتا ہو
تعیین سے چنانچہ مکیل یا متعین نہو جاتا ہو چنانچہ نقود اور اُسکی علت یہ ہے کہ عقد بیع فسخ نہین ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اسواسطے کہ اصل بیع مین مبیع ہے

وان فسد صح البیع فیما ضم الیه کان باع عشرة ولم یقبضها ثم شراء مع شیء آخر بعشرة فسد فی الاول وجاز فی الآخر فیقسم الثمن علی قیمتھما ولا یشیع الفساد لانه طاری ولمکان الاجتهاد اور صحیح ہو بیع اس چیز میں جو ملائی گئی اسکی طرف چنانچہ تخت بیچا دس درم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اسکو دوسری چیز یعنے مثلاً کپڑے کے ساتھ دس درم کو مول لیا تو بیع اول یعنے تخت میں بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنے کپڑے میں بیع جائز ہوگی تو ثمن اسکی قیمت پر منقسم ہوگا اور بیع اول کا فساد بیع ثانی میں نہ شائع ہوگا اسواسطے کہ وہ طاری ہوا ہے پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہان تک کہ اگر قاضی اسکے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی وبیع زیت علی ان یزنه بظرفه ویطرح عنه بکل ظرف کذا رطلا ان مقتضے العقد طرح مقدار وزنه کما افاده بقوله بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانه یجوز کما لو عرف قدر وزنه اور فاسد ہے بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو تول دے اسکے ظرف کے ساتھ اور اس سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اسواسطے کہ مقتضا سے عقد کم کر ڈالنا ہے برتن کے وزن کے برابر اور وہ اس شرط میں علی التحقیق حاصل نہیں چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن ظرف کے وہ جائز ہے جیسا یون بھی بیع جائز ہے کہ اگر مقدار وزن ظروف معلوم ہو جاوے ہم زیتون کا تیل بطریق مثال کہا ہے ورنہ یہی حکم ہے جمیع موزونات کا نہر الفائق میں کہا اسواسطے بیع جائز ہوگی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہے اسواسطے کہ ظروف کا وزن شاید کم ہو شرط سے تو اسمین مشتری کا نفع ہے یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہے اور اگر وزن ظروف کا ساقط کرنا شرط ہے تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا مقدار بیع معلوم ہو جاوے غیر بیع سے تو ثمن مخصوص ہو جاوے بیع کے ساتھ ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدره فالقول للمشتری بیمینه لانه قابض او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اسکی مقدار مین تو مشتری کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر ہم طحطاوی نے کہا وقدره کا واو بمعنی او ہے یعنی مانعة الخلو اسواسطے کہ ایک ظرف کی مقدار واحد ہوتی ہے اور دو ظرفون کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا مترجم اسی کے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض یا منکر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب مشتری نے ظرف پھیرا اور وہ تولا گیا اور اسکا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ یہ ظرف اسکے سوا اور تھا جسکا وزن پانچ رطل تھا تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعیین مین ہے یا ثمن کی مقدار مین اگر اول ہے تو مشتری قابض ہے اور قول نہیں مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہے تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی ثمن کا اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے وصح بیع الطریق وفی الشرنبلالیة عن الخانیة لا یصح بیع بیع راہ کی اور شرنبلالیہ میں خانیہ سے مذکور ہے کہ راہ کی بیع صحیح نہیں ومن قسمة الوهبانیة شعر ولیس لهم قال الامام تقاسم * بدرب ولم ینفذ کذا البیع یذکر اور وہبانیہ کی کتاب القسمة سے یہ بیت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کر لینا کوچہ غیر نافذہ کا جائز نہیں اور اسی طرح اسکی بیع بھی مذکور ہے یعنے بیع بھی جائز نہیں اور غیر نافذہ کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو جاوے کہ کوچہ نافذہ یعنے شارع عام کی بیع بطریق اولی جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وفی معایاتها وارتضاه فی النهایة الاشباه شعر ومالک الارض لیس یملک بیعها * بغیر شریک ثم لو منه ینظر اور وہبانیہ کے سوال مشکل سکت مین یہ بیت ہے اور اشباہ کی پہیلیون مین اسکو پسند کیا ہے کہ مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہین سوا اسے اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اسمین تامل ہے یعنے ناظم اسکے جواب پر مطلع نہیں ہم عدم جواز بیع طریق خانیہ میں مذکور ہے اور مشائخ بلخ جواز کے قائل ہیں کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور وقایہ میں بھی بیع طریق اور اسکے ہبہ کی صحت مذکور ہے حد اسکے بین الطول والعرض او لا وهبته بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اسکے حدود یعنے طول اور عرض مذکور ہو یا نہو اور اسی طرح اسکا ہبہ بھی صحیح ہے واذا لم یبین یقدر بعرض باب الدار العظمی اور جب کہ بیع یا ہبہ طریق میں حدود کا بیان نہو تو اسکا عرض بڑے گھر کے دروازے کے عرض کی برابر ٹھہرایا جاوے

ہم بہتر یہ تھا کہ شارح باب الدار الاعظم کہتا یعنے اسواسطے کہ اعظم صفت ہی باب کی اور مراد اُس سے پہلا دروازہ ہی گھر کا انتہی لیکن فتح القدیر وغیرہ
مین بھی باب الدار العظمے وارد ہی تو ظاہر الاعظم کہنے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ بڑے گھر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہی جسکو ہندی مین پھاٹک
بولتے ہین واللہ اعلم لا بیع مسیل الماء وھبته لجہالته اذ لا یدری قدر ما یشغلہ من الماء صحیح نہین پانی بہنے کے مکان کی بیع اور ہبہ
اُسکا بسبب اُسکے مجہول ہونے کے اسواسطے کہ جتنا پانی مکان مسیل مین بہتا ہی اُسکی مقدار معلوم نہین ہم مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہی یعنے
وہ مکان جسمین پانی بہتا ہی جیسا نہر یا سطح یعنے چھت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہی یعنے وہ مکان جسمین مرور واقع ہی تو مقدار مسیل مجہول ہی لہذا اُسکی
بیع اور ہبہ جائز نہین اور رقبہ طریق معلوم ہی اگرچہ اُسکی حدود مذکور نہون تو اُسکی بیع اور ہبہ جائز ہی یا مسیل سے حق تسئیل یعنے پانی بہنے کا حق مراد ہی
تو اگر زمین پر مسیل ہی سو مجہول ہی اور اگر چھت پر ہی تو وہ حق تعلی ہی جسکو بقا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہی اسکے بیع مین دو روایتین ہین وجہ بطلان
یہ ہی کہ یہ مال نہین اور وجہ صحت یہ ہی کہ اسکی طرف حاجت ہی اور وہ حق معلوم ہی اور زمین باقی سے متعلق ہی یہ اُس صورت مین ہی جب یان حیثیت المسیل
اعتبار ہو اور اُسکا طول اور عرض نہ بیان ہوا اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجیے تو وہ زمین مملوک ہی اور اُسکی بیع جائز ہی چنانچہ بہنسی
نے ذکر کیا ہی یا من حیث المسیل اعتبار کیجیے لیکن اُسکے حدود مذکور ہون تو بھی اُسکی بیع جائز ہی بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ وحاشیۃ لحسن
الچلپی وصح بیع حق مرور تبعا للارض بلا خلاف ومقصودا وحدہ فی روایۃ وبہ اخذ عامۃ المشائخ شمنی وفی اخری لا وصححہ ابو اللیث
اور صحیح ہی بیع حق مرور یعنے راہ چلنے کے حق کی بیع زمین کے ساتھ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت مین بیع جائز ہی اور
اسی روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہی اور دوسری روایت مین بیع اُسکی صحیح نہین اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو صحیح کہا ہی ہم حق مرور کی بیع زمین کے ساتھ
صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص زمین کا مالک ہی اور اُسکو دوسرے کی زمین مین ہوکر اپنی زمین مین آنے کا حق ثابت ہی اس شخص نے اپنی زمین کو مع حق مرور کو
بیچا تو یہ بیع صحیح ہی کذا فی الطحطاوی وکذا بیع الشرب وظاہر الروایۃ فسادہ الا تبعا خانیۃ وشرح وہبانیۃ وتحققہ فی احیاء الموات اور اسی طرح شرب
بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچنے اور جانورون کے پانی پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہی زمین کے ساتھ بالاجماع اور فقط باری بیچنا بدون زمین
کے ایک روایت مین جائز ہی اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہی اور دوسری روایت مین جائز نہین اور یہ قول مشائخ بخارا کا مختار ہی کذا فی الفتح اور ظاہر الروایۃ
مین یہ بیع فاسد ہی مگر زمین کے ساتھ کذا فی الخانیہ وشرح الوہبانیہ اور ہم اُسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات کی کتاب مین لا یصح بیع حق التسئیل
وھبته سواء کان علی الارض لجہالۃ محلہ کما مر او علی السطح لانہ حق التعلی وقد مر بطلانہ صحیح نہین بیع حق تسئیل کی اور ہبہ اُسکا خواہ سیلان
آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اُسکے مکان کے چنانچہ مذکور ہو چکا قبل اسکے یا چھت پر ہو اسواسطے کہ وہ حق تعلی ہی اور اُسکے
بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی ولا المبیع بثمن مؤجل الی النیروز وہو اول یوم من الربیع تحل فیہ الشمس برج الحمل وہذا النیروز سلطانی
ونیروز المجوس یوم تحل فی الحوت وعدہ البرجندی سبعۃ فاذا لم یبینا فالعقد فاسد ابن کمال اور صحیح نہین بیع اُس ثمن سے جو
مؤجل ہی نوروز تک نوروز پہلا دن ہی فصل ربیع کا جسمین آفتاب برج حمل مین آوے اور یہ نوروز سلطانی ہی اور مجوسیون کا نوروز
وہ دن ہی جسمین آفتاب برج حوت مین آوے اور برجندی نے سات نوروز شمار کیے ہین پھر جب عاقدین نے نوروز کی مدت
بیان کی اور تصریح نہ کی کہ کون نوروز مراد ہی تو عقد فاسد ہی کذا صرح ابن کمال یعنے بسبب مجہول ہونے مدت کے والمہرجان
ہو اول یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہین مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہی فصل خریف کا
جسمین آفتاب برج میزان مین آوے ہم مہرجان معرب ہی مہرگان کا چونکہ وہ دن بھی متعدد ہی نوروز کے مانند لہذا بیع صحیح نہین

وصوم النصارى وفطرهم وفطر اليهود وصومهم فاكتفا بذكر احدهما سراج اور نصاری کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت اور یہودیوں کے روزہ نہ رکھنے
اور نہ رکھنے کی مدت سے بیع صحیح نہیں مصنف نے نصاری کے صوم اور یہودیوں کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذا لم یدر المتعاقدان
ذلک اما لو عرفاه جاز البیع اسوقت صحیح نہیں جبکہ متعاقدین نوروز اور اسکے ما بعد کی مدت کو نہ جانتے ہوں اور اگر دونوں اوقات مذکورہ کو جانتے ہوں
علی التحقیق تو بیع جائز ہے یعنے اسواسطے کہ اب جہالت مدت باقی نہیں بخلاف فطر النصاری بعد ما شرعوا فی صومهم للعلم به وهو خمسون یوما بخلاف
نصاری کے روزہ توڑنے کی مدت مقرر کرنا انکے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اسکے معلوم ہونے کے اور وہ یعنے صوم نصاری
کی مدت پچاس دن ہیں هم درر میں تحت ناشی سے صوم نصاری کی مدت پچاس دن مذکور ہیں اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی میں چھپن دن
اور قہستانی میں ستاون دن مسطور ہیں ولا الی قدوم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب لانها تتقدم
وتتاخر اور صحیح نہیں بیع حاجیوں کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کوبی یعنے کھلیان باندھنے اور انگور توڑنے کی مدت تک اسواسطے کہ امور
مذکورہ میں تقدم و تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہوگی ولو باع مطلقا عنها ای عن هذه الآجال ثم اجل الثمن الدین الیها ای الی
المبیع او الثمن العین فسد ولو الی ما هو معلوم صح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنے بلا ذکر اوقات مذکورہ کے پھر ثمن دین کی مدت اوقات
مذکورہ میں مقرر کی تو اسطرح مدت ٹھہرانا صحیح ہے اور مبیع اور ثمن عین کی مدت ٹھہرانا مفسد بیع ہے اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الشمنی هم ثمن دین
کی اسطرح کی تاجیل صحیح ہے بقول اتم اسواسطے کہ یہ دین کی تاجیل ہے اور تاجیل مبیع تبرع ہے تو تاجیل مجہول کو قبول کریگا بخلاف بیع وہ تاجیل مجہول ہے
جو صلب عقد میں واقع ہو کذا فی المنح کما لو کفل الی هذه الاوقات لان الجهالة الیسیرة متحملة فی الدین والکفالة لا الفاحشة جهالة فلذا
هو الی ان اوقات تک صحیح ہے اسواسطے کہ تھوڑی جہالت دین اور ضمانت میں متحمل ہے نہ جہالت فاحشہ کثیرہ جیسا کہ ہوا کا چلنا اور قدوم غائب ولو اسقط
المشتری الاجل فی الصور المذکورة قبل حلوله وقبل فسخه قبل الافتراق یتعلق بتفرقا قبل الاسقاط تاکد الفساد ولا ینقلب جائزا
اتفاقا ابن کمال وابن ملک بجهالة فاحشة کهبوب ریح ومجیئ مطر فلا ینقلب جائزا وان ابطل الاجل یعنی یا جیسے مشتری مدت کو
ساقط کرے اشیاء مذکورہ میں قبل آنے مدت تک اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل فراق کے یہاں تک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاویں
قبل اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہو جائیگا اور منقلب بجواز نہوگا باتفاق کذا صحح ابن کمال ابن ملک مانند جہالت فاحشہ کے جیسے
ہوا چلنے اور مینہ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کرے کذا فی العینی او امر المسلم ببیع خمر او خنزیر او شرائهما
امر وکل المسلم ذمیا او امر المحرم غیره ای غیر المحرم ببیع صیده یعنے صح ذلک عند الامام مع اشد کراهة کما صح ما مر لان العاقد یتصرف باهلیة و
انتقال الملک الی الآمر امر حکمی وقالا لا یصح وهو الاظهر شرنبلالیة عن البرهان یا جیسے امر کیا مسلم نے یعنے وکیل کیا مسلم نے ذمی کو
شراب یا سور کے بیچنے یا خرید کرنے کے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنے یہ توکیل اور بیع اور شرا امام
کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے اسواسطے کہ عاقد یعنے ذمی وکیل پہلی صورت میں اور غیر محرم وکیل دوسری
صورت میں تصرف کرتا ہے بیع اور شرا میں اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کی طرف امر حکمی ہے اور صاحبین نے
کہا کہ بیع مذکور صحیح نہیں یعنے باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے کذا فی الشرنبلالیة عن البرهان هم جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شرا اشد کراہت کے ساتھ
ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ در صورت خرید شراب کو سرکہ بناوے یا اسکو زمین پر بہاوے اور سور کو چھوڑ دے اور در صورت بیع اسکے ثمن کو تصدق کرے
کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا بیع بشرط عطف علی الی النیروز ای صحیح نہیں یعنے فاسد ہے بیع شرط کے ساتھ شارح نے کہا یہ شرط عطف ہے نیروز پر یعنی بلکہ

معطوف علیہ البیع اسی النیر وزیر بہ لفظ تیروز کما لایخفی شرط سے بیع اسواسطے فاسد ہے کہ حدیث شریف میں بیع اور شرط سے نہی وارد ہے کذا فی الطحطاوی

یعنی الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لا یقتضیه العقد ولا یلائمه وفیه نفع لاحدهما او فیه نفع لمبیع هو من اهل الاستحقاق للنفع بان یکون آدمیا فلو لم یکن کشرط ان لا یرکب الدابة المبیعة لم یکن مفسدا کما سیجی مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ مراد رکھا جو جامع ہے فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب جسکو عقد بیع مقتضی نہین اور نہ اسکے مناسب ہے اور اسمین فائدہ ہے بائع یا مشتری کا یا اسمین فائدہ ہے اس مبیع کا جو اہل ہے استحقاق منفعت کا اس طرح پر کہ مبیع آدمی ہو اور اگر مبیع آدمی نہو جیسا کہ بائع کا یون شرط کرنا کہ مشتری خریدے جانور پر سوار نہو تو یہ شرط مفسد بیع نہین چنانچہ اسکا ذکر آویگا اور جو شرط عقد بیع سے واجب ہے جیسا کہ بائع کا تصرف کرنا ثمن مین اور مشتری کا مبیع مین تو اس شرط کو عقد مقتضی ہے اور جو شرط عقد سے واجب نہین اسکو عقد مقتضی نہین اور مناسب عقد وہ شرط ہے جو موکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اسکے برخلاف ہے اور اگر ایسی شرط ہو جسمین بائع مشتری کی منفعت نہو جیسے کپڑا بیچنا اس شرط پر کہ مشتری اسکو نہ بیچے یا ہبہ نہ کرے تو بقول ظاہر بیع جائز ہے خلافا لابی یوسف اور اسی طرح اگر ایسی شرط ہو جسمین نفع ہو نہ ضرر جیسا کہ خرید کرنا طعام کا بشرط اسکے کھانے کے یا کپڑا مول لینا بشرط پہننے کے تو بھی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی ولم یجر العرف به ولم یرد الشرع بجوازه اما لو جرى العرف به کبیع نعل مع شرط تشریکه او ورد الشرع به کخیار شرط فلا فساد اور ایسی شرط ہو کہ اسکا رواج نہ جاری اور شرع مین اسکا جائز ہونا نہ وارد ہو اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تسمہ یعنی تسمہ لگانے کی شرط کے ساتھ یا اس شرط کی اجازت شرع مین وارد ہو جیسا کہ خیار شرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہین کشرط ان یقطعه البائع ویخیطه قباء مثال لما لا یقتضیه العقد وفیه نفع للمشتری جیسا کہ یہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اسکی قباسی دے یہ مثال ہے اس شرط کی جسکو عقد مقتضی نہین اور اسمین فائدہ ہے مشتری کا ہم اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ باغ کی بیع مین بائع اسکے گرد کی دیوار بنا دے یا زمین کی بیع مین یہ شرط کرے کہ بائع اسمین مسجد بنا دے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اسکو خیرات کرے ایسی شرط سے بیع فاسد ہے او یستخدمه مثال لما فیه نفع للبائع وانما قال شهرا لما ان الخیار اذا کان ثلثة ایام جاز ان یشترط فیه الاستخدام درر یا یون شرط کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لے یہ مثال ہے اس شرط کی جسمین بائع کا فائدہ ہے مصنف نے مہینے کی قید اسواسطے لگائی کہ مذکور ہو چکا ہے کہ جب خیار الشرط تین دن کا ہو تو اسمین استخدام کا شرط کرنا جائز ہے کذا فی الدرر او یعتقه فان اعتقه صح ان بعد قبضه ولزم الثمن عنده والا لا شرح مجمع یا یہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کریگا تو عتق صحیح ہے اگر اعتاق بعد اسکے قبضے کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق بعد قبض نہین ہوا تو عتق صحیح نہین کذا فی شرح المجمع او یدبره او یکاتبه او یستولدها او لا یخرج القن عن ملکه مثال لما فیه نفع لمبیع یستحقه یا یہ شرط کی کہ مشتری غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو حرم بنا دے یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق عتق وغیرہ کے خارج نہو یہ اعتاق وغیرہ اس شرط کی مثال ہے جسمین نفع ہے اس مبیع کا جو مستحق ہے نفع کا ہم اعتاق وغیرہ مین منفعت مملوک صریح ہے اور عدم اخراج عن الملک مین بھی فائدہ ہے اسواسطے کہ مملوک کو پسند یہ آتا ہے کہ دست بدست نہ پھرے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل بقوله فیصح البیع بشرط یقتضیه العقد کشرط الملک للمشتری وشرط حبس المبیع لاستیفاء الثمن او لا یقتضیه ولا نفع فیه لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرط ان یسکنها فلان او ان یقرضه البائع والمشتری صح افاده المصنف ذکره اخی زاده وظاهر البحر ترجیح الصحة پھر مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول کی تو بیع صحیح ہے اس شرط سے جسکو عقد مقتضی ہے جیسے شرط کرنا ملک مبیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے یا ایسی شرط ہے جسکو عقد مقتضی نہین اور اسمین کسی شخص کو فائدہ نہین اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہ شرط کی کہ گھر مین فلانا شخص اجنبی رہے یا بائع یا مشتری

اسکے اتصاف العرف دے تو قول اظہر فساد ہی اس بیع کا چنانچہ زاہدی نے اسکو ذکر کیا ہی اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر دلالت کرتا ہی کشرط
ان لا یبیع عبد ابن کمال بان لا یرکب الدابة المبیعة فانہا لیست باہل للنفع شرط غیر نافع جسکو عقد مقتضی نہین جیسے شرط کرنا کہ مبیع جانور کو مشتری
نہ بیچے اور ابن کمال نے یون تعبیر کی کہ مشتری جانور پر سوار نہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہین کیونکہ اہلیت استحقاق منفعت آدمی مین منحصر ہی اولا یقتضیہ
لکن یلائمہ کشرط رہن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یا وہ شرط جسکو عقد مقتضی نہین لیکن وہ مناسب ہی عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط
کرنا کذا صحح ابن ملک ہم نے بائع مشتری سے کہا کہ مین بیچتا ہون اس شرط سے کہ یا ضامن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکھ یا اس شخص کو ثمن کا
ضامن دے تو بیع صحیح ہی ایسی شرط سے بحر الرائق مین کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ باشارہ ہو یا بہ تسمیہ تو اگر مسمی اور مشار الیہ نہو تو جائز نہین مگر جبکہ دونون
اسکی تعیین پر مجلس عقد کے اندر راضی ہو جاوین اور قبل تفرق مشتری اسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے مین تعجیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل
کردین حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نکرے تو جائز نہین اوجری
العرف بہ کبیع نعل اے صرم ساہ باسم ما یول الیہ یعنی علے ان یحذوہ البائع ولیشرکہ ای یضع علیہ الشراک وہو السیر ومثلہ تسمیر القبقاب
استحسانا للتعامل بلا نکیر یا عادت جاری ہو گئی ہو اس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور اسپر دوال لگا دے اور اسی کے
کیلین جڑنا ہی کھڑاون کا اس شرط سے بیع صحیح ہی بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا مصنف نے چمڑے کا نعل نام رکھا باعتبار انجام کار
کذا فی العینی شراک تسمہ اول عبارت ہی سمیر سے یعنی میخ لگانا کھڑاون یا سے تشابہ یعنی وہ دوام انکی قبقاب ہی نعلین مین یا پشت قدم پر ہوتا ہی صرم بفتح صاد و سکون رے
چرم فارسی کا کذا فی الطحطاوی وہذا اذا علقہ بکلمة علے وان بکلمة ان بطل البیع الا فی بعت ان رضی فلان ودقتہ کثیرا الشرط اشباہ من الشرط
والتعلیق وبحر من مسائل شتے یعنی شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اسوقت ہی جبکہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے اور اگر بلفظ ان شرطیہ تعلیق
ہوگی تو بیع سب صورتون مین باطل ہی مگر اس مثال مین کہ مین نے بیع کی اگر فلان شخص راضی ہو اور اسکی رضامندی کی مدت تین دن کی خیار شرط
کے مانند کذا فی الاشباہ من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتے واذا قبض المشتری المبیع برضی عبد ابن کمال باذن بائعہ صریحا او
دلالة بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ اور جب کہ مشتری نے بیع پر قبضہ کیا اسکے بائع کی رضامندی سے خواہ رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت
حال کے اس طرح کہ مشتری اسپر قبضہ کرے مجلس عقد مین بائع کے سامنے ابن کمال کے بیان مین بجائے رضائے بائع اذن بائع مذکور ہی ابن کمال نے اذن
ذکر کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد مین رضائے بائع معتبر نہین اور صاحب کنز نے تعبیر بامر بائع کی ہی اور امر بائع شامل ہی بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اس
ملک ثابت ہوتی ہی باوجودیکہ رضامندی اکراہ مین ثابت نہین اگر مصنف کنز کے مانند بجائے رضا امر بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود
فی البیع الفاسد وبہ خرج الباطل فقد مر حکمہ مشتری نے قبضہ کیا بائع کے امر سے بیع فاسد مین اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل آئی اور اسکا
حکم پہلے مذکور ہو چکا ہم بیع باطل کا یہ حکم مذکور ہو چکا کہ باطل مین قبض سے مشتری کی ملک ثابت نہین ہوتی اگر اسکے پاس بیع ہلاک ہو تو اسپر
تاوان نہین کیونکہ وہ امانت ہی اور قنیہ مین تاوان کی تصحیح کی ہی اور اسی پر فتوی ہی وحینئذ فلا حاجة لقول الہدایة والعنایة وکل من عوضیہ مال
کما افادہ ابن الکمال لکن اجاب سعدی بانہ لما کان الفاسد یعم الباطل مجازا کما مر حقق اخراجہ بذلک قنیہ اور اسوقت مین یعنی جبکہ
بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہوگئی تو کچھ حاجت نہین اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کے اس قول کی اور بیع فاسد
کے دونون عوضون مین سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ اسکو ابن کمال نے بیان کیا ہی لیکن سعدی نے جواب دیا ہی اس طرح کہ جب
فاسد شامل ہی باطل کو مجازا چنانچہ اس باب کی ابتدا مین مذکور ہو چکا تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہو گیا خبردار رہنا

ہم جوی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہے کہ باطل کی فرد سے وہ ہے جو اس قید سے بھی خارج نہیں ہوتی یعنی بیع خمر اور خنزیر کی دراہم سے کیونکہ یہ بیع باطل ہے
باوجودیکہ دونوں عوض مال ہیں تو اس قول کا خلاف کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ مقتضی اس قید کا یہ ہے کہ قسیم باطل کی فاسد ہے جو قبض سے مملوک ہوتی ہے اور
حالانکہ ایسا نہیں کذا فی الطحطاوی ولم ینهه البائع عنه ولم یکن فیه خیار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی کی ہو قبض سے اور اسمیں خیار شرط نہو
ہم نہی بائع کی قید کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ رضا بائع مغنی ہے اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضرور ہے اسواسطے کہ درصورت خیار شرط کے قبض
ملک ثابت نہوگی کیونکہ جب بیع صحیح میں خیار شرط سے ملک نہیں ہوتی تو بیع فاسد میں بالطریق اولے نہوگی ملکه یعنی بیع فاسد میں جبکہ مشتری بائع کے
امر سے درصورت عدم خیار شرط مبیع پر قبضہ کریگا تو اسکا مالک ہوگا ہم یعنی اسکی ذات کا مالک ہوگا علما بلخ کے نزدیک اسواسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد
قبض مذکور آزاد کرے تو صحیح ہے اور اگر اسکو بیع کریگا تو ثمن کا مالک ہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیر دے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے
جاریہ خارج نہوتی تو استبرا واجب نہوتا اور علماے عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہے نہ ذات کا الا فی ثلث فی بیع الهازل فی شراء الاب من الطفل
او بیعه له کذا لک فاسدا لا یملکه حتے یستعمله مگر تین صورت میں بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہیں ہوتی ہزل کرنے والے کی بیع میں اور باپ کے خریدنے
میں اپنے مال سے اپنے طفل کے واسطے یا باپ کی بیع فاسد کرنے میں طفل سے اسی طرح اپنے مال سے اسکا مالک نہوگا بدون استعمال کے ہم کہتے ہیں
میں یہ مسئلہ محیط سے باین عبارت منقول ہے باع عبدا من ابنه الصغیر فاسدا او اشترى عبد ابنه من مال الصغیر فاسدا لا یثبت الملک حتی یقبضه ویستعمله انتهى
یعنی باپ نے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنے ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کے واسطے اسی طرح فاسد خریدا تو ملک ثابت نہوگی تا وقتیکہ
قبضہ کرکے استعمال میں نہ لاوے اسواسطے کہ قبض دونوں صورتوں میں باپ کا ہے تو ملک ثابت نہوگی مگر استعمال سے اور جبکہ غیر صغیر کے واسطے ہو تو ملک
ثابت ہوگا مگر جبکہ صغیر کی حاجت میں مستعمل ہو اگر شارح یوں کہتا کہ فی بیع الاب من الطفل فاسدا وشرائه لنفسه من مال الطفل لا یملکه حتی یقبضه ویستعمله لطلب
واضح ہوتا کذا فی الطحطاوی والمقبوض فی ید المشتری امانة لا یملکه اور جو بیع قبل از عقد مقبوض ہے مشتری کے ہاتھ میں وہ امانت ہے مشتری اس قبض
سے اسکا مالک نہوگا ہم یہ قول مبنی ہے کہ تخلیہ قبض نہیں کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ تخلیہ قبض ہے اور خانیہ میں اسکی تصحیح ہے چنانچہ
فتح القدیر میں کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اسکا مالک ہوگا بمجرد قبول اور صحیح تفاریق میں ہے کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی
واذا ملکه تثبت کل احکام الملک الا خمسة لا یحل له اکله ولا لبسه ولا وطیها ولا ان یتزوجها منه البائع ولا شفعة لجاره لو عقارا اشباه اور جبکہ
مبیع فاسد کا مشتری مالک ہو تو سب احکام ملک ثابت ہونگے سوا پانچ حکموں کے حلال نہیں مشتری کو اسکا کھانا اگر مبیع طعام ہو اور
نہ پہننا اسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہیں نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کے پاس اور شفعہ نہیں اسکے پڑوسی کو اگر مبیع
زمین ہو کذا فی الاشباہ ہم مشتری کو وطی اسواسطے جائز نہوئی کہ اسپر فسخ بیع واجب ہے تا معصیت پر اصرار نہ پایا جاوے تو مشتغال بوطی اعراض ہے
فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہوئی نہ بسبب عدم ملک کے اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بائع ہنوز منقطع نہیں بسبب وجوب فسخ اور استرداد کے کذا فی
الجوہرۃ وشرح المجمع ولا شفعة بها فی ساد ستة او جوہرہ اور شرح مجمع میں ہے کہ شفعہ نہیں بسبب خریدنے زمین کے تو یہ صورت چھٹی ہوئی
یعنے اگر زمین بہ بیع فاسد خریدی اور اسکے جوار میں دوسری زمین معرض بیع میں ہوئی تو مشتری اسکو بحق شفعہ نہیں لے سکتا مثلا ان مثلیا
والا فقیمته یعنی ان یعد هلاکه او تعذر رده یوم قبضه لانه به دخل فی ضمانه فلا تعتبر زیادة قیمته کالمغصوب مشتری قبض سے مالک ہوگا مبیع کا مثل دیگا
اگر مبیع مثلی ہے یعنے کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہیں تو اسکی قیمت دیگا مالک ہوگا وہ قیمت جو قبض کے دن اسکی قیمت تھی اسواسطے کہ
بسبب قبض کے مبیع اسکے ضمان میں داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند مراد مصنف کی یہ ہے

کہ مبیع کے ہلاک ہونے اور قدرت رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی ہم اسواسطے کہ قبل ہلاکی اور بعد عدم قدرت رد کے موت وغیرہ سے رد عین واجب ہے نہ قیمت
کذا فی النہر والقول فیہا للمشتری لانکارہ الزیادۃ اور قیمت میں مشتری کا قول معتبر ہے بواسطہ انکار زیادتی یعنی مشتری زیادتی قیمت کا منکر ہے اور
قول منکر کا معتبر ہے ویجب علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض ویکون امتناعا عنہ اور مالکیہ رد واجب ہے ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل
قبض مبیع کے اور یہ فسخ بازر رہنا ہوگا بیع سے کذا ذکرہ ابن ملک ہم بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یکون کو حذف کرتا تا امتناعا عنہ مفعول ہوتا اعدا ماکے مانند کذا فی الطحطاوی
او بعدہ ما دام المبیع بحالہ جوہرۃ فی ید المشتری اعداما للفساد لانہ معصیۃ فیجب رفعہا بحر یا بعد قبض فسخ واجب ہے جب تک کہ مبیع بحال خود بلا تصرف
مشتری کے ہاتھ میں ہے یہ وجوب فسخ فساد مٹانے کے واسطے ہے اسواسطے کہ بیع فاسد گناہ ہے تو اسکا دور کرنا واجب ہے کذا فی البحر ہم اور اگر مبیع میں کچھ تصرف ہوا
بیع اور اعتاق کے ہو گا تو فسخ ممتنع ہو گا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب ہوگا ولا یشترط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعا لا یحتاج للقضاء درر اور
چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہے لہذا فسخ کرنے میں حکم قاضی شرط نہیں ہو اسواسطے کہ جو چیز شرعا واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہیں کذا فی الدرر و اذا
اصر احدہما علی امساکہ وعلم بہ القاضی فلہ فسخہ جبرا علیہما حقا للشرع بزازیہ اور جب کہ بائع یا مشتری اسکے مبیع پر اصرار کرے اور قاضی کو
معلوم ہو تو اسکو فسخ کردینا بیع فاسد کا دونوں پر زبردستی کر کے جائز ہے حق شرع کے واسطے کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا مصنف کو یہ کہنا تھا کہ علیہما
کرتا اسواسطے کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہے اسواسطے کہ وجوب جو از مستفاد ہوتا ہے نہ عکس اسکا وکل مبیع فاسد ردہ المشتری علی بائعہ بہبۃ او صدقۃ
او بیع او بوجہ من الوجوہ کاعارۃ واجارۃ وغصب ووقع فی ید بائعہ فہو متارکۃ للبیع وبری المشتری من ضمانہ قنیہ اور جس مبیع فاسد
کو پھیر دے مشتری اسکے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع کے یا کسی اور وجہ سے چنانچہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور واقع ہو مبیع اسکے بائع کے ہاتھ
میں تو یہ باہم ترک بیع ہے اور مشتری اسکے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیہ ہم اگرچہ یہ متارکہ بیع ہے لیکن ظاہرا بدون توبہ ارتفاع گناہ نہوگا والاصل
ان المستحق بجہۃ اذا وصل الی المستحق بجہۃ اخری اعتبر واصلا بجہۃ مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ فی جامع الفصولین اور مسئلہ
سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز کہ مستحق ہو ایک جہت سے جبکہ وہ پہونچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ جہت مستحقہ داصل معتبر ہوگی بشرطیکہ
مستحق کو مستحق علیہ کی طرف سے پہونچے اور اگر اسکی طرف سے نہ پہونچے تو وہ اصل معتبر نہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے ہم اگر مشتری نے
مبیع فاسد غیر بائع کو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بیچی اور اسنے بائع کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہونچی
مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنی مشتری کے ہاتھ سے نہ پہونچی کذا فی المنح اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کئے جنمیں بیع فاسد کا فسخ کرنا ممتنع ہے فان
باع المشتری المشتری الفاسد بیعا صحیحا باتا فلو فاسدا او بخیار لم یمتنع الفسخ لغیر بائعہ فلو منہ کان نقضا للاول کما علمت پھر اگر مشتری نے مبیع
فاسد کو بیچا بطریق بیع صحیح باشرط کے اگر بیع فاسد کے طور بیچا یا بخیار شرط بیچ کی تو فسخ کرنا بیع کا اسکے غیر بائع سے ممتنع نہوگا اور اگر مشتری نے خود اسکے
بائع سے بیع کی تو یہ بیچنا اول کا نقض ہو گا چنانچہ تو ابھی معلوم کر چکا یعنی مصنف کے اس قول میں وکل بیع فاسد الخ وفسادہ لغیر الاکراہ نفذ بیعہ وتوقف
کل تصرفات المشتری اور حالانکہ فساد اس بیع کا بدون اکراہ کے ہے اور اگر فساد اسکا زبردستی کی جہت سے ہے تو جمیع تصرفات مشتری کے موقوف
اور ناجائز ہونگے او وہبہ وسلم او اعتقہ او کاتبہ او استولدہا ولم یتحمل رد ما مع عقرہا اتفاقا سراج یا مشتری نے مبیع ہبہ کی غیر بائع کو اور
قبضہ کروا دیا یا غلام کو آزاد کر دیا یا اسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگرچہ حاملہ نہوگئی ہو تو اسکو پھیر دے اسکے مہر مثل کے ساتھ بالاتفاق
کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبلہ لم یعتق بعتقہ بل بعتق البائع بامرہ وکذا الوامرہ بطحن الحنطۃ او ذبح الشاۃ فیصیر المشتری قابضا اقتضاء لکون
المامور بالاہلکہ الامر آزاد کیا غلام کو بعد اسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کریگا تو آزاد نہوگا مشتری کے آزاد کرنے سے بلکہ بسبب بائع کے

بلکہ امر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنے اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے
تو آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہوں یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہوں کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اس بائع کے امر کرنے سے
قابض ہوگا بطریق اقتضا کے اور عجیب بات ہے کہ البتہ شخص مامور مالک ہوا اسکا جسکا امر کرنے والا مالک نہیں و ما فی الخانیۃ مخالف لما ذکرنا
و غلط من الکاتب کما بسطہ العمادی اور جو خانیہ میں برعکس اسکے قول ہے یا دوسری روایت ہے یا غلط کاتب سے ہے چنانچہ عمادی نے اسکو مشرح
بیان کیا ہے ہم خانیہ میں ہے کہ جب غلام کو بشراء فاسد خرید کیا اور قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کر میری طرف سے پھر بائع نے اسکی طرف سے
آزاد کیا تو عتق بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری سے اور اسی طرح گیہوں اور بکری کا مسئلہ کذا فی البحر او وقفہ وقفا صحیحا لانہ استہلکہ بوقفہ و اخرجہ
عن ملکہ کما فی جامع الفصولین علی خلاف ما صححہ کما بسطہ المصنف یا مشتری نے بیع فاسد کو وقف صحیح کیا اسواسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری
نے مبیع کو مستہلک کیا جبکہ اسکو وقف کیا اور اسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایت جامع الفصولین میں برخلاف اسکے ہے صحیح نہیں
چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اسکو مفصل بیان کیا ہے ہم جامع الفصولین میں یوں ہے کہ اگر بیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ
باطل نہیں تاوقتیکہ عمارت بنا دے انتہی نہر الفائق میں اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہے اور یہ بہتر تطبیق ہے اور بحر الرائق میں اسکو عدم تسجیل قاضی پر
محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی او رہنہ او اوصی او تصدق بہ لنفاذ البیع الفاسد فی جمیع ما مر و انقطاع الفسخ لتعلق حق العبد بہ الا فی اربع مذکورۃ
فی الاشباہ یا بیع فاسد کو رہن رکھا یا اسکی کسی شخص کے واسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہو جاوے گی جمیع تصرفات مذکورہ میں
یعنے بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہوجانے
حق العبد کے اس سے مگر چار صورتیں جو اشباہ میں مذکور ہیں ہم اشباہ میں ہے کہ عقد فاسد تعلق حق العبد سے لازم ہوجاتا ہے اور فساد مرتفع ہوجاتا ہے
مگر چند مسائل میں اجارہ فاسد دیا ہے مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اسکا توڑنا جائز ہے اور ایک شخص نے مکرہ سے کوئی چیز مول لی
اسکی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اسکا توڑنا درست ہے مشتری نے بیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اسی طرح اگر نکاح کر دیا انتہی چونکہ کلام
متن کا تصرف مشتری میں ہو تو مسئلہ اولے کا استثنا صحیح نہیں اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن میں موجود ہے اور اسی طرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود
شارح کے آیندہ قول میں موجود ہے کذا فی الحلبی و کذا کل تصرف قولی غیر اجارۃ و نکاح اور اسی طرح بیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سواے اجارہ اور نکاح
کے چنانچہ تدبیر موجب ہو لنفاذ بیع فاسد کا ہم اجارہ اور نکاح سے اسواسطے فسخ ممتنع نہ ہوا کہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہے عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح
میں اخراج عن الملک نہیں و ہل یبطل نکاح الامۃ بالفسخ المختار نعم ولوالجیہ اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہوجاتا ہے اسکے فسخ بیع فاسد سے قول
مختار یہ ہے کہ ہاں باطل ہوجاتا ہے کذا فی الولوالجیۃ ہم یہاں گفتگو اسمیں ہے کہ مشتری بعد قبض نکاح کر دے چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ میں
اور کلام ولوالجی قبل از قبض میں مفروض ہے تو یہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا و متی زال المانع کرجوع ہبۃ و عجز مکاتب و فک رہن
عاد حق الفسخ لو قبل القضاء بالقیمۃ لا بعدہ اور جبکہ مانع فسخ کا دور ہو جاوے چنانچہ پھیر لینا واہب کا اپنے ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل
کتابت سے اور خلاص ہونا رہن کا تو بیع فاسد کا حق فسخ عود کریگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنے قاضی نے ہنوز مشتری پر ادا
قیمت کا حکم نہ کیا ہو نہ بعد قضا کے یعنے اگر بعد حکم قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نہ کریگا کیونکہ اسمیں ابطال قضا لازم آویگا اور یہ جائز نہیں و لا یبطل
حق الفسخ بموت احدہما فیخلفہ الوارث بہ یفتی اور حق فسخ باطل نہیں ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اسکا خلیفہ
ہوگا فسخ کرنے میں اسی کا فتویٰ ہے و بعد الفسخ لا یاخذہ بائعہ حتی یرد ثمنہ المنقود بخلاف ما لو شری من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا

فانہ بیں المشتری احق بہ لاستیفاء دینہ کاجارۃ ورہن وعقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے بیع کو اسکا بائع نہ لیگا وقتیکہ اسکا ثمن منقود پھیر دے
ثمن نقود سے ثمن مقبوض مراد ہی یا غیر نقد ہی کوئی شامل رہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعوض اپنے دین کے چیز بطور
شراء فاسد کے خریدی تو مشتری صاحب دین کو بعد فسخ بیع کے حبس کرنا مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہیں ہے اجارہ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح
او مذکور دین اور غیرہ دین کا کافی میں مذکور ہے ہم شرح زیلعی میں ہے کہ اگر اپنے مدیون سے بطور شراء فاسد غلام خریدا بعوض دین سابق کے اور غلام قبضہ
کیا باذن بائع کے پھر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہیں بخلاف بیع صحیح کے اور اسی طرح اگر
اجارہ فاسدہ میں سابقہ ہو پھر جب اجارہ فسخ کرے تو مستاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہیں بخلاف اجارہ صحیحہ کے اور یہی حکم ہے رہن فاسد کا
رہن میں سابق انتہی قول بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارہ صحیحہ میں سابق ہو پھر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنے دین
لینے کے واسطے جائز ہے اور اسی طرح مستاجر کو حبس جائز ہے جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ شارح کا قول وعقد صحیح غلط ہے بلکہ یوں کہنا تھا بخلاف
عقد البیع کذا فی الطحطاوی انتہا اور اسی طرح نہر الفائق میں ہے فان مات احدھما او موجر او المستقرض او الراھن فاسدا یعنی وقد بیع باع
فالمشتری ونحوہ احق بہ من سائر الغرماء بل قبل تجہیزہ فلہ حبسہ حتی یاخذ مالہ پھر اگر بائع یا مشتری یا اجارہ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا
مستقرض یا رہن فاسد کا راہن مر جاوے بعد فسخ کے کذا فی العینی والزیلعی تو مشتری اور مانند اسکے چنانچہ وارث مشتری کا جب مشتری مر جاوے اور
مستاجر و مقرض اور مرتہن زیادہ ترحق دار ہیں باقی ارباب دیون سے بلکہ احق ہیں قبل تجہیز میت کے تو مشتری وغیرہ کو حبس مبیع کا حق ہے یہاں تک
اپنا مال لیوے ہم بعد الفسخ کالانہ علی التقدیم ہے اسواسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہے بطریق اولی اور عبارت زیلعی کا یہ مضمون ہے کہ اگر بائع مرگیا تو مشتری
احق بالمبیع ہے تا استیفاء ثمن کیونکہ اسکی تقدیم ہے بائع کی حیات میں اسی طرح اسکی تقدیم ہوگی اسکی تجہیز پر اسکی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارہ
فاسد لیا اور اجرت تعلیم کی یا رہن فاسد لیا یا قرض فاسد دیا اور بواسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکھ لی تو اسکو اجارہ کی چیز اور مرہون کا حبس
جائز ہے تاوقتیکہ اپنا مال پاوے اور اگر موجر یا راہن یا مقرض مرجاوے تو وہ شیء مقبوض کا زیادہ تر حقدار ہے باقی غریموں سے کذا فی الطحطاوی فیاخذ
المشتری دراہم الثمن بعینہا لو قائمۃ ومثلہا لو ہالکۃ بناء علی تعیین الدراہم فی البیع الفاسد وھو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا
لیگا اگر دراہم ثمن کے موجود ہوں اور انکے مانند اور دراہم کو لیگا اگر وہ موجود نہوں بنا بر متعین ہونے دراہم کے بیع فاسد میں اور یہی قول تعیین کا اصح
ہم یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ شارح نے کہا کہ بیع فاسد میں دراہم کا متعین ہونا اصح قول ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو
جیسے مشتری کو منفعت مبیع کی حلال نہیں کیونکہ علت حرمت کی یہاں تعین مال ہے تو جب ثمن بھی مبیع کے مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور
حالانکہ بائع کو ربح حلال ہے نہ مشتری کو اسکا جواب شارح نے مصنف کے قول میں تصرف کرکے دیا وانما طاب للبائع ما ربح فی الثمن لا علی الروایۃ
الصحیحۃ المقابلۃ للاصح بل علی الاصح ایضا لان الثمن فی العقد الثانی غیر متعین لا بتعینہ فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال ہوا ہے وہ
فائدہ جو اسکو ثمن میں حاصل ہوا ہے وہ روایت صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے مبنی نہیں بلکہ حلت بھی دوسرے قول اصح پر مبنی ہے اسواسطے کہ عقد ثانی میں
ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ بیع فاسد نہیں اور عقد اول میں ثمن کا متعین ہونا مضر نہیں چنانچہ اسکو علامہ سعدی افندی نے بیان کیا ہے ہم خلاصہ جواب
یہ ہے کہ بائع کے واسطے نفع اسلیے حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی میں غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع صغیر میں
امام اعظم سے یوں مروی ہے کہ ایک مرد نے لونڈی ہزار درہم کو بعقد فاسد خریدی اور دونوں میں تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا
مقبوض میں امام نے فرمایا کہ جسنے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جسنے دراہم قبض کیے اسکو نفع حلال ہے انتہی اسواسطے مشتری کو نفع حلال

کہ عقد متعلق ہو مال متعین سے جیسے جاریہ ہو تو خبث اسمین جم گیا اور بائع کو اسواسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہیں ہوا کہ اسکا مثل [illegible]
تو خبث اسمین ہی ممکن ہو تو اسکا تصدق واجب نہوا یہ حکم ہے اس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تھا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو جیسا کہ مغصوب اور امانات
مین جبکہ اسمین امانت دار خیانت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونون کو خبث شامل ہوگا چنانچہ مودع یا غاصب جبکہ عرض یا نقدین
تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق نفع لازم ہے یعنی اگرچہ دونون ضمان ادا کیا ہو اور حلت نفع بائع اور عدم حلت نفع مشتری کا محل وہ ہے جب تک بیع نقد
نہو کیونکہ اسمین دونون کو نفع حلال نہین چنانچہ عقد صرف مین دونون کو نفع حلال ہے کذا فی الطحطاوی لا یطیب للمشتری ما ربح فی بیع یتعین بالتعیین بان باع
بازید لتعلق العقد بعینہ فتمکن الخبث فی الربح فیتصدق بہ حلال نہین مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اس مبیع مین جو متعین ہو تعیین سے اس طرح پر کہ بیع
مذکور کو زیادہ ثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین مبیع سے تو خبث جم گیا نفع مین تو اسکو تصدق کرے [illegible]
اول مین منحصر ہوا اور اگر مبیع بیچکر اسکے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعیین کے عقد ثانی مین کما طاب للبائع
مال ادعاہ علی آخر فصدقہ علی ذلک فقبضہ ای ادفاہ ایاہ ثم ظہر عدمہ بتصادقہما انہ لم یکن علیہ شیء کان بدل المستحق [illegible]
والخبث لفساد الملک انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین چنانچہ حلال ہے نفع اس مال کا جسکا مدعی نے دوسرے شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکی
تصدیق کی پھر اسنے مدعی کو مال ادا کیا بعد اسکے تصادق طرفین سے اسکا عدم ظاہر ہوا اس طرح پر کہ مدعا علیہ پر کچھ مال مدعی کا نہ تھا [illegible] نفع حلال ہوا کہ
مستحق کا عوض مملوک ہوتا ہے بملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہے وہ فقط مال متعین مین عمل کرتا ہے نہ غیر متعین مین پس مدعی مذکور کو نفع اسکا
حلال ہوگا جبکہ نقدین کا دعوے کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض مین تعیین ہے نہ نقدین مین صورت مسئلہ جامع صغیر مین یون مذکور ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے
مرد سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم ہین سو انکو ادا کر اسنے ادا کئے پھر دونون کسی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور مین تصرف کیا اور فائدہ اسکو حاصل ہوا
تو یہ فائدہ اسکو حلال ہے اسواسطے کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہے پھر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو مدعی کو اپنی ملک مین نفع حاصل ہوا پھر جب اسکے بعد دونون
عدم دین پر اتفاق کیا تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد یہان دین ہے اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ ہین کذا فی الطحطاوی اما الخبث لعدم
الملک کالغصب فیعمل فیہما کما بسطہ خسرو وابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہو چنانچہ غصب متعین اور غیر متعین دونون مین عمل کرتا ہے چنانچہ ملا خسرو اور
ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے وقال الکمال لو تعمد الکذب فی دعواہ الدین لا یملکہ اصلا وتوقف فیہ فی النہر اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ اگر مدعی مذکور عمدا
دعوی دروغ اپنے دین مین کریگا تو نفع کا اصلا مالک نہوگا اور نہر الفائق مین اس قول کی توقف کی ہے صاحب نہر الفائق نے کہا کہ فقہا نے کتاب الاقرار مین تصریح کی ہے
کہ اگر مقر لہ جانتا ہو کہ مقر کاذب ہے اپنے اقرار مین تو اسکو دیانۃ مال لینا حلال نہین ہان اگر اسکو شبہہ ہو تو محمد کے نزدیک حلال ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک
اسوقت مین اسکو نفع حلال نہوگا اور بیان کلام مدعی پر محمول ہے یعنی مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہے پھر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ نے کبھی
اسکے باپ کو قرض ادا کر دیا تھا سو دونون کا دین پر تصادق ہوا تو اسپر نفع حلال ہوگا اور یہ نہایت خوب فہم ہے اسکو غور کرے انتہی وفیہ الحرام ینتقل فلو دخل
بامان واخذ مال حربی بلا رضاہ واخرجہ الینا ملکہ وصح بیعہ لکن لا یطیب لہ ولا للمشتری منہ بخلاف البیع الفاسد فانہ لا یطیب لہ لفساد عقدہ
ویطیب للمشتری منہ لصحۃ عقدہ اور اسی کتاب مین ہے کہ حرام انتقال کرتا ہے ایک شخص سے دوسرے شخص تک سو اگر مسلم دار الحرب مین امان لیکر
داخل ہوا اور حربی کا مال بدون اسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام کی طرف نکال لاوے تو اسکا مالک ہوگا اور اسکی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ
اسکی ملک مین خبث ہے دغا کے سبب تو وہ مال اسکو حلال نہوگا اور نہ اسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہین اسکے عقد کے فساد
سبب اور جسنے اس سے خریدا اسکو حلال ہے بسبب اسکی صحت عقد کے ہم جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ مال نہو بلا طعام رشوت وسود کی

خریداری حرام ہے مگر یہ کہ غارت گر اوسکا مستحق اسکی قیمت ادا کرے یا مالک اسکو معاف کر دے تو اسکو مول لینا درست ہے کذا فی الطحطاوی وفی خطر الاشباہ الحرمۃ تتعدد مع العلم بہا الا فی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ حرمت متعدد ہوتی ہے اسکے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق میں یعنی ہم اگر حرمت کا علم ہو تو اشخاص متعددہ میں بھی متحقق ہوتی ہے سوائے وارث کے یعنے اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اسکے حق میں وہ مال حلال ہے وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال وتحققہ ثمہ اور ظہیریہ میں حلت وارث کو بایں قید مقید کیا ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور ہم اسکی تحقیق کرینگے اسکے مقام میں ہم یعنے اگر وارث جانے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصوں کا مال بسرقہ یا غصب یا رشوت لیا ہے تو اسپر واجب ہے کہ انکو یا انکے وارثوں کو وہ مال مذکور پھیر دے اور اگر نہ پھیریگا تو وارث پر وہ مال حرام ہے مجتبیٰ میں ہے کہ مورث مر گیا اور کسب اسکا حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر اسنے کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں بلکہ میراث وارثوں پر مطلقاً حرام ہے انتہی اس قول سے معلوم ہوا کہ در صورت علم وارث حرمت ثابت ہے اگرچہ ارباب اموال کو نہ جانتا ہو کذا فی الطحطاوی بنی وغرس فیما اشتراہ فاسدا شرع فیما انقطع حق الاسترداد من الافعال الحسیۃ بعد الفراغ من القولیۃ لزمہ قیمتہما وامتنع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اس زمین میں جسکو فاسد خریدا تھا تو اسکو گھر اور زمین کی قیمت کا دینا لازم ہو گیا اور فسخ ممتنع ہو گیا شارح کہتا ہے شروع ہوا ان مسائل میں جنمیں حق استرداد قطع ہو جاتا ہے افعال حسیہ کے سبب بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ یعنے اول اقوال قاطعہ فسخ کو ذکر کیا بعد اسکے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وقالا ینقضہما ویرد المبیع ورجحہ الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑ دے اور درختوں کو اکھاڑے اور مبیع کو پھیر دے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین نے ہم کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا یہ جو امام کی دلیل ہے یعنی فسخ بیع کا عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہے سو ممنوع ہے اسواسطے کہ اجارہ میں اگر درخت لگا دے تو بالاتفاق قطع واجب ہے تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس کا سبب دوام کے واسطے ہونا یہ اور کا سبب نہیں وتعقبہ فی النہر بحصولہما بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہے یعنی دفع کیا ہے نہر الفائق میں بواسطے حاصل ہونے بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ہم صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہو اس سے دوام مقصود ہوتا ہے بخلاف اجارہ کے کیونکہ اسمیں تسلیط نہیں تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلیط پر ہے انتہی طحطاوی نے کہا یہ تعقب اسوقت مسلم ہو جبکہ بائع حق کے سبب فسخ ہو تو یہ کہنا ہو سکتا ہے کہ اسنے اپنا حق تسلیط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب ہے تو اب کچھ فرق نہ رہا بیع اور اجارہ میں وکذا کل زیادۃ متصلۃ غیر متولدۃ کصبغ وخیاطۃ وطحن حنطۃ ولت سویق وغزل قطن وجاریۃ علقت منہ اور اسی طرح بائع فسخ ہر ایک وہ زیادتی جو مبیع متصل ہے اور اس سے پیدا نہیں ہوئی چنانچہ رنگ اور دوخت کپڑے میں اور پیسنا گیہوں کا اور لت کرنا ستو کا اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہو گئی مشتری سے ہم طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ بخلاف زیادت غیر متولدہ ہے بنظر مرد کی منی کے فلو متصلۃ کولد او متولدۃ کثمن فلہ الفسخ ویضمنہا باستہلاکہا سوی منفصلۃ غیر متولدۃ جوہرہ سوا اگر زیادتی منفصل ہو یعنے غیر متولدہ چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ ہو جیسے گھی تو اسکو فسخ کا اختیار ہے اور اسکا تاوان دے اسکے استہلاک سے سوائے منفصل غیر متولد زیادتی کے کذا فی الجوہرہ ہم زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب خلاصہ یہ ہے کہ چاروں قسم کی زیادتی میں سے فقط متصل غیر متولد زیادتی میں فسخ ممتنع ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہے نہ باقی میں وفی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعل المشتری او المبیع او بآفۃ سماویۃ اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردا ولو بفعل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین میں ہے کہ اگر مبیع ناقص ہو گئی مشتری کے ہاتھ میں مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے دیت کے ساتھ یعنے بقدر نقصان کچھ مال مشتری سے لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو مبیع مسترد ہوگی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہے یعنے چاہے مشتری سے نقصان کا مواخذہ کرے چاہے اجنبی سے کذا فی البحر وکرہ تحریما مع الصحۃ البیع عند الاذان الاول الا اذا تبایعا یمشیان فلا باس لتعلیل النہی بالاخلال

باسعے فاذا انتفی اور مکروہ تحریمی ہے صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعہ کے دن اذان اول کے وقت مگر جبکہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی
حالت میں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ تعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے ہے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہو گئی کیونکہ قرآن مجید میں صریح حکم ہے
کہ اذان سنکر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہے اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو سعی واجب میں خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت میں
بیع مکروہ نہیں کیونکہ مانع سعی کی نہیں ہے کذا فی العنایۃ والنہایۃ اور شرح زیلعی اور بحر الرائق میں اسکو بھی مکروہ کہا ہے یعنی اسواسطے کہ نص مطلق ہے کذا فی الطحطاوی
وقد خص منہ من لا جمعۃ علیہ ذکرہ المصنف اور اسکی مخصوص ہوا ہی سے بیع اسکی جسپر جمعہ فرض نہیں مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے یعنے عورتین
اور مسافر اور بیماروں کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہیں کیونکہ انپر سعی واجب نہیں وکرہ النجش بفتحتین ویسکن ان یزید ولا یرید الشراء او یمدحہ بما لیس فیہ
لیروجہ اور مکروہ ہے لاڑ بانا یعنی نجش بفتح نون وجیم اور سکون جیم بھی جائز ہے اسکو کہتے ہیں کہ قیمت بڑھا دے اور خریداری کا ارادہ نکرے یا مبیع کی ایسی
تعریف کرے جو اسمیں نہیں تاکہ اسکی خریداری پر لوگ رغبت کریں ویجری فی النکاح وغیرہ اور لاڑ بانا نکاح وغیرہ میں بھی جاری ہے الم یعنے حرمت
لاڑ بینے پن کی فقط بیع میں خاص نہیں نکاح وغیرہ میں بھی حرام ہے اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے لا تناجشوا یعنے لاڑ بانا نکرو اور یہ نہی عام ہے بیع کو
بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النہی محمول علی ما اذا کانت السلعۃ بلغت قیمتہا اما اذا لم تبلغ لا یکرہ لانتفاع الخداع عنایہ پھر دریافت کرنا چاہیے
کہ نہی نجش کی محمول ہے اس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہو گئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو بلا قصد خرید ثمن کا زیادہ کر دینا بقدر
قیمت مکروہ نہیں بسبب نفی ہونے فریب کے کذا فی العنایہ یعنے اس صورت میں بائع کا فائدہ ہے اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہیں لہذا مکروہ نہیں
والسوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا او مستامنا اور مکروہ ہے مول چکانا غیر کے مول چکانے پر اگرچہ شخص غیر کا فر ذمی یا مستامن ہو لما صحاح ستہ
میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکانے پر اور نہ بیع کرے اپنے
بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی شخص کہے کہ حدیث مذکور میں بھائی کا لفظ وارد ہے تو مسلم اور ذمی اور مستامن
اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول میں دیا وذکر الاخ فی الحدیث لیس قیدا بل لزیادۃ التنفیر نہر اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح میں قید نہیں کافر کے
اخراج کے واسطے بلکہ زیادتی تنفیر کے واسطے ہے کذا فی النہر یعنے مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفر ہے وہذا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن
او المہر والا لا یکرہ لانہ بیع من یزید وقد باع علیہ الصلوۃ والسلام قدحا وحلسا بیع من یزید اور یہ یعنی کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر
بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہے مقدار ثمن پر یا مہر پر درصورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہیں تو کراہت نہیں اسواسطے
کہ یہ بیع من یزید ہے اور حالانکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ہم عنایہ میں ہے کہ اتفاق ثمن کی یہ صورت ہے کہ دو
شخص مول چکاویں ایک چیز کا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہو جاویں اور ہنوز عقد بیع منعقد نکریں کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کر دے تو یہ جائز ہے لیکن
مکروہ ہے کیونکہ اسمیں وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہے تو یہ مکروہ ہے اگر بائع بیع کی طرف مائل ہو چکا ہو بعد فیصال ثمن کے اور یہی حکم ہے نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہوا ہو
تو مول چکانا مکروہ نہیں انتہی اور جامع ترمذی میں انس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا سو حضرت نے
فرمایا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز نہیں اسنے کہا کیوں نہیں ایک کمل ہے جسکو کچھ میں اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جسمیں میں پانی پیتا ہوں فرمایا
کہ تم انکو میرے پاس لے آ سو وہ دونوں چیزیں لے آیا حضرت نے انکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں کو خرید کرتا ہے سو ایک شخص نے کہا کہ میں انکو بعوض ایک درہم کے
خرید کرتا ہوں رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہے جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک شخص نے کہا میں دو درہم کو لیتا ہوں
سو حضرت نے دونوں چیزیں اسکو دیں اور دونوں درہم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک درہم سے طعام خرید کر کے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے درہم سے کلہاڑی خرید کے

پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسمین اپنے دست مبارک سے بینٹ ڈالا پھر فرمایا کہ جا لکڑیان لایا کر اور ہمین تجکو پندرہ دن
نہ دیکھون اسنے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اسکو دس درم حاصل ہوے سو اسنے کچھ درمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
یہ تیرے حق مین بہتر ہے تیرے آنے سے سوال سیاہی کا داغ تیرے منہ مین ہو قیامت کے دن کذا فی الطحطاوی ھ یہ حدیث جواز نیلام کی جو بافعل ہندوستان مین مشہور ہے
اصل ہے و تلقی الجلب بمعنی المجلوب او الجالب اور مکروہ ہے اناج کی بھرتی کو آگے بڑھ کر لینا اور خرید کرنا جلب بتحتین بمعنی مجلوب یا جالب ہے ھ تلقی جلب کی صورت
مجتبی نے یون ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہے اور اہل شہر قحط مین گرفتار ہین سو وہ شخص قافلہ مین جا کر ملا اور اسنے سب غلہ خرید لیا
اور شہر مین آکر اسنے بیچا خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر مین آتا تو اہل شہر کو گنجائش ہوتی در صورت قحط تلقی جلب مکروہ ہے اور اگر اہل شہر کو تلقی جلب سے ضرر نہوتا
تو مکروہ نہین اور بعضون نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ شہر والا قافلہ والے کو آگے بڑھ کر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کرے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہین تو
یہ خرید جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی و ہذا اذا کان یضر باہل البلدة او یلبس السعر علی الواردین
لعدم علمهم به فيكره للضرر والغرر اور یہ کراہت یعنی تلقی جلب اسوقت ہے جبکہ اہل شہر کو ضرر ہو یا وہ شخص غلہ لانے والون پر شہر کے نرخ کو مخفی رکھے بسبب انکی لاعلمی کے
تو یہ مکروہ ہے بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت مین اور بسبب دھوکا دینے کے دوسری صورت مین اما اذا انتفیا فلا یکرہ اور جبکہ ضرر اور تلبیس نرخ منتفی ہون تو
تلقی جلب مکروہ نہین و کرہ بیع الحاضر للبادی اور مکروہ ہے بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنی شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال دلالی کرکے بیچے صحیح مسلم وغیرہ مین
جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے بیع نکرے اور چھوڑو لوگون کو تا اللہ تعالی روزی دے بعضے
آدمیون کو بعضون سے و ہذا فی حالة قحط و عوز و الا لا لعدم الضرر اور یہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت مین ہے اور اگر قحط نہو تو شخص بیرونی کا مال بیچنا بطور
دلالی کے مکروہ نہین بسبب نہ ہونے ضرر کے ھ یعنی قحط کی حالت مین باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اس سے کہا کہ تو بیع مین جلدی نکر مین تجکو گران بیچ دونگا
تو اسواسطے مکروہ ہے کہ اسمین اہل شہر کو ضرر رسانی ہے بخلاف فراخ سالی کے قیل الحاضر المالک والبادی المشتری والاصح کما فی المجتبی انهما السمسار والبائع لموافقته آخر
الحدیث دعوا الناس یرزق اللہ بعضهم من بعض (رواہ مسلم ۱۲) ولذا عدی باللام لا بمن بعضون نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہے اور بادی سے مشتری اور قول صحیح تر جیسا کہ مجتبی مین ہے یہ ہے
کہ حاضر سے مراد دلال ہے اور بادی سے بائع بسبب موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چھوڑو لوگون کو تا اللہ روزی دے بعضون کو بعضون سے اور اسی واسطے
بیع کا تعدیہ لام سے ہوا نہ من سے ھ یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سنن ابو داؤد مین لا یکرہ بیع من یزید لما مر وهی بیع الدلالة مکروہ نہین بیع
من یزید بدلیل حدیث گذشتہ جسمین پیالہ اور کمل کا قصہ مذکور ہو چکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف مین بیع الدلالہ کہتے ہین کذا فی الفتح اور بافعل ہندوستان مین اسکو
نیلام بولتے ہین اسکو بیع من یزید اسواسطے کہا کہ بائع زیادتی ثمن چاہتا ہے لہذا کہتا ہے کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ ثمن دیتا ہے و لا التفریق عبر بالنفی مبالغة فی المنع
لانہ علیہ الصلوة والسلام لعن من فرق بین والدة وولدها واخ واخیه رواه ابن ماجة وغیرہ عینی و عن الثانی فسادہ مطلقا و به قالت الائمة الثلثة بین صغیر غیر
بالغ و ذی رحم محرم منه ای محرم من جهة الرحم لا الرضاع کابن عم هو اخ رضاعا فافهم اور جدائی نکیجائے صغیر غیر بالغ اور اسکے قرابت دار محرم کے درمیان یعنی وہ محرم
جو بسبب نسب کے ہو نہ رضاعت چنانچہ چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اسکو دوچند سے شارح کہتا ہے مصنف نے نہی تفریق کو نفی کر تعبیر کیا مبالغے کے واسطے منع بیع مین
بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوة والسلام کے اسکو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اسکے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اسکے دوسرے بھائی کے روایت کیا
اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ یہ بیع فاسد ہے ہر طرح سے خواہ قرابت ولادت ہو یا نہو ھ نفی مین مبالغہ کیا اسواسطے کہ تفریق کو
محال عدیم الوقوع ٹھہرایا اور صغیر مین غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کے واسطے لگائی کہ صغیر سے وہ مراد ہے جو اپنا ضروری کام نکر سکے تو اس قید سے صراحت
لفظ غیر بالغ سے بھی صغیر مین داخل رہا الا اذا کان التفریق باعتاق و توابعه او کان علی مال او بیع ممن حلف بعتقه او کان المالک کافرا لعدم مخاطبته بالشرائع

او متعدد ولو الآخر لطفل او مکاتبہ فلا باس بہ او تعدد محارمہ فلہ بیع ما سوے واحد غیر الاقرب والابوین والملحق بہا فتح کہ جب کہ تفریق بسبب اعتاق
اور اسکے توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو یا اس شخص کے ہاتھ بیع کے سبب سے تفریق ہو جسنے غلام مبیع کے آزاد کرنے کی
قسم کھائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر مخاطب باحکام شرعیہ نہیں یا مالک متعدد ہوں اور اگر دوسرا غلام اسکے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق میں کچھ مضائقہ
نہیں یا غلام کے محارم چند ہوں تو مالک کو محارم کا بیچنا جائز ہے سوا ایک محرم غیر اقرب اور والدین کے اور جو ملحق بوالدین ہے کذا فی الفتح ھ اگر صغیر کی دادی اور
وخالہ ہو تو ھ اور خالہ کی بیع جائز ہے نہ دادی کی کیونکہ وہ ماں کے برابر ہے او بحق مستحق کحر و بہ یعنی یا تفریق بحق مستحق کے ہو چنانچہ ایک غلام مستحق
نکلنا یعنی زید کے پاس دو غلام محرم ہیں اور ایک غلام ان میں دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہیں و کدفع احدہما بالجنایۃ و بیعہ بالدین
او بالاتلاف مال الغیر ورده بعیب لان المنظور فی دفع الضرر عن الغیر لا الی الضرر بالصغیر اور جیسا کہ دینا دینا ہے ایک غلام کو بسبب اسکے ارتکاب جنایت
اور بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب سے یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کرڈالنے سے اور پھیر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق
جائز ہے اسواسطے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اسکے محرم میں منع ہے تو منظور دفع ضرر غیر سے ہے صغیر سے نہ غیر کے ضرر پر ہم اپنی نسبت شرع ہی کہ
ضرر دفع ہو نہ کہ غیر کو جدا کرنا اسکے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہیں کہ غیر کو یعنی مالک کو ضرر پہونچے تو اگر مطلقاً تفریق منع ہو تو صورت جنایت غلام
مالک پر فدیہ لازم آوے اور دوسری صورت میں قرضخواہوں کو قیمت دینی پڑے اور تیسری صورت میں عیب دار لینا پڑے کذا فی الطحطاوی **بخلاف**
الکبیرین والزوجین فلا باس بہ خلافاً لاحمد فاستثنیٰ عشر بخلاف کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ اسمیں کچھ مضائقہ نہیں برخلاف امام احمد
حنبل کے مذہب کے تو مستثنیٰ گیارہ ہیں ھ یعنے صغیر اور اسکے محرم نسبی میں تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہیں مگر گیارہ صورتوں میں جائز ہے ۱ اعتاق ۲
توابع اعتاق ۳ اسکے ہاتھ بیچنا جسنے غلام کے آزاد کرنے کی قسم کھائی ۴ جب کہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جبکہ مالک متعدد ہوں ۶ جبکہ صغیر کے محارم کئی شخص ہوں
۷ جبکہ محرم صغیر غیر کا مستحق نکلے ۸ دینا غلام کو غلام کی جنایت میں ۹ بیچنا غلام کا غلام مدیون کے دین میں ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف مال غیر میں ۱۱ عیب کے سبب
پھیرنا کذا فی بحر الرائق میں ۱۲ دونوں صورتیں زیادہ کی ہیں جبکہ صغیر قریب البلوغ ہو اور اسکی ماں اسکی بیع سے راضی ہو **وکما یکرہ التفریق بالبیع وغیرہ من**
الملک کصدقۃ ووصیۃ یکرہ الشراء الا من حربی ابن ملک والقسمۃ فی المیراث والغنائم جوہرہ اور جیسے تفریق مکروہ ہے بیع سے اور اسکے سوا
اور اسباب ملک سے چنانچہ صدقہ اور وصیت سے اسی طرح خرید کرنے سے بھی مکروہ ہے مگر حربی سے خریدنا مکروہ نہیں کذا ذکرہ ابن ملک اور میراث اور غنائم میں
قسمت کرنے سے تفریق مکروہ ہے کذا فی الجوہرہ ھ ایک شخص دو بیٹے اور دو غلام محرم نہیں ایک صغیر ہی چھوڑ کر مر گیا اور ایک ایک غلام ایک ایک بھائی کو پہونچتا ہے تو وہ امر
یہ ہے کہ دونوں غلاموں کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونوں بھائی انکا ثمن قسمت کرلیں اور اسیطرح غنیمت کے قاسم اور غازی پر تفریق حرام ہے کیونکہ غازی بمنزلہ
مشتری کے ہے کذا فی الطحطاوی اب آگے شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہے بعد ذکر بیوع مکروہہ کے **واعلم ان فسخ المکروہ واجب علی کل واحد منہما ایضاً بحر وغیرہ**
لرفع الاثم مجمع اور معلوم کر کہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک بائع اور مشتری پر واجب ہے یعنے جیسے بیع فاسد کا فسخ واجب ہے ویسے ہی مکروہ کا بھی واجب ہے کذا فی البحر وغیرہ
بسبب دور کرڈالنے گناہ کے کذا فی المجمع وفیہ نصح شراء کافر مسلماً ومصحفاً مع الاجبار علی اخراجہما عن ملکہ وسیجیٔ فی المتفرقات واللہ اعلم اور مجمع میں یہ بھی
روایت ہے کہ یہ صحیح کہتے ہیں ھ کافر مسلمان غلام اور مصحف کو اخراج عن الملک کی جبار کے ساتھ اور یہ مسئلہ متفرقات میں آویگا واللہ تعالیٰ اعلم یعنی اگر کافر مسلمان
غلام یا مصحف کو خرید کرے تو یہ خرید صحیح ہے باطل یا فاسد نہیں لیکن کافر جبر کیا جائیگا کہ انکو اپنی ملک میں نہ رکھے ناکہ مسلمان ذلت سے اور قرآن مجید اہانت سے محفوظ رہے
واللہ اعلم بالصواب

فصل فی الفضولی

یہ فصل ہے بیع فضولی کے احکام میں ھ فضولی نسبت ہے فضول کی طرف جو جمع ہے فضل کی یعنی زیادت کے چنانچہ انصاری اور اعرابی
مناسبتہ ظاہرۃ مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہے کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک شے پر موقوف ہے یعنی فاسد میں قبض پر اور موقوف میں اجازت پر کذا فی الحلبی ذکرہ فی النہر

بعد الاستحقاق لانہ من صورہ اور کنز میں بیع فضولی کو باب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہے اسواسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتوں میں سے ہے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ مستحق
وجود کے وقت یہ کہتا ہے کہ یہ مبیع میری ملک ہے اور جسنے تیرے ہاتھ بیچی اُسنے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بعینہ بیع فضولی کی حقیقت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بیع فضولی
کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ بیع غیر کا حق ہے ہو من یشتغل بالایعنیہ فالقائل لمن یامر بالمعروف انت فضولی یخشی علیہ الکفر فتح وہ یعنی فضولی
لغت میں اُسکو کہتے ہیں جو مشغول ہو بیفائدہ کام میں تو جسنے کہا اُس شخص سے جو امر بالمعروف کرتا ہے کہ تو فضولی ہے تو اُسپر کفر کا خوف ہے کذا فی الفتح اسواسطے کہ امر
بالمعروف شرعاً واجب ہے اور فاعل کو بیفائدہ ہونا اُسکو فضولی کہنا ظاہر انفی وجوب پر دلالت کرتا ہے اور قائل مذکور کی نفی حقیقت کفر ہوئی اسواسطے کہ اس کلام
سے نفی وجوب مقصود نہیں ہوتی و اصطلاحاً من یتصرف فی حق غیرہ بغیر اذن شرعی فصل خرج بہ نحو وکیل و وصی اور اصطلاح فقہ میں فضولی وہ ہے
جو اپنے غیر کے حق میں تصرف کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر میں بمنزلہ جنس کے ہے تو اس میں وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہیں اور بغیر اذن
شرعی فصل ہے جو نکل گئے اسسے مانند وکیل و وصی کے چنانچہ قاضی نے کہا فضولی کی تعریف سے کل تصرف صدر منہ تملیکا کان کبیع و تزویج او اسقاطا کطلاق و
اعتاق ولہ مجیز ای لہ التصرف من قابل علی اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفا جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ وہ تصرف تملیک ہے چنانچہ بیع اور
تزویج یا اسقاط ملک ہو جیسا چنانچہ طلاق اور عتاق اور حالانکہ اُسکا مجیز ہے یعنی اُس تصرف کے واسطے وہ شخص موجود ہو جو قادر ہے اُسکی اجازت پر تصرف کے وقوع
ہونے کے وقت میں تو یہ تصرف منعقد ہوگا مالک کی اجازت پر موقوف ہوکر ہم یعنی اگر مثلاً زید نے خالد کے مال کی بیع کی یا اُسکا کسی عورت سے نکاح کر دیا یا اُسکی
زوجہ کو طلاق دی یا اُسکا غلام آزاد کر دیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھیگا تو بیع اور تزویج اور طلاق اور عتاق نافذ ہوگا والا باطل ہوگا وما لا مجیز لہ حالۃ
العقد لا ینعقد اصلا بیانہ صبی باع مثلا ثم بلغ قبل اجازۃ ولیہ فاجازہ بنفسہ جاز لان لہ ولیا یجیزہ حالۃ العقد بخلاف ما لو طلق مثلا ثم بلغ فاجازہ بنفسہ
لم یجز لانہ وقت العقد لا مجیز لہ فیبطل الا اذا قال اوقعتہ فیصح انشاء لا اجازۃ کما بسطہ العمادی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہیں حالت عقد میں تو وہ اصلا منعقد
نہوگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلاً پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اُسنے بیع سابق کو جائز رکھا تو بیع مذکور
جائز ہوگی اسواسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد میں موجود تھا بخلاف اسکے کہ اگر صغیر نے مثلاً اپنی زوجہ کو طلاق دی اور
پھر وہ بالغ ہوا اور اُسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہوگی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اُسکا کوئی مجیز نہ تھا یعنی صغیر بسبب عدم بلوغ
کے اہلیت طلاق کی نہ رکھتا تھا اور اُسکے ولی کو طلاق میں مطلق دخل نہیں تو طلاق مذکور باطل ہوگی جب تک بعد بلوغ یوں نہ کہے کہ میں نے طلاق واقع کی
تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اُسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے ہم ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ میں فضولی نہیں
کیونکہ غیر کی ملک میں متصرف نہیں لیکن چونکہ اُسکا تصرف اپنے مال میں نافذ نہیں لہذا اُسکو فضولی قرار دیا و وقف بیع مال الغیر لو الغیر بالغا عاقلا
فلو صغیرا او مجنونا لم ینعقد اصلا کما فی الزواہر معزیا للعمادی اور غیر کے مال کی بیع موقوف ہے اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلا
منعقد نہوگی چنانچہ زواہر الجواہر میں ہے عمادی سے نقل کرکے و ہذا ان باعہ علی انہ للمالک اور یہ یعنی توقف بیع اس صورت میں ہے اگر فضولی نے بیع کو اس
شرط پر بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہے یعنی بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہے اما لو باعہ علی انہ لنفسہ او باعہ من نفسہ او شرط
الخیار فیہ للمالک المکلف او باع عرضا من غاصب عرض آخر للمالک بہ فالبیع باطل اور اگر اُسکو بیچا اس طرح پر کہ مبیع میرا مال ہے یا اُسکو بیچا اپنی ذات
سے یعنی خود خرید کیا یا اُسمیں اُسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اُس شخص سے جسنے دوسری متاع مالک کی غصب کی
بعوض متاع مغصوب کے تو بیع ان چار صورتوں میں باطل ہے ہم ابو السعود نے حاشیہ اشباہ میں ذکر کیا کہ دو شخصوں نے ایک شخص کی دو متاع کو
غصب کیا پھر ایک غاصب نے دوسرے غاصب سے متاعین مغصوبین کی بیع کی پھر مالک نے اُس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ فائدہ

بیع کا مالک رقبہ اور تصرف ہے سو مالک کو بدون عقد بھی بدلین میں حاصل ہے لہذا بیع منعقد نہوگی تو اجازت بھی اُسکو لاحق نہوگی اور اگر دو غاصبون نے دو شخصون
کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونون مالکون نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہرا یہی حکم ہے دو فضولیون کا جنھون نے ایسا کیا تو غصب کی
قید نہین اور متاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ غاصب ایک شخص سے نقود کو غصب کر کے عقد صرف کرینگے تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود معاوضات مین
متعین نہین کذا فی الطحطاوی والحاصل ان بیعہ موقوف الا فی ہذہ الخمسۃ فباطل اور حاصل کلام یہ ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہے مگر ان پانچ صورتون مین
باطل ہے ہم چار صورتین تو یہی ہین جو ابھی مذکور ہو چکین اور ایک صورت مال صغیر و مجنون کی بیع ہے قید بالبیع لانہ لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ الا اذا کان المشتری
صبیا او محجورا علیہ فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خرید کریگا تو مشتری یعنی فضولی پر
نافذ ہوگی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اُسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جسکے واسطے خرید واقع ہوئی ہے جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی
تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اُسکے واسطے نافذ نہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور ثمن اُس
سے لے تو دونون مین بیع التعاطی اب ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ہذا اذا لم یضفہ الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ بان قال بع ہذا العبد لفلان فقال البائع
بعتہ لفلان توقف بزازیۃ وغیرہا یہ جو فضولی کے لئے خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اُسوقت ہے جبکہ اُسنے خریداری کو اپنی غیر کی طرف منسوب نکیا ہو تو اگر غیر کی طرف منسوب
کی ہوگی بایطرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ مین نے اُسکے ہاتھ بیچا تو اُسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی کذا فی
البزازیۃ وغیرہا لان بیعہ لنفسہ باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدائع کانہ لانہ غاصب اسواسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہے کذا فی البحر والاشباہ
عن البدائع شاید کہ یہ بیع اسواسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے بیع کا ہم جلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنی فالبیع باطل کی یہ تعلیل ہے طحطاوی نے کہا
بہتر یہ ہے کہ مصنف کے قول یعنی لمالکہ کی یہ قول تعلیل ہو وکذا من نفسہ لان الواحد لا یتولی طرفی البیع الا الاب کما مر اور اسیطرح فضولی کا خرید کرنا اپنے
واسطے باطل ہے اسواسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفون کا یعنی ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا سوا باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول مین یہ گذر چکا
وعبارۃ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلاث فباطل اذا باع لنفسہ بدائع واذا شرط الخیار فیہ للمالک تلقیح واذا باع عرضا من غاصب عرض آخر
للمالک فتح لکن ضعف المصنف الاولی لمخالفتہا الفروع المذہب لتصریحہم بان بیع الغاصب موقوف وبان المبیع اذا استحق فللمستحق اجازتہ علی
الظاہر مع ان البائع باع لنفسہ لا للمالک الذی ہو المستحق مع انہ توقف علی الاجازۃ اور عبارت اشباہ یہ ہے کہ بیع فضولی کی موقوف ہے مگر تین صورتون
مین باطل ہے جبکہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جبکہ اُسمین مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی
اُس شخص کے ہاتھ جسنے مالک کی متاع غصب کی بعوض متاع مغصوب کے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین پہلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اُسکے مخالف
ہونے کے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ بیع غاصب کی موقوف ہے نہ باطل اور اُسکی تصریح ہے کہ بیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو
اس بیع کی اجازت درست ہے بنا بر ظاہر قول کے باوجودیکہ بائع نے مبیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اُسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے
واما الثانیۃ ففی النہر وینبغی الغاء الشرط فقط قلت وحاصلہ کما قالہ شیخنا ان بیعہ موقوف ولو لنفسہ علی الصحیح انتہی اور دوسری صورت کی تضعیف
نہر الفائق مین یون ہے اور فقط شرط خیار کا لغو کر دینا لائق ہے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور حاصل کلام صاحب نہر جیسا کہ ہمارے استاد نے فرمایا ہے یہ ہے کہ بیع
فضولی کی دو صورت شرط خیار موقوف ہے اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی ولکن فی حاشیۃ الاشباہ
لابن المصنف زدت علیہ مسئلتین من الحاوی وہما بیع الفضولی مال صغیر ومجنون لا ینعقد اصلا الی ہنا لیکن ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین ہے
مین نے اشباہ کے تین مسئلون پر دو مسئلے اور زیادہ کیے ہین حاوی سے اور وہ دونون یہ ہین بیع فضولی کی مال صغیر و مجنون کو یہ بیع ہرگز منعقد نہوگی

یعنے باطل ہی انتہی طحطاوی فکما الی ہہنا بمعنی انتہی ہی وقف بیع العبد والصبی المحجورین علی اجازۃ المولی والولی وکذا المعتوہ اور غلام ممنوع التصرف اور صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہی مولی اور ولی کی اجازت پر اور اسی طرح معتوہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہی وفی العمادیۃ وغیرہا لا ینعقد اقاریرالصبید ولا عقودہ وتنفذ فی المحجر اورعمادیہ وغیرہا مین ہی کہ غلام کے اقرار منعقد نہین ہوتے اور نہ اسکے عقود اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب الحجر مین ہم نظاہرا عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہی اسواسطے کہ بیع منجملہ عقود کے ہی اور وہ موقوف ہی و غیر منعقد اور جواب یون ممکن ہی کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہی ووقف بیع مالہ من فاسد العقل غیر رشید علی اجازۃ القاضی اور بائع کا بیچنا اپنے مال کو مرد فاسد العقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہی ہم غیر رشید وہ ہی جو تصرف کرنا نجوبی نجانتا ہو وبیع المرہون والمستاجر والارض فی مزارعۃ الغیر علی اجازۃ مرتہن ومستاجر ومزارع اور جو چیز گروی ہو اور غیر کے اجارے مین ہو اور جو زمین غیر کے پاس بٹائی مین ہو اسکی بیع مرتہن اور مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہی ہم مرتہن اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہین نہ فسخ بیع کے لیکن کہ بعضی نے کہا کہ مرتہن اجازت اور فسخ دونون کا مالک ہی نہ مستاجر کذا فی الطحطاوی ووقف بیع شئ برقمہ ای بالمکتوب علیہ فان علمہ المشتری فی مجلس البیع نفذ والا اور موقوف ہی بیع شئ کی اسکی رقم یعنی ثمن کی علامت اسپر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع مین ثمن مذکورہ کو دریافت کیا تو بیع نافذ ہی اور نہین تو باطل ہی ہم مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہی اور بحر الرائق اور شرنبلالیہ مین اسکے بالعکس ہی قلت فی مرابحۃ البحر انہ فاسد لہ شبہۃ الصحۃ لا بالعکس سوا صحیح علیہ فیحرم مباشرتہ وعلی الضعیف لا مین کہتا ہون اور بحر الرائق کے باب المرابحہ مین ہی کہ بیع بالرقم فاسد ہی جسکو صحت عارض ہوسکتی ہی یعنی علم فی المجلس سے نہ بالعکس اسکے یعنے صحیح عارض الفساد نہین ہی قول صحیح ہی تو بنابر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی حرام ہوا اور بنابر قول ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہی مباشرت حرام نہین وترک المصنف قول الدرر وبیع المبیع من غیر مشتریہ لدخولہ فی بیع مال الغیر اور مصنف نے درر کے اس قول کو ترک کیا اور بیع مبیع کی اسکے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع مین ہم درر مین ہی کہ ایک شخص زید کے ہاتھ بیچی پھر اسکو بکر کے ہاتھ بیچا تو بیع ثانی نافذ نہین یہان تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کر دین تو بھی ثانی منعقد نہوگی لیکن مشتری کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر بعد قبض بیع ہوگی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ مین نے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اسواسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر کی طرف راجع ہی جسکا ذکر پہلے ہو چکا اسواسطے کہ مشتری مبیع کا مالک ہوگیا خریدکرنے سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً وبیع المرتد اور بیع مرتد کی موقوف ہی اسکی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافاً لہما والبیع بما باع فلان والبائع یعلم والمشتری لا یعلم والبیع بمثل ما یبیع الناس بہ او بمثل ما اخذ بہ فلان فان علم فی المجلس صح والا بطل اور بیع موقوف ہی بعوض اس ثمن کے جو فلانے شخص نے بیچا اور حالانکہ بائع اسکو جانتا ہی اور مشتری نہین جانتا اور بیع اس ثمن کے مانند جسپر لوگ بیع کرتے ہین یا مانند اس ثمن کے جس ثمن سے فلانے شخص نے لیا تو اگر مشتری نے مجلس عقد مین ثمن کو دریافت کیا تو تینون صورتون مین بیع صحیح ہی نہین تو باطل ہی وبیع الشئ بقیمتہ فان بین فی المجلس صح والا لا انی اور موقوف ہی بیع شئ کی اسکی قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہوگئی مجلس عقد مین تو صحیح ہی نہین تو باطل ہی کذا ذکرہ العلامۃ الوانی وبیع فیہ خیار المجلس اور موقوف ہی وہ بیع جسمین خیار مجلس شرط ہی یعنی اگر مجلس مین اختیار کریگا تو صحیح والا غیر صحیح ووقف بیع الغاصب علی اجازۃ المالک یعنی اذا باعہ لمالکہ لا لنفسہ علی ما عن البدائع اور موقوف ہی بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنی جبکہ غاصب نے اسکے مالک کے واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہو چکا ووقف ایضاً بیع المالک المغصوب علی البینۃ او اقرار الغاصب اور کبھی موقوف ہی بیع مالک کی شئ مغصوب کو گواہون پر یا غاصب کے اقرار پر یعنے درصورت انکار غاصب اگر گواہون سے غصب ثابت کیا یا غاصب نے خود غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہی والا نہین وبیع ما فی تسلیمہ ضرر علی تسلیمہ فی المجلس اور بیع اس چیز کی جسکی تسلیم مین ضرر ہی بائع کا اسکی تسلیم فی المجلس پر موقوف ہی ہم چنانچہ چھت کی کڑی بیچنا وبیع المریض لوارثہ علی اجازۃ الباقی اور مورث مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے

باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے وبیع الورثۃ الترکۃ المستغرقۃ علی اجازۃ الغرماء اور بیچنا وارثوں کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کے قرضخواہوں کی اجازت پر موقوف ہے
وبیع احد الوکیلین او الوصیین او الناظرین اذا باع بحضرۃ الآخر توقف علی اجازتہ او بغیبتہ فباطل اور دو وکیلوں یا دو وصیوں یا دو ناظروں میں سے ایک وکیل یا
وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت میں بیع کی تو باطل ہے واوصلہا فی النہر الی نیف وثلثین ونہر الفائق میں
بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہونچایا ہے ھم نہر الفائق میں اڑتیس قسمیں بیع موقوف کی ذکر ہیں از انجملہ مصنف اور شارح نے تینتیس قسمیں ذکر کی ہیں
وحکمہ ای بیع الفضولی لو لہ مجیز حال وقوعہ کما مر قبول الاجازۃ من المالک اذا کان البائع والمشتری والمبیع قائما بان لا یتغیر المبیع بحیث یعد شیئا
آخر لان اجازتہ کالبیع حکما اور حکم یعنی اثر مترتب بیع فضولی کا اگر اسکے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت چنانچہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے
جبکہ بائع یعنی فضولی اور مشتری اور مبیع قائم ہو اس طرح پر کہ مبیع متغیر نہوگئی ہو اس طرح پر کہ دوسری چیز شمار ہوگئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع کی
برابر ہے حکم لغیر بیع کی یہ صورت ہے کہ مثلاً کپڑے کی قطع اور دوخت ہوئی ہو والا اجازت مفید نہوگی کیونکہ اب اسکا نام کپڑا نہ رہا قبا یا قمیص نام ہوگیا بخلاف کپڑا
رنگین کرنے کے کہ اسمیں اجازت مفید ہوگی یہاں تک کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں لکن بحر الرائق میں اسکے خلاف ہے یعنی بعد رنگ کرنے کے اجازت غیر مفید ہے کذا فی الطحطاوی
وکذا یشترط قیام الثمن ایضا لو کان عرضا معینا لانہ مبیع من وجہ فیکون ملکا للفضولی وعلیہ مثل المبیع لو مثلیا والا فقیمتہ وغیر العرض ملک للمجیز
امانۃ فی ید الفضولی ملتقی اور اسی طرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اسواسطے کہ عرض معین مبیع ہوسکتا ہے ایک راہ سے تو فضولی
مشتری ٹھہریگا اور خرید فضولی کی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا مالک ہوگا اور فضولی پر مثل مبیع واجب ہوگا اگر مبیع مثلی ہے اور نہیں تو قیمت
اسکی واجب ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنی منجملہ نقود ہے تو وہ مالک مجیز کی ملک ہے فضولی کے ہاتھ میں امانت ہے کذا فی الملتقی وکذا یشترط قیام صاحب
المتاع ایضا فلا یجوز اجازۃ وارثہ لبطلانہ بموتہ اور اسی طرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہیں اجازت اسکے وارث کی بواسطے باطل ہوجانے
اجازت کے اسکی موت سے وحکمہ ایضا ان اخذ المالک الثمن او طلبہ من المشتری یکون اجازۃ عمادیۃ اور بیع فضولی کا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا
اور اسکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیہ وللمشتری الرجوع علی الفضولی بمثلہ لو ہلک فی یدہ قبل الاجازۃ الاصح ثم ان لم یعلم انہ فضولی
وقت الاداء لان علم فقنیۃ واعتمدہ ابن الشحنۃ واقرہ المصنف وجزم الزیلعی وابن ملک بانہ امانۃ مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا
فضولی سے اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہوجائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہے کہ ہاں رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادا سے ثمن کے وقت
پہچانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز نہیں اگر اسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیہ اور اسی قول کو معتمد جانا ہے ابن شحنہ نے اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف
نے اپنی شرح میں اور زیلعی اور ابن ملک نے اسپر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقاً یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنح
اور بصورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہیں وقولہ اسأت نہر بئس ما صنعت او احسنت او اصبت علی المختار فتح اور مالک کا یوں کہنا فضولی
سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فی الفتح ھم اور غیر مختار قاضی خان کا قول کہ احسنت
او اصبت اجازت نہیں کیونکہ استہزا کے واسطے بھی بولتے ہیں کذا فی الطحطاوی وہبتہ الثمن من المشتری والتصدق علیہ بہ اجازۃ اذا المبیع قائما عمادیۃ
اور ثمن ہبہ کرنا مالک کا مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذا فی العمادیہ قولہ لا اجیز رد لہ ای للبیع الموقوف
فلو اجازہ بعدہ لم یجز لان المفسوخ لا یجاز بخلاف المستاجر لو قال لا اجیز بیع الآجر ثم اجازہ جاز اور مالک کا یوں کہنا کہ میں اجازت نہیں دیتا بیع موقوف کا رد کرنا ہے
اگر بعد اسکے اجازت دیگا تو جائز نہیں اسواسطے کہ مفسوخ اجازت پذیر نہیں ہوتا بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ میں اجازت نہیں دیتا اجارہ دینے والے کی بیع کو پھر
بعد اسکے اسنے اجازت دی تو جائز ہے واعاد کلامہ جواز الاجازۃ بالفعل وبالقول ان للمالک الاجازۃ والفسخ وللمشتری الفسخ لا الاجازۃ وکذا الفضولی قبلہا فی البیع لا النکاح لانہ معبر

برازیہ او مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکھنا اور اسکا فسخ کردینا جائز ہی اور مشتری کو فسخ جائز ہی
اجازت او اسیطرح فضولی کو قبل اجازت مالک کے بیع میں فسخ کرنا جائز ہی نکاح میں کیونکہ فضولی نکاح میں سفیر محض ہی کذا فی البزازیہ جب فضولی نکاح میں سفیر ہوا
تو حقوق نکاح موکل سے متعلق ہونگے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اسمین فضولی کو فسخ کا اختیار ہی تا حقوق اپنی ذات سے دفع کرے اسواسطے کہ اجازت مالک کے بعد
فضولی بمنزلہ وکیل ہو گا تو حقوق عقد اسکی طرف راجع ہونگے یعنی مطالب بالتسلیم اور مخاصم بالعیب ہو گا اور اسمین اسکا ضرر ہی تو اسکو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اسکے
ثبوت کے جائز ہوا کذا فی المنح وفی المجمع لو اجاز احد المالکین خیر المشتری فی حصتہ والزمہ محمد ہ اور مجمع میں ہی کہ اگر دو مالکون میں سے ایک مالک نے بیع جائز رکھی تو مشتری
مختار ہی اسکے حصہ لینے میں اور محمد نے مشتری پر حصہ کی بیع لازم رکھی ہی بلا اختیار **سمع ان فضولیا باع ملکہ فاجاز ولم یعلم مقدار الثمن فلما علم**
رد البیع فالمعتبر اجازتہ یعنی ورثہ بالاجازۃ کا کوئی حق نہیں ہی جو اس کے ثمن مطلقا بزازیہ مالک نے سنا کہ فضولی نے اسکا مال بیچ ڈالا اسنے بیع کو جائز
رکھا اور حالانکہ اسکو ثمن کی مقدار معلوم نہین پھر جب اسکو علم ہوا مقدار کا تو اسنے بیع کو رد کیا تو اسکی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد کیونکہ جائز فضولی کی
اجازت سے مانند وکیل کے تا اینکہ اسکا کم کردینا ثمن سے صحیح ہی مطلقا کذا فی البزازیہ یعنی جب فضولی وکیل کی مانند ہوا اجازت دینے سے تو وکیل کی بیع کرنا اول کرنے
سے جائز ہی مطلقا خواہ مالک کو اسکا علم ہوا ہو کذا فی المنح **اشتری من غاصب عبدا فاعتقہ المشتری او باعہ فاجاز المالک بیع الغاصب او ادی**
الغاصب الضمان الی المالک علی الاصح ہدایہ او ادی المشتری الضمان الیہ علی الصحیح زیلعی نفذ الاول وہو العتق لا الثانی وہو البیع لان الاعتاق
انما یفتقر الی الملک وقت نفاذہ لا وقت ثبوتہ خریدا غاصب سے غلام کو پھر مشتری نے اسکو آزاد کردیا یا اسکو بیچ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکھی یا غاصب
نے تاوان دیا مالک کو بنابر اصح قول کے کذا فی الہدایہ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنابر صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنی عتق نافذ ہوگا نہ ثانی
یعنی بیع اسواسطے کہ اعتاق محتاج ہی ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونے کے وقت اھ یعنی تا عدم اجازت عتق موقوف تھا مالک کے ضرر کے دفع
اور بعد اجازت کے نافذ ہوگیا اور اس حدیث شریف میں کہ لا عتق لابن آدم فیما لا یملک عتق نافذ فی الحال مراد ہی بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج ملک ہی ثبوت کے وقت
قید بعتق المشتری لان عتق الغاصب لا ینفذ باداء الضمان لثبوت ملکہ زیلعی مصنف نے عتق مشتری کی قید لگائی اسواسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا
نافذ نہین تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اسکی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی ھ یعنی غاصب کی ملک تاوان سے ثابت ہی نہ غصب سے کیونکہ غصب
ملک کا سبب نہین تو عتق اسوقت واقع ہوا جب کہ اسکا مالک نہ تھا لہذا نافذ نہوگا بخلاف مشتری کے ضمان کے کہ اسمین ملک ثابت ہوگی بیع کے وقت سے
کذا فی الطحطاوی **ولو قطعت یدہ مثلا عند مشتریہ فاجیز البیع فارشہ ای القطع لہ وکذا کل ما یحدث من المبیع کالکسب والولد والعقر قبل الاجازۃ**
یکون للمشتری لان الملک تم لہ من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتھ کاٹا گیا مثلا غلام مبیع کا اسکے مشتری کے پاس پھر اسکی بیع کی
اجازت ہوئی تو قطع کی دیت مشتری کی ہی اور اسی طرح جو چیز پیدا ہو مبیع سے چنانچہ اسکا کسب اور لونڈی کا لڑکا اور مہر اگر قبل اجازت ان کا حدوث ہو
مشتری کے ملوک ہین اسواسطے کہ اجازت کے سبب مشتری کی ملک پوری ہوگئی خرید کے وقت سے تو قطع وغیرہ اسکی ملک میں حادث ہوا بخلاف
غاصب کے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی اسکے ملک تاوان دینے سے ثابت ہوتی ہی نہ غصب سے **وتصدق بما زاد علی نصف الثمن وجوبا لعدم دخولہ فی ضمانہ فتح** اور
جسقدر دیت زیادہ ہو غلام کی نصف ثمن پر اسکو مشتری تصدق کرے بنابر وجوب کے بسبب داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے اسکے ضمان
مین کذا فی الفتح ھ ایک ہاتھ کی دیت غلام مین نصف قیمت ہی اور مشتری کے ضمان مین اسقدر داخل ہی جو مقابل ثمن کے ہی تو نصف ثمن سے
جسقدر دیت زیادہ ہوگی اسمین شبہ ہی عدم ملک کا لہذا اسکا تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی الطحطاوی عن الفتح **باع عبد غیرہ بغیر امرہ قید اتفاقی**
فبرہن المشتری مثلا علی اقرار البائع الفضولی او علی اقرار رب العبد انہ لم یامرہ بالبیع للعبد واراد المشتری رد المبیع ...

ولم یقبل قوله للتناقض فضولی نے غیر کا غلام بدون اسکے امر کے بیچا پھر مشتری نے گواہ گذرانے مثلاً بائع فضولی کے اقرار پر یا گواہ لایا غلام کے مالک کے
اقرار پر کہ مالک نے فضولی کو بیع کے واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے مبیع کے پھیر دینے کا ارادہ کیا تو اُسکے گواہ مردود ہیں اور اُسکا قول قبول نہوگا
بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہے یعنی اسواسطے کہ محل نزاع بائع اور مشتری میں تو یہی امر ہے فہم وجہ تناقض یہی کہ عاقدین
یا قبلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اُسکے نفاذ پر دلیل ہے اور گواہ مقبول نہیں ہوتے مگر صحیح دعوے پر پھر سبب دعوی باطل ہوا تو گواہ بھی قبول نہونگے کما لو
اقام البائع البینة انه باع بلا امر او برهن علی اقرار المشتری بذلک اصلان من سعی فی نقض ما تم من جهته لا یقبل الا فی مسئلتین چنانچہ
گواہ مقبول نہیں اگر بائع گواہ لایا اسپر کہ اُسنے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اس طرح کے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ جو شخص سعی کرے
اُس چیز کے توڑنے میں جو اُسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہے تو اُسکی سعی مقبول نہیں مردود ہے مگر دو مسئلوں میں مقبول ہے ایک مسئلہ یہ ہے
کہ ایک شخص نے غلام کو خریدا کیا اور اُسپر قبضہ کیا پھر دعوی کیا کہ بائع نے اُسکو قبل اسکے فلانے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اسپر گواہ لایا تو گواہ
اُسکے مقبول ہیں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک لونڈی کسیکو ہبہ کی اور موہوب لہ نے اُسکو حرم بنایا پھر واہب نے دعوی کیا کہ اُسکو میں نے مدبرہ کیا تھا اور اسپر
گواہ لایا تو گواہ مقبول ہیں تو لونڈی پھیر لے اور اسپر محمول ہوگا کہ اُسنے یہ فعل کیا پھر وہ تائب ہوا اور اسنے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ میں گرفتار رہے کذا فی
الطحطاوی وان اقر البائع المذکور ولو عند غیر القاضی بحر بان رب العبد لم یامره بالبیع ووقفه علیه علی عدم الامر المشتری نقض البیع لان
التناقض لا یمنع صحة الاقرار لعدم التهمة فاذا توافقا بطل فی حقهما الا فی حق المالک للعبد ان کذبهما وادعی انه کان بامره فیطالب البائع بالثمن
لانه وکیل لا المشتری خلافا للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسی کے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اس طرح پر کہ غلام کے مالک نے
مجکو اُسکی بیع کا امر نہیں کیا اور عدم امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائیگی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہیں بسبب
نہونے تہمت کے اپنی ذات کے اقرار میں پھر جب متعاقدین موافق ہوے تو بیع باطل ہوگی دونون کے حق میں نہ غلام کے مالک کے حق میں اگر وہ دونون کی تکذیب
کرے اور اسکا مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے پہلا ابو یوسف کے مذہب کے لیکن انکے
نزدیک مشتری سے بھی مطالبہ کرسکتا ہے سو اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے پھیر لے کذا فی الطحطاوی وباع دار غیره بغیر امره وقبضها المشتری نہر
واما ادخالها فی بناء المشتری فقید اتفاقی دُرر اپنے غیر کا گھر بیچا بدون اُسکے امر کے اور اُسپر مشتری کا قبضہ کرا دیا کذا فی النہر اور گھر کا داخل کرنا مشتری کی عمارت میں
چنانچہ کنز میں واقع ہے سو قید اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الدرر ہم بلا امر مالک کے قید اتفاقی ہے کیونکہ یہی محل نزاع ہے فہم ثم اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر
المشتری لم یضمن البائع قیمة الدار لعدم سرایة اقراره علی المشتری پھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گھر کی قیمت کا
تاوان نہ دیگا بسبب سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر فہم عدم سرایت اقرار بائع اُسکے عدم ضمان کی علت نہیں بلکہ عدم سرایت عدم نزاع دار کی علت ہے یعنے
مشتری کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائیگا بائع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہ علت ہے کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہیں اور محمد کے
نزدیک بائع قیمت دار کا ضامن ہے اور ابو یوسف کا بھی پہلا قول یہی تھا کذا فی الطحطاوی فان برهن المالک اخذها لانه نور دعواه بها اور اگر مالک گواہ لایا غصب کے
تو گھر کو لیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوی کو شہادت سے روشن اور ثابت کر دیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باعه فضولی وآجره آخر او زوجه او رهنه فاجیز امعا ثبت
الاقوی فتصیر مملوکة لا زوجة فتح غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اُسکو اجارہ دیا یا اُسکا نکاح کر دیا یا رہن رکھا پھر دونون فضولیون کے فعل کی
اجازت ہوئی ساتھ ہی یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لونڈی مملوکہ ہوگی نہ زوجہ کذا فی الفتح یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہے نکاح سے اور اگر دونو
عقد برابر ہوں چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیون نے دو عورتوں سے نکاح کیا یا غلام کو دونون نے جدا جدا بیچا پھر دونون کے واسطے اجازت ہوئی

ساتھ ہی تو نکاح باطل ہوگا اور دونوں مشتریوں کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے میں اختیار ہوگا کذا فی المنح سکوت المالک عند العقد

لیس باجازة خانیة من آخر فصل الاقالة مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہیں چنانچہ خانیہ میں فصل اقالہ کی اخیر

باب الاقاله

یہ باب ہے اقالہ کے احکام میں اسکی مناسبت اقالہ کی فضولی سے یہ ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے اور عقد فضولی بوجہ عدم اجازت مرفوع ہوتا ہے وهي

الرفع من اقال اجوف يائي اقالہ لغت میں رفع ہے اقال اجوف یائی سے ہے بعضوں نے کہا کہ اقالہ قول سے مشتق ہے اور ہمزہ سلب کا ہے شارح نے اسکو

رد کیا کہ اقالہ قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب بولتے ہیں قلت البیع بالکسر اگر قول سے مشتق ہوتا تو قلت بالضم بولتے دوسری وجہ یہ ہے

کہ اسکا مصدر ثلاثی یائی آتا ہے ذو الاوی تجمع اللغتين کہ اقال البیع قیلا فسخہ تیسری وجہ یہ ہے کہ اہل لغت مانند صاحب صحاح وقاموس وغیرہ نے اسکو ق ی ل

کے مادہ میں ذکر کیا ہے نہ ق و ل میں وشرعا رفع البیع اور شرع میں اقالہ عبارت ہے رفع بیع سے یعنی بیع کو بعد اسکے ثبوت کے زائل کرنا اوٹھا دینا

اعم فی الجوهرة فعبر بالعقد اور جوہرہ میں اقالہ کو عام کیا ہے تو یوں تعبیر کیا ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے تو یہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہ کو شامل ہے

وتصح بلفظين ماضيين وهما ركنها او احدهما مستقبل كاقلني فقال اقلتك لعدم المساومة فيها فكانت كالنكاح اور اقالہ صحیح ہے دو الفاظ

سے اور یہ اقالہ کا رکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا مستقبل چنانچہ مشتری نے کہا کہ مجھ سے اقالہ کر بائع نے کہا کہ میں نے تجھ سے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ میں بھاؤ تاؤ

نہیں تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا ھم یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک ایک وجہ سے

بیع ہے اور حالانکہ بیع لفظ مستقبل سے منعقد نہیں ہوتی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اقالہ اصل میں در حکم بیع نہیں اسواسطے کہ وہ بھاؤ تاؤ میں جاری نہیں بخلاف

بیع کے وقال محمد كالبيع قال البرجندي وهو المختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہے منعقد نہوگا مگر دو ماضی لفظوں سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے

کہا یہی قول مختار ہے وتصح ايضا بفاسختك وتركت وتاركتك ورفعت اقالہ صحیح ہوتا ہے ان الفاظ سے بھی جو متن میں مذکور ہیں یعنی میں نے تجھسے

بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجھسے میں نے متارکہ بیع کا کیا اور بیع کو میں نے اٹھا ڈالا ھم مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلتک کے لفظ پر منحصر نہیں بلکہ الفاظ

مذکورہ سے بھی صحیح ہے وبالتعاطي ولو من احد الجانبين كالبيع هو الصحيح ونبزازية اور اقالہ صحیح ہے تعاطی سے بھی اگرچہ تعاطی ایک ہی طرف سے ہو بیع کے

مانند یہی قول صحیح ہے کذا فی البزازیہ ھم یعنی اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم کرے بلا لفظ اور

دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع صحیح ہوتی ہے وفی السراجية لا بد من التسليم والقبض من الجانبين اور سراجیہ میں ہے کہ تسلیم

مبیع اور قبض ثمن بدفع ضرور ہے دونوں جانب سے ھم یہ قول مقابل ہے قول صحیح مذکور کے یعنی غیر صحیح ہے وتتوقف على قبول الآخر في المجلس ولو كان القبول فعلا كما لو قطعه

او قبضه فور قول المشتري اقلتك ولان من شرائطها اتحاد المجلس اور اقالہ موقوف ہے طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس میں اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول یعنی بیچنے والے کو دیا گیا ہو جیسے کہ

بائع نے مبیع کو قطع کیا یا اسپر قبضہ کر لیا فی الفور مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتک اسواسطے کہ اقالہ کی شرطوں سے اتحاد مجلس ہے ھم فی الفور سے مراد یہ ہے

کہ قبول اسی مجلس میں واقع ہو اشتراط اتحاد مجلس پر وہ مسئلہ متفرع ہے جو قنیہ میں مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے امر مطلق سے بیچا پھر اسکا ثمن

بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ میں اس ثمن پر نہ دونگا سو دلال نے یہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ میں بھی نہیں چاہتا تو بیع مذکور فسخ نہوگی

بسبب متعدد ہونے مجلس کے ورضى المتعاقدين او الورثة او الوصي ومنجانب شرائط الاقالة رضامندی ہے متعاقدین کی یا انکے وارثوں یا وصی کی وبقاء المحل القابل

للفسخ بخيار فلو زاد زيادة تمنع الفسخ لم تصح خلافا لهما اور شرط ہے باقی رہنا اس محل کا جو قابل فسخ ہو بواسطے خیارات ثلثہ یعنی خیار شرط یا خیار عیب اور

خیار رویت کے تو اگر مبیع میں ایسی زیادتی ہوگئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہوگا خلافا لہما یعنی صاحبین ھم زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولدہ ہے جیسے رنگنا اور دوختہ

اور زیادت منفصلہ متولدہ جیسے بچہ و لداور ثمر وقبض بدلی الصرف فی اقالتہ اور شرط ہے قبضہ کرنا صرف کے بدلین کا صرف کے اقالہ میں وان لا یہب البائع الثمن للمشتری قبل قبضہ اور یہ شرط ہے کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ نہ کیا ہو قبل اسکے قبضہ کرنے کے ہم طحطاوی نے کہا مشتری سے غلام ماذون مراد ہے اگر بائع نے اسکو ثمن قبل القبض ہبہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں وان لا یکون البیع باکثر من القیمۃ بیع ماذون و وصی و متولی اور یہ شرط ہے کہ بیع اس ثمن سے نہ ہو جو قیمت سے زیادہ ہے غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف کی بیع میں ہم یعنے ایک چیز کی قیمت ایک درہم ہے اور غلام ماذون یا وصی یا متولی نے اسکو بعوض دو درہم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہیں برعایت مولی اور یتیم اور وقف کے اور اسیطرح اگر بغیر القیمت کو ثمن قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ نے تو بھی اقالہ صحیح نہیں وتصح اقالۃ المتولی ان خیرا للوقف والا لا اصل ان من ملک البیع ملک اقالتہ الا فی خمس الثلاثۃ المذکورۃ والوکیل بالشراء والوکیل بالسلم اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا متولی کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہو اور نہیں تو نہیں اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو بیع کا مالک ہو وہ اقالہ بیع کا بھی مالک ہوگا پانچ صورتوں میں مالک بیع کا مالک اقالہ نہیں تین صورتیں مذکور ہو چکیں یعنے بیع ماذون اور وصی اور متولی اور چوتھی صورت خرید کا وکیل بعضوں نے کہا اور پانچویں صورت سلم کا وکیل ہو کذا فی الاشباہ یعنی مسلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہیں کر سکتا ابو یوسف کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک اسکا اقالہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی ولا اقالۃ فی نکاح وطلاق وعتاق جوہرہ اور اقالہ جاری نہیں نکاح اور طلاق اور عتاق میں کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ شرع نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہے یعنے طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونے کے مرتفع نہیں ہوتی عتاق کے مانند وابراء بحر من باب التحالف اور اقالہ نہیں ابراء میں کذا فی البحر من باب التحالف اسواسطے کہ دین ابراء سے ساقط ہو گیا اور ساقط پھر عود نہیں کرتا وہی مندوبۃ للحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہے بدلیل حدیث شریف ہم ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عثرتہ یوم القیامۃ یعنے جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالی روز قیامت میں اسکی لغزش کو دور کرے اور بیہقی کی روایت میں مسلما نادما وارد ہے کذا فی الفتح القدیر وتجب فی عقد مکروہ وفاسد بحر وفیما اذا غرہ البائع یسیرا نہر بحثا فلو فاحشا فلہ الرد کما صحح اور اقالہ واجب ہے عقد مکروہ اور فاسد میں کذا فی البحر اور واجب ہے اقالہ جبکہ بائع نے مشتری کو تھوڑا فریب دیا ہو کذا فی النہر بحثا اور جو بائع نے اسکو زیادہ فریب دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہے چنانچہ آویگا وحکمہا انہا فسخ فی حق المتعاقدین فیما ہو من موجبات بفتح الجیم ای احکام العقد اور اقالہ کا حکم یہ ہے کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدین کے حق میں اس چیز میں جو منجملہ احکام عقد کے ہو موجبات بفتح جیم سے احکام عقد مراد ہیں ہم موجبات عقد وہ امور ہیں جو بنفس عقد ثابت ہوں بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدین کے حق میں بیع جدید نہیں مگر جبکہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقاً متعاقدین کے حق میں اور غیر متعاقدین کے حق میں بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہے مطلقاً اما ما وجب بشرط زائد فکان بیعا جدیدا فی حقہما ایضا کان شری بدین مؤجل عینا ثم تقایلا لم یعد الاجل فیصیر دینہ حالا کانہ باعہ ولو رد بخیار بقضاء عاد الاجل لانہ فسخ ولو کان بہ کفیل لم تعد الکفالۃ فیہما خانیہ اور اگر عقد بیع بشرط زائد کے واجب ہوا تو اقالہ متعاقدین کے حق میں بھی بیع جدید ہوگا چنانچہ صاحب دین نے بعوض اپنے دین موجل کے کسی جنس کو خرید کیا پھر متعاقدین نے اس بیع کا اقالہ کیا تو دین کی مدت اعادہ نہ کریگی تو اسکا دین فی الحال لازم الادا ہو جائیگا گویا صاحب دین نے اس جنس کو مدیون سے بیچا اور اگر صاحب دین نے مبیع کو بسبب خیار العیب کے بحکم قاضی پھیر دیا کذا فی النہر تو مدت دین کی پھر ثابت ہوگی کیونکہ یہ رد کرنا فسخ ہے بیع نہیں اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونوں میں عود نہ کریگی کذا فی الخانیہ ہم یعنے اقالہ اور رد بالعیب میں کفالت کا اعادہ نہوگا خلاصہ یہ ہے کہ بیع میں جو مدت اور کفالت کا اعادہ نہیں بعد اقالہ کے اور رد بالعیب میں مدت کا اعادہ ہو نہ کفالت کا کذا فی الطحطاوی ثم ذکر لکونہ فسخا فروعا فالاول انہا تبطل بعد ولادۃ المبیعۃ لتعذر الفسخ بالزیادۃ المنفصلۃ بعد القبض حقا للشرع فلا تبطل بعد قبضہا ابن ملک

بچہ اقالہ کے فسخ کے چند فروع ذکر کیے فرع اول یہ ہے کہ اقالہ باطل ہوتا ہے بعد ولادت مبیعہ کے بواسطہ متعذر ہونے فسخ بیع کے زیادت منفصلہ ایسے بعد
قبض کے بنا بر حق شرع شریعت نہ قبض کے قبل مطلقاً کذا ذکرہ ابن ملک یعنی زیادت قبل القبض مانع اقالہ نہیں مطلقاً خواہ زیادت متصلہ ہو یا منفصلہ خلافا
تفریع یہ ہے کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل نہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فسخ ہے نہ بیع والثانی تصح بمثل الثمن الاول او بالسکوت
عنہ اور فرع ثانی یہ ہے کہ اقالہ صحیح ہے ثمن اول کے برابر سے اور ثمن کے سکوت سے یعنی درصورت سکوت ثمن اول واجب ہوگا بالاجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو
سکوت ثمن سے جائز نہوتا اور بمثل الثمن الشرط یعنی جو ثمن کہ بیع اول میں شرط ہوا تھا وہی دیا جائیگا اگرچہ
مقبوض نہایت کھرا ہو یا نہایت کھوٹا اگر ثمن سو دینار تھا اور مشتری نے اسکے عوض درم دیئے پھر دونوں نے اقالہ کیا حالانکہ دراہم ارزان ہو گئے تو مشتری دینار
لیگا نہ درم کذا فی النهر اور اگر متعاقدین نے اقالہ کیا اور حالانکہ دراہم کاسد ہو گئے تو کاسد پھیرے کذا فی شرح عین الفتح الا اذا باع
المتولی او الوصی للوقف او للصغیر شیئا باکثر من قیمته او اشتریا شیئا باقل منها فلا تصح اقالته ولو بمثل الثمن الاول کذا الماذون له
مگر ثمن اول او سکوت سے اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولی نے وقف کے واسطے اور وصی نے صغیر کے واسطے کوئی چیز بیچی اسکی قیمت سے زیادہ یا دونوں نے
کوئی چیز خرید کی وقف یا صغیر کے واسطے اسکی کم قیمت سے تو اقالہ اسکا جائز نہیں اگرچہ ثمن اول کی مثل سے اقالہ ہو اور اسی طرح غلام ماذون کا حکم ہے
چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وتصح بشرط بغیر جنسه او اکثر منه او اقله وکذا فی الاقل الاصح فیکون فسخا بالاقل لو لعیب لا ازید ولا انقص
الا بقدر ما یتغابن الناس فیه ثمن اول او سکوت سے اقالہ صحیح ہے اگرچہ غیر جنس ثمن مشروط ہو یا ثمن سے زیادہ تر مشروط ہو یا ثمن کی کمی
مشروط ہو اور اسی طرح کم تر ثمن میں اگر مبیع کے معیوب ہو جانے کے ساتھ اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہے تو یہ فسخ بالاقل ہے اگر فوات ثمن بقدر عیب کے ہو نہ زیادہ
نہ کم بعضوں نے کہا اگر اسقدر کی زیادتی اور کمی ہیں کچھ مضائقہ نہیں جسمیں لوگ متغابن ہوتے ہیں شارح نے کہا اکثر مردکا ان فصلیہ ہم
ان شہر و متعلق ہے ماقبل استثنا سے تو اسکی تقدیم استثنا پر مناسب تھی کذا فی الحلبی والثالث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقها بہ
کما سیجی اور فرع ثالث یہ ہے کہ اقالہ فاسد نہیں ہوتا شرط فاسد سے اگرچہ اسکی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتاب الصرف سے پہلے آویگا حکم
تعلیق کی صورت یہ ہے کہ خالد نے کپڑا زید کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو نے ارزاں خرید کیا تو زید نے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خریدار پاوے تو اسکے ہاتھ
بیچیو اور خالد نے زیادہ ثمن کو بیچ کی تو بیع ثانی منعقد نہوگی اسواسطے کہ یہ اقالے کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والرابع جاز للبائع
بیع المبیع منه ثانیا بعدها قبل قبضه ولو کان بیعا فی حقهما لبطل کبیعه من غیر المشتری یعنی اور فرع رابع یہ ہے کہ بائع کو جائز ہے مبیع کا بیچنا مشتری سے دوبارہ
بعد اقالے کے قبل قبض کرنے مبیع کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا دونوں کے حق میں تو بیع ثانی باطل ہوتی جیسے بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہے کذا فی ابن ملک
ہم بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہے وجہ فساد بیع منقول ہے قبل اسکے قبض کے والخامس جاز قبض المکیل والموزون منه بعدها بلا اعادة کیله ووزنه
اور فرع خامس یہ ہے کہ جائز ہے قبضہ کرنا مکیل اور موزون کا مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اسکے کیل اور وزن کے یعنی اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبضہ جائز
نہوتا والسادس جاز هبة المبیع منه بعد الاقالة قبل القبض ولو کان بیعا فی حقهما لما جاز کل ذلک اور فرع سادس یہ ہے کہ جائز ہے ہبہ مبیع کا مشتری کو
بائع کے واسطے بعد اقالہ قبل القبض کے اور اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں تو فروع ستہ میں یہ سب کچھ جائز نہوتا اور وجہ عدم جواز ہبہ یہ ہے کہ بیع
فسخ ہو جاتی ہے اگر مشتری بائع کو مبیع ہبہ کرے قبل القبض وانما هی بیع فی حق الثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالة فلو قبله فهی فسخ فی حق الکل فی غیر عقار
اور اقالہ تو بیع ہے متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہو اور اگر اقالہ قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہے سب کے حق میں سوا
زمین کے ہم زمین کا اقالہ اسواسطے فسخ نہوا کہ بیع زمین کی قبض کرنے سے پہلے جائز ہے بخلاف منقول کے ولو بلفظ مفاسخة او متارکة او تراد لم یجعل بیعا اتفاقا

دو بلفظ البیع فبیع اجماعا اور اگر اقالہ بلفظ مفاسخہ یا متارکہ یا تراد یعنی باہم رد کرنے کے ہوگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے بیع نہ ٹھہرایا جاویگا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہوگا تو بالاجماع
بیع ہوگی بلفظ بیع اقالہ کے یہ صورت کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ جسکو تو نے خرید کیا تو ثمرہ فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقارا فسلم الشفیع
الشفعۃ ثم تقایلا قضی لہ بہا لکونہ بیعا جدیدا فکان الشفیع ثالثہما اور اسکا ثمرہ یعنی حق ثالث میں اقالے کی بیع ہونے کا ثمرہ چند مواضع میں ہے موضع اول یہ
کہ اگر مبیع زمین ہوا اور شفیع نے شفعہ سے انکار کر دیا پھر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اسکو دلایا جاویگا بسبب اسکے ہونے کے بیع جدید تو
شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا والثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول العیب علمہ بعد بالاقالۃ لانہ بیع فی حقہ اور موضع ثانی یہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہیں کر سکتا
بسبب ایسے عیب کے جو اسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اسواسطے کہ وہ بیع ہے اسکے حق میں ہم نے یعنی جبکہ مشتری نے مبیع کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا پھر معلوم
ہوا کہ مبیع میں عیب تھا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اسکو پھیرے بائع اول کو تو اسکو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اسکے حق میں بیع ہے گویا
بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی البحر والثالث لیس للواہب الرجوع اذا باع الموہوب لہ الموہوب من آخر ثم تقایلا لانہ کالمشتری
من المشتری منہ اور موضع ثالث یہ ہے کہ واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں جبکہ موہوب لہ نے موہوب کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا اسواسطے کہ
موہوب لہ مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے والرابع المشتری اذا باع المبیع من آخر قبل نقد الثمن جاز للبائع شراءہ منہ بالاقل و موضع
رابع یہ ہے کہ مشتری نے جبکہ مبیع کو بیچا دوسرے کے ہاتھ قبل نقد ثمن کے تو بائع کو اس سے خرید کرنا کمتر ثمن سے جائز ہے صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی چیز خریدی اور قبضہ کیا
اور ہنوز ثمن نہیں دیا پھر اسکو دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر بائع ثانی اور مشتری ثانی میں اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پھر آئی پھر بائع اول نے مشتری اول
سے اسکو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر کو تو جائز ہے گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا عن الطحاوی الخامس لو اشتری
بعروض التجارۃ عبدا للخدمۃ بعد ما حال علیہا الحول ووجد بہ عیبا فردہ بغیر قضاء واسترد العروض فہلکت فی یدہ لم تسقط الزکوۃ فالفقیر
ثالثہما اذ الرد بعیب بلا قضاء اقالۃ اور موضع خامس یہ ہے کہ اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خرید کیا بعد گذر جانے سال کے اجناس کے پھر اس غلام
میں کوئی عیب نکلا مشتری نے اسکو بغیر حکم قاضی پھیر دیا اور اجناس کو پھیر لیا اور اجناس ہلاک ہو گئیں مالک کے ہاتھ میں تو انکی زکوۃ ساقط نہوگی پس یہاں فقیر
تیسرا ہے متعاقدین کا اسواسطے کہ بواسطہ عیب کے پھیر دینا بلا حکم قاضی اقالہ ہے غلام میں خدمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اسکی خرید
استہلاک نہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہیں اور بغیر قضا کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ بحکم قاضی رد کرنا سب کے حق میں فسخ ہو گویا بیع
واقع نہوئی اور اجناس ہلاک ہو گئیں تو زکوۃ واجب نہوگی رد بالعیب بلا قضا اسواسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہے فقیر کے حق میں تو مشتری بیع اول سے جنا کا
مستہلک ٹھہرا لہذا زکوۃ واجب ہوئی اور اگر اقالہ فسخ ہوتا فقیر کے حق میں تو بیع اول سے مرتفع ہو جاتا کذا فی الطحاوی ویزاد التقابض فی الصرف وجوب الاستبراء
لانہ حق اللہ تعالی فاستوی ثالثہما صدر الشریعۃ اور موضع خمسہ پر تقابض صرف کا اور وجوب استبراء کا زیادہ کیا گیا ہے اسواسطے کہ استبراء حق اللہ ہے تو اللہ تعالی تیسرا ٹھہرا
متعاقدین کا کذا فی صدر الشریعۃ وجوب استبراء کی یہ صورت ہے کہ لونڈی خرید کی اور اسپر قبضہ کیا پھر اقالہ بیع ہوا تو یہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث میں تو بائع اول کو
وطی اسکی جائز نہوگی مگر بعد استبراء کے والاقالۃ بعد الاجارۃ والرہن فالمرتہن ثالثہما نہر فہی تسعۃ اور مواضع مذکورہ پر زائد ہے اقالہ بعد اجارہ اور رہن کے تو مرتہن تیسرا ہے
متعاقدین کا کذا فی النہر مواضع متن اور شرح کے تو ہوئے نو نہر الفائق میں کہا کہ مجھسے سوال ہوا اقالہ بعد الرہن سے تو میں نے جواب دیا کہ اقالہ موقوف ہے بیع کے مانند بدلیل
قول فقہا کہ اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق میں اور ثالث یہاں مرتہن ہے اور اسیطرح اگر اجارہ دیا پھر اقالہ کیا انتہی تو اقالہ بعد رہن کے اجازت مرتہن یا قضاء دین پر موقوف ہے
اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اسنے جائز رکھا تو نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ مرتہن اور مستاجر ثالث ہیں کذا فی الطحاوی
والاقالۃ یمنع صحتہا ہلاک المبیع ولو حکما کاباق اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا مبیع کا اگرچہ ہلاک حقیقی نہیں بلکہ حکمی ہو جیسا کہ بھاگ جانا غلام کا ہے اور اگر ہلاک بیع کی

بعد اقالہ کے ہووے تو اقالہ باطل ہو کر بیع پھر قائم ہوگی کذا فی البحر لا الثمن وفی بدل الصرف نہ ہلاک کی ثمن کی بدل صرف مین واقع ہو ۱۲ ہم چونکہ اصل بیع مین مبیع ہی
ہے نہ ثمن لہذا ہلاک مبیع مانع صحت اقالہ ہے نہ ہلاک ثمن کی و ہلاک بعضہ یمنع الاقالۃ بقدرہ اعتبارا للجزء بالکل اور بعض مبیع کا ہلاک ہوجانا مانع اقالہ کا ہے بقدر
باقی کے جز کو کل کے ساتھ اعتبار کرکے ہم از انجملہ یہ ہے کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین مین بقدر حصے کے اقالہ صحیح ہے چنانچہ شارح اسکو
قنیہ سے ذکر کریگا ولیس منہ ما لو شری صابونا فجفت فتقایلا لبقاء کل المبیع فتح اور ہلاک بعض مبیع سے یہ صورت نہین اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہوگیا پھر
دونون نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام مبیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا بسبب خشکی صابون کے جائز نہین واذا ہلک احد البدلین فی المقایضۃ
وکذا فی السلم صحت الاقالۃ فی الباقی منہما وعلی المشتری قیمۃ الہالک ان قیمیا ومثلہ ان مثلیا ولو ہلکا بطلت الا فی الصرف اور جب کہ
احد البدلین مقایضہ اور سلم مین ہلاک ہوجاوے تو اقالہ صحیح ہے باقی بدل مین اور مشتری پر ہالک کی قیمت لازم ہے اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثل اسکا لازم ہے اگر وہ
مثلی ہو اور اگر دونون بدل ہلاک ہوگئے تو اقالہ باطل ہے مگر صرف مین باطل نہین ہم مقایضہ یعنی بیع العین بالعین یعنی متاع کو عوض متاع کے بیچنا اور صرف کا
استثنا منقطع ہے تقایلا فاباق العبد من ید المشتری وعجز عن تسلیمہ او ہلک المبیع بعدہا قبل القبض بطلت بزازیہ اگر عاقدین نے اقالہ کیا پھر
غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اسکی تسلیم سے یا مبیع ہلاک ہووے بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی البزازیہ والا ان
اشتری ارضا مشجرۃ فقطعہا او عبدا فقطعت یدہ واخذ ارشہا ثم تقایلا صحت ولزمہ جمیع الثمن ولا شیء للبائع من ارش الشجر والید لما
ان علم البائع بقطع الید والشجر وقت الاقالۃ وان غیر عالم خیر بین الاخذ بجمیع الثمن والترک قنیہ اور اگر درخت والی زمین خرید کی پھر درخت کاٹ لیا یا غلام
خرید کیا اور اسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اسکا خون بہا لیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوا اور تمام ثمن اسکو لازم ہوا اور اسکے بائع کو درخت اور ہاتھ
کے عوض سے کچھ نہین اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہوا اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہ ہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے یا ترک کرنے مین کذا فی القنیہ
وفیہا شری ارضا مزروعۃ ثم حصدہا ثم تقایلا صحت فی الارض بحصتہا اور قنیہ مین ہے کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین مین اسکے
حصے کے برابر ہم یہ صورت بعض مبیع کے ہلاک مین داخل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو تقایلا بعد ادراکہ لم یجز اور اگر دونون نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہین
اسواسطے کہ عقد خود پیدا ہو گیہون پر کذا فی البحر وفیہا تقایلا ثم علم ان المشتری کان وطئ المبیعۃ ردہا واخذ ثمنہا اور قنیہ مین ہے کہ دونون نے اقالہ کیا پھر بائع کو
معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی مبیعہ سے وطی کی ہے تو اسکو پھیر دے اور اسکا ثمن لے وفیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقا اور قنیہ مین ہے کہ پھیرنے کا خرچ بائع
ہر طرح یعنے خواہ اقالہ مبیع کے حضور ہوا ہو یا اسکے غیبت مین کذا فی الفتح لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت مین پایا نہین جاتا کذا فی الحلبی وتصح اقالۃ الاقالۃ فلو
تقایلا البیع ثم تقایلاہا ای الاقالۃ ارتفعت وعاد البیع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل الاقالۃ لکون المسلم فیہ دینا سقط فلا یعود اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ کا سو اگر
بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اٹھ جائیگا اور بیع پھر آویگی سوا اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہین کرتا اسواسطے کہ سلم مین مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہوگیا اور جو
ہوا وہ پھر نہین آتا کذا فی الاشباہ وفیہا راس المال بعد الاقالۃ کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعدہا کقبلہا اور اشباہ مین ہے کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہی ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا
تو جیسے تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہین جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہین ہم یعنے مسلم الیہ کو قبل قبض راس المال کے جیسے تصرف جائز نہین ویسے رب السلم کو بعد اقالہ
قبض راس المال کے تصرف جائز نہین یعنی کوئی چیز راس المال سے خرید نہین کرسکتا کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعدہا فلا تحالف وحکم راس المال کا
قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکسان ہے مگر دو صورت مین یکسان نہین ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا راس المال مین بعد اقالہ کے تو دونون پر باہم قسم نہین
ہم اس صورت مین مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونون قسم کھائینگے یعنے در صورت عدم بینہ کذا فی الطحطاوی ولو تفرقا قبل
قبضہ الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف مین جائز نہین ہم اور اگر متفرق ہووے

قبل قبض راس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں ہو واسطے کہ قبض راس المال اتحاد عقد کی شرط ہے ہو قال الا فی یعنی مگر استثنا منقطع ہے کیونکہ کلام راس المال میں ہے
وفیما اختلف المتبایعان فی الصحة والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحة والفساد لمدعی الصحة اور جس صورت میں کہ متبایعین نے اختلاف کیا صحت
عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا قول معتبر ہے قلت الا فی مسئلة اذا ادعی المشتری بیعه
من بائعه باقل من الثمن قبل النقد وادعی البائع الاقالة فالقول للمشتری مع دعواه الفساد میں کہتا ہوں مگر ایک صورت میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے
جبکہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنے کا دعوی کیا بائع سے بعوض کم ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا
باوجود دعوی فساد کے ہم اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادا ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اسواسطے کہ ادعاء اقالہ مستلزم
صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں تو یاد رہے کہ یہاں صحت اور فساد میں اختلاف ہوا لیکن مع مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا ولو ادعی البائع
فساد البیع الا اذا استهلك فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اسکے برعکس ہو یعنی بائع مدعی ہو کہ میں نے مبیع کو مشتری سے باقل ثمن خرید لیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو
دونوں پر قسم لازم آویگی بشرطیکہ مبیع قائم ہو مگر جبکہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا ہو تو دونوں پر قسم نہیں ہے اس سبب کہ غیر مشتری
نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہو مبیع کی اور جبکہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں مبیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائیگا اور اقالہ ممتنع ہوگا کذا فی البحر
وفی معراج الخلاصة باع کرما وسلمه فاکل المشتری غلته سنة ثم تقایلا لم یصح اور خلاصہ میں ہے یہ مسئلہ دیکھا کہ انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے
اسکا پھل کھایا ایکسال پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں ہم کہتے ہیں واسطے کہ اگرچہ کرم بمعنی رز ہی ہے لیکن یہاں پھل انگور کا مراد ہے

باب المرابحة والتولية

یہ باب ہے مرابحہ اور تولیہ کے احکام میں لما بین المثمن شرع فی الثمن مصنف نے جبکہ مبیع ثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا یعنی پہلے
ان بیوع کا بیان تھا جنمیں جانب مبیع ملحوظ تھا اب ان بیع کا بیان شروع ہوا جنمیں جانب ثمن ملحوظ ہے چنانچہ مرابحہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر
اسواسطے ہوئی کہ بیع میں مبیع اصل ہے اور ثمن اسکا تابع ہے اور ظاہر ہے کہ تولیہ اور مرابحہ کی طرف اسواسطے حاجت ہے کہ ناواقف محتاج ہے تاجر واقف کار کے فعل کی طرف تاکہ اسکے مانند
ثمن سے یا قدرے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف کی خاطر جمع ہوگی اور یہ روایت صحیح ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو
صدیق نے دو اونٹ خرید کیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیہ مجھکو دے صدیق نے کہا وہ آپ کے واسطے مفت ہے سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن سے ولم یذکر
المساومة والوضیعة لظهورها اور مصنف نے مساومہ وضیعہ کا ذکر نہ کیا بسبب انکے ظاہر ہونے کے ہم مساومہ وہ بیع ہے جسکے ثمن میں متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن
کیوں نہ ہو تو اسمیں ثمن اول کی طرف التفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور وضیعہ بیع ہے کمتر ثمن اول سے اور اسکا رواج سوداگروں میں کمتر ہے کیونکہ تجارت سے غرض
استرباح (طلب نفع) المرابحة مصدر رابح اور مرابحہ مصدر ہے رابح کا اہل عرب بولتے ہیں باع المتاع او اشتری مرابحة یعنی بیچا متاع کو یا خرید کیا بطور مرابحہ کے جبکہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کر دیا
وشرعا بیع ما ملکه من العروض ولو بهبة او ارث او وصیة او غصب فانه اذا ثمنه بما قام علیه وبفضل مؤنة وان لم تکن من جنسه کاجر قصار ونحوه ثم باعه مرابحة علی تلك القیمة
جاز مبسوط اور اصطلاح شرع میں مرابحہ عبارت ہے اس چیز کی بیع کرنے سے جسکا بائع مالک ہو گیا ہے منجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت
یا غصب کے ہو تو جبکہ اسکا ثمن یا قیمت اتنی مقرر کریگا جتنے کو کہ مالک اسکو حاصل ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے مؤنت کے اگرچہ مؤنت مذکورہ مبیع کی جنس سے نہو
چنانچہ مزدوری دھوبی کی اور مانند اسکے پھر بائع اسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہے کذا فی المبسوط ہم خلاصہ یہ ہے کہ مرابحہ فقط اسی میں منحصر نہیں کہ مبیع
بائع کی خریدی ہو اور ثمن اول پر نفع لیکر بیچے چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ سے یہ وہم ہوا بلکہ ہر ایک چیز میں مرابحہ جاری ہے سو اگر مبیع خریدی ہو بائع کی تو اسمیں مرابحہ یوں ہے
کہ ثمن سابق پر نفع بڑھا کر بیچے اور اگر بائع کو مبیع بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہو تو اسمیں مرابحہ یوں ہے کہ اس چیز کی قیمت اولیت پر نفع زیادہ کرکے بیچے

باب المرابحہ والتولیہ

کہا کہ عروض کی قید سے دراہم کا مرابحہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دینار سے خریدا گیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جائز نہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور شاید زیلعی میں بدائع سے
اسکا جواز منقول ہے غصب کی صورت میں کہ مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اسکی قیمت کا تاوان دیا پھر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہو گیا غاصب کا تو اسکو
بیچنا بطور بیع المرابحہ کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لیکر حلبی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف میں تصرف کر کے کچھ کا کچھ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہی کہ مرابحہ عبارت ہے
بیع مملوک سے ساتھ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت ٹھیک تھی واللہ اعلم والتولیۃ بیعہ بثمنہ الاول غیرہ بعلمہ والبا و نولیہ بیعہ بثمنہ الاول بغیرہ کا یعنی غیر کو
والی اور کارساز مقرر کیا وشرطہما یعنی شرط المرابحہ والتولیہ کو ن الثمن الاول مثلیا لانہ ثمن کا ان کتب ہی کہ جو ملک حاصل ہو مشتری کی اسکے ثمن اول کے اگر ثمن حکمی ہو مراد ثمن کی
سے اس چیز کی قیمت ہے اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اسواسطے کہ تولیہ میں اکثر رائج ہے جتنے کو خرید کرنا اتنے کو بیچنا اسکا نام تولیہ ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ تعریف
بیع خاص کو شامل نہ تھی جبکہ وہ مغصوب کو بعینہ قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح نے ثمن کو عام ٹھہرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اسکو بھی شامل
ہو جاوے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ عنہما کو حذف کرتا اسواسطے کہ ثمن سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہو یہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہو
بعینہ او کون العوض مثلیا او قیمیا مملوکا للمشتری اور مرابحہ اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنی ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمتی ایسی چیز مملوک
مشتری کی ہم ثمن مثلی چنانچہ دراہم اور دنانیر اور کیلی و موزون اور عددی متقارب مثلی ہونا ثمن کا اسواسطے شرط ہے کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو چنانچہ کپڑا العوض
غلام کے خریدا گیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت مجہول ہے ہاں اگر مشتری اسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تھا بائع کی خرید میں تو عینی
سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اسکی یہ ہے کہ خرید کیا عوض کپڑے کے اور اسکو تسلیم کر دیا پھر کسی کے بائع نے وہی کپڑا مثلا زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر کپڑے کو مشتری
کو بیچا زید کے ہاتھ بعوض اسی کپڑے کے اور کچھ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید اسکے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر بشرط و کون الربح شیئا معلوما او قیمیا مشارا الیہ کہذا
الثوب لانتفاء الجہالۃ فلو باعہ بربح دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر شرح الجمع للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم
اگر جو نفع مثلی نہو بلکہ قیمت والی چیز مشار الیہ ہو چنانچہ کپڑا اسی بنا پر تو یہ جہالت ہے تو اگر بیچا کر دیکھا دہ یازدہ کے نفع پر یعنی دس کو بعوض گیارہ کے بیچے گا تو جائز نہ ہوگا
مگر یہ کہ مشتری کو ثمن اسکا مجلس عقد میں معلوم ہو جاوے تو اسکو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا فی شرح المجمع للعینی ہم دہ یازدہ کے نفع سے کل ثمن دیکا معلوم ہوا
لہذا بیع جائز نہوئی ویضم البائع الی راس المال اجر القصار والصبغ بالحمرۃ کان والطراز بالکسر علم الثوب وفتل وحمل الطعام وسوق الغنم
واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوتہ وطعام المبیع بلا سرف وسقی الزرع والکرم وکسحہا وکری المسناۃ والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار اور ملاوے بائع اصل مال
کی طرف مزدوری دھوبی اور رنگ کی کوئی رنگ کیوں نہو اور مزدوری کپڑے کی نقش کاری کی اور رومال وغیرہ کے ڈورے بٹنے کی مزدوری اور غلہ
اٹھالانے اور بھیڑ بکریوں کے ہانک لانے کی مزدوری اور شوب اور درخت کی مزدوری اور پوشاک و طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور سینچائی کھیت اور
انگور کی اور اسکی جاروب کشی اور نہروں اور نہروں کی صفائی اور درخت لگانا اور گھر کی چونہ کاری ہم اور اسی طرح لکڑی سے دروازہ بنانے اور موتی بینا سوراخ
کرنے کی مزدوری اسکے ثمن کے ساتھ ملاوے کذا فی النہر و اجرۃ السمسار ہو الدلال علی مکان اسلعۃ صاحبہا المشروطۃ فی العقد علی ما جزم بہ فی الدرر و رجح
فی البحر الاطلاق اور راس المال کے ساتھ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں مشروط ہو اسی قید پر یقین کیا ہے دررمیں اور بحر الرائق میں اطلاق کو ترجیح
دی ہے سمسار وہ شخص ہے جو متاع اور صاحب متاع کو بتاوے ہم اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال میں کچھ فرق نہیں صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار اور دلال وہ ہے جو متوسط
بائع اور مشتری میں لیکن عرف فقہا میں دونوں میں فرق ہے سمسار وہ ہے جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جسکے ساتھ متاع ہو غالبا نہر الفائق میں ہے کہ عدم ضم اجرت دلال
بالاجماع ثابت ہے وضابطہ کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ یضم درر و عقد العینی وغیرہ عادۃ التجار بالضم اور قاعدہ کلیہ اشیاء مذکورہ کے ملانے کا یہ ہے کہ جو چیز کہ مبیع میں زیادہ ہو جاوے
جیسے رنگ وغیرہ یا اسکی قیمت میں زیادہ ہو چنانچہ حمل طعام اور خیاطت تو وہ ملائی جاویگی کذا فی الدرر اور عینی وغیرہ نے سوداگروں کے ملانے کی عادت پر اعتماد کیا ہے یعنی جسکو تجار

اپنے عرف میں تاجر راس المال کے ساتھ ملاتے ہوں اسکو ملانا چاہیے ویقول قام علی بکذا ولا یقول اشتریته لانه کذب اور بائع کہے کہ یہ چیز اتنے کو پڑی اور یوں نہ کہے کہ میں نے اتنے کو
خریدی ہے واسطے کہ یہ جھوٹ ہے مثلاً ایک کپڑا چار روپے کو خرید کیا اور ایک روپیہ اسکی سلائی میں صرف ہوا تو اسکے بیچنے کے وقت یوں کہے کہ مجھے یہ کپڑا
پانچ روپیہ کو پڑی اور یوں نہ کہے کہ میں نے پانچ کو خرید کی کیونکہ صاف جھوٹ ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ بیع بطریق مرابحہ یا تولیہ کے منظور ہو اور اگر بطریق مساومہ
بیع منظور ہو تو بلا بیان ثمن اور سلائی وغیرہ کے جسقدر کو چاہے بیچے وکذا اذا قوم الموروث ونحوه او باع برقمه لو صادقا فی الرقم اور ایسے ہی مرابحہ جائز ہے جبکہ
شئی موروثہ وغیرہ کی قیمت ٹھہراوے یا بیع کو اسکی رقم پر بیچے بشرطیکہ بیان رقم میں سچا ہو کذا فی الفتح اور رقم عبارت ہے اس علامت سے جو کپڑے پر لکھی ہوا اور ثمن ہو مثلاً
کہے صدق فی الرقم سے مراد یہ ہے کہ مشتری رقم کو نہیں پہچانتا اور کپڑے پر دس روپیہ کی رقم لکھی ہو تو اگر بائع نے کہا کہ یہ دس کی رقم ہے میں اسپر اتنا نفع لیکر
بیچونگا خواہ وہ رقم اصل ثمن کے موافق ہو یا زیادہ تو جائز ہے اور اگر دس کو گیارہ بنا دیگا تو بیع صحیح نہوگی لا یضم اجر الطبیب والمعلم والرائض والدلال والشعر وفیما فیه ولذا
علله فی المبسوط بعدم العرف لا اجر معلم کی اجرت کذا فی الدرر اگرچہ معلم علم اور شعر کا ہو اور عدم ضم تعلیم کی علت یہ ہے کہ جو کچھ بڑھا ہے وہ اسکی ذات میں ہے اور یہی عدم ضم
تعلیم کی اجرت بوجہ عدم عرف کو علت قرار دیا ہے بعض علما نے عدم ضم کی علت یہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز ملوکات میں زیادہ نہیں ہوجاتی حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ
تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہوجاتی ہے تو مبسوط کی تعلیل زیادہ مناسب ہے کہ اگر رواج ہو ضم کرنے کا تو ملانا چاہیے کذا فی الفتح الحاصل الدلالة والراعی اور نہ ملاوے راس المال
کے ساتھ اجرت دلال اور چرانے والے کی ونفقة نفسه اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ یعنی جو سودا گر کا خرچ ہوا اپنی ذات کے واسطے اور کرایہ اپنے سفر تجارت کے
اندر اسکو بھی اس بیع میں شامل کرے ولا اجر عمل عمل بنفسه او تطوع به متطوع اور نہ ملاوے اجرت اس عمل کی جو بذات خود کیا یعنی مثلاً اپنا رنگ دیا یا سیا یا کسی سے
یا کسی نے کوئی عمل مفت کر دیا اسکی اجرت بھی نہ ملاوے وجعل الابق وکراء بیت الحفظ بخلاف اجرة المخزن فانها تضم کما مر وبه وکانه للعرف الافلا فرق بینهما
فقط اور غلام گریختہ کے پکڑ لانے کی اجرت اور بیت الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف اجرت مخزن کے کہ اسکو راس المال کے ساتھ ملاوے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی
اور گویا کہ ضم اجرت مخزن اور عدم ضم کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج کے ہے اور اگر یہ علت نہیں تو کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا بیت الحفظ اور مخزن میں تامل کرے وما یوخذ فی
الطریق من الظلم الا اذا جرت العادة بضمه هذا هو الاصل کما علمت ولکن المعول علیه کما یقیده کلام الکمال اور راس المال کے ساتھ نہ ملاوے اس خرچ کو
جو لیا جاتا ہے راہ میں ظلم سے مگر اسوقت ملانا چاہیے جبکہ رواج میں اسکے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج یہی اصل ہے ضم اور عدم ضم میں چنانچہ معلوم کر چکا تو
عینی وغیرہ کے کلام سے تو یہی قول معتمد علیہ ہے چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اسپر دلالت کرتا ہے اور طحطاوی نے کہا کہ عموم اعتبار عرف اسکو مقتضی ہے کہ
درصورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بھی راس المال کے ساتھ ملاوے فان ظهر خیانته فی مرابحة باقراره او برهان علی ذلک او بنکوله عن الیمین اخذه
المشتری بکل ثمنه او رده لفوات الرضی پھر اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مرابحہ میں اسکے اقرار سے یا گواہوں سے یا انکار کرنے قسم سے تو مشتری اسکو پھیر دے
اسکے پورے ثمن سے یا اسکو پھیر دے بسبب فوت ہونے رضامندی کے یعنی درصورت خیانت مشتری اس بیع سے کیونکر راضی ہوگا لہذا اسکو لینے نہ لینے میں
اختیار ہوگا نہر الفائق میں ہے خیانت یہ کہ ثمن کے ساتھ اسکو ملاوے جسکا ملانا جائز نہیں یا جو نو درم کو مثلاً خرید کی ہو اسکو دس درم کی بتاوے وله الحط قدر الخیانة
فی التولیة لتحقق التولیة اور مشتری کو اختیار ہے مقدار خیانت کا کم کر ڈالنا تولیہ میں تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے متحقق ہونے تولیہ کے ہم یعنی اگر قدر خیانت کو کم کرے تو
تولیہ ثابت نہو اسواسطے کہ تولیہ ثمن اول سے زیادہ نہیں ہوتا بخلاف مرابحہ کے ولو هلک المبیع او استهلک فی المرابحة قبل رده او حدث به مانع منه لزمه
بجمیع الثمن المسمی وسقط خیاره اور اگر بیع ہلاک ہوجاوے یا اسکو مشتری ہلاک کرے مرابحہ میں اسکے پھیر دینے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہو رد کی
چنانچہ عیب یا زیادت مانعہ تو بیع اسکو لازم ہوگی تمام ثمن مسمی سے اور اسکے پھیر دینے کا اختیار ساقط ہوگا وقد مناانه لو وجد المولی بالمبیع عیبا ثم حدث اخر عنده رجع
بالنقصان اور ہم اول ذکر کر چکے ہیں کہ اگر صاحب تولیہ بیع میں عیب پاوے پھر دوسرا عیب اسکے یہاں پیدا ہو تو قدر نقصان کو پھیر لے ہم مولی اسم مفعول ہے تولیہ سے رجوع

بالنقصان ہے واسطے جائز نہیں کہ رجوع سے بیع ثانی کہ ہوگی بیع اول ہے اور حالانکہ تولیہ اور مرابحہ عقدین کا مقتضی ہے کذا فی الطحطاوی وشراؤہ ثانیا بجنس الثمن الاول بعد
بیعہ بربح فان رابح طرح ما ربح قبل فان استغرق خرید کیا اسکو دوبارہ ثمن اول کے ہمجنس سے بعد اسکے بیچنے کے نفع لیکر پھر اگر اسکا مرابحہ کیا چاہے تو کم کردے
اسقدر کو جو نفع لے چکا ہے قبل اسکے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس کو خرید کیا پھر وہ پندرہ کو بیچا پھر اسکے مشتری سے بعد تقابض کے دس کو خرید کیا تو
ایسا اگر دوسری بار فائدہ لیکر بیچنا چاہے تو پہلے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یوں کہے کہ یہ کپڑا مجھکو پانچ کو پڑا پھر اسپر جتنا چاہے نفع لے اور
قید بجنس ثمن کا فائدہ یہ ہے کہ اگر ثمن اول متاع یا دابہ ہو اور ثمن ثانی دس درہم ہوں تو اسکا دس درہم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہے اسواسطے کہ خرید ثانی بغیر جنس ثمن اول کے ہوئی تو اسکا
طرح کرنا متصور نہیں مگر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مرابحہ میں دخل نہیں کذا فی النہر وان استغرق الثمن لم یرابح خلافا لہما وہو ارفق وقولہ اوثق بحر اور اگر
فائدہ اسکے ثمن کو مستغرق ہو اسطرح پر کہ دس درہم سے خرید کرکے بیس درہم کو بیچے بطور مرابحہ کے پھر اسکو مشتری سے خرید کرے بعوض دس درہم کے تو دوسری بار
امام کے نزدیک بطور مرابحہ اسکو نہ بیچے بخلاف صاحبین کہ انکے نزدیک دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر نفع لینا بلا بیان جائز ہے اور یہ قول ارفق ہے اور امام کا
قول مضبوط ہے کذا فی البحر ولو بین ذلک الی باع بغیر الجنس او تخلل ثالث جاز اتفاقا فتح اور اگر اسکو بیان کردے اسطرح پر کہ میں نے اسکو بیچا تھا اتنا نفع لیکر پھر
اتنے کو خرید کیا اور اب میں اتنے نفع پر بیچتا ہوں یا بیچے بغیر جنس ثمن اول کے یا تیسرا شخص بیان میں واقع ہو یعنی زید نے بکر کے ہاتھ بیچا اور خالد نے عمرو کے
ہاتھ پھر عمرو سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی پر باتفاق امام اور صاحبین کے نفع لینا جائز ہے کذا فی الفتح رابح ای جاز ان یبیع مرابحۃ من اشتری من مکاتبہ
او ماذونہ ولو مستغرق دینہ لرقبتہ فاعتبار ہذا القید لتحقق الشراء فغیر المدیون بالاولی علی ما شری الماذون لعکسہ نفیا للتہمۃ مرابحہ کرے یعنی
بطور مرابحہ غیر شخص سے بیع کرنا جائز ہے اس مولی کو جسنے اپنے مکاتب یا ماذون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دین اسکی گردن کو مستغرق ہو مرابحہ کرے ماذون کی
خرید پر جیسے بالعکس اسکے یعنی ماذون اگر اپنے مولی سے خرید کرے تو مرابحہ مولی کی خرید پر کرے تہمت دور کرنے کے واسطے شارح نے کہا اس قید یعنی استغراق دین کا
اعتبار خرید کی تحقیق کے واسطے ہے اسواسطے کہ اگر غلام ماذون مدیون نہوگا تو مولی کا اس سے خرید کرنا صحیح نہوگا کیونکہ وہ مولی کا مال ہے تو غیر مدیون میں بطریق
اولی یہی حکم ہوگا ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس درہم کو خرید کیا پھر اسکے مولی نے اس سے پندرہ درہم کو مول لیا تو مولی دس
درہم پر نفع لیکر بیچے اور اسیطرح اگر مولی نے کپڑا دس درہم کو خرید کیا پھر اسکے غلام مذکور نے اس سے پندرہ کو مول لیا تو غلام دس درہم پر بطور مرابحہ بیع کرے باتفاق
امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ یہ عقد اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ملک غیر میں تصرف کو مفید ہے مگر اسمیں عدم عقد کا شبہہ ہے اسواسطے کہ غلام کا مال حق مولی سے خالی نہیں تو
گو یا مولی نے اپنے ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید فروخت کی لہذا حکم مرابحہ میں اس عقد کو معدوم فرض کیا تہمت خیانت کی نفی کرنے کے واسطے کذا فی النہر وکذا
کل من لا تقبل شہادتہ لہ کاصلہ وفرعہ وزوجہ ولو بین ذلک رابح علی شراء نفسہ ابن الکمال وہ اسیطرح حکم ہے ہر ایک اس شخص کا جسکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں
چنانچہ اسکی اصل اور فرع اور اگر مولی یا غلام یا اصل یا فرع بیان کردے کہ میں نے اسکو اپنے غلام یا مولی سے یا اپنی اصل یا فرع سے خرید کیا ہے تو اپنی ذات کی خرید پر
نفع لیکر بیچے کذا صرح ابن الکمال ہم اس حکم میں احد الزوجین اور احد الشریکین اصل و فرع کے ساتھ برابر ہیں اور یہ مذہب ہے امام کا خلافا للصاحبین کذا فی
الطحطاوی ولو کان مضاربا بعشرۃ بالنصف اشتری بہا ثوبا وباعہ من رب المال بخمسۃ عشر باع الثوب مرابحۃ رب المال باثنی عشر ونصف
لان نصف الربح ملکہ وکذا عکسہ کما سیجیء فی بابہ وتحقیقہ فی النہر اور اگر بائع ایسا مضارب ہو جسکے پاس دس درہم ہیں بالمناصفہ نفع پر تو نہیں دس درہم سے کپڑا
خرید کیا اور صاحب مال سے پندرہ درہم کو بیچا تو کپڑے کو بطور مرابحہ صاحب مال کا ساڑھے بارہ درہم کو بیچے اسواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی درہم ملک ہے صاحب مال کی
اور اسیطرح اسکے بالعکس میں حکم ہے یعنی جبکہ صاحب مال بائع ہو اور مضارب مشتری ہو چنانچہ اسکا ذکر کتاب المضاربہ میں آویگا اور تحقیق اسکی نہر الفائق میں ہے رابح
بلا بیان انہ اشتراہ سلیما ان بیان نفس العیب فتعیب عندہ بالتعیب بافۃ سماویۃ او بصنع المبیع ووطی الثیب لم ینقصہا الوطی

كقرض فار وحرق نار للثوب المشتري وقال ابو يوسف وزفر والثلاثة لا بد من بيانه قال ابو الليث وبه ناخذ ورجحه الكمال واقره المصنف مرابحة بلا بيان یعنی بیع جائز ہی بدون اسطرح بیان کرنے کے کہ اُسنے مبیع کو بسلامت خرید کیا تھا سو اسمین عیب لگ گیا اسکے پاس لحوق عیب کی سبب آفت آسمانی کے یا مبیع کے فعل سے اور ثیبہ کے جماع سے بشرطیکہ جماع سے اسمین کچھ نقصان نہو گیا ہو چنانچہ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خریدے کپڑے کو شارح نے کہا لیکن بیان نفس عیب واجب ہی قطع نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس امام ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ عیب کا بھی بیان کر دینا مرابحہ مین ضرور ہی فقیہ ابو اللیث نے کہا اسی قول یعنی وجوب بیان کو ہم لیتے ہین اور کمال الدین نے بھی اسی کو ترجیح دی ہی اور مصنف نے بھی اسی کو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہم بیان نفس عیب اسواسطے واجب ہی تاکہ فریب دینا لازم نآوے خلاصہ یہ ہی کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہی تو اسپر بیان کر دینا واجب ہے بعض مشائخ نے کہا کہ درصورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا انتہی معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہی کذا فی الطحطاوی ورابح بلا بيان التعيب بفعله غيره بغير امره وان لم ياخذ الارش وقيد اخذه في الهداية وغيرها اتفاقي فتح اور نفع لیکے بیچے بلا رد دینے کے بیان سے یعنی اگر انسان کے فعل سے عیب لاحق ہوا تو بیان اسکا مرابحہ مین واجب ہی اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب لگانے کا خون بہا اور نقصان نہ لیا ہو اور قید خون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ مین اتفاقی ہی نہ احترازی کذا فی الفتح ووطی البکر کتکسرہ بنشرہ وطیہ بعیرورۃ الاوصاف مقصودۃ بالاتلاف جاز اقال ولم ینقصہا الوطی اور نفع لیکے بیچے جماع باکرہ کو بیان کر کے چنانچہ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اُسکے کھولنے یا پیٹنے سے لازم ہی بسبب ہو جانے اوصاف کے مقصود تلف کر ڈالنے سے اور اسی واسطے شارح نے جماع ثیبہ مین یہ قید لگائی کہ عدم بیان اُسوقت ہی جبکہ جماع سے اسمین نقصان نہو گیا ہو ہم ہر چند اوصاف کے مقابل ثمن نہین پڑتا لیکن درصورت اتلاف اوصاف مقصود ہو جاتے ہین تو انکے مقابل ثمن واقع ہوگا چونکہ جماع باکرہ ازالہ بکارت کا موجب ہی لہذا اُسکے مقابل ثمن واقع ہو بخلاف جماع ثیبہ کے ہان اگر ثیبہ مین جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا اسواسطے کہ وطی بلا قصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہین ہوتی شراہ بالف نسیئۃ وباع بربح مائۃ بلا بیان خیر المشتری اُدھار خرید کیا ہزار درم سے اور بیچا سو درم کے نفع پر یعنی گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہی چاہے کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہے ترک کرے فان تلف المبیع بتعیب وتیبیب فعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالا پھر اگر مبیع تلف ہوئی عیب دار ہو جانے سے یا عیب دار کر دینے سے پھر مشتری کو علم ہوا مدت کا یعنی اسکو معلوم ہوا کہ بائع نے اسکو اُدھار خرید کیا تھا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا حکم التولیۃ فی جمیع ما مر اور اسیطرح مرابحہ کے مانند تولیہ کا حکم ہی جمیع مسائل مذکورہ مین ہم یعنی درصورت معیوب کر دینے اور وطی باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہی اور درصورت عیب دار ہو جانے کے آفت آسمانی سے اور وطی ثیبہ مین بیان کرنا ضرور نہین اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہی اُدھار خرید نے مین بھی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بفضل ما بین الحال والمؤجل بحر ومصنف اور ابو جعفر نے کہا کہ مختار فتوی کے واسطے پھیر لینا ہی زیادتی کا جو مابین ثمن حال وثمن مؤجل کے ہی کذا فی البحر شرح المصنف ہم یعنی اگر ثمن حال مثلاً پندرہ ہون اور ثمن مؤجل بیس تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ درم بائع سے پھیر لے ولی رجلا شیئا ای باعہ تولیۃ بما قام علیہ او بما اشتراہ بہ ولم یعلم المشتری کم قام علیہ فسد البیع بجہالۃ الثمن وکذا حکم المرابحۃ وخیر المشتری بین اخذہ وترکہ لو علم فی مجلسہ والا بطل تولیہ کیا ایک مرد نے کسی چیز کا یعنی اسکو بطور تولیہ بیچا بعوض اسقدر کے جتنا اُسپر پڑا از قسم ثمن اور مصارف کے یا تولیہ کیا بعوض اُس ثمن کے جس سے اُسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہین کہ کتنا اُسپر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہی بسبب معلوم ہونے ثمن کے اور یہی حکم ہی مرابحہ کا اور مشتری مختار ہوگا اُسکے لینے اور چھوڑنے مین بشرطیکہ مجلس عقد مین ثمن مذکور معلوم ہو گیا ہو اور اگر مجلس مین نہ معلوم ہو تو بیع باطل ہی ہم بطلان بیع سے قرار فساد مراد ہی کیونکہ یہ بیع باطل نہین فاسد ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر واعلم انہ لا رد بغبن فاحش هو ما لا يدخل تحت تقويم المقومين في ظاهر الرواية وبه افتى بعضهم مطلقا كما في القنية ثم رقم وقال ويفتي بالرد رفقا بالناس وعليه اكثر روايات المضاربة وبه يفتي ثم رقم

وقال ان غرہ ای غر المشتری البائع او بالعکس او غرہ الدلال فلہ الرد والا لا وبہ افتی صدر الاسلام وغیرہ ثم قال تصرف فی بعض المبیع قبل علمہ بالغبن
غیر مانع منہ فیرد مثل ما استہلک ویرجع بکل الثمن علی الصواب انتہی ملخصا جان تو اس بات کو کہ بیع نہیں پھیری جاتی ظاہر الروایة میں غبن فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غبن فاحش
وہ ہے جو قیمت ٹھہرانے والوں کی قیمت مقرر کرنے میں داخل نہ ہو اور اسی عدم رد کا بعض نے فتوی دیا ہے مطلقاً خواہ اسکو دھوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القنیة پھر صاحب قنیہ
نے رمز لکھے اور کہا کہ غبن فاحش میں پھیر دینے کا فتوی دیا جاتا ہے لوگوں پر آسانی کرنے کے واسطے اور اسی قول پر کتاب المضاربة کے اکثر روایات ہیں اور اسی کا
فتوی ہے پھر صاحب قنیہ نے رمز لکھے اور کہا کہ اگر اسکو دھوکا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھوکا دیا یا اسکو دلال نے دھوکا دیا تو اسکو رد بیع کا اختیار
ہے اور نہیں تو نہیں یعنی اگر اسکو کسی نے دھوکا نہیں دیا تو رد بیع میں اختیار نہیں اور اسی قول کا فتوی دیا ہے صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب قنیہ نے کہا کہ تصرف
کرنا مشتری کا بعض مبیع میں قبل دریافت ہونے غبن کے مانع رد بیع نہیں تو مشتری اسکا مثل پھیر دے جسکو اسنے تلف کیا اور سب ثمن پھیر لے بنابر صواب
قول کے انتہی قول القنیة ملخصا اھ جسقدر تصرف کیا اسکے رد مثل کے ساتھ باقی مبیع کو بھی رد کرے بنابر جو قنیہ میں مصرح ہے لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا تا اسکا اور
مردود ہو جو قائل ہے کہ رد باقی جائز ہے اسکے حصے کے موافق ثمن لیکر کذا فی الحلبی تو کان تمیا لمراد باقی رہی یہ بات کہ اگر مبیع قیمت والی چیز ہو اور تمام میں تصرف ہوا ہو
ہوا ہو میں نے اس مسئلہ کو مصرح نہیں دیکھا قلت وبالاخیر جزم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفة الفقہاء وصححہ الزیلعی وغیرہ میں کہتا ہوں قول اخیر پر یعنی اگر غبن
فاحش فریب دینے سے ہو تو رد جائز ہے والا نہیں یقین کیا ہے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفة الفقہاء میں اور اسی کی تصحیح کی ہے زیلعی وغیرہ نے ثم صاحب تحفہ نے
کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ مغبون رد نہ کرے و لیکن یہ حکم اس مغبون میں ہے جسکو کسی نے دھوکا نہیں دیا اور اگر اسکو فریب دینے سے غبن ہوا تو اسکو رد کا
اختیار ہے انتہی صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کی طرف رد کیا کذا فی الطحطاوی وفی کفالة الاشباہ عن بیوع الخانیة من فصل الغرور الغرور لا یوجب الرجوع الا فی
مسائل منہا ہذہ اور اشباہ کی کتاب الکفالة میں خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہے کہ غرور یعنی دھوکا پڑنا موجب رجوع نہیں مگر تین صورت میں انہیں میں سے ایک
یہ صورت ہے جو متن میں مذکور ہو چکی یعنی غبن فاحش سے رد ہے اگر اسکو دھوکا دیا ہو وثانیہا ان یکون فی عقد یرجع نفعہ الی الدافع کودیعة واجارة فلو ہلکا ثم استحقا
رجع علی الدافع بالضمنہ اور ثانی ان دو اسکا یہ ہے کہ غرور اس عقد میں ہو جسکا نفع دافع کی طرف راجع ہو جیسا کہ ودیعت اور اجارہ پھر اگر دونوں تلف ہوں پھر مستحق ہو نکلیں تو وہ دافع
سے پھیر لے جسقدر اسنے تاوان دیا ہو دافع شامل ہے بائع اور مشتری اور مودع اور موجر کو اسواسطے کہ ودیعت رکھنے والا اپنے حفظ مال سے اور موجر اجرت سے منتفع ہوتا ہے ودیعت
کی صورت یہ ہے کہ زید نے کوئی چیز خالد کے پاس امانت رکھی یہ ظاہر کرکے کہ میں اسکا مالک ہوں پھر ودیعت ہلاک ہوئی خالد کے ہاتھ میں پھر وہ غیر کی مستحق نکلی تو مالک کو
جائز ہے کہ خالد سے تاوان لے اور خالد کو اختیار ہے کہ زید سے بقدر ضمان پھیر لے کیونکہ اسنے اسکو دھوکا دیا اس بات میں کہ ودیعت میری ملک ہے اور صورت اجارہ یہ ہے کہ مثلاً
جانور اجارہ دیا یہ ظاہر کرکے کہ یہ میرا مملوک ہے پھر وہ مستاجر کے پاس ہلاک ہو گیا پھر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اسسے ضمان لیا تو مستاجر کو موجر سے بقدر ضمان پھیر لینا جائز ہے
کذا فی الطحطاوی ولا رجوع فی عاریة وہبة لکون القبض لنفسہ اور رجوع نہیں فریب دینے سے عاریت اور ہبہ میں کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ میں اپنی ذات کے واسطے ہے یعنی
جب مستعار اور موہوب مستعیر اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو پھر وہ مستحق غیر نکلے اور مستعیر اور موہوب لہ سے مالک نے تاوان لے تو دونوں شخص معیر اور واہب سے رجوع نہیں کر سکتے کیونکہ
مستعار اور موہوب کا نفع مستعیر اور موہوب کی طرف راجع تھا نہ معیر اور واہب کی طرف الثالثة ان یکون فی ضمن عقد معاوضة کبایعوا عبدی ہذا فقد اذنت لہ ثم
ظہر انہ حر او ابن الغیر رجعوا علیہ للغرور ان کان الاب حرا والا فبعد العتق اور دوسری صورت یہ ہے کہ غرور معاوضہ کے ضمن میں ہو چنانچہ مثلاً زید نے اہل بازار سے کہا کہ میرے غلام
یا میرے بیٹے سے خرید و فروخت کرو مقرر میں نے اسکو تجارت کا اذن دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہے یا وہ غیر کا بیٹا ہے نہ زید کا تو اہل بازار زید سے پھیر لیں جو غرور کے سبب سے
باپ یعنی اذن دینے والا شخص آزاد ہے اور اگر وہ غلام ہو تو اسکے آزاد ہونے کے بعد پھیر لیں م ہذا ان اضافہ الیہ امر مبایعتہ اور یہ یعنی دھوکا دینے والے سے پھیر لینا اسوقت ہے کہ
جب اسنے ماذون کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی یوں کہا ہو کہ یہ میرا غلام یا میرا بیٹا ہے اور اسکے ساتھ خرید اور فروخت کا امر کیا ہو ورنہ لو نبی المشتری اوسکو لہ ثم

استحقاق رجع علی البائع بقیمۃ البناء والولد او مشتری ہو بقدر معاوضہ کی یہ صورت ہے کہ اگر مشتری نے گھر مین عمارت بنائی یا لونڈی حرم بنائی پھر گھر اور لونڈی غیر کی حق نکلی تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت پھیرلے یعنی بائع سے قیمت لینا عمارت کا اسوقت ہے جبکہ عمارت بائع کو تسلیم کر دے لیکن تسلیم ولد کو فقہا نے ذکر نہین کیا اگرچہ ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ولد مشتری کو دلایا جاوے اور وہ آزاد ٹھہرے اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی کے مالک کو دے اور بائع سے اسقدر قیمت کو پھیرلے واللہ اعلم

کذا فی الطحطاوی ومنہ ما یاتی فی باب الاستحقاق اشتری فانا عبد بخلاف ارتہنی اور از انجملہ وہ مسئلہ ہے جو باب استحقاق مین آویگا کہ ایک شخص نے کہا کہ مجکو خرید کرے کہ مین غلام ہون یون کہنے کے مجکو رہن رکھ لے یعنی اسکے کہنے سے اسنے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب بغیبت معروفہ ہو تو رہنے والے پر کچھ نہین یا الا مشتری اسی سے پھیرلے اور وہ بائع سے کذا فی الطحطاوی معلوم کر کہ دالمختار کے نسخ یہان مختلف ہین اکثر نسخون مین یون ہے کہ اشترنی فانا عبد ارتہنی اور بعضی نسخون مین یون ہے بخلاف ارتہنی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تھا اور خود اس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسی کو اختیار کیا کیونکہ کتب فقہیہ مین مصرح ہے کہ خرید کرنے مین رجوع ضمان ہے نہ رہن رکھنے مین واللہ اعلم الثالثۃ اذا کان الغرور بالشرط کما زوجہ امرأۃ علی انہا حرۃ ثم استحقت رجع علی المخبر بقیمۃ الولد المستحق و یاتی آخر الدعوی تیسری صورت یہ ہے جبکہ غرور بسبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہے پھر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو ناکح ولد مستحق کی قیمت مخبر سے پھیرلے اور یہ مسئلہ کتاب الدعوی کے آخر مین آویگا فرع مسئلہ بالفتۃ شارح کا ہل ینتقل الرد بالتغریر الی الوارث استظہر المصنف لا لتصریحہم بان الحقوق المجردۃ لا تورث قلت وفی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وبہ افتی شیخنا العلامۃ علی المقدسی مفتی مصر قلت قدمنا فی خیار الشرط معزیا للدرر کیا انتقال کرتا ہے رد بیع فریب دینے سے وارث کی طرف یعنی اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اسکا وارث اسکو پھیر سکتا ہے یا نہین مصنف نے اپنی شرح مین عدم انتقال کو قوی کیا ہے بسبب تصریح کرنے فقہا کے کہ حقوق مجردہ موروث نہین ہوتے حالانکہ یہ حق مجرد عن العوض ہے کیونکہ عبارت ہے فقط ارادہ اور مشیت سے مین کہتا ہون کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین یون ہے کہ اسی عدم انتقال کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے مین کہتا ہون اور ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہین خیار الشرط مین درر سے نقل کر کے لکن ذکر المصنف فی شرح منظومتہ الفقہیۃ ما یخالفہ ومال الی انہ یورث کخیار العیب ونقل عنہ ابنہ فی کتابہ معونۃ المفتی فی کتاب الفرائض وایدہ بما فی بحث القول فی الملک من الاشباہ قبیل القاعدۃ التاسعۃ ان الوارث یرد بالعیب ویصیر مغرورا بخلاف الوصی فتامل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح مین جسکا تحفۃ الاقران نام ہے ذکر کیا ہے وہ جو اسکے مخالف ہے اور مصنف مائل ہوا اسکی طرف کہ رد بیع غرور سے موروث ہوتا ہے خیار العیب کے مانند اور مصنف سے اسکے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب معونۃ المفتی مین کتاب الفرائض کے اندر موروث ہونے کو نقل کیا ہے اور اسکی تائید کی ہے اشباہ کے اس قول کی بحث سے جو قاعدہ تاسعہ کے قبل واقع ہے کہ وارث رد بیع کرتا ہے بسبب عیب بیع کے اور مغرور ٹھہر جاتا ہے بخلاف وصی کے کہ وہ مغرور نہین ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اسکو تامل کر وجہ تائید یہ ہے کہ وارث کا مغرور ہونا اسکو مفید ہے کہ خیار الغرور موروث ہوتا ہے یعنی وارث مغرور ٹھہر اسی مورث کے دھوکا دینے سے وقد منا عن الخانیۃ انہ متی عاین ما یعرف بالعیان تنفی الغرور فتدبر اور ہم نے مقدم ذکر کیا ہے باب خیار الشرط مین خانیہ سے کہ جب اسنے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہوتی ہے مشاہدہ کرنے سے تو خطرہ نیستی ساقط ہو جاتا ہے غور کر لے

فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض والزیادۃ والحط فیہما وتاجیل الدیون یہ فصل ہے مبیع اور ثمن کے تصرف کرنے مین قبل قبضہ کرنے کے اور زیادہ اور کم کرنے دونون مین اور دیون کی مدت مقرر کرنے مین صح بیع عقار لا یخشی ہلاکہ قبل قبضہ من بائعہ لعدم الغرر لندرۃ ہلاک العقار حتی لو کان علوا او علی شط نہر ونحوہ کان کمنقول فلا تصح اتفاقا بیع عقار کی یعنی اس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونے کا خوف نہین قبل اسکے کہ اسکے بائع سے لیکر اسپر قبضہ کیا صحیح ہے بسبب عدم خطرہ فسخ عقد کے بتقدیر ہلاک کے کیونکہ ہلاک عقار نادر الوجود ہے تو اگر عقار بالاخانہ ہو یا نہر دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اسکے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانے کا ریت سے تو اسوقت یہ غیر منقول مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع مین تو اسکی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہین ہے امام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی قبل قبض کے جائز نہین کیونکہ حدیث شریف مین غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہے شیخین کہتے ہین کہ نہی کی علت یہ ہے کہ بتقدیر ہلاک کے فسخ بیع کا احتمال ہے اور ہلاکی عقار مین نادر ہے

نادر کا کچھ اعتبار نہیں اسی قیاس پر کہ مسنف نے تعبیر بیع بصحت کی نہ بنفاذ اور لزوم سو اسلئے کہ نفاذ اور لزوم بیع عقار میں بائع پر موقوف ہیں یا رضا کی بائع پر موقوف ہیں بائع قبل اسکے ابطال بیع جائز ہے

طحطاوی نے کہا کہ قول میں بالقبض سے متعلق ہو نہ بیع سے کتابت اور اجارہ و بیع منقول قبل قبضہ و رہن بائعہ کا جیسے بالاتفاق صحیح نہیں کتابت غلام کی

اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اسکے مقبوض ہونے کے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب متن میں آویگا کذا فی الطحطاوی بخلاف

عتقہ و تدبیرہ و ہبتہ والتصدق بہ و اقراضہ و رہنہ و اعارتہ من غیر بائعہ فانہ یصح علی قول محمد وھو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنے سے پہلے

اور اسکے مدبر کرنے اور اسکے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے کے دوسرے شخص کو اسکے بائع کے سوا اسکے صحیح ہے محمد کے قول پر

اور یہی اصح ہے یعنی اگر منقول خریدا اور ہنوز اسپر قبضہ نہیں کیا تو اسکا عتق اور تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے قول پر صحیح

ہے خلافا لابی یوسف وجہ قول محمد یہ ہے کہ یہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبض کے اور غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہے قبض میں تو قبضہ اسکا ہوگا جیسے قبضہ

مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کے واسطے قابض ہوگا تملیک سے بخلاف بیع کے وہ مفید ملک نہیں قبل القبض کے اور تملیکا بائع قبل

قبض کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عوض

ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز و مالا فجائز یعنی اور صحت تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب ایسے عقد کے

جو فسخ پذیر ہے ہلاک عوض سے قبل اسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ بیع اور اجرت بشرطیکہ عین ہو نہ نقد تو اسمیں تصرف قبل القبض جائز نہیں ورنہ جو عقد کہ

فسخ نہو ہلاکی عوض سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو اسمیں تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہے کذا فی العینی و المنقول او وھبہ من البائع قبل قبضہ

فقبلہ البائع انتقض البیع ولو باعہ قبلہ منہ لم یصح ہذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الہبۃ مجاز عن الاقالۃ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقا

جوہرہ قلت وفی المواہب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتہی ونفی الصحۃ یحتملہما فتدبر اور بیع منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اسکے مقبوض ہونے کے سو بائع نے

اسکو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہ بیع ثانی صحیح نہیں اور بیع اول نہ ٹوٹیگی اسواسطے کہ یہ مجاز ہے اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہبہ کہا

بطریق مجاز کے جائز ہے کیونکہ اقالہ کی تعبیر بلفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہے مطلقا خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی

الجوہرہ میں کہتا ہوں اور مواہب الرحمن میں ہے کہ بیع منقول قبل القبض کے باطل ہے انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو محتمل ہے غور کرے ہم لیے یعنی بیع منقول کی قبل

قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اسکو غیر صحیح کہا تو باطل اور صحیح اسمیں دونوں محتمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی غیر صحیح کہتے ہیں اسی واسطے

بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہے اسواسطے کہ بیع کے دونوں رکن یعنی مبیع اور ثمن ثابت ہیں تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنی خطر انفساخ عقد بسبب

ہلاکی مبیع اور اطلاق باطل کا فاسد پر کثرت سے ہے واشتری مکیلا بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریما بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد صرحوا بالفساد بانہ لا یقال لا کلہ انہ اکل حراما

لعدم التلازم کما بسطہ الکمال لکونہ اکل ملکہ خریدا مکیل کو بشرط کیل کے تو حرام ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اسکا بیچنا اور کھانا تاوقتیکہ اسکو ناپ لے اور البتہ علماء نے

اسکے فساد بیع کی تصریح کی ہے اور ساتھ اسکے اسکے کھانے والے کو حرام خور نہ کہینگے بسبب عدم تلازم کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اسکو مشرح بیان کیا

حرام خور اسواسطے نہ کہینگے کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانے والا ہے مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اسنے کیل کرنے کے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتح ابن ماجہ نے جابر سے روایت کی نہی النبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ اسمیں دو صاع جاری ہوں

ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اسی مضمون کو اسحق اور بزار اور عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ ان حدیثوں میں ضعف ہے لیکن بسبب کثرت

طرق اور اجماع ائمہ اربعہ کے واجب العمل اور حجت ہے کذا فی فتح القدیر اور عدم جواز کی علت نفی کو شارح بعد اسکے بیان کریگا و مثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن

والعد لاحتمال الزیادۃ وہی للبائع اور کیل کے مانند ہے موزون اور معدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور چالا کہ زیادتی بائع کا حق ہو یعنی جب

کیل اور موزون اور معدود کو خرید کیا بشرط کیل یا وزن اور شمار کے تو اسمین تصرف کرنا قبضہ کرنے کے بعد بدون ناپنے اور تولنے اور شمار کرنے کے جائز نہین کہ شاید
زیادہ ہو مثلاً بائع نے کہا کہ یہ چیز دس پیمانے یا دس سیر ہے تو اگر واقع مین وہ بارہ سیر ہوئی تو دو سیر بائع کا مال ٹھہرا لہذا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کر لینا واجب ہے تاکہ غیر کے
مال مین تصرف کرنا لازم نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہ ہے کہ اگر مبیع کم ہو شرط سے تو مشتری اتنا ثمن کم کر دے اسلئے فتح القدیر مین کہا کہ معدود و عددی کا
متقارب مراد ہے چنانچہ آئندہ اور آخر ہوگا بخلاف مجازفة لان الکل للمشتری بخلاف بیع کیلی و موزون اور معدود کے بطور تخمین اور اٹکل کے بلا شرط کیل اور وزن اور شمار کے چنانچہ
ایک ڈھیر گیہون کا خرید کیا تو اسکا تولنا اور ناپنا لازم نہین اسواسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہے تو اسمین احتمال زیادتی کا نہین وقید لقوله بغیر الدراهم والدنانیر لجواز
التصرف فیهما بعد القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانه لایحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانه صار بیعا بالقبض بعد الوزن قنیة وعلیه الفتوی خلاصة اور
مصنف نے موزون مین غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنانیر مین بعد قبض قبل وزن کرنے کے مانند بیع التعاطی کے اسواسطے کہ
موزونات مین دوبارہ مشتری کے وزن کرنے کی حاجت نہین کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہو گیا کذا فی القنیہ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصہ خلاصہ یہ ہے کہ بیع موزونات
مین دو صورت مین مشتری کو دوسرے بار وزن کر لینا شرط نہین ایک دراہم اور دنانیر کے عقد صرف مین اسواسطے کہ انکی مقدار مقرر ہے انمین غالبا تفاوت نہین ہوتا اور دوسرے
بیع التعاطی مین تو جب مشتری نے دراہم دیے اور بائع نے مقدار معلوم کو بیل وزن کر دیا تو بیع منعقد ہوگی بطریق تعاطی کے کذا فی الطحطاوی وکفی کیله من البائع بحضرة
المشتری بعد البیع لا قبله اصلا او بعده بغیبته فلو کیل بحضرة رجل فشراه فباعه قبل کیله لم یجز وان اکتاله الثانی لعدم کیل الاول فلم یکن قابضا فتح اور کفایت کرتا ہے بائع کا
کیل کرنا یعنی ناپنا مشتری کے سامنے بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقا خواہ اسکے سامنے کیل ہوا ہو یا پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا
اجنبی مرد کے سامنے پھر اسنے مکیل کو خرید کیا پھر اسکو بشرط کیل بیچا قبل اسکے کیل کرنے کے تو جائز نہین اگرچہ مشتری ثانی نے اسکو کیل کر لیا ہو اسواسطے
کہ عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض بھی نہ ٹھہرا کذا فی الفتح تو اسکی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی ثم حضور مشتری مین کیل بائع اسواسطے کافی ہوا کہ مبیع معلوم ہو گئی کیل واحد سے اور
تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اسواسطے کافی نہوا کہ اسوقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونون پر صحیح نہین ولو کان المکیل او الموزون ثمنا جاز التصرف
فیه قبل کیله ووزنه بجوازه قبل القبض فقبل الکیل اولی اور اگر مکیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہے اسمین تصرف قبل اسکے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف ثمن کے قبل قبض
کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہے یعنی کیل اور وزن متممات قبض سے ہین پھر جب ثمن مین تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبل متممات کے بطریق اولی جائز ہوگا
لا یجیز هم المذروع قبل ذرعه وان اشتراه بشرطه الا اذا افرد لکل ذراع ثمنا فهو فی حرمته کموزون والاصل ان الذرع وصف لا قدر فیکون کله للمشتری
الا اذا کان مقصودا کما استثنیه ابن الکمال من الموزون ما یضره التبعیض لان الوزن حینئذ فیه وصف حرام نہین بیع مذروع قبل ناپ گز کے اگرچہ اسکو بشرط پیمائش
خرید کیا ہو مگر جبکہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت مین موزون کی مانند ہو گیا اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ پیمائش بار بار گز کو وصف ہے
نہ مقدار تو کل مذروع مشتری کا ہوگا مگر جبکہ گز مقصود بالذات ہو جاوے یعنی ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون سے اس موزون کو مستثنی کیا ہے
جسکو تبعیض یعنی ٹکڑے کرنا مضر ہو اسواسطے کہ اب موزون مین وزن مقدار نہ رہا وصف ہو گیا ہم مضرت تبعیض موزون چنانچہ تانبہ وغیرہ کا برتن قطع سے لائق
استعمال کے نہین رہتا تو اسوقت مین موزون مین تصرف کرنا قبل اسکے وزن کے جائز ہے اگرچہ بشرط وزن خرید کیا ہو مناسب یہ تھا کہ اسکو وزن کی بحث مین شارح ذکر
کرتا کذا فی الطحطاوی وجاز التصرف فی الثمن بهبة او بیع او غیرهما لو عینا ای مشارا الیه ولو دینا فالتصرف فیه تملیکه ممن علیه الدین ولو بعوض ولا یجوز من غیره ابن ملک
قبل قبضه اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن مین تصرف کرنا جائز ہے بطریق ہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن عین ہو یعنی اسکی طرف اشارہ ہو سکتا ہے متاع ہو یا نقد اور اگر ثمن دین ہو تو
اسمین تصرف اسکی تملیک کا ہے مدیون کو اگرچہ تملیک بعوض ہو اس طرح پر کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کرے عوض ثمن کے جو دین ہے اور تملیک مین جائز نہین غیر مدیون کو کذا صرح
ابن ملک سواء تعین بالتعیین کمکیل او لا کنقود فلو باع ابلا بدراهم او بکر جاز اخذ بدلها شیئا آخر قبل قبض تصرف ثمن مین جائز ہے خواہ ثمن معین ہو جاتا ہو معین کرنے سے چنانچہ

کہ بیع تا تعیین نہ ہوتا ہو نہیں سے چنانچہ نقود تو اگر اونٹ درہم یا گیہون سے بیچا تو درہم اور گیہون کے عوض کوئی اور چیز لینا جائز ہے عبد اللہ بن عمر نے کہا ہم اونٹ بقیع میں بیچتے تھے تو درہم کی جگہ دینار اور بیچا دینار درہم لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جائز رکھتے تھے کذا فی الفتح وکذا الحکم فی کل دین قبل قبضہ کمہر و

اجرۃ وضمان متلف وبدل خلع وعتق بمال وموروث وموصی بہ والحاصل جواز التصرف فی الاثمان والدیون کلہا قبل قبضہا سوی صرف وسلم فلا یجوز اخذ

خلاف جنسہ لفوات شرطہ اور یہی حکم ہر دین میں قبل اسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ مہر اور اجرت اور تلف کی چیز کا تاوان اور بدلا خلع اور مالی کا اور ارث اور وصیت کی

چیز حاصل یہ ہے کہ تمام اثمان اور دیون میں قبل انکے مقبوض ہونے کے تصرف کرنا جائز ہے کذا فی العینی سوا صرف اور سلم کے کہ انمیں خلاف جنس ثمن لینا جائز نہیں سبب

فوت ہونے اسکی شرط کے یعنی شرط صحت صرف اور سلم میں قبض ثمن ہے تو قبل اسکے تصرف اسمین جائز نہیں وصح الزیادۃ فیہ ولو من غیر جنسہ فی المجلس وبعدہ من المشتری

او وارثہ خلاصہ وافتاء ابن مالک اسمین اجنبی اور صحیح ہے زیادہ کر دینا ثمن میں اگر چہ زیادتی اسکے خلاف جنس ہو زیادتی مجلس عقد میں ہو یا بعد اسکے مشتری کی طرف سے

زیادتی ہو یا اسکے وارث سے کذا فی الخلاصہ اور ابن مالک نے کہا یا زیادتی اجنبی کی اور ہم اگر اجنبی کی زیادتی با مر مشتری ہو تو مشتری پر واجب ہے اجنبی پر اگر اسکے بلا

امر ہے تو اگر مشتری نے قبول کر لی تو اسپر لازم ہے ورنہ باطل ہے اور اگر اجنبی نے زیادہ کرنے کے وقت مشتری کی طرف ذمہ لیا یا اپنے مال سے دینے کا اظہار کیا یا پھر اگر بلا امر مشتری کی

تو اجنبی یا مشتری سے پھر لے اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ان فی غیر صرف وقبل البائع فی المجلس لو بعدہ دبالت خلاصہ زیادتی ثمن کی صحیح ہے اگر غیر صرف میں ہو اور بائع

اسکو زیادتی کی مجلس میں قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کریگا تو زیادتی باطل ہو جائیگی کذا فی الخلاصہ صرف میں زیادتی اور کمی ثمن کی جائز نہیں کیونکہ وہ ربوا ہو جاوے

بعد ما زاد اجبر اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری ثمن زیادہ کرنے کے بعد پچتاوے تو اسپر جبر کیا جاویگا حاکم نے ردالمختار کان المبیع قائما فلا تصح بعد ہلاکہ ولو حکما علی الظاہر

بان باعہ ثم شراہ ثم زادہ اور زیادتی صحیح ہے بشرطیکہ مبیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہیں بعد ہلاک ہونے مبیع کے اگر چہ ہلاک حکمی ہو بنا بر قول ظاہر کے اس طرح پر کہ مشتری نے اسکو بیچا پھر

اسکو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا یعنی خرید اول میں ثم بیع کو ہلاک حکمی اسواسطے کہا کہ اختلاف اسمیں ہے خلاف اسکے بر ہے اور اگر بیع کے بعد بلا خرید ثانی ثمن زیادہ کریگا تو بلا خلاف

جائز ہے کذا فی الطحطاوی وزاد فی الخلاصۃ وکونہ محلا للمقابلۃ فی حق المشتری حقیقۃ فلو باع بعد القبض او دبرہ او کاتبہ او ماتت الشاۃ فزاد لم یجز لفوات محل البیع بخلاف ما لو آجرہ

او رہنہ او جعل الحدید سیفا او ذبح الشاۃ لقیام الاسم والصورۃ وبعض المنافع اور خلاصہ میں زیادت ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہے یعنی ہونا مبیع کا محل مقابلہ زیادتی در انحالیکہ مقابلہ

حقیقی ہو مشتری کے حق میں اس طرح پر کہ مبیع مشتری کے ہاتھ سے خارج نہ ہو گئی ہو بیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اسکو بیچا بعد قبض کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا بکری مر گئی پھر

مشتری نے زیادہ ثمن کر دیا تو جائز نہیں بسبب فوت ہونے محل بیع کے بخلاف اسکے کہ اگر مبیع کو اجارہ دیا یا اسکو رہن رکھا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کر ڈالی تو ان صورتوں

میں زیادہ کرنا جائز ہے بسبب قائم ہونے نام اور صورت اور بعض منافع مبیع کے ہم نے ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصہ سے کہ کوئی کچھ حاجت نہ تھی اسلئے کہ بیع اور تدبیر اور کتابت اور

موت ہلاک حکمی میں داخل ہیں کذا فی الحلبی وصح الحط منہ ولو بعد ہلاک المبیع وقبض الثمن اور صحیح ہے کم کر دینا ثمن کا یعنی بائع کیجانب سے اگر چہ کم کرنا بعد ہلاک مبیع اور قبض ثمن کے ہو

والزیادۃ والحط یلتحقان باصل العقد بالاستناد وقیل حط الکل اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے ملحق ہے بطریق استناد کے یعنی گویا زیادتی اور کمی ابتدا عقد سے تھی

ہوئی تو باطل ہے تمام ثمن کا کم کر دینا ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ اصل عقد کی تبدیل ہے کیونکہ بعد عقد کے تمام ثمن کا گرا دینا یا ہبہ ہے یا بیع بلا ثمن ہے تو فاسد ہے کذا فی الزیلعی الا لحاقا

فی تولیۃ ومرابحۃ وشفعۃ واستحقاق وہلاک وحبس مبیع وفساد صرف لکن انما یظہر فی الشفعۃ الحط فقط اور زیادتی اور کمی کے الحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہے تولیہ اور مرابحہ اور شفعہ اور ہلاک اور حبس

مبیع اور فساد صرف میں لیکن شفعہ میں تو فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہے نہ زیادتی کا اسلئے یعنی اگر اول دس کی خرید تھی پھر مشتری نے پانچ درہم ثمن میں زیادہ کر دیئے تو تولیہ اور مرابحہ پندرہ

درہم پر کرے اور جو بائع نے کم کر دیئے ثمن سے باقی پر تولیہ اور مرابحہ کرے اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری کل ثمن زیادتی کے ساتھ پھیر لے اور بائع کو حبس مبیع میں تا قبض زیادتی اختیار ہے

اور صرف میں زیادتی اور کمی مفسد عقد ہے اور شفعہ میں شفیع کو زیادتی سو اسطے لازم نہ ہوئی کہ اسکا حق ثابت ہو چکا تھا بیع اول سے تو لزوم زیادت میں اسکے حق کا ابطال ہے اور ہر حال کہ

بائع اور مشتری میں اسکے ابطال کا اختیار نہیں وقت الزیادۃ فی المبیع ولزم البائع دفعہا ان فی غیر سلم زیلعی وقبل المشتری اور مبیع میں زیادہ کر دینا صحیح ہے بائع کیجانب سے

اور بائع کو اسکا دینا لازم ہو بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ میں نہو کذا فی الزیلعی او مشتری اسکو قبول کرے ھ زیلعی سے کہا مسلم فیہ میں زیادہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہے
اسکو تو موجود فرض کیا ہے مسلم الیہ کے دفع حاجت کے واسطے اور مسلم فیہ میں زیادہ کرنا اسکی حاجت کا دافع نہیں بلکہ موجب ہے یہ حاجت ہے لہذا جائز نہیں و یلتحق ایضا
بالعقد فلو ہلکت الزیادۃ قبل قبض سقط حصتہا من الثمن اور مبیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہے تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہوگئی قبل
قبض کے تو اسکا حصہ ثمن سے ساقط ہوگا ھ مثلا تین درم کو چھ سیر جنس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کر دی پھر تین سیر تلف ہوئے قبل قبض کے تو مشتری کو
دو درم کا دینا لازم ہوگا ایک درم ساقط ہو جائیگا و کذا لو زاد فی الثمن عرضا فہلک قبل التسلیم انفسخ العقد بقدرہ قنیہ اور اسیطرح اگر مشتری نے ثمن میں اسباب زیادہ کر دیا
پھر وہ تلف ہوگیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذا فی القنیہ ھ مثلا ایک چیز سو درم کو خریدی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب
زیادہ کر دی جسکی قیمت پچاس درم تھے پھر کتاب قبل تسلیم ہلاک ہوگئی تو مبیع کی ایک تہائی میں بیع منفسخ ہوگی کذا فی المنح یعنی اسواسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہے طحطاوی نے
کہا چونکہ مبیع قائم ہے تو اسکا مقتضی یہ ہے کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضامن ہو واللہ تعالی اعلم ولا یشترط للزیادۃ ہنا قیام المبیع فتصح بعد ہلاکہ بخلافہ فی الثمن کما مر اور
شرط نہیں یہاں کی زیادتی میں یعنی زیادت مبیع میں قائم رہنا مبیع کا شرط نہیں تو زیادہ کرنا صحیح ہے بعد اسکے ہلاک کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اسمیں قیام مبیع شرط ہے
چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا و یصح الحط من المبیع ان کان المبیع دینا و ان عینا لا یصح لانہ اسقاط و اسقاط العین لا یصح بخلاف الدین فیرجع بما دفع فی براءۃ الاسقاط
لا فی براءۃ الاستیفاء اتفاقا اور صحیح ہے کم کر دینا مبیع سے اگر مبیع دین ہو اور اگر مبیع عین مشار الیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ کم کرنا اسقاط ہے اور اسقاط عین کا صحیح
نہیں بخلاف دین کے کہ اسکا اسقاط صحیح ہے تو پھیر لے جو اسنے دیا تھا براءت اسقاط میں نہ براءت استیفا میں بالاتفاق ھ محیط میں ہے کہ معین گیہوں پیمانہ بھر
خرید کیے پھر بائع سے مشتری نے چہارم گیہوں ساقط کر دیے قبل قبض کرنے کے تو جائز نہیں اسواسطے کہ گیہوں عین ہیں یعنی معین مشار الیہ ہیں اور حالانکہ اسقاط
عین صحیح نہیں اور اگر گیہوں کے ڈھیر سے بقدر ایک پیمانے کے خرید کیے پھر چہارم ساقط کیے قبل قبض کے تو جائز ہے اسواسطے کہ گیہوں یہاں دین ہیں اور اسقاط دین صحیح ہے انتہی
براءت اسقاط کی مثال یہ ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے تجکو بری الذمہ بطریق براءت اسقاط کے کیا اور براءت استیفاء کی مثال یہ کہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا
بطریق براءت استیفاء اور قبض کے کذا فی الطحطاوی و لو اطلقہا فقولان اور اگر براءت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفا کے تو اسمین دو قول ہیں یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع
مین خلاف ہے و اما الابراء المضاف الی الثمن فیصح و لو بہبتہ او حط فیرجع المشتری بما دفع علی ما ذکرہ السرخسی فیتامل عند الفتوی بحر اور وہ ابرا جو ثمن کی طرف مضاف ہے وہ تو
صحیح ہے اگرچہ ابرا بطریق ہبہ یا کم کر دینے ثمن کے ہو تو مشتری پھیر لے جو اسنے ثمن دیا تھا بموجب سرخسی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت
کذا فی البحر ھ یعنی شیخ الاسلام کے نزدیک ابرا میں تفصیل ہے کہ براءت اسقاط میں رجوع ہے نہ براءت استیفا میں اور شمس الدین سرخسی کے نزدیک ابراء ثمن بعد استیفا و قبض کے
صحیح ہے تو بائع پر رد ثمن بعد قبض واجب ہے اور جب براءت استیفا میں رجوع جائز ہوا تو براءت اسقاط میں بطریق اولی جائز ہوگا اور جب اسمین خلاف ہوا تو مفتی تامل کر کے
فتوی دینا لازم ہوا شارح نے جو مسئلہ سابقہ میں رجوع کرنا براءت اسقاط میں اور عدم رجوع براءت استیفا میں باتفاق علما نقل کیا ہے سو خلاف واقع ہے کذا فی الطحطاوی و قال
فی النہر و ہو المناسب للاطلاق نہر الفائق میں کہا اور وہ یعنی سرخسی کا قول اطلاق کے مناسب ہے و فی البزازیۃ باعہ علی ان یہبہ من الثمن کذا لا یصح و لو علی ان یحط من ثمنہ
کذا جاز الحوق الحط باصل العقد دون الہبۃ اور بزازیہ میں ہے بیچ کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اسقدر ہبہ کر دے تو صحیح نہیں اور اگر اس شرط پر بیع کی کہ ثمن سے اتنا کم کر دے
تو صحیح ہے بسبب لاحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سوائے ہبہ کے یعنی ہبہ اصل عقد سے لاحق نہیں ہوتا و الاستحقاق لبائع او مشتر او شفیع یتعلق بما وقع علیہ العقد
و یتعلق بالزیادۃ ایضا فلو ردہ بعیب رجع المشتری بالکل اور استحقاق بائع اور مشتری اور شفیع کا اس سے متعلق ہوتا ہے جسپر عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بھی متعلق ہے تو اگر عیب
وغیرہ سے مبیع پھیر جاوے تو مشتری سب پھیر لے یعنی ثمن اور زیادت ھ بسبب اتفاق کل سے متعلق ہوا تو بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہے تا قبض زیادت اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو
مشتری بائع سے ثمن مع زیادت پھیر لے اور جب شفیع مبیع کو مستحق شفعہ سے تو اسمین زیادتی کے ساتھ لے جبکہ بائع نے مبیع پر زیادہ کر دیا بعد عقد کے کذا فی الطحطاوی لزم تامل

کل دین اجّل المدیون اور لازم ہوئی تعیین مدت ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے ہر قسم دین وہ ہی جو گردن پر واجب ہو بسبب عقد یا استہلاک کے کذا فی الطحطاوی عن الحموی قنیہ نہر الفائق میں ہے تاجیل ہر دین کی صحیح ہے خواہ ثمن مبیع ہو یا سوا اسکے اسواسطے کہ صاحب دین کو معاف کر دینا جائز ہے تو تاخیر مطالبہ بطریق اولیٰ جائز ہوگی بشرطیکہ قبول کرے یوں جو مدیون مدت کو قبول کرے تو دین حال یعنی بلا مدت باقی رہیگا اور خانیہ میں ہے کہ اگر مدیون نے کہا کہ مجھے مدت کو باطل کیا اسکو چھوڑا تو دین حال ہو جائیگا اور اگر مدیون بولا کہ مجھے مدت نہیں ہے یوں یا ہمکو اسکی کچھ حاجت نہیں تو یہ قول ابطال اجل نہوگا انتہی مافی النہر الا فی سبع علی مافی مداینات الاشباہ بدل صرف وسلم وثمن عند اقالۃ وبعدہا وما اخذ بہ الشفیع ودین المیت والسابع القرض مگر سات صورتوں میں تاجیل دین لازم نہیں چنانچہ اشباہ کی مداینات میں ہے صرف کے دونوں عوضوں میں اور سلم میں یعنی راس المال میں اور ثمن میں اقالہ کے وقت اور اسکے بعد اور اس دین میں جسکے عوض شفیع نے شفعہ کیا اور دین میت میں اور ساتویں قرض میں اور بحر الرائق میں ہے کہ اگر مشتری شفیع سے ثمن کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہیں خلاصہ میں ہے کہ اگر مدیون مر گیا اور دین حال ہو گیا اور وارث نے اسکے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہیں نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ سائل مذکورہ میں تاجیل صحیح نہیں نہ یہ کہ صحیح غیر لازم ہو چنانچہ ظاہر بحر الرائق اسپر دال ہے کیونکہ صاحب بحر نے مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھ ملحق کیا ہے فلا یلزم تاجیلہ تو تاجیل قرض کی لازم نہیں خاص وجہ اسکی یہ ہے کہ قرض باعتبار ابتدا کے اعارہ اور صلہ ہی ولہذا بلفظ اعارہ صحیح ہے اور جس کو مالک تبرع نہیں اسکا قرض دینا بھی صحیح نہیں جیسا کہ وصی اور صبی اور ولی اور مکاتب اور عبد ماذون سے بطور عاریت ٹھہرا تو اسمیں تاجیل لازم نہوگی کیونکہ معیر کو اگر اسنے عاریت کی مدت ٹھہرائی ہو تو بھی پھیر لینا قبل مدت کے جائز ہے اور باعتبار انتہا کے قرض معاوضہ ہے کیونکہ اسمیں رد مثل واجب ہے تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہیں کیونکہ لازم آتا ہے کہ دراہم کی بیع دراہم سے ادھار ہو اور یہ مقتضی فساد قرض ہے حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے لہذا علمائے حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہے کذا فی الزیلعی وفی النہر یعنی اگر قرض مہینہ بھر کے وعدہ پر دیا ہو تو مقرض مستقرض سے فی الحال مطالبہ کر سکتا ہے الا فی اربع اذا کان مجحوداً تو تاجیل قرض لازم نہیں مگر چار صورتوں میں لازم ہے جبکہ قرض مجحود ہو یعنی مستقرض انکار کرتا ہو اور مقرض گواہ شہادت نہ رکھتا ہو صورت اسکی یہ ہے کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہو کہ میں تیرے قرض کا اقرار نہ کرونگا تاوقتیکہ تو اسکی کچھ مدت مقرر کر دے یا اصل مال سے کچھ کم کر ڈالے پھر مقرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے تو اب مدت لازم ہوگی کہ اسکا فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا اس صورت میں جبکہ اسنے پوشیدہ کہا ہو اور اگر علانیہ کہا ہو تو سب پر یہ کہنا تو مقر فی الحال ماخوذ ہوگا کذا فی الطحطاوی او حکم مالکی بلزومہ بعد ثبوت اصل الدین عندہ یا مالکی مذہب نے لزوم مدت کا حکم کیا ہو بعد ثبوت اصل دین کے مالکی کے نزدیک او احالہ علی آخر فاجلہ المقرض او احالہ علی مدیون مؤجل دینہ لان الحوالۃ مبرئۃ یا مستقرض نے قرض کا حوالہ دوسرے شخص پر کیا تو مقرض نے محال علیہ سے واسطے کچھ مدت مقرر کر دی یا قرض لینے والے نے ایسے شخص پر حوالہ کیا جسکا دین مؤجل ہو اسواسطے کہ حوالہ بری الذمہ کر دینے والا ہی تعجیل کا الخ حوالہ کی دونوں صورتیں مگر ایک مسئلہ میں جیسے اوصیٰ یعنی وصیت میں اور صورت یہ ہو اوصی ان یقرض من مالہ الف درہم فلانا الی سنۃ فیلزم من ثلثہ ویسامح فیہا نظرا للموصی واوصی بتاجیل قرضہ الذی لہ علی زید سنۃ فیصح فیلزم چوتھی صورت قرض تاجیل کی وصیت ہے یعنی ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے ہزار درم فلاں شخص کو قرض دئے جائیں سال بھر کی مدت پر تو وصیت لازم ہوگی اسکے ثلث مال سے اور یہ رعایت کیجائیگی بلحاظ قول موصی کے یا ایک شخص نے اپنے اس قرض کی جو زید پر ہے سال بھر کی مدت ٹھہرائی تو وصیت صحیح ہے اور مدت لازم ہے والحاصل ان تاجیل الدین علی ثلثۃ اوجہ باطل فی بدل صرف وسلم وصحیح غیر لازم فی قرض واقالۃ وشفیع ودین میت ولازم فیما عداہا کذا فی اقرہ المصنف وتعقبہ فی النہر بان الحق بالقرض تاجیلہ باطل اور خلاصہ یہ ہے کہ تاجیل دین کی تین طرح ہے بدل صرف اور سلم میں تو تاجیل باطل ہے اور تاجیل صحیح غیر لازم ہے قرض اور اقالہ اور شفیع اور دین میت میں اور تاجیل لازم ہے سوا دیون مذکورہ کے اور صاحب بحر کی اس تقریر کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے کہ ملحقات قرض یعنی اقالہ اور شفیع اور دین میت کی تاجیل باطل ہے ہم قول صاحب نہر کا سابق میں مفصلاً مذکور ہو چکا قلت ومن حیل تاجیل القرض کفالتہ مؤجلا فیتاخر عن الاصیل لان الدین واحد وہو حیلۃ التحفظ میں کہتا ہوں کہ منجملہ تدابیر تاجیل قرض کی ضمانت ہے قرض کی مدت ٹھہرا کر تو مطالبہ قرض کا اصیل سے ضمناً متاخر ہو جائیگا اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہے کذا فی البحر والنہر تو یہ پانچویں صورت عدم جواز تاجیل قرض سے مستثنیٰ ہوئی اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر زید نے مثلاً سو درم خالد سے قرض لیے اور چاہا کہ ادائے قرض کی کچھ مدت مقرر ہو جائے تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ زید محمود کو ضامن دے اور محمود ایک سال یا ایک مہینے کی مدت سے ضمانت کرے تو ضمناً زید سے مطالبہ ہٹ جائیگا لیکن نہر الفائق میں بحر منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک اس صورت ضمانت قرض میں ضامن سے بھی مدت معلوم مطالبہ ہوگا گو مستقرض سے بالفعل مطالبہ ہو شاید کہ حیلہ مذکورہ طرفین کے مذہب پر مبنی ہو واللہ تعالیٰ اعلم وفی حیل الاشباہ

تاجیل دین المیت ان یقر الوارث بانہ ضمن ما علی المیت فی حیاتہ مؤجلا الی کذا ویصدقہ الطالب انہ کان مؤجلا علیہما ویقر الطالب بان المیت لم یترک شیئا والا امر الوارث
بالبیع للدین وہذا علی ظاہر الروایۃ من ان الدین اذا حل بموت المدیون لا یحل علی کفیلہ اشباہ کے باب اجل میں ہے تاجیل دین میت کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ وارث اقرار کرے کہ
وہ یعنی وارث ضامن ہوا تھا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کرکے اور طالب بھی اسکی تصدیق کرے کہ میت اور اسکے کفیل پر دین موجل تھا اور طالب اقرار کرے کہ
میت نے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اسکے بیچ ڈالنے کا ادائے دین کے واسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہ حیلہ ظاہر الروایۃ پر مبنی ہے کہ جب دین موجل فی الحال
واجب الادا ہو جاتا ہے مدیون کی موت سے تو میت کے کفیل پر فی الحال لازم الادا نہیں ہوتا ہم عنقریب ذکر کریں گے کہ ضامن پر دین حال ہو جاتا ہے اگرچہ اصیل پر دین حال ہے
تو اسکے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی ہے علاوہ اسکے اگر طالب کی مراد تاخیر ہے تو اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں بلا شبہ واقع ظاہر کرے کذا فی الطحطاوی وقلت سیجی
فی آخر الکتاب ان الدین الحال [illegible] واداہ قبل حلولہ لیس لہ من المرابحۃ الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتأخرین میں کہتا ہوں آخر کتاب میں آویگا کہ اگر دین مدیون کی موت
سے فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اسکی مدت کے آنے کے ادا کردیا تو اسکے واسطے منافع تجارت سے کچھ نہیں مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب ہے متاخرین
فقہا کا یعنی جو مرابحہ کہ جاری ہوا ہے مدیون اور دائن کی بیچ میں اسمیں سے مدیون کچھ نہ پاویگا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحطاوی عن القنیہ

فصل فی القرض یہ فصل ہے قرض کے بیان میں ہو لغۃ ما تعطیہ لتتقاضاہ قرض لغت عرب میں وہ چیز ہے جسکو تو دے تاکہ اسکا تو تقاضا کرے یہ چیز عام ہے
قیمتی اور مثلی سے اور تقاضا بھی عام ہے بعینہ یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہے قرض شرعی سے وشرعا ما تعطیہ من مثلی لتتقاضاہ وہو اخصر من قولہ اور شرع میں قرض وہ ہے
جسکو تو دے مثلیات سے تاکہ اسکا تو تقاضا کرے اور یہ تعریف قرض کی مختصر ہے مصنف کی تعریف آئندہ سے ہم طحطاوی نے کہا لیکن یہ تعریف امانت پر بھی صادق آتی ہے
جسمیں عین شے کا تقاضا ہوتا ہے چنانچہ ودیعت عقد مخصوص بلفظ القرض ونحوہ یرد علی دفع مال بمنزلۃ الجنس مثلی خرج القیمی لآخر لیرد مثلہ خرج نحو ودیعۃ وہبۃ
قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کی دینے پر دوسرے شخص کو تاکہ وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اسکے چنانچہ
یوں کہنا کہ مجھکو اپنے درم دے تاکہ میں تجھکو مثل اسکے پھیر دوں اور مال بمنزلۂ جنس ہے اور مثلی کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور رد مثل کی قید سے مانند ودیعت
اور ہبہ نکل گئی ہم ودیعت کے مانند عاریت ہے کیونکہ ودیعت اور عاریت میں رد عین ہے نہ رد مثل اور ہبہ کا مانند صدقہ ہے کہ دونوں میں ہمیشہ رد عین ہے نہ رد مثل وصح القرض
فی مثلی ہو کل ما یضمن بالمثل عند الاستہلاک صحیح ہے قرض مال مثلی میں مال مثلی وہ ہے جسکے تلف کر ڈالنے سے اسی کے مانند تاوان دینا پڑے ہم مال مثلی چنانچہ کیلی اور
وزنی چیز اور عددی متقارب چنانچہ انڈا اور اخروٹ تو صحیح ہے انار اور تربوز اور عددیات متفاوتہ میں قرض صحیح نہیں کذا فی العالمگیریہ وظاہرا اینٹ پختہ اور خام عددی
متقارب ہے بشرطیکہ قالب یکسان ہو لا فی غیرہ من القیمیات کحیوان وحطب وعقار وکل متفاوت لتعذر رد المثل قرض صحیح نہیں مثلی مال کے سوا قیمتی مال چیزوں
میں چنانچہ حیوان اور لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت چیز بسبب دشوار ہو جانے رد مثل کے ہم چونکہ مثلیات کے سوا قیمیات میں رد مثل نہیں ہو سکتا لہذا قرض ان میں
صحیح نہ ہوا فتاوی عالمگیری میں ہے متفاوت چیزوں میں قرض صحیح نہیں چنانچہ ریاحین تر اور بقول میں لیکن خشک اور وسمہ اور ریاحین یابسہ کا استقراض بطریق کیل کے
کچھ مضائقہ نہیں وعلم ان المقبوض بقرض فاسد کمقبوض ببیع فاسد سواء فیحرم الانتفاع بہ لا بیعہ لثبوت الملک جامع الفصولین اور دریافت کر کہ جو چیز مقبوض بقرض
فاسد ہے وہ بیع فاسد کے مقبوض کی برابر ہے تو اس سے فائدہ لینا حرام ہے لیکن اسکا بیچ ڈالنا حرام نہیں بسبب ثابت ہونے ملک کے کذا فی جامع الفصولین ہم قرض فاسد
گھر کا قرض لینا بلکہ سائر اعیان کا قرض فاسد ہے انتفاع اسواسطے حرام ہوا کہ شارع کی جانب اجازت نہیں اگرچہ متعاقدین راضی ہو جاویں کذا فی الطحطاوی فیصح استقراض
الدراہم والدنانیر وکذا کل ما یکال او یوزن او یعد متقاربا فصح استقراض جوز وبیض وکاغذ عددا ولحم وزنا وخبز وزنا وعددا تو صحیح ہے قرض لینا دراہم
اور دنانیر کا اور اسیطرح ہر ایک اس چیز کا جسمیں پیمانہ کرنا اور تولنا جاری ہو یا اسکا شمار ہوتا ہے بشرطیکہ متقارب ہو اسلیے صحیح ہے قرض لینا اخروٹ اور انڈے کا اور کاغذ کا شمار کر
اور گوشت کا تول کر اور روٹی کا تول کر اور گنکر چنانچہ باب ربا میں آویگا طحطاوی نے کہا کہ کاغذ کے استقراض میں نقصان عددگی اور کمی اور زیادتی کو معتبر نہیں رکھا استقرض من الفلوس

ولو استقرض فلوسا فكسدت فعليه مثلها كاسدة ولا يغرم قيمتها وكذا كل ما يكال ويوزن لما مر انه مضمون بمثله فلا عبرة بغلائه ورخصه ذكره في المبسوط من غير خلاف

وجعله في البزازية وغيرها قول الامام وعند الثاني عليه قيمتها يوم القبض وعند الثالث قيمتها في آخر يوم رواجها وعليه الفتوى ایک شخص نے فلوس مروجہ اور رائج قرض لیے پھر انکا رواج جاتا رہا تو اسپر انسے غیر مروج فلوس لازم الادا ہیں اور وہ شخص انکی قیمت کا تاوان نہ دے اور اسیطرح کیلی اور وزنی چیز کے قرض کا حکم ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قرض میں ضمان بالمثل ہے تو کچھ اعتبار نہیں اسکی گرانی یا ارزانی کا مبسوط میں اسکو بلا ذکر خلاف مذکور کیا ہے اور بزازیہ وغیرہ میں وجوب مثل کو امام اعظم کا قول ٹھہرایا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسپر یوم القبض کی قیمت ہے اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اسپر لازم ہے اور اسی قول پر فتوی ہے گرانی اور ارزانی کا اسوقت اعتبار نہیں ہے جبکہ قرض لینا اور ادا قرض کرنا ایک ہی شہر میں ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا عنایہ میں ہے کہ ظاہر اعدالی جمع ہے عدلی کی اور بحر الرائق کے باب الصرف میں نہایہ سے منقول ہے کہ عدالی بفتح عین مہملہ تخفیف دال مہملہ ولام ک... وہ دراہم ہیں جو عدال کی طرف منسوب ہیں شاید عدال بادشاہ کا نام ہے جسکی طرف دراہم مغشوشہ کی نسبت ہے کذا فی الطحاوی وقال وكذا الخلاف اذا استقرض طعاما بالعراق فاخذه صاحب القرض بمكة فعليه قيمته بالعراق يوم اقرضه عند الثاني وعند الثالث يوم اختصما وليس عليه ان يرجع معه الى العراق فياخذ طعامه بزازیہ میں ہے کہ اسیطرح مسئلہ فلوس کی مانند ائمہ ثلثہ میں خلاف ہے جبکہ ایک شخص نے گیہوں یا مثل اناج قرض لیا عراق میں پھر اس مستقرض سے صاحب قرض نے مکہ معظمہ میں مواخذہ کیا اگر شہر مکہ میں اناج کی قیمت طعام وہی ہو جو قیمت عراق میں تھی اسکو قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اسیطرح محمد کے نزدیک قیمت لازم ہے جو روز خصومت ہو اور صاحب قرض پر واجب نہیں کہ مستقرض کے ساتھ پھر جا عراق کی طرف اور وہاں اپنا طعام لے ہم اس مسئلہ میں قیمت عراق اور قیمت مکہ دونوں کا حال بیان میں لیا اگر دونوں شہروں کی ایک ہی قیمت ہے تو قیمت عراق کا کچھ اعتبار ضرور نہیں اور اگر قیمت مختلف ہے تو یہ حکم مسئلہ لاحقہ کے مخالف ہے ولو استقرض الطعام ببلد الطعام فيه رخيص فلقيه المقرض في بلد الطعام فيه غال فاخذه الطالب بحقه فليس له حبس المطلوب ويؤمر المطلوب بان يوثق له بكفيل حتى يعطيه طعامه في البلد الذي اخذه منه اور اگر اناج قرض لیا اس شہر میں جہاں اناج ارزان ہے پھر قرض دینے والے نے اس شہر میں قرض لینیوالے سے ملاقات کی جہاں اناج گراں ہے اور طالب نے اپنے حق کا اس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہیں اور مطلوب کو حکم ہوگا کہ اعتماد کرا دے ضامن دیگر تا شخص مطلوب طالب کا اناج دے اس شہر میں جہاں اس سے قرض لیا تھا استقرض شيئا من الفواكه كيلا او وزنا فلم يقبضه حتى انقطع فانه يجبر صاحب القرض على تاخيره الى مجيء الحديث الا ان يتراضيا على القيمة لعدم وجوده بخلاف الفلوس اذا كسدت وتمامه في صرف الخانية قرض لیا کوئی میوہ ناپ کر پیمانے سے یا تول اور قبضہ ارسنے صاحب قرض کو ادا نکیا یہاں تک کہ میوہ منقطع ہوگیا یعنی اسکی فصل جاتی رہی تو صاحب قرض پر جبر کیا جائیگا تاخیر قرض پر تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونوں اسکی قیمت پر راضی ہو جاویں بسبب موجود ہونے میوہ کے بخلاف فلوس کے جبکہ انکا رواج جاتا رہے تو انکی قیمت دینا جائز نہیں کیونکہ فلوس غیر مروجہ نا پید نہیں اور پورا بیان اسکا خانیہ کے

باب الصرف میں ہے ويملك المستقرض القرض بنفس القبض عندهما اي الامام ومحمد خلافا للثاني فله رد المثل ولو قائما خلافا له بناء على انعقاده بلفظ القرض وفيه بيان وينبغي اعتماد الانعقاد لافادته الملك للحال بحر اور مالک ہو جاتا ہے مستقرض قرض کا بمجرد قبضہ کرنیکے امام اعظم اور محمد کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے تو طرفین کے نزدیک رد مثل جائز ہے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک تا قیام قرض اسکا رد مثل جائز نہیں طرفین کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہے بلفظ قرض یعنی بدون اسکے استہلاک کے اور اس میں انعقاد اور عدم انعقاد دونوں قولوں کی تصحیح وارد ہے اور لائق ہے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اسکے مفید ہونے کو ملک کو فی الحال کذا فی البحر یعنی بمجرد لفظ قرض اور قبض کے ملک عین فی الحال ثابت ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہیں فيجوز شراء المستقرض القرض ولو قائما من المقرض بدراهم مقبوضة فلو تفرقا قبل قبضها بطل لانه افتراق عن دين بدين بزازية فليحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہے مقرض سے بعوض دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونوں شخص متفرق ہو گئے قبل قبض دراہم مذکورہ کے تو خرید باطل ہے کیونکہ یہ افتراق عن الدین بالدین ہے بلا قبض کذا فی البزازیہ

ملک پر متفرع ہے یعنی جبکہ مستقرض نے قرض کا مال اپنے قبضہ میں لیا تو اوسکے ذمہ پر ضمان مثل ثابت ہوگیا تو اب اوسکو اسکا خریدنا بالثمن نقد جائز ہوا بحر الرائق میں ہے کہ بیع الدین بالدین جائز ہے

بشرطیکہ بعد قبض پہلے افتراق ہو صرف میں یا بعد قبض احد البدلین افتراق ہو غیر صرف میں کذا فی الطحطاوی القرض [illegible] فاسدا لکنہ [illegible]

خلافا للثانی [illegible] او بیع او وہبہ [illegible] قرض دیا صغیر یا معتوہ [illegible] اسکو ہلاک کیا تو اسپر ضمان نہیں بخلاف ابو یوسف کے اور

اسی طرح خلاف ہے طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھ کوئی چیز بیچی یا اوسکے پاس امانت رکھی اور اوسنے تلف کر ڈالی اور صغیر [illegible]

صغیر پر ضمان فرض ہے فتاوی عالمگیری میں بسوط سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان المستقرض عبدا محجورا [illegible] بعد العتق خلافا

للثانی وہو کالودیعۃ در اور حاشیہ اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصرف ہو تو اوس سے قرض کا مواخذہ نہیں [illegible] بخلاف ابو یوسف کے اور قرض

ودیعت کے حکم میں برابر ہیں کذا فی الخانیۃ وفیہا استقرض من آخر دراہم فاتاہ المقرض بہا فقال المستقرض القہا فی الماء فالقاہا قال محمد لا شیء

علی المستقرض وکذا الدین والمبیع بخلاف الاجر والودیعۃ فاشبہ بالالقاء وشبہ ما یعتبر فی الاول لا الثانی [illegible] روایۃ اور خانیہ میں ہے

کہ ایک شخص نے دوسرے سے دراہم قرض مانگے سو مقرض اوسکے پاس دراہم لایا مستقرض نے کہا کہ انکو پانی میں ڈالدے اور اوسنے دراہم پانی میں ڈالدیئے محمد نے کہا

کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہیں اور یہی حکم دین اور مبیع کا ہے بخلاف اجرت اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی میں ڈالنے سے

قابض گنا جائیگا اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ پہلی صورت میں [illegible] اور دوسری صورت میں [illegible]

اور ودیعت میں اور صاحب خانیہ یعنی قاضی خان نے اس قول کو روایت نادرہ کی طرف نسبت کیا ہے [illegible] مشتری [illegible] پانی میں

ڈالدے اور ثمن منقود کا پانی میں ڈالنا مراد نہیں کذا فی الطحطاوی وفیہا القرض لا یتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منہا لا یبطلہ ولکنہ یلغو شرط رد

شیء آخر فلو استقرض الدراہم المکسورۃ علی ان یؤدی صحیحا کان باطلا وکذا لو اقرضہ طعاما بشرط ردہ فی مکان آخر وکان علیہ مثل ما قبض [illegible]

کہ قرض متعلق نہیں ہوتا جائز شرط سے یعنی تعلیق بالشرط کو قرض قبول نہیں کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہیں کرتی لیکن دوسری چیز کے پھیر دینے کی شرط لغو ہو جاتی ہے

تو اگر ٹوٹے پھوٹے دراہم قرض لیے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح اور ثابت دراہم ادا کریگا تو یہ شرط باطل ہے اور اسیطرح اگر مقرض نے مستقرض کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ اسکو

دوسرے شہر میں ادا کرے اور واجب ہے کا مستقرض پر مانند مقبوض کے یعنی ٹوٹے پھوٹے دراہم کا دینا اور اسیطرح اسی شہر میں اناج کا دینا جہاں قرض لیا تھا جامع الفصولین میں ہے

کہ قرض میں اجل لغو شرط نہیں اور قرض کا عمل شہر میں ہے کذا فی الطحطاوی فان قضاہ اجود بلا شرط جاز ویجبر الدائن علی قبول الاجود وقیل لا جبر پھر اگر مستقرض نے نہایت کھرا

جنس ادا کی بدون شرط ہونے عمدگی کے تو جائز ہے اور صاحب دین پر زبردستی کیجائیگی کھری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اسپر زبردستی نہیں کیجائیگی کذا فی البحر

ہم قول ثانی یعنی عدم جبر صحیح ہے جیسے ناقص شے کے قبول میں جبر نہیں کذا فی العالمگیریہ اور اگر دین موجل تھا اور اوسنے قبل مدت کے ادا کیا تو اوسکے قبول میں جبر ہوگا

شامی نے اسکا حکم بیان نہ کیا جبکہ مستقرض قرض سے زیادہ دے تو فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنوں میں جاری اور مروج ہو جیسا کہ ایک

یعنی انقدر جیسے کہ سو درم میں تو جائز ہے اگر ایک درم اور دو درم کی زیادتی ہو نصف درم کے جواز اور عدم جواز میں دو قول ہیں اور اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنوں میں جاری اور

مروج نہیں اور مدیون اسکو جانتا نہ ہو تو اسکو پھیر دینا چاہیے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اس چیز کو تبعیض یعنی اسکا کاٹنا یا جدا کرنا مضر ہو تو جائز نہیں اور اگر

دراہم کا توڑنا مضر ہو تو اگر تمیز زیادت بدون توڑنے کے ممکن ہو سو اسطرح ہے کہ اوسمیں کوئی خفیف الوزن درہم بقدر زیادت موجود ہو تو جائز نہیں اور اگر تمیز بدون توڑنے

کے ممکن نہو تو جائز ہے بطریق ہبہ کے انتہی ملخصا اور تبیین المحارم میں ہے کہ اگر مستقرض نے زیادہ ہبہ کر دی مقرض کو تو صحیح نہیں کیونکہ ہبہ مشاع محتمل القسمۃ ہے جائز نہیں اور

غیر محتمل القسمۃ میں جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ القرض بالشرط حرام والشرط لغو بان یقرض علی ان یکتب بہ الی بلد کذا لیوفی دینہ اور خلاصہ میں ہے کہ شرط کرکے قرض

دینا حرام ہے اور شرط لغو ہو اس طرح کہ قرض دے اس شرط پر کہ مستقرض اسکو فلانے شہر کی طرف لکھدے تاکہ اسکا دین وہاں ادا کیا جاوے اور اگر استقراض مطلقا بلا شرط ہوا اور [illegible]

لینا اور دینا درست ہے شہر میں [illegible] کذا فی [illegible] اور ہمارے زمانہ میں ہندوستان میں [illegible] کہتے ہیں اور باقی بیان ہنڈوی کا کتاب الحوالہ میں آویگا فی الاشباہ

کل قرض جر نفعا حرام فکرہ للمرتہن سکنی المرہونۃ باذن الراہن اور اشباہ میں ہے کہ جو قرض کہ نفع کھینچ لاوے وہ حرام ہے تو مرتہن کو گروی کے مکان میں راہن کے اذن سے

[illegible]

بالثمن عشر او ثلاثة عشر بطریق المعاملة فی زماننا بعد ان ورد الامر السلطانی وفتوی شیخ الاسلام بان لا یعطی العشرة باربعین عشرة ونصف ونبه علی ذلک فلم یمتثل ماذا
یلزمه فاجاب یعزر ویحبس الی ان تظهر توبته وصلاحه فینبئ کہ مین کہتا ہون اور مفتی ابو سعود کے معروضات مین یہ سوال ہی کہ اگر زید نے دس درم بارہ یا تیرہ درم پر
قرض دیے ہمارے زمانے مین بطریق معاملہ کے بعد اسکے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہی کہ دس درم ساڑھے دس سے زائد پہ نہ دیتا
اور زید کو اسپر آگاہ کر دیا گیا ہو اور اسنے نہ مانا کیا سزا اسپر لازم ہی تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اسکو تعزیر دیجاے اور قید کیا جاے یہان تک کہ اسکی توبہ اور
صلاحیت ظاہر ہو تب اسکی خلاصی ہو ہم معاملہ سے مراد بیع العینہ ہی جسکا ذکر کتاب الکفالۃ مین آویگا صورت اسکی یہ ہی کہ زید نے عمرو سے قرض مانگا اور اسنے یہ حیلہ کیا
حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جسکی قیمت بازار مین دس درم تھی وہ زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا پھر زید نے اسکو دس درم کو بیچ لیا تو عمرو کو دو درم زیادہ حاصل ہوے اور
زید کو دس درم وفی ہذہ الصورۃ ہل یرد ما اخذہ من الربح لصاحبہ فاجاب ان حصل لہ بالتراضی وورد الامر بعدم الربح لکن یظہر ان المناسب الامر بالرجوع ودفع من اخذ
المسلم حتی ان البعض القری قد خربتا بہذا الخصوص انتہی اور اسی معروضات مذکورہ مین یہ سوال ہی کہ کیا صاحب دین کے ذمہ ہی جو اسنے نفع لیا ہی مدیون سے تو مفتی ممدوح نے جواب دیا
کہ اگر اسکو نفع اسنے بتراضی حاصل کیا ہو اور حکم سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہی لیکن ظاہر ایسی پیروی کا حکم مناسب ہی اور بیع معاملہ سے مراد بیع سلم ہی یہانتک کہ بعض قریات از فعل مخصوص ویران
ہوگئے انتہی جو ابو السعود مفتی المرحوم یہان بیع سلم سے ایک قسم خاص مراد ہی یعنی دراہم کا دیدینا اور بہت گیہون یا گھی وغیرہ ٹھہرا لینا سلم جیسے کہ دراہم میں نصف ثمن بیع مسلم فیہ کا پانا مگر کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب الربوا

تعریف الربوا

یہ باب ہی ربوا یعنی سود اور بیاج کے احکام مین ہم مرابحہ کے بعد ربوا کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونون مین زیادہ دینا ہی مگر یہ کہ مرابحہ کی زیادت حلال ہی اور ربوا کی زیادت حرام قطعی قال
اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ ای ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت مین ربوا سے مراد قدر زائد ہی خواہ زائد قرض مین ہو یا اموال
ربوا کی بیع مین ہو اور کہا ہی ربوا لغت مین زیادت کو بھی کہتے ہین یعنی بمعنی مصدری قال اللہ تعالی واحل اللہ البیع وحرم الربوا یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے
بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض اور بیع مین زیادہ دینے لینے کو کذا فی فتح القدیر پس نصاً معلوم ہوا کہ جیسے بیع مین سود حرام ہی ویسے ہی قرض مین بھی حرام
ہی تو یہ جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہین کہ سود تو فقط بیع مین حرام ہی نہ قرض مین یہ سو غلط ہی صحیح مسلم وغیرہ مین ابن مسعود سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی
سود کھانے اور کھلانے والے پر ابو داؤد اور ترمذی مین اتنی روایت زیادہ ہی کہ سود کے دونون گواہون اور کاتب پر لعنت فرمائی ابو داؤد اور نسائی مین ابو ہریرہ سے روایت ہی
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نہ رہیگا مگر سود کھائیگا اور اگر سود نہ کھائیگا تو اسکو اسکی بھاپ لگیگی اور ایک روایت یون ہی کہ اسکا غبار
لگیگا کذا فی التیسیر ہو لغۃ مطلق الزیادۃ ربوا لغت مین مطلق زیادت کو کہتے ہین یعنی خواہ کیل یا وزن مین زیادت ہو یا سوا اسکے وشرعا فضل ولو حکما فدخل ربوا النسیئۃ
والبیوع الفاسدۃ فکلہا من الربوا فیجب رد عین الربوا لو قائما لا رد ضمانہ لانہ یملک بالقبض قنیہ وبحر اور شرع مین ربوا عبارت ہی زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہو
بلکہ حکمی اس تعمیم سے ربوا نسیئہ یعنی تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف مین داخل ہوگئین اسواسطے کہ جمیع بیوع فاسدہ منجملہ ربوا ہین تو واجب ہی پھیر دینا
عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اسکا ضمان ہو اسواسطے کہ ربوا عوض مملوک ہو جاتا ہی قبضہ کرنے سے کذا فی القنیہ والبحر ہم نسیئہ کی یہ صورت ہی کہ درم کو درم سے بیچے سوا ایک درم
نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو ایک دن یا دو دن کا تو اگرچہ یہان حقیقی زیادتی نہین لیکن حکمی ہی کیونکہ نقد بہتر ہی نسیئہ سے اور اسیطرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہین
فیاتحہ بیع بالشرط مین خال عن عوض فیخرج مسئلۃ صرف الجنس بخلاف جنسہ ربوا وہ زیادتی ہی جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اسکے مخالف جنس سے
نکل گیا ہم باب الصرف مین مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بھر گیہون اور پیمانہ بھر جو اسکے دو چند گیہون اور جو سے بیچ کرے تو جائز ہی کیونکہ گیہون بمقابل جو اور جو بمقابل گیہون واقع ہوگئے
تو یہ زیادتی خالی عوض سے نہ ٹھہری کہ بیاج ثابت ہو بمعیار شرعی وہو الکیل والوزن فلیس الذرع والعد بربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے
مراد کیل اور وزن ہی تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہین ہم یعنی کیلی اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہی تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہین مثلا دس گز تو بیہ بردی کو پانچ گز تو بیہ بردی

منسوخ ہرات ۱۲

دست بدست بیچا ربوا نہیں کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہے اور اسیطرح ایک انڈے کو دو انڈون کے دست بدست بیچا ربوا نہیں شروط فلک تفضیل لاحد المتعاقدین
ای بائع او مشتر فلو شرطا لغیرہما فلیس بربوا بل بیعا فاسدا اور یہ زیادتی احد المتعاقدین کے واسطے شروط ہو یعنی بائع او مشتری کے واسطے تو اگر ان دونون کے سوا اجنبی کے
واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہین بلکہ بیع فاسد ہے ہم ربوا نہین یعنی اصطلاح ربوا نہین و الا ذکر ہو چکا کہ بیع فاسد ربوا مین داخل ہے قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا
ذکر کرنا بہتر ہے اسواسطے کہ شرط ضرور ہے اسکا ثبوت ربوا شرط فضل پر موقوف ہے حالانکہ ایسا نہین ہے متعاقدین کی تفسیر بائع او مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ قرض اور
مستقرض اور راہن اور مرتہن بھی بائع او مشتری کے برابر ہیں اسمین تو شرط انتفاع راہن چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب البان اور اکل ثمر سب ربوا ہے
چنانچہ جواہر اور قنیہ مین مصرح ہے انتہی کذا فی الطحطاوی فی الصفاقۃ فلیس الفضل فی الہبۃ بربوا فلو شری عشرۃ دراہم فضۃ بعشرۃ دراہم وزادہ دانقا ان وہبہ منہ
انعدم الربوا ولم یفسد الشراء وہذا ان ضرہ الکسر لانہا ہبۃ مشاع لا یقسم کما فی المنح عن الذخیرۃ عن محمد ربوا وہ ہے جسمین فضل ذکر معاوضہ کے اندر شروط ہو تو فضل ہبہ ربوا نہین اگر خریدے بیس درم چاندی کے بعوض بیس درم کے اور ایک دانگ یعنی چھچھوکی برابر چاندی ثمن مین زیادہ دے اگر یہ زیادتی بائع کو ہبہ کردی مشتری نے تو
ربوا معدوم ہوگیا اور خرید فاسد نہوئی نہ ہبہ اسواسطے کہ فضل فی الہبۃ ہے فضل فی مقابلۃ الفضل فی الہبۃ ربوا نہین اگر فضل مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود
اور یعنی صحت ہبہ اسوقت ہے جبکہ بقدر دانگ درم کا توڑنا درم کو ضرر دے اسواسطے کہ یہ ہبہ اس مشاع کا ہے جو قسمت پذیر نہین کذا فی المنح عن الذخیرۃ عن محمد فی صرف المجمع
ان صحۃ الزیادۃ والحط قول الامام وان محمد اجاز الحط وجعلہ ہبۃ مبتدأۃ کحط کل الثمن وابطل الزیادۃ وقال ابن الملک لا فرق بینہما فی ظنی والصحیح کہ باب الصرف مین مجمع
کو زیادہ کرنے اور کم کرڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا جائز رکھا ہے اور اسکو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہے تمام ثمن کے کم کرنے کے مانند اور زیادہ کرنے کو باطل
کیا ہے ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک مخفی ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مستقلہ ہے موضوع اسکا یہ ہے کہ متعاقدین نے عوض
مساوی مین پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کرڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع ان دو درمون کے مسئلہ کے مانند ہے جنمین ایک درم کا وزن زیادہ ہے
قال فی الخلاصۃ لو باع درہما بدرہم واحدہما اکثر وزنا فحلل الزیادۃ جاز لانہ ہبۃ مشاع لا یقسم ولو باع قطعۃ لحم بلحم اکثر وزنا فوہب الفضل لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم ابن ملک
نے کہا اور خلاصہ مین ہے کہ اگر ایک درم کی بیع کی دوسرے درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہے پھر زیادہ کو اسنے حلال کردیا یعنی بطریق ہبہ کے تو جائز ہے کیونکہ
یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہے اور اگر گوشت کا ٹکڑا بیچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جسکا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اسنے ہبہ کردیا تو جائز نہین کیونکہ
یہ ہبہ مشاع قسمت پذیر کا قلت وما قدمنا عن الذخیرۃ عن محمد صریح فی عدم الفرق بینہما وعلیہ فالکل من الزیادۃ والحط والعقد صحیح عند محمد وکذا عند الامام
سواسے العقد فیفسد لعدم التساوی فلیحفظ فانی لم ار من نبہ علی ہذا مین کہتا ہون کہ ہمنے جو ذخیرہ سے محمد کا قول نقل کیا وہ صریح ہے عدم فرق مین زیادہ
کرنے اور کم کرنے کے اور بموجب اسکے تو زیادہ کرنا اور کم کرڈالنا اور عقد سب کچھ صحیح ہے محمد کے نزدیک اسیطرح امام اعظم کے نزدیک سوا عقد کے کہ وہ
فاسد ہے بواسطہ عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ مین نے وہ شخص نہین دیکھا جسنے اسپر آگاہ کردیا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہان
ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کرڈالا اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہے جب کہ زیادت ظاہر ہوگئی ہو احد العوضین مین یعنی بلا قصد اور مجمع کا
موضوع وہ ہے جب کہ عقد مساوی مین پر ہوئی ہو پھر احد المتعاقدین نے اپنے عوض مین زیادہ کردیا ہو تو اول مین ہبہ کی تفصیل جاری ہے اور ثانی مین
زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے وعلتہ ای علۃ تحریم الزیادۃ القدر المعہود بکیل او وزن مع الجنس اور علت اسکی یعنی تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہے
جو فقہا کے نزدیک متعین ہے کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ہم اصطلاح فقہ مین علت وہ ہے جسکی طرف حکم نسبت ہو بلا واسطہ اور ہر چند لفظ قدر
ذراع اور عدد کو بھی شامل ہے لیکن جب قدر معہود فقہا مراد ہوئی تو سواے کیل یا وزن کے ذراع اور عدد کو شامل نہین کذا فی الطحطاوی کلمت اختص عبارت ہے منشا
معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہے اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل اس باب مین وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ مین سواے بخاری کے

عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء
یداً بید فاذا اختلفت ہذہ الاجناس فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بید وفی لفظ فمن زاد او استزاد فقد اربی کذا فی النہر والفتح یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سونا
سونے سے اور چاندی چاندی سے اور گیہوں گیہوں سے اور جو جو سے اور کھجور کھجور سے اور نمک نمک سے بیچو مثل کے بعوض مثل کے برابر برابر دست بدست پھر جب یہ جنس مختلف
ہوں تو بیچو جس طرح چاہو بشرطیکہ دست بدست ہو صحیح مسلم میں اتنی روایت زیادہ ہے کہ جس نے زیادہ دیا اور زیادہ لیا وہ بیاج کا مرتکب ہوا شارع علیہ السلام نے اس
حدیث مشہور میں تمام کو ترک بیع قرار دیا تا اموال خلق تلف نہ ہوں [illegible] اور بیاج سے [illegible] مثال کے ذکر فرما کر قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ فرمایا سو اسلئے کہ سونا چاندی
موزون ہیں اور گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک کیلی ہیں تو گویا ارشاد ہوا کہ کیلی اور وزنی چیزوں میں مماثلت واجب ہے اور پوری مماثلت دو چیزوں میں دو اعتبار سے ہوتی ہے
باعتبار صورت کے اور باعتبار معنی کے تو کیل اور وزن سے مماثلت صوری حاصل ہوتی ہے اور متحد الجنس ہونے سے مماثلت معنوی اور جملہ سے تمام مساوات ہے
تقابض البدلین میں کیونکہ حال کو موخر پر مزیت ہے مثل مشہور ہے النقد خیر من النسیئۃ لہذا امام اعظم نے کہا کہ علت تحریم یہ کیل یا وزن ہے اتحاد جنسیت کے ساتھ فان
وجدا حرم الفضل ای الزیادۃ والنساء بالمد التاخیر فلم یجز بیع قفیز بر بقفیز منہ متساویا واحدہما نساء سو اگر مقدار اور جنس دونوں اکٹھے پائے جائیں تو فضل یعنی زیادت
اور تاخیر دونوں حرام ہیں اور جائز نہیں قفیز گیہوں کی بیع قفیز گیہوں سے برابر حالانکہ ایک عوض میں تاخیر ہو نساء بالمد فتح نون عبارت ہے تاخیر سے اور اسی طرح
اگر دونوں عوض [illegible] ہوں تو بھی حرمت ثابت ہے شارح نے فضل پر تصریح نہ کی بسبب ظاہر ہونے کے اور اگر فضل اور تاخیر دونوں مجتمع ہوں تو حرمت فضل کے سبب سے
ہوگی کذا فی الطحاوی ثم ان عدما بکسر الدال من باب علم ابن ملک حلا کما فی البحر [illegible] لعدم العلۃ فبقی علی اصل الاباحۃ اور اگر مقدار اور اتحاد جنس دونوں معدوم ہوں تو
زیادتی اور تاخیر دونوں حلال ہیں چنانچہ ثوب ہروی کی بیع دو ثوب مروی سے بسبب نہ ہونے علت تحریم کے تو بیع اپنی اصل اباحت پر باقی رہی شارح نے ابن ملک سے
نقل کیا کہ عدما بکسر الدال علم کے باب سے ہے کپڑے میں نفی مقدار تو ظاہر ہے کیونکہ وہ نہ کیلی ہے اور نہ وزنی اور نفی جنسیت بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے ہے
پھر جب علت تحریم کے دونوں جزء نہ پائے گئے تو بحکم اباحت اصلیہ زیادتی بھی جائز ہوگی اور تاخیر قبض کی بھی اسیطرح نسخہ گلستان کو دو بوستان کے عوض بیچنا
یا گاڑھے کے ایک تھان کو اور دھوتر کے دو تھانوں سے بدلنا حلال ہے اگرچہ احد البدلین نقد ہو اور دوسرا نسیئہ وان وجد احدہما ای القدر وحدہ او الجنس حل الفضل
وحرم النساء ولو مع التساوی حتی لو باع عبدا بعبد الی اجل لم یجز لوجود الجنسیۃ اور اگر دونوں چیزوں میں سے ایک جزء پائی جائے یعنی فقط قدر یا فقط جنس تو
زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تاخیر تساوی بدلین کے ساتھ ہو تو اگر ایک غلام کو دوسرے غلام سے بیچا کچھ مدت مقرر کر کے تو بیع جائز نہ ہوگی بسبب پائے جانے
جنسیت کے [illegible] اجتماع امرین مذکورین حقیقی علت تحریم تھا تو ایک امر کے ہونے سے شبہہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت فضل حرام ہوئی اور شبہہ علت سے شبہہ فضل کا یعنی تاخیر
[illegible] تاخیر مشابہ فضل کے ہے اور حقیقت میں فضل نہیں تو اگر ایک پیمانہ گیہوں دو پیمانہ جو سے بیچے دست بدست تو جائز ہے کیونکہ یہاں فقط قدر ہے سو طیکہ دونوں کیلی
ہیں مگر جنس متحد نہیں لہذا زیادت احد البدلین جائز ہوئی اور اگر جو نقد ہوں اور گیہوں کا وعدہ دو روز کا یا بالعکس تو بیع حرام ہے اور فقط جنس ہونے کی مثال یہ ہے کہ بیع غلام
کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا ثوب ہروی کی ثوب ہروی سے یا تخت کی تخت سے اسلئے کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی نہیں اگر کوئی کہے کہ ابو داؤد میں روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو فرمایا کہ ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بمدت خرید کرے اور موطا میں ہے کہ علی مرتضی نے ایک اونٹ بعوض بیس اونٹ کے
بمدت بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط اتحاد جنس محرم تاخیر کا نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے سمرہ بن جندب سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوان کا
بیچنا حیوان سے بطریق نسیئہ یعنی مدت ٹھہرا کر منع فرمایا اس حدیث سے قاعدہ معلوم ہوا کہ علت کا ایک جزء یعنی اتحاد جنس محرم تاخیر کی پوری علت ہے اور اس حدیث
سے اگلی دونوں حدیثیں متعارض نہیں ہو سکتیں کیونکہ یہ مبیح ہیں اور یہ محرم اور جب محرم و مبیح میں تعارض ہو تو محرم مقدم ہے اور جمع بین الاحادیث یوں ہو سکتا ہے کہ اجازت مدت قبل تحریم ربوا کے ہوگی
واللہ تعالی اعلم [illegible] فی المجمع والدرر [illegible] معقود فی موزون [illegible] اکثر ابواب السلم [illegible] کی سلم کا جائز ہونا موزون میں تا اکثر ابواب سلم کے

بند ہو جاوے یہ ہم نے جواب دیا جو سوال فتح القدیر کا تقریر سوال یہ ہے کہ حدیث مشہور میں وارد ہے کہ صورت اختلاف جنس میں نقد جائز ہے اور تاخیر حرام تو حق لازم آتا ہے کہ نقد یعنی دراہم اور دنانیر کو
راس المال قرار دینا موزونات میں جیسا کہ زعفران اور روئی وغیرہ میں جائز نہ ہو حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہے تو تقریر جواب یہ ہے کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقود کا موزونات میں
بالاجماع مستثنیٰ ہے ورنہ اہل علم کے اکثر ابواب بند ہو جاویں اور ہدایہ میں اسکے جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقود کا وزن تولوں اور ماشوں سے ہوتا ہے اور زعفران اور
روئی وغیرہ کا سیروں سے پھر جب کہ وزن کا مختلف ہوا تو باعتبار صورت کے دونوں مختلف ہو گئے علاوہ اسکے اختلاف معنوی اور حکمی کا بھی یہاں ثابت ہے اختلاف معنوی یہ ہے
کہ نقود ثمن غیر متعین ہیں اور زعفران اور روئی غیر ثمن متعین ہیں اور حکمی اختلاف یہ ہے کہ نقود میں تصرف قبل قبض کے جائز ہے بخلاف مثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ سے قدر جامع نہ ہوئی
ونقل ابن الکمال عن الغایة جواز اسلام الحنطة فی الزیت قلت ومفاده ان القدر بانفراده لا یحرم النساء بخلاف الجنس فلیحرر وقدمر فی السلم حرمة النساء تتحقق بالجنس او بالقدر
المتفق فتنبه اور ابن کمال نے غایہ کی تحقیق سے نقل کیا ہے گیہوں کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون میں میں کہتا ہوں اور ابن کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط
قدر تاخیر کا محرم نہیں بخلاف جنس کے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم میں گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس یا قدر متفق سے ثابت ہوتی ہے آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت
ابن کمال یہ ہے کہ یرد نقضا علی جواز اسلام الحنطة فی الزیت عند تاملا انتہی بلفظہ یعنی ہمارے مذہب میں گیہوں کا سلم زیتون میں منصوص ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ دونوں مختلف بالقدر
ہیں کیونکہ گیہوں کیلی ہیں اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہاں یہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہیں کیونکہ اسنے اسلام کیلی کا موزونات میں فرض کیا ہے اور جبکہ
وہ دونوں مختلف بالقدر ہیں تو جواز اسلام موزون کا موزون میں یا کیلی کا کیلی میں کیونکر نکلا تو اب مقام خوب منقح ہو گیا زیادہ اس سے تنقیح کی حاجت نہیں اور جبکہ
سلم میں یہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اب اسکے سوا کچھ تنقیح باقی نہیں کذا فی الحلبی ثم فرع علی الاصل الاول بقوله فحرم بیع کیلی و وزنی بجنسه
متفاضلا ولو غیر مطعوم خلافا للشافعی کجص کیلی و حدید وزنی شارح کہتا ہے کہ اصل اول یعنی وجود قدر اور جنس پر مصنف نے تفریع کی اپنے
اس قول سے تو حرام ہے کیلی کی بیع اپنی ہم جنس کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہم جنس وزنی سے بڑھا کر اگرچہ کیلی اور وزنی کھانے کی چیز نہ ہو بخلاف امام شافعی کے جیسا کہ
گچ کیلی اور لوہا وزنی ہے جیسے کیلی کا کیلی سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہے ویسے ہی نسیہ بھی حرام ہے لیکن مصنف نے اسواسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو
حرمت نسیہ لازم ہے بالعکس اور علت تاخیر کو علت تفاضل لازم ہے بالعکس کذا فی الحلبی ثم اختلاف الجنس یعرف باختلاف الاسم الخاص واختلاف المقصود کما بسطه الکمال ح
معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہے اسم خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف سے چنانچہ شرح کیا ہے اسکو صاحب فتح القدیر نے فتح القدیر میں ح
کہ اختلاف جنس اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے معلوم ہوتا ہے تو گیہوں اور جو دو جنس ہیں اور ثوب ہروی اور مروی دو جنس ہیں بناوٹ کے اختلاف کے
سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی وجہ سے ہے اور تمر یعنی کھجور کا پھل سب ایک ہی جنس ہے اور سرکہ اور [illegible] اجناس مختلفہ ہیں اور اسیطرح صوف اور بالوں کا
سوت اور گائے بکری اور بکری کا گوشت اور دنبہ کی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ ہیں اور روغن بنفشہ اور خیری دو جنس ہیں اور وہاں جنکے
اصول مختلف ہیں وہ اجناس مختلفہ ہیں انتہی ملخصا اور لحوم ابل جنس واحد ہیں الا ابو یوسف سے مروی ہے کہ لحوم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کر کے درست ہے
اگرچہ طیر نوع واحد ہو اسواسطے کہ چڑیوں کا گوشت موزون ہو کر بیع نہیں ہوتا عادتا ہیں کذا فی النہر وحل بیع ذلک کلہ متماثلا او الاستفاضلا اور بیع اسکی
معدوم القدر والجنس کی بیع برابر حلال ہے نہ بڑھا کر بلا معیار شرعی فان الشرع لم یقدر المعیار بالذرة وبما دون نصف صاع کحفنة بحفنتین وثلث وخمس ما لم یبلغ نصف صاع
اور حلال ہے بیع مع التفاضل بدون معیار شرعی کے اسواسطے کہ شرع نے بقدر جوار نصف صاع سے کمتر کی کوئی معیار مقرر نہیں فرمائی چنانچہ بیع ایک لپ جوار کی دو لپ
سے اور تین اور پانچ سے جب تک نصف صاع کو نہ پہنچے ہم معیار عبارت ہے پیمانہ سے یعنی وہ آلہ جس سے مساوات کیلی یا وزنی معلوم ہو جاوے کذا فی النہر [illegible] ہیں کہ لپ
دو لپ کی بیع اسواسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہیں جس سے مساوات معلوم ہو اسواسطے کہ شارع نے واجبات مالیہ میں چنانچہ کفارات اور صدقہ فطر میں نصف صاع سے
کمتر تقدیر نہیں فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ مقرر ہو چنانچہ بیع اور ثمن [illegible] مصر میں رائج ہے تو اسکا تفاضل [illegible]

احد البدلین نصف صاع کو نہ پہونچے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز نہیں فتح القدیر میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ ایک دو لپ میں بھی ربوا ثابت ہے انتہی وتفاحۃ بتفاحتین
وفلس بفلسین او اکثر باعیانہما واخرہ لکان اولی لما فی النہر انہ قید فی الکل فلو کانا غیر معینین او احدہما لم یجز اتفاقا اور حلال ہے بیچنا ایک سیب کا دو سیب سے
اور ایک پیسے کا دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ دونوں بدل معین ہوں شارح نے کہا کہ اگر مصنف تعیین بدلین کی شرط سب اون کے بعد لاتا تو خوب تر ہوتا اسواسطے کہ
نہر الفائق میں ہے کہ تعیین سب میں قید ہے تو اگر دونوں عوض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین ہو تو بیع جائز نہیں اتفاقا شیخین اور محمد کے وتمرۃ بتمرتین وبیضۃ ببیضتین
وجوزۃ بجوزتین وسیف بسیفین ودواۃ بدواتین وانا بانائین اقل منہ مالم یکن احد النقدین فیمتنع التفاضل فتح اور حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے اور ایک
انڈے کی دو انڈوں سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دو برتن
بھاری سے بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل ممتنع ہے کذا فی الفتح وابرۃ بابرتین وذرۃ من ذہب
وفضۃ مما لا یدخل تحت الوزن بمثلیہما فیجوز التفاضل لفقد القدر وحرم النساء لوجود الجنس حتی لو انتفی کحفنۃ بحفنتی شعیر حل مطلقا لعدم العلۃ وجزم الکمال بحرمۃ الکل ومحمد صحح
کما نقلہ الکمال اور حلال ہے بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہیں دونوں کے مثل ہم جنس سے یعنی ایک ذرہ
کی بیع دو ذرے سے تو تفاضل جائز ہے جمیع اشیاء سابقہ میں بسبب نہ ہونے مقدار کے یعنی اشیاء مذکورہ کیلی اور وزنی نہیں اور تاخیر حرام ہے بسبب پائے جانے جنس کے یعنی چونکہ
بدلین متحد الجنس ہیں لہذا تاخیر حرام ہے یہاں تک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لپ بھر گیہوں کی بیع جو کے دو لپ سے تو تاخیر حلال ہے مطلقا خواہ تفاضل ہو یا نہو بسبب
معدوم ہو جانے علت ربوا کے اور حرام کہا ہے محمد نے سب کو یعنی مسئلہ سابقہ کی بیع کو اور اسی قول کی تصحیح ہوئی ہے چنانچہ اسکو کمال الدین نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے فتح القدیر
میں یوں ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا صیانت اموال ناس ہے تو واجب ہے تحریم ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک لپ کی دو لپ سے اور اگر ایک لپ
نصف صاع سے کمتر ہوں چنانچہ ہمارے دیار مصر میں ہیں تو کچھ بھی شک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف صاع اسکی مستلزم نہیں کہ تفاوت متیقن کو باطل کر دیجیے اور
مجکو ڈر تھا کہ اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہے اور حالانکہ معلی نے محمد سے روایت کی ہے کہ انکے نزدیک مکروہ ہے تمر کی بیع دو تمر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو شے کثیر میں حرام ہو وہ
اسکے قلیل میں بھی حرام ہے انتہی ملخصا وما نص الشارع علی کونہ کیلیا کبر وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذہب وفضۃ فہو کذلک لا یتغیر ابدا فلم یصح بیع حنطۃ بحنطۃ وزنا
کما لو باع ذہبا بذہب او فضۃ بفضۃ کیلا ولو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر شارع نے تصریح
کی چنانچہ گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک یا جسکے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سو وہ اسی طرح ہے تا قیامت کا ہے متغیر نہوگا تو صحیح نہیں بیع گیہوں
کی گیہوں سے تول کر کیونکہ وہ وزنی ہیں اگرچہ تساوی بدلین کے ساتھ بیع ہو اسواسطے کہ نص شارع قوی تر ہے عرف سے تو اقوی متروک نہوگا ادنی سے ہم نے اسواسطے
عرف سے اقوی ہے کہ رواج کا ہے باطل پر ہو جاتا ہے جیسے ہمارے زمانے میں متعارف ہے کہ شمع اور چراغ قبرستان میں لیجاتے ہیں عید کی راتوں میں اور نص شارع بعد از
ثبوت باطل پر نہیں ہوسکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہے اور نص کل پر حجت ہے کذا فی فتح القدیر وما لم ینص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کے کیلی یا وزنی ہونے پر شارع
تصریح نہیں تو وہ رواج پر محمول ہے یعنی اگر رواج ہے اسکے کیل کا تو وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ وزنی ہے وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحہ الکمال اور
ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہر طرح سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے فہم ابو یوسف کے نزدیک عرف مطلقا اسواسطے
معتبر ہے کہ گیہوں وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع میں وارد ہوا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے میں یہ اشیاء مذکور کیلی یا وزنی مروج تھیں
جب رواج بدل جاوے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا وخرج علیہ سعدی افندی استقراض الدراہم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ اور ابو یوسف کے قول پر سعدی افندی نے استخراج
کیا ہے دراہم کا قرض لینا گن کر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے میں اسکے مانند سے تول کر ہم یعنی دراہم وزنی ہیں اور آٹا کیلی تو جواز استقراض دراہم اور آٹے کی بیع اسکی مثل
سے تول کر جائز نہیں مگر عرف کے اعتبار پر اور یہی توجیہ جواز استقراض یہ ہوسکتی ہے کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزن میں اختلاف نہیں ہوتا فتامل

میں تاتارخانیہ سے منع استقراض ونا ہم کی کراہت ہے اور غیاثیہ میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ استقراض دقیق تول کر جائز ہے اگر لوگوں میں رواج ہو اور اسی پر فتویٰ
ہے تو اب سعدی آفندی کے اعتراض کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بحر واقرہ المصنف اور کافی میں وارد ہے کہ لوگوں کی
عادت پر فتویٰ ہے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے ہم کافی کے فتوی کے موافق ہندوستان میں گیہوں کا بدلنا گیہوں سے اور جو کا جو
تول کر جائز ہے کیونکہ یہاں رائج نہیں وزن ہی مروج ہے واللہ تعالی اعلم والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف ومصوغ ذہب وفضۃ بلا شرط تقابض
حتے لو باع برا ببر بعینہما وتفرقا قبل القبض جاز خلافا للشافعی فی بیع الطعام اور مال ربوا کا متعین ہونا معتبر ہے غیر صرف میں اور سونے چاندی کے برتن
اور زیور کے غیر میں بلا شرط تقابض کے تو اگر گیہوں گیہوں سے بیچے معین کرکے اور بائع اور مشتری متفرق ہوئے قبل قبض کے تو جائز ہے بخلاف امام شافعی
کے بیع طعام میں ربوا احدہما دینا فان ہو الثمن وقبضہ قبل التفرق جاز وان کان احد البدلین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو اور اسپر قبضہ کرے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہے
ہم مثلاً گیہوں کو گیہوں سے بیچا اور ایک دین ہے تو اگر وہ ثمن ہو یعنی مدخول باء جارہ ہے اسی طرح پر کفایت منکسہ بنا القفیز من الحنطۃ بقفیز حنطۃ اور جو مدخول باء جارہ
نہیں وہ مبیع ہے قبض اسواسطے شرط جواز ہوا کہ دین متعین نہیں ہوتا مگر قبض سے والا الا بیع بالسلم فنہ سراج اور اگر دین ثمن نہو بلکہ مبیع ہو تو بیع جائز نہیں
کیونکہ یہ بیع اس چیز کی ہے جو اسکے پاس نہیں کذا فی السراج وحرم مال الربوا لا حقوق العباد ودینۃ سواء اور ربوا کا کھرا اور کھوٹا برابر ہے اور حقوق عباد
کم اکھوٹے کے برابر نہیں ہم ربوا میں کھرا کھوٹا اسواسطے برابر ٹھہرا اگر جودت اور ردائت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہوجاوے اسواسطے کہ مثلاً گیہوں دوسرے
گیہوں کے مثل نہیں ہوسکتے ہر وجہ سے اور اسواسطے کہ وصف کو عرف میں تفاوت شمار نہیں کرتے اور اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جیدہا وردیہا سواء کذا فی الہدایہ
پھر جب کھرا اور کھوٹا برابر ٹھہرا تو ایک کی بیع دوسرے سے کم زیادہ کرکے جائز نہیں مال ربوا کی قید اسواسطے لگائی کہ حقوق العباد میں جودت وارث کے برابر نہیں تو اگر
زید خالد کا مال تلف کریگا تو اسکے برابر مقدار اور جودت میں زید پر دینا لازم آویگا اگر مال مثلی ہو اور قیمت اسکی لازم ہوگی لیکن جودت ہوتی بیچ بیع ہوگا کذا فی البحر
الا فی اربع مال وقف یتیم ومریض وفی تعلب الرہن اذا انکسر اشباہ مگر چار مسائل میں مال ربوا کی جودت اور ردائت برابر نہیں وقف اور یتیم اور مریض کے مال میں
اور گروی یکلخت کنگن میں جبکہ وہ ٹوٹ جاوے کذا فی الاشباہ ہم مال وقف کو مال یتیم سے صاحب بحر نے ملحق کیا ہے بطریق بحث کے تو اگر وصی یتیم کے مال سے
ایک قفیز جید گیہوں ردی گیہوں کی دو قفیز سے بیع کرے تو جائز نہیں اور اگر مریض قریب الموت جید کو ردی سے بیع کرے تو یہ تصرف ثلث مال میں نافذ ہو کذا فی البحر
حق ورثاء اور اگر گروی کنگن مرتہن کے پاس ٹوٹ کر کم قیمت ہوجاوے تو مرتہن پر قیمت غیر جنس کا ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی وباع فلوسا بمثلہا او بدراہم
او دنانیر فان نقد احدہما جاز وان تفرقا بلا قبض احدہما لم یجز کما مر فلوس کو بیچا فلوس یا دراہم یا دنانیر سے پھر اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہے اور اگر بائع اور مشتری
متفرق ہوئے بلا قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہیں چنانچہ مذکور ہوچکا ہم جاری ہیں کہ بیع مذکور اسواسطے صحیح ہے کہ بیع فلوس بالفلوس میں اور بیع فلوس باحد النقدین میں
التقابض شرط نہیں چنانچہ کلام قدوری اسپر دلالت کرتا ہے اور کلام محمد اسمیں مختلف ہے انتہی اور بیع الفلس بالفلس میں اشتراط التعیین مذکور ہوچکا نہ قبض کذا فی البحر وجاز بیع
اللحم بحیوان ولو من جنسہ لانہ بیع الموزون بالعین الموزون فیجوز کیفما کان لشرط التعیین اما نسیئۃ فلا جیسے جائز ہے بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت جانور کے
جنس سے ہو مثلاً گائے کا گوشت گائے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہے غیر وزنی سے تو جائز ہے جس طرح سے کہ ہو برابر یا کم و بیش بشرط تعیین
اور بطریق نسیہ تو جائز نہیں ہم اگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہے کہ اتحاد جنس میں تاخیر حرام ہے اور اگر خلاف جنس سے ہو مثلاً گائے کا گوشت بکری سے بیع کرے
تو اگر نسیہ بکری میں ہے تو بیع سلم ہے حیوان میں اور اگر اسکے برعکس ہے تو بیع سلم ہے گوشت میں حالانکہ حیوان اور گوشت دونوں میں سلم جائز نہیں وشرط محمد زیادۃ المجانس او
من غیر قسط ملکیا ہو زیادہ ہو تا الفسر کا م مجانس سے گوشت مقطوع مراد ہے تاکہ گوشت جانور کے گوشت کے مقابل ہو اور کچھ گوشت اسکے جگر اور طحال وغیرہ کے مقابل ہو ورنہ
ربوا ثابت ہوگا کذا فی البحر ولو باع مذبوحۃ بحیۃ او بمذبوحۃ جاز اتفاقا وکذا المسلوختین ان تساویا وزنا ابن ملک واراد بالمسلوخۃ المفصولۃ عن السقط

گوشت واسطے معلوم ہو اور اگر غیر ذبیح جانور کو زندہ جانور سے یا مذبوح سے بیچا تو باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہے اور اسیطرح کھال وغیرہ سے دو جانوروں کی باتفاق
بیع جائز ہے اگرچہ دونوں وزن میں برابر ہوں کذا ذکرہ ابن ملک اور طحاوی نے مسلوخ سے اُس جانور کا ارادہ کیا جو اوجھڑی اور انتڑیوں وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر
ہم طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق میں ضمیر راجع طحاوی کی طرف راجع ہے شارح کو مناسب تھا کہ اُسکا کلام ذکر کرتا تا اُسکا ربط اچھا ہوجاتا تا منع النفاذ میں ہے کہ سقط تین
وہ ہے جسپر گوشت کا نام منطبق نہیں ہوتا چنانچہ کھال اور اوجھڑی اور انتڑیاں اور تلی وغیرہ کا ہے اور بیع کرپاس القطن بغزل وحلاتا کیف ماکان لاختلافھما جنسا
جیسے جائز ہے بیچنا روئی کے کپڑے کی روئی اور سوت سے مطلقاً جسطرح سے ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے دونوں کے باعتبار جنس کے یعنی اسواسطے کہ کپڑا نقض کے
سوت اور روئی نہیں ہو جاتا کذا فی البحر وکبیع قطن بغزل القطن فی قول محمد وھو الاصح حاوی جیسے روئی کی بیع روئی کے سوت سے جائز ہے مطلقاً محمد کے قول پر
یہی قول اصح ہے کذا فی الحاوی القدسی وفی القنیۃ لا بأس بغزل القطن بثیاب قطن یدا بید لانھا لیستا بموزونین ولا بمتجانسین کذلک غزل کل جنس بثیابہ اذا لم توزن
اور قنیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں روئی کی سوت کی بیع میں روئی کے کپڑوں سے دست بدست اسواسطے کہ دونوں موزون نہیں جو زیادتی جائز ہو اور دونوں
مختلف الجنس ہیں کہ دست بدست روا ہوا اور اسیطرح مطلقاً دست بدست جائز ہے بیع ہر جنس کی سوت کی اُسکے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون ہوتا ہو اور مسئلہ
سابقہ سے معلوم ہوا کہ سوت اور کپڑا مختلف الجنس ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیع دوسرے سے کمی بیشی کے ساتھ بطریق نسیہ جائز ہے لیکن قنیہ کا قول اقرب الی الصواب ہے کذا فی
جائز ہے نہ تاخیر کذا فی الطحطاوی عن البحر وکبیع رطب برطب او بتمر متماثلا کیلا لا وزنا فانہ لیشترط فی الحال لا المآل خلافا لھما فلو باع مجازفۃ او موازنۃ لم یجز اتفاقا
ابن ملک اور چنانچہ جائز ہے بیع تر کھجور کی تر کھجور سے اور خشک کھجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف بیع کہ وہ تماثل وزنی کا قائل ہے امام کے نزدیک تساوی رطب کی
تمر سے فی الحال شرط ہے نہ انجام کار میں بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک فی الحال کی تساوی کافی نہیں ہے پھر جب تماثل کیلی شرط ہوا تو اگر بیع بطور تخمین اور بموازنہ کے ہوگی
تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کذا صرح ابن ملک ہم صاحبین اور باقی ائمہ ثلثہ کے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اسواسطے جائز نہیں کہ رطب کم ہو جاتا ہے
خشک ہو کر انجام کار میں اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد کے وقت معتبر ہے اور ثانیا حال کا کم ہو جانا مساوات فی الحال کا مانع نہیں بشرطیکہ موجب اُسکا امر خلقی ہو
مساوات کیلی اسواسطے بالاتفاق شرط ہوئی کہ تخمین اور وزن سے مساوات معلوم نہیں ہوتی اسواسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بھاری ہوتی ہے ترازو میں
اور پیمانے میں ہلکی ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی امام اعظم جب بغداد میں وارد ہوئے تو اہل حدیث نے سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہیں امام نے کہا کہ وہ حال سے
خالی نہیں کہ رطب تمر ہے یا نہیں اگر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر تمر نہیں ہے تو بھی عقد جائز ہے بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پھر
اہل حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو موطا اور سنن اربعہ میں زید بن عیاش عن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا خرید
تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کہ رطب کیا کم ہو جاتا ہے خشک ہو کر لوگوں نے کہا ہاں تو اس سے بیع کا منع فرمایا انتہی امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید
بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہیں بعضوں نے یوں جواب دیا ہے کہ بر تقدیر صحت سند حدیث مذکور نہی بیع کی بطریق نسیہ مراد ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور
حاکم اور دارقطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار میں یحیی بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش نے جسکا نام زید بن عیاش ہے سعد بن ابی وقاص سے سنا نہی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الرطب بالتمر نسیئۃ یعنی منع فرمایا بیچنا رطب کا تمر سے بطریق تاخیر کے وتمامہ فی فتح القدیر وعنب بعنب او بزبیب متماثلا کذلک اور چنانچہ جائز ہے
بیع تر انگور کی تر انگور سے یا خشک انگور سے برابر اسیطرح یعنی فی الحال نہ فی المآل وکذا کل ثمرۃ تجف کتین ورمان یباع رطبھا برطبھا وبیابسھا اور اسیطرح جو پھل کہ خشک ہوتا ہے
چنانچہ انجیر اور انار اُسکا تر بیچا جاوے تر سے اور خشک سے کبیع بر رطبا او مبلولا بمثلہ وبالیابس جیسے جائز ہے بیع تر یا بھگوئے گیہوں کی اپنی مثل سے اور خشک سے وکذا بیع تمر او زبیب
منقوع بمثلہ او بالیابس منھما خلافا لمحمد زیلعی اور اسیطرح جائز ہے بیع بھگوئی خشک کھجور یا انگور کی اُسکے مانند سے یا دونوں کی خشک سے بخلاف محمد کے کذا فی الزیلعی کہ اُنکے نزدیک
منقوعہ یابسہ کی بیع مساویہ سے جائز نہیں ... والا جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخلاصہ وفی النہایۃ کل تفاوت خلقی کالرطب بالتمر والجید بالردی فھو ساقط الاعتبار وکل تفاوت

لتصنع الصباوکالحنطة بالدقیق والحنطة المقلیة بغیر المقلیة کما مر اور غنایہ میں ہے کہ جو تفاوت پیدا ہوتی ہے چنانچہ تر کھجور اور خشک کھجور اور مبلولہ اور ناقص سے بیع ساقط الاعتبار ہے یعنی انمین تفاضل جائز نہیں اور جو تفاوت کہ آدمیون کے فعل سے ہے چنانچہ گیہون کی بیع آٹے سے اور بھنے گیہون کی بیع بن بھنے سے وہ مفسد ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وبیع لحوم مختلفة بعضها ببعض متفاضلا یدا بید اور جیسے جائز ہے بیع لحوم مختلفہ کی بعض کی بعض سے زیادہ کر کے دست بدست ہم لحوم مختلفۃ میں تفاضل جائز ہوا بسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہوئی بسبب اتحاد قدر کے ولبن البقر والغنم اور جائز ہے بیع گائے کے دودھ کی بھیڑ بکری کے دودھ سے بڑھا کر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ انمین تفاضل جائز نہیں کہ دونون ایک ہی جنس ہیں کذا فی الطحطاوی وخل وقل نقیتین دقل التمر وخصہ باعتبار العادة بخل عنب اور جائز ہے ناقص کھجور کے سرکے کی بیع انگوری سرکے سے بڑھا کر دقل الفتح دال کی فتح سے عبارت ہے ناقص کھجور سے اسکو مخصوص بذکر کیا باعتبار عادت کے یعنی ہر کھجور کے سرکے کا یہی حکم ہے لیکن عادت خلق یہ ہے کہ ناقص کا سرکہ بناتے ہیں لہذا فقط اسکو مذکور کیا وشحم البطن بالیة بالفتح بالیمیہ او لحم اور جائز ہے بیع پیٹ کی چربی کی دنبے کی چکتی سے یا گوشت سے اگرچہ دنبے کا گوشت ہو کذا فی الطحطاوی الیہ بالفتح الف سے وہ ہے جسکو عوام عرب الیہ کہتے ہیں وخبز ولو من برا ودقیق او سویق اور جائز ہے روٹی کی بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ گیہون کی روٹی اور گیہون کا آٹا ہو یعنی زیادتی جائز ہے اسواسطے کہ روٹی بسبب فعل صناعہ کے دوسری جنس ہوگئی کیل ہی نکلا گیہون اور ستو سے کہ وہ دونون کیلی ہیں قدرا و جنس دونون مفقود ہیں بیان تاکہ بیع بطریق نسیئہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وزیت مطبوخ بغیر مطبوخ ودہن مرتی بالبنفسج بغیر المربی بہ متفاضلا ووزنا کیف کان الاختلاف اجناسہا فلو اتحد ام لحم الطیر لانہ لا یوزن عادة حتی لو وزن لم یجز زیلعی اور جائز ہے بیع روغن زیتون پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر پالون کر حسب طرح ہے بسبب مختلف ہونے انکی بناس کے یعنی لحوم مختلفہ سے لیکر روغن بنفشہ تک کی بیع میں تفاضل اسواسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہیں اگر متحد الجنس ہون تو تفاضل جائز نہیں مگر چڑیون کے گوشت میں باوجود اتحاد جنس تفاضل جائز ہے کیونکہ انکا گوشت وزن کے رواج میں اگر اسکا بھی تولنا رواج ہو تو تفاضل جائز نہیں کذا فی الزیلعی وفی الفتح لحم الدجاج والا وزنی فی عادة مصر وفی النہر لعلہ فی زمنہ اما فی زماننا فلا وتحاصل ان الاختلاف باختلاف الاصل والمقصود وتبدل الصفة فلیحفظ در فتح القدیر میں ہے کہ مرغی اور بطخ کا گوشت وزنی ہے مصر کی عادت میں اور نہر الفائق میں ہے کہ شاید وزنی ہونا اسکے زمانے میں ہوگا ہمارے زمانے میں تو مصر میں وزنی نہیں اور خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہے یا اختلاف مقصود سے یا تبدل صفت سے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اختلاف اصل چنانچہ گائے کا گوشت بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ چربی اور دنبے کی چکتی میں اور تبدل صفت چنانچہ زیت مطبوخ غیر مطبوخ کے ساتھ وجاز الا خبر ولو الخبز نسیئة بہ یفتی وہ رای اذا اتی بشرائط السلم لحاجة الناس الا وحوط المنع اذ قلما یقبض من جنس المسمی اور جائز ہے ادھار بیچنا روٹی کی بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ روٹی کی تسلیم میں تاخیر ہو اسی کا فتوی ہے کذا فی الدر یعنی تاخیر اسوقت جائز ہے جب سلم کی شرائط پوری بجا لاوے فتوی ہوا ہے بسبب حاجت لوگون کے اور زیادہ تر احتیاط منع سلم میں ہے اسواسطے کہ کمتر قبض واقع ہوتا ہے مسمی کی جنس سے ہم یعنی اکثر ہوتا ہے کہ سلم ہوتا ہے گیہون کی روٹی میں اور قبض ہوتی روٹی ہے تو ہمیشہ تبدل السلم فیہ ہے اسکے قبضہ ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں وفی القہستانی معزیا للخزانة الاحسن ان یبیع خاتما مثلا من الخباز بقدر ما یرید من الخبز فیجعل الخبز الموصوف بصفة معلومة ثمنا حتی یصیر دینا فی ذمة الخباز ویسلم الخاتم ثم یشتری الخاتم بالبر او قہستانی میں خزانہ سے منقول ہے کہ بہتر طریقہ گیہون کے سلم کرنے کا روٹی میں یہ ہے کہ مثلا انگوٹھی بیچے نان بائی سے بقدر ارادہ روٹی کے اور اس روٹی کو جو موصوف بصفت معین ہے ثمن قرار دے تاکہ وہ نان بائی کے ذمے پر دین ہو جاوے اور انگوٹھی اسکو تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیہون سے خرید کرے یعنی اس طریق سے شرائط سلم مشروط نہونگی وفیہ معزیا للمضمرات یجوز السلم فی الخبز وزنا وکذا عددا وعلیہ الفتوی و یجی جوازہ استقراضہ ایضا اور قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ سلم جائز ہے روٹی میں تول کر اور اسیطرح گن کر اور اسی پر فتوی ہے اور روٹی کا جواز استقراض مذکور ہوگا ہم سلم کا جواز روٹی میں گن کر قہستانی میں مذکور نہیں علاوہ اسکے روٹی معدود منضبط نہیں تو سلم کیونکر صحیح ہوگی اور حاشیہ ابو سعود میں نہر الفائق سے منقول ہے کہ روٹی میں سلم ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ وزنی ہے انکے نزدیک تو سلم جائز ہے بشرط وزن اگرچہ رواج شمار کا ہو کذا فی الطحطاوی وجاز بیع اللبن بالجبن بخلاف لمقا

والا ثم حادعی اور جائز ہے دودھ کا بیچنا پنیر سے بسبب اختلاف مقاصد اور خلاف شام کے کذا فی الحاوی لا یجوز بیع البر بدقیق او سویق ھو البر المقلی ولا بیع دقیق بسویق مطلقا
ولو متساویا بعدم التسویۃ لشبھۃ الربوا خلافا لھما جائز نہیں گیہوں کی بیع گیہوں کے آٹے یا اسکے ستو سے اور نہ بیع آٹے کی ستو سے کسی طرح اگرچہ دونوں برابر ہوں
اسواسطے کہ دونوں کا برابر کردینے والا کوئی پیمانہ نہیں تو بیع حرام ہے بسبب شبہہ ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب اختلاف نام اور اختلاف
مقصود کے جائز ہے درست ہے گیہوں کی بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں اتفاقاً اور اسواسطے جائز نہیں کہ دونوں جنس واحد ہیں کیونکہ آٹا اور ستو گیہوں کے
اجزا ہیں اور تساوی اسواسطے جائز نہیں کہ معیار دونوں میں کیل ہے اور کیل سے تسویہ نہیں ہو سکتا کیونکہ گیہوں پسنے سے زیادہ ہو جاتا ہے واما بیع الدقیق بالدقیق متساویا
کیلا اذا کان مکبوسین فجائز اتفاقا ابن ملک کبیع سویق بسویق وحنطۃ مقلیۃ بمقلیۃ واما المقلیۃ بغیرھا ففاسد کما مر اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کر کے بشرطیکہ دونوں
پیمانے میں داب داب کر بھرا ہو تو جائز ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا صرح ابن ملک جیسے ستو کی بیع ستو سے اور بھنے گیہوں کی بیع بھنے گیہوں سے جائز ہے اور بھنے
گیہوں کی بیع غیر بھنے سے تو فاسد ہے چنانچہ گذر گیا معلوم ہو کہ بھننے سے گیہوں ہلکا ہو جاتا ہے لہذا اسکی بیع غیر بھنے سے فاسد ہے طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ اگر آٹا آٹے
سے بیچے تول کر تو اسمیں دو روایتیں ہیں ولا الزیتون بزیت والسمسم بحل بمھملۃ الشیرج حتی یکون الزیت والحل اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدرہ
بمثلہ والزائد بالثفل وکذا کل مالہ ثفل قیمۃ کجوز بدھنہ ولبن بسمنہ وعنب بعصیرہ فان لا قیمۃ لہ کبیع تراب ذھب بذھب فسد بالزیادۃ لربوا الفضل اور جائز
نہیں زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور تل کی بیع میٹھے تیل سے یہاں تک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ ہو اس روغن سے جو زیتون اور تل میں ہے تاکہ
روغن کی مقدار روغن کے مقابل میں ہو اور روغن زائد کھلی کے مقابل ہو اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک اس چیز میں جسکی کھلی اور پھوک کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی
بیع اسکے تیل سے اور دودھ کی اسکے گھی سے اور انگور کی اسکے شیرے سے سو اگر پھوک کی قیمت نہو جیسے زر آلود مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہے سونا زیادہ ہونے
کے سبب یادتی بیاج کے ویستقرض الخبز وزنا وعددا عند محمد وعلیہ الفتوی ابن ملک واستحسنہ الکمال واختارہ المصنف تیسیرا اور روٹی قرض لیجاوے
تول کر اور گن کر محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا ذکرہ ابن ملک اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال الدین نے اور پسند کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں آسانی کے واسطے
وفی المجتبی باع رغیفا نقدا برغیفین نسیئۃ جاز وبعکسہ لا وجاز بیع کسیرۃ کعکۃ بکان اور مجتبی میں ہے کہ ایک نقد روٹی بیچی ادھار دو روٹیوں سے تو جائز ہے اور
بالعکس ہے کے یعنی نقد دو روٹیوں کی بیع ایک روٹی ادھار سے جائز نہیں اور روٹی کے ٹکڑوں کی بیع ہر طرح یعنی نقد اور نسیئہ ولا ربوا بین سید وعبدہ ولو مدبرا
او مکاتبا اور بیاج نہیں درمیان مولی اور اسکے غلام کے اگرچہ غلام مدبر ہو یا مکاتب ہو غلام کا مال ملک ہے مولی کا جس طرح چاہے لے یہاں ربوا کو کیا دخل ہے بخلاف مکاتب
کے کہ وہ بجاے حر کے ہے قبضہ اور تصرف کی راہ سے اذا لم یکن دینہ مستغرقا لرقبتہ وکسبہ فلو مستغرقا تحقق الربوا اتفاقا ابن ملک وغیرہ لکن فی البحر عن المعراج التحقیق
الاطلاق وانما یرد الزائد لا للربوا بل لتعلق الغرماء اور میاں کے درمیان بیاج نہیں اسوقت بیاج نہیں جب کہ غلام کا دین اسکی ذات اور کمائی کو مستغرق نہو سو اگر مستغرق ہو
تو بیاج ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ لیکن بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے کہ تحقیق اطلاق ہے یعنی ہر طرح بیاج نہیں خواہ اسکا دین مستغرق ہو یا نہو اور
غلام مدیون کا زائد مال جو پھیر دیا جاتا ہے تو بیاج کے سبب نہیں بلکہ قرضخواہوں کے حق متعلق ہونے سے ولا ربوا بین متفاوضین وشریکی عنان اذا
تبایعا من مالھا ای مال الشرکۃ زیلعی اور بیاج نہیں دو متفاوض اور عنان کے دو شریکوں میں جب کہ دونوں نے خرید فروخت کی ہو شرکت کے مال سے کذا فی
الزیلعی ھم قید مذکور شرکت عنان میں ہے اسواسطے کہ مفاوض کے پاس مال الشرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہیں دونوں صورتوں میں بیاج اسواسطے ثابت نہیں کہ
ثمن اور مبیع میں دونوں شریک ہیں تو احد العوضین کا فضل اسکی ملک سے خارج نہیں ہوتا کہ ربوا متحقق ہو ولا بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثمہ لان
مالہ ثمہ مباح فیحل برضاہ مطلقا بلا عذر خلافا للثانی والثلاثۃ اور بیاج نہیں کافر حربی اور اس مسلم میں جو حربیوں کا مستامن ہے اگرچہ عقد فاسد یا قمار بازی سے ہو بیاج
نہیں وہاں یعنی دار الحرب میں اسواسطے کہ حربی کا مال دار الحرب میں مباح ہے مانند جلب اور صید کے تو وہ حلال ہوگا اسکی رضامندی سے ہر طرح بدون عذر قماربازی کے بخلاف ابو یوسف

اور اسی شبہ کے علم ملت ربا میں دار الحرب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام میں آویگا اور مسلمان سے ایکدرم عوض دو درم کے بیع کریگا تو بالاتفاق جائز
نہوگا اور اباحت مال حربی کی دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیاج اسوقت نہیں ہے کہ زیادتی مسلم کو حاصل ہو اور حالانکہ بیاج عام ہے خواہ زیادتی مسلم کی طرف ہو یا حربی کی طرف
اور یہ واسطے علت دونوں صورتوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی شرح التنویر ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کی دلیل یہ ہے کہ نصوص حرمت ربا مطلق ہیں اور دار الحرب میں
ہو یا دار الاسلام میں اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب اور یہ حدیث غریب ہے مبسوط میں کہا کہ یہ حدیث مکحول کی مرسل ہے اور مکحول
ثقہ ہے اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قبل ہجرت جب سورہ روم نازل ہوئی تو صدیق نے غلبہ روم کی فارس پر شرط کی مشرکین
مکہ سے اور مال شرط کا زیادہ کردیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق نے مال شرط مشرکین کا جیت لیا اور یہ قمار تھا اور مکہ اسوقت دار الحرب
تھا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل حرب مباح ہے بشرط عدم غدر اور اطلاق نصوص کا مال محظور میں ہے نہ مال مباح میں اور علما مذہب نے دررمین التزام کیا ہے کہ حلت ربوا
اور قمار سے فقہا کی مراد وہ ہے کہ زیادتی مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب کا خلاف ہے کما فی الفتح ملخصا وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یہاجر کحربی
فللمسلم الربوا معہ خلافا لہما لان مالہ غیر معصوم فلو ہاجر الینا ثم عاد الیہم فلا ربوا اتفاقا جوہرۃ قلت ومنہ یعلم حکم من اسلما ثمہ ولم یہاجرا اور جو حربی مسلمان ہوگیا
دار الحرب میں اور اسنے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی اسکا حکم حربی کے مانند ہے تو مسلم کو اسکے ساتھ بیاج درست ہے بخلاف ابو یوسف اور شافعی کے کیونکہ
کہ اسکا مال قبل ہجرت کے معصوم نہیں اگر اسنے ہجرت کی ہماری طرف بعد اسکے پھر گیا اہل حرب کی طرف تو ربوا بالاتفاق نہیں کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں
مصنف کے قول سے معلوم ہوگیا حکم ان دونوں شخصوں کا جو دار الحرب میں مسلمان ہوئے اور دار الاسلام کی طرف انھوں نے ہجرت نہ کی کیونکہ وہ دونوں حربی کے مانند
ہیں حکم میں یہ جو شارح نے جوہرہ سے نقل کیا کہ درصورت ہجرت ربوا نہیں ہے غلط ہے بالاتفاق ربوا جائز نہیں
نہیں ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح نہر الفائق میں ایضاح کرمانی سے منقول ہے کہ جب اسنے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا انکی طرف تو اسکے ساتھ بیاج جائز نہیں
والحاصل ان الربوا حرام الا فی ہذہ الست مسائل حاصل یہ ہے کہ بیاج حرام ہے مگر ان چھ مسئلوں میں حرام نہیں ہے شارح چھ کی جگہ پانچ کہتا
مہاجر کو ساقط کرکے ۱ میاں کو اپنے غلام کے ساتھ ۲ دو شریک مفاوض ۳ دو شریک عنان ۴ مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب میں ۵
مسلم کو اسکے ساتھ جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اسنے ہجرت نہ کی اور اگر دو مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ سادسہ قرار دیجیے تو صحیح ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الحقوق فی البیع

اخرہا لتبعیتہا وتبعیتہ ترتیب الجامع الصغیر یہ باب ہے بیع کے حقوق میں مصنف اس باب کو مسائل بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب
اتباع ترتیب جامع صغیر کے علم حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ میں حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور مبیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر بیع کے سبب چنانچہ راہ
وغیرہ چونکہ مصنف نے جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد مسائل بیع کے لایا ورنہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع میں قبل خیار کے
اسکو ذکر کرتا اشتری بیتا فوقہ اخر لا یدخل فیہ العلو بتثلیث العین ولو قال بکل حق ہو لہ او بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ الا ان ینص علیہ شرا خرید کی کوٹھری
جسپر دوسری کوٹھری ہے تو اس خرید میں بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ بائع نے بیع کے وقت بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہا ہو تاوقتیکہ تصریح نکردی بالاخانے کی بیع کی
اسواسطے کہ چیز اپنی برابر والی چیز کی تابع نہیں ہوتی شارح نے کہا العلو بتثلیث العین ہے یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہیں اور لام ہر حال ساکن ہے
کہ یہاں تین چیزیں بیت اور منزل اور دار کا بیت وہ ہے جسکی ایک چھت ہو اور شب باشی کے واسطے وہ بنا ہوا اور بعضوں کے نزدیک بیت میں چولھا
ہونا بھی شرط ہے اور حکم اسکا یہ ہے کہ بیت کی بیع میں بالاخانہ داخل نہیں ہے اگرچہ بکل حق یا بکل قلیل وکثیر اسنے کہا ہو اسواسطے کہ بالاخانہ بیت کے مانند ہے مسقف
ہونے اور شب باشی میں اور شیء اعلی کی تابع ہوتی ہے نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو

اور نہیں بادر چیخانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اسکا صحن غیر مسقف نہیں اور اسمیں اصطبل نہیں اور دار نام ہی اس ساحت کا جسکے گرد حدود ہوں اور وہ مکان بیوت اور
اصطبل اور صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی الفتح وکذا لا یدخل العلو بشراء منزل ہو بالا اصطبل نعم الا بکل حق ہو لہ او بمرافقہ او حقوقہ کطریق ونحوہ وعند الثانی
المرافق المنافع اشباہ اور اسیطرح بالاخانہ داخل نہیں منزل کی خریدی میں منزل وہ ہے جسمیں اصطبل نہیں مگر بکل حق ہو لہ یا ذکر مرافق البتہ بالاخانہ داخل خرید ہو گا مرافق سے مراد
حقوق ہیں چنانچہ راہ وغیرہ اور ابو یوسف کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہیں کذا فی الاشباہ هم مرافق جمع ہے مرفق کی بکسر میم وفتح فا مرافق عبارت ہیں توابع سے چنانچہ
شرب اور مسیل اور حق وہ ہی جو مبیع کا تابع ہو اور بکل قلیل او کثیر کا لفظ بطریق مبالغہ ذکر ہوتا ہی یا بائع کا حق مبیع سے ساقط ہو جاوے اسکی متصل چیزون اور جامع الفصولین
میں ہو کہ حقوق عبارت ہیں مسیل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسف کے نزدیک منافع دار ہیں اور ظاہر الروایۃ میں مرافق حقوق ہیں کذا فی النہر اور بکل
قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ یا بالاخانہ منزل کی خریدی میں داخل ہوتا ہی بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ سے یعنی قلیل او کثیر کہ منزل میں داخل ہو یا اس سے متعلق ہو وقع
ہو هم چونکہ منزل دار اور بیت دونون سے مشابہ ہی لہذا بالاخانہ بذکر توابع داخل ہوگا دار کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہین تو داخل نہ ہوگا بیت کی مشابہت
سے ویدخل العلو بشراء دار وان لم یذکر شیئا ولو الابنیۃ بتراب وخیام او قباب ور داخل ہوگا بالاخانہ دار کی خریدی میں اگرچہ کچھ مذکور نہو یعنی بلا ذکر حقوق یا مرافق یا
کل قلیل وکثیر بالاخانہ دار کی بیع میں داخل ہی اگرچہ مکانات دار کے مٹی کے ہوں یا خیمے یا خرگاہ وہذا التفصیل عرف الکوفۃ وفی عرفنا یدخل العلو بلا ذکر فی الصور کلہا
فتح وکافی سواء کان المبیع بیتا فوقہ علو او غیرہ الا دار الملک تسمی سرای شہر اور تفصیل بیت اور منزل اور دار کی بموجب رواج کوفہ کے ہی اور ہمارے عرف میں بالاخانہ
داخل بیع ہو جاتا ہی بدون اسکے ذکر کے سب صورتوں میں کذا فی الفتح والکافی خواہ بیت کے اوپر بالاخانہ ہو یا سوا اسکے گر دار السلطان اسمی سرای ہی کذا فی النہر
استثنا کرنا دار ملک کا کلام سابق سے مرتبط نہیں اور یہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی عبارت کے حذف سے عبارت اسکی یہ ہی وفی عرفنا یدخل من غیر ذکر فی الصور کلہا
سواء کان المبیع بیتا فوقہ علو او منزل کذلک لان کل مسکن یسمی خانہ فی العجم ولو علوا سواء کان صغیرا کالبیت او غیرہ الا دار الملک تسمی سرای انتہی) اور چونکہ بنا احکام کی
عرف پر ہی تو ہر اقلیم اور ہر زمانے میں ان کے لوگون کا عرف معتبر ہوگا کذا فی الطحاوی کما یدخل فی شراء الدار الکنیف وبئر الماء والاشجار التی فی صحنہا وکذا
البستان الداخل وان لم یصرح بہ کما جیسے داخل ہوتا ہی دار کی خریدی میں پاخانہ اور پانی کا کنوان اور وہ درخت جو گھر کے صحن میں واقع ہیں اور اسیطرح داخل بیع ہی
وہ باغ جو گھر کے اندر داخل ہو اگرچہ اسکے بیع کی تصریح نہ کی ہو لا البستان الخارج الا اذا کان اصغر منہا فیدخل تبعا ولو مثلہا او اکبر فلا الا بالشرط زیلعی یعنی داخل بیع
نہیں ہو باغ گھر کے باہر کا مگر اسوقت داخل بیع ہو بطریق تبعیت کے جبکہ باغ گھر سے چھوٹا ہو اور اگر گھر کے برابر ہو یا بڑا تو داخل نہیں مگر شرط سے کذا فی الزیلعی فافہما
والظلۃ لا تدخل فی بیع الدار لبنائہا علی الطریق فاخذت حکم الا بکل حق ونحوہ عامر وقالا ان مفتحہا فی الدار تدخل کالعلو او سائبان داخل نہیں ہوتا گھر کی بیع میں
اسواسطے کہ اسکی بنا راہ پر ہوتی ہو تو اسنے راہ کا حکم لیا مگر بکل حق یا مانند اسکے جو مذکور ہو چکا البتہ چھتا داخل ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اگر چھتے کا دروازہ گھر کے اندر ہو
تو گھر کی بیع میں داخل ہو بالاخانہ کے مانند ویدخل الباب الاعظم فی بیع بیت او دار بذکر المرافق لانہ من مرافقہا خانیہ اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہی بیت اور
دار کی بیع میں ذکر مرافق کے ساتھ اسواسطے کہ دروازہ گھر کے مرافق میں داخل ہی کذا فی الخانیہ لا یدخل الطریق والمسیل والشرب الا بنحو کل حق ونحوہ عامر داخل بیع
نہیں راہ اور پانی کی جگہ اور پانی لینے کی باری مگر مانند کل حق سے جو مذکور ہو چکا یعنی بذکر مرافق یا کل قلیل وکثیر هم عدم دخول طریق سے طریق خاص مراد ہی جو مسلمانوں کی ملک
میں ہو لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کی طرف ہو وہ داخل بیع ہی چنانچہ بحر الرائق میں معراج سے منقول ہی اور گھر کی راہ کا عرض اس گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہی
اور طول اسکا شارع عام تک ہی چنانچہ قہستانی میں ہی اور مسیل وہ مکان ہی جسمیں بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہی اور شرب بکسر اول سکون ثانی عبارت ہی پانی کے حصے سے کذا فی
الطحاوی بخلاف الاجارۃ للدار والارض فتدخل بلا ذکر لانہا تعقد للانتفاع لا غیر بخلاف گھر اور زمین کے اجارے کے تو طریق اور مسیل اور شرب اجارہ میں داخل ہونگے بلا ذکر
حقوق اور مرافق کے اسواسطے کہ عقد اجارہ انتفاع کے واسطے ہی نہ سوا اسکے یعنی اسمیں بلا طریق وغیرہ کے انتفاع حاصل نہیں بخلاف بیع کے کہ اسمیں قطع نظر انتفاع کے مالک رقبہ کا

مقصود ہو والرہن والوقف خلاصہ او بخلاف رہن اور وقف کے کذا فی الخلاصۃ یعنی رہن اور وقف میں طریق اور مسیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہیں ولو اقر بدار او صالح
علیہا او اوصی بہا ولم یذکر حقوقہا ومرافقہا لا یدخل الطریق کالبیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلانے کا ہے یا اسپر صلح کی یا اس گھر کی وصیت کی کسی
شخص کے واسطے اور اسنے گھر کے حقوق اور مرافق ذکر نہ کیے تو راہ داخل نہوگی بیع کے مانند ولا یدخل فی القسمۃ وان ذکر الحقوق والمرافق الا برضی بہ صرح نہر عن الفتح اور قسمت میں
راہ داخل نہیں اگرچہ حقوق اور مرافق مذکور ہوں مگر صریح رضامندی سے کذا فی النہر عن الفتح وفی الحواشی الیعقوبیۃ ینبغی ان یکون الرہن کالبیع اذ المقصود الانتفاع
قلت ہو جید لولا مخالفتہ للمنقول کما مر ولہذا الخلاصۃ ویدخل الطریق فی الرہن والصدقۃ الموقوفۃ کالاجارۃ واعتمدہ المصنف تبعا للبحر اور حواشی یعقوبیہ میں ہے لائق یوں ہے
کہ رہن بیع کے مانند ہو اسواسطے کہ رہن سے انتفاع مقصود نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ یہ کلام جید ہے اگر اسکی مخالفت منقول سے نہوتی چنانچہ خلاصہ سے مذکور
ہو چکا اور عبارت خلاصہ یہ ہے اور داخل ہے طریق رہن اور صدقہ موقوفہ میں اجارہ کے مانند اور اس قول پر مصنف نے اعتماد کیا ہے بحر الرائق کا تابع ہو کر نعم ینبغی ان
یکون الہبۃ والنکاح والخلع والعتق علی مال کالبیع والوجہ فیہ لا یخفی انتہی ہاں لائق یوں ہے کہ ہبہ اور نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال بیع کے مانند ہو وجہ دخول طریق
میں اور وجہ اسکی مخفی نہیں انتہی قال فی النہر [illegible] غیرہ میں [illegible] اس ملک کا جو سابق میں [illegible] تو وہ سب مذکورہ مانند بیع ہوں تو مناسب ہے کہ ان میں بیع کا حکم جاری ہو کذا فی البحر
بیان کرنا ۱۲

باب الاستحقاق

ہو طلب الحق یہ باب ہے استحقاق کے احکام میں استحقاق لغت میں عبارت ہے طلب حق سے اور استحقاق فقہ میں عبارت ہے [illegible]
ایک شے کے حق اس باب کا یہ تھا کہ تمام ابواب بیوع کے بعد مذکور ہوتا کیونکہ عبارت ہے ظہور عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے لیکن چونکہ استحقاق حقوق سے مناسب
ہوا لفظا و معنی لہذا اسکے بعد مذکور ہوا کذا فی الطحطاوی الاستحقاق نوعان احدہما مبطل للملک بالکلیۃ کالعتق والحریۃ الاصلیۃ ونحوہ کتدبیر وکتابۃ استحقاق
دو قسم ہے ایک قسم مبطل ہے ملک کی بالکل چنانچہ عتق اور اصلی حر ہونا اور مانند اسکے چنانچہ مدبر اور مکاتب ہونا عام ہے یعنی جبکہ یہ ثابت ہو کہ مبیع غلام آزاد یا حر اصلی یا مدبر
یا مکاتب ہے تو یہ استحقاق بائع اور مشتری کی ملک کو بالکلیہ باطل ہوتا ہے ثانیہما ناقل لہ من شخص الی آخر کالاستحقاق بالملک [illegible]
ملک کو دوسرے اور قسم ثانی استحقاق کی ملک کی نقل کرنے والی ہے ایک شخص سے دوسرے کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہونا اسطرح کہ زید نے بکر پر دعوی کیا کہ جو اسکے
قبضہ میں غلام ہے وہ میرا ہے اور اسپر گواہی گذرانی فالناقل لا یوجب فسخ العقد علی الظاہر لانہ لا یوجب بطلان الملک تو استحقاق ناقل عقد کا فسخ نہیں چاہتا بنا بر
ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ ناقل بطلان ملک کا موجب نہیں ہے یعنی عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف رہیگا اور تا عدم رجوع مشتری فسخ عقد نہوگا والحکم بہ حکم علی ذی الید
وعلی من تلقی ذو الید الملک منہ [illegible] فیتعدی الی البقیۃ [illegible] فلا تسمع دعوی الملک منہم للحکم علیہم اور استحقاق کا حکم کرنا حکم ہے قابض پر اور اس شخص پر
جس سے قابض نے ملک حاصل کی اگرچہ وہ شخص قابض کا مورث ہو تو یہ حکم باقی وارثوں تک متعدی ہوگا کذا فی الاشباہ تو مسموع نہوگا دعوی ملک کا اشخاص مذکورین سے
کیونکہ انپر حکم ہو چکا یعنی جب حکم استحقاق بقیہ ورثہ تک متعدی ہوا تو اب کوئی وارث من حیث الارث دعوی نہیں کر سکتا بل دعوی النتاج بلکہ دعوی نتاج کا مسموع
ہوگا اسطرح کہ بائعین میں سے کوئی بائع کہے [illegible] کہ مبیع میرے ملک میں جنی ہے یا میرے بائع کی ملک میں بواسطہ یا بلا واسطہ
کذا فی الحلبی بخصمہا ولا یرجع احد من المشتری علی بائعہ ما لم یرجع علیہ ولا علی الکفیل ما لم یقض علی المکفول عنہ [illegible] بدل المستحق
مملوک اور کوئی مشتری ثمن نہ پھیر لے اپنے بائع سے جب تک اس سے ثمن نہ پھیر لیا جاوے یعنی مشتری اوسط رجوع ثمن نہ کرے تا وقتیکہ مشتری اخیر اس سے
نہ رجوع کرے اور نہ ضامن سے ثمن پھیر لے جب تک مکفول عنہ پر قاضی کا حکم ہو [illegible] ثمن ایک ملک میں مجتمع نہو جاویں [illegible] مستحق کا بدل مملوک ہو [illegible] اجتماع ثمنین کی تعلیل
غیر مشتری اخیر اور غیر بائع اول میں ظاہر ہوتی ہے یعنی [illegible] متوسطین میں ہوا اسواسطے کہ متوسطین میں سے ہر واحد کے پاس ایک ثمن ہو اگر کوئی شخص متوسط [illegible]
کے تو اسکی ملک میں دو ثمن مجتمع ہو جاویں اور حالانکہ یہ جائز نہیں وصح الشراء [illegible] ولو ابراہ عن ثمنہ بعد الحکم لہ [illegible] الرجوع علی بائعہ [illegible] اگر مشتری

صلح کر لی بائع سے کہ جو چیز پر یا ثمن سے بائع کو بری الذمہ کردیا بعد اس ثابت کے کہ قاضی کا حکم ہو گیا مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کا تو مشتری کے بائع کو اپنے بائع سے
ثمن پھیر لینا جائز ہے بسبب باطل ہونے بدل کے مشتری کی ملک سے یعنی جب مشتری نے بعد حکم رجوع کے ابرا کردیا ثمن سے تو گویا اس نے بائع سے لیا کذا فی الخلاصہ ولو قضی
للمستحق فصالح المشتری لم یرجع لانہ بالصلح ابطل حق الرجوع وتمامہ فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کے واسطے حکم ہوا اور مشتری نے مستحق سے صلح کر لی کچھ ثمن دیکر
تو اب مشتری بائع سے ثمن نہ پھیر لے اسواسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کا باطل کر دیا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے … مستحق نے مشتری
کو کہا کہ … ثمن مجھ سے لے اور مبیع مجھکو دے تو مشتری اپنے بائع سے رجوع نہیں کر سکتا والمبطل للرجوع … فسخ العقود اتفاقا اور اتفاق …
فسخ عقود کا بالاتفاق یعنی جو عقود کہ بائعین میں جاری ہوئے ہیں اسکے فسخ ہونے میں قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہیں ہے کذا فی البحر ولکل واحد منہم بائعہ الرجوع
علی بائعہ وان لم یرجع علیہ اور ہر ایک مشتری کو ثمن کا پھیر لینا اپنے بائع سے جائز ہے اگرچہ اس مشتری سے ثمن نہ پھیر لیا گیا ہو … رجوع ہوا ایضا کذلک علی
الکفیل ولو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع الثمنین اور مشتری اسی طرح اپنے بائع کے ضامن سے بھی ثمن پھیر لے اگرچہ قاضی کا حکم ضامن پر
پھیر دینے کا نہ ہوا ہو بسبب عدم اجتماع ثمنین کے اسواسطے کہ آزاد کا بدل … نہیں ہوتا بخلاف استحقاق ناقل کے چنانچہ مذکور ہو چکا والحکم بالحریۃ الاصلیۃ حکم علی
الکافۃ من الناس … اقرار بالرق … اور اصلی آزادی کا حکم سب آدمیوں پر حکم ہے خواہ ثبوت آزادی گواہی سے
ہوا ہو یا خود اسکے اسی قول سے کہ میں آزاد ہوں بشرطیکہ اس قول سے پہلے اس نے غلامی کا اقرار نہ کیا ہو کذا فی الاشباہ … کہ زید نے خالد کا
دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے خالد نے کہا کہ میں اصلی آزاد ہوں اور سابق میں اس نے غلامی کا اقرار نہیں کیا اور زید گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اسکی حریت
اصلی کا حکم کر دیا تو یہ حکم حریت کا سب لوگوں پر ہوگا کذا فی الخلاصہ فلا تسمع دعوی الملک من احد تو جب حریت اصلیہ کا حکم سب لوگوں پر ہوا تو کسی شخص کی ملک کا
دعوی اس پر مسموع نہ ہوگا وکذا العتق وفروعہ بمنزلۃ الحریۃ الاصلیۃ اور اسی طرح عتق اور فروع عتق مانند حریت اصلیہ کے ہیں اور فروع عتق کتابت اور تدبیر اور
استیلاد ہیں اور عتق سے مراد یہ ہے کہ ملک مطلق میں ثابت ہو واما الحکم بالعتق فی الملک المورخ فعلی الکافۃ من وقت التاریخ ولا یکون قضاء قبلہ کما …
… یعقوب پاشا فاحفظہ فان اکثر الکتب عنہ غافلۃ اور عتق کا حکم ملک مورخ میں سب خلق پر ہوتا ہے تاریخ کے وقت سے اور حکم نہیں ہوتا قبل تاریخ کے
چنانچہ اسکو ملا خسرو و یعقوب پاشا نے شرح بیان کیا ہے اسکو یاد رکھنا چاہیئے کیونکہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہیں حاصل یہ ہے کہ عتق کا حکم ملک مطلق میں
بمنزلہ حریت اصلیہ کے ہے کہ سب خلق پر حکم ہے اور ملک مورخ میں عتق کا حکم سب خلق پر اسی تاریخ کے وقت سے ہے لیکن قبل تاریخ سب پر حکم نہیں تو اگر زید نے بکر سے کہا
کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا مالک ہوں پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ میں تو محمود کا غلام تھا چھ برس سے سو اس نے مجھکو آزاد کر دیا اور اس نے اس دعوی پر گواہ گذرانے تو
زید کا دعوی … پھر اگر … کہے کہ تو میرا غلام ہے … مالک ہوں سات برس سے اور تو … اس دعوی کو اس نے گواہی سے ثابت کیا تو
حریت کا حکم فسخ ہوگا اور بکر … کذا فی الطحاوی عن الدرر واختلفوا فی القضاء بالوقف قیل کالحریۃ وقیل لا فتسمع فیہ دعوی ملک آخر ووقف آخر
وہو المختار وصححہ العمادی اور فقہاء نے اختلاف کیا ہے وقف کے حکم میں بعضوں نے کہا کہ حریت کے حکم کے مانند ہے اور بعضوں نے کہا کہ وقف حریت کے مانند نہیں تو وقف
میں دوسری ملک اور دوسرے وقف کا دعوی مسموع ہوگا اور یہی قول مختار ہے اور عمادی نے اسکو صحیح کہا ہے وفی الاشباہ القضاء یتعدی فی اربع حریۃ ونسب ونکاح وولاء و
فی الوقف یقتصر … اور اشباہ میں ہے کہ قضا متعدی ہوتی ہے چار صورتوں میں حریت اور نسب اور نکاح اور ولا میں اور وقف میں قضا متعدی نہیں مقصور ہے …
… قاضی … نکاح کا … نسب یا ولا اور عتاقہ کا حکم کرے پھر دوسرے کا دعوی مسموع نہیں وتثبت رجوع المشتری
علی البائع بالثمن اذا کان الاستحقاق بالبینۃ … اور ثابت ہوتا ہے ثمن پھیر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جبکہ استحقاق گواہی سے ثابت
ہوا ہو کیونکہ شہادت حجت متعدیہ ہے اما اذا کان الاستحقاق باقرار المشتری او بنکولہ او باقرار وکیل المشتری بالخصومۃ او بنکولہ فلا یرجع لانہ حجۃ قاصرۃ

اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہو یا اسکے انکار قسم سے یا مشتری کی خصومت کے وکیل کے اقرار سے یا اسکے انکار قسم سے تو ثمن پھیر لینا ثابت نہین ہوا اسواسطے کہ اقرار
حجت قاصرہ ہے متعدیہ ہو والاصل ان البینۃ حجۃ متعدیۃ تظہر فی حق کافۃ الناس لکن لا فی کل شیء کما ہو ظاہر کلام الزیلعی والعینی بل فی عتق ونحوہ کما مر وذکرہ المصنف
اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ شہادت حجت متعدیہ ہے جسکا اثر سب آدمیون کے حق مین ہوتا ہے لیکن ہر چیز مین نہین چنانچہ ظاہر کلام زیلعی اور عینی ہے بلکہ عتق اور اسکے
مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولاء عتاقہ مین چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین والاقرار بل ہو حجۃ قاصرۃ علی المقر
لعدم ولایتہ علی غیرہ اور اقرار یعنی اقرار حجت متعدیہ نہین بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر بسبب نہونے ولایت مقر کے اپنے غیر پر چونکہ مقر کی ولایت صرف اسی پر ثابت ہے
لہذا اسکا اقرار اسی پر حجت ہے غیر پر بخلاف شہادت کے اسواسطے کہ شہادت حجت نہین ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا اسکا فیصلہ
کل مین نافذ ہے کذا فی المنح لکن لو اجتمعا فان ثبت الحق بالقضاء بالاقرار الا عند الحاجۃ فالبینۃ اولی فتح ونہر باقی رہا یہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونون جمع ہون
سو اگر حق دونون سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا جائیگا مگر حاجت کے وقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولی ہے کذا فی الفتح والنہر اور حاجت کی صورت یہ ہے کہ مدعی نے اپنا
دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اسکی ملک کا اقرار کیا تو یہان اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی سنکر رجوع ہوتی ہے نہ مقر پر مگر جبکہ حاجت پڑے جیسا
مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی الطحاوی فلو استحقت ببینۃ ولدت عند المشتری لا باستیلادہ ببینۃ تبعہا
ولدہا ان قضی بہا ای بالولد فی الاصح زیلعی وکلام البزازی یفید تقییدہ بما اذا سکت الشہود فلو بینوا انہ لذی الید وقالوا لا ندری لا یقضی بہ پھر اگر وہ بیع
جو یعنی مشتری کے پاس بلا استیلاد مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اسکا بچہ اسکے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہو گیا ہو قول اصح مین کذا فی الزیلعی اور بزازی
کا کلام مفید ہے اس تقیید کا جبکہ گواہون نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہون نے یہ بیان کر دیا ہو کہ بچہ قابض کا ہے یا یون کہا ہو کہ ہم نہین جانتے تو قاضی ولد کا حکم
نکرے کذا فی النہر ثم الاستیلاد لا یمنع استحقاق الولد بالبینۃ فیکون ولد المغرور حرا بالقیمۃ المستحقۃ کما مر فی باب دعوی النسب پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا استیلاد
ولد کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہین تو شخص مغرور کا ولد آزاد ہوگا اسکے مستحق کو ولد کی قیمت دیکر چنانچہ دعوی نسب کے باب مین مذکور ہو چکا وان اقر ذوالید
بہا لرجل لا یتبعہا ولدہا فیأخذہا وحدہا والفرق ما مر من الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اسکا بچہ لونڈی کا تابع نہوگا تو وہ مرد فقط
اس لونڈی کو لیگا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدہ مذکورہ مین یعنی گواہی حجت متعدیہ ہے اور اقرار حجت قاصرہ وہذا اذا لم یدعہ المقر لہ فلو ادعاہ
وکذا سائر الزوائد کثمرۃ لا ضمان بہلاکہا لانہ زوائد المغصوب امانۃ اور یہ یعنی نہ تابع ہونا ولد کا مبیعہ کے اسوقت ہے جبکہ مقر لہ نے ولد کا دعوی نہ کیا ہو اور اگر دعوی کیا ہے تو ولد
تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل درخت کے تابع نہین اگر مستحق کے واسطے قابض نے درخت کا اقرار کیا مگر وہ صورت
دعوی مقرلہ مان یہ البتہ ہے کہ مالک کو زوائد سے ضمان نہین اسلئے کہ زوائد مغصوب کے ... ولم یذکر النکول لانہ فی حکم الاقرار قہستانی بحثا قلت ... اور مصنف نے انکار قسم کو
مذکور نہ کیا اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم مین ہے چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے بطریق بحث کے ومنع التناقض فی الکلام دعوی الملک
لمعین او منفعۃ لما فی الصغری طلب نکاح الامۃ یمنع دعوی تملکہا اور تناقض یعنی مخالفت کلام کی ذات یا منفعت کے دعوی ملک کی مانع ہے اسواسطے کہ صغری مین ہے کہ لونڈی
نکاح طلب کرنا اسکے مالک ہونے کا دعوی کا مانع ہے اور تناقض اسواسطے مانع ہے کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہین کر سکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہین تو
دونون ساقط الاعتبار ہوئے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک ہونے کا دعوی کرنا پھر اسکے نکاح کی درخواست کرنا صریح تناقض ہے کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہین ہوتی یہ مثال
ہے ملک عین کے دعوی کے اور ملک منفعت کی یہ مثال ہے کہ ایک عورت کے نکاح کا دعوی کرنا پھر اسکے نکاح کا پیغام دینا کما یمنعہا لنفسہ یمنعہا لغیرہ الا اذا وفق اور یہ
تناقض اپنی ذات کے دعوی کا مانع ہے اسیطرح اپنے غیر کے دعوی کا مانع ہے مگر جبکہ توفیق یعنی رفع تناقض ہو سکے مثلا یہ ہے کہ اول دعوی کیا کہ یہ چیز میری فلانے شخص کی ہے
پھر دعوی کیا کہ وہ دوسرے کی ہے تو یہ دعوی مقبول نہین مگر دو صورت توفیق اسطرح پر کہ یہ چیز پہلے فلانے شخص کی تھی جسنے مجھکو خصومت میں وکیل کیا تھا پھر اسنے یہ چیز دوسرے

موکل کے ہاتھ اسکو بیچا اور اسنے بھی مجھکو خصومت کے واسطے وکیل کیا کذا فی الطحطاوی ھل یکفی امکان التوفیق ام لا خلاف وتحقیقہ فی متفرقات القضاء اور کیا اسکا تحقیق فرق تناقض
کے واسطے کافی ہے یا توفیق بالفعل بھی ضرور ہے اسمین اختلاف ہے علما کا اور اسکی تحقیق کرینگے کتاب القضاء کی متفرقات مین وفروع ہذا الاصل کثیرۃ تجیٔ فی کتاب الدعوی منہا ادعی
علی آخر انہ اخوہ وادعی علیہ النفقۃ فقال المدعی علیہ لیس ہو باخی ثم مات المدعی عن ترکۃ فجاء المدعی علیہ یطلب میراثہ ان قال ہو اخی لم یقبل للتناقض وان قال
ابی او ابنی قبل اور اس اصل یعنی منع تناقض کی بہت فروع ہین جو کتاب الدعوی مین آوینگی اور از انجملہ یہ ہے کہ دعوی کیا دوسرے پر کہ یہ میرا بھائی ہے اور اسپر نفقہ کا دعوی
کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی نہین پھر مدعی کچھ متروکہ چھوڑکر مرگیا تو مدعا علیہ آیا اسکی میراث طلب کرتا اگر اسنے کہا کہ وہ میرا بھائی تھا تو مقبول نہوگا بسبب
تناقض کے اور اگر اسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تھا تو مقبول ہوگا ھ شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی نے اول اخوت کا دعوی کیا اسکے بعد مدعا علیہ نے
ابوۃ یا بنوۃ کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہین ہے اور شارح کو یہ دھوکا صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے پڑگیا بلکہ مطلب ان کا یہ ہے کہ اگر بجاے دعوی اخوۃ مدعی بنوۃ یا ابوۃ
دعوی کریگا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ جہول اور فروع کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوۃ کے کذا فی الطحطاوی ملخصا الا الحریۃ کلام کا تناقض دعوی
حریت کا مانع نہین والاصل ان التناقض لا یمنع دعوی ما یخفی سببہ کالنسب والطلاق وکذا الحریۃ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تناقض اسکے دعوی کا مانع نہین ہے جسکا سبب
مخفی ہو چنانچہ نسب اور طلاق اور حریت ہم تناقض نسب کی یہ صورت ہے کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اسنے اسکو بیچا اور مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر زید نے
دعوی کیا کہ غلام اسکا بیٹا ہے تو دعوی اسکا مسموع ہوگا اور بیع اول و ثانی باطل ہوگی اسواسطے کہ نسب کی بنا علوق پر ہے اور یہ نطفہ رہنا امر مخفی ہے تو مدعی تناقض مین معذور ہے
اور اسیطرح اگر بولا کہ مین اسکا وارث نہین پھر بولا کہ مین اسکا وارث ہون تو مسموع ہے اگر سبب تناقض بیان کرے اور تناقض طلاق کی صورت یہ ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے
خلع کیا پھر زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اسکو قبل خلع کے طلاق دی تھی تو دعوی مقبول ہے اور خلع کا مال پھیر لیگی اگرچہ کلام تناقض ہے اسواسطے کہ زوج ایقاع طلاق مین
مستقل ہے اور اسکی اطلاع زوجہ کو ضرور نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبد لمشتر اشترنی فانا عبد لزید فاشتراہ معتمدا علی مقالتہ فاذا ہو حر اذ ظہر
حرا فان کان البائع حاضرا او غائبا غیبۃ معروفۃ یعرف مکانہ فلا شیء علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ مجھکو خرید کر مین زید کا غلام ہون
سو اسنے خرید کیا اسکے کلام پر اعتماد کرکے اور وہ آزاد نکلا یعنی اسکا آزاد ہونا ظاہر ہوگیا پس اگر بائع حاضر ہو یا الغیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اسکا معلوم ہو تو غلام پر کچھ
نہین بسبب موجود ہونے قابض کے یعنی قابض سے ثمن پھیر لینا متصور ہے والا رجع المشتری علی العبد بالثمن خلافا للثانی اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان غیبت اسکا معلوم
نہو تو مشتری غلام سے ثمن پھیر لے بخلاف ابو یوسف کے کہ عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہین بلکہ ایک روایت ہے انسے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال اشترنی فقط
او انا عبد فقط لا رجوع علیہ اتفاقا درر اور اگر اسنے کہا کہ مجھکو خرید کر فقط یا یون کہا کہ مین غلام ہون فقط تو اسپر رجوع نہین بالاتفاق کذا فی الدرر وجہ عدم رجوع کی
پہلی صورت مین یہ ہے کہ کبھی آزاد کی خرید اسکی خلاصی کے واسطے ہوتی ہے چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل حرب سے اور عدم رجوع کی دوسری صورت مین یہ ہے کہ ایک شخص کا
کا ہے غلام ہوتا ہے کسی کا اور اسکا خرید کرنا صحیح نہین چنانچہ مکاتب کی خرید ورجع العبد علی البائع اذا ظفر بہ اور غلام ثمن پھیر لے بائع سے جب اسکو پاوے بخلاف
الرہن بان قال ارتہنی فانی عبد لم یضمن مطلقا والاصل ان التغریر یوجب الضمان فی عقد المعاوضۃ لا الوثیقۃ بخلاف رہن کے اسطرح پر کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجھکو
رہن رکھ لے مین غلام ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہوگا اصلا اور قاعدہ یہ ہے کہ دھوکا موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کے ضمن مین نہ عقد وثیقہ کے ضمن مین یعنی
بیع مین ضمان اسواسطے ہے کہ وہ عقد معاوضہ ہے اور رہن مین اسواسطے ضمان نہین کہ وہ عقد وثیقہ ہے نہ عقد معاوضہ باع عقارا ثم ادعی انہ وقف محکوم بلزومہ قبل
والا لا لان مجرد الوقف لا یزیل الملک بخلاف الاعتاق فتح واعتمدہ المصنف تبعا للبحر علی خلاف ما صححہ الزیلعی وتقدم فی الوقف وسیجیٔ آخر الکتاب ایک شخص نے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ
وہ زمین موقوفہ ہے جسکے لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہوگیا ہے تو یہ تناقض مقبول ہے اور نہین تو نہین یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہین اسواسطے کہ فقط وقف بلا حکم
قاضی مزیل ملک نہین بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کرکے برخلاف تصحیح زیلعی کے اور اسکا ذکر کتاب الوقف مین ہوچکا

اور آخر کتاب بیع میں آویگا کہ اشتراط حکم قاضی لزوم وقف میں امام کا قول ہے اور فتوی زوال ملک پر ہے مطلقا اشتری شیئا ولم یقبضہ حتی ادعاہ آخر انہ لہ لا تسمع دعواہ
بدون حضور البائع والمشتری للقضاء علیہما خریدی کسی ایک چیز اور اسپر قبضہ نہیں کیا تھا اتنے میں دوسرے شخص نے اسکا دعوی کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعوی اسکا مسموع نہیں
بدون حاضر ہونے بائع اور مشتری کے تا حکم قاضی اسپر جاری ہووے فقضی لہ بحضرتہما ثم برہن احدہما علی ان المستحق باعہ من البائع ثم ہو باعہ من المشتری قبل ولزم البیع
وتمامہ فی الفتح اور اگر مدعی کے واسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہو جاوے پھر بائع یا مشتری اسپر گواہ لاوے کہ مستحق نے اسکو بائع کے ہاتھ بیچا تھا پھر بائع نے
اسکو مشتری کے ہاتھ بیچا تو مقبول ہے اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے والعبرۃ لتاریخ الغیبۃ بل العبرۃ لتاریخ الملک فلو قال المستحق عند
الدعوی غابت عنی ہذہ الدابۃ منذ سنۃ فقبل القضاء بہا للمستحق اخبر المستحق علیہ البائع عن القصۃ فقال البائع لی بینۃ انہا کانت ملکا لی منذ سنتین
مثلا وبرہن علی ذلک لا تندفع الخصومۃ بل یقضی بہا للمستحق لان دعواہ دعوی ملک مطلق خال عن التاریخ من الطرفین نہیں کچھ اعتبار غائب ہونے کی تاریخ
بلکہ مالک ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہے تو اگر مستحق نے دعوی کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہوگیا ایک برس تو قبل اسکے کہ قاضی مستحق کے واسطے جانور کا
حکم کرے مستحق علیہ نے اس حال کی بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ موجود ہیں کہ یہ جانور میرا ملک تھا دو برس سے مثلا اور اسپر گواہ لایا تو خصومت
مندفع نہوگی بلکہ مستحق کے واسطے جانور کا حکم ہوگا بسبب باقی رہنے اسکے دعوی کے ملک مطلق میں جو خالی ہے تاریخ سے دونوں طرف سے یعنی دخول یا خروج ملک
کی تاریخ ذکر نہیں اگر کوئی کہے کہ بائع کے کلام میں تاریخ موجود ہے اسکا جواب یہ ہے کہ منح الغفار میں محیط سے منقول ہے کہ اگر ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا امام کے نزدیک معتبر
نہیں تو ذکر تاریخ ساقط الاعتبار ہوا اور ملک مطلق کا دعوی باقی ہے لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی واعلم بکونہ ملک الغیر لا یمنع من الرجوع علی
البائع عند الاستحقاق فلو استولد مشتراہ ثم علم بغصب البائع ایاہا کان الولد رقیقا بالقیمۃ ولم یرجع بالثمن وان اقر بالبیع للمستحق اسکا معلوم ہونا کہ
مبیع غیر کی مملوک ہے بائع سے ثمن پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک مانع نہیں تو اگر مشتری نے ام ولد بنایا اپنی خریدی ہوئی لونڈی کو پھر جانا ہے کہ بائع نے اسکو
غصب کیا ہے تو ولد غلام ہوگا مالک کا بسبب قیمت کے اور مشتری ثمن پھیر لے بائع سے اگرچہ مالک مبیع کا واسطے مستحق کے اقرار کرتا ہے یعنی مشتری حقیقت حال سے
مطلع ہے تو بائع کا قول ثابت نہیں کہ ولد آزاد ہوتا وفی القنیۃ اقر بالملک للبائع ثم استحق منہ ورجع لم یبطل اقرارہ فلو وصل الیہ بسبب امر بتسلیمہ الیہ بخلاف الدوام
اقرارہ لانہ یحتمل خلاف النص اور قنیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے مالک بائع کا اقرار کیا پھر مبیع مستحق ہو کر مشتری کے قبضہ میں اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لیا تو مشتری کا اقرار باطل
نہوگا اور اگر مبیع مذکور مشتری کو کسی سبب سے یعنی خریدا یا ہبہ یا وصیت سے پہنچی تو اسکو حکم ہوگا کہ مبیع بائع کو تسلیم کرے بخلاف اس صورت کے جبکہ مشتری نے مالک
بائع کا اقرار کیا ہو کیونکہ وہ محتمل ہے بخلاف صحیح اقرار کے یعنی اگرچہ خرید کرنا مالک بائع کا اقرار ہے لیکن یہ محتمل ہے اور صریح اقرار محتمل نہیں لا یحکم القاضی بسجل الاستحقاق
بشہادۃ انہ کتاب قاض کذا لان الخط یشبہ الخط فلم یجز الاشہاد علی نفس السجل بل لا بد من الشہادۃ علی مضمونہ لیفسخ للمستحق علیہ الرجوع بالثمن نہ حکم
کرے قاضی استحقاق کی سجل پر اتنے ثبوت سے کہ یہ نوشتہ ہے فلانے قاضی کا اسواسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے مشابہت رکھتا ہے تو فقط سجل پر اشہاد جائز نہیں
بلکہ سجل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تا مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا حکم دیا جاوے اسی ذخیرہ میں ہے کہ بخارا میں ایک شخص کے پاس ایک گدہا مستحق
غیر کا نکلا اور مستحق علیہ نے اسکی سجل پائی پھر بائع کو اسنے سمرقند میں پایا سو اسکو سمرقند کے قاضی کے پاس لے گیا اور ثمن پھیر لینے کا ارادہ کیا اور قاضی بخارا کی سجل
کی اور بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سجل کا منکر ہوا تو مستحق علیہ نے گواہ گذرانے کہ یہ سجل قاضی بخارا کی سجل ہے تو سمرقند کے قاضی کو اس سجل پر عمل کرنا اور ثمن پھیر لینے کا
حکم دینا جائز نہیں تاوقتیکہ گواہ اسکی گواہی ادا نہ کریں کہ بخارا کے قاضی نے مستحق علیہ کے ہاتھ سے گدہا نکال کر مستحق کو دلایا اور مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا اس بائع
حکم دیا کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم فیما سوی نقل الشہادۃ والوکالۃ من محاضر وسجلات وصکوک لان المقصود بکل منہا الزام الخصم بخلاف نقل وکالۃ وشہادۃ لانہا
لتحصیل العلم للقاضی ولذا لزم اسلامہم ولو الخصم کافرا اسی طرح عدم اعتماد کا حکم ہے سوا نقل شہادت اور وکالت کے محضرات اور سجلات اور صکوک کے

اسواسطے کہ یہ دونوں امر ایک ہیں یعنی الزام خصم کا مقصود ہے بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے اسواسطے کہ دونوں قاضی کے علم حاصل کرنیکے واسطے ہیں اور اسیواسطے
اسلام شہود لازم ہے اگرچہ خصم کافر ہو یعنی نقل شہادت اور وکالت میں تو البتہ قاضی کا نوشتہ کافی ہے اور تخمیر اور تبلیغ اور سکہ بلا شہادت اسکے مضمون کے معتبر نہیں نقل
شہادت کی یہ صورت ہے کہ گواہوں نے خصم غائب پر گواہی دی تو قاضی اسپر حکم نہ کرے بلکہ گواہی لکھ لے تاکہ قاضی مکتوب الیہ اسپر حکم کرے اور مکتوب بشہود طریق کو سپرد کرے
اور نقل وکالت کی یہ صورت ہے کہ مثلاً مدعی نے قاضی کے سامنے کسیکو اپنا وکیل مقرر کیا تاکہ وکیل ایک شخص پر دعوی کرے دوسرے قاضی کی حکومت میں اور قاضی وکالت نامہ لکھکر
اس قاضی کو وکالت سے مطلع کرے مختصر وہ ہے جسمیں قاضی حضور خصمین اور مدعی اور شہادت لکھے اور تعلیق وہ ہے جسمیں اسی کے مانند لکھے اور وہ اسکے پاس ہو اور سکہ وہ شیء جو ہری
او تبلیغ غیر ساکو لکھے کذا فی الطحطاوی والرجوع فی دعوی حق مجہول من دار صولح علی شیء معین واستحق بعضہا بجوانہ عوضہ فیما بقی وان استحق کلہا رد کل العوض
لدخول المدعی فی المستحق اور بدل صلح کا پھیر لینا نہیں ایک گھر کے حق مجہول کے دعوی میں جب کا مصالحہ ہوگیا شیء معین پر اور بعض گھر مستحق غیر نکلا اسواسطے کہ جائز ہے کہ مدعی کا
دعوی باقی میں ہو نہ مستحق میں اور اگر تمام گھر مستحق غیر نکلا تو تمام عوض پھیرا جائیگا بسبب داخل ہونے مدعا کے مستحق میں وافید مسئلہ اور ثبت المسئلة امران احدہما
صحة الصلح عن مجہول علی معلوم لان جہالة الساقط لا تفضی الی المنازعة والثانی عدم اشتراط صحة الدعوی لصحة الصلح لجہالة المدعی بہ حتی لو برہن لم تقبل الا بعد اقرار
ہ اور انتہی یعنی جواب مسئلہ مذکورہ سے دو امر حاصل ہوئے ایک صحیح ہونا صلح کا دعوی مجہول سے شیء معین پر اسواسطے کہ نادانی شیء ساقط کی منازعت کو نہیں پہنچاتی
دوسرے نہ مشروط ہونا صحت دعوی کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اس چیز کے جسکا دعوی کیا تا اینکہ اگر دعوی مجہول پر گواہ لاویگا تو مقبول نہونگے جبتک کہ دعوی کر
کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہے یعنی اگر اس اقرار پر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول ہوگی اور مقر سے زبردستی بیان کرایا جاویگا کذا فی الطحطاوی ورجع المدعی علیہ بحصتہ
فی دعوی کلہا ان استحق شیء منہا لفوات سلامة البدل اور سب گھر کے دعوی میں اگر کچھ اسمیں سے مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر اسکے حصے کے پھیر لیگا بسبب فوت ہونے
سلامت بدل صلح کے یعنی تمام گھر کا مدعی نے دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مال معین پر اس سے صلح کرلی پھر بعض گھر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے پھیرے کیونکہ بدل
صلح استحقاق کی جہت سے سلامت نرہا قید بالمجہول لانہ لو ادعی قدرا معلوما کربعہا لم یرجع مادام فی یدہ ذلک القدر وان بقی اقل رجع بحساب ما استحق منہ مصنف نے دعوی مجہول
کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعوی کریگا چنانچہ چوتھائی گھر کا دعوی تو بدل صلح کو نہ پھیریگا جبتک اسکے ہاتھ میں وہ قدر یعنی چوتھائی باقی ہے اور اگر اس مقدار
سے کمتر باقی رہے تو استحقاق کے حساب سے موافق مدعی سے پھیرے یعنی مثلاً مدعی نے ربع کا دعوی کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس ثمن باقی رہا تو بقدر حصہ ثمن
کے مدعی سے پھیرے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا صالح من الدنانیر علی دراہم وقبضہا فاستحقت بعد التفرق رجع بالدنانیر لان ہذا الصلح فی معنی الصرف فاذا استحق
البدل بطل الصلح فوجب الرجوع درر وفیہا فروع اخر فلتنظر اگر دنانیر سے صلح کی دراہم پر اور اسپر قبضہ کیا سو وہ دراہم مستحق غیر نکلے بعد تفرق ہونے کے تو دنانیر کو پھیرلے اسواسطے کہ یہ صلح بمنزلہ
صرف کے ہے پھر جب بدل صلح میں استحقاق ثابت ہوا تو صلح باطل ہوگئی تو اصل یعنی دنانیر کا پھیر لینا واجب ہوگیا کذا فی الدرر اور اسی کتاب میں اس طرح کی چند فروع اور ہیں انکو دیکھنا
چاہیے فی المنظومة المحبیة سمة منہا او منظومہ محبیہ میں چند مسائل ضروریہ ہیں از انجملہ چند مسائل کو شارح ذکر کرتا ہے اشعار ومستحق المبیع لہ علی بائعہ الرجوع بالثمن
الذی قد دفعا الا اذا البائع ہنا ادعی بانہ کان قدیما اشتری من ذا المشتری بلا امرا اگر مبیع کا مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو اسکے بائع سے اس ثمن کا پھیر لینا جو
دیا ہے جائز ہے مگر جبکہ بائع نے یہاں یہ دعوی کیا کہ میں نے اس مبیع کو زمانہ قدیم میں اسی مشتری سے خرید کیا تھا بلاشک یعنی اگر اس دعوی کو بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہیں بسبب
اتحاد ثمن اور اگر ثمن زیادہ ہے تو رجوع بقدر زیادت جائز ہے کذا فی الطحطاوی اشعار ومشتری خرابة وانفقا بہ شیئا علی تعمیرا وانفقا وذلک یسوی بعد ما اکملہا ثم استحق
رجل تاملہا فالمشتری فی ذلک لیس راجعا علی الذی عدا لذلک بائعا ولا علی ذا المستحق مطلقا بہذا الذی کان علیہا انفقا اگر ویران زمین خریدی اور کچھ اسکی مرمت میں
خرچ کیا اور اس مشتری نے بعد اسکے اسکی تعمیر کو برابر کرنا شروع کیا پھر ایک شخص اس تمام زمین کا مستحق نکلا تو مشتری اسمیں پھیر نہیں سکتا اسکے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقا پھیر سکتا ہے
اس مال کو جو اسکی درستی میں صرف کیا اسواسطے مستحق سے مطلقا رجوع جائز نہیں ثمن کا نہ صرف تعمیر کا اور بائع سے جیسے صرف تعمیر جائز نہیں لیکن رجوع ثمن جائز ہے کذا فی الطحطاوی اشعار

وان بیع مستحقا فمر انہ ثم قضی القاضی علی المشتری ﴿ بہ فصالح الذی ادعاہ ﴿ صلحا علی شیٔ لہ اداہ ﴿ یرجع فی ذٰلک بکل الثمن ﴿ علی الذی قد باعہ فاستبن ﴿ اور اگر ایک
مبیع مستحق غیر ظاہر ہوا پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا سو مشتری نے اسکے مدعی سے کچھ اسکے مال مودعی پر صلح کرلی تو مشتری کا اسمین تمام ثمن اسکے بائع سے
پھیر لینا ہے اسواسطے کہ گویا مشتری نے مبیع کو مستحق سے خریدا کیا کذا فی الطحطاوی وفی المنیۃ شری دارا وبنی فیہا فاستحقت رجع بالثمن وقیمۃ البناء مبنیا علی البائع اذا سلم
النقض الیہ یوم تسلیمہ وان لم یسلم فبالثمن لاغیر اور منیہ میں ہے کہ ایک گھر خریدا کیا اور اسمین عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت
کی قیمت جو اسکے تسلیم کے دن قیمت ٹھہرے پھیر لیگا بشرطیکہ منقوض یعنی لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضے مین کردے اور اگر قبضہ نکر وادیا ہو تو فقط ثمن پھیر لیگا نہ کچھ اور
کما لو استحقت بجمیع بنائہا لما تقرر ان الاستحقاق متی ورد علی ملک المشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمۃ البناء مثلا چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت کے ساتھ
تو رجوع ثابت نہین مگر ثمن کا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ استحقاق جبکہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنا کی مثلا پھیر لینے کا موجب نہین ہوتا در حفر مراد
التی البائع وعند اوضم من الدار شیئا ثم استحقت لم یرجع بشیٔ علی البائع لان الحکم یوجب الرجوع بالقیمۃ لا بالنفقۃ کما فی مسئلۃ البحر انتہی وکتب فی ہامشہ فما انفق المشتری
فیہا من نفقۃ او رم فیہا من مرمۃ فعلی البائع لفساد البیع اور اگر مشتری نے کنوان کھودا یا نجاسات کا چہ بچہ پاک کیا یا گھر مین کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا
تو اس تمام کا صرف اسکے بائع سے کچھ نہ پھیر لے اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہے نہ رجوع صرف کا چنانچہ ویران زمین کے مسئلہ مین مذکور
ہوچکا یہان تک کہ اگر بائع نے بیعنامے مین لکھ دیا کہ جو مشتری گھر مین صرف کریگا اور اسمین کچھ مرمت کریگا تو وہ بائع کے ذمہ ہے تو اس صورت مین بطور استحقاق بیع
فاسد ہوگی حکم فساد بیع کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط ملائم بیع نہین اور عقد اسکو مقتضی نہین ولو حفر بیرا وطواہا یرجع بقیمۃ الطی لا بقیمۃ الحفر فاذا شرطہا فسد اور اگر کنوان
کھودا اور اسکی من بنائی تو اسکی قیمت پھیر لے نہ کھودنے کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونون قیمت کی شرط کرینگے تو بیع فاسد ہوگی وکذا لو حفر ساقیۃ ان قنطر
علیہا رجع بقیمۃ بناء القنطرۃ لا بنفقۃ حفر الساقیۃ وبالجملۃ فانما یرجع اذا بنی فیہا او غرس بقیمتہ ما یمکن نقضہ وتسلیمہ الی البائع فلا یرجع بقیمۃ جص او طین و تمامہ
فی الفصل الخامس عشر من الفصولین اور اسی طرح اگر نہر کھودی تو اگر اسپر پل بنایا تو بنائے پل کی قیمت پھیر لے نہ نہر کھودنے کی خرچ کو اور خلاصہ یہ ہے کہ پھیر لینا
تو اسوقت ہے جب کہ اسمین کچھ عمارت بنادے یا درخت بودے اس چیز کی قیمت پھیرے جسکو توڑنا اور بائع کا اسپر قبضہ کرادینا ممکن ہو تو چونہ اور مٹی
کی قیمت نہ پھیرے اور پورا بیان اسکا فصولین کی پندرھوین فصل مین ہے وفیہ شری کرما فاستحق نصفہ لہ رد الباقی ان لم یتغیر فی یدہ ولم یاکل من ثمرہ اور فصولین
مین ہے کہ انگور کا باغ خریدکیا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہے اگر باغ اسکے پاس متغیر نہوا ہو اور اسنے اسکا پھل کھایا
ولو شری ارضین فاستحقت احدہما ان قبل القبض خیر المشتری وان بعدہ لزمہ غیر مستحق بحصتہ من الثمن بلا خیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کیے اور ایک قطعہ
مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہو تو مشتری مختار ہے چاہے دوسرے قطعہ کو لے چاہے پھیر دے اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہو تو اسکے قطعہ ثانیہ کی
کی بیع لازم ہوگی اسکی قیمت کے حصے کے موافق بلا اختیار ولو استحق العبد او البقرۃ لم یرجع بالنفقۃ ولو استحق ثیاب القن او برذعۃ الحمار لم یرجع بشیٔ وکل شیٔ یدخل فی البیع
تبعا لا حصۃ لہ من الثمن ولکن یخیر المشتری فیہ قنیہ اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اسپر جو خرچ کیا ہے اسکو نہ پھیرے اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی پیٹھ پیکی کملی
مستحق غیر نکلی تو کچھ نہ پھیرے اور جو چیز کہ بیع مین بالتبع داخل ہوتی ہے قیمت مین سے اسکا کچھ حصہ نہین ہوتا لیکن مشتری مختار ہے چاہے لے چاہے پھیر دے کذا فی القنیہ
ولو استحق من ید المشتری الاخیر کان قضاء علی جمیع الباعۃ وکل ان یرجع علی بائعہ بالثمن بلا اعادۃ بینۃ لکن لا یرجع قبل ان یرجع علیہ المشتری عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف
وان یرجع قال الاتری ان المشتری الثانی لو ابرا الاول من الثمن کان للاول الرجوع کما لو وجد العبد حرا فللکل الرجوع قبلہ ثمانیہ اور اگر مبیع مستحق نکلی پچھلے مشتری
کے ہاتھ سے تو یہ استحقاق کا حکم ہوگا جمیع بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہے کہ ثمن پھیر لے اپنے بائع سے بلا اعادۂ شہادت لیکن نہ پھیر لے قبل اسکے
کہ اسکا مشتری اس سے پھیر لے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف نے کہا کہ اسکو پھیر لینا قبل رجوع بھی درست ہے ابو یوسف نے کہا کہ کیا تو نہین دیکھتا کہ مشتری ثانی اگر

مشتری اول کو ثمن معاف کردے تو مشتری اول کو رجوع درست ہے چنانچہ اگر غلام آزاد پایا جاوے تو ہر ایک مشتری کو رجوع جائز ہے قبل اپنے پھیر دینے کے کذا فی
الخانیہ لکن فی الفصولین ما یخالفہ فتنبہ لیکن فصولین میں اس روایت کے خلاف ہے خبردار رہنا و اشتری عبدا فاعتقہ بمال اخذہ منہ ثم استحق العبد لم یرجع المولی
بالمال علی المعتق اور اگر غلام خرید کیا پھر اس سے مال لے کر آزاد کر دیا پھر غلام مستحق غیر نکلا تو شخص معتق مال نہ پھیرے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اسکو اسکا
بعینہ پورا مال مل گیا و اشتری دارا بعبد واخذت بالشفعة ثم استحق العبد بطلت الشفعة وبہ ظہر ان الشفیع ابطال البیع انتہی اور اگر ایک گھر
خرید کیا عوض غلام کے اور دوسرے گھر شفیع نے لے لیا بسبب شفعہ کے پھر غلام مذکور مستحق غیر نکلا تو شفعہ باطل ہو گیا اور یہ ظاہر ہے شفیع سے گھر لیگا بسبب باطل ہو جانے بیع

باب السلم

یہ باب ہے سلم کے احکام میں معلوم ہو کہ مصنف نے اس بیع کا ذکر شروع کیا جس میں قبض احد العوضین یا دونوں عوض کا شرط ہے اور سلم کو صرف پر مقدم کیا اسواسطے کہ سلم بمنزلہ
مفرد کے ہے اور صرف بجائے مرکب کے ہے کیونکہ صرف میں قبض عوضین کا شرط ہے اور سلم میں احد العوضین کا اور سلم جائز ہے قرآن اور حدیث سے ابن عباس
آیت مداینہ کو سلم پر محمول کیا ہے اور رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگوں میں بیع سلم کا رواج تھا ایک سال اور دو سال اور تین
سال کی مدت تک تو فرمایا کہ جو شخص سلم کرے کسی چیز میں وہ سلم کرے کیل معلوم اور وزن معلوم میں اجل معلوم تک اور سلم کے جواز پر اجماع منعقد ہے باعتبار حاجت اور
ضرورت کے کیونکہ فقیر اپنے نفقہ عیال کے واسطے بالفعل محتاج ہے اور غنی نفع آئندہ کے واسطے کذا فی الطحطاوی ہو لغة کالسلف وزنا ومعنی سلم لغت میں
سلف کے مانند ہے وزن اور معنی میں معلوم ہو کہ جب ثمن پہلے دیا تو عرب بولتے ہیں کہ سلفت فی کذا و اسلم و اسلف کذا فی النہر وشرعا بیع آجل وہو المسلم
فیہ بعاجل وہو راس المال اور اصطلاح شرع میں سلم عبارت ہے مدت والی چیز کی بیع سے بلا مدت مال کے ساتھ مدت والی چیز مسلم فیہ ہے اور بلا مدت راس المال ہے
یعنی مثلا پہلے روپے دینا اور ایک دو مہینے کی مدت پر گیہوں یا جو خرید کرنا اسکا نام سلم ہے ورکنہ رکن البیع حتی ینعقد بلفظ البیع فی الاصح اور سلم کا رکن وہی بیع کا
رکن ہے یعنی ایجاب اور قبول یہاں تک کہ سلم منعقد ہوتی ہے بیع کے لفظ سے قول اصح میں معلوم ہو اور قول غیر اصح میں سلم بلفظ بیع منعقد نہیں ہوتی لیکن انعقاد بیع
بلفظ سلم بالاتفاق روایات ہے سلم میں ایجاب اور قبول یہ ہے کہ ایک شخص کہے کہ سلمتک دراہم فی کذا اور دوسرا شخص کہے قبلت کذا فی الطحطاوی ویسمی صاحب
الدراہم رب السلم والمسلم بکسر اللام اور صاحب دراہم کو رب السلم اور مسلم بکسر لام کہتے ہیں ویسمی الآخر المسلم الیہ والحنطة مثلا المسلم فیہ والثمن راس المال اور دوسرے شخص کو مسلم الیہ
کہتے ہیں اور گیہوں کو مسلم فیہ بولتے ہیں اور ثمن کو راس المال وحکمہ ثبوت الملک للمسلم الیہ ولرب السلم فی الثمن والمسلم فیہ لف ونشر مرتب اور حکم سلم کا ثابت ہونا ملک کا ہے ثمن میں
مسلم الیہ کی ملک ثابت ہے اور مسلم فیہ میں رب السلم کی ترکیب میں لف ونشر مرتب ہے معلوم ہو رب السلم کی ملک مسلم فیہ میں باعتبار دین فی الذمہ ثابت ہے لیکن ملک فی العین بلا قبض ثابت
نہیں کذا فی النہر ویصح فیما امکن ضبط صفتہ کجودتہ وردائتہ اور صحیح ہے سلم اس چیز میں جسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہے چنانچہ اس چیز کا عمدہ ہونا اور ناقص ہونا ہم ضبط
صفتہا اور معرفت مقدار سو اسواسطے شرط صحت ہوئی کہ مسلم فیہ دین ہے تو اگر اسکی صفت اور مقدار ممکن الضبط نہ ہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازعہ ہوگی لہذا جائز نہیں ومعرفة
قدرہ کمکیل وموزون وخرج بقولہ مثمن الدراہم والدنانیر لانہا اثمان فلم یجز فیہا السلم خلافا لمالک اور صحیح ہے سلم اس چیز میں جسکی معرفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہو چنانچہ مکیل اور وہ
موزون جو مثمن ہو مثمن کی قید سے دراہم اور دنانیر نکل گئے اسواسطے کہ درہم اور دنانیر اگرچہ موزون ہیں لیکن ثمن ہیں مثمن نہیں تو انمیں سلم جائز نہیں یعنی دراہم اور دنانیر مسلم فیہ نہیں
ہوتے بخلاف امام مالک کے وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس وکمثری ومشمش وتین ولبن بکسر الباء واجر بلبن معین بین صفتہ ومکان ضربہ خلاصہ اور چنانچہ عددی متقارب المقدار
جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے اور امرود اور زردآلو اور انجیر اور کچی اینٹ اور پکی اینٹ معین قالب کی جسکی صفت اور پاتھنے کا مکان صریح ہو گیا ہو کذا فی الخلاصہ عددی متقارب سے مراد وہ
جسکی افراد قیمت میں متفاوت نہوں اور اسکا ضمان بالمثل ہوتا ہو بحر الرائق میں کہا کہ جوز سے جوز شامی اور جوز فرنگی مراد ہے بسبب عدم تفاوت کے نہ جوز ہندی وذرعی کثوب بین قدرہ
طولا وعرضا وصفتہ کقطن وکتان ومرکب منہما وصنعتہ کعمل الشام او مصر او زبید او بغداد ورقتہ او غلظہ ووزنہ ان بیع بہ فان الدیباج کلما ثقل وزنہ زادت قیمتہ والحریر کلما خف وزنہ زاد

قیمتہ فلا یصح بیانہ مع الذرع اور جیسا کہ ذرعی یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہے جیسے وہ کپڑا جسکی مقدار مصرح ہو گئی ہو باعتبار طول اور عرض کے اور صفت اسکی صریح ہو گئی ہو چنانچہ روئی کا
کپڑا یا کتان کا یا دونوں سے مرکب اور اسکی صنعت کا بیان ہو گیا ہو چنانچہ شام کا بُنا یا مصر کا یا زید کا بنایا یا عمرو کا اور یہ تصریح ہو گئی ہو کہ باریک ہو یا گاڑھا اور قول اسکی مشروح
ہو گئی ہو اگر وہ کپڑا وزن سے بکتا ہو اسواسطے کہ دیبا جتنا گران وزن ہوتا ہے قیمت اسکی زیادہ ہو جاتی ہے اور حریر جتنا کم ہلکا ہوتا ہے قیمت اسکی زائد ہوتی ہے تو ایسے کپڑے
میں وزن کا بھی بیان شرط ہے اگرچہ گز کے بیان کے ساتھ ہم امور مذکورہ کا بیان اسواسطے صحت سلم کے لیے شرط ہوا تا آخر کار نزاع نہ واقع ہو اور گفتگو کا مقام نہ باقی رہے لا تصح
فی عددی متفاوت ای تتفاوت مالیتہ کبطیخ وقرع ورمان فالسلم فیہ عددا باطل یعنی صحیح نہیں سلم عددی متفاوت میں عددی متفاوت وہ ہے جسکی مالیت میں تفاوت
یعنی باوجود اتحاد جنس کے جسکے افراد کی قیمت مختلف ہو چنانچہ خربوزہ اور کدو اور مولی اور انار تو ایسی چیزوں میں سلم جائز نہیں گن کر بلا ... یعنی بلا ذکر ضابطہ چنانچہ طول اور غلظ یا
نہ ذکر کیا ... تو سلم جائز نہیں کذا فی الفتح وما جاز عددا جاز کیلا ووزنا اور جسمیں سلم جائز ہو گن کر اسمیں کیل اور وزن سے بھی سلم درست ہے کذا فی النہر ہم اور جسمیں کیل
جائز ہو اسمیں وزن بھی جائز ہے اور جسمیں وزن جائز ہے بقول معتمد اور کچی اینٹ میں کیل یا وزن جائز ہے کذا فی الطحاوی عن البحر وصح فی سمک ملیح وزنا وفی الفتح دیاوہ
صحیح ہے سلم نمک لگی مچھلی کا تول سے ... شارح نے کہا ... اور جب کہ نام ... وہی ہو وہ فی طری حین یوجد وزنا وضربا ای نوعا فیہ لما اور صحیح ہے
سلم تازہ مچھلی میں اسوقت جبکہ وہ پائی جاتی ہو وزن سے اور اسکی قسم بیان کر کے بیان وزن اور قسم خشک اور تازہ دونوں کی قید ہے ہم طحطاوی نے کہا جواز سلم
اوقت وجود ظاہر تازہ مچھلی کی قید ہے اسواسطے کہ خشک مچھلی بازاروں میں ہر وقت ملتی ہے ہاں اگر کسی وقت بازار میں منقطع ہو تو سلم جائز نہیں فی مقام مچھلی کے کٹ جانے
چنانچہ ... اور چال اور ... وزن اور بیان قسم اسواسطے مشروط ہوا تا الیقین حاصل ہو جاوے ولا عددا للتفاوت جائز نہیں سلم مچھلی میں گن کر شمار کر کے بسبب تفاوت کے یعنی
مچھلی یکساں نہیں جو شمار کفایت کرے اور نزاع واقع نہ ہو اور صغار اجاز وزنا وکیلا اور اگر مچھلیاں چھوٹی ہوں تو اسمیں دونوں جائز ہیں یعنی بعد ذکر نوع کے
تا نزاع منقطع ہو وفی الکبار روایتان مچھلے اور بڑی مچھلیوں میں دو روایتیں ہیں کذا فی المجتبی ہم جواز اور عدم جواز امام سے وزن میں مروی ہے اور کیل تو بروایت واحدہ جائز نہیں اور
متون میں تو جواز ثابت ہے کذا فی الطحاوی ولا فی حیوان ما خلافا للشافعی سلم جائز نہیں کسی جاندار میں بخلاف امام شافعی کے ہم حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم اسمیں جائز نہیں
اسواسطے کہ حدیث میں نہی وارد ہے سلف فی الحیوان سے اور اسواسطے کہ باطن حیوان منضبط نہیں ہو سکتا اگرچہ ضبط ظاہر ممکن ہے کذا فی البحر واطرافہ کرؤس واکارع خلافا
لمالک جاز ونا فی روایۃ اور سلم جائز نہیں جانور کے اطراف میں چنانچہ اسکے کلہ پائوں میں بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت میں سلم جائز ہے تول کر والا فی حطب بالحزم
وکذا رطبۃ بالجرز الا اذا ضبط بالا ... الی النزاع وجاز وزنا فتح اور سلم جائز نہیں لکڑیوں میں گٹھے باندھ کر اور نہ رطبہ میں مٹھی باندھ کر مگر جبکہ اس طرح ضبط اور تعیین ہو جاوے کہ باعث
نزاع نہ ہو اور لکڑیوں اور رطبہ میں تول کر سلم جائز ہے کذا فی الفتح ہم تعیین قاطع نزاع کی یہ صورت ہے کہ جس رسّی سے گٹھا باندھا جاتا ہے اسکا طول مصرح ہو جاوے اسطرح کہ مقام گفتگو باقی
نہ رہے حزم بضم حا ... وفتح زا سے جمع ہے حزمہ کی یعنی گٹھا اور جرز بضم جیم وفتح را سے مہملہ جمع ہے جرزہ کی یعنی بقدر قبضہ کذا فی الطحاوی ولا جوہر وخرز اور سلم جائز نہیں جواہرات
اور پرونے کی چیزوں میں ہم خرز بالتحریک وہ چیز ہے جو تاگے میں پروئی جاوے مانند موتی وغیرہ کے ظاہر جواہرات اور موتیوں میں البتہ وزن کے بھی سلم جائز نہیں اسواسطے کہ
دو موتیوں میں تفاوت فاحش ہوتا ہے مالیت میں اگرچہ عدد اور وزن میں اتفاق ہو کذا فی الطحاوی الا صغارا لولو تباع وزنا لانہ انما یعلم بہ مگر چھوٹے موتی بیچے جاتے ہیں
تول کر اسواسطے کہ انکی قیمت تو تول ہی سے معلوم ہوتی ہے طحطاوی نے کسی سے نقل کیا کہ یہی حکم ہے صغار جواہر کا ولا منقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق
اور اسی باب سے ہے سلم جائز نہیں جو بازاروں میں نہیں ملتی عقد سلم کے وقت سے استحقاق کے وقت تک ہم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی چیز بازار میں نہ ہو اور گھروں میں ہو
تو اسکا اعتبار نہیں ولو انقطع فی اقلیم دون آخر لم یصح فی المنقطع اور اگر منقطع ہو ایک اقلیم میں نہ دوسری اقلیم میں تو سلم جائز نہیں منقطع میں یعنی اقلیم عدیم الوجود میں ہم منقطع کی
سلم جائز نہیں اسواسطے کہ اسکا لانا بدون مشقت عظیم کے متصور نہیں تو عجز عن التسلیم لازم آیا ولو انقطع بعد الاستحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجودہ والفسخ واخذ راس مالہ اور اگر مسلم فیہ
منقطع ہو گئی بعد استحقاق قبل ایفاء مسلم فیہ کے تو رب السلم کو اختیار ہے چاہے اسکے پائے جانے کا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور اپنا راس المال لے ... ہم ... ...

او فی ابین وصفہ وموضعہ لانہ موزون معلوم وبہ قالت الائمۃ الثلاثۃ وعلیہ الفتوی بحر وشرح مجمع اور گوشت میں سلم جائز نہیں امام کے نزدیک اگرچہ بے ہڈی کا گوشت ہو اور صاحبین نے
اسکو جائز کہا ہے جبکہ اسکا وصف بیان ہو گیا یعنی موٹا یا دبلا اور گوشت کا مکان صرح ہو یعنی دست کا گوشت یا ران یا پہلو کا اسواسطے کہ گوشت موزون اور معلوم چیز ہے اور یہی قول ہے
تینوں اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذافی البحر وشرح المجمع ھم القانی نے کہا صاحبین کے نزدیک گوشت میں سلم جائز ہے بشرطیکہ بیان جنس اور نوع اور صفت اور موضع اور مقدار
یعنے گائے کا گوشت یا بکری کا جانور کیسا ہے یا کم وبیش عمر ہو یا مادہ موٹا ہو یا دبلا پسلو کا گوشت ہو یا اور موضع کا دس سیر یا کم وبیش کذافی الطحطاوی لکن فی القہستانی انہ یصح فی المنزوع
بلاخلاف انما الخلاف فی غیر المنزوع فتنبہ لیکن قہستانی میں ہے کہ بے ہڈی کے گوشت میں سلم جائز ہے بلاخلاف امام اور صاحبین کے خلاف تو اس گوشت میں ہے جسکی ہڈی
جدا نہیں ہے خبردار ہو لکن صحح غیرہ بالروایتین فتنبہ لیکن قہستانی نے تصریح کی ہے دو روایتوں کی سو تامل کرو ہم یعنی امام سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں مطلقا سلم
جائز نہیں اور دوسری روایت میں تفصیل مذکور ہے طحطاوی نے کہا کہ استدراک کا حذف کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ جب فتوی صاحبین کے قول پر ہوا تو استدراک کی
کیا ضرورت ہے ولو حکم بجوازہ صح اتفاقا بزازیہ اور اگر قاضی جواز سلم لحم کا حکم کردے تو بالاتفاق صحیح ہے کذافی البزازیہ وفی العینی انہ قیمی عندہ مثلی عندہما اور عینی میں ہے کہ گوشت
امام کے نزدیک قیمتی ہے اور صاحبین کے نزدیک مثلی ولا بمکیال وذراع مجہول قید فیہما اور جائز نہیں سلم پیمانہ مجہول اور گز مجہول سے شارح نے کہا مجہول دونوں کی
قید ہے نہ فقط ذراع کی ہم حلبی نے کہا پیمانہ معین اور گز معین مراد ہے اسواسطے کہ وہ محتمل الہلاک ہے تو ایفا متعذر ہے مجہول کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پیمانہ یا گز معلوم المقدار ہوگا
تو سلم جائز ہے وجوز الثانی فی الماء قرب للتعامل فتح اور ابو یوسف نے سلم کو جائز رکھا ہے پانی میں مشکوں بھر کے بسبب رواج کے کذافی الفتح ھم یعنی سقے سے [illegible]
پانی کی خرید کرنا معین مشک سے جائز ہے ولا فی طعام قریۃ بعینہا وثمر نخلۃ معینۃ الا اذا کانت النسبۃ لثمرۃ او نخلۃ او قریۃ لبیان الصفۃ لا لتعیین الخارج کحنطۃ بخاری او
بساخ نافا المانع والمقتضی العرف فتح اور جائز نہیں سلم مخصوص گاؤں کے گیہوں اور معین کھجور کے درخت کے پھل میں مگر جبکہ نسبت پھل اور کھجور کے درخت اور گاؤں کی
بیان صفت کے واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے شی خارج کے جیسے مرغزاری یا شہری گیہوں کی نسبت ہمارے ملک میں بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے تو مانع اور مقتضی
سلم کا عرف ہی ہے ھم یعنی اگر اسکا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہے تو جائز ہے والا غیر جائز قریہ معینہ کے گیہوں یا درخت معین کے پھل میں
سلم اسواسطے ناجائز ہے کہ شاید کسی آفت سے گیہوں اس گاؤں میں یا پھل اس درخت میں نہ پیدا ہوں تو قدرت علی التسلیم باقی رہی ہے اور احتمال فسخ عقد کا ہے لہذا صحیح نہیں علاوہ برین
وہ چیز فی الحال معدوم بھی ہے قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہو گیا کیونکہ اقلیم کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے اور یہ احتمال کہ شاید اقلیم میں بھی گیہوں نہ پیدا ہوں احتمال ضعیف ہے
ولا فی حنطۃ حدیثۃ قبل حدوثہا لانہا منقطعۃ فی الحال وکونہا موجودۃ وقت العقد الی وقت المحل شرط فتح اور صحیح نہیں سلم نئے گیہوں میں قبل انکے پیدا ہونے کے
اسواسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا انکا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے کذافی الفتح ھم فتح القدیر میں ہے کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا عقد
کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے تو اگر عقد کے وقت منقطع ہو اور حلول کے وقت موجود ہو یا بالعکس اسکے یا دونوں وقتوں کے مابین منقطع ہو اور عقد اور حلول
کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہیں اور یہی قول ہے اوزاعی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہے وفی الجوہرۃ السلم فی حنطۃ جدیدۃ او فی
ذرۃ جدیدۃ لم یجز لانہ لا یدری یکون فی تلک السنۃ شیء ام لا قلت وعلیہ ما یکتب فی وثیقۃ السلم من قولہ جدید عامہ مفسد ای قبل وجود الجدید اما بعدہ فیصح کما لا یخفی اور جوہرہ
میں ہے عقد سلم کیا نئے گیہوں یا نئے چینے میں تو جائز نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ اس سال میں وہ پیدا ہوگا یا نہیں میں کہتا ہوں اور بموجب اسی روایت کے
وہ جو وثیقہ سلم میں یہ قول لکھا جاتا ہے کہ اس سال کے نئے گیہوں مفسد سلم ہے یعنی مفسد ہے قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ
مخفی نہیں وشرطہ ای شروط صحتہ التی تذکر فی العقد سبعۃ بیان جنس کبر او تمر وبیان نوع کسقی وبعلی وصفۃ کجید وردی وقدر ککذا کیلا لا بنحو
ولا بقیسط او شرط سلم کی یعنے صحت سلم کی وہ شرطیں جو عقد میں مذکور ہوتی ہیں سات ہیں ا بیان ہے مسلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہوں یا کھجور ۲ بیان نوع کا
چنانچہ آدمیوں کے سینچے یا بارش آسمانی کے سینچے ۳ بیان اسکی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ناقص خالص گیہوں یا گھی ۴ بیان مقدار مسلم فیہ کا کہ اتنے

ہوگی اگر کہا ہے جو سکتا ہے اور چھپا نہیں و اجل اقلہ فی السلم شہر یعنی میعاد مدت کا اور کمتر مدت سلم میں ایک مہینہ ہو لا یکا فتوی ہو اور اسمین خلاف ہوا در اصح وہ ہے جو محمد سے مروی ہے کہ اکیا مہینہ ہو کیونکہ ادنی عاجل ہو اور اقصے آجل ہو اور یا خود ہوسکتا ہے نہیں ہے یعنی قسم کھالے کہ دین کو جلد ادا کریگا اور اسنے قبل تمام ہونے مہینے کے ادا کر دیا تو حانث نہوگا تو معلوم ہوا کہ ما دون شہر حکم عاجل میں ہوا اور شہر و ما فوق اسکے آجل ہو علما نے کہا اسی پر فتوی ہو کذا فی فتح القدیر و فی الحاوی لا باس فی السلم فی نوع واحد علی ان یکون حلول البعض فی وقت و البعض فی وقت آخر اور حاوی میں ہو کہ سلم کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں نوع واحد میں اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایک وقت میں ہوا ور بعض کا دوسرے وقت میں و یبطل الاجل بموت المسلم الیہ لا بموت رب السلم فیؤخذ المسلم فیہ من ترکتہ حالا لبطلان الاجل بموت المدیون لا الدائن ان لزم اشتراط دوام وجودہ لدوام القدرۃ علی التسلیم بموتہ اور باطل ہو جاتی ہے مدت مسلم الیہ کی موت سے نہ رب السلم کی موت سے تو رب السلم مسلم فیہ کو مسلم الیہ سے لیگا بسبب باطل ہو جانے مدت کے مدیون کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور یہ واسطے لینے ترکہ سے مسلم فیہ کے لینے کے واسطے دوام وجود مسلم فیہ شرط ہوا ہے ہمیشہ دوام اسکی تسلیم پر قدرت کے باشد رہے مسلم الیہ کی موت سے یعنی تا مسلم الیہ کا وارث بعد اسکی موت کے تسلیم پر قادر ہو و بیان قدر راس المال ان تعلق العقد بمقدارہ فی کیل و موزون و عددی غیر متفاوت و اکتفیا بالاشارۃ کما فی مذروع و حیوان و مقدار راس المال کا بیان اگر عقد متعلق ہو راس المال کی مقدار سے چنانچہ کیلی و موزون اور عددی غیر متفاوت میں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے مذروع اور حیوان میں ہم صاحبین نے کہا کہ جب راس المال کی طرف اشارہ ہوا تو بیان اسکی مقدار کا ضرور نہیں چنانچہ اگر راس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہاں اشارہ بالاتفاق کافی ہے اسلئے کہ مذروع میں گزوں کا معلوم ہونا مشروط نہیں کیونکہ عقد اسکی مقدار سے متعلق نہیں ہوتا اسلئے کہ مسلم فیہ گزوں کے شمار پر منقسم نہیں ہوتا اسلئے کہ اگر وصف ہو اسکے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا تو اسکی جہالت سے جہالت مسلم فیہ لازم نہیں کذا فی الحاوی قلنا ربما لا یقدر علی تحصیل المسلم فیہ فیحتاج الی رد راس المال اہن کمال ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ گاہے مسلم الیہ قادر نہیں ہوتا مسلم فیہ کی تحصیل میں تو راس المال کے پھیر دینے کی حاجت ہوگی کذا صح ابن کمال یعنی اگر مقدار راس المال کو عیب پایا ہو تو اسکو پھیر دیتا ہے اور رب السلم مجلس رد میں اسکو بدل نہیں دیتا تو عقد سلم منفسخ ہوگا بقدر راس المال میں جو پھیر دیا گیا اور عقد باقی رہیگا غیر پھیرے ہوئے میں تو جہالت مسلم فیہ لازم آویگی باقی میں کذا ذکرہ ابن ملک تو واجب ہوا بیان راس المال کی مقدار کا و السابع بیان مکان الایفاء للمسلم فیہ فیما لہ حمل و مؤنۃ اور ایفاء مسلم فیہ کے مکان کا بیان ہو اس مسلم فیہ میں جس میں باربرداری اور کلفت ہو یعنی جس مسلم فیہ کی باربرداری میں کلفت اور مشقت ہو وہاں بیان مکان ایفاء شرط ہے مانند مشک اور روئی کے و مثلہ الثمن و الاجرۃ و القسمۃ اور مانند سلم کے ثمن اور اجرت اور قسمت ہو ہم ثمن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے عبد حاضر کو کیلی یا موزون سے ادھار خریدا یا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفاء شرط ہوا اور اجرت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے گھر یا جانور اجارہ لیا عوض کیلی یا موزون کے مدت مقرر کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفاء شرط ہے اور قسمت کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصہ سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زاید کے کیلی یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک بیان مکان ایفاء شرط ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی الحاوی و عینا مکان العقد و تتعین الثلاثۃ کبیع و قرض و اتلاف و غصب قلنا ہذہ واجبۃ التسلیم فی الحال بخلاف الاول اور صاحبین نے مکان عقد سلم کو معین کر دیا ہے واسطے ایفاء مسلم فیہ کے اور یہی مذہب ہے باقی تینوں اماموں کا چنانچہ بیع اور قرض اور اتلاف مال اور غصب میں واسطے تسلیم مبیع اور قرض اور بدل اتلاف و مغصوب کے مکان بیع اور قرض اور اتلاف اور غصب کا معین ہو ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ یہ تینوں یعنی بیع اور قرض وغیرہ واجب التسلیم ہیں فی الحال لہذا انہیں وہی مکان متعین ہوگیا بخلاف پہلی صورتوں کے یعنے مسلم فیہ اور ثمن اور اجرت اور قسمت شرط الایفاء فی مدینۃ فکل محلاتہا سواء فیہ اور فی الایفاء حتی لو اوفاہ فی محلۃ منہا برئ و لیس لہ ان یطالبہ فی محلۃ اخری بزازیۃ ایفاء مسلم فیہ کو شرط کیا ایک شہر میں تو سب محلے اسکے برابر ہیں ایفاء میں تو اگر وہ تسلیم کرے اس شہر کے کسی محلے میں بری الذمہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار نہیں ہے کہ اس سے مطالبہ کرے دوسرے محلہ میں کذا فی البزازیۃ و فیہا قبیل شرط حملہ الی منزلہ بعد الایفاء فی المکان المشروط لم یصح اجماعا لصفقتین الاجارۃ و التجارۃ اور بزازیہ میں قبل مسئلہ سابقہ کے ہے کہ رب السلم نے مسلم فیہ کا لادکر پہنچانا اپنے گھر تک بعد ایفاء مکان مشروط کے شرط کیا تو صحیح نہیں بسبب جمع ہو جانے دو عقد کے یعنے اجارہ

اور ستیارہ مثلاً ہم تو شرط محل لبعد الایفا سے ثابت ہوا اور ستیارہ تو خود عقد سلم سے ثابت ہے وما لا حمل لہ کمسک و کافور و صغار لؤلؤ کا تعین شرط و فیہ بیان مکان الایفاء اتفاقا و یوفیه
حیث شاء فی الاصح و صحح ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز میں اٹھانے کی کچھ حاجت نہیں جیسا کہ مشک اور کافور اور چھوٹے موتی تو اسمیں مکان ایفاء مسلم فیہ کا
بیان کرنا شرط نہیں بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور جہاں چاہے وہاں ادا کرے جہاں اسکا جی چاہے یہ قول اصح میں اور ابن کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہے اسلئے کہ حمل اور مؤنت اسمیں
میں نہیں جس میں اٹھا کر پہنچانے اور حمال کی مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ولو عین فیما ذکر مکانا تعین فالاصح فتح لانه یفید
سقوط خطر الطریق اور اگر مکان معین کر دیا اسمیں جو مذکور ہو چکا یعنی جسمیں بار برداری کی حاجت نہیں تو مکان مشروط متعین ہو جائیگا قول اصح میں کذا فی
الفتح اسواسطے کہ تعیین مکان سقوط خطر راہ کی مفید ہے وبقی من الشروط قبض راس المال ولو عینا قبل الافتراق بابدانهما وان ناما او سارا فرسخا او اکثر اور
باقی رہا شروط سے راس المال کا مقبوض ہونا بدن عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ راس المال عین ہو اور اگرچہ عاقدین سو گئے ہوں یا ایک فرسخ
یا زیادہ ساتھ چلے گئے ہوں ثم مصنف اور شارح نے بیان شروط میں تغییر اسلوب اسواسطے کیا کہ شروط اول ایسی ہیں جنکا ذکر کرنا شرط ہے اور انکا وجود بلا ذکر کافی ہے
ولو دخل لیخرج الدراہم ان تواری عن المسلم الیه بطل وان بحیث یراه لا اور اگر رب السلم مکان میں داخل ہوا تاکہ درہم نکال لاوے اگر مسلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو سلم
باطل ہو گیا اور اگر اس طرح پر داخل ہوا ہو کہ اسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہیں وصحت الکفالة والحوالة والارتهان براس مال اور ضمانت اور حوالہ اور گرو رکھنا
سلم کے راس المال کے واسطے صحیح ہے ثم تو اگر مسلم الیہ نے راس المال کو محتال علیہ یا ضامن یا رب السلم سے قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا بشرط اتحاد مجلس باعتبار عاقدین
مجلس کا ہونا محتال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور بصورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ باطل ہیں اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور محتال
علیہ کی طرف متوجہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وهو شرط بقائه علی الصحة لا شرط انعقاده فینعقد صحیحا ثم یبطل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال سلم کے
صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط ہے انعقاد سلم کی بصحت تو بصورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہوگا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہو جائیگا ولو ابی المسلم
الیه قبض راس المال اجبر علیه خلاصه اور اگر مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اسپر زبردستی کیجائیگی کذا فی الخلاصه وبقی من الشروط کون راس المال
منقودا وعدم الخیار وان لا یشمل البدلین احدی علتی الربوا وهو القدر المتفق او الجنس لان حرمة النساء تتحقق به اور باقی رہا شروط سلم سے ہونا راس المال کا
نقد اور خیار شرط کا نہونا اور نہ شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتوں سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے اسواسطے کہ حرمت تاخیر ثابت
ہو جاتی ہے ایک علت کے ہونے سے ہم قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہوں میں اور اسیطرح زعفران اور گھی میں صحیح ہوا اسواسطے کہ اگرچہ بدلین وزنی میں
متفق ہیں لیکن کیفیت وزن مختلف ہے کہ نقود کے باٹ علیحدہ ہیں اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا میں ہدایہ سے اسکا ذکر ہو چکا وعدها العینی تبعا للغایة
ستة عشر اور عینی نے باتباع غایة التحقیق کے سلم کی شرطیں سولہ شمار کی ہیں ہم ازان جملہ چھ شرطیں راس المال میں یعنی بیان جنس و نوع اور صفت اور مقدار راس المال
اور اسکا منقود او مقبوض ہونا اور دس شرطیں مسلم فیہ میں یعنی بیان جنس و نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفا اور مدت اور عدم انقطاع اور ایسا مال ہونا جو متعین ہو
تعیین سے اور منضبط ہونا صفت سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے کیلی اور موزونی اور مذروع اور معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا
جسمیں خیار شرط نہو اور ایک شرط متعلق بدلین ہے یعنی ربوا کی دو علتوں میں سے ایک علت کا نہونا کذا فی الطحطاوی عن المنح وزاد المصنف وغیره القدرة علی تحصیل المسلم
فیه اور اپنی شرح میں مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنی قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ہم قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہیں باوجود اشتراط عدم انقطاع
کے نہر الفائق میں کہا قدرت علی التحصیل یہ ہے کہ وہ چیز منقطع نہو ثم فرع علی الشرط الثامن بقوله فان اسلم مائتی درہم فی کر بر فتندیہ ستون قفیزا والقفیز ثمانیة
مکاکیک والمکوک صاع ونصف یعنی بر حال کون المائتین منقسمة مائة دینا علیه ای علی المسلم الیه و مائة نقد الی رب السلم وافترقا علی ذلک فالسلم
فی حصة الدین باطل لانه دین بدین وصح فی حصة النقد ولا یشیع الفساد لانه طاری حتی لو نقد الدین فی مجلس صح فی الکل مصنف نے شرط ثامن یعنی قبض راس المال پر

اپنے اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درہم کا ایک کر گیہون مین حالانکہ دو سو بایں طریق مقسوم ہین کہ ایک سو درہم مسلم الیہ پر دین ہین اور ایک سو
نقد جسکو رب السلم نے فی الحال دیا اور دونون عاقد اسی حال پر جدا ہوگئے تو دین کے حصے مین سلم باطل ہو کیونکہ مبادلہ ہو دین کا دین سے اور یہ جائز نہین
اور سلم صحیح ہو نقد کے حصے مین اور یہ فساد تمام عقد مین شائع نہوا کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل مین صحیح واقع ہوا بعد اسکے بقدر دین باطل ہوگیا تا اینکہ
اگر مجلس عقد مین دین کو ادا کریگا تو کل دو سو درہم مین سلم صحیح ہوگا شارح نے کہا کر بضم کاف و تشدید راے مہملہ عبارت ہو ساٹھ قفیز سے اور قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہو
اور ہر مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہو ھ اور صاع آٹھ رطل بغدادی ہو اور ہر رطل ایک سو تیس درہم کا ہو کا واحد بہاؤنا ہیر و علی غیر العاقد فسد فی الکل اور اگر دو سو مین ایک سو دینار
ہون اور ایک سو درہم غیر عاقد پر دین ہون تو سب دونون سو مین سلم فاسد ہو ولا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی راس المال ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ
بنحو بیع و شرکۃ و مرابحۃ وتولیۃ ولو ممن علیہ حتی لو وہبہ منہ کان اقالۃ اذا قبل اور جائز نہین مسلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال مین اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ مین
اسکے قبضہ کرنے سے پہلے مانند بیع اور شرکت اور مرابحہ اور تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ اسی شخص سے کیے ہون جسپر راس المال یا مسلم فیہ ہو یہان تک کہ اگر رب السلم مسلم فیہ
مسلم الیہ کو ہبہ کرے تو یہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ ہبہ قبول کرے ھ راس المال مین اسواسطے تصرفات جائز نہین کہ وہ مستحق القبض ہو مجلس عقد مین اور تصرف کرنا اسمین
قبل قبض کے قبض کو فوت کرتا ہو اور مسلم فیہ مین اسواسطے تصرف درست نہین کہ وہ مبیع ہو اور مبیع منقول ہو قبل قبض کے تصرف جائز نہین شرکت کی یہ صورت ہو کہ رب السلم دوسرے
شخص سے کہے کہ تو مجکو نصف راس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیرا ہو اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہو کہ غیر شخص سے کہے کہ راس المال پر کچھ نفع زیادہ دے یا اسکے برابر دے تا
مسلم فیہ بالخصوص تیرا ہو و فی الصغری اقالۃ بعض السلم جائزۃ اور فتاوی صغری مین ہو کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہو یعنی بعض سلم مین اقالہ کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہو بشرطیکہ
باقی معلوم ہو جیسا نصف وغیرہ خواہ بعد حلول اجل ہو یا قبل اسکے کذا فی العمادی ولا یجوز لرب السلم شراء شیء من المسلم الیہ براس المال بعد الاقالۃ
فی عقد السلم الصحیح فلو کان فاسدا جاز الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہین رب السلم کو خرید کرنا مسلم الیہ سے کوئی شے عوض راس المال کے بعد اقالہ کے صحیح سلم کے عقد مین اور اگر
سلم فاسد ہو تو استبدال راس المال سے جائز ہو جیسے باقی دیون مین جائز ہو قبل قبضہ بحکم الاقالۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تاخذ الا سلمک او راس مالک ای
الا سلمک حال قیام العقد او راس مالک حال انفساخہ فامتنع الاستبدال خرید کرنا جائز نہین قبل قبضہ کرنے راس المال کے بحکم اقالہ سلم بدلیل قول
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ نہ لے تو مگر اپنا سلم یا اپنا راس المال یعنی اپنا مسلم فیہ لے درصورت قیام عقد سلم یا اپنا راس المال لے درحالت انفساخ عقد
تو بدلنا ممتنع ہوگیا ھ یہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت کی ہو اور اہل حدیث کو اسمین گفتگو ہو لیکن یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی مین باین لفظ
ابو سعید خدری سے مروی ہو (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اسلم فی شیء فلا یصرفہ فی غیرہ) یعنے جو ایک چیز مین سلم کرے وہ اسکو اسکے غیر مین نہ پھیرے اور یہ مقتضی ہو
اسکو کہ سوائے مسلم فیہ کے اسکے غیر کو نہ لے کذا فی الفتح بخلاف بدل الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن یشترط قبضہ فی مجلس الاقالۃ لجواز التصرف فیہ بخلاف السلم عماد ثانی بخلاف بدل صرف
کے کیونکہ اسمین استبدال جائز ہو لیکن شرط ہو مقبوض ہونا بدل صرف کے اقالہ کی مجلس مین بسبب جائز ہونے اسکے تصرف کے بدل صرف مین بخلاف سلم کے یعنی راس المال مین تصرف جائز نہین
ھ یعنی اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہو کہ بدل صرف پر قبضہ کر لیا ہو اقالہ کی مجلس مین اسواسطے کہ صرف مین تعیین حاصل نہین ہوتی بدون قبض کے
کیونکہ اسکا استبدال جائز ہو تو اسمین قبض فی المجلس تعیین کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اسکے اقالہ مین استبدال جائز نہین تو اسمین تعیین بالقبض کی حاجت نہین
فلذا اسمین نفس قبض واجب ہوا بلا رعایت مجلس اقالہ کذا فی العمادی ولو اشتری المسلم الیہ کرا وامر المشتری رب السلم بقبضہ قضاء لم یصح للزوم الکیل
مرتین لم یوجد اور جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر گیہون مین اگر اسنے ایک کر گیہون مثلا خریدے اور خریدار مذکور نے رب السلم کو امر کیا اسکے قبضہ کر لینے کا اپنے ادا
سے دین ادا کرنے کے واسطے تو صحیح نہین بسبب لازم ہونے کیل کے دوبارہ حالانکہ وہ یہان پایا نہین گیا ھ یہان ناپنا دوبارہ اسواسطے واجب ہوا کہ دو عقد واقع
ہوئے ایک عقد مسلم الیہ اور اسکے بائع مین اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب السلم مین اور دونون عقد بشرط کیل ہین سو یہان [illegible] لہذا صحیح نہین اور [illegible]

حدیث ہے جسمین بیع طعام سے نہی وارد ہے تاوقتیکہ اسمین دو صاع جاری نہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور یہی مثل حدیث وہ ہے جبکہ دو عقد مجتمع ہوں اور ایک
عقد مین تو ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہے اور فقد کیل کی اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے موزون اور معدود کا کذا فی الطحطاوی وصح لو کان الکر قرضا والامر بقبضه لانه اعارة
لا استبدال اور اگر ایک کر قرض ہو اور اپنے مقروض کو وہ قبض کا امر کرے تو صحیح ہے اسواسطے کہ قرض عاریت دینا ہے نہ بدلنا ہم صورت قرض یہ ہے کہ زید نے خالد سے ایک کر گیہون قرض لیے
پھر زید نے ایک کر گیہون خرید کیے اور خالد کو اسپر قبضہ کرنے کا امر کیا اور اسے قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ زید رب السلم تھا پھر جب مدت اسکی آئی
تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کر گیہون قرض لیے اور رب السلم کو امر کیا اسپر قبضہ کرنے کا قرض سے تو جائز ہے کذا فی البحر کما صح لو امر المسلم الیہ رب السلم بقبضه
منه ثم لنفسه ففعل فاکتاله مرتین لزوال المانع چنانچہ قبض صحیح ہے اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اسکے بائع سے اپنی ذات کے واسطے
بعد اسکے امر کیا رب السلم کے واسطے قبض کرنے کا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اسکو دوبار پیمانہ کیا یعنی ایکبار مسلم الیہ کے قبض کے واسطے اور دوسری بار رب السلم کے واسطے
تو قبض صحیح ہے بسبب رہ جانے مانع کے یعنی مانع قبض عدم کیل مرتین تھا سو یہان دوبار پیمانہ کرنے سے زائل ہوگیا امره ای امر المسلم الیہ رب السلم ان یکیل المسلم فیه
فی ظرفه فکاله فی ظرفه ای فی وعاء رب السلم لغیبته اما بحضرته فیصیر قابضا بالتخلیة وامر المشتری البائع بذلک فکاله فی ظرفه ظرف البائع لم یکن قابضا
لحقه بخلاف کیله فی ظرف المشتری بامره فانه قبض لان حقه فی العین والاول فی الذمة رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مسلم فیہ کو ناپ کے میرے ظرف میں سونپ
ناپ دیا اسکے ظرف میں یعنی رب السلم کے برتن میں رب السلم کی غیبت میں اور اگر رب السلم کے سامنے ناپا تو وہ قابض ہوجائیگا بسبب تخلیہ کے یا مشتری نے بائع سے کہا
اسی طرح کے ناپنے کو سو اسنے ناپ دیا بائع کے ظرف میں تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہوگا بخلاف ناپنے بائع کے مشتری کے ظرف میں مشتری کے امر سے کہ
تو قبض ہے اسواسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر میں ہے اور اول یعنی رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ یہان سلم اور خرید میں فرق ہے کہ دونون صورتونمین مشتری
قابض ٹھہریگا اسواسطے کہ مشتری کا حق شی موجود میں ہے تو وہ مالک ہوگیا بمجرد عقد کے تو بائع اسکا وکیل ہوگیا اسکا ظرف مین بخلاف سلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا حق
ثابت فی الذمہ ہے سو اسکا مالک نہین ہوسکتا بدون قبض کے پھر جب قبض صحیح نہ ٹھہرا تو مسلم الیہ متبرع ٹھہرا ہوگیا اپنی مملوک چیز کے رکھنے کے واسطے کیل العین
للمشتری ثم کیل الدین المسلم فیه وجعلهما فی ظرف المشتری قبض بامره لتبعیة الدین للعین پیمانہ کرنا خریدے عین کا پھر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونون کا
بھر دینا مشتری کے ظرف میں قبض ہے بامر مشتری بسبب تابع ہونے دین کے عین کو ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہون سے ایک کر میں پھر جب سلم کی
مدت آئی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے معین گیہون بقدر ایک کر کے خرید کیے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونون قسم کے گیہون یعنی دین اور عین اسمین بھر دو تو اگر اسنے
پہلے عین گیہون کا پیمانہ کیا ظرف مین تو عین کا قابض ہوا کیونکہ عین امر کرنا صحیح ہے اور دین مسلم فیہ کا بھی قابض ہوا باتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا
تو عین اور دین کسیکا قابض نہوگا دین کا تو اسواسطے قابض نہوا کہ اسمین امر کرنا صحیح نہین ہے اور عین کا اسواسطے قابض نہ ٹھہرا کہ ملک کا خلط ہوگیا قبل تسلیم کے اور خلط
امام کے نزدیک استہلاک ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وعکسه وهو کیل الدین اولا لا یکون قبضا خیره بین نقض البیع وشرکته اور اسکے بالعکس یعنی پہلے دین کا پیمانہ کرنا
نہوگا قبض اور صاحبین نے مشتری کو مختار کیا ہے نقض بیع اور شرکت مین ہم چونکہ خلط صاحبین کے نزدیک استہلاک نہین لہذا مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے
اسنے مال میں بائع کا شریک ہوجاوے واسلم امة فی کر وقبضت فتقایلا السلم فماتت قبل قبضها بحکم الاقالة بقی عقد الاقالة او ماتت فتقایلا صح لبقاء المعقود
علیه وهو المسلم فیه وعلیه قیمتها یوم القبض فیهما ای المسئلتین لانه سبب الضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کر گیہون مین اور لونڈی پر قبضہ ہوگیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ
نے سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مرگئی قبل اسکے کہ بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لونڈی پہلے مرگئی اسکے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے
معقود علیہ یعنے مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہے دونون صورتون میں وہ قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تھی اسواسطے کہ قبض ہی تو سبب
ہے ضمان کا لہذا یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوگی ہم صورت ثانیہ مین اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر موقوف ہے اور بقاء عقد مبیع کی بقا پر ہوتا ہے اسلیکہ وہ

مقدر فرض ہوا اور یہ اسمین کچھ شک نہین کہ مبیع یعنی مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمہ باقی ہی تو ہلاک ا ور عدم ہلاک لونڈی کا مسلم فیہ کو معدوم نہین کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد مشتری پر
لہذا اسکی قیمت واجب ہوگی کذا فی النہر کالحکم فی **المقایضۃ** اور یہ سلم کے مانند حکم ہی مقایضہ مین حکم یعنی اقالہ صحیح ہی خواہ دونون عوض باقی ہون یا ایک ہلاک
ہوگیا ہو اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین ہر عوض مبیع ہی من وجہ اور ثمن ہی من وجہ تو باقی مبیع قرار دیا جائیگا اور ہالک ثمن ٹھہریگا **بخلاف الشراء بالثمن**
فیہا لان الاقالۃ ہل فی البیع بخلاف خرید کرنے کے ثمن سے دونون صورتون مین اسواسطے کہ لونڈی اصل ہی بیع مین حکم یعنی اگر لونڈی کو مثلاً ہزار درم سے خرید کیا
پھر لونڈی مرگئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہوگیا یا اقالہ ہوا اسکی موت کے بعد تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس صورت مین لونڈی اصل ہی بیع مین کیونکہ وہ مبیع ہی
ہلاک ہوئی قبل القبض بطل الاقالہ ہی بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہان لونڈی راس المال تھی مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم قبل ہلاک الجاریۃ وبعدہ بخلاف البیع
اور خلاصہ یہ ہی کہ اقالہ جائز ہی سلم مین قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونے کے بخلاف بیع کے کہ اسمین اقالہ جائز نہین دونون طرح کے ہلاک مین تقابلا
البیع فی عبد فابق بعد الاقالۃ من ید المشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالۃ والبیع بحالہ قنیہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک
غلام مین پھر غلام بھاگ گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سو اگر مشتری قادر نہو اسکی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہی اور بیع بحال ہی وقائم ہی کذا فی القنیہ **والقول**
لمدعی الرداءۃ والتاجیل لا لنافی الوصف وہو الرداءۃ والاجل او معتبر قول القصان اور تاجیل کے مدعی کا ہی نہ وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا حکم یعنے
اگر ایک شخص کہے کہ مین نے ردی یعنی ناقص شرط کیا ہی اور دوسرا کہے کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا تو مدعی کا قول معتبر ہی نہ نافی کا اور اسیطرح مدعی اجل کا معتبر ہوگا نہ نافی کا اور
رداءت یعنی نقصان بیان ہو چکا مثال کے ہی تو اگر ایک شخص مدعی ہوگا جودت کا اور دوسرا نافی ہوگا تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا تاجیل عبارت ہی تقدیر اجل سے لیکن یہان
تاجیل سے اجل مراد ہی اور اجل عبارت ہی غایت وقت سے کذا فی النہر والطحطاوی والاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق وان خرج خصومۃ ووقع الاتفاق
علی عقد واحد فالقول لمدعی الصحۃ عندہ وعندہما للمنکر اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جسنے اپنا کلام بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے اسکے ساتھی کا قول معتبر ہی
باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اسنے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہوگیا ایک ہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہی صاحبین کے
نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہی اور تعنت لغت مین اس سے عبارت ہی کہ انسان وہان گرے جہان سے نکل نہ سکے لیکن یہان تعنت سے مراد یہ ہی
کہ اسکا منکر ہو جو اسکے حق مین نافع ہی تعنت کی صورت یہ ہی کہ رب السلم کہے کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا تو یہان مسلم الیہ کا قول شرط اردی ہی معتبر ہوگا اور چونکہ مسلم فیہ
راس المال پر عادت مین زائد ہوتا ہی تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسیطرح مسلم الیہ کا یون کہنا کہ مدت نہ تھی اور رب السلم مدت کا قائل ہی تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اسواسطے
کہ مسلم الیہ متعنت ہی اپنے حق کے انکار مین یعنی مدت مین اور خصومت کا کلام وہ ہی کہ اپنے مضر چیز کا منکر ہو جیسا چہ رب السلم کا یون کہنا کہ مین نے ردی شرط کیا تھا اور
مسلم الیہ نے کہا کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا اور جیسا کہ رب السلم نے کہا کہ اجل نہ تھی اور مسلم الیہ نے کہا بلکہ اجل شرط تھی تو پہلی صورت مین رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہی
کیونکہ وہ مدعی ہی صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہی اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتبر ہی کیونکہ وہ منکر ہی اگرچہ صحت کا منکر ہی اور دوسری صورت مین امام کے نزدیک مسلم الیہ کا
قول معتبر ہی کہ مدعی صحت ہی اگرچہ دوسرا منکر ہی اور صاحبین کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہی اگرچہ منکر صحت ہی جیسا کہ محرر نے کہا خلاصہ یہ ہی کہ امام کے نزدیک دونون صورتون مین یعنی
تعنت اور خصومت مین مدعی صحت کا قول معتبر ہی اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول اسی اعتبار سے ہی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شارح کو یون کہنا مناسب تھا فالقول لمدعی الصحۃ
عندہ وعندہما للمنکر کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے امام کا قول صاحبین کی طرف نسبت کیا اور صاحبین کا امام کی طرف نہ اتفاق مین بھی امام اور صاحبین کا مذہب یہی کہ
صحیح ہی طحطاوی نے کہا عقد واحد پر اتفاق ہونا جیسا کہ اس مقام مین ہی اسواسطے کہ سلم عقد واحد ہی کیونکہ سلم بلا مدت کے بھی سلم فاسد ہی دوسرا عقد نہین بخلاف مضاربت
کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو اجارہ ثابت ہوگا اور صورت صحت شرکت متحقق ہوگی **وان اختلفا فی مقدارہ فالقول للطالب مع یمینہ لانکارہ الزیادۃ** اور اگر عاقدین نے
اختلاف کیا مدت کی مقدار مین تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی کیونکہ وہ زیادت کا منکر ہی مطالبہ اور رب السلم ہو خواہ مسلم الیہ ہو کا ظاہر ہو خواہ مسلم الیہ ہو

قضی ببینة المطلوب ای المسلم الیہ لاثباتہا الزیادة اور دونوں میں سے جو گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے اور اگر دونوں گواہ لادینگے تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے گواہوں پر حکم
حکم ہوگا کیونکہ اسکے گواہ ثابت کرنے زیادت کے ہیں یعنی زیادتی اجل کے وان اختلفا فی مضیہ فالقول للمطلوب ای المسلم الیہ بیمینہ الا ان یبرہن الآخر وان برہنا فبینة المطلوب
اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے میں تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا مگر جبکہ دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مطلوب کے
گواہ مقبول ہونگے وتمامہ فی السلم تحالفا انما اتفقا فسخ اور اگر دونوں عاقدوں نے سلم میں اختلاف کریں یعنی ایک شخص عقد سلم کا مقر ہو اور دوسرا منکر تو دونوں قسم کھاویں بطریق استحسان
کے کذا فی الفتح والاستصناع ہو طلب عمل الصنعة اور استصناع عبارت ہے طلب عمل صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا اصطلاح یہ لغوی معنی ہیں اور شرع میں استصناع یہ ہے کہ صانع
یعنے کاریگر جیسا کہ موزہ گر یا کفش گر یا ٹھٹھیرے سے کہے کہ مجکو اتنا لنبا جوڑا موزہ یا کفش بنا دے یا ایسی دیگچی جسمیں اتنا سماوے اور وزن اسکا اتنا اور شکل ایسی ہو اتنی
قیمت کو بنا دے خواہ قیمت دے یا نہ دے اور صانع اسکو قبول کرے کذا فی البحر فان اجل کان علی سبیل الاستمہال لا الاستعجال فانہ لا یصیر سلما فیعتبر شرائطہ استصناع سلم ہو
اگر اسمیں مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہو نہ بطریق استعجال کے اسواسطے کہ بطریق استعجال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع سلم نہیں ہو جاتا ہے جب استصناع موجل
سلم ہوگا تو شرائط سلم کی معتبر ہونگی یعنی قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیر ذلک ثم اگر استصناع میں سلم کی مانند مدت ہو چنانچہ ایک مہینہ یا زیادہ تو وہ امام کے
نزدیک سلم ہو بلا تفصیل اور اگر مدت سلم کے لائق نہیں تو وہ استصناع ہے اگر اسمیں تعامل خلق جاری ہو اور اگر تعامل نہیں تو وہ استصناع فاسد ہے اگر مدت علی سبیل الاستمہال
مذکور ہے اور اگر مدت علی وجہ الاستعجال مذکور ہو اس طرح پر کہ اسنے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسوں تو یہ استصناع صحیح ہوگا کیونکہ یہ مدت فراغ کے
واسطے ہے نہ تاخیر مطالبہ کے واسطے شرح نقایہ وغیرہ میں ایسا کچھ مذکور ہے اور مصنف کا کلام اس شق میں موضوع ہے جو سلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شارح کا کلام اپنے
محل پر نہیں کذا فی الطحطاوی دریافت کرنا چاہیے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہیں اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا اسواسطے کہ وہ اجارہ نہیں ہو سکتا کیونکہ استیجار اس
عمل پر ہوا جسکی مالک عین ہو جائز نہیں چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اٹھا لیچل اس مکان سے وہاں تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا رنگین کر اتنی مزدوری پر
تو صحیح نہیں اور نہ استصناع بیع ہو سکتا ہے کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہیں لیکن علمائے حنفیہ نے اسکو بطریق استحسان کے جائز رکھا ہے بسبب تعامل اور رواج کے جو اجماع ہو جاتا ہے
کی طرف زمانہ رسالت سے اب تک بلا انکار اور اس طرح کا تعامل اس حدیث میں مندرج ہے کہ لا تجتمع امتی علی الضلالة یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی لہذا تعامل ناس پر استصناع مقصور ہوا اور جسمیں تعامل نہیں اسمیں عدم جواز ہے بنظر قیاس مذکور کے چنانچہ جولاہے سے
بنوانا اسکے سوت سے یا قمیص سلوانا درزی سے مع اسکے سوت سے کذا فی الفتح القدیر جری فیہ تعامل ام لا وقالا الاول استصناع استصناع موجل یا الی معلوم سلم ہو خواہ
اسمیں تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہو اور صاحبین نے کہا کہ اول یعنی جسمیں تعامل جاری ہے وہ استصناع ہے نہ سلم وبدونہ ای الاجل فیما فیہ تعامل الناس کخف وقمقمة وطست بمہملة
وذکرہ فی المغرب بالشین المعجمة وقال الطسوت صح الاستصناع اور بدون مدت کے جسمیں معمول لوگوں کا جاری ہے چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس میں استصناع صحیح ہے شارح نے
طست کو سین مہملہ ہے اور مغرب میں اسکو شین معجمہ کر دیا ہے اور کہا ہے اسکو طسوت بھی بولتے ہیں طست لغت طے ہیں طس میں سین مشدد تھا ایک سین کو تاء مثناة فوقانیہ
بدل ڈالا اور طسوت صحیح ہے طست کی اگر شارح یوں کہتا وقال فی جمعہ طسوت تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی بیعا لا عدة علی الصحیح ثم فرع علیہ بقولہ استصناع صحیح ہے بطریق بیع
نہ بطریق وعدہ بقول صحیح پھر مصنف نے اسکے بیع ہونے پر تفریع کی دینے اپنے اس قول سے فیجبر الصانع علی عملہ ولا یرجع الآمر عنہ ولو کان عدة لما لزم تو کاریگر پر زبردستی
کیجاویگی اسکے بنانے پر اور بنوانے والا اس سے پھر نہیں سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر جبر اور آمر پر عدم رجوع لازم نہ ہوتا والمبیع ہو العین
لا عملہ خلافا للبرذعی اور استصناع میں بیع خود وہ شے مصنوع ہے نہ عمل اسکا بر خلاف ابو سعید بردعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیرہ او بمصنوعہ قبل العقد فاخذہ
صح ولو کان المبیع عملہ لما صح تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جسکو قبل عقد کے بنایا تھا سو آمر نے اسکو لیا تو صحیح ہے اور اگر کاریگر کا عمل بیع ہوتا تو اسکا
لینا صحیح نہ ہوتا ولا یتعین المبیع لہ ای للآمر بلا رضاہ فصح بیع الصانع لمصنوعہ قبل رؤیة آمرہ ولو تعین لہ لما صح بیعہ اور بیع متعین نہیں ہو جاتی آمر کے واسطے بدون اسکی

رہنا منظور کرے تو صحیح ہے جیسا کہ الناکا رنگ کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اسکے آمر کے اور اگر بیچا اسکے واسطے متعین ہوتی تو اسکا بیچنا درست نہوتا ولہ ای وللآمر اخذہ وترکہ بخیار الرؤیۃ ومفادہ انہ لا خیار للصانع بورویۃ المصنوع لہ وہو الاصح نہر اور اسکو یعنی آمر کو اسکے لینے نہ لینے میں اختیار ہے بسبب خیار الرویۃ کے اور مفاد اس کلام کا یہ ہے کہ صانع کو اختیار نہیں بعد دیکھنے اس شخص کے جسکے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول اصح ہے کذا فی النہر ولم یصح فیما لا تعامل فیہ کالثوب الا باجل کما مر اور استصناع صحیح نہیں اسمیں جسکے بنوانے کا لوگوں میں رواج نہیں جیسا کہ کپڑے میں مگر بمدت مقرر جیسا کہ باب السلم میں مذکور ہو چکا یعنی جسمیں تعامل نہیں ہے فرائش میں صحیح نہیں بلا ذکر مدت پھر جب مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم ٹھہری تو اسپر رعایت جمیع شروط سلم کی لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ہم بالفعل ہندوستان میں طبع کتب بکثرت رائج ہے اور اکثر سوداگر اور اہل مقدور کتابیں چھپواتے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ استصناع صحیح ہے خواہ کل قیمت پیشگی دیجاوے یا بعض یا کچھ نہ دیجاوے مگر فرائش میں یہ ذکر ضرور ہے کہ ایسا کاغذ ہو اور اوراق کا عرض وطول اتنا ہو اور خط ایسا ہو اور تعیین اعداد نسخ اور تعیین مقدار منقول عنہ وغیر ذلک اور جب فرائش کو بعد رویت کے اخذ و ترک میں اور چھپانے والے کو قبل رویت صاحب فرائش کے بیع کتب میں اختیار ہے اور اگر شرائط سلم اسمیں مرعی ہوں تو اسمیں عقد سلم منعقد ہوگا و اضفیرتہ الی اجل فان لم یصلح فسد ان ذکر الاجل علی وجہ الاستمہال وان للاستعجال کعلی ان تفرغہ غدا کان صحیحا اور اگر مدت سلم کی لائق نہو یعنی مہینہ سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہوگا اگر مدت علی وجہ الاستمہال تاخیر المطالبہ مذکور ہو اور اگر استعجال کے واسطے مدت مذکور ہو جیسا کہ آمر کا صانع سے یوں شرط کرنا کہ کل تک فراغت ہو تو یہ استصناع صحیح ہوگا طحطاوی نے کہا یہ توجیہ ہوگی نہ وعدہ الی آخر ما تقدم کیونکہ یہ مدت بمنزلہ مہلت حال کے ہے فرع مسئلہ متفرقہ شارح کا اسلم فی الدبس لا یجوز لانہ کا اجارۃ جواہر الفتاوی وجعل الدبس اجرۃ لا یجوز لانہ لیس بمثلی لان النار عملت فیہ وکذا لا یجوز السلم فیہ فلا یجب فی الذمۃ حتی لو کان عینا جاز عقد سلم دوشاب یعنی شیرہ میں جائز نہیں اسواسطے کہ جواہر الفتاوی کی کتاب الاجارہ میں مذکور ہے کہ اگر دوشاب مذکور کو اجرت قرار دے تو جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مثلی نہیں کیونکہ آگ نے اسمیں اپنا عمل کیا ہے اور اسی واسطے سلم اسمیں جائز نہیں تو واجب فی الذمہ نہوگا تا اینکہ اگر عین ہوئی یعنی مبیع حاضر ہو تو جائز ہے کیونکہ بعد معائنہ اسمیں دھوکا نہیں ہم کہتے ہیں بالکسر ولیکن میں عبارت ہر نسل مترجم سلم اسمیں اسواسطے جائز نہیں کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہے کاہے جلنے سے بہت گاڑھا ہو جاتا ہے اور کاہے پتلا تو اسکی صفت کا منضبط کرنا ممکن نہیں بخلاف گھی کے کہ اسمیں تاثیر آگ کی معلوم ہوتی ہے اگر زیادہ اور کم ہو تو گھی بگڑ جاوے گا کذا فی الطحطاوی قلت وسیجیء فی الغصب ان الرب والقطر واللحم والاجر والصابون والسکر قیمیات والعسل والبر المخلوط بالشعیر قیمی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور آگے آویگا کتاب الغصب میں کہ رب اور قطر اور گوشت اور کوئلا اور پکی اینٹ اور صابون اور کسم اور گڑ برادہ اور کھال گیہوں جو ملے ہوں قیمت والی چیزوں میں ہیں مثلی نہیں ہیں اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ اشیا مذکورہ قیمی ہوئیں تو انمیں عقد سلم جائز نہیں طحطاوی نے کہا باب السلم میں رب وہ چیز ہے جو شیرہ یا قطر ایک قسم ہے عسل کی بہتے ہیں مذکور ہو کتاب الغصب میں کہا کہ عبارت ہے پھل کے نچوڑے پانی کا بعد جوش کے اور قطر مصر کے عرف میں وہی جو شکر سے ٹپک کر الخ میں کہا کہ اصطلاح اطبا میں رب عبارت ہے اس پانی سے جو نباتات اور ثمرات سے نچوڑا جاوے پھر گاڑھا کیا جاوے آگ سے جوش دیکر یا آفتاب میں رکھ کر

باب المتفرقات

من ابوابہا وعبر فی الکنز بمسائل منثورۃ وفی الدرر بمسائل شتی والمعنی واحد یہ باب ہے ان مسائل کے ذکر میں جو اپنے ابواب سے متفرق ہیں اور کنز میں اس باب کو مسائل منثورہ اور درر میں مسائل شتی سے تعبیر کیا ہے اور تعبیرات ثلثہ کا مطلب ایک ہی ہے ہم عادت فقہا یہ ہے کہ جو مسائل کہ ابواب متعلقہ سے رہ گئے اور اپنے موقع پر مذکور نہوئے تو ان سب کو یکجا مذکور کر دیتے ہیں اور انکو اسما ثلثہ سے کسی ایک نام سے موسوم کرتے ہیں اشتری ثورا او فرسا من خزف لاجل استئناس الصبی لا یصح ولا قیمۃ لہ فلا یضمن متلفہ وقیل بخلافہ یصح ویضمن قنیہ خرید کیا بیل یا گھوڑا پختہ مٹی کا لڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہیں اور اسکی کچھ قیمت نہیں اور اسکے تلف کرنیوالے پر تاوان نہیں اور قول ضعیف اسکے برخلاف ہے یعنی بیع صحیح ہے اور متلف پر تاوان ہے کذا فی القنیہ ہم جب کہ بقول صحیح اسکی بیع صحیح نہیں تو اسکا خرید کرنا حرام ہے اور ضمان اسواسطے نہیں کہ منجملہ آلات لہو ہے وفی آخر حظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبۃ وان یلعب بہا الصبیان اور مجتبی کی کتاب الحظر کے آخر میں امام ابو یوسف

روایت ہی کہ کھاونے کی بیع اور لڑکون کا اُس سے کھیلنا جائز ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر بیان اُسپر دلالت کرتا ہی کہ یہ قول ثانی ضعیف ہی وصح بیع الکلب ولو عقورا والفهد
والفیل والقرد والسباع بسائر انواعها حتی الهرة وکذا الطیور علمت او لا سوی الخنزیر وہو المختار للانتفاع بها وبجلدها کما قدمنا فی البیع الفاسد اور صحیح ہی بیع
کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہو اور چیتے اور ہاتھی اور بندر اور درندون کی بیع انکی باقی اقسام کے ساتھ یہان تک کہ بلی کی بھی بیع جائز ہی اور اسیطرح درندون پرندون کی
خواہ وہ معلم ہون یا نہون سوا سؤر کے اور یہی قول صحت بیع کا مختار ہی بسبب فائدہ لینے کے اُنسے اور انکی کھالون سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد مین پہلے ذکر کر چکے ہین
ہم امام شافعی کے نزدیک بیع کتے کی مطلقًا جائز نہین بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے
لیکن ابوحنیفہ نے اپنی سند مین ہیثم سے عن عکرمہ عن ابن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی
کتے شکاری کی ثمن مین اور سند اس حدیث کی جید ہی اسواسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہی کہ ہیثم ثقات تابعین سے ہی وتمامہ فی فتح القدیر ویصح بالقرد وان کان حراما
لا ینتفع به بل یکرہ کبیع العصیر شرح وہبانیہ اور صحیح ہی بیع بندر کی اگرچہ حرام ہی لایق اسکی بیع کا نہین بلکہ اسکی بیع مکروہ ہی چنانچہ انگور کا نچوڑا پانی بیچنا شراب
بنانے والے سے کذا فی شرح وہبانیہ فرع مسئلہ لطیفہ شارح کا لا ینبغی اتخاذ کلب الا ان یخاف لصا او غیرہ فلا باس به ومثله سائر السباع عینی لائق نہین گھر مین کتے کا پالنا اور
رکھنا اگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہین اور کتے کے مانند باقی درندے ہین کذا فی العینی ہم یعنی کتے کا گھر مین رکھنا جائز نہین مگر چور وغیرہ کے خوف
سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلبا الا کلب صید او ماشیة نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنی جو کتا رکھے سوا شکار اور مواشی کے کتے کے تو
ثواب سے ہر روز دو قیراط گھٹتے جاوینگے وجاز اقتناءہ لصید وحراسة ماشیة وزرع اجماعا اور جائز ہی کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے
واسطے بالاتفاق کما صح بیع خرء حمام کثیر جیسے کبوتر کی بیٹ بہت سی کی بیع صحیح ہی طحطاوی نے کہا کہ بہت سی بیٹ سے شاید مراد یہ ہی جسکی قیمت ایک پیسہ ہو اسواسطے کہ
یہ اقل قیمت بیع پر صحیح ہی قنیہ اور صحیح ہی اسکا ہبہ کرنا کذا فی القنیہ وادنی القیمة التی تشترط لجواز البیع فلس اور کمتر وہ قیمت جو جائز ہونے بیع کی شرط
ہی ایک پیسہ ہی ولو کانت کسرة خبز لا یجوز قنیہ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہین کذا فی القنیہ ہم یعنی اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے کے مساوی نہو تو بیع جائز نہین
کذا فی الطحطاوی کما لا یجوز بیع هوام الارض کالخنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والضب چنانچہ جائز نہین زمین کے کیڑون کا بیچنا مانند خنافس
اور سیہی اور بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے ہم خنافس جمع ہی خنفساء کی بضم خاء معجمہ و سکون نون و فتح فاکے سیاہ کیڑا ہی گندہ بو سوا اسکے فارسی مین اسکو خبزدوک
کہتے ہین طحطاوی نے کہا محیط مین ہی کہ علق یعنی کیڑی اور جونک کی بیع جائز ہی بقول صحیح اسواسطے کہ لوگ اسکو مال جانتے ہین اور خون نکالنے کے معالجے مین اسکی طرف حاجت ہی
ولا هوام البحر کالسرطان اور جائز نہین دریا کے کیڑون کی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے ہم چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہی اور کیڑون سے فائدہ لینا حرام ہی لہذا انکی بیع
جائز نہوئی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وکل ما فیه سوی سمک وجوز فی القنیة بیع ما له ثمن کسقنقور وجلود خز ونحوها ... اور جو جانور کہ دریا مین ہین
سوا مچھلی کے انکی بیع جائز نہین اور قنیہ مین جائز کہا ہی اسکا بیچنا جو ثمن والی چیز ہی چنانچہ سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے
اسکے جواز بیع کو مطلق کہا ہی یعنی بلا قید حیات ہم سقنقور جانور ہی گوہ کے مانند دریائے نیل کے کنارے پر تقویت باہ مین بے مثل ہی اور خز بفتح خاے معجمہ اور زاے معجمہ مشددہ
دریائی جانور ہی اسکے صوف سے کپڑا بنایا جاتا ہی بحر الجواہر مین ہی کہ صحاح وغیرہ نے کہا کہ خز جانور ہی جسکا خصیہ جندبیدستر ہی صاحب مغرب نے کہا خز جانور کا نام ہی پھر نام
اس کپڑے کا ہوگیا جو اسکے صوف سے بنایا جاتا ہی وجوز ابو اللیث بیع الحیات ان انتفع بها فی الادویة والا لا ورده فی البدائع بانه غیر سدید لان المحرم شرعا لا یجوز
الانتفاع به للتداوی کالخمر فلا تقع الحاجة الی شرع البیع اور فقیہ ابو اللیث نے سانپون کی بیع کو جائز کہا ہی اگر اُنسے فائدہ حاصل ہو دواؤن مین چنانچہ تریاق فاروقی
وغیرہ مین اور اگر فائدہ نہین تو بیع جائز نہین اور اس قول کو بدائع مین رد کیا ہی اسطرح کہ یہ کلام راست اور درست نہین اسواسطے کہ جو چیز شرعًا حرام ہی
اُس سے فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز نہین مانند شراب کے تو اُسکی بیع کے مشروع کرنیکی حاجت واقع نہین ہوتی ہم کتاب الطہارۃ مین مذکور ہو چکا

کہ حرام چیز سے اُسوقت علاج کرنا جائز ہے جبکہ اُسی میں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اُسکے قائم مقام نہو سکے تو توفیق بین القولین یہ ہو سکتی ہے کہ قول فقیہ کا ممدوح مشہور ہے یہ
محمول ہے جبکہ شفا سانپ کے استعمال میں منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اُس صورت پر محمول ہے جبکہ سانپ کا بدل دوسری دوا ہو سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ویجوز بیع دہن
متنجس انتہی نجس کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور جائز ہے بیع متنجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہے کہ بالذات نجس نہیں نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم
اُسکو مسائل بیع میں بیع فاسد کے باب میں مقدم ذکر کر چکے ہیں اور متنجس کی قید سے مراد سور کے تیل سے احتراز ہو گیا وینتفع بہ للاستصباح فی غیر مسجد
اور فائدہ لیا جاوے روغن متنجس سے چراغ روشن کرنا اُس مکان میں جو مسجد کے سوا ہو جیسا کہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا والذمی کالمسلم فی بیع کصرف وسلم
وربوا وغیرہا اور کافر ذمی مسلم کے مانند ہے بیع میں چنانچہ صرف اور سلم اور بیاج وغیرہ میں ہم ذمی مسلم کے مانند اسواسطے ہوا کہ مکلف حاجتمند ہے تو جو بیاعات
مسلم کو جائز ہیں وہ اُسکو بھی جائز ہیں اور جو مسلم کو جائز نہیں سوا مستثنیات آئندہ کے وہ اُسکو بھی جائز نہیں غیر الخمر والخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف
انفہا بل بخنق او ذبح مجوسی فانہا کخمر ہو وقد امرنا بترکہم وما یدینون بیع میں ذمی مسلم کے مانند ہے مگر شراب اور سور اور اُس مردار جانور کی جو خود بخود نہیں مر گیا
بلکہ گلا دابنے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مرا کہ وہ سور کے مانند ہے اور ہم مامور ہیں اُنکے عدم تعرض پر اور اُنکے معتقدات کے ترک پر شارح نے اس قول سے اشارہ کیا
کہ اہل اسلام کا عدم تعرض ان اشیاء میں ہے واسطے نہیں کہ یہ چیزیں اُنکے دین میں شرعاً مباح ہیں چنانچہ بعضے سمجھے ہیں بلکہ حرمت اُنکی دین میں بھی ثابت ہے کیونکہ
بقول صحیح کفار مخاطب باحکام شرعیہ ہیں لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ اُنکی حرمت کے معتقد نہیں اور ہم مامور ہیں اُنکے اعتقاد یا
کے عدم تعرض پر وصح شراء کافر کما قدمناہ فی البیع الفاسد عبداً مسلماً او مصحفاً ولو شقصاً منہما اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا
مصحف شریف کا یا دونوں میں سے کچھ حصہ مول لینا یعنی ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم کو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں ویجبر علی البیع اور کافر پر جبر کی
کیا جاویگا بیچ ڈالنے پر یعنے اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کریگا تو مالک ہو گا لیکن حاکم زبردستی اُس سے بکوا ڈالے کیونکہ بد دستی سے غلام مسلم کی ذلت ہے اور مصحف کی
کی بے ادبی کا خوف ہے ولو المشتری صغیراً اجبر علیہ ولیہ فان لم یکن اقام القاضی لہ ولیا اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اُسکا ولی جبر کیا جاوے اور اگر صغیر کا کوئی
ولی نہو تو قاضی اُسکے واسطے ولی قائم کرے تاکہ اُسپر بیع میں زبردستی کیجاوے وکذا لو اسلم عبدہ وتبعہ طفلہ اور اسی طرح جبر کیا جائیگا بیع میں اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے
اور غلام کا لڑکا غلام کا تابع ہو گا اسلام میں ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز اجبر ایضاً اور اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اُسکو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب
ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو اُسکے مالک پر بھی جبر کیا جائیگا بیچ ڈالنے کے واسطے ولو دبرہ او استولدہا سعیا فی قیمتہما اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا
یا مسلمان لونڈی کو اپنا حرم بنایا تو دونوں محنت مزدوری کریں اپنی قیمت کے ادا کرنے میں ویوجع ضرباً لو وطیہا مسلمۃ وذلک حرام اور ذمی مستولدہ سے دنا کیا جاوے
اگر کوشش کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہ وطی حرام ہے فرع سئل الشارح عن مسئلۃ عن دابۃ اشترا الامردان یجبر علی بیعہ دفعاً للفساد نہر وغیرہ وکذا محرم
اخذ صیداً الیوم بار رسالہ لونڈوں کا خرید کرنا جسکی عادت ہو تو بیع امرد کی بیع پر جبر کیا جاوے دفع فساد کے واسطے کذا فی النہر وغیرہ اور اسی طرح جس محرم نے
شکار لیا تو اُسکے چھوڑ دینے کا حکم کیا جاوے ولو اسلم مقرض الخمر سقطت ولو المستقرض فروایتان اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب
ساقط ہو گئی یعنے اسواسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو متعذر ہے اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دو روایتیں ہیں ایک روایت امام سے سقوط شراب
کی ہے اور دوسری روایت ادائے قیمت کی اور یہی قول ہے محمد کا کذا فی الطحاوی وطی زوج الامۃ المشتراۃ التی انکحہا مشتریہا قبل قبضہا قبض لمشتریہا
لحصولہ بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے شوہر کا جس خریدی لونڈی کا نکاح کر دیا اُسکے مشتری نے اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہے اُسکے
مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے تو اُسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہوا لا مجرد نکاحہا استحساناً وفقہ
اُسکا نکاح کر دینا بلا وطی زوج قبض ہے مشتری کا بطریق استحسان کے فلو انتقض البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی ہو المختار

تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا ابو یوسف کے قول میں اور یہی مختار ہے وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن ابطالہ بموتہا فلو قبل القبض لم یبطل النکاح
وان بطل البیع فیأخذ المہر المشتری فتح اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے مقید کیا ہے اس قید سے جبکہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہو اور اگر بیع کا باطل
ہو جانا اسکی موت سے ہو قبل قبضہ کرنے کے تو نکاح باطل نہوگا اگرچہ بیع باطل ہو گئی تو اسکے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہوگا ہم مشتری کے واسطے مہر کا
لازم ہونا فتح القدیر میں مذکور نہیں اور شیخ شاہین نے اسپر اعتراض کیا ہے کہ یہ کیونکر ہوگا کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کے مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو حالانکہ
قول فقہا یہ ہے کہ نفع بسبب نقصان کے ہے کذا فی الطحطاوی اشتری شیئا منقولا اذ العقار لا یبیعہ القاضی وغاب المشتری قبل القبض و قبل نقد الثمن غیبۃ
معروفۃ فاقام البائع بینۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ لامکان الوصول الیہ وان جہل مکانہ بیع المبیع ای باعہ القاضی او مامورہ نظرا للغائب ثم
ما فضل یمسکہ للغائب وان نقص یتبع البائع اذا ظفر بہ خرید کی چیز منقول اور مشتری قبل قبض اور قبل ادا ثمن کے غائب ہوا غیبت معروفہ یعنی اسکا مکان
معلوم ہے اور اسکے بائع نے گواہ قائم کیے اسپر کہ اسنے اسکو بیچا شخص غائب کے ہاتھ تو وہ چیز اسکے دین میں نہ بیچی جائیگی اسواسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے
پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہو کہ کہاں ہے تو مبیع بیچی جاویگی یعنی قاضی اسکو بیچے یا غائب کا مامور بیچے برعایت حال غائب کے اور ثمن بائع
ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اسکو غائب کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر ثمن سے کم ہو تو بائع اسکا پیچھا کرے جبکہ اسکو پاوے شارح نے کہا چیز منقول
کی قید اسواسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کریگا الخ اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبض کے تو قاضی بائع کی نالش نہ سنے کیونکہ بائع کا حق بیع سے متعلق نہ رہا اور
بیع کے مانند مرہون ہے یعنی اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہو گیا اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو اولی یہ ہے کہ
بیع اسکی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین وان اشتری اثنان شیئا وغاب احدہما فللحاضر دفع کل ثمنہ ویجبر البائع علی قبول الکل ودفع
الکل للحاضر اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خرید کی اور انمیں سے ایک شخص غائب ہوا یعنی اسطرح پر کہ اسکا مکان معلوم نہیں کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اسکا کل ثمن دینا
جائز ہے اور بائع پر زبردستی کیجائے کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل مبیع کے دینے پر ولہ قبضہ وحبسہ عن شریکہ اذا حضر حتی ینقد شریکہ الثمن بخلاف احد
المستاجرین اور حاضر کو جائز ہے مبیع پر قبضہ کرنا اور اسکا روک رکھنا اپنے شریک سے جبکہ وہ سفر سے آوے یہانتک کہ اسکا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرین
کے یعنی اگر ایک مستاجر غائب ہوا قبل نقد اجرت کے سو دوسرے مستاجر حاضر نے سب اجرت دی تو اسکو حبس کرنا تا ادا ے اجرت جائز نہیں والفرق ان للبائع حبس المبیع
لاستیفاء الثمن فکان مضطرا بخلاف الموجر اور فرق بیع اور اجارہ میں یہ ہے کہ بائع کو حبس کرنا مبیع کا پورا ثمن لینے کے واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر ٹھہرا بخلاف
موجر کے ہم یعنی جبکہ بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنے ملک سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدون ادا کرنے جمیع ثمن کے تو ناچار مضطر ٹھہرا اور مضطر کو
رجوع ثمن اور حبس مبیع میں اختیار ہے بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونے کے کہ اگر مستاجر حاضر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہوگا نہ مضطر اسواسطے کہ موجر کو حبس دار کا استیفا
اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فی النہر الا اذا شرط تعجیل الاجرۃ ھذا وذا مگر جبکہ تعجیل اجرت کا شرط ہو یعنی در صورت شرط تعجیل اجرت اجارہ در حکم بیع ہوگا بحث کی ہے
صاحب النہر الفائق کی نہ روایت مذہب باع شیئا بالف مثقال ذہب وفضۃ تنصفا ای بالمثقال فیجب خمسمائۃ مثقال من کل منہما لعدم الاولویۃ کوئی چیز
بیچی سونے اور چاندی کی ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے مثقال سے تو پانسو مثقال ہر ایک سے واجب ہونگے بسبب عدم اولویت کے ہم مثقال
چاندی اور سونے دونوں کی ہوتی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونوں کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہو مشتری پر بسبب عدم ترجیح
نہر الفائق میں کہا لیکن اس صورت میں بیان صفت جودت وغیرہ کا شرط ہے اور اگر یوں کہا کہ ہزار دراہم اور دنانیر سے بیچا تو بیان صفت شرط نہیں کہ وہاں جید ہی دراہم
وفی بیعہ شیئا بالف من الذہب والفضۃ تنصفا والصرف للوزن المعہود فالنصف من الذہب مثاقیل والنصف من الفضۃ دراہم اور کسی چیز کی بیع میں
بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے اور ہر ایک کا وزن مقرری مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے درہم مراد ہونگے

هم یعنی پانسو دینار مثقال اور پانسو درم چاندی کے مراد ہونگے کیونکہ یہی متعارف ہے کذا فی النهر ومثله لعلی کرخ … ثم من کل ثلث کر و ہذا قاعدة فی المعاملات
کلها کمهر و وصیة و ودیعة وغصب و اجارة و بدل خلع وغیره فی موزون وکیل و معدود و مذروع یعنی اور مانند بیع کے اقرار ہے چنانچہ یون کہنا کہ اسکا میرے اوپر ایک کُر
گیہون اور جو اور تل ہین تو ہر ایک شیٔ ثلث سے کُر کی تہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہے جمیع معاملات مین مانند مہر اور وصیت اور امانت اور
غصب اور اجارہ اور بدل خلع وغیرہ کے موزون اور کیل و معدود اور مذروع مین کذا فی العینی مہر کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کا مہر ہزار مثقال سونا اور چاندی سے معین کیا
تو پانسو مثقال ذہب کے اور پانسو فضہ کے واجب ہونگے اور اگر ہزار معین لیے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن معہود مراد ہوگا یعنی پانسو دینار مثقال اور پانسو درم فضہ
کے وعلی ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہا موزون کی مثال یہ ہے کہ گھی اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا اقرار کیا تو ہر ایک مین سے ثلث قنطار واجب ہوگا اور کیل کی صورت
اوپر مذکور بیان کر چکا اور معدود کی صورت یہ ہے کہ ہزار انڈے اور انار … کا اقرار کیا اور مذروع کی مثال یہ ہے کہ … کتان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی وقول
وزن سبعة تقدم فی الزکوٰة اور مصنف کا یہ قول وزن سبعة کتاب الزکوٰة مین مذکور ہو چکا ہے … اس سے مراد یہ ہے کہ درم سات مثقال کے وزن کے برابر ہے یعنی دس درم سات مثقال
ہین … اور ہر درم چودہ قیراط اور ہر قیراط پانچ جو وافاد الکمال ان اسم الدرہم … المتعارف فی بلاد … ابن کمال پاشا نے فائدہ بیان
کیا ہے کہ درم کا نام … ہوتا ہے … شہر مین درم سے فلوس مراد ہونگے وافاد فی النهر ان … تختلف باختلاف الازمان فی
الثقافی بانه … نصفا وثلثه فلوس فلو اطلق الواقف الدرہم اعتبر زمنه ان عرف والا صرف الفضة لانه الاصل کما لو قید بالنقرة کما افتی … والنهر …
… اور نہر الفائق مین تصریح کی ہے کہ درم کی قیمت … باعتبار اختلاف زمان کے … ثقافی نے فتوی دیا کہ درم برابر … ساڑھے … فلوس
کا اگر وقف کرنے والا درم کو مطلق کہے چاندی یا تانبے کی قید نہ لگاوے تو اسکے زمانے کا اعتبار ہوگا اگر اسکے زمانے کا عرف معلوم ہوا اور نہین تو درم چاندی کے درم کی
طرف منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہے چنانچہ اگر درم کو نقرہ کے ساتھ مقید کیا یعنی یون کہا کہ نقرہ کا درم تو چاندی کا درم مراد ہوگا چنانچہ … اور … اور
اسکے مانند نے درم نقرئی کی قید لگائی ہے تو اسکے درم کی قیمت دو نصف ہے هم ثقافی سے مراد علامہ ناصر الدین ثقافی مالکی ہے کذا فی النهر طحطاوی نے … سے نقل کیا کہ درم
کی قیمت دو نصف … یہ کلام ہے صاحب نہر کا اور یہ اسوقت مسلم ہے جبکہ دراہم مذکورہ صاحب نہر کے نزدیک متغیر نہو گئے ہون علاوہ اسکے صاحب نہر خود اول کر چکا ہے
کہ زمانہ واقفین کا اعتبار ہے تو اس سے عدول کرنا چاہیے وافاد المصنف ان النقرة تطلق علی الفضة والذہب وعلی الفلوس النحاس عرف مصر الآن فلا بد من مرجح
فان لم یوجد فالعمل علی الاعتبارات القدیمة للوقف کما عولوا علیها فی نظائره کمعرفة خراج ونحوه قال وبه افتی المنلا ابو السعود افندی اور مصنف نے اپنی شرح مین تصریح
کی ہے کہ نقرہ بولا جاتا ہے چاندی اور سونے اور فلوس مسی پر مصر کے بالفعل کے عرف مین تو درم نقرئی کی قید مین بھی مرجح ضرور ہوا سو اگر مرجح نہ پایا جاوے تو وقت کی
عطایائے قدیمہ پر عمل ہوگا چنانچہ فقہا نے نظائر وقف مین اسپر اعتماد کیا ہے چنانچہ معرفت خراج اور اسکے مانند مین مصنف نے کہا اور اسیکا فتوی دیا ہے ملا ابو سعود
افندی نے هم مرجح اعدل وہ ہے جو صاحب نہر نے بیان کیا ہے یعنی اعتبار زمانہ واقفین اگر معلوم ہوسکے والا القول مصنف اعتبار قدیم معتبر ہوگا اعتبار قدیم سے مراد عطا
قدیمی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قبض زیفا بدل جید کان له علی آخر جاہلا به فلو علم والنفقة کان قضاء اتفاقا ولو فق او انفق فلو قائما یرده اتفاقا فهو قضاء تحققه
اور اگر ایک شخص نے کھوٹے درم ناواقفی سے قبض کیے عوض کھرے درمون کے جو دوسرے شخص پر اسکے تھے اور درم خرچ ہو گئے یا اسنے خرچ کر ڈالے تو یہ اسکے حق
ادا ہو جاتا ہے طرفین کے نزدیک سو اگر کھوٹا ہونا اسکو معلوم ہوا اور اسنے خرچ کر ڈالا تو ادائے حق باتفاق طرفین اور ابو یوسف ہے اور اگر ناواقفی سے کھوٹے درم لیے
اور وہ ہنوز موجود ہین تو انکو بالاتفاق پھیر دے هم بحر الرائق مین کہا کہ ابو نصر نے کہا درہم زیف عبارت ہے درم مغشوش سے نہر الفائق مین ہے کہ درم زیف وہ ہے جو بیت المال
مین نہ چل ہو وقال ابو یوسف رح اذا لم یعلم یرد مثل زیفه و یرجع بجیده استحسانا کما لو کانت ستوقة او نبهرجة واختاره للفتوی ابن کمال قلت ورجحه فی البحر والنهر
والشرنبلالیة فینبغی … اور ابو یوسف نے کہا کہ جب صاحب حق کو درم کا کھوٹا ہونا معلوم نہو تو بعد خرچ ہو جانے کے اسکے مانند کھوٹے درم پھیرے اور کھرے درم اس سے

پھیرے بطریق استحسان کے چنانچہ اگر ستوقہ اور نبہرجہ درہم ہوں تو رد مثل جائز ہے اور اسی قول کو پسند کیا ہے ابن کمال نے فتوی دینے کے واسطے جیسا کہ ہارون
اور اسی قول کو ترجیح دی ہے بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ میں تو اسیکا فتوی دیا جاوے علم ستوقہ درہم جسپر چاندی کا پتر ہو اور نبہرجہ درہم جو دار الضرب سلطانی
میں نہ بنا ہو ولو فرخ او باض طیر فی ارض رجل او تکسر فیہا ظبی ای تکسر رجلہ بنفسہ فلو کسرہا رجل کان لہ الکاسر الا اذا اخذہ فہو للآخذ لسبق یدہ لمباح اور اگر
چڑیا نے بچہ یا انڈا دیا ایک مرد کی زمین میں یا ہرن کا پاؤں اسمیں خود بخود ٹوٹ گیا تو وہ اسکا مال ہے جسنے اسکو پایا اور لیا کیونکہ اسکا قبضہ مباح چیز پر پہلے
ہوگیا تھا اگر کوئی مرد اسکے پاؤں کو توڑیگا تو ہرن توڑنے والے کا ہوگا نہ پکڑنے والے کا الا اذا ہیاہا ارضہ لذلک فہو لہ جبکہ صاحب زمین نے اپنی زمین کو اسی
واسطے مہیا کر رکھا ہو تو صاحب زمین اسکا مالک ہوگا نہ آخذ او کان صاحب الارض قریبا من الصید بحیث یقدر علی اخذہ او مد یدہ فہو لصاحب الارض
لتمکنہ منہ فلو اخذہ غیرہ لم یملکہ یا زمین کا مالک شکار سے قریب اسطرح پر کہ قادر ہو اسکے پکڑ لینے پر اگر اپنا ہاتھ پھیلاوے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہے
اسکے قادر ہونے کے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑیگا تو اسکا مالک نہ ہوگا کذا فی النہر وکذا کل ما ہو صید تعلق بشبکۃ نصبت للجفاف او دخل دار رجل
او درہم او سکر نثر فوقع علی ثوب لم یعد لہ سابقا ولم یکف لاحقا فلو اعدہ او کفہ ملکہ بہذا الفعل اور اسیطرح مسئلہ مذکورہ کے مانند ہے وہ شکار جو پھنس گیا
اس جال میں جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا شکار داخل ہوگیا ایک مرد کے گھر میں اور درم یا شکر جو اچھالے گئے لینے والوں کے
واسطے سو اس کپڑے پر پڑے جو سابق میں درم یا شکر لینے کے واسطے مہیا نہیں کر رکھا اور نہ کپڑا سمیٹا گیا بعد اسکے تو اگر درم اور شکر لینے کے واسطے کپڑا مہیا کیا ہو یا کپڑا
سمیٹ لیا ہو اوپر پڑنے درم اور شکر کے تو کپڑے کا مالک درم اور شکر کا مالک ہوگا اس فعل سے فروع مسائل لقطۃ شتی عسل النحل فی ارض رجل ملکہ مطلقا لانہ صار من انزالہا
او الاقا ف ۱۲
شہد مکھی کا جو اسکی زمین میں ہو تو وہ اسکا مالک ہوگا مطلقا خواہ زمین شہد کے واسطے مہیا ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ شہد زمین کی زیادات پیدائشی سے ہوگیا امر ان بالفتح
جمع ہو نزل المتبایعین کی یعنی بیع و زیادات و شرب کذا فی الطحاوی وشری دارا فطلب المشتری ان یکتب البائع لہ صکا لا یجبر علیہ ولا علی الاشہاد والخروج الیہ الا اذا جاء
بعدول و صک فلیس لہ الامتناع من الاقرار گھر خرید کیا اور مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھانا چاہا تو اسپر زبردستی نہ کیجائیگی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان
باہر نکل کر شاہد کرنے پر مگر جبکہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائع کو اب اقرار بیع سے امتناع جائز نہیں علم صک وہ وثیقہ ہے جسمیں اقرار
بیع اور قبض ثمن کا اقرار ہو بائع پر بیعنامہ اور اشہاد کے واسطے جبر اسلیے جائز نہیں کہ یہ مقتضا سے عقد بیع سے نہیں ہے اور شاہد عدول کی قید لگائی مشتری کے ہمراہ
سو اسواسطے کہ مشتری عدول ہی شاہدوں کو لاویگا مزید اعتماد کے واسطے ورنہ اگر مشتری فاسق گواہوں کو لاویگا تو بائع پر اشہاد ضرر ہے کذا فی الطحاوی شری قطنا فغزلتہ امرأتہ
فکلہ لہ روئی خرید کی سو اسکی زوجہ نے اسکا سوت کاتا تو سب سوت مرد کا ہے علم چونکہ زوجہ نے اجرت کاتنے کی شرط نہیں کی تو ظاہر ہے زوج پر اجرت لازم نہ ہوگی المرأۃ
اذا کفنت بلا اذن الورثۃ کفن مثل رجعت فی الترکۃ زوجہ نے جبکہ بلا اذن ورثہ کے زوج کو کفن مثل دیا تو بقدر کفن زوج سے رجوع کرے ولو اکثر لا ترجع قال رحمہ اللہ قول
ترجع بقیمۃ کفن المثل لا یبعد اور اگر کفن زائد ہو کفن مثل سے تو زوجہ کو رجوع بقدر کے سے جائز نہیں قائل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور اگر یوں کہا جاوے کہ کفن مثل کی قیمت تک
سے پھیرے تو بعید نہیں طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر قال پر میں مطلع نہیں ہوا اور ظاہر مرجع ضمیر ملتقط کا مصنف ہے جہاں سے شارح نے یہ فروع نقل کیں ہیں اور بعید نہیں کہ خود شارح
مرجع ضمیر ہو واللہ اعلم التسبیح اہ او اشتری بہا او بالدراہم المغصوبۃ شیئا قال الکرخی وان نقد قبل البیع تصدق بالربح والا لا وہذا قیاس وقال ابو بکر کلاہما سواء ولا یطیب لہ
کسب حرام سے کچھ پیدا کیا اور اس سے یا دراہم مغصوبہ سے کوئی چیز خرید کی کرخی نے کہا کہ اگر ثمن دیا قبل بیع کے تو بیع کے فائدے کو خیرات کرے اور اگر قبل بیع ثمن نہیں دیا
تو خیرات نہ کرے اور یہ قول قیاس ہے اور ابو بکر نے کہا کہ قبل بیع اور بعد بیع کے دینا دونوں برابر ہیں اور اسکو فائدہ لینا حلال نہیں علم تصدق کرنا منفعت کا دراہم مغصوبہ کے فقہان
بعید اور ہے اور ظاہر قول ابو بکر کا استحسان ہے تو وہی معتمد ہوگا اور کسب حرام کی ایک صورت یہ ہے کہ غلام کو غصب کیا اور اسکو بعوض دوسرے غلام کے بیچا پھر دوسرے غلام کو بعوض
عرض کے بیچا پھر عرض کو دراہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت عبد مغصوب کی ضمان سے جسقدر زیادہ منفعت حاصل ہو اسکو تصدق کرے کذا فی الطحاوی عن العالمگیریہ کذا
اسبابا ۱۲

ولو قال المشتري بالرائقيل بهذه الدراهم واعطى من الدراهم اور اسی طرح اگر کوئی چیز خریدی اور یہ نہ کہا کہ بعوض ان دراہم کے خریدی اور ثمن دیا دراہم سے یعنی دراہم غصب سے
صرف فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت مین خیانت کی تو اسکے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو امام کے قول مین زائد مال کو تصدق کیا
کرے اور ابو یوسف نے کہا کہ زائد مال اسکو حلال ہے اور اگر کوئی چیز بغیر غصب خریدی اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خریدی اور غیر غصب سے ثمن دیا تو وہ بھی اسی طرح ہے ابو یوسف کے
قول مین اور امام نے کہا کہ اسمین تصدق نہ کرے کذا فی الطحاوی وفیه بالمضاربة ان حل حاصل جاز اخذ ربحه ما لم يعلم انه اكتسب الحرام اپنا مال یا بطریق مضاربت کے اس
مرد کو مسائل مضاربت سے حاصل ہو تو اسکی منفعت لینا جائز ہے جب تک معلوم نہو کہ اسنے کسب حرام سے حاصل کیا امام طحاوی نے کہا مناسب مقام وہ مسئلہ ہے جو فتاوی
مین مذکور ہے کہ ایک مرد نے کچھ خریدا تو اسپر یون سوال کرنا کہ وہ حلال ہے یا حرام ہے لازم ہے یا نہین تو تامل کرنا چاہیے کہ اگر بائع اس شہر اور اس زمانے مین ہو جسکے
بازارون مین اکثر مال حلال ہے تو مشتری کو پوچھنا لازم نہین اور بنا حکم ظاہر پر رکھی اور اگر غالب مال حرام ہو یا بائع حلال حرام دونون جمع کرتا ہو تو تھوڑا تامل کرے اور سوال کرے
من رمى ثوبه لا يجوز الاخذ منه ما لم يقل من رمى ليأخذه من اراد جسنے اپنا کپڑا پھینکا یا تو کسیکو اسکا لینا جائز نہین جب تک کہ اسنے اپنا کپڑا پھینکنے کے وقت
یون نہ کہا ہو کہ اسکو لے جسکا جی چاہے ہم یہ قول ظاہر اباحت ہے نہ ہبہ کیونکہ موہوب له معین نہین اور مباح له کو استہلاک مباح کا بیع کی ملک پر جائز ہے اور جبکہ اباحت
یا عدم اباحت کا قول معلوم نہو تو ظاہر لینا جائز نہین کیونکہ بقاء ملک مالک اصل ہے کذا فی الطحاوی باع الاب شيئا لطفله والاب مفسد فاسق لم يجز بيعه استحسانا
باپ نے اپنے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ مفسد فاسق ہے تو اسکی بیع جائز نہین بطریق استحسان کے شرت لطفلها على ان لا ترجع عليه بالثمن جاز وهو كالهبة
استحسانا ماں نے اپنے طفل کے واسطے کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ طفل پر ثمن رجوع نہ کریگی تو جائز ہے اور یہ خرید ہبہ کی مانند ہے بطریق استحسان کے قال الاسير
اشترني او فكني فشراه رجع بالادى كامر لا مضاف قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کر یا مجھکو خلاص کر سو اسنے اسکو خرید کیا تو جو اسنے دیا ہے قیدی سے گویا
اسنے اسکو قرض دیا ہم پھیر لینا احد القولین ہے اور فتوی بعدم رجوع ہے اور اسیر کے مانند وہ شخص ہے جسکو سلطان نے مصادرہ کے واسطے پکڑا کذا فی الطحاوی
وعن جامع الفصولين ولو قال بالف فشراه باكثر لم يلزمه الفضل لانه تخليص لا شراء اور اگر اسیر نے کہا کہ مجھکو مثلاً ہزار درم سے خرید کر سو اسنے اسکو زیادہ ہزار درم سے خرید کیا
تو اسپر ہزار درم سے زیادہ لازم نہوگا اسواسطے کہ یہ خلاص کرنا ہے نہ خرید کرنا ہم جامع الفصولین مین لزوم رجوع فضل ذکر کیا ہے اور تعلیل تخلیص مفید لزوم ہے نہ عدم لزوم
کذا فی الطحاوی المفصا اشترى دارا ودبغ وتاذى جيرانه ان على الدوام منع وعلى الندرة تحمل منه اور ایک گھر خرید کیا اور اسمین دباغت یعنی چمڑا پکایا اور اسکے پڑوسی
اذیت پانے لگے تو اگر دباغت علی الدوام کرتا ہو تو منع کیا جائے اور اگر کبھی کبھی کرتا ہو تو برداشت کرنا چاہیے ہم جامع الفصولین مین ہے ایسے مسائل مین قیاس یہ ہے
کہ جو اپنے ملک خاص مین تصرف کرے وہ روکا نہ جائے اگرچہ غیر کو ضرر ہو لیکن یہ قیاس متروک ہے وہان جہان غیرون کو ضرر بین صریح ہو بعضون نے کہا اسی کو اکثر مشائخ
نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحاوی شرى لحما على انه لحم غنم فوجده لحم معز له الرد گوشت خرید کیا اس شرط پر کہ وہ بھیڑ کا گوشت ہے اور اسکو بکری کا گوشت پایا
تو اسکو پھیر دینا جائز ہے ہم غنم بکری کو بھی شامل ہے سو پھیر دینے کی کیا وجہ ہے مگر یہ کہ عرف مین غنم بھیڑ کے ساتھ مخصوص ہو قال لی من هذا اللحم ثلثة ارطال فوزن
اجبر من هذا اللحم فوزن لم يجبر مشتری نے کہا کہ مجھکو اس گوشت سے تین رطل تول دے سو اسنے تول دیا تو مشتری پر جبر کیا جائیگا اسکے لینے پر اور اگر کہا کہ اسمین
رطل مین سے تول دے اور اسنے تول دی تو اسپر لینے کے واسطے جبر نہوگا شرى بزر اخريف فاذا هو بزر بطيخ او شرى بزر البطيخ فاذا هو بزر القثاء ان قائما رده وان
مستهلكا فلا مثلاً خرید کیا خریف کا بیج اور وہ بیج کا بیج نکلا یا خریدا خرپزے کا بیج اور وہ ککڑی کا بیج نکلا اگر قائم ہو تو اسکو پھیر دے اور اگر مستہلک ہو تو اسپر
مانند پھیر دینا جائز ہے ہم پھیر دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو مشتری نے لیا وہ غیر مبیع ہے ساوم صاحب الزجاج فوقع له قدحا بنظره فوقع منه على اقداح فانكسر ضمن الاقداح
لا القدح ایک شخص نے خرید کی گفتگو کی شیشے والے سے اور اسنے پیالہ دیا کہ اسکو دیکھے سو اسکے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا اور پیالون پر کہ وہ ٹوٹ گئے تو تاوان دے
پیالون کا نہ اسی پیالے کا جو گر پڑا ہم پیالون کا ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ لوگون کے اموال مین خطا معاف نہین اور اس پیالے کا ضمان اسواسطے

نہین کہ وہ مقبوض علی سوم الشراء یا علی سوم النظر ہی یا بیان ثمن تو وہ امانت ہی کہ بلا تعدی ہلاک ہو گئی لہذا مطلقاً مضمون نہین شری شجرۃ با صلہا فی قلعہا
من الاصل ضرر بالبائع لقیامہ من وجہ الارض من حیث لا یتضرر بہ البائع ولو انہدم من سقوطہ حائط ضمن القالع بالتولد من قلعہ ایک درخت خریدا جو ہمیشہ
اور پھر اسکے اکھاڑنے مین بائع کا ضرر ہو تو اسکو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہان سے بائع کو ضرر نہو اور اگر اسکے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جاوے تو
درخت کا اکھاڑنے والا اسکا تاوان دے جو اسکے اکھاڑنے سے پیدا ہوا دفع دراہم زیوفا فکسر ہا المشتری لا شئ علیہ لانہ صنع حیث غشہ وخانہ وکذا لو اعطا
الیہ لینظر الیہ فکسرہ کھوٹے درم دیے سو مشتری نے انکو توڑ ڈالا اسپر کچھ تاوان نہین اور اسنے بہت اچھا کیا کیونکہ اسنے اسکو دغا دی اور خیانت کی
اور اسیطرح اگر اسنے اسکو دیا تا وہ اسکو دیکھے اور اسنے اسکو توڑ ڈالا تو اسپر کچھ نہین ہم مناسب یہ تھا کہ شارح بجاے مشتری بائع کہتا یا یہ مسئلہ عقد فقط
محمول ہی کہ وہان ہر عاقد پر بائع اور مشتری صادق آتا ہی لا باس ببیع المغشوش اذا بین غشہ او کان ظاہرا یراہ وکذا قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ فی حنطۃ خلط
فیہا الشعیر والشعیر یری لا باس ببیعہ وان طحنہ لا یبیع کچھ مضائقہ نہین مغشوش چیز کی بیع مین جبکہ بائع اسکی ملونی بیان کر دے یا ملاوٹ ظاہر ہو کہ مشتری
اسکو دیکھتا ہو اور اسیطرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا اس گیہون مین جسمین جو ملے ہون اور جو نظر آتے ہون اسکی بیع مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر پیسوالا
آٹا پیسا تو نہ بیچے ہم اسواسطے کہ پیسنے سے امتیاز نہین رہتا ہان اگر بیان کر دے تو بیع جائز ہی وقال الثانی فی رجل معہ فضۃ نحاس لا یبیعہا حتی یبین
اور ابو یوسف نے کہا اس مرد کے باب مین جسکے پاس تانبا ملی چاندی ہی کہ اسکو نہ بیع کرے یہانتک کہ بیان کر دے وکل شئ لا یجوز فانہ ینبغی ان یقطع ویلقی بما
اذا انفقہ ویعلمہ او جو چیز کہ ظاہر نہین سو لائق یہ ہی کہ کاٹ ڈالی جاوے اور اسکا مالک مارا جاوے جبکہ مغشوش کو وہ خرچ کرے جان بوجھکر شری فلوسا
بدرہم فدفعہا الیہ وقال ہی بدرہم لا یسعہ انفاقہا حتی یعد پیسے خریدے درم سے سو بائع نے اسکو پیسے دیے اور کہا کہ یہ تیرے درم کے عوض مین تو انکو خرچ
نکرے جبتک کہ شمار نکرے ہم ظاہرا شمار کرنا اس صورت پر محمول ہی جبکہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس احتمال سے ضرور ہوا کہ شاید
درم یا عیب ہون تو فلوس کے خرچ کرتے لینے کے بعد معلوم ہو کہ کتنے پیسے تھے شری بالدرہم الزیف ورضی با قل حل المشتری بالجید حل کہ کوئی چیز خرید کی کھوٹے درم
او جسقدر بکھرے درم سے مول لیتے ہین اسکے کمتر سے راضی ہو گیا تو اسکو حلال ہی یعنی ایک چیز کھرے درم سے مثلا اسیر بکتی ہو اور اسنے کھوٹے درم سے آدھ
لی راضی ہو کر تو اسکے واسطے حلال ہی شری ثیابا بیغداد علی ان یوفی ثمنہ بسمرقند لم یجز لجہالۃ الاجل کپڑے خریدے بغداد مین اس شرط پر کہ اسکا ثمن سمرقند
مین ادا کریگا تو جائز نہین بسبب مجہول ہونے مدت کے باع نصف ارضہ بشرط خراج کلہا علی المشتری فہو فاسد ایک شخص نے اپنی نصف زمین بیچی اس شرط پر کہ
ساری زمین کا خراج مشتری پہ ہی تو بیع فاسد ہی یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین بائع کا فائدہ ہی اخذ الخراج من الاکار لان یرجع علی
الدہقان استحسانا خراج لیا گیا کاشتکار سے تو اسکو زمیندار سے پھر لینا بطریق استحسان جائز ہی شری الکرم مع الغلۃ وقبضہ ان رضی الاکار جاز البیع ولہ حصۃ من
الثمن وان لم یرض لم یجز بیعہ انگور کے درخت خریدے پھلون کے ساتھ اور اسپر قبضہ کیا اگر کاشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہی اور کاشتکار کو بقدر اسکے حصے کے ثمن ملیگا
اور اگر وہ راضی نہین تو اسکی بیع جائز نہین ہم مراد وہ کاشتکار ہی جسکا پھلون مین حصہ ہی قضاہ درہما وقال انفقہ والا فردہ علی فقبلہ ولم ینفقہ ردہ استحسانا
بخلاف جاریۃ وجدہا عیبا فقال اعرضہا وبعہا فان نفقت والا ردہا فعرضہا علی البیع سقط الرد مشتری نے بائع کو درم دیے اور کہا اسکو خرچ کر اور اگر
خرچ نہو تو مجکو پھیر دے سو بائع نے اسکو قبول کیا اور خرچ نکیے تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہی بطریق استحسان کے بخلاف اس لونڈی کے جسمین مشتری نے
عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اسکو بیع کے واسطے پیش کر یا بیچ ڈال سو اگر بک جاوے تو بہتر ہی ورنہ مجکو پھیر دے سو مشتری نے اسکو بیع کے واسطے پیش کیا
تو پھیر دینا ساقط ہو گیا ہم دونون صورتون مین فرق یہ ہی کہ درم مقبوض مین حق قابض نہین بلا تجوز بخلاف تصرف فی العین کہ وہ مین ملک قابض ہی لہذا
اسمین اختیار باطل ہی کذا فی الطحاوی ملخصا قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اذا وطی رجل امۃ ثم زوجہا مکانہ فللزوج وطیہا بلا استبراء وقال ابو یوسف استقبح

ولا یقربہا حتی تحیض حیضۃ کما لو اشتراہا کما سیجئ فی الحظر والکل من الملتقط امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا جبکہ ایک مرد نے اپنی لونڈی سے وطی کی پھر اسکا نکاح کر دیا
وہیں تو زوج کو اسکی وطی بلا استبراء جائز ہے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ میں اسکو قبیح جانتا ہوں اور زوج اسکا قربت نہ کرے جب تک اسکو حیض نہ آوے جیسے اسکو خرید کرے
تو استبراء لازم ہے چنانچہ آویگا کتاب الحظر میں اور یہ سب فروع ملتقط سے ملتقط ہیں ہم امام کے نزدیک یہ ہے پر ہر چند استبراء لازم نہیں مگر بالکلیہ استبراء واجب ہے چنانچہ شارح نے
کتاب النکاح میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے اور یہ جو کتاب الحظر کا حوالہ ہے سو شاید ملتقط کی عبارت میں ہوگا در المختار میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی ما یبطل بالشرط الفاسد
ولا یصح تعلیقہ بہ جو باطل یعنی فاسد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی شرط فاسد سے اور اسکی تعلیق شرط سے صحیح نہیں وہ بیع اور قسمت اور اجارہ اور اجازت اور رجعت اور صلح عن المال
والابراء عن الدین اور عزل وکیل اور اعتکاف اور مزارعہ اور معاملہ اور اقرار اور وقف اور تحکیم ہے یہاں اصل اس میں یہ ہے کہ ان کل ما کان مبادلۃ مال بمال یفسد بالشرط الفاسد کالبیع وما لا فلا
کالقرض یہاں دو قاعدے ہیں ایک قاعدہ یہ ہے کہ جو مال کا مبادلہ مال سے ہو وہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتا ہے چنانچہ بیع وغیرہ اور جو مبادلہ مال کا مال سے نہیں وہ شرط فاسد
سے فاسد نہیں ہوتا چنانچہ قرض وغیرہ ہم جو مبادلے کا مال سے نہیں اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مبادلہ ہو مال کا غیر مال سے یا تبرعات سے تو وہ شرط سے فاسد نہیں ہوتا
… کہ شرط فاسد بیاج سے متعلق ہیں اور بیاج معاوضات مالیہ سے ملحق ہے اسکے غیر سے تو وہاں فقط شرط ہی باطل ہو جائیگی تا یہاں کل ما کان من التملیکات او
التقییدات کرجعۃ یبطل تعلیقہ بالشرط فی الاصح دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو تصرف تملیکات یا تقییدات میں سے ہو چنانچہ رجعت تو اسکا معلق کرنا شرط سے باطل ہے اور اگر تملیکات و تقییدات
سے نہیں بلکہ اسقاطات یا التزامات یا ولایات یا تحریضات سے ہے تو اسکی تعلیق شرط سے صحیح ہے ہم رجعت تقیید کی مثال ہے جیسا کہ … فی الاسقاطات والالتزامات یحلف بہا کحج
وطلاق تعلیق مطلقا لیکن ان اسقاطات اور التزامات میں جنکی قسم کھائی جاتی ہے چنانچہ حج اور طلاق تو انکی تعلیق شرط سے مطلقا صحیح ہے یعنی خواہ شرط مناسب ہو یا غیر مناسب ہو
ہم حج اور طلاق میں لف ونشر غیر مرتب ہے یعنی حج التزام کی مثال ہے اور طلاق اسقاط کی وفی الاطلاقات والولایات والتحریضات بالملائم فقط اور اطلاقات اور ولایات اور تحریضات
یعنی ترغیبات میں شرط مناسب سے تعلیق صحیح ہے ہم اطلاقات چنانچہ اذن دینا تجارت میں اور ولایات جیسے قضا اور امارات اور ترغیبات چنانچہ امام کا یوں کہنا کہ جو غازی
کافر کو مارے گا وہ اتنا انعام پاوے گا کذا فی الطحطاوی فالاول اربعۃ عشر علی ما فی الدرر والکنز والعمادیۃ سو اول یعنی جو تصرفات کہ شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں چودہ ہیں
بموجب درر اور کنز اور وقایہ کے کتاب الاجارہ کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کا یہ بیان متن کے مخالف ہے اسواسطے کہ مصنف نے دونوں جملوں کی تمثیل ساتھ ہی دی ہے نہ فقط جمل
اول کی اور جو جمل اول کی مثال ہو وہ جمل ثانی کی بھی مثال ہو سکتی ہے بالعکس اور شارح نے کتب ثلثہ کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیزیں شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہیں چودہ مذکورہ
فی المتن میں منحصر نہیں کیونکہ حجر ماذون اور … اور قتل خطا اور جراحت موجبہ للمال سے صلح کرنا بھی شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے انتہی البیع ان قلت بکلمۃ ان لا بعلی لما بینا
فی البیع الفاسد چودہ امور سے اول بیع ہے اگر بیع کی تعلیق بلفظ ان شرطیہ کیے نہ بلفظ علی چنانچہ ہمنے اسکو بیع فاسد میں بیان کیا ہے ہم مگر ایک صورت میں تعلیق بلفظ ان صحیح ہے
مبطل بیع نہیں چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں نے یہ چیز تیرے ہاتھ بیچی اگر فلانا شخص تین دن تک راضی ہو جاوے اسواسطے کہ اجنبی کے واسطے خیار شرط کرنا صحیح ہے اور عاقد کا یوں
کہنا … اور ضرور ہے کہ … کے ساتھ متصل ہو ورنہ بیع جائز ہے اور ضرور ہے کہ … شرط ہو تو الحاق شرط سے الحاق نہ ہوگا صحیح روایت میں کذا فی ذخیرہ
میں ہے کہ اگر کہا … خرید کیں گا تو میں … صحیح اور خرید کی متصل بلا شرط میں کہا کہ اگر یہ … مکان تک پہونچا دے تو بیع فاسد نہیں کیونکہ یہ جبر الکلام ہے کذا فی الطحطاوی والقسمۃ
للمثلی اور قسمت مال مثلی کی شرط سے فاسد ہوتی ہے ہم مراد جنس واحد ہے اسواسطے کہ اجناس مختلفہ کی قسمت قیمتی مال کی قسمت کے مانند ہے تعلیق کی یہ صورت ہے کہ شریک تقسیم
میں اگر فلانا شخص راضی ہو اما القسمۃ القیمی فتصح بخیار شرط … اور قیمتی مال کی قسمت تو صحیح ہے خیار شرط اور خیار الرویۃ سے والاجارۃ اور اجارہ ہم تعلیق اجارہ کی یہ صورت ہے
کہ اجارہ دوے اس شرط پر کہ مستاجر اسکو قرض دے یا تحفہ دے یا مستاجر دوکان یا گھر کی مرمت کرے اور جتنا مرمت میں خرچ ہو وہ کرایہ سے مجرا کرے تو اس سے اجارہ
فاسد ہو جاتا ہے الا فی قولہ اذا جاء راس الشہر فقد اجرتک … تعلیق اجارہ صحیح نہیں مگر اس قول میں کہ جبکہ مہینہ کا سر آوے تو …
… اجارہ دیا تو اجارہ صحیح ہے … کذا فی العمادیۃ … الاجارۃ … تعلیق اور عدم …

اور مالک کے اس قول مین نامناسب بات سے کہ بکر کو فارغ کردے اور نہین تو کرایہ اسکا ہر مہینے مین اتنا ہو جائیگا چنانچہ یہ متفرقات اجارہ مین آویگا اور دیکھو یہ تعلیق ہے عدم تفریغ پر اجارہ کی

بالز اسے فقول البکر اجزت النکاح ان رضیت امی یبطل لا اجازۃ بزازیہ اور اجازت بزازیہ سے سمجھو تو باکرہ کا یون کہنا کہ مین نے نکاح کو جائز کیا اگر میری ماں راضی ہو باطل ہے اجازت

کذا فی البزازیۃ وکذا کل ما لا یصح تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوفا لا یصح تعلیق اجازتہ بالشرط بحر فقصرہ علی البیع قصور کما وقع فی المنح اور اسیطرح جسکی تعلیق شرط پر

صحیح نہین یعنی جسمین تملیک یا تقیید ہے جبکہ وہ موقوف منعقد ہو تو اسکی تعلیق صحیح نہین شرط پر کذا فی البحر تو منحصر کرنا تعلیق اجازت کا بیع پر قصور بیان ہے

چنانچہ منح الغفار مین واقع ہوا ہے ہم طحطاوی نے کہا منح الغفار مین بیع کی تمثیل واقع ہے اور مثال سے تخصیص ثابت نہین ہوتی اور کلام صاحب بحر کو مصنف نے

خود ذکر کیا ہے یعنے تو اب کچھ قصور نہ رہا والرجعۃ قال المصنف انما ذکرتہا تبعا للکنز وغیرہ قال شیخنا فی بحرہ وہو خطاء والصواب انہا لا تبطل بالشرط لا اعتبار الہا باصلہا

وہو النکاح واطال الکلام لکن تعقبہ فی النہر وفرق بانہا لا تفتقر لشہود ومہر ولہ رجعۃ امۃ علی حرۃ ثم کلہا بعد طلاقہا وتبطل بالشرط بخلاف النکاح اور رجعت

مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ مین نے تو رجعت کو باتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہے ہمارے استاد نے اپنی کتاب بحر الرائق مین کہا کہ رجعت کا یہان ذکر کرنا خطا ہے

اور ٹھیک بات یہ ہے کہ رجعت شرط سے باطل نہین ہوتی باعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہے یعنی جیسے رجعت کی اصل یعنی نکاح شرط سے باطل نہین ہوتا ویسے ہی رجعت

بھی باطل نہین ہوتی اور صاحب بحر نے یہان بہت گفتگو دراز کی ہے لیکن نہر الفائق مین اسپر اعتراض کیا ہے اور فرق بیان کیا ہے رجعت اور نکاح مین اسطرح پر کہ رجعت مین گواہان

اور مہر کی حاجت نہین اور مرد کو رجعت کرنا لونڈی کا اس حرہ پر جس سے نکاح کیا بعد اسکے طلاق کے جائز ہے اور رجعت باطل ہوتی ہے شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اسمین گواہان

اور مہر کی حاجت ہے اور نکاح لونڈی کا حرہ پر جائز نہین اور نکاح باطل نہین ہوتا شرط سے ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے اعتراض قوی نہین کیونکہ چند احکام کی مخالفت سے لازم نہین کہ

رجعت نکاح کے مخالف ہو اس حکم مین بھی اور تعجب ہے صاحب نہر سے کہ انہون نے صورت اجماع کو مخالفت کی صورتون مین مذکور کیا والصلح عن مال بمال درر وغیرہا اور صلح مال کی ہر عوض مال کے

کذا فی الدرر وغیرہا وفی النہر الظاہر الاطلاق حتی لو کان عن سکوت او انکار کان فداء فی حق المنکر ولا یجوز تعلیقہ اور نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر اطلاق صلح مراد ہے یعنی بیع کی تخصیص نہین

یہان تک کہ اگر صلح سکوت یا انکار سے ہو تو یہ فدا ہوگا حق منکر مین اور اسکی تعلیق جائز نہین ہم حلبی نے کہا کہ حق تقیید ہے نہ اطلاق کیونکہ یہان گفتگو اسکی ہے جو شرط فاسد سے باطل ہوتا ہے

یعنی معاوضات مالیہ اور سکوت اور انکار کی صلح معاوضات مالیہ سے نہین اور ہر چند اسکی تعلیق صحیح نہین لیکن کلام ہے اسکے بطلان مین شرط فاسد سے ولا ابراء عن الدین لانہ تملیک

من وجہ اور دین سے بری الذمہ کر دینا کیونکہ وہ تملیک ہے ایک راہ سے ہم منح الغفار مین ہے کہ ابراء عن الدین ایک وجہ سے تملیک ہے لہذا پھر جاتا ہے رد کرنے سے اگرچہ اسمین معنی اسقاط بھی

حلبی نے کہا کہ ابراء عن الدین مین مبادلہ مال کا مال سے نہین تو لائق یہ ہے کہ شرط سے باطل نہو اور تملیکات مین اسکا معتبر کرنا دلالت نہین کرتا مگر اسکے بطلان پر تو صحیح یہ ہے مثال یہ ہے کہ

قسم ثانی مین مذکور ہوتا الا اذا کان الشرط متعارفا فتعلیق الابراء صحیح نہین مگر جبکہ شرط مشہور ہو چنانچہ منکوحہ نے زوج سے کہا کہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرطیکہ تو تجدید

نکاح کرے بعوض مہر کے اور اسکا مہر مثل سو درم ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا بدون شرط کے کذا فی الطحطاوی او علقہ بامر کائن کان علیہ شئ فقد ابراتک فقد علقہ بامر کائن یا ابراء کو تعلیق

کرے امر ماضی محقق پر چنانچہ طالب کا مدیون سے کہنا کہ اگر تو نے فلان چیز میرے شریک کو دی تو البتہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا اور حالانکہ مدیون اسکے شریک کو دے چکا ہے تو یہ تعلیق

مذکور صحیح ہے وکذا بموتہ ویکون وصیۃ ولو لوارثہ علی ما بحثہ فی النہر اور اسیطرح تعلیق صحیح ہے طالب کی موت سے اور تعلیق مذکور وصیت ہوگی اگرچہ اپنے وارث کے واسطے ہو

چنانچہ صاحب نہر الفائق نے اسکو بطریق بحث کے ذکر کیا ہے وعزل الوکیل والاعتکاف اور معزول کرنا وکیل کا اور اعتکاف ہم چنانچہ یون کہنا اپنے وکیل سے کہ مین نے تجکو معزول کیا

بشرطیکہ تو مجکو تحفہ دے یا فلانا شخص آوے اور حق تعالی کے واسطے مجپر اعتکاف واجب ہے اگر میرا بیمار صحت پاوے یا فلانا شخص آوے فانہما لیسا مما یحلف بہ فلم یجز تعلیقہما بالشرط

اسواسطے کہ عزل وکیل اور اعتکاف اس جنس سے نہین جنسے قسم کھاتے ہون تو انکی تعلیق شرط سے جائز نہوئی وہذا فی احدی الروایتین کما بسطہ فی النہر اور یہ یعنی عدم جواز

تعلیق دو روایتون مین سے ایک روایت ہے چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے نہر الفائق مین ہم نہر الفائق مین مذکور ہے کہ سرخسی کی روایت مین تعلیق با شرط جائز ہے اور عدم جواز تعلیق

اعتکاف منافی ہے اسکی جو اعتکاف مین مذکور ہو چکا بلکہ خانیہ سے اعتکاف معلق کے جواز پر اجماع ثابت ہوتا ہے اور جب اسکی تعلیق صحیح ہوئی تو شرط فاسد سے باطل نہین ہو سکتا

جامع الفصولین میں ہے کہ جسکی تعلیق بالشرط جائز ہے وہ شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا انتہی ولا یصح تعلیق الاعتکاف بالنذر اور معلق کرنا اعتکاف کا نذر سے یعنی عبادت
منذورہ سے صحیح قول پر ہم طحطاوی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا کہ صحت تعلیق کا ت صحیح ہو کیونکہ وہ عبادات سے ہے اور اسکی صحت تعلیق منصوص ہے اسواسطے کہ وہ
عبادات سے ہے نہ یہ کہ وہ ملحق بعبادات ہو والمزارعة اور مزارعت جیسا کہ یوں کہنا کہ میں نے اپنی زمین تجھکو بطریق مزارعت دی اس شرط پر کہ تو مجھکو اتنا قرض دے یا فلانا
شخص آوے والمعاملة ای المساقاة لانہا اجارة اور معاملہ یعنی درختوں کی سینچائی جیسا کہ یوں کہنا کہ میں نے تجھکو اپنا باغ بطور مساقات دیا بشرط [illegible] مزارعت اور مساقات
کی تعلیق اسواسطے صحیح نہیں کہ دونوں اجارہ ہیں والاقرار اور اقرار جیسا کہ یوں کہ بیشک تیرے ہزار درم ہیں اگر تو مجھکو قرض دے یا فلانا شخص آوے [illegible] میں کہا کہ اقرار خبر ہے
معاوضات مالیہ سے نہیں لیکن اسکی تعلیق صحیح نہیں ورنہ باطل ہوجاتا ہے شرط فاسد سے الا اذا علقہ بمجیء الغد او بموتہ فیجوز [illegible] اقرار باطل ہوتا ہے شرط سے مگر جب کل کو
کل کے آنے یا اپنی موت سے معلق کریں تو جائز ہے اور فی الحال [illegible] لازم ہوجاتا ہے کذا فی العینی ہم اقرار کیا کہ تیرے ہزار درم ہیں جبکہ مہینہ پورا ہو یا لوگ موسم سے افطار کریں تو یہ اقرار
جائز ہے اور دعوی مدت کا باطل اگرچہ مدت شہادت یا طالب کے اقرار سے ثابت ہو اور اقرار کیا کہ گواہ رہیو کہ فلانا شخص کے مجھپر ہزار درم ہیں اگر میں جاؤں تو اسپر ہزار درم
ثابت ہونگے خواہ وہ زندہ رہے یا مرجاوے کذا فی الطحطاوی والوقف اور وقف کی تعلیق صحیح نہیں جیسا کہ یوں کہنا کہ میں نے اپنا گھر وقف کیا اگر فلانا شخص گھر سے آوے
والرابع عشر التحکیم کقول المحکمین اذا اہل الشہر فاحکم بیننا لانہ صلح معنی فلا یصح تعلیقہ واضافتہ عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی قضاء الخانیة اور چودھویں حکم مقرر کرنا جیسا کہ
حکمین کا یوں کہنا کسی شخص سے کہ جب مہینہ کا چاند ہو تو ہمارے درمیان [illegible] کہ تحکیم معنی صلح ہے تو اسکی تعلیق اور اضافت [illegible] کرنا
صحیح نہیں ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ خانیہ کی کتاب القضاء میں ہے [illegible] تعلیق
اضافت صحیح نہیں اور باعتبار تولیت کے صحیح ہے [illegible] صحیح نہیں [illegible] کی تعلیق اور اضافت صحیح ہو [illegible] ابطال الاجل [illegible]
یبطل بالشرط الفاسد کذا [illegible] علی ما فی الاشباہ اور ان مسائل سے جو شرط فاسد سے باطل ہوجاتے ہیں ابطال مدت باقی رہا سو [illegible] یہ ہے کہ ابطال مدت شرط فاسد سے باطل ہوجاتا ہے
اسی طرح [illegible] جیسا کہ اشباہ میں ہے [illegible] ابطال اجل کی [illegible] کہا کہ میں نے وہ مدت [illegible] باطل کردی اس شرط پر کہ
دراہم مجھکو فلانی چیز ہبہ کرے [illegible] تو یہ ابطال اجل باطل ہے اور مدت باقی رہے وما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسد [illegible] عدہا
ستة العینی وزدت ثمانیة اور جو مسائل کہ صحیح ہیں اور شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتے [illegible] وہ [illegible] ہیں جیسا کہ مصنف نے شرح میں شمار
کیا ہے عینی کا تابع ہوکر اور میں نے آٹھ مسائل زیادہ کیے ہیں تو مجموع مسائل متن اور شارح کے [illegible] ہوئے جیسا کہ [illegible] معلوم ہوگا القرض والہبة والصدقة و
والطلاق والخلع والعتق والرہن [illegible] قرض [illegible] ہبہ صدقہ نکاح طلاق خلع عتق رہن [illegible] کہا کہ میں نے تجھکو اتنا قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری
خدمت کرے تو اس شرط [illegible] قرض باطل نہیں [illegible] کہا کہ میں نے یہ لونڈی تجھکو ہبہ کی یا صدقہ دی اس شرط پر کہ اسکے پیٹ کا بچہ [illegible] کہا کہ میں نے تجھسے نکاح
کیا اس شرط پر کہ تیرا کچھ مہر نہیں تو نکاح صحیح ہے اور شرط فاسد [illegible] طلاق [illegible] اس شرط پر کہ [illegible] کسی سے نکاح نہ کر [illegible] خلع [illegible] بالشرط [illegible]
ایک ہفتہ یا ایک مہینہ [illegible] اختیار ہے تو طلاق واقع ہوگی اور [illegible] باطل [illegible] غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اس شرط پر کہ [illegible] کہا کہ میں نے اپنا غلام
تیرے پاس رہن رکھا بشرطیکہ وہ مہینہ بھر میری خدمت کرے یا اگر میں اسکو اتنی مدت تک نہ چھڑاؤں تو وہ غلام تیرا ہے تو شرط باطل ہے اور رہن صحیح ہے کذا فی الطحطاوی والایصاء
کجعلتک وصیا علی ان تتزوج بنتی [illegible] اپنا وصی مقرر کرنا جیسا کہ یوں کہنا کہ میں نے تجھکو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے نکاح کرے والوصیة اور وصیت جیسا کہ یوں کہنا
کہ میں نے تیرے واسطے ثلث مال کی وصیت کی بشرطیکہ تو اپنے والد کا نکاح میری بیٹی سے کردے تو ایصاء اور وصیت صحیح ہے اور شرط لغو ہے والشرکة اور شرکت جیسا کہ یوں کہنا کہ
تجھکو میں نے اپنا شریک کیا بشرطیکہ تو مجھکو اتنا تحفہ دے والمضاربة اور مضاربت اسطرح کہ اسکو ہزار درم دے بشرطیکہ رب المال مضارب کو ایک سال زراعت کے واسطے زمین دے
یا گھر رہنے کو دے تو شرط باطل ہے اور مضاربت صحیح ہے کذا فی النہر وکذا القضاء والامارة [illegible]

اور امیر مقرر کرنا چاہا پھر بادشاہ کا یون کہنا کہ بیشک تجھکو فلان شہر کا والی مقرر کیا ا ذی توصیح ہی اور شرط باطل ہو تو بادشاہ کو اسکے معزول کرنے کا بلا قصور اختیار ہی ہم فلان شہر کا مراد

یہی کہ گناہ سے اسکو معزول کرے وہی یشترط الصحۃ عزلہ کذا فی ... السلطان ان یقول ... بعضہم ... فی الشہور الطلاق الصحۃ اور قاضی والی یا امیر

کے معزول کرنے کی صحت مین مانند اس شرط کے جسکو ہمیشہ کے واسطے سلطان نے مقرر کیا یون کہنا کیا شرط ہی کہ تجھے قاضی بنایا ہمیشہ منصوب رکھنے سے رجوع کیا یعنے علما نے اسکا

فتوی دیا ہو اور بعض الفاظ مین طلاق و صحت کو پسند کیا ہو یعنی خواہ رجوع کرے یا رجوع نکرے شرط معزولی کا بادشاہ کو اختیار ہو فی البزازیۃ ... لا ... والشرط ...

وہ نقل قول ... مع ... زید صح التعلیق والشرط اور بزازیہ مین ہی کہ اگر بادشاہ قاضی سے شرط کرے کہ وہ رشوت نہ لے اور شراب نہ پیے اور کسیکا کہنا نمانے اور زید کا

شلا ... تو لقا ... شرطون صحیح ہین ہم یعنی اگر نہین سے کوئی فعل کریگا تو معزول ہوگا اور زمان گذشتہ کا اسکا حکم باطل ہوگا اور اسکا حکم ... زید ...

نافذ ہوگا اور ... جب ہی کہ اگر اسکا ... پیش ہو تو قبول کرے کذا فی الطحطاوی عن البزازیۃ والکفالۃ ضامنی اسطرح کہ مین تیرے غریم کا ضامن ہون اگر تو

مجھکو قرضہ دے والحوالۃ حوالہ اسطرح کہ مین تیرا دین مثلاً زید پر حوالہ کیا اس شرط سے کہ وہ حوالہ ... الا اذا شرط فی الحوالۃ الاعطاء من دار المحیل

فتفسد لعدم قدرتہ علی الوفاء بالملتزم کما عزاہ المصنف للبزازیۃ ... بان ہذا من الحتال ... الکلام فیہ فلیحفظ ... محال علیہ کو ادا ... مکان ... مکان ... سے

ثمن سے تو حوالہ فاسد ہی کیونکہ محتال علیہ قادر اسکے ادا پر نہین جسکا اسنے التزام کیا چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ کی طرف نسبت کیا ہی اور شارح الفائق مین جواب دیا

کہ یہ قول محتال کی جانب سے وعدہ ہی اور وعدہ مین کلام نہین تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ کلام مصنف غیر منقح ہی کیونکہ شرط ہی نہ وعدہ اور شرط محتال علیہ کی جانب سے

ہو نہ محال کی طرف سے کذا فی الطحطاوی والوکالۃ اور وکالت اسطرح ہی کہ مین نے تجھکو وکیل کیا بشرطیکہ تو اسیقدر دین مجھکو ہبہ کر دے الاقالۃ اقالہ اسطرح کہ عاقدین

اقالہ کرین اس شرط پر کہ ثمن زائد ہو اول سے یا کمتر تو اقالہ صحیح ہی اور شرط لغو کذا فی الطحطاوی والکتابۃ کتابت اسطرح کہ کہے اپنے غلام سے کہ مین نے تجھکو مکاتب کیا ہزار درم پر

بشرطیکہ تو شہر سے باہر نکلے یا فلانے سے معاملہ کرے یا تو فلانی قسم کی سوداگری کرے تو کتابت صحیح اور شرط باطل ہی کذا فی المنح الا اذا کان الشرط فی صلب العقد او نفس البدل کتابۃ علی

خمر فتفسد انہ وعلیہ یحمل الاطلاق کما حررہ خسرو مگر جبکہ فساد صلب عقد مین یعنی نفس کتابت میں ہو چنانچہ اسکا مکاتب کرنا شراب پر تو اسمین کتابت فاسد ہو جاتی ہی اور اسی پر اطلاق فقہا

ہو جاتا چنانچہ اسکو ملا خسرو نے درر مین تحریر کیا ہم عمادی اور سنروشتی غیرہما نے کہا کہ کتابت کی تعلیق شرط سے جائز ہی اور شرط فاسد سے کتابت باطل ہو جاتی ہی خسرو نے کہا کہ اطلاق افساد اسکا

پر محمول ہی جو صلب عقد مین ہو لیکن بزازیہ کی یہ روایت اس حمل کے مخالف ہی کہ جارہ بونڈی کو مکاتب کیا اس شرط پر کہ اسکا حمل اوسکی کتابت نہین تو کتابت فاسد ہو اسواسطے کہ کتابت شرط فاسد

سے باطل ہو جاتی ہی انتہی تو اگر استثناء ہی پیش کیا جاوے تو اسکا اصل ہو کذا فی الطحطاوی اذن العبد فی التجارۃ ۲۰ غلام کو اذن دینا تجارت مین چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تجھکو تجارت کا

اذن دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ تک تجارت کرے فلانے امر مین تو اذن جمیع تجارات و اوقات کو عام ہوگا اور شرط باطل دعوۃ الولد کہذا الولد منی ان رضیت امرأتی ۲۱ ولد کے نسب کا

دعوی کرنا چنانچہ یہ لڑکا میرا ہی اگر میری عورت راضی ہو یعنی نسب ثابت ہی اور شرط باطل ہو الصلح عن دم العمد ۲۲ قتل عمد سے صلح کرنا یعنی جو شخص عمداً مقتول ہوا اسکا ولی قاتل سے کسی چیز پر صلح

کرے اس شرط پر کہ قاتل اسکو قرض دے یا تحفہ تو صلح صحیح ہی اور شرط فاسد اور قصاص ساقط کیونکہ سقوط ایسا ہی اور شرط کا محل نہین کذا فی المنح وکذا الابراء عنہ ولم یذکروہ کتفاء بالصلح

درر ۲۳ اور اسیطرح قتل عمد سے ابرا کرنا شرط فاسد سے باطل نہین ہوتا اور فقہانے ابرا کو ذکر نہین کیا صلح پر کفایت کرکے کذا فی الدرر وجہ کفایت یہ ہی کہ صلح اور ابرا مین چندان

فرق نہین اسواسطے کہ جب ولی نے قاتل عمد سے کہا کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا اس شرط پر کہ تو اس شہر مین نہ رہے یا اسنے صلح کرے تو ابرا اور صلح صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن الدرر

وعن الجراحۃ التی فیہا القود والاسکان من القسم الاول ۲۴ صلح کرنا اس زخم سے جسمین قصاص لازم ہی اور اگر ایسا زخم جسمین دیت لازم ہی تو

وہ قسم اول سے ہوگا یعنی دیت مین سوال کا طریقہ جاری ہی اگر چہ معاوضات مالیہ مین ہی تو وہ شرط فاسد سے باطل ہوگا وعن جنایۃ غصب ودیعۃ عاریۃ اذا ضمنہا ...

حوالۃ اوکفالۃ درر ۲۵ صلح کرنا جنایت غصب سے یعنی جنایت مغصوب سے صلح کرنا جنایت ودیعت سے صلح کرنا جنایت عاریت سے جبکہ کوئی مرد ضامن ہو اور صلح کا ضامن ہو

اور یہ حوالہ یا ضمانت شرط کرے کذا فی الدرر یعنی غاصب مغصوب مین اور امانت دار امانت مین اور مستعیر عاریت مین جنایت کرے اور کچھ مال پر صلح کرے ادا بدل صلح مین

کوئی شخص جو کسی کا ضامن ہو اور ضامن حق الیہ یا ضمانت کی نہیں شرط کرے اس طرح کہ مقصود یہ امانت یا عاریت کی جنایت کی بدل صلح کا میں ضامن ہوں البتہ اگر یوں کہے کہ فلانا شخص کو قتل ہو یا فلانا
شخص پر جو مال ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی عن الدرر وجامع الفصولین والحجر علی المأذون ۲۲ سبب ۲۹ بعد ماذون نہ بھی تصرف کا روکنا کذا فی الاشباہ اس سبب سے کہ وہ لونڈی جو
ہو چکا لیکن وہ اذن خاص ہو اور یہ علم ہو تو شرط فاسد سے باطل نہ ہوگا والغصب وامان نفس یا ... ۲۳ غصب ۲۲ امان کذا فی الاشباہ یعنی حربی کو امان دینا بشرط فاسد صحیح ہو اور
شرط باطل یعنی لغو ہونا میں سمجھا ... کہ یہ طحطاوی نے کہا کہ غصب شاید ضمان ... مراد ہے والتقیید ... باشتراط شرط بلا وجہ ہے وعقد الذمة
۲۲ عقد ذمہ اس طرح پر کہ بادشاہ کسی کافر حربی سے جو دار الاسلام کی اقامت کا ارادہ رکھتا ہو کہے میں تجھ پر جزیہ مقرر کیا بشرطیکہ تو مجھکو کچھ تحفہ دے کذا فی الطحطاوی عن الحموی
وتعلیق الرد بالعیب ۲۲ رد بالعیب کے معلق کرنا اس طرح پر کہ اگر میں بیع میں کچھ عیب پاؤنگا تو تجھکو پھیر دونگا بشرطیکہ تو مجھکو بعض قرض سے بری الذمہ کر دے طحطاوی نے کہا
یہ مثال بنا سوقیام ہو ... وغیرہ کی مثال کے وتعلیقہ بخیار الشرط ۲۳ اور خیار شرط کو معلق کرنا اس طرح پر کہ اگر میں بیع کو تین دن میں جاری نکروں تو تجھکو پھیر دوں بشرطیکہ
میں مجھکو تحفہ دوں تو مجھکو تحفہ دے طحطاوی نے کہا یہ مثال بنا سوقیام ہو وعزل القاضی کہ ان شاء فلان ... المذکورات لیست بمعاوضة مالیة
فلا تؤثر فیها الشروط الفاسدة ۲۳ قاضی کا معزول کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا قاضی سے کہ میں تجھکو معزول کیا اگر فلانا شخص چاہے تو قاضی معزول ہوگا اور شرط مذکور باطل ہوگی
استثناء کے ... ذکر کیا ہو کہ جمیع تصرفات مذکورہ یعنی ... قاضی تک ... سو ان میں شروط فاسدہ اثر نہیں کرتی ... مذکور ہو چکا کہ شروط فاسدہ ...
کی طرف راجع ہیں اور یہ تحقیق نہیں ہے تا کہ معاوضات مالیہ ہیں ... بالشرط ... بالاسقاطات المحضة التی یحلف بہا کالطلاق والعتاق وبالالتزامات التی یحلف بہا
کالحج والصلوٰة والتولیات کالقضاء والامارة یعنی ... اور باقی ... تصرفات کی تعلیق شروط سے جائز ہے اور وہ مخصوص ہیں ان اسقاطات محضہ سے جن کی قسم کھائی جاتی ہو چنانچہ طلاق اور
عتاق اور ان التزامات سے مخصوص ہیں جن کی قسم کھاتے ہیں چنانچہ حج اور نماز اور مخصوص ہیں تولیات سے چنانچہ قضا اور امارت کذا فی العینی والزیلعی اور جمیع تصرفات مذکورہ شروط فاسدہ سے
باطل نہیں ہوتے کما مر وفی التنویر الاذن فی التجارة وتسلیم الشفعة والاسلام ... التعلیق میں اذن فی التجارة اور تسلیم شفعہ اور اسلام کو زیادہ کیا ... قبول الاسلام
فی القسم الاول اذ ... لا اقرار ... ولکن ... اور ... نے اپنی شرح میں ... کیا ہو ... اسلام ... تعلیق شرط سے صحیح نہیں ... اسلام اقرار کی قسم ... اور
منع کیا ... کفر کا بیان یعنی جواز تعلیق میں کیونکہ کفر ... اسلام ... اقرار ... بلکہ تحقیق یہ ہو کہ اسلام ...
اور اقرار احکام وغیرہ کے اجرا کی شرط ہو بلکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہو کہ تصدیق قلبی کی تعلیق شرط سے صحیح نہیں اس سے کہ معلوم ہو کہ جو کافر اپنے اسلام کو فعل پر معلق کرتا ہو وہ غالباً
فعل سے نفرت رکھتا ہو تو معلق علیہ کی تحصیل کا ارادہ نہیں رکھتا تو اسکو کیونکر مسلمان قرار دیجیے ... تعلیق ... اسکے ... کیا ہو ... کلام میں بیان کیا ہو
کذا فی الطحطاوی وتصح تعلیق ... والکفالة والابراء عنها بالملائم ... صحیح ہو ... کفالت کا اور کفالت کی براءت کا شرط ... سے جیسا کہ بزازیہ کی کتاب البیوع میں ہو کہ تعلیق ... بلفظ
ان شرطیہ باطل ہو اور بلفظ علی جائز ہو اگر شرط ملائم ہو ... اور اگر شرط مخالف ہو تو شرط باطل ہو اور ... صحیح ہو اور تعلیق کفالت اگر متعارف ہو چنانچہ مطلوب کا آنا تو صحیح ہو اور
اگر شرط محض ہو چنانچہ دخول دار ... تو کفالت جائز ہو اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی وما تصح اضافتہ الی الزمان المستقبل الاجارة وفسخها والمزارعة والمعاملة
والمضاربة والوکالة والکفالة والایصاء والوصیة والقضاء والامارة والطلاق والعتاق والوقف فھی اربعة عشر ۲۲ جنکا اضافت کرنا زمان مستقبل کی طرف صحیح ہو
اجارہ ہو اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور معاملت یعنی مساقات اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسیکو وصی مقرر کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور امارت اور طلاق اور عتاق اور وقف تو یہ چودہ
تصرف ہیں یعنی تصرفات مذکورہ کو آئندہ زمانے کی طرف مضاف کرنا بغیر صیغہ تعلیق صحیح ہو کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہو چکی اور فائدہ صحت اضافت کا یہ ہو کہ مستاجر نقض اجارہ نہیں
کرسکتا ہو زمانہ مضاف الیہ کے آنے کے وقت اور موجر کو جائز نہیں کہ اسکے غیر کو اجارہ دے اضافت اجارہ کی مثال یہ ہو کہ موجر کہے کہ میں تجھکو اپنا گھر اجارہ دیا بعد ایک مہینے کے اور وقف کی
مثال یہ ہو کہ میں نے اپنا گھر یا باغ وقف کیا بعد اپنی موت کے اور جواز اضافت فسخ اجارہ یہ ایک قول ہو شرح ... میں ہو کہ مختار عدم صحت اضافت ... کذا فی الطحطاوی لا العاریة والاذن فی التجارة
فیکونان مضافین ... اور باقی رہا ذکر عاریت اور اذن فی التجارة کہ یہ دونوں بھی مضاف بزمان آئندہ صحیح ہیں کذا فی العمادیة ولا تصح اضافتہ الی المستقبل عشرة البیع اجارة

وفسخہ والقسمۃ والشرکۃ والہبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال والابراء عن الدین لانہا تملیکات للحال فلا تضاف الی الاستقبال کما لا تعلق بالشرط لما فیہ من معنی القمار اور عین کی اضافت زمانِ مستقبل کی طرف صحیح نہیں ہے وہ دس ہیں بیع اور اجازت بیع کی اور فسخ کرنا اسکا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح مال سے اور ابراء دین سے کیونکہ یہ تصرفات فی الحال کی تملیکات ہیں تو مضاف نہونگے زمانہ استقبال کی طرف جیسے کہ شرط کے ساتھ معلق نہیں ہونگے کیونکہ اسمیں معنی قمار ہے یعنی مخاطرہ ہے کہ شرط متحقق ہو یا نہو ھ ظاہر رجعت اور ابراء پر تملیکات صادق نہیں کیونکہ رجعت تقلید ہے اور ابراء اسقاط ہے مگر یوں کہیے کہ رجعت بابت تملیک نفع ہے حکماً سے اور ابراء میں تملیک ہے مدیون کو ولیس منہا الوکالۃ علی قول الثانی المفتی بہ اور جنکی اضافت صحیح نہیں انہیں وکالت کا شمار کرنا باقی رہا ہے جب ابو یوسف کے مفتی بہ قول کے ہم جنکا عبث ... اور وکالت پر فتویٰ ہوا تو اسکا شمار کرنا ان تصرفات میں جنکی اضافت صحیح ہے بحول الظاہر ہو

باب الصرف

یہ باب ہے بیع الصرف کے بیان میں ھو ای الباب الی الکتاب ... من انواع البیع مصنف نے اسکا عنوان باب کیا نہ کتاب یعنی ہکو نیز باب الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف نہ کہا اسواسطے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہے ھ شارح نے اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر بہتر ہے کنز کی تعبیر سے کہ اسمیں کتاب الصرف واقع ہے صرف انواع بیع سے ایک نوع ہے کہ بیع کی چار قسموں میں جیسا کہ کتاب البیوع کے شروع میں مذکور ہو چکا یعنی یا بیع العین بالعین ہے یا بیع العین بالدین ہے یا بیع الدین بالعین ہے یا بیع الدین بالدین ہے اور بیع الدین بالدین عبارت ہے صرف سے اور دین سے مراد احد النقدین ہے ھو لغۃ الزیادۃ صرف لغت میں بمعنی زیادتی کے ہے ھ ولذا سمیت العبادۃ النافلۃ صرفا ... چنانچہ ارشاد ہوا کہ جو اپنے باپ کے سوا غیر سے اپنا نسب لگاوے تو حق تعالیٰ اسکا صرف اور عدل قبول نہ کریگا صرف سے مراد نفل ہے کیونکہ وہ فرض سے زائد ہے اور عدل سے مراد فرض ہے ... شرعی معنی میں جو وجہ اسکا صرف یعنی التقابض بدین شرط ہے تو یہ زیادتی ہے غیر صرف پر کیونکہ اور بیوع میں تقابض یعنی شرط نہیں وشرعاً بیع الثمن بالثمن ای ما خلق للثمنیۃ ومنہ المصوغ جنسا بجنس او بغیر جنس کذہب بفضۃ اور شرع میں ثمن کا بیچنا ثمن سے صرف ہے خواہ بیع جنس کی جنس سے ہو چنانچہ چاندی کی چاندی سے اور سونے کی سونے سے یا غیر جنس سے بیع ہو جیسے سونے کی بیع چاندی سے اور ثمن سے مراد وہ ہے جو ثمن ہونے کے واسطے مخلوق ہوا ہو یعنی چاندی یا سونا اور چاندی سونے کا زیور اور برتن بھی اسمیں داخل ہے یعنی اسکی بیع بھی صرف میں داخل ہے خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور اور برتن بسبب صنعت کے ثمن محض باقی نہ رہا ولہذا عقد میں متعین ہوجاتا ہے کذا فی النہر فتح القدیر میں ہے کہ ثمن وہ ہے جو ثابت فی الذمہ ہو بطریق دین کے مقابلے کے وقت اور نقود متعین بالعقد نہیں ہوتے بطریق دین کے ... ویشترط عدم التاجیل والخیار والتماثل ای التساوی وزنا اور شرط ہے عدم تاجیل اور عدم خیار اور تماثل یعنی دونوں عوضوں کا برابر ہونا وزن میں ھ عدم تاجیل خیار کر ہے کہ خود ماتن بیان کریگا والتقابض بالبراجم لا بالتخلیۃ قبل الافتراق اور شرط ہے باہم قبض کرنا عوضین کا انگلیوں کے جوڑوں سے قبل افتراق عاقدین کے نہ تقابض بالتخلیہ یعنی تقابض بالتخلیہ کافی نہیں جب تک ہاتھ سے قبض ہو اور ظاہراً ... قبض تقابض بالبراجم میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی وشرط بقائہ صحیحا علی الصحیح اور تقابض صرف کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنا بر قول صحیح کے ھ تو اگر احد البدلین کی مدت معین ہوئی پھر مدت معین کرنے والے عاقد نے ... باطل کردی قبل افتراق کے اور عوض کو نقد دیا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد منقلب بصحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہیں ان اتحدا جنسا وان اختلفا جودۃ وصیاغۃ لما مر فی الربوا تماثل اور تقابض شرط ہے اگر دونوں عوض ایک ہی جنس سے ہوں اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں اسوجہ سے کہ باب الربوا میں مذکور ہو چکا کہ مال ربوا میں جید اور ردی برابر ہے ھ جبکہ عمدگی اور صنعت شرعاً ساقط الاعتبار ہوئی تو یہ جو معمول ہے کہ عمدہ چاندی بنارسی وغیرہ زیادہ روپے دیکر خرید کرتے ہیں یا چھلا یا آرسی بسبب صنعت سادہ کاری کے بڑھا کر روپے سے مول لیتے ہیں عین ربوا اور حرام قطعی ہے مسلمانوں کو اس سے احتراز واجب ہے اور تدبیر اسطرح کی خرید کی یہ ہے کہ جنس بدل دے یعنی چاندی کو اشرفیوں یا پیسوں سے خرید کرے والا بان لم یتجانسا شرط التقابض لحرمۃ النساء اور اگر دونوں عوض ہم جنس نہوں چنانچہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا شرط ہے بسبب حرام ہونے تاخیر کے ھ یعنی درصورت اختلاف جنس کے تقابض البدلین شرط ہے تماثل شرط نہیں طحطاوی نے کہا کہ صرف نقدین میں جب تقابض البدلین شرط ہوا تو معلوم ہوا کہ اگر چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچے تو اسمیں قبض احد البدلین قبل افتراق شرط ہے نہ دونوں عوض کا قبض فلو باع النقدین احدہما بالآخر جزافا او بفضل وتقابضا ...

فيه اى المجلس صح تو اگر نقدین یعنی چاندی سونے میں بیع ایک کو بیچا دوسرے سے بلا وزن بطور تخمین اور اٹکل کے یا زیادہ کر کے بیچا اور عاقدین نے عوضین کو باہم قبض کیا مجلس عقد کے اندر تو صحیح ہو گی تفریع ہے تقابض پر یعنی جب اختلاف جنس میں فقط تقابض شرط ہوا بلا تماثل تو بیع تخمینی اور فضلی دونوں درست ہیں اگرچہ ایک شخص نے ہزار روپے خریدے یا ایک روپیہ سے ہزار اشرفی مول لے بشرط تقابض فی المجلس اور اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے بیچا بطور تخمین بلا وزن تو جائز نہیں پھر اگر مجلس میں تساوی عوضین معلوم ہو گئی اور تقابض طرفین واقع ہوا تو بیع صحیح ہو جائیگی والعوضان لا يتعينان حتى لو استقرضا فادیا قبل افتراقهما او امسکا ما اشار اليه في العقد وادیا مثلهما جائز اور دونوں عوض متعین نہیں ہوتے بیع الصرف میں یہاں تک کہ اگر عاقدین نے عوضین کو ایک دوسرے سے قرض لیا پھر قرض ادا کیا جدا ہونے سے پہلے یا رکھ چھوڑا اس نقد کو جسکی طرف عقد میں اشارہ کیا تھا اور مثل عوضین کو ادا کیا تو بیع جائز ہے علم آیا کہ اگر عوض مستحق غیر نکلا اور مشتری نے بدل اسکا ہم جنس تھا ادا کیا تو جائز ہے کذا في المنح ويفسد الصرف بخيار الشرط والاجل لا خلالهما بالقبض اور فاسد ہو جاتی ہے بیع الصرف خیار الشرط اور مدت مقرر کرنے سے کیونکہ خیار الشرط اور مدت قبض کے مخل ہیں اس واسطے کہ جب خیار باقی رہیگا استحقاق قبض ممتنع ہو گا کیونکہ استحقاق قبض ملک پر مبنی ہے اور خیار اسکا مانع ہوا اسی طرح مدت مانع قبض ہے فرع صح مع اسقاطهما في المجلس لزوال المانع اور صحیح ہے دونوں کے اسقاط کرنے کے ساتھ سبب دور ہو جانے مانع کے یعنی اگر اول خیار شرط اور مدت کا ذکر ہوا پھر اسی مجلس میں دونوں کو ساقط الاعتبار کر دیا تو بیع صحیح ہو گی یعنی بشرط تقابض البدلين في المجلس وصح خيار رؤية وعيب في مصوغ لا النقد اور خیار الرؤیت اور خیار العیب چاندی سونے کے زیور یا برتن میں صحیح ہے نقدین میں خیار الرؤیت صحیح نہیں کیونکہ انعقاد عقد نقدین کے مثل پر ہوتا ہے عین نقدین پر بخلاف زیور اور برتن کے اور ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ نقدین میں خیار العیب بھی نہیں ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ خیار العیب نقدین میں داخل ہوتا ہے تو اگر عیب کے سبب مجلس میں پھیر دیگا تو صرف باقی ہے اگر اسکا بدل حاصل کریگا اسی مجلس میں اور اگر بعد افتراق کے پھیر دیگا تو بیع الصرف باطل ہو گی کذا في الطحطاوي فرع مع سماية مشابه شارح کا اشارہ [illegible] الفاسد يلتحق باصل العقد عنده خلافا لهما شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہو جاتی ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا في النهر مراد وہ شرط فاسد ہے جو بعد عقد کے مذکور ہو فلو قبض الثمن زيوفا فرده ينتقض فيه فقط کچھ ثمن کھوٹا نکلا اس واسطے کو پھیر دیا تو اسی قدر میں بیع ٹوٹ جائیگی اسی واسطے [illegible] اسمیں قبض نہ ہوا اور دوسرے عوض میں دونوں شریک ہو جائینگے بشرطیکہ اسمیں کوئی ایسا دینار نہ ہو جو ثمن مردود کی مقدار کا ہو کذا في الطحطاوي ولا يتصرف في ثمن الصرف قبل قبضه لوجوب التقابض تعالیٰ تصرف کرنا جائز نہیں صرف کے ثمن میں قبضہ کرنے سے پہلے بسبب واجب ہونے قبضہ کے حق اللہ تعالیٰ کی جہت سے فلو باع دينارا بدرهم واشترى بها قبل قبضها ثوبا فسد بيع الثوب والصرف بحاله تو اگر بیچا دینار کو بعوض درم کے اور درم سے مثلاً کپڑا خرید کیا قبل قبض درم کے تو کپڑے کی بیع فاسد ہے اور بیع الصرف بحال خود باقی ہے باع امة تعدل الفا درهم مع طوق فضة في عنقها قيمته الف انما بين فيهما ليفيد انقسام الثمن على الثمن لو انه غير جنس الطوق الا فالعبرة لوزن الطوق لا القيمة فقدره مقابل به والباقي بالجارية بیچا لونڈی کو جسکی قیمت ہزار درم کے برابر ہے اس چاندی کے طوق کے ساتھ جو اسکی گردن میں ہے جس طوق کی قیمت ہزار درم ہے مصنف نے لونڈی اور طوق کی قیمت صرف اسواسطے بیان کی تا انقسام ثمن کا ثمن پر معلوم ہو یا یہ معلوم ہو کہ وہ یعنی ثمن غیر جنس طوق کی ہے اگر ایسا نہیں تو وزن طوق کا اعتبار ہو نہ اسکی قیمت کا تو ثمن برابر طوق کے طوق کے مقابل ہو گا اور باقی ثمن لونڈی کے مقابلے میں واقع ہو گا ہم لونڈی کی قیمت کا طوق کی قیمت سے برابر ہونا شرط نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھ ملا کر بیچے بعوض نقد مجانس کے تو یہ امر ضروری ہے کہ نقد منضم الیہ سے ثمن زیادہ ہو بالفين متعلق بباع ونقد من الثمن الفا او باعها بالفين الف نقد والف نسيئة او باع سيفا حليته خمسون فخلص بلا ضرر فباعه بمائة ونقد خمسين فما نقد فهو ثمن الفضة سواء سكتا او قالا خذ هذا من ثمنهما تو یا الحواد جاریہ مسطورہ اور طوق مذکور کو بیچا بعوض دو ہزار درم کے اور ثمن سے ہزار درم دیے یا جاریہ کو بیچا بعوض دو ہزار کے اس طور پر کہ ایک ہزار نقد اور ایک ہزار کا وعدہ یا تلوار بیچی جسکا زیور پچاس درم کا ہے کہ بلا ضرر جدا ہو سکتا ہے سو اسکو بعوض سو درم کے بیچا اور پچاس درم ثمن میں دیے سو جو نقد ادا کیا وہ چاندی کا ثمن ہے خواہ مشتری ساکت رہا ہو یا یوں بولا ہو کہ یہ لے دونوں کے ثمن میں سے شارح نے کہا ثمن موزوں کو چاندی کا ثمن قرار دیا تا کہ بیع الصرف درست ہو جائے کے [illegible] ہم جانتے ہیں کہ عاقدین سے باعتبار حسن ظن کے انکا فعل حتی الامکان صلاح پر محمول ہوا تو ثمن بدل اسکا ٹھہرایا جسکی شرط ہے اگرچہ اسنے یہ بھی کہا ہو کہ دونوں کا ثمن ہے اسواسطے کہ تثنیہ سے کبھی واحد بھی

مراد ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ لبساً ... اور تشریح یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان میں ہے اور مستفاد ہوا کہ تخلص بلا ضرر کا ذکر وہم ہے کیونکہ شرط ہوا اور جو حسین میں حالانکہ ایسا نہیں ہے یعنی
ضرر اور عدم ضرر حکم میں یکساں ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً بتصرف وکذا لو قال ہذا الجبل حصۃ السیف لانہ اسم للحلیۃ ایضاً لدخولہا فی بیعہ تبعاً ولو زاد خاصۃ فسد البیع لازالۃ
الاحتمال اور اسی طرح مثل بیع چاندی کا ثمن ٹھہرایا جائیگا اگر مشتری نے یوں کہا کہ یہ ثمن حلیہ تلوار کا حصہ ہے اسواسطے کہ تلوار زیور کا بھی نام ہے بسبب داخل ہونے زیور کے تلوار کی بیع
میں تابع ہو کر یعنی تلوار اور زیور گویا ایک چیز ہیں اور اگر مشتری نے خاصۃ کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں بولا کہ یہ ثمن حلیہ فقط تلوار ہی کا ثمن ہے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ اس قول نے
احتمال کو دور کر دیا یعنی اسطرح گنجایش نہ رہی کہ زیور کو تلوار میں داخل کیجیے **فان افترقا من غیر قبض بطل فی الحلیۃ فقط وصح فی السیف ان تخلص بلا ضرر**
کطوق الجاریۃ وان لم تتخلص الا بضرر بطل اصلاً سو اگر بیع مذکور میں عاقدین کا افتراق ہوا بدون قبض ثمن تو بیع فقط زیور میں باطل ہے اور تلوار میں صحیح ہے اگر زیور بلا ضرر
جدا ہو سکتا ہو جیسا طوق جاریہ اور اگر جدا نہ ہو سکتا ہو بدون ضرر کے تو بالکل بیع باطل ہے یعنی نہ زیور میں بیع صحیح ہے نہ تلوار میں اسواسطے کہ زیور کا حصہ قبل الافتراق بسبب قبض
سے جب قبض واقع نہ ہوا افتراق تو زیور کی بیع باطل ہوئی بوجہ فقدان شرط اور اسی طرح تلوار کی بھی باطل ہے کیونکہ تسلیم اسکی بلا ضرر متعذر ہے بخلاف طوق وغیرہ کے جسکے جدا کرنے میں
ضرر نہیں کہ وہاں فقط جاریہ یا تلوار کی بیع صحیح ہے کیونکہ تسلیم پر قدرت حاصل ہے بلا ضرر **والاصل انہ متی بیع نقد مع غیرہ کمفضض ومزرکش بنقد من جنسہ شرط زیادۃ الثمن فلو مثلہ او اقل**
او جہل بطل ولو بغیر جنسہ شرط التقابض فقط اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے جب عقد غیر نقد سے ملا جیسا چاندی مفضض اور مزرکش بیچا جائے بعوض اس نقد کے جو اسکے ہم جنس ہے
تو زیادہ ہونا ثمن کا شرط ہے تو اگر ثمن نقد مبیع کے برابر ہو یا کمتر ہو یا کمی بیشی معلوم نہ ہو تو بیع باطل ہے اور اگر نقد کی بیع ہو اس نقد سے جو اسکا غیر جنس ہے تو فقط التقابض شرط ہے
ہم مفضض وہ ہے جس پر چاندی کا پتر ہو جیسا لکڑی کا زین یا کرسی یا پلنگ کے پائے چاندی کے پتر سے منڈھے ہوں اور مزرکش جیسا کمخواب یا زردوزی کی چیز تو مفضض کے
ثمن میں بالیقین زیادت لازم ہے تاکہ چاندی کے مقابل اسکے برابر چاندی واقع ہو اور باقی ثمن مثلاً اس لکڑی کے مقابل ہو جس پر چاندی کا پتر ہے اور درصورت تساوی ثمن
بیع فاسد ہے کہ مثلاً لکڑی کے عوض میں کچھ ثمن نہیں رہتا اور درصورت عدم علم کمی بیشی کے اسواسطے بیع فاسد ہے کہ احتمال شبہ ہے فضل کا اور شبہ ربوا ملحق بحقیقت ربوا ہے اور اگر مفضض کی
بیع مثلاً اشرفیوں سے کی تو یہاں زیادت اور قلت اور مساوات کچھ شرط نہیں بلکہ اختلاف جنس کے سبب ہاں تقابض البدلین البتہ شرط ہے **ومن باع اناء فضۃ بفضۃ او بذہب**
ونقد بعض ثمنہ فی المجلس ثم افترقا صح فیما قبض واشترکا فی الاناء لانہ صرف اور جسنے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیچا اور اسکا کچھ ثمن ادا کیا مجلس عقد میں یعنی بشرط قبض
طرفین پھر دونوں میں جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہے اسقدر میں جسمیں قبض ہوا اور دونوں شخص اس برتن میں شریک ہو گئے کیونکہ یہ صرف ہے **ولا خیار للمشتری لتعیبہ بصنعہ لعدم نقدہ** اور اس حالت میں
نہیں ہے مشتری کا بسبب عیب ہو جانے برتن کے مشتری کے جانب سے پورا ثمن نہ دینے سے یعنی بوجہ عیب کے کہ مشتری رد بیع نہیں کر سکتا کہ عیب اسکی طرف سے ہوا نہ بائع
کی طرف سے **بخلاف ہلاک احد العبدین قبل القبض فیخیر لعدم صنعہ** بخلاف ہلاک احد العبدین کے قبل از قبض کہ اسمیں مشتری مختار ہے کیونکہ یہ عیب مشتری کے فعل سے نہیں ہے **وان استحق**
بعضہ ای الاناء اخذ المشتری الباقی بقسطہ او رد لتعیبہ بغیر صنعہ قلت وافاد تخصیص استحقاقہ بالبینۃ لا بالاقرار فلیحرر اور اگر بعض ظرف یعنی نصف یا ثلث برتن مستحق نکلا
تو مشتری باقی کو بقدر اسکے حصے کے خرید کرے یا رد بیع کرے مختار ہے بسبب عیب ہو جانے بیع کے بلا فعل مشتری میں کہتا ہوں اور مفاد تعلیل کو استحقاق کے مخصوص ہونے کا ہے
شہادت سے نہ اقرار سے تو اسکی تلاش اور تنقیح کرنا چاہیے ہم جب علت خیار مشتری عدم صنعت مشتری ٹھہرا تو درصورت استحقاق اسوقت مشتری کو خیار ہوگا جبکہ استحقاق مستحق کے
گواہوں سے یا بائع کے انکار قسم سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اسوقت ثبوت عیب مشتری کی جانب سے ہوگا تو بائع سے ثمن کو نہیں پھیر سکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے
فان اجاز المستحق قبل فسخ الحاکم العقد جاز العقد واختلفوا متی ینفسخ البیع اذا ظہر الاستحقاق وظاہر الروایۃ انہ لا ینفسخ ما لم یفسخ وہو الاصح فتح پھر اگر مستحق بیع کی اجازت دے
قبل اس بات کے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہے فقہا میں اختلاف ہے کہ بیع کب فسخ ہو جاتی ہے جبکہ استحقاق ظاہر ہو اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ وہ فسخ نہیں ہوتی جب تک
فسخ نہ کیا جاوے اور یہی صحیح ہے کذا فی الفتح **وکان الثمن لہ یاخذہ البائع من المشتری ویسلمہ لہ** اذا لم یتفرقا قبل الاجازۃ ویصیر العاقد وکیلا للمجیز فتتعلق احکام العقد بہ دون المجیز
حتی یبطل العقد بمفارقۃ العاقد دون المستحق جوہرہ اور ثمن مستحق کا ہوگا بائع ثمن لے مشتری سے اور مستحق کو سپرد کرے عقد مذکور اسوقت صحیح ہے جب کہ بائع اور مشتری کا تفرق

شود گے ہون لیا جائز مستحق کرے اور اس صورت میں عاقد یعنی بائع کی دلیل ہو جائیگا اجازت دینے والے کا تو عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہونگے نہ مجیز سے تا اینکہ عقد باطل ہو گا عاقد

کی مفارقت سے مستحق کی جدائی سے کذا فی الجوہرہ ولو باع قطعۃ نقرۃ فاستحق بعضہا اخذ المشتری ما بقی بقسطہ بلا خیار لان التبعیض لا یضرہا اور اگر چاندی کا

ڈلا بیچا اور اس میں سے کچھ مستحق غیر نکلا تو مشتری باقی کو بقدر اسکے حصے کے لے بلا اختیار رد بیع اسواسطے کہ کاٹنے والے کو ضرر نہیں کہ تمام مشتری کو اسواسطے اختیار نہ ہوا کہ بقدر حصہ

بائع کاٹ لینا ممکن ہے بلا ضرر بخلاف ظروف کے کہ اسمیں قطع کرنا مضر ہے لہذا استحقاق ظروف میں مشتری مختار ہے وہذا لو کان الاستحقاق بعد قبضہما وان قبل قبضہما

له الخیار لتفرق الصفقۃ وکذا الدینار والدرہم جوہرہ اور یہ یعنی عدم خیار مشتری ثابت ہے اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے چاندی کی ڈلی کے اور اگر قبل قبضہ ہو تو

مشتری کو خیار ہے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور یہی حکم ہے دینار اور درہم کا کذا فی الجوہرہ ثم یعنی اگر دینار یا درہم خریدے اور بعض دینار یا درہم مستحق غیر نکلے تو مشتری باقی کو اسکے حصے کے

موافق لے بلا اختیار سے کہ دینار اور درہم کی شرکت عیب نہیں اور اس میں کیونکہ استیفا کل جز تو ممکن ہے کذا فی الطحطاوی وصح بیع درہمین ودینار بدرہم ودینارین بصرف

الجنس بخلاف جنسہ اور صحیح ہے بیع دو درہم اور ایک دینار کی ایک درہم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کی طرف پھیر کر یعنی درہم بمقابلہ دینار اور دینار بمقابلہ درہم واقع ہو کر صحیح ہوگی

کیونکہ وہ عقود اختلاف جنس [illegible] ومثلہ بیع کر بر وکر شعیر بکری بر وکری شعیر اور یہ مسئلہ اس مسئلہ کے مانند ہے ایک کر گیہوں اور ایک کر جو کی بیع گیہوں کے

دو کر اور جو کے دو کر سے یعنی گیہوں کا ایک کر جو کے دو کر کے مقابل پڑا اور جو کا ایک کر گیہوں کے دو کر کے مقابل ہو کر بیع صحیح ہوگی [illegible] وکذا بیع احد عشر درہما

بعشرۃ دراہم ودینار اور اسی طرح صحیح ہے بیع گیارہ درہم کی دس درہم اور ایک دینار سے ہم اگرچہ یہ مسئلہ صرف [illegible] معلوم ہو چکا لیکن [illegible] اسکو ذکر کیا

تا معلوم ہو کہ دو جنس مختلف دونوں عوضوں میں ہر ایک عوض میں پائی جاویں یا فقط ایک عوض میں دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہیں کذا فی النہر وصح بیع درہم صحیح

ودرہمین غلۃ [illegible] بیت المال [illegible] بدرہمین صحیحین ودرہم غلۃ للمساواۃ وزنا وعدم اعتبار الجودۃ اور صحیح ہے بیع ایک درہم صحیح اور دو درہم غلہ کی دو درہم صحیح اور

ایک درہم غلہ سے بسبب برابر ہونے کے وزن میں اور نہ معتبر ہونے جودت کے اور غلہ [illegible] وہ درہم ہے جسکو بیت المال یعنی سرکار سلطانی نہ لے اور سوداگر لیتے ہوں

[illegible] قبول بیت المال [illegible] نہیں کرتے وہ درہم [illegible] کوئی ٹکڑا ربع درہم ہوتا ہے اور کوئی [illegible] بیت المال [illegible]

کذا فی الطحطاوی عن الکافی عن البرہان وصح بیع من علیہ عشرۃ دراہم دین [illegible] دینارا بہا اتفاقا [illegible]

[illegible] دین ساقط اور صحیح ہے بیچنا اسکا جسپر دس درہم قرض ہیں [illegible] دینار کا بیچنا بعوض دراہم مذکورہ کے صحیح ہوا [illegible]

واقع ہو جائیگا [illegible] خلاصہ یہ ہے کہ [illegible] دینار [illegible] دراہم مذکورہ کے [illegible]

تو یہ بیع بالاتفاق صحیح ہے اور [illegible] عقد کو مقاصہ ہو جائیگا یعنی دین ثمن میں مجرا ہو کر عاقدین حساب میں برابر ہو جائینگے [illegible]

کرنے کی ضرورت [illegible] طحطاوی نے کہا کہ اگر ماتن یوں کہتا وصح بیع مدیون بعشرۃ دراہم من الثمن دینارا بہا تو واضح تر اور مختصر تر ہوتا [illegible]

ان دفع البائع الدینار للمشتری وتقاصا العشرۃ بالعشرۃ الدین استحسانا اور صحیح ہے بیع مدیون کی بعوض ایسے درہموں کے [illegible]

[illegible] بائع نے دینار مشتری کو دیا اور دونوں نے دس درہم ثمن کو دس درہم دین میں مجرا کر لیا ہو بطریق استحسان [illegible] مقاصہ شرط ہو تو اگر

[illegible] باہم مجرا نہ کرینگے تو بالاجماع مقاصہ واقع نہ ہوگا [illegible] خواہ دین [illegible] قبل عقد صرف کے یا بعد اسکے [illegible] استحسان [illegible]

[illegible] مقاصہ کیا تو عقد اول فسخ ہو گیا اور دوسرا عقد صرف مضاف الی الدین منعقد ہوا تو اضافت الی الدین بطریق اقتضا ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی وما غلب فضتہ

وذہبہ فضۃ وذہب حکما اور جسمیں چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم میں ہے اور جسمیں سونا غالب ہو وہ سونے کے حکم میں ہے [illegible] چاندی [illegible]

[illegible] تو وہ شرعا خالص چاندی کے برابر ہے اسواسطے کہ نقود [illegible] غش سے کم خالی ہوتے ہیں اور [illegible] غش خلقی ہوتا [illegible]

[illegible] فلا یصح بیع الخالص بہ ولا بیع بعضہ ببعض الا متساویا وزنا تو صحیح نہیں خالص چاندی اور سونے کی

بیع غالب الفضہ والذہب کی اسکے بعض کی بعض سے گو برابر تول کر کیونکہ غالب بحکم خالص ہے وکذا لا یصح الاقراض بہا الا وزنا کما مر فی بابہ اور اسی طرح غالب الفضہ والذہب کا قرض لینا صحیح نہیں مگر وزن کر کے خالص سے کے مانند چنانچہ باب القرض میں مذکور ہو چکا و الغالب علیہ الغش منہما فی حکم عروض اعتبارا للغالب اور جسمیں غش یعنی تانبا یا سیسا غالب ہو چاندی سونے سے وہ اسباب اور اجناس کے حکم میں ہے غالب کو معتبر جانکر ہم اعتبارا بالغالب کسئلہ سابقہ اور اسکے دونوں کی علت ایک ہے فصح بیعہ بالخالص ان کان الخالص اکثر من المغشوش لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب الغش کی خالص چاندی یا سونے سے اگر خالص زیادہ ہو مغشوش سے تا مقدار مثل مقابل مثل ہو اور زیادہ مقابل غش واقع ہو چنانچہ مسئلہ جاریہ اور سیف میں مذکور ہو چکا و صح بیعہ بجنسہ متفاضلا وزنا وعددا بصرف الجنس لخلافہ اور صحیح ہے بیع مغشوش کی اپنی جنس سے زیادہ کر کے تول اور شمار میں بسبب پھیرنے جنس کے خلاف جنس کی طرف ہم مثلا ایک مغشوش میں تولہ بھر چاندی ہے اور دو تولہ تانبا اور دوسرے مغشوش میں دو تولے چاندی ہے اور ایک تولہ یا زیادہ تانبا تو ان دونوں کی بیع باہم جائز ہے اسکی چاندی اسکے تانبے کی طرف پھیر کر اور تانبے کو چاندی کے مقابل کر کے بشرط التقابض قبل الافتراق فی المجلس فی الصورتین لصیرورتہ صرفا بمجانستہ بیع مذکور صحیح ہے بشرطیکہ عاقدین کا قبضہ واقع ہو جدا ہونے سے پہلے مجلس میں دونوں صورتوں میں بسبب صرف ہونے بیع کے ہم دونوں صورتوں میں یعنی بیع خالص کی مغشوش سے اور بیع مغشوش کی مغشوش سے تقابض قبل الافتراق شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہے کیونکہ چاندی یا سونا دونوں جانب میں موجود ہے اور شرط ہیں سوا اسکے تقابض شرط ہوا کہ اسکے جدا کرنے میں چاندی یا سونے سے ضرر ہو وان کان الخالص مثلہ او اقل منہ او لا یدری فلا یصح البیع للربوا فی الاولین ولاحتمالہ فی الثالث اور اگر خالص برابر مغشوش کے یا اس سے کمتر ہو یا معلوم نہ ہو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب ربا کے پہلی دونوں میں یعنی برصورت تساوی اور قلت اور بسبب احتمال ربا کے تیسری صورت میں یعنی بصورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شبہ ربوا کا حکم حقیقت ربا کا ہے اور بصورت تساوی اسواسطے ربوا ہے کہ چاندی مثلا چاندی کے مقابل پڑی اور غش خالی عن العوض باقی رہا و ہو ای غالب الغش لا یتعین بالتعیین ان راج لثمنیتہ حینئذ اور وہ یعنی غالب الغش متعین نہیں ہوتا معین کرنے سے اگر اسکا چلن ہو گیا ہو بسبب اسکے ثمن ہو جانے کے اسوقت میں ہم غالب الغش بے رواج سے ہوا اسلئے ثمن ہو گیا کہ ثمنیہ بالاصطلاح اور چلن پر موقوف ہے تو جبتک اسکا چلن باقی رہیگا تو ثمنیت باطل نہیں یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائیگا قبل قبض تو عقد باطل نہ ہوگا چنانچہ خالص روپے مشتری کی ہلاکی سے بطلان عقد نہیں بلکہ اسکا مثل دیا جائیگا والا یروج تعین بہ کسلعۃ اور اگر غالب الغش مروج نہیں تو معین کرنے سے متعین ہو جائیگا مانند قماش اسواسطے کہ ہم متعین ہوا اسوجہ سے ہوگا کہ وہ اصل میں بمنزلہ اسباب اور قماش کے ہے اور ثمن ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اس سے معاملہ کرنا لوگوں میں متروک ہو گیا تو اسنے اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب اسکے ہلاک قبل القبض سے عقد باطل ہوگا یہ اس صورت میں ہے جبکہ عاقدین اسکا حال جانتے ہوں اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد بھی اسکو جانتا ہے سو اگر دونوں اس حال سے بیخبر اور نادان یا بیخبر دار ہوں مگر ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو دراہم رائجہ سے بیع متعلق ہوگی گو جبکہ دراہم غیر مروجہ کی طرف اشارہ کرے کذا فی الطحطاوی عن النہر وان قبلہ البعض دون البعض فہو کزیوف فیتعلق العقد بجنسہ زیفا ان علم البائع بحالہ والا فبجنسہ جیدا اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہوں اور بعضے نہ لیتے ہوں تو وہ ناقص معدن کے برابر ہے تو اسکے جنس ناقص درم سے عقد متعلق ہوگا اگر بائع اسکا حال جانتا ہو اور اگر نہ جانتا ہو تو اسکے ہم جنس کھرے درم سے تعلق عقد ہوگا وصح المبایعۃ والاستقراض بما یروج منہ عملا بالعرف فیما لا نص فیہ اور صحیح ہے باہم خرید فروخت کرنا اور قرض لینا اس غالب الغش سے جسکا رواج ہو عرف پر عمل کر کے اسمیں جسمیں تصریح نہیں فان راج وزنا فیہ او عددا فیہ او بہما فبکل منہما سو اگر اسمیں وزن رائج ہو یا شمار مروج ہو یا وزن اور شمار دونوں جاری ہوں تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور قرض صحیح ہو والمتساوی کا

غشہ وفضتہ وذہبہ کغالب الفضۃ والذہب فی تبایع واستقراض فلم یجز الا بالوزن الا اذا اشار الیہا کما فی البحر الخ اور جسمیں غش اور چاندی یا سونا برابر ہے وہ غالب الفضہ یا غالب الذہب کے مانند ہے خرید فروخت اور قرض لینے میں تو بیع اور استقراض اسمیں جائز نہیں مگر تول کر لیکن جبکہ دونوں کی طرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم نہیں چنانچہ دراہم یا دنانیر خالصہ میں ہم استثنا فقط تبایع کی طرف راجع ہے یعنی استقراض بصورت بلا وزن صحیح نہیں اور مراد وہ بیع ہے جو صرف کے سوا ہو ورنہ صرف کا حکم عنقریب مذکور ہوگا واما فی الصرف فکغالب غش فیصح باعتبار المار اور بیع الصرف میں تو غالب الغش کے مانند ہے تو صرف صحیح ہوگی باعتبار

یعنی اگر بجنسہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہو تو ضرور ہے کہ خالص ہیں سے اکثر ہو ورنہ جائز نہیں اور اگر بخلاف جنس ہے تو تفاضل جائز ہو اور بخلاف جنس ہے بھی
جائز ہو باوجود قبض کے دونوں صورتوں میں کذا فی الطحطاوی ولو اشتری بہا سلعۃ ای بغالب الغش وہو نافق او بفلوس نافقۃ فکسد ذلک قبل التسلیم للبائع بطل
البیع کما لو انقطعت عن ایدی الناس فانہ کالکساد خریدا کوئی چیز غالب الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہو یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اسکا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بائع
کے تو بیع باطل ہو گئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہو گئی ہو لوگوں کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہے وکذا حکم الدراہم لو کسدت او انقطعت بطل اور یہی حکم ہے دراہم کا اگر
انکا رواج جاتا رہے یا وہ منقطع ہو جاویں تو بیع باطل ہے وصححاہ بقیمۃ المبیع وبہ یفتی رفقا بالناس بحر وحقائق اور صاحبین نے مبیع کی قیمت سے بیع کو صحیح
کہا ہے اور اسی کا فتویٰ ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق ہم بیان کرتے ہیں کہ بیع کے کاسد کرنا ... تھا علامہ نوح نے کہا ... قیمت کا
واجب ہو ابو یوسف کے نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت واجب ہے صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور عینی نے شرح کنز میں کہا کہ ابو یوسف کا قول
فتوی ہے اور صاحب محیط اور تتمہ اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے انتہی توجیہ اجمال شارح کے کلام میں ہے اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ
الطحطاوی وحد الکساد ان تترک المعاملۃ بہا فی جمیع البلاد فان راجت فی بعضہا لم یبطل بل یتخیر البائع لتعیبہا اور کساد یعنی عدم رواج کی حد یہ ہے کہ اسے معاملہ کرنا چھوڑ دیا
جائے تمام شہروں میں اگر بعضے بلاد میں رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے کیونکہ عیب ہوا اگر بائع کے شہر میں رائج نہوں تو اسکو اختیار ہے
چاہے انکو لے چاہے انکی قیمت کذا فی البحر وحد الانقطاع عدم وجودہا فی السوق وان وجدت فی ایدی الصیارفۃ وفی البیوت کذا ذکرہ العینی وابن الملک لعلہ سقط
لما فی نسخ المصنف وقد عزاہ للہدایۃ ولم ار فیہا اور انقطاع کی حد نہ موجود ہونا بازار میں اگرچہ صرافوں کے پاس اور گھروں میں موجود ہو اسی طرح اسکو ذکر کیا ہے
عینی اور ابن الملک نے بحر میں عینی فی البیوت کا لفظ ... شارح نے ... کے نسخوں سے گر گیا ... اور مصنف نے عدم ... کو
ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور ہم نے ہدایہ میں کہیں نہیں دیکھا واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ یہ عبارت ہدایہ میں ... کے بیان میں مذکور ہے ...
وفی البزازیۃ لو راجت قبل فسخ البائع البیع عاد جائزا لعدم انفساخ العقد بلا فسخ وبہ علم ان قول المصنف بطل البیع ای ثبت للبائع ولایۃ فسخہ واللہ الموفق اور بزازیہ میں ہے
کہ اگر دوسری بار رواج ہو گیا قبل اسکے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہو گی بیع پھر کیونکہ بیع نہیں فسخ ہوتی بدون فسخ کرنے کے اور یہ جب ثابت ہو تو مصنف کا یہ
کہنا کہ قبل التسلیم کے عدم رواج سے بیع باطل ہو گئی اسکا مطلب یہ ہے کہ بائع کو اسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہے اور حق تعالی توفیق دینے والا ہے وقید بالکساد
لانہ لو نقصت قیمتہا قبل القبض فالبیع علی حالہ اجماعا ولا یتخیر البائع اور بطلان بیع میں مصنف نے کساد کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غالب الغش کی قیمت
کم ہو جاتی قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم ہے بالاجماع اور بائع فسخ میں مختار نہیں ہے جب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم معلوم ہوا تو غالب النقد کا حکم بطریق
اولی ثابت ہو گیا وعکسہ لو غلت قیمتہا وازدادت فکذلک البیع علی حالہ ولا یتخیر المشتری ویطالب بنقد ذلک العیار الذی کان وقع وقت البیع فتح اور برعکس
اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہو گئی اور زیادہ ہو گئی تو اسی طرح بیع بحال خود قائم ہے اور مشتری مختار نہیں اور مشتری سے اسقدر نقد کا مطالبہ ہو گا جو بیع کے وقت تھا
کذا فی الفتح ہم عیار سے مراد وہ مقدار ہے جو وقت عقد مذکور ہوئی اور بعد اسکے قیمت زیادہ ہو جانے کا اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی وقید بقولہ قبل التسلیم لانہ
لو باع دلال وکذا فضولی متاع الغیر بغیر اذنہ بدراہم معلومۃ واستوفاہا فکسدت قبل دفعہا الی رب المتاع لا یفسد البیع لان حق القبض لہ لانہ العاقد عینی وغیرہ
اور مصنف نے بطلان بیع میں کساد قبل التسلیم کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دلال اور اسی طرح فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اسکے اذن کے دراہم معلومہ سے بیچا
اور دراہم مذکورہ مشتری سے پورے بھر لیے پھر انکا رواج موقوف ہو گیا صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد نہو گی اسواسطے کہ حق قبض کا دلال اور فضولی
کے واسطے ثابت ہے کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہیں نہ صاحب متاع ہم اسی طرح اگر موکل نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ دراہم سے فلوس خرید کرے اسنے فلوس
خرید کیے اور انپر قبضہ کیا پھر انکا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس موکل کے ہیں اور اگر کساد قبل قبض وکیل ہوا تو فلوس مذکورہ وکیل کے ہیں کذا فی الطحطاوی عن المنح

صح البیع بالفلوس النافقة وان لم تعین اور صحیح ہے بیع ساتھ فلوس رائجہ کے اگرچہ وہ متعین نہیں ہوں کیونکہ وہ اثمان ہیں اس واسطے صحیح ہے کہ وہ مثل انواع اثمان کے ہیں [illegible]
باشد تا اینکہ اگر ہلاک ہوں قبل قبض کے تو عقد منفسخ نہیں ہوتا اور اگر فلوس بدل دے تو جائز ہے اور فلوس رائجہ متعین نہیں ہوتے کیونکہ اثمان ہیں اور ثمن نفس عقد سے
واجب ہوتا ہے بلکہ اگر ثمن کو متعین کرے تو بھی متعین نہیں ہوتا مگر جبکہ عاقدین یوں کہیں کہ ہم نے تعلیق حکم کا فلوس بعینہا سے ارادہ کیا تو البتہ تعلق عقد کا بعینہا
فلوس سے ہوگا کذا فی النہر وبالکاسدة حتی یعینہا اور فلوس کاسدہ غیر رائجہ سے بیع صحیح نہیں تا وقتیکہ ان کو معین نہ کر دے جیسا کہ قماش اور اسباب سے بیع بلا تعیین صحیح نہیں
ہے تعیین اس واسطے ضروری ہے کہ وہ حالت عدم رواج فلوس مبیع ہیں نہ ثمن اور مبیع کا متعین ہونا ضرور ہے کذا فی النہر ویجب علی المستقرض رد مثل افلس القرض اذا کسدت
واوجب محمد قیمتہا یوم الکساد وعلیہ الفتوی بزازیہ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پھیر دینا واجب ہے جبکہ فلوس کا رواج جاتا رہے اور محمد نے فلوس کی
قیمت یوم کساد واجب رکھی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف اس صورت میں ہے کہ جب بعد قرض کے فلوس ہلاک ہوگئے ہوں پھر انکا رواج موقوف
ہوگیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس فلوس باقی ہوں تو بعینہا انکو پھیر دینا چاہیے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وعکسہ الامام قدم المخبر وفی النہر وتاخیر صاحب الہدایة دلیلہما
ظاہر فی اختیار قولہما اور نہر الفائق میں ہے کہ پیچھے لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو ظاہر ہے صاحبین کے قول کے مختار ہونے میں یعنی صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ قول مختار کی دلیل
پیچھے ذکر کرتا ہے اشتری شیئا بنصف درہم فلوس صح بلا بیان عدد للعلم وعلیہ فلوس تباع بنصف درہم وکذا بثلث درہم اور اگر خریدی کوئی چیز
مثلاً نصف درہم کے فلوس سے تو خرید صحیح ہے بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے بسبب اسکے معلوم ہونے کے اور مشتری پر اس قدر فلوس واجب ہیں جو نصف درہم کو بیچے
جاتے ہیں اور اسی طرح ثلث درہم یا ربع درہم کے فلوس سے خرید کرنا صحیح ہے اور زفر کے نزدیک بیع مذکور صحیح نہیں کیونکہ فلوس عددی چیز ہیں تو بلا بیان عدد ثمن مجہول ہوگا جواب
اسکا یہ ہے کہ ثمن مجہول نہیں بلکہ معلوم ہے کیونکہ جب نصف درہم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف بفلوس کیا اور حالانکہ نصف درہم کا فلوس ہونا ممکن نہیں تو معلوم ہوگیا کہ
قول مذکور سے اتنے فلوس کا ارادہ کیا ہے جو نصف درہم سے بیچے جاتے ہیں اور معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نہیں کذا فی النہر وکذا لو اشتری بدرہم فلوس
او بدرہمین فلوس جاز عند الثانی وہو الاصح للعرف کافی اور اسی طرح اگر خرید کی کوئی چیز ایک درہم کے فلوس سے یا دو درہم کے فلوس سے تو جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب عرف
کے کذا فی الکافی ومن اعطی صیرفیا درہما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا بالنصب صفة نصف ونصفا من الفضة صغیرا الا حبة صح ویکون النصف
الا حبة بمثلہ وما بقی بالفلوس اور جسنے صراف کو درم کامل یعنی بڑا درم دیا پھر کہا کہ اسکے عوض مجھکو نصف درم فلوس اور نصف چاندی کا درم صغیر مگر بقدر حبہ یعنی وہ درم صغیر
جو وزن میں بقدر نصف درم کبیر ہو ایک حبہ کم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہوگا نصف درم مگر حبہ بمقابل اپنے مثل کے اور ما بقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے کہا لفظ فلوسا
منصوب صفت ہے نصف کی ولو کرر لفظ نصف بطل فی الکل لزوم الربوا اور اگر نصف کا لفظ دوبارہ کہا اس طرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا وبنصفہ نصفا الا حبة یعنی دے مجھکو عوض
نصف درم کبیر کے فلوس اور عوض نصف دوسرے کے درم صغیر جسکا وزن بقدر نصف درم کبیر ہے مگر حبہ تو فلوس اور درم صغیر سب کے عوض بیع باطل ہے بسبب لازم آنے ربوا
کے ہم پیاج اسواسطے لازم آیا کہ نصف درم کبیر بقدر حبہ زائد ٹھہرا درم صغیر سے تو بقدر حبہ خالی عن العوض ہے نہر الفائق میں ہے کہ بقدر مذکور امام کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین
کے نزدیک فلوس میں عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اس میں باطل ہے اور اگر لفظ اعطنی کو مکرر کہا یعنی اس طرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا واعطنی بنصفہ نصفا الا حبة تو فلوس
میں بیع جائز ہے اور چاندی میں باطل انتہی وکذا فی الطحطاوی وبما تقرر ان الاموال ثلثة الاول ثمن بکل حال وہو النقدان صحبتہ الباء او لا قوبل بجنسہ او لا اور جو
ثابت اور مذکور ہو چکا اول کتاب البیوع سے یہاں تک کہ اس سے ظاہر ہوا کہ سب مال تین قسم پر ہیں قسم اول وہ مال ہے جو ثمن ہے ہر حال میں وہ چاندی اور سونا ہے خواہ
اسپر حرف جارہ آوے یا نہ آوے خواہ اپنی جنس سے مقابل ہو یا نہو ہم سابق مذکور ہو چکا کہ ثمن وہ ہے جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعیین الثانی مبیع بکل حال کالثیاب
والدواب اور قسم ثانی وہ مال ہے جو مبیع ہے ہر حال میں جیسا کہ کپڑے اور جانور قسم جو مبیع ہے ہر حال میں یعنی خواہ اپنے جنس سے مقابل ہوں یا غیر جنس سے باجارہ آوے یا نہ آوے
والثالث ثمن من وجہ مبیع من وجہ کالمثلیات اور قسم ثالث وہ مال ہے کہ ایک وجہ سے ثمن ہے دوسری وجہ سے مبیع جیسا کہ مثلی چیزیں مکیلات اور موزونات سوا نقدین کے

فان اتصل بہما ای بالثمن والمبیع سو اگر شاہیات کے ساتھ یا جارہ متصل ہو جس طرح کہ اشتریت المولی بالجنۃ تو اس سے مراد ہے وہ ثمن ہے اور اگر متصل نہو تو اس سے مراد ہے وہ مبیع ہے جو ہم نے البحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر مثلی معین ہو عقد میں تو وہ مبیع ہے اور اگر معین نہو اور اسپر باجارہ آوے اور اسکے مقابل مبیع واقع ہو تو وہ ثمن ہے واما الفلوس فان رائجۃ فکثمن والا فکسلع اور فلوس اگر رائج ہوویں تو ثمن کے مانند ہیں اور نہیں تو جنس اور قماش کے مانند ہیں وحکم الثمن عدم اشتراط وجودہ فی ملک العاقد عند العقد وعدم البطلان ای العقد بہلاکہ ای الثمن وصح الاستبدال بہ فی غیر الصرف والسلم لا فیہما اور منجملہ احکام ثمن نہ مشروط ہونا اسکے وجود کا ہے عاقد کی ملک میں عقد بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا ہے ثمن کے ہلاک ہو جانے سے اور صحیح ہے بدل لینا ثمن سے یعنی اسکو خرچ کر ڈالنا اور اسکے عوض اور دینا غیر صرف اور سلم میں نہ ان دونوں میں یعنی بیع الصرف اور سلم میں ثمن اور راس المال کا استبدال صحیح نہیں وحکم المبیع خلافہ ای الثمن فی الکل فیشترط وجود المبیع فی ملکہ وہکذا اور حکم مبیع کا برخلاف ثمن کے ہے جمیع امور مذکورہ میں تو مشروط ہے مبیع کا موجود ہونا عاقد کی ملک میں عقد کے وقت اور اسیطرح باقی امور میں بیع باطل ہو جاتی ہے مبیع ہلاک ہو جانے سے اور مبیع کا استبدال جائز نہیں ومن حکمہما وجوب التساوی عند المقابلۃ بالجنس فی المقدرات کما تقرر اور ثمن اور مبیع کی برابری کا واجب ہونا منجملہ احکام کے ہے مقابلہ جنس کے وقت مقدرات میں یعنی کیلیات اور موزونات میں جیسا کہ مذکور اور ثابت ہو چکا ہے یا برابر ہونا میں یعنی کیلی یا موزون ہوں دونوں متحد الجنس ہوں اور مبیع دونوں کا برابر ہونا واجب ہے ویاتی فی بیع العینۃ ویاتی فی متفرقات الکفالۃ بیع التلجئۃ ویاتی فی متفرقات الاقرار کتاب البیوع کا دنبالہ ہے بیع العینۃ کے ذکر میں اور اسکا بیان کتاب الکفالہ کے ختم میں آویگا اور بیع التلجئۃ کے بیان میں اور اسکا ذکر کتاب الاقرار کے ختم میں آویگا ہم نے [illegible] کو آخر کلام میں لا دیا اور اسکو کلام سابق سے تعلق نہیں وہ مصدر ہے بمعنی مفعول اور ہم نے بیع العینۃ کا ذکر کچھ فائدہ حاصل ہونیکو بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا کہ قیام [illegible] باقی ہے سو اسکا ذکر کتاب الکفالہ میں آویگا کذا فی الطحطاوی وہو ان یظہر العقد ویریدا بہ التلجئۃ الیہ بخوف عدو وہو لیس ببیع فی الحقیقۃ بل کالہزل کما بسطہ فی آخر شرح المنار اور وہ یعنی بیع التلجئۃ یہ ہے کہ عقد کو دونوں ظاہر کریں اور اسکا دل میں قصد نہیں [illegible] عدو کی طرف التجاء واقع ہونی ہو دشمن کے خوف سے اور وہ حقیقت میں بیع نہیں ہے بلکہ ہزل اور بیہودگی کے مانند ہے جیسا کہ اسکو مصنف نے شرح منار کے آخر میں مفصل بیان کیا ہے اپنی شرح [illegible] ہے کہ تلجئہ عبارت ہے اس امر سے کہ کسی انسان پر ضرورت اور اضطرار کر دیا جاوے تو وہ مدفوع الیہ کے مانند ہو جاتا ہے اور تلجئہ تین قسم پر ہے ایک قسم یہ ہے کہ نفس بیع میں تلجئہ ہو اس طرح پر کہ کسی مرد سے کہے کہ میں ظاہر کرتا ہوں کہ میں اپنا گھر تیرے ہاتھ بیچا اور یہ فی الحقیقت بیع نہیں اور اسپر گواہ کرے پھر ظاہر میں بیع کرے یہ باطل ہے دوسری قسم یہ ہے کہ تلجئہ بدل میں ہو جیسا کہ عاقدین باطن میں یہ متفق ہوویں کہ ثمن ہزار درہم ہیں اور ظاہر میں دو ہزار کو بیع کریں تو ثمن وہی ہے جو باطن میں مذکور ہوا اور زیادہ ہزل ہے گویا انھوں نے ہزل کیا اور ابو یوسف کے نزدیک ابن [illegible] ہے کہ ثمن وہی ہے جو ظاہر میں مذکور ہوا تیسری قسم یہ ہے کہ عاقدین باطن میں اتفاق کریں کہ ثمن ہزار درہم ہو اور ظاہر میں سو دینار سے بیع کریں جیسے کہا قیاس یہ ہے کہ عقد باطل ہو اور استحسان میں سو دینار سے بیع صحیح ہے اور اگر دونوں اسپر اتفاق کریں کہ اس بیع کا اقرار کریں جو نہیں واقع ہوئی پھر اسکا اقرار کریں تو وہ بیع باطل ہے اور ان دونوں کی اجازت سے بھی جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں غموض ہے جسکا ایضاح یہ ہے ولقلت عن الباقی [illegible]

ان الاقسام ثلثۃ [illegible] ارشتین نقل کیا شرح مذکور میں پاتو یہ ہے کہ بیع التلجئۃ کی ان قسموں میں ہے وعقد القاضی خان فصلا آخر الاکراہ فجعلہ انہ بیع منعقد غیر لازم کالبیع بالخیار اور قاضی خان نے اخر اکراہ میں بیع التلجئۃ کے واسطے ایک فصل منعقد کی ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ تلجئہ بیع منعقد غیر لازم ہے بیع الخیار کے مانند وجعلہ البیاقانی فاسدا اور باقانی نے تلجئہ کو بیع فاسد قرار دیا ہے ولو ادعی احدہما بیع التلجئۃ وانکر الآخر فالقول لمدعی الجد بیمینہ اور اگر ایک شخص نے بیع التلجئۃ کا دعوی کیا اور دوسرے نے اسکا انکار کیا تو مدعی جد کا قول اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہے طحطاوی نے کہا یہ اسواسطے ہے کہ جد اصل ہے یعنی ہزل بخلاف اصل ہے لہذا اسکا قول معتبر ہوا ولو برہنا فالبینۃ للتلجئۃ اور دونوں میں سے اگر کوئی گواہ لاوے اپنے دعوے پر تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مدعی تلجئہ کی گواہی مقبول ہوگی یعنی اسواسطے کہ شہادت خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہے ولو تبایعا فی العلانیۃ ان اعترفا ببنائہ علی التلجئۃ فالبیع باطل لاتفاقہما انہما ہزلا بہ والا فلازم ولو تکفیر [illegible] فباطل علی الظاہر [illegible]

اور اگر دونوں نے علانیہ بیع کی اگر دونوں اقرار کریں کہ بنا بیع تلجیہ پر تھی تو بیع باطل ہے بسبب متفق ہونے دونوں کے پھر کہ اظہار بیع کا ہزل کے طور پر تھا اور نہیں تو بیع لازم ہے یعنی اگر دونوں دعوی پر متفق ہوگئے یا بنا اور اعراض میں مختلف ہوئے تو بیع لازم ہے اور اگر دونوں کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہ ہوئی نہ بنا کی نہ اعراض کی تو بیع باطل ہے قول ظاہر پر کذا فی المنیہ ہم نے ارمین صحیح ہے کہ درصورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہے اور منیہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید یہاں دو قول ہیں کذا فی الطحطاوی یا بلقین اس مسئلہ میں دو قول ہیں چنانچہ قول منیہ یعنی علی الظاہر اسپر دلالت کرتا ہے واللہ تعالی اعلم قلت ما افادہ انہما لو تواضعا فلو اقوا قبل العقد ثم عقدا خالیا عن شرط الوفاء فالعقد جائز ولا عبرۃ للمواضعۃ میں کہتا ہوں کہ منیہ کے قول سے مستفاد ہوا کہ اگر عاقدین وفا کو ٹھہرا لیں قبل عقد کے پھر بیع منعقد کریں خالی شرط وفا سے تو عقد جائز ہے اور کچھ اعتبار نہیں مواضعت یعنی ٹھہرا رکھنے کا ہم وجہ افادہ یہ ہے کہ بیع التلجیہ اسوقت باطل ہے جبکہ دونوں اسکا اعتراض کریں کہ بنا علانیہ تلجیہ پر تھی الا بیع لازم ہے تو معلوم ہوا کہ اگر اسکا قصد و وعدہ وفا پر ہو تو بیع باطل نہیں ہے انتہی و بیع الوفاء ذکرتہ ہنا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو میں نے یہاں ذکر کیا درر کا تابع ہو کر

وصورتہ ان یبیعہ العین بالف علی انہ اذا رد علیہ الثمن رد علیہ العین سماہ الشافعیۃ بالرہن المعاد ویسمی بمصر بیع الامانۃ وبالشام بیع الاطاعۃ و بیع الوفا کی صورت یہ ہے کہ کوئی عین بیع کرے ہزار درہم سے مثلا اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دے تو مشتری اسکو عین بیع پھیر دے اور شافعیہ نے اسکو رہن معاد کہتے ہیں اور مصر میں بیع الامانۃ بولتے ہیں اور شام میں بیع الاطاعۃ کہتے ہیں ہم رہن معاد کے تسمیہ کی وجہ یہ ہے کہ اسکا عود رہن کی طرف ہوتا ہے ایفا اور قبض کے وقت اور بیع الامانۃ کی وجہ یہ ہے کہ مقصود اس بیع کا امانت پر مبنی ہے کہ جب درہم نے بائع او امین جان کر درہم دیئے اور بائع نے جب درہم کو امین سمجھ کر مبیع دی کہ جب میں اسکو درہم دونگا تو وہ با مانکر ار مبیع کو پھیر دیگا اور یہی وجہ ہے بیع الاطاعۃ کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت کا منتظر ہے بعد وجود شرط کے قیل ہو رہن فیتضمن زوائدہ اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفاء فی رہن ہے تو زوائد اسکے مضمون ہیں یعنی مشتری کو منافع مبیع حلال نہیں مانند مرہون کے وقیل بیع یفید الانتفاع اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا درحقیقت بیع ہے کہ مبیع سے فائدہ لینے کے مفید ہے وفی اقالۃ شرح المجمع علی النہایۃ وعلیہ الفتوی اور شرح مجمع کے باب الاقالہ میں نہایہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتوی ہے یعنی بیع ہونے پر وقیل ان بلفظ البیع لم یکن رہنا اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا بلفظ بیع ہے تو رہن نہوگی ہم اسواسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہے شرعا اور ہر ایک کے احکام مستقل ہیں کذا فی الدرر ثم ان ذکرا الفسخ فیہ او قبلہ او زعماہ غیر لازم کان بیعا فاسدا پھر جبکہ عاقدین نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اسکے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونوں نے اسکو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی ولو بعدہ علی وجہ المیعاد جاز ولزم الوفاء بہ لان المواعید قد تکون لازمۃ لحاجۃ الناس وہو الصحیح کما فی الکافی والخانیۃ واقرہ خسرو ہنا والمصنف فی باب الاکراہ وابن الملک فی باب الاقالۃ بزیادۃ اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطریق وعدہ مذکور کیا تو بیع جائز ہے اور اسی عقد کا وفا کرنا لازم ہے اسواسطے کہ وعدہ کبھی لازم الایفا ہو جاتے ہیں لوگوں کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی والخانیہ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو ملا خسرو نے یہاں اور مصنف نے باب الاکراہ میں اور ابن ملک نے باب الاقالہ میں زیادہ بیان کے ساتھ وفی الظہیریۃ لو ذکر الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفۃ ولم یذکر انہ فی مجلس العقد او بعدہ اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط اگر عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیریہ نے ذکر نہیں کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد میں ہوا یا بعد اسکے ہم حسبنا شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہے کذا فی الطحطاوی وفی البزازیۃ ولو باعہ لآخر باتا توقف علی اجازۃ مشتریہ وفاء ولو باعہ المشتری فللبائع او ورثتہ حق الاسترداد اور بزازیہ میں ہے اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے تو بیع اسکی مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہوگی جسنے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اسکو بیچا تو اسکے بائع اور بائع کے وارثوں کو حق استرداد ثابت ہے ہم مشتری کی اجازت پر اسواسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اس سے متعلق ہوگیا اور بائع اور اسکے وارثوں کو حق استرداد ہوا بنظر جانب رہن وافاد فی الشرنبلالیۃ ان ورثۃ کل من البائع والمشتری تقوم مقام مورثہا نظرا لجانب الرہن فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہیں بنظر جانب رہن اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہی حکم فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے ولو استاجرہ البائع

لا يلزمه الاجر لانه رهن حكما حتى لا يحل الانتفاع به اور اگر بیع الوفا کے بائع نے بیع کو اجارہ دیا تو اسکو اجرت لازم نہیں اسواسطے کہ وہ بحکم رہن ہے پہان
کہ اس سے فائدہ لینا حلال نہیں هم یہ قول بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے قلت وفی فتاوی ابن الحلبی ان صحة الاجارة بعد قبض المشتری
المبیع وفاء ولو ابتداء وحده فهی صحیحة والاجرة لازمة للبائع طول مدة التواجر انتهی فتنبه اور مین کہتا ہون اور ابن الحلبی کے فتاوی مین ہے کہ اگر اجارہ صادر ہوا
بعد قبض کرنے مشتری کے بیع بالوفا کو اگرچہ قبض فقط بنا کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت بائع کے واسطے لازم ہے اور ابتداء طول مدت تو اجیر انتہی تو آگاہ ہو جا
هم یہ قول بیع الوفا کے بیع ہونے پر مبنی ہے شرنبلالیہ مین مذکور ہے کہ بیع الوفا مین تو قول ہین از انجملہ بعضے علما متقدمین کا یہ قول جامع ہے کہ بیع الوفا بعضے
احکام مین تو فاسد ہے یہان تک کہ بائع اور مشتری ہر دو اسکے فسخ کا مالک ہے اور بعضے احکام مین صحیح ہے چنانچہ منافع مبیع کے حلال ہونے مین اور بعضے احکام مین بیع الوفا
رہن ہے یہان تک کہ مشتری اسکی بیع اور رہن کا مالک نہین صاحب بحرالرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ لائق یہی ہے کہ فتوی دیا جاوے اس قول جامع پر جیسے عدول
کیا جاوے انتہی اور منجملہ منافع اسکے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہے اور وہ جو فتاوی خیریہ مین عدم جواز اجارہ مذکور ہے تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے واللہ تعالی اعلم
کذا فی الطحطاوی قلت وعليه فلو مضت المدة وبقى في يده فافتى علماء الروم بلزوم اجر المثل وسموه بيع الاستغلال مین کہتا ہون اور بسبب فتاوی ابن الحلبی کے
اگر مدت اجارہ منقضی ہو جاوے اور اسکے ہاتھ مین باقی رہے تو علماے روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا ہے اور علما اس بیع کو بیع الاستغلال کہتے ہین فی الدرر
صح بیع الوفاء في العقار استحسانا واختلف في المنقول اور درر مین ہے کہ بیع الوفا زمین مین صحیح ہے بطریق استحسان کے اور منقول مین اختلاف ہے اور بعضے
غیر صحیح هم اور بموجب قول صحت بیع لونڈی مبیعہ کی وطی بائع اور مشتری کو حلال نہین اسواسطے کہ اسمین وہ دونون کا حق متعلق ہے تو گویا وہ بمنزلہ مشترک لونڈی کے ہو گئی
اور اسکا کھانا اور پینا جائز نہین اگر مبیع ماکول یا ملبوس ہو کذا فی الطحطاوی وفی المنتقى والمنية اختلفا ان البيع باتا او وفاء حكاه بزازيا القول لمدعى الجد والبتات الا بقرينة
الهزل والوفاء وبالعقد اور منیہ مین ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہے یا بیع الوفا ہے واقعی بیع ہے یا ہزل اور بیہودگی تو اسکا قول معتبر ہو جو واقعی ہو
اور لزوم بیع کا مدعی ہے مگر بقرینہ ہزل اور وفا کا مدعی ہزل اور وفا کا قول معتبر ہوگا هم قرینہ ہزل یہ ہے کہ ثمن نہایت تھوڑا ہو نسبت مبیع کے کذا فی الطحطاوی قلت لكنه ذكر
في الشهادات ان القول لمدعى الوفاء استحسانا كما سيجيء فليحفظ مین کہتا ہون لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات مین ذکر کیا کہ بیع الوفا کے مدعی کا قول معتبر ہے
بطریق استحسان کے چنانچہ اس کتاب کی کتاب الشہادات مین آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے هم تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس تھا ولو قال البائع بعتك
بيعا باتا فالقول له الا ان يدل على الوفاء بنقصان الثمن كثيرا الا ان يدعى صاحبه تغير السعر اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ بیع کی بطریق بیع
لازم کے تو اسکا قول معتبر ہے مگر یہ کہ بیع الوفا پر نہایت کمی ثمن دلالت کرے تو اسوقت دعوے لزوم بیع معتبر نہین مگر یہ کہ مدعی لزوم بیع تغیر سعر کا مدعی
نرخ کا دعوے کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا وفي الاشباه في اواخر قاعدة العادة محكمة عن المنية لو دفع غزلا الى حائك لينسجه بالنصف
جوزه مشايخ بخارا للعرف ثم نقل في آخرها عن اجارة البزازية ان به افتى مشايخ بلخ وخوارزم وابو على النسفی ايضا قال والفتوى على جواب الكتاب للطحان لانه منصوص
عليه فيلزم ابطال النص اور اشباہ مین اواخر قاعدة العادة محكمة کے اندر منیہ سے منقول ہے کہ اگر سوت دیا جولاہے کو تا اسکو بنے آدھے کپڑے کی مزدوری
لینے پر اسکو مشایخ بخارا نے جائز کہا ہے بسبب عرف اور عادت کے پھر صاحب اشباہ نے اسی قاعدے کے آخر مین بزازیہ کی کتاب الاجارہ سے نقل کیا
کہ اسکے جواز کا فتوی دیا ہے مشایخ بلخ اور خوارزم اور ابو علی نسفی نے بھی کہا صاحب اشباہ نے اور صحیح فتوی تو مسئلہ طحان کے جواب پر ہے جو کتاب یعنی قدوری مین
مذکور ہے یعنی عدم جواز اسواسطے کہ مسئلہ طحان کا جواب منصوص علیہ ہے تو جواز مسئلہ حائک سے ابطال نص لازم آتا ہے هم مفتی ابو السعود نے کہا کہ فقہا کے عرف مین کتاب
سے مراد وقت اطلاق قدوری ہے اور چلپی محشی نے کہا کہ ابو سعود محمد مراد ہے جسکو اصل بولتے ہین کیونکہ اول عبارت اشباہ مین ابو سعود مذکور ہے بالجملہ مسئلہ طحان یہ ہے
کہ اگر آٹا پیسوانے کا اجارہ کرے کچھ آٹے کو اجرت مقرر کرکے تو جائز نہین اور چونکہ مسئلہ حائک مسئلہ طحان کے مانند ہے تو وہ بھی جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا

مشہورۃ وفیہا من البیع الفاسد القول السادس فی بیع الوفاء انہ صحیح لحاجۃ الناس فرارا من الربوا وقالوا ما ضاق علی الناس امر الا اتسع حکمہ صاحب اشباہ نے کہا اور
بزازیہ مین باب البیع الفاسد سے قول سادس بیع الوفا مین یہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہے بسبب حاجت آدمیون کے بیاج سے بھاگنے کے واسطے اور فقہانے کہا ہے کہ کوئی امر لوگون پر
تنگ نہین ہوا مگر اُسکا حکم کشادہ ہو گیا ہے ثم قال والحاصل ان المذہب عدم اعتبار العرف الخاص ولکن افتی کثیر باعتبارہ فالقول علی اعتبارہ ینبغی ان یفتی
بان ما یقع فی بعض الاسواق من خلو الحوانیت لازم ویصیر الخلو فی الحانوت حقا لہ فلا یملک صاحب الحانوت اخراجہ منہا ولا اجارتہا لغیرہ ولو کانت وقفا پھر صاحب اشباہ
نے کہا کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے معتبر رکھنے کا فتوی دیا ہے تو مین کہتا ہون بموجب اعتبار عرف خاص کے
یون فتوے دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازارون مین واقع ہوتا ہے دوکانون کا خلو وہ لازم ہے اور دوکانون کا خلو اسکا حق ہوجاتا ہے تو صاحب دوکان اُسکے
نکالنے کا دوکان سے مالک نہین اور نہ اُسکے کرایہ دینے کا اُسکے غیر کو اگرچہ دوکان وقف ہو اور تحقیق خلو اول کتاب البیوع مین مذکور ہو چکی وکذا اقول
علی اعتبار العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بمال یعطی لصاحبہا فینبغی الجواز وانہ لو نزل لہ وقبض منہ المبلغ ثم اراد الرجوع
لا یملک ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور اسیطرح مین کہتا ہون عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا مین متعارف ہے نزول من الوظائف
یعنے باز رہنا وظائف معینہ سے بعوض اس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے تو لائق یہ ہے کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنے
وظیفہ کو چھوڑ دے اور طالب وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پھر اپنے وظیفے کے لینے کا ارادہ کرے تو وہ اسکا مالک نہین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ قلت وایدہ
ما فی زواہر الجواہر عن واقعات الضریری رجل فی یدہ دکان فغاب فرفع المتولی امرہ الی القاضی فامرہ القاضی بفتحہ واجارتہ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب
فہو اولی بدکانہ وان کان لہ خلو فہو اولی بخلوہ ایضا ولہ الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارۃ وسکن فی دکانہ وان شاء اجازہا ورجع بخلوہ علی المستاجر ویومر المستاجر باداء ذلک
ان رضی والا یومر بالخروج من الدکان انتہی بلفظہ شارح کہتا ہے مین کہتا ہون زواہر الجواہر مین قول اشباہ کی تائید کی ہے اس روایت سے جو واقعات
ضریری مین ہے کہ ایک مرد ہے کہ اُسکے ہاتھ مین دوکان ہے منجملہ دکاکین وقف کے سو وہ غائب ہو گیا اور متولی وقف نے اُسکا حال قاضی کے روبرو پیش کیا
قاضی نے دوکان کھولنے اور اُسکے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص غائب ہی اپنی دوکان
لینے کا سزاوار تر ہے لیکن اسواسطے کہ اُسکی مدت اجارہ ہنوز باقی ہے اور اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان مین تو وہ اپنے خلو کے لینے مین بھی اولی
ہے اور اُسکو اسمین اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان مین اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز رکھے
اور اپنا خلو مستاجر سے پھیر لے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنے کا حکم ہو گا اگر صاحب دوکان راضی ہو اُسکے باقی رکھنے سے اور اُسکو دوکان
سے خارج ہو جانے کا حکم ہو گا یعنے بعد دینے حق خلو کے انتہی بلفظ الزواہر کذا فی حاشیۃ المدنی

کتاب الکفالۃ

یہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت مین مناسبتہا للبیع لکونہا فیہ غالبا ولکونہا بالامر معاوضۃ انتہاء مناسبت کفالت کی بیع سے بسبب ہونے ضمانت کے بیع مین
اکثر اور بسبب ہونے ضمانت بالامر کے معاوضہ آخر کار مین ہے چونکہ اکثر ضمانت ثمن کی ہوتی ہے بابت بیع کی لہذا بیع مین ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہ مناسبت ہوئی بیع سے ہوگا
اور بیع الصرف سے مناسبت یہ ہے کہ ضمانت آخر کار عند الرجوع معاوضہ ہے اس سبب سے جو ذمہ ثمن پر ثابت ہے کذا فی البحر ہی لغۃ الضم کفالت لغت مین بمعنی ضم ہے یعنی ایک چیز کو دوسری
چیز کو دوسری چیز سے ملانا ہو کفالت لغت مین بمعنی التزام ہے اور وہ عبارت ہے تحمل اور ضم سے بھی کذا فی الطحطاوی وحکی ابن القطاع کفلتہ وکفلت بہ وعنہ بتثلیث الفاء اور
ابن قطاع لغوی نے کفلتہ اور کفلت بہ اور کفلت عنہ اور تثلیث فا کو نقل کیا ہے یعنی کفالت متعدی بنفسہ اور متعدی بحروف جار دونون مستعمل ہے اور عین کا ہر حرکات ثلاثہ جائز
ہین وشرعا ضم ذمۃ الکفیل الی ذمۃ الاصیل فی المطالبۃ مطلقا بنفس او بدین او عین کمغصوب ونحوہ کما سیجیء لان المطالبۃ تعم ذلک اور شرع مین کفالت

عبارت ہے لانے ذمہ کفیل سے ذمہ اصیل کی طرف مطالبہ میں مطلقاً خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ مغصوب وغیرہ جیسے کہ ذکر آویگا اسواسطے کہ مطالبہ شامل ہے
مذکور کو یعنی نفس اور دین اور عین کو بدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ کفالت ضم فی المطالبہ سے عبارت ہے نہ ضم فی الدین سے اور یہی قول اصح ہے یعنی کفیل پر مطالبہ دین ثابت ہوتا ہے اور
دین ثابت نہیں ہوتا اور بعضوں کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہے یعنی ضامن کے ذمہ میں دین ثابت ہوتا ہے بلا سقوط از ذمہ اصیل اور یہ قول غیر اصح ہے طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا
کہ ذمہ عبارت ہے لغت میں عہد اور امان اور ضمان سے نہر الفائق میں تحریر سے منقول ہے کہ ذمہ ایک وصف شرعی ہے جس سے وجوب لہ اور علیہ کی اہلیت ثابت ہوتی ہے اور
فخر الاسلام نے ذمہ کو نفس اور رقبہ صاحب عہد سے تفسیر کیا ہے اور مراد ذمہ سے عہد اور میثاق ہے ومن عرفہا بالضم فی الدین انما اراد تعریف نوع منہا وہو الکفالۃ بالمال لانہ
محل الخلاف اور جسنے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اسنے تو کفالت کی ایک قسم کے بیان کا ارادہ کیا ہے یعنی مال ضامنی کا کیونکہ وہی محل خلاف ہے ہم فقہا کا اختلاف
کہ دین ذمہ کفیل کے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کذا فی البحر ... ملا خسرو نے ذکر کیا ہے
ملا خسرو نے درر میں کفالت کی یوں تعریف کی ہے کہ وہ ضم ذمۃ الی الذمۃ فی المطالبۃ بنفس او مال او تسلیم ... کا مطالبہ ہے کہ جب مطالبہ کو علی الاطلاق کہا تو اقسام
ثلثہ کو شامل رہا تفصیل کی کچھ حاجت باقی نہ رہی ورکنہا ایجاب وقبول بالالفاظ الآتیۃ ولم یجعل الثانی رکنا اور ضمانت کا رکن ایجاب وقبول ہے
الفاظ آئندہ سے اور ابو یوسف نے قبول کو رکن نہیں ٹھہرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہو جاتی ہے موقوف اسکے قبول پر نہیں وشرطہا
کون المکفول بہ نفسا او مالا مقدور التسلیم من الکفیل فلم تصح بحد وقود اور شرط ضمانت یہ ہے کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور التسلیم ہو ضامن
سے یعنی ضامن اسکی تسلیم پر قادر ہو تو حد اور قصاص کی ضامنی صحیح نہیں یعنی اسواسطے کہ حد اور قصاص کے ضامن پر اقامت نہیں ہوتی بلکہ مجرم پر وفی الدین کونہ
صحیحا قائما لا ساقطا بموتہ مفلسا ولا ضعیفا کبدل کتابۃ ونفقۃ زوجۃ قبل الحکم بہا اور دین کی ضمانت میں ہونا دین کا صحیح قائم شرط ہے کہ دین کا ساقط ہونا نہ ہو
کے مفلس مرجانے سے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے ہم دین صحیح وہ ہے جو بدون ادا یا ابرا ساقط نہ ہو صحیح کی
قید سے دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ بصورت عجز مکاتب ساقط ہو جاتا ہے اور دین قائم کی قید سے مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر کلام شارح اسپر
دلالت کرتا ہے کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی کے اصلا دین نہیں ہوتا تو وہ دین غیر قائم کی مثال ہے خاص ہے کہ بدل کتابت
اور مفلس میت کے دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ یہ بحث ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب قالہ المصنف تبعا للاولی نہر تو جو چیز کہ دین نہیں جیسے نفقہ
زوجہ قبل الحکم والرضا اسکی کفالت بطریق اولی صحیح نہیں یعنی جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہوئی تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہیں وحکمہا لزوم المطالبۃ علی
الکفیل بما ہو علی الاصیل نفسا او مالا اور کفالت کا حکم یعنی اثر مترتب لازم ہونا مطالبہ کا ہے کفیل پر اس چیز کا جو اصیل پر واجب ہے باعتبار نفس یا مال کے ہم یعنے اگر
حاضر ضامنی ہے تو ضامن سے حاضر کردینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال ضامنی ہے تو اسکا مطالبہ ہوگا واہلہا من ہو اہل التبرع فلا تنفذ من صبی ومجنون الا اذا
ولیہ وامرہ ان یکفل المال عنہ فیصح ویکون اذنا فی الاداء محیط اور ضمانت کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہے یعنی عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہیں مجنون سے
اور نہ صغیر سے مگر اسوقت جب اسکے واسطے اسکے ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہے اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادائے قرض
میں کذا فی المحیط ہم مال ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہیں اسواسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلاشرط لازم ہے تو شرط سے کوئی
چیز زیادہ نہوگی سوائے تاکید کے تو صغیر متبرع نہ ٹھہرا بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے وصی اور یتیم کا کذا فی البحر ومفادہ ان الصبی لا یطالب بہذا المال بموجب الکفالۃ
وانما المطالب الولی نہر اور صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہ ہے کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ نہوگا بوجہ ضمانت کے اور اگر ضمانت ہوتی تو ولی سے مطالبہ ہوتا کذا فی النہر ولا
مریض الا من الثلث اور ضمانت نافذ نہیں مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہے اور مریض کا تبرع صحیح نہیں مگر اسکے ثلث مال میں کیونکہ دو ثلث میں ورثہ کا حق
متعلق ہوگیا ولا من عبد ولو ماذونا فی التجارۃ ویطالب بعد العتق الا اذا اذن لہ المولی اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو مجاز کرنے میں اور غلام

بعد آزاد ہونے کے مطالبہ ہوگا مگر جبکہ اسکو اسکے مولی نے ضامن ہونے کا اذن دیا ہو تو در حالت مملوکیت بیچ لیا جائیگا ضمانت مین بشرطیکہ غلام مدیون نہو کذا فی البحر ہم اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہی نہ انعقاد ضمانت کی ولان سکا تبہ ولو باذن المولی اور ضمانت نافذ نہین مکاتب سے اگرچہ مولی نے اسکو اذن دیا ہو ہم اسیل المکفول لہ کی شرط باقی رہ گئی ہے سو اصیل کی شرط یہ ہے کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت کا ضامن ہونا صحیح نہین اور یہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر معلوم سے ضمانت جائز نہین اور اسکا آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہین اور مکفول لہ کی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور مجلس مین موجود ہو اور یہ انعقاد ضمانت کی شرط ہے اور اسکا عاقل ہونا شرط ہے نہ آزاد ہونا کذا فی الطحطاوی ہم من ہو المدعی وہو الآئن مکفول لہ اور مدعی یعنے صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہین یعنی جسکے نفع کے واسطے ضمانت ہوئی ہو المدعی علیہ وہو المدیون مکفول عنہ ویسمی الاصیل ایضا اور مدعی علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ ہے یعنی جسکی طرف سے ضمانت ہوئی اور اسکو اصیل بھی بولتے ہین والنفس او المال مکفول بہ اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمتہ المطالبۃ کفیل اور جسپر کفالت سے مطالبہ لازم ہوا وہ کفیل ہے ہم کفیل کو زعیم اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہین ودلیلہا الاجماع وسندہ قولہ علیہ الصلوۃ والسلام الزعیم غارم اور حجیت ضمانت کی دلیل اجماع امت ہے اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن جوابدہ ہے ہم یہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی مین ہے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے وتر کہا احوط مکتوب فی التورۃ الزعامۃ اولہا ملامۃ واوسطہا ندامۃ وآخرہا غرامۃ مجتبی اور ضامنی نہ کرنے مین زیادہ تر احتیاط ہے توریت مین لکھا ہے کہ ضامنی کے اول مین ملامت ہے اور درمیان مین ندامت اور اسکے آخر مین ڈانڈ دینا ہے کذا فی المجتبی ہم ضمانت کے اول مین ملامت ہے یعنی خلق اسکو ملامت کرتی ہے کہ کیون پرایا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان مین ندامت ہے یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہے کہ دین یا احضار نفس مجپر لازم ہوگیا اور شاید مجسے نہوسکے تو سخت بلا مین گرفتار ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہے اور اکثر ضمانت مین ہوتا ہے یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہے اور یہ ہر ضامنی کو شامل ہے شارح نے ضمانت کی برائیان ذکر کین اور اسکی خوبیون سے سکوت کیا حالانکہ اسمین عمدہ خوبیان بھی ہین ازانجملہ یہ ہے کہ ضامن ہونے سے طالب خائف کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور مطلوب کہ اپنی ذات پر خائف ہے اسکی تشویش دور ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو مومن کی تشویش اور مصیبت دنیا مین رفع کرے حق تعالی اسکی مصائب کو روز قیامت کے دور کریگا

وکفالۃ النفس تنعقد بکفلت بنفسہ ونحوہ مما یعبر بہ عن بدنہ کالطلاق وقد مناثمہ انہم لو تعارفوا اطلاق الید علی الجملۃ وقع بہ الطلاق فکذا فی الکفالۃ فتح اور کفالت نفس یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہے یون کہنے سے کہ مین نے ضمانت کی اسکی ذات کی اور مانند اسکے وہ لفظ ہے جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہے مانند طلاق کے اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہین وہان کتاب الطلاق مین کہ اگر ایک قوم مین بولنا ہاتھ کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اس سے طلاق واقع ہوگی تو ایسی ہی کفالت مین کذا فی الفتح یعنی اگر ید بجائے کل بدن بولتے ہون تو اگر ایک شخص کہے کہ مین اسکے ہاتھ کا ضامن ہون تو ضمانت منعقد ہوتی ہے وبجزء شائع کفلت نصفہ او ربعہ اور انسان کے جزء شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہے جیسے مین نے کفالت کی اسکے نصف یا ربع کی ہم نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مراد ہے تو اگر کفیل اپنے جزء شائع کی طرف ضمانت کرے اسطرح کہ تیرے واسطے مین النصف یا ثلث ضامن ہون تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن السراج وتنعقد بضمنتہ او علی والی وعندی وانا بہ زعیم ای کفیل او قبیل بہ ای بفلان او غریم او حمیل بمعنی محمول بدائع اور منعقد ہوتی ہے حاضر ضامنی ان الفاظ سے کہ مین اسکا ضامن ہوا یا علی یا الی یا عندی ہے یا مین اسکا زعیم یعنی ضامن ہون یا اسکا قبول ہون یعنی فلانے شخص کا ضامن ہون یا اسکا غریم یا حمیل ہون بمعنی محمول کذا فی البدائع ہم قولہ علی یعنے مجپر اسکی ضمانت لازم اور واجب ہے اسواسطے کہ علی کلمہ ہے وجوب کا تو یہ صیغہ التزام ہوا قولہ الی یعنی چھوڑ اسکو میری طرف کذا فی التاتارخانیہ قولہ عندی یعنے یہ شخص میرے پاس ہے مین اسکو تیرے پاس حاضر کرونگا او حمیل یعنی کفیل یعنی قابل ضمان ہم طحطاوی نے کہا اظہر یہ ہے کہ حمیل بمعنی فاعل ہو کیونکہ وہ حامل ہے کفالت کا وتنعقد بقولہ انا ضامن حتی تجتمعا او حتی یلتقیا ویکون کفیلا الی الغایۃ تاتارخانیہ اور منعقد ہوتی ہے کفالت اس قول سے کہ مین ضامن ہون یہان تک کہ طالب و مطلوب جمع ہون یا یہان تک کہ دونون ملین اور ہوگا قائل اسکا ضامن غایت تک کذا فی التاتارخانیہ ہم یعنی یہ ضمانت دائمی نہین بلکہ ضمانت موقت ہے باجماع وتتقاطر فی تعلیل تعدیم

بیان کیا مضمون یہ ہے بنفس او بمال کما نقلہ فی الخانیۃ عن الثانی اور قول ضعیف یہ ہے کہ انا ضامن حتی تجتمعا سے ضمانت منعقد نہیں ہوتی کیونکہ بیان ہونے
سے مضمون رہ گیا یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی اسکا بیان نہیں کہ وہ کیا ہے ذات ہے یا مال ہے چنانچہ یہ قول خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہے قال المصنف والظاہر
انہ لیس المذہب لانہ استنبط منہ فی فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمنت بالمال فقال الضامن انما ضمنت بنفسہ لا یصح مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور ظاہر
عدم انعقاد ابو یوسف کا مذہب نہیں لیکن صاحب خانیہ نے قول مذکور سے اپنے فتاوے میں استنباط کیا ہے کہ اگر طالب کہے کہ تو نے مال کی ضمانت کی ہے اور
ضامن کہے کہ میں نے حاضر ضامنی کی ہے تو ضمانت صحیح نہیں ہم جلبی نے کہا استواسطے ضمانت صحیح نہیں کہ دونوں کا اتفاق ایک امر پر نہیں ہوا طحطاوی نے کہا کہ یہ استنباط
منافی مضمون نہیں تو قول معتمد قول مذکور کفالت نفس ہے ثم قال وینبغی انہ اذا اعترف انہ ضمن بالنفس ان یؤاخذ باقرارہ فراجعہ پھر مصنف نے کہا کہ لائق یوں
ہے جب ضامن اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اسکی ذات کا کہ وہ ماخوذ ہو اپنے اقرار سے تو اسے اسکو تلاش کرکے معتمدہ میں کما لا تنعقد فی قولہ انا ضامن
لکفیل لمعرفتہ علی المذہب خلافا للثانی لانہ لم یلتزم المطالبۃ بل المعرفۃ جیسے منعقد نہیں ہوتی ضامنی اس قسم میں کہ میں ضامن ہوں کفیل ہوں اسکی معرفت اور
شناخت کا بموجب مذہب کے بخلاف ابو یوسف کے ضمانت اسواسطے منعقد نہیں ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہیں کیا بلکہ شناخت اور پہچان کا واختلف فی انا ضامن
لتعریفہ او علی تعریفہ والوجہ اللزوم فتح اور اختلاف ہے اس قول میں کہ میں ضامن ہوں اسکی تعریف کا یا اسکی تعریف پر یعنی اسکے پہچنوا دینے کا ضامن ہوں اور دلیل قوی
لزوم ضمانت ہے کذا فی الفتح ہم استواسطے کہ تعریف مصدر متعدی ہے تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو مطلوب کی طرف دلالت کرے بخلاف معرفت کے کہ اسمیں تا ...
کہ پہچاننا کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحموی کانا ضامن لوجہہ لانہ یعبر بہ عن الجملۃ سراج چنانچہ اس قول میں لزوم ضمانت ہے کہ میں اسکے چہرہ کا ضامن ہوں
استواسطے کہ چہرے سے سارے بدن کی تعبیر ہوتی ہے کذا فی السراج وفی معرفۃ فلان علی بانہ صار ان یدل علیہ خانیۃ ولا یلزم ان یکون کفیلا نہر اور اس قول میں کہ فلان
شخص کی معرفت مجھ پر ہے اسپر بتا دینا لازم ہے اور بتا دینے کو ضامن ہونا لازم نہیں کذا فی النہر واذا کفل الی ثلاثۃ ایام مثلا کان کفیلا بعد الثلثۃ ایضا
ابدا حتی یسلمہ لما فی الملتقط وشرح المجمع لو سلمہ للحال بری وانما المدۃ لتاخیر المطالبۃ اور جبکہ ضامن ہوا تین دن تک مثلا تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی
تا وقتیکہ اسکی تسلیم کرے استواسطے کہ ملتقط اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر قول مذکور میں بالفعل مطلوب کو تسلیم کرے تو ضامنی سے بری ہوگا اور مدت کا بیان تو مطالبہ
کی تاخیر کے واسطے ہے یعنی ذکر مدت انقطاع ضمانت کے واسطے نہیں بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے تو تا تسلیم مطلوب دائمی ضمانت ہے طحطاوی نے کہا کہ ابدا ضمانت
کے عدم سے اشارہ کیا کہ اگر یوں کہے کہ میں حاضر ضامن ہوں آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہو جائیگا اور جب دن گذر جائینگے تو وہ ضامن باقی
نہ رہیگا کذا فی الاشباہ ولو زاد وانا بری بعد ذلک لم یصر کفیلا اصلا فی ظاہر الروایۃ وہی الحیلۃ فی کفالۃ لا تلزم درر واشباہ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ میں بری الذمہ ہوں بعد اسکے
یعنی یوں کہا کہ تین دن تک ضامن ہوں اور بعد اسکے بری ہوں تو وہ اصلا ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ میں اور یہ حیلہ ہے اس کفالت میں جو لازم نہو ہم اصلا ضامن نہوگا یعنی
مطلقا ضامن نہوگا نہ مدت کے اندر نہ بعد اسکے استواسطے کہ اعتبار ہوتا ہے آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام میں وہ ضمانت سے بری ہوگیا تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ
مطالبہ کا بعد مدت کے کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے اور پھر اسنے ذکر کیا کہ اب بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہے تو تحقیق اسپر مطالبہ نہوا تو ضمانت بھی نہوئی
کذا فی الطحطاوی قلت ونقل فی لسان الحکام عن ابی اللیث وان علیہ الفتوی ثم نقل عن الواقعات ان الفتوی انہ یصیر کفیلا انتہی لکن تقوی الاول بانہ ظاہر المذہب فتنبہ
میں کہتا ہوں کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام میں ابو اللیث سے نقل کیا کہ اسی پر فتوی ہے یعنی عدم کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اسکا فتوی ہے کہ وہ کفیل ہو جاتا
انتہی کلامہ لیکن قول اول یعنی عدم ضمانت کا فتوی قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ ظاہر مذہب ہے سو آگاہ رہنا ہم یعنی در صورت تعارض ظاہر الروایۃ کی طرف ترجیح
لازم ہے ولا یطالب بالمکفول بہ فی الحال فی ظاہر الروایۃ وبہ یفتی وصححہ فی السراجیۃ اور جب مثلا تین دن کی مدت سے ضمانت ہوئی تو ضامن سے مکفول بہ کا
مطالبہ فی الحال نہوگا بدون گذر جانے تین دن کے ظاہر الروایۃ میں اور اسیکا فتوی ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سراجیہ میں وفی البزازیۃ کفل علی انہ

حتی او کلما طالب فلہ اجل شہر بعد ذلک ولہ اجل شہر بعد المطالبۃ فاذا تم الشہر طالبہ بالتسلیم ولا اجل لہ ثانیا اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص نے ضامنی کی اس شرط پر کہ جب یا جس وقت اور
ہر بار کہ اس سے مطالبہ ہو تو اسکو ایک مہینے کی مدت ہے تو ضامنی صحیح ہے اور اسکو ایک مہینے کی مدت ہوگی جب کہ طالب ضامن سے طلب کریگا یعنی طالب طلب کرے تو بعد
جب یہ مہینہ پورا ہوگا پھر طالب دوبارہ مطالبہ کریگا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہ کا لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہوگی ہم یعنی مطالبہ سے
ایک مہینے کے تعلیق باطل ہوگی کیونکہ اگر ابطال ہو تو ابطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے مطلقا ثم قال کفل علی انہ بالخیار عشرۃ ایام او اکثر صح
بخلاف البیع لان مبناہا علی التوسع پھر صاحب بزازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامنی کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اسکو خیار ہے یعنی چاہے مدت میں ضامنی
کرے یا انکار کرے تو صحیح ہے بخلاف بیع کے کہ اسمیں تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں ہے اسلئے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہے وان شرط تسلیمہ فی وقت بعینہ
احضرہ فیہ ان طالبہ کدین مؤجل حل اور اگر شرط ہوئی ہو کہ مکفول بہ کی تسلیم معین وقت میں تو ضامن اسکو اسوقت میں حاضر کر دے اگر مکفول لہ طلب کرے جیسے دین کا
ادا کرنا لازم ہے جسکی مدت ہو چکی ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیے تا کفیل اور مکفول لہ دونوں کی شرط کو شامل رہے فان احضرہ فیہا والا حبسہ الحاکم
حتی یظہر مطلہ پھر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت مشروطہ میں تو خوب ہے اور نہیں تو حاکم اسکو قید کرے جبکہ اسکا ٹالنا ظاہر ہو ہم شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کہ اذا ظہر
مطلہ اسواسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ ضامن کو حاکم قید نکرے تا وقتیکہ اسکا ٹالنا ظاہر نہو کیونکہ حبس ظلم کی جزا ہے اور وہ ٹالنے سے پہلے ظالم نہیں ہے انتہی اور جیسے نسخوں
میں جو ہے یظہر مطلہ ہو اور یہی ظاہر ہو خانیہ اور بزازیہ میں ہے کہ حبس اسوقت ہے کہ ضامن مقر ہو اور اگر ضمانت کا منکر ہو اور گواہوں سے اسکی ضمانت ثابت ہو تو اسوقت اسکے حبس
میں جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولو ظہر عجزہ ابتداء لا یحبسہ عینی اور اگر ضامن کی عاجزی حاضر کرنے میں شروع سے ظاہر ہو تو اسکو قید نکرے کذا فی العینی فان غاب
امہلہ مدۃ ذہابہ وایابہ ولو بدار الحرب عینی وابن ملک پھر اگر مکفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اسکے پاس جانے اور آنے کی مدت تک مہلت دے اگرچہ مکفول بہ دار الحرب
میں ہو کذا فی العینی وابن ملک ولو لم یعلم مکانہ لا یطالب بہ لانہ عاجز ان ثبت ذلک بتصدیق الطالب زیلعی زاد فی البحر او ببینۃ اقامہا الکفیل
مستدلا بالقنیۃ اور اگر ضامن مکفول بہ کا مکان نہ جانتا ہو کہ کون شہر میں وہ گیا ہے تو اس سے مطالبہ نکیا جاوے کیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ عدم علم مکان کا
طالب کی تصدیق کرنے سے ثابت ہوا ہو کذا فی الزیلعی بحر الرائق میں اتنا زیادہ کیا ہے یا ضامن کے گواہوں سے ثابت ہوا ہو قنیہ کی عبارت سے استدلال کر کے ہم طحطاوی نے
کہا کہ اسمیں خلل ہے کہ یہ گواہی اس چیز کی نفی پر ہے [illegible] نہیں غاب المکفول بہ [illegible] لازمۃ الکفیل حتی یحضرہ مکفول بہ غائب ہو گیا تو صاحب دین کو ملازمت
کفیل جائز ہے تا وقتیکہ اسکو حاضر کرے وحیلۃ دفعہ ان یدعی الکفیل علیہ انک تعلم مکانہ غائب غیبۃ لا تدری فبین لی موضعہ فان برہن علی ذلک تندفع عنہ الخصومۃ
اور رفع ملازمت کا یہ حیلہ ہے کہ دعوی کرے ضامن طالب پر کہ تیرا خصم ایسی غیبت غیر معلوم غائب ہے سو اسکا مکان مجھے بیان کر دے پھر اگر ضامن نے اس دعوی پر
گواہی گذرانی تو طالب کی خصومت اس سے مندفع ہو جائیگی ولو اختلفا فان لہ خرجۃ للتجارۃ معروفۃ امر الکفیل بالذہاب الیہ والا حلف انہ لا یدری موضعہ
اور اگر طالب اور ضامن میں اختلاف ہو یعنی ضامن کہتا ہو کہ میں مکفول بہ کا مکان نہیں جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو جانتا ہے تو اگر مکفول بہ سوداگری کے واسطے
جاتا ہو اور وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اس تک جانے کا حکم ہوگا اور نہیں تو اس سے قسم لیجائے کہ وہ اسکا مکان نہیں جانتا ثم فی کل موضع قلنا یذہب الیہ
للطالب ان یستوثق بکفیل من الکفیل لئلا یغیب الآخر جس مکان میں بھیجنے ضامن کے جانے کو کہا تو طالب کو جائز ہے کہ ضامن سے مضبوطی کرے
ضامن لیکر تا کہ دوسرا غائب نہو جاوے ویبرأ الکفیل بالنفس بموت المکفول بہ ولو عبدا اراد بہ دفع توہم ان العبد مال فاذا تعذر تسلیمہ لزمہ قیمتہ کما فی الکفیل
برقبتہ اور بری الذمہ ہو جاتا ہے حاضر ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول بہ غلام ہو مصنف نے غلام کے ذکر کرنے سے اس وہم کو دفع کیا کہ غلام تو مال ہے پھر جب
اسکی تسلیم متعذر ہوئی تو اسکی قیمت ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آویگا رقبہ غلام کی ضمانت کا مسئلہ وبموت الکفیل وقیل یطالب وارثہ ووصیہ باحضارہ
سراج اور برأت حاصل ہوتی ہے ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ضامن کے وارث سے یا اسکے وصی سے مکفول بہ کا حاضر کرنے کا مطالبہ ہوگا کذا فی السراج

لا بموت الطالب بل یطالب وارثہ او وصیہ لیطالب بالکفیل قہستانی وقیل یبرأ وہو ظاہر المذہب الاول قوی اور ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث

یا اسکا وصی ضامن سے طلب کریگا اور قول ثانی یعنی یہ کہ طالب کی موت سے ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے کذا فی البحر ظاہر مذہب ہے اور قوی مذہب پہلا ہی ہے ویبرأ بدفعہ

الی من کفل اینما سلمہ فی موضع یمکنہ مخاصمتہ فیہ سواء قبلہ الطالب اولا وان لم یقل وقت الکفالۃ اذا دفعتہ الیک فانا بری ویبرأ بتسلیمہ مرۃ وان قال

سلمتہ الیک بجہۃ الکفالۃ ان طالبہ منہ والا فلا بد ان یقول ذلک اور بری الذمہ ہوجاتا ہے ضامن مکفول لہ کو سپرد کر دینے سے اس مکان میں جہاں اسکو مخاصمت ممکن ہو

خواہ طالب اسکو قبول کرے یا نہ کرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کے وقت یوں نہ کہا ہو کہ جب میں مکفول بہ کو تیرے سپرد کروں تو میں بری الذمہ ہوں اور بری الذمہ ہوجاتا ہے

ایک بار کی تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یوں کہا ہو کہ میں نے اسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی جہت سے یا نہ کہا ہو اسی طرح بری ہے جبکہ طالب نے اس مکفول کو طلب

کیا ہو اور اگر طلب نہ کیا ہو تو یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ سپرد کرنا کفالت کی جہت سے ہے اور مکان کی قید اسلئے لگائی کہ اگر جنگل یا دیہات میں تسلیم ہوگی تو ضامن

بری الذمہ نہوگا کیونکہ طالب وہاں مخاصمت پر قادر نہیں ہو اور شرط التسلیم فی مجلس القاضی لم یصح التسلیم فی غیرہ وینبغی فی زماننا انہ ان کان لا یفی الحق

الحق اور اگر تسلیم مکفول بہ کی مجلس قاضی میں شرط ہو تو ضامن صحیح ہے اور حاضر کرے اور اسکی تسلیم غیر مجلس قاضی میں جائز نہیں یہی ہمارے زمانے میں واجب

مستحق کرنے لوگوں کے امر حق کی مددگاری میں ہم مذکور کا قول فتوی ہے وہو ما فی السراج ولو شرط تسلیمہ عند ہذا القاضی فسلمہ عند قاضی آخر جاز اور اگر حضور شرط

مجلس قاضی ضامن نے اسکو اسکے پاس حاضر کیا یا اسکی تسلیم اسی قاضی کے پاس شرط ٹھہری تو دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا فی البحر ولو سلمہ فی السجن

وقد حبسہ غیر القاضی او حبس بامر البلد فی ہذا المصر جاز والا لا اور اگر اسکو قیدخانہ میں سپرد کیا تو اگر اسی قاضی کا قیدخانہ ہو یا اسی شہر کا قیدخانہ ہو تو اس شہر میں جائز ہے

کذا صرح ابن ملک فی شرح المجمع وکذا یبرأ الکفیل بتسلیم المطلوب نفسہ عن الکفیل او بتسلیم وکیل الکفیل او رسولہ ... الی غیرہ کالاجنبی

اور اسی طرح ضامن بری الذمہ ہوتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر مکفول بہ خود حاضر ہو تو ضامن بری ہوگیا بسبب حاصل ہونے مقصود

کے اور ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے اپنے وکیل کی تسلیم سے بسبب قائم ہونے وکیل کے مقام اسکے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کیطرف

کہ ضامن کا فرستادہ غیر طالب کی طرف اجنبی کے مانند ہے جس تسلیم مطلوب کی اسوقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ کفالت بامر مطلوب ہو اور اگر اسکے بغیر امر ہو تو بری نہیں ہوتا

اور غیر طالب کی طرف تسلیم رسول کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ لے اسکو اور فلانے شخص کو سپرد کر یا وہ طالب کے سپرد کرے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو

یہ اجنبی کے مانند ہے اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کی طرف سپرد کیا اور کہا کہ میں اسکو تیرے پاس ضامن کی جانب سے سپرد کرتا ہوں تو اگر طالب اسکو

قبول کرے تو ضامن بری الذمہ ہوگیا اور اگر چپ رہے تو ضامن بری نہیں کذا فی الطحطاوی وفیہ لیشترط قبول الطالب وشرط ان یقول کل واحد منہم سلمت الیک

عن الکفیل وزرمین کفالتہ ای بحکم الکفالۃ عینی والا لا ییرا ابن کمال یعنی فائدہ اور تسلیم رسول میں قبول کرنا طالب کا شرط ہے اور یہ شرط ہے کہ شخص مذکور یوں کہے

یعنی مطلوب اور ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ میں نے تجھکو سپرد کیا ضامن کی جانب سے کذا فی الدرر اسکی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا

کذا فی العینی اور اگر اس طرح نہ کہیگا تو ضامن بری الذمہ نہوگا کذا صرح ابن کمال تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان قال ان لم اواف بہ غدا فہو ضامن

لما علیہ من المال فلم یواف بہ مع قدرتہ علیہ فاعجز بحبس او مرض لم یلزمہ المال الا اذا عجز بموت المطلوب او جنونہ کما افادہ بقولہ پھر اگر حاضر ضامن

کہا کہ اگر میں مطلوب کو کل نہ لے آؤں تو میں ضامن ہوں اس مال کا جو اسپر ہے سو وہ مطلوب کو نہ لایا باوجودیکہ لانے پر قادر تھا تو اگر ضامن

لانے سے عاجز ہو بسبب قید یا بیماری کے تو اسپر مال لازم نہیں مگر اسوقت جبکہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے حاضر نہ کر سکے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے

قول میں بیان کیا ہے اور اگر ضامن عاجز ہو طالب کے غائب ہوجانے سے تو مال لازم ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ جب طالب غائب ہو تو قاضی اسکی طرف سے

وکیل قائم کرے کذا فی الطحطاوی ملخصا اوبمات المطلوب فی الصورۃ المذکورۃ ضمن المال فی الصورتین لانہ علق الکفالۃ بالمال بشرط متعارف

ضامن مالی ضامن ہوا کہ اگر حاضر نہ کرے بعد مطلوب کو مر جاے یا اسکو باوجود قدرت حاضر نہ کرے یعنی ان دونوں صورتوں میں تو ضامن ہوگا مال کا ان مذکورہ صورتوں میں کیا مطلوب نے یا
مال ضامن ہی اور الثانی لعدم الکفالۃ بالنفس اعنی ولا یبرا مال ہوگئی نہ در حق تسلیم باطل ہوگئی سے ضمانت در حق مطلوب کی موت ہو جسم صحیح تعلیق تو کیا متعلق سے شرط متعارف کو شرط
المال یجب لم یوافہ فان عنہما ابراء فلو ہوسکیں جمع نہیں تخالف میں ہی ضامنی حاضر اور ضامنی مال یعنی کہ مخالفت صم بسبب ہوگا الذمہ بری سے ضامنی حاضر سے
جانے کے پائے بسبب ہوگا واجب مال اسپر تو دیا کر نہ حاضر کو مطلوب نے ضامن بغیر دیا کر الذمہ بری سے ضامنی حاضر کو ضامن نے طالب مذکورہ صورت در اگر ہوا شرط لفقد
شرط کے یعنی شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب بھی در صورت بقا سے حاضر ضامنی سوا ابراء طالب ہے وہ باقی نہیں قید بموت المطلوب لانہ لو مات الطالب طالب وارثہ ولو مات
الکفیل طولب وارثہ در معنف نے موت طالب کی قید لگائی ہے واسطے کہ اگر طالب مر گیا تو اسکا وارث طلب کریگا اور اگر ضامن مر گیا تو اسکے وارث سے مطالبہ ہوگا
کذا فی الدرر فان دفعہ الوارث الی الطالب برئ وان لم یدفعہ حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکۃ المیت یعنی پھر اگر ضامن کے وارث نے
مطلوب کو طالب کے سپرد کیا تو وارث بری الذمہ ہوگیا اور اگر اسکو نہ دیا یہاں تک کہ وقت گذر گیا تو مال لازم ہوگا ضامن کے وارث پر یعنی میت کے ترکہ سے
مال دینا لازم ہوگا کذا فی العینی ولو اختلفا فی الموافاۃ وعدمہا فالقول للطالب لانہ منکرہا وحینئذ فالمال لازم علی الکفیل خانیہ اور اگر دونوں نے
مطلوب کی موافات اور عدم موافات میں اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے اور اسوقت میں تو مال لازم ہوگا ضامن پر کذا فی الخانیۃ وفیہا
لو اختفی الطالب فلم یجدہ الکفیل نصب عنہ القاضی وکیلا اور خانیہ میں ہے کہ اگر چھپ رہا طالب نے ضامن نے اسکو نہ پایا تو قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل قائم کرے یعنی
تا مطلوب اسکو سپرد کیا جاوے ولا یصدق الکفیل علی الموافاۃ الا بحجۃ اور ضامن کی تصدیق نہ کیجائیگی موافات پر یعنی مطلوب کے حاضر کر دینے پر بدون گواہی کے ادعی
علی الآخر حقا عینی او مائۃ دینار ولم یبینہا جیدۃ ام ردیۃ ام اشرفیۃ لتصح الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر غیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی العینی یا سو دینار کا دعوی
کیا اور اسکی صفت کا بیان نہ کیا کہ دینار عمدہ یا ناقص یا اشرفی ہے تاکہ دعوی صحیح ہو تا فقال رجل للدعی دعہ فانا کفیل بنفسہ وان لم یواف بہ غدا فعلی
المائۃ فلم یواف الرجل بہ غدا فعلیہ المائۃ ای التی بینہا المدعی اما بالبینۃ او باقرار المدعی علیہ سو مدعی مذکور سے ایک مرد نے کہا کہ مدعا علیہ کو چھوڑ دے میں اسکا
حاضر ضامن ہوں اور اگر وہ کل ادا نہ کریگا تو مجھ پر سو دینار ہیں سو اسنے کل ادا نہ کیا تو ضامن پر سو واجب ہونگے یعنی وہ سو دینار جنکو مدعی نے بیان کیا یعنی ثابت
کیا ہے یا گواہی سے یا مدعا علیہ کے اقرار سے وتصح الکفالتان لانہ اذا بین التحق البیان باصل الدعوی فتبین صحۃ الکفالۃ بالنفس فترتب علیہا الثانیۃ اور صحیح ہونگی
دونوں ضامنیاں یعنی حاضر ضامنی اور مال ضامنی اسواسطے کہ جب دعوی کا بیان ہوگیا تو یہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہوگیا تو حاضر ضامنی کی صحت ظاہر ہوگئی تو اسپر دوسری
ضامنی یعنی مال ضامنی مترتب ہوگئی یعنی ہرچند اول دعوی مجہول غیر مبین تھا لیکن جب آخر کار اسکا بیان ہوگیا تو جہالت مرتفع ہوگئی اور حاضر ضامنی صحیح ہوگئی پھر جب
حاضر ضامنی صحیح ہوئی تو اسپر مال ضامنی کی بھی صحت مترتب ہوگئی والقول لہ ای للکفیل فی البیان لانہ یدعی صحۃ الکفالۃ اور بیان میں اسی کا قول معتبر ہے یعنی کفیل کا
کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہے جسم شارح ارجاع ضمیر لہ میں صاحب درر کا تابع ہوگیا اور حالانکہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر مذکور مکفول لہ ہو چنانچہ شیخ النفار میں ہے اسواسطے
کہ اس تصویب پر تعلیل مذکور دال ہے یعنی بانہ یدعی الصحۃ کیونکہ ضمیر یدعی کی مکفول لہ کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وکلام سرج لتقیید اشتراط اقرار المدعی علیہ بالمال
فلیحرر اور سراج کا کلام مال کے مدعا علیہ کے اقرار مشروط ہونے کا مفید ہے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے جسم طحطاوی نے کہا اعتماد کے لائق وہ ہے جو ہدایہ اور کنز اور اصلاح اور
مجمع اور درر وغیرہا میں ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے لا یجبر المدعی علیہ علی اعطاء الکفیل بالنفس فی دعوی حد وقود مطلقا مدعا علیہ پر
جبر نہیں حاضر ضامنی دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی میں مطلقا وقالا یجبر فی قود وحد قذف وسرقۃ کتعزیر ولانہ حق آدمی والمراد
بالجبر الملازمۃ لا الحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعا علیہ پر حاضر ضامنی دینے کے واسطے جبر ہے قصاص اور حد قذف اور سرقہ میں
تعزیر کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمت ہے یعنی ساتھ چھوڑ نا قید کرنا ولو اعطی برضاہ کفیلا فی قود

وقذف وسرقۃ جائز اتفاقاً قال ابن کمال ظاہر کلامہم انہا فی حقوقہ تعالیٰ لا تجوز بہا قدمت ویجی انہا الاصح بنفس ویحدو قذف لکن التوفیق اور اگر مدعا علیہ نے اپنی خوشی سے ضامن دیا قصاص اور قذف اور سرقہ کے دعوی میں تو بالاتفاق جائز ہے کما صرح ابن کمال تو فقہا کا ظاہر کلام یہ ہے کہ ضمانت حق تعالیٰ کے حقوق میں جائز نہیں کذا فی النہر میں کہتا ہوں آگے آویگا کہ ضمانت نفس حد وقصاص میں صحیح نہیں تو دونوں قول میں اتفاق ہو جانا چاہیے ہم نفس حد اور قصاص میں اسکو ساقط ضمانت صحیح نہیں کہ استیفا سے حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہیں وجہ توفیق جواز اور عدم جواز ضمانت میں یہ ہے کہ جو حد وقصاص میں ضمانت کا مجوز ہے چنانچہ مصنف نے وہ اسکے تبرع کے قائل ہیں بخلاف اسکے جو جواز ضمانت کا مانع ہے تو اب دونوں کلام میں تناقض نہیں رہا ولا یحبس فیہا حتی یشہد شاہدان مستوران او واحد عدل یعرفہ القاضی بالعدالۃ لان الحبس للتہمۃ مشروع وکذا التعزیر للتہمۃ بحر اور حد اور قصاص میں قید کرنا جائز نہیں جب تک دو شاہد مستور الحال یعنی جنکا فسق ظاہر نہیں گواہی نہ دیں یا ایک شاہد عادل جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہے اسواسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہے اور اسی طرح تعزیر بھی تہمت کی بابت درست ہے کذا فی البحر فوائد چند فائدے ہیں جنکو شارح نے زیادہ کیا لا یلزم احدا احضار احد فلا یلزم الزوج احضار زوجتہ لسماع دعوی علیہا الا فی اربع کفیل النفس وسجان القاضی والاب فی صورتین فی الاشباہ لازم نہیں کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج پر لازم نہیں اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سماعت کے واسطے مگر چار شخصوں پر حاضر کردینا لازم ہے حاضر ضامن پر اور قاضی دار وغہ محبس پر اور باپ پر دو صورتوں میں کذا فی الاشباہ ثم قیدہ میں ہے کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور داروغہ محبس نے اسکو چھوڑ دیا تو سامنے اسکے داروغہ سے اسکے حاضر کردینے کا مطالبہ جائز ہے اور ثنی باپ نے اپنی بیٹی کا ضامن ہو یعنی ضمان آسکو طلب کیا تو باپ پر اسکا حاضر کردینا لازم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا مہر اسکے زوج سے مانگا سو زوج نے دعوی کیا کہ وہ اس سے قریب کر چکا ہے یعنی مہر دے چکا ہے اور اسکے زوجہ کے حضار کا مطالبہ کیا تا مہر دینا اس سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اسکو حاضر کرے اگر نہیں تو امین آسکے پاس بھیجے وفی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف معزیا لاحکامات العمادیۃ الاب یطالب باحضار طفلہ اذا تغیب اور ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں ہے احکامات عمادیہ سے نقل کر کے کہ باپ سے اپنے لڑکے صغیر کے حاضر کرنے کا مطالبہ ہوگا جبکہ وہ غائب ہو جاوے اور ابو سعود نے کہا کہ شاید یہ اس صورت میں ہے جب باپ نے صغیر کو تجارت کا اذن دیا ہو اور وہ قرضدار ہو کر غائب ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی وفیہا القاضی یاخذ کفیلا باحضار المدعی وکذا المدعی علیہ الا فی اربع مکاتب وماذون ووصی ووکیل اذا لم یثبت المدعی الوصایۃ والوکالۃ اور اشباہ میں ہے کہ قاضی ضامن لے مدعا علیہ کے حاضر کردینے کے واسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا فی التاتارخانیۃ اور اسی طرح مدعا علیہ کے حاضر کردینے کے واسطے ضامن لے مگر چار صورتوں میں ضامن نہ لے اسکے مکاتب یا ماذون یا وصی اور وکیل سے جبکہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نہ کی ہو جبکہ مولی نے مکاتب پر بدل کتابت یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اس سے ضامن نہ لیا جاویگا اور عبد ماذون غیر مدیون سے اسکے مولی پر دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو مولی سے حاضر ضامن لیا جاویگا اور اگر مدعی وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین کا ارادہ کرے اور مدعا علیہ تیرے ان کی ضامنی طلب کرے تاکہ وہ حاضر کرے تو قاضی سے وقت وصی اور وکیل سے ضامن لیگا کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع عن محمد اذا کان المدعی علیہ معروفا لا یجبر علی الکفیل وکان عبد الا یجبر اتفاقا بل حقہ فی الیمین فقط انتہی اور شرح مجمع میں محمد سے ایک روایت ہے کہ جب مدعا علیہ مشہور ہو تو اسپر جبر نہیں ضامن دینے کے واسطے اور اگر مدعا علیہ ماذون ہو تو بالاتفاق جبر نہیں بلکہ اسکا حق فقط قسم میں ہے ہم یہ روایت ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے وابراء الاصیل براءۃ الکفیل لا الکفیل النفس لا اقوال لانہ الحق لی قبلہ ولا اعلم لکلی ولا لمقیم انا وصیہ ولا وقفہ انا متولیہ فیحینئذ یبرء الکفیل اشباہ یعنی اصیل کے بری الذمہ کردینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہے مگر حاضر ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا لیکن اس صورت میں جبکہ طالب یوں کہے کہ اسکی جانب میرا کوئی حق نہیں اور نہ میرے موکل کا حق اور نہ اس یتیم کا جسکا میں وصی ہوں اور نہ اس وقف کا جسکا متولی ہوں تو ضامن بری ہو جائیگا کذا فی الاشباہ ولو قال کفلت المال فیصح ولو المال مجہولا اذا کان ذلک المال دینا صحیحا الا اذا کان الدین مشترکا کما یجی لان قسمۃ الدین قبل قبضہ لا یجوز طحطاوی اور مال کا ضامنی ہونا صحیح ہے اگرچہ مال مجہول غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح ہو مگر جب کہ دین مشترک ہو تو ضامنی صحیح نہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا [illegible]

قسمت کرنا اسکے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہین کذا فی الظہیریۃ ہم دین مشترک کے ضمانت کی یہ صورت ہو کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہو سو حامد نے زید سے
تقاضا کیا محمود اسکے حصہ کا ضامن ہوا تو یہ ضامنی صحیح نہین اگرچہ دین صحیح ہو کیونکہ اسمین قسمت دین قبل قبض لازم آتی ہو وہ صحیح نہین والا فی مسئلۃ النفقۃ المقررۃ
فتصح مع انہا تسقط بموت وطلاق اشباہ وکانہم افادوا فیہا بالاستحسان للحاجۃ لا بالقیاس سوا دین صحیح کے ضمانت صحیح نہین مگر نفقہ مقررہ کے مسئلے مین تو ضامنی
صحیح ہو باوجودیکہ نفقہ موت اور طلاق سے ساقط ہو جاتا ہو کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہا نے مسئلہ نفقہ مین استحسان پر عمل کیا ہو حاجت کے سبب سے نہ قیاس یعنی اگرچہ نفقہ دین صحیح
نہین مگر ضامنی اسکی صحیح ہو تو یہ صحت استحسانی ہوگی نہ قیاسی والا فی بدل السعایۃ عندہ بزازیۃ وکانہ الحق ببدل الکتابۃ والاقرب لا یسقط لانہ لا یقبل التعجیز فیلغز ای
دین صحیح ولا تصح الکفالۃ بہ وای دین ضعیف تصح بہ دین صحیح مین ضمانت صحیح ہو مگر بدل سعایت مین اگرچہ وہ دین صحیح ہو اسکی ضامنی صحیح نہین امام کے نزدیک
اور گویا کہ امام نے بدل سعایت کو بدل کتابت کے ساتھ ملحق کیا اور اگر بدل سعایت کو بدل کتابت سے ملحق نہ کیجیے بلکہ اسکو دین غیر صحیح قرار دیجیے تو صحیح نہین کہ وہ ساقط
نہین ہوتا اسلیے کہ وہ تعجیز کو قبول نہین کرتا تو بطریق چیستان اور پہیلی کے یہ پوچھتے ہین کہ کونسا صحیح دین ہو جسکی ضامنی صحیح نہین تو جواب اسکا یہ ہو کہ بدل سعایت
ہو اور کون دین ضعیف ہو جسکی ضمانت صحیح ہو تو جواب یہ ہو کہ نفقہ ہو ہم دین مشترک اور بدل سعایت کا استثنا بنظر عدم صحت ضمانت کے ہو اور نفقہ کا استثنا بنظر
صحت کے ہو والدین الصحیح ہو ما لا یسقط الا بالاداء او الابراء ولو حکما بفعل یلزم منہ سقوط الدین فیسقط دین المہر بمطاوعتہا لابن الزوج لا بما ہو ابراء حکمی ابن الکمال
اور دین صحیح وہ ہو جو ساقط نہ ہو کسی طرح بدون ادا یا ابراء کے اگرچہ ابراء حکمی ہو اس فعل سے جسکو سقوط دین لازم ہو تو ساقط ہوگا عورت کا دین مہر ابن زوج کی
مطاوعت سے یعنی اگر زوجہ اپنے زوج کے فرزند کی وطی سے راضی ہو تو مہر اسکا ساقط ہو جائیگا بسبب ابراء حکمی کے کذا صرح ابن کمال فلا تصح ببدل الکتابۃ
لانہ یسقط بدونہما بالتعجیز ولو کفل وادی رجع بما ادی بحر یعنی لو کفل بامرہ وہی قید آخر تو ضامنی صحیح نہین بدل کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون ادا یا ابراء
تعجیز مکاتب سے ساقط ہو جاتا ہو اور اگر کوئی شخص مکاتب کا ضامن ہوا اور اسنے بدل کتابت ادا کیا تو مکاتب سے پھیر لے جتنا اسنے دیا یعنی اگر وہ ضامن
ہوا ہو مکاتب کے امر سے اور آگے دوسری قید آویگی ہم قید آئندہ یہ ہو کہ ضامن ادا کرے اس گمان سے کہ مجھپر ادا کرنا لازم ہو ضمانت کے سبب سے بکفالۃ متعلق بتصح
عنہ بالمضمون المعلوم ضامنی صحیح ہو اس لفظ سے کہ مین اسکا ضامن ہوا لیکن مراد رم کا یہ مثال ہو دین معلوم کی ضمانت کی شارح نے کہا کہ بکفالۃ کا لفظ تصح کے لفظ
سے متعلق ہو ومثل المجہول باربعۃ امثلۃ بما لک علیہ وبما یدرکک فی ہذا البیع ویسمی ضمان الدرک مصنف نے دین مجہول کی چار مثالین ذکر کین پہلی مثال
یہ ہو کہ مین ضامن ہوا اتنے مال کا جو تیرا اسپر ہو دوسری مثال یہ ہو مین ضامن ہوا اتنے مال کا جو تجھکو دینا پڑے اس بیع مین اور اسکو ضمان الدرک کہتے ہین
ہم درک بفتحتین وبسکون ثانی عبارت ہو ثمن پھیر لینے سے جب بیع مین استحقاق ثابت ہو کذا فی الطحطاوی اور ضمان درک کو ضمان استحقاق بھی کہتے ہین یعنی
ثمن پھیر دینے کی مشتری سے ضمانت کرے اگر بیع کا کوئی شخص مستحق نکلے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی مین سراج سے منقول ہو کہ جب بیع کا مستحق غیر ہو تو مشتری کو چاہیے
کہ اول بائع سے خصومت کرے پھر جب استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہو چاہے بائع سے ثمن پھیر لے یا ضامن سے فی ظاہر الروایۃ مین ضامن سے پہلے خصومت کرنا
مشتری کو جائز نہین وبما بایعت فلانا فعلی وکذا قول الرجل لامرأۃ الغیر کفلت لک بالنفقۃ ابدا ما دامت الزوجیۃ خانیۃ تیسری مثال مین مجہول کی ضمانت کی ذکر
کرو جو تو نے بیچا فلانے شخص سے سو مجھپر ہو اور اسی طرح مرد کا کہنا غیر کی عورت سے کہ مین تیرے نفقہ کا ضامن ہوا ہمیشہ جب تک کہ زوجیت قائم رہے کذا فی الخانیۃ
وما غصبک فلان فعلی ما ہنا شرطیۃ لا ان ما بمعنی فعلی لانا اشترطنا کما فی ان الکفالۃ بالبیع لا تجوز اور جو غصب کر لیا تجھسے فلانے شخص نے وہ مجھپر ہو لفظ ما کا
مثال ثالث اور رابع مین شرطیہ ہو یعنی اگر تو بیچیگا فلانے سے تو وہ مجھپر ہو [illegible] کہ آگے آویگا کہ بیع کی ضامنی صحیح نہین ہم جو لفظ کہ
مترجم [illegible] کرتے وہ ضمانت کے مانند ہو چنانچہ یون کہنا کہ جو اسپر ہو وہ مجھپر ہو یا مجھپر ہو کہ مین ادا کرون جو اسپر ہو یا مین نے لازم کر لیا جو تیرا دین [illegible] ہو
سے معلوم ہوتا ہو کہ فقہا کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی عرف اور اقتضا [illegible] ایک نے دوسرے سے اپنا دین طلب کیا سو ایک مرد نے طالب سے کہا کہ

بیٹی تیرے ذمہ دین کا ضامن ہوں کہ اس سے لیکر تجھکو دونگا تو یہ مال ضامنی نہیں بلکہ ضمان لقا ہے کذا فی البحر الطحاوی و شرط فی الکل القبول الا اذا دلالۃ بان باعہ او
سند للمحال نہر اور ضمانت کی سب صورتوں میں قبول کرنا شرط ہے یعنی اگرچہ قبول باعتبار دلالت کے ہو مثلاً بیچ کرنے سے بیع کی ہو یا اس سے غصب کیا ہو کذا فی النہر ثم
یہ قبول غیر صریحی ہے مشتری صاحب نہر کی یعنی زید نے فلان سے کہا کہ جو تو عمرو سے خرید کریگا یا جو تجھ سے غصب کریگا اسکا میں ضامن ہوں پھر فی الفور بیع یا غصب ہوا تو
ضامنی صحیح ہے اگرچہ قبول ضمانت صریح نہیں و دوباع ثانیا لم یلزم الکفیل لان کلما لا تفید التکرار ... و علیہ القہستانی و الشرنبلالی فلیحفظ اور اگر دوسری بار بیع کریگا
تو ضامن پر ضمانت لازم نہوگی مگر کلما کے لفظ میں لازم ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم ہوگی مگر اسکے نفاذ میں لازم نہیں اور یہی قول ہے قہستانی اور شرنبلالی ہے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے اسمعیل نے مجرد سے نقل کیا کہ امام اعظم نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر اسنے چند بار بیع کی تو اسپر ضمانت لازم نہیں مگر اول
کی انتہا اور قول ضعیف میں لفظ ما کلما کا مفید ہوگا کذا فی الطحاوی و لو رجع عنہ الکفیل قبل البیع صح بخلاف الکفالۃ بالذوب اور اگر ضامن ضامنی سے رجوع کریگا
قبل خرید و فروخت کے تو رجوع صحیح ہے بخلاف ضمانت بالذوب یعنی اگر ضامنی صلح کی کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر قبل بیع اسنے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہے اور اگر یوں
کہا کہ ما ذاب لک علیہ فعلی یعنی جو تیرا دین اسپر واجب ہو اور ثابت ہو وہ مجھپر ہے تو رجوع ضمانت سے صحیح نہیں کیونکہ یہ ضمانت ہے دین متاخر الوجوب کی بخلاف شہہ یک
او ما بایعت او ما غصبک من الناس او ما بایعک او قتلک او من غصبک او قتلک فانا کفیل فانہ باطل الا فی مخاطب او فعل یکے کہ جو تجھسے غصب کرے لوگوں میں سے یا جو شخص کہ کون بیع
تیرا مال غصب کرے یا جو شخص تیرے ہاتھ بیچے یا جو شخص تجھکو قتل کرے یا جسکا تو غصب کرے یا قتل کرے تو میں اسکا ضامن ہوں تو یہ ضامنی باطل ہے اسواسطے
باطل ہے کہ اشخاص مذکورین میں مکفول عنہ کی جہالت ہے یا مکفول لہ کی کذا فی الطحاوی او غصبک اہل ہذہ الدار فانا ضامن فانہ باطل حتی یسمی انسانا بعینہ چنانچہ یوں کہا کہ جو
تجھسے غصب کریں اس گھر کے لوگ تو میں ضامن ہوں سو یہ ضامنی باطل ہے جب تک ایک انسان معین کا نام نہ لے بخلاف اس قول کے کہ جماعت حاضرین
کہا کہ جو تم لوگ اس شخص سے بیع کرو گے تو میں ضامن ہوں تو یہ ضامنی درست ہے پھر جو شخص اس سے بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا فی النہر و
بشرط صحیح ملائم ای موافق للکفالۃ باحد امور ثلثۃ یا ضامنی کی تعلیق ہو بشرط صحیح ملائم یعنی وہ شرط جو موافق اور مناسب ہو ضامنی کے واسطے اور الذی ہو
او علقت ملائم ہو کان بیعنی کفالۃ المال یصح اذا کان المال دینا صحیحا او علقت بشرط ملائم شرط اللزوم الحق نحو قولہ ان استحق المبیع او جحد کالمودع او
کذا او قتلک او قتل ابنک او صیدک فعلی الدیۃ و رضی بہ المکفول جاز بخلاف ان اکلک سبع ہو یا شرط کا مناسب ضمانت سے یہ ہے کہ وہ لازم ہونے حق کی
اصل پر شرط ہو یعنی وہ شرط وجوب حق کا سبب ہو چنانچہ یوں کہنا ضامن کا کہ اگر بیع مستحق غیر نکلے یا امانت دار یعنی امانت کا انکار کرے یا کوئی چیز
تجھسے غصب کرے یا تجھکو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجھپر دیت ہے اور مکفول لہ یعنی مکفول ادا اس سے راضی ہو تو جائز ہے بخلاف اس قول
کے کہ اگر تجھکو درندہ کھا جاوے تو میں ضامن ہوں الخ یعنی میں ہا سے صید کے صید شکار ہو اور دیت سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہو اور قتل سے
قتل خطا مراد ہے اسواسطے کہ قتل عمد میں قصاص ہوتا ہے ... اسواسطے صحیح نہیں کہ درندہ مکفول عنہ ہونے کی صلاحیت
نہیں رکھتا اور اسواسطے کہ اسکا فعل ہدر ہے او شرطا الامکان الاستیفاء نحو ان قدم زید فعلی ما علیہ من الدین و ہو مکفول عنہ او محال ان تغیب زید
عنہ او مضاربہ او مودعہ او غاصبہ جاز ثبت الکفالۃ لان التعلیق بقدومہ لا ... شرط ہو اسکا امکان استیفا کی یعنی ضامن کو حصول سے حال کرنا ممکن ہے
چنانچہ اگر زید آوے تو مجھپر وہ دین جو اسپر ہے اور یہی مطلب ہے مصنف کے اس قول کا اور حالانکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہو یا ضامن کا مضارب یا
امانت دار یا اسکا غاصب ہو تو وہ ضامنی جو اسکے آنے سے متعلق ہو جائز ہے بسبب قادر ہونے ضامن کے ادا دین پر او شرط لتعذرہ الاستیفاء
نحو ان غاب زید عن المصر فعلی و امثلتہ کثیرۃ فہذہ جملۃ الشروط التی یجوز تعلیق الکفالۃ بہا یا شرط ہو اسکے تعذر کی یعنی استیفاء دین کے تعذر کی چنانچہ
یوں کہنا کہ اگر زید شہر سے غائب ہو تو اسکا دین مجھپر ہے اور تعذر کی مثالیں بہت ہیں سو یہ بالکل وہ شروط ہیں جن پر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہے

ہم جملہ امثلہ کثیرہ مذکورہ کے یہ مثالیں ہیں کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر ہے تلف ہو یا وہ مر جائے یا تیرے دین کا وعدہ آگیا اور وہ نہ دے یا تیرا دین جو فلانے پر ہے وہ نہ دے
تو میں ضامن ہوں ولا تصح ان علقت بغیر ملائم نحو ان ہبت الریح او جاء المطر لانہ تعلیق بالخطر فتبطل ولا یلزم المال و فی الہدایۃ سہو کما حررہ ابن الکمال اور
ضامنی صحیح نہیں اگر اسکی تعلیق ہو شرط غیر موافق سے چنانچہ اگر ہوا چلے یا مینہ آوے تو میں ضامن ہوں کیونکہ تعلیق خطر پر ہے یعنی وجود اسکا بالیقین معلوم نہیں تو
ایسی ضمانت باطل ہوگی اور مال لازم نہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ میں ہے وہ سہو ہے چنانچہ اسکو ابن کمال نے تحریر کیا ہے ہم خلاصہ ہدایہ یوں ہے کہ تعلیق ہوا سے اگرچہ صحیح بھی نہیں
اگرچہ صحیح نہیں مگر ضمانت صحیح ہے کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوئی تو شروط فاسدہ سے باطل نہوگی مانند طلاق اور عتاق کے فتح القدیر میں کہا حاصل
یہ ہے کہ شرط غیر ملائم کے ساتھ کفالت معلق صحیح نہیں ہوتی اور اجل غیر ملائم کے ساتھ فی الحال صحیح ہوتی ہے اور مدت باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام میں بہت گفتگو ہے اسکا
کچھ ثمرہ نہیں سوائے اس خلاصہ کے کذا فی الطحطاوی لم لو جعلہ اجلا صحت ولزم المال للحال فلان اگر شرط غیر ملائم کو ضامن نے مدت قرار دے تو ضمانت صحیح
ہوگی اور مال فی الحال لازم ہوگا اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم مدت قرار دینا اسطرح کہ ضامن کہے کہ میں ضامن ہوں تا ہوا چلے یا مینہ برسے وتصح ایضا بجہالۃ المکفول
عنہ فی التعلیق والاضافۃ والتنجیز کفلت بمالک علی فلان او فلان فیصح وتعیین للمکفول لہ لانہ صاحب الحق اور صحیح نہیں ضامنی کی مکفول عنہ کی جہالت سے بھی تعلیق اور اضافت میں
اور تنجیز میں چنانچہ میں ضامن ہوں تیرے ان کا جو فلانے پر ہے یا فلانے پر تو تنجیز میں یہ ضمانت صحیح ہے اور ایک کا معین کر لینا مکفول لہ کے اختیار میں ہے کیونکہ وہ
صاحب حق ہے ہم تعلیق کی مثال یہ ہے کہ اگر تجھ سے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو میں ضامن ہوں اور اضافت کی مثال یہ ہے کہ جو لوگوں پر تیرا دین ثابت
ہوا اسکا میں ضامن ہوں کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹھہرانا بلا وجہ ہے اور حلبی نے تعلیق کی مثال دی ہے اسکو عادیہ میں اضافت کی مثال میں ذکر کیا ہے
اور حالانکہ یہ بھی اضافت نہیں تو شاید اضافت سے زمانہ مستقبل کی اضافت مراد ہو واللہ تعالی اعلم ولا بجہالۃ المکفول لہ و بہ مطلقا اور صحیح نہیں ضامنی مکفول لہ
اور مکفول بہ کی جہالت سے ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ہم مکفول بہ سے مراد یہاں نفس ہے نہ مال ہے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال کی ضمانت میں لغو ہے
کفلت رجلا اعرفہ بوجہہ لا باسمہ جاز ... ہاں اگر ضامن کہے کہ میں ضامن ہوا ہوں اس مرد کا جسکا منہ پہچانتا ہوں نہ
نام اسکا تو ضامنی جائز ہے اور جس مرد کو لا دیگا اور قسم کھا ویگا کہ یہی شخص مکفول بہ ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کذا فی البزازیہ فی السراجیۃ قال لضیفہ وہو یخاف
علی دابتہ من الذئب ان اکل الذئب حمارک فانا ضامن فاکلہ الذئب لم یضمن اور سراجیہ میں ہے کہ صاحب خانہ نے اپنے مہمان سے کہا اور حالانکہ
مہمان اپنے جانور پر بھیڑئیے سے ڈرتا ہے کہ اگر بھیڑیا تیرا گدھا کھا جائے تو میں ضامن ہوں سو اسکو بھیڑیا کھا گیا تو وہ ضامن نہیں ہم علت عدم ضمان کی
آگے بیع میں مذکور ہو چکی نحو ما ذاب لک علی الناس او علی احد منہم فعلی مثال للاول نحوہ ما بایعت بہ احدا من الناس مسکین المفتی چنانچہ جو
ثابت ہو تیرا دین لوگوں پر یا کسی شخص پر سو مجھ پر ہے یہ مثال ہے اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کی مانند اسکے یہ ہے کہ جو تو بیع کرے کسی سے لوگوں میں سے وہ
مجھ پر ہے کذا فی مسکین المفتی او ما ذاب علیک للناس او لاحد منہم علیک فعلی مثال للثانی یا جو ثابت ہو لوگوں کا تجھ پر یا کسی کا لوگوں میں سے تجھ پر سو مجھ پر ہے یہ ثانی کی
مثال ہے یعنی مکفول لہ کی جہالت کی ولا تصح بنفس حد و قصاص لان النیابۃ لا تجری فی العقوبات اور صحیح نہیں ضمانت نفس حد اور قصاص کی اسواسطے
کہ نیابت جاری نہیں ہوتی عقوبات میں ولا بحمل دابۃ معینۃ مستاجرۃ لہ وخدمۃ عبد معین مستاجر لہا ای للخدمۃ لانہ یلزم تغییر المعقود علیہ اور نہ ضمانت صحیح ہے
معین جانور کی باربرداری کی جسکو کرایہ لیا باربرداری کے واسطے اور نہ ضمانت خدمتگاری غلام معین کی جسکو کرایہ لیا خدمت کے واسطے کہ ضمانت میں
معقود علیہ کا تغیر لازم آتا ہے ہم تغیر معقود علیہ اسواسطے لازم آتا ہے کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اسکی تسلیم سے عاجز ہے کیونکہ اسکو قدرت نہیں غیر کے جانور پر
اور اگر ضامن اپنا جانور تسلیم کرے تو مستحق اجرت نہوگا اسواسطے کہ وہ جانور لایا جسپر عقد اجارہ منعقد نہیں ہوا کذا فی الطحطاوی عن البحر بخلاف غیر معین لوجوب مطلق
الفعل لا التسلیم بخلاف غیر معین جانور کے اجارہ کے کہ اسمیں ضمانت صحیح ہے بسبب واجب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے ہم یعنی غیر معین جانور میں مطلق باربرداری واجب ہے

اور ضامن اُسپر قادر ہو اِسطرح سے کہ اپنے جانور پر بوجھ اپنا لادے اور تسلیم اُسپر واجب نہین بخلاف معین جانور کے کہ وہان تسلیم واجب ہے نہ باربرداری شارح نے عدم وجوب
تسلیم سے تعلیل ثانی کی طرف اشارہ کیا جسکو النہر الفائق نے ذکر کیا ہے اسطرح پر کہ ضمانت حمل دابہ معینہ اسواسطے جائز نہین کہ جب جانور معین ہوا تو موجب تسلیم جانور
واجب ہے نہ باربرداری پھر جب باربرداری کی ضمانت کریگا تو اُسکا ضامن ہے جو مکفول عنہ پر واجب نہین لہذا صحیح نہین اور اگر جانور غیر معین ہو تو وہان ایسا نہین کیونکہ
وہان موجب یہ باربرداری واجب ہے سو اُسکا حاصل ہونا ضامن سے متصور ہے لہذا اُسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ولا بمبیع قبل قبضہ ومرہون وامانۃ باعیانہا اور
صحیح نہین ضمانت عین مبیع کی قبل بائع کے قبض کے اور نہ عین مرہون اور نہ عین امانت کی ہم امور مذکورہ کی ضمانت صحیح نہین بسبب فقدان شرط ضمانت وہ یہ ہے کہ مکفول
مضمون ہو اصیل پر اسطرح کہ عین مکفول دے یا اُسکے بدل کو اور یہان ایسا نہین کیونکہ مبیع مضمون بالثمن اور مرہون مضمون بالدین ہے اور امانت کا عدم ضمان ظاہر ہے کذا فی
النہر فلو بتسلیمہا صح فی الکل درر وصححہ الکمال تو اگر ضمانت ہو امور ثلثہ مذکورہ کے تسلیم کی تو سب مین ضمانت صحیح ہے کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس قول کو کمال الدین
نے ہم چونکہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر واجب ہے تو اُسکا التزام ضامن کو ممکن ہے کذا فی النہر فلو ہلک المستاجر مثلا لا شئ علیہ کالکفیل بالنفس تو اگر تسلیم ضمانت کی صورت
مین اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلا ہلاک ہو جاوے تو ضامن پر کچھ واجب نہین مانند ضامن کے بالنفس مستاجر یہان بفتح جیم ہے وجہ عدم لزوم یہ ہے کہ جانور
وغیرہ کے ہلاک سے اجارہ فسخ ہو گیا تو اصیل مطالب بالتسلیم نہ رہا اور واجب تو یہان اجرت پھیر دینا ہے اور ضامن اُسکا ضامن نہین اور یہی حکم ہے ہلاک مبیع اور
مرہون کا کذا فی الفتح وصح ایضا لو المکفول بہ ثمنا لکونہ دینا صحیحا علی المشتری الا ان یکون صبیا محجورا علیہ فلا یلزم الکفیل تبعا للاصیل خانیۃ اور یہ بھی ضمانت صحیح ہے
اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے ثمن کے دین صحیح مشتری پر مگر اُسوقت دین صحیح نہین جبکہ مشتری صغیر محجور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہوگا اصیل کی تبعیت
سے کذا فی الخانیہ یعنی جب صغیر محجور علیہ پر ثمن مضمون نہوا تو اُسکے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا او مغصوبا او مقبوضا علی سوم الشراء ان سمی الثمن والا فہو امانۃ
کما مر اور اسیطرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مغصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہین تو مقبوض مذکور امانت ہے چنانچہ مذکور
ہو چکا یعنی درصورت عدم تسمیہ ثمن ضمانت اُسکی صحیح نہین کیونکہ امانت مین ضمانت نہین او مبیعا فاسدا او بدل صلح عن دم عمد او مہرا خانیہ اور اسیطرح ضمانت صحیح
ہے اگر مکفول بہ مبیع فاسد ہو یا بدلا ہو صلح کا خون سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو کذا فی الخانیہ ہم وصحت اشیاء مذکورہ کی ضمانت کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزین باطل
نہین ہو جاتین ہلاک ہونے عین سے کیونکہ ضمانت قیمت اشیاء مذکورہ اُنکے قائم مقام ہو جاتی ہے تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہے طحطاوی نے کہا اولی یہ ہے
کہ لفظ مہر منصوب ہو یعنی تا بدل صلح پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اسکا بے معنی ہے والاصل انہا تصح بالاعیان المضمونۃ بنفسہا لا بغیرہا ولا بالامانات اور مسائل مذکورہ
مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ضمانت صحیح ہے اعیان مضمونہ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونہ بغیرہا کی اور نہ امانات کی ہم دریافت کرنا چاہیے کہ اعیان اصیل پر مضمون ہین
یا غیر مضمون تو اعیان غیر مضمونہ چنانچہ ودیعت اور مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور مستاجر بفتح جیم مستاجر کے پاس اور اعیان مضمونہ یا مضمون بغیرہا
ہین یعنی درصورت ہلاک اُنکی قیمت واجب نہین چنانچہ مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہے اور چنانچہ رہن کہ وہ مضمون بالدین ہے سو کفالت اعیان مضمون
بغیرہا کی صحیح نہین یا اعیان مضمون بنفسہا ہین یعنی اُنکی قیمت واجب ہے درصورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور بیع فاسد کا مبیع اور مقبوض علی سوم الشراء
تو اُسکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اُسکی یا مثل اُسکا ضامن پر واجب ہے کذا فی الفتح والنہر ملخصا ولا تصح الکفالۃ
بنوعیہا بلا قبول الطالب او نائبہ ولو فضولیا فی مجلس العقد اور دونون قسم کی ضامنی یعنی مال ضامنی اور حاضر ضامنی صحیح نہین بدون قبول کرنے طالب کے
مجلس عقد مین یا قبول کرنے اُسکے نائب کے اگرچہ نائب وکیل نہو فضولی ہو ہم تو اگر اصیل راضی ہو جائے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے سے تو ضمانت کا مال
اصیل سے ضامن پھر لے اور اگر وہ راضی ہو ابتدا اسکے قبول کرنے کے تو نہین لے سکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت کی مجلس مین ضامنی قبول کرے تو وہ طالب کی
اجازت پر موقوف ہے اور ضامنی سے آپ کو نکال سکتا ہے ضامن قبل اجازت کے کذا فی الطحطاوی وجوزہا الثانی بلا قبول وبہ یفتی درر وبزازیہ واقرہ فی البحر وبہ

قالت الائمۃ الثلثۃ لکن نقل المصنف عن الطرسوسی ان الفتوی علی قولہما واختارہ الشیخ قاسم بناءً علی الاخبار اور ابو یوسف نے جائز رکھا ہے ضامنی کو بدون قبول کرنے
طالب کے اور اسیکا فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیہ اور ثابت رکھا ہے اسکو بحر الرائق میں اور یہی قول ہے مصنف اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح میں طرسوسی سے
نقل کیا ہے کہ فتوی امام اور محمد کے قول پر ہے اور شیخ قاسم نے اس قول کو پسند کیا ہے یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب الشارح ضمانت کا حکم ہے ولو خبر بہا
بان قال انا کفیل بمال فلان علی فلان بحال غیبۃ الطالب او کفل وارث المریض الملی عنہ بامرہ بان یقول المریض لوارثہ تکفل عنی بما علی من الدین فکفل بہ
مع غیبۃ الغرماء صح فی الصورتین بلا قبول اتفاقا استحسانا لانہا وصیۃ فلو قال لاجنبی لم یصح وقیل یصح شرح المجمع اور اگر ضامن خبر دے ضمانت کی صحیح ہے
کہ کہے کہ میں فلانے کے مال کا ضامن ہوں جو فلانے پر ہے یعنی خبر دی طالب کے غائب ہونے کے وقت یا ضمانت کی مریض مالدار کے وارث نے مریض کی
طرف سے اسکے امر سے اسطرح کہ مریض کہے اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اس مال کا جو مجھ پر دین ہے سو وہ ضامن ہوا باوجود غائب ہونے قرضخواہوں کے
تو ضمانت صحیح ہے دونوں صورتوں میں بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور نزدیک ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہے تو اگر مریض
کہے ضمانت کے واسطے کسی غیر کے تو ضمانت صحیح نہوگی اور بعضوں نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح المجمع اور کفالت وارث اسواسطے جائز ہوئی کہ مریض قائم مقام ہے طالب کا اس
ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ ہو جاوے اور اسمیں طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذاتہ خود حاضر ہے و شارح نے تفصیل مسئلہ اولی مذکورہ کی بسبب اسکے ظاہر ہونے کے اسقاط کر
اخبار عن العقد اخبار ہے اسکے دونوں رکن سے یعنے ایجاب و قبول سے وفی النہر الصحۃ اوجہ وحقق انہا کفالۃ لکن یرد علیہ توقفہا علی المال اور فتح القدیر میں ہے کہ ضمانت اجنبی کا
صحیح ہونا زیادہ تر موجہ ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہے نہ وصیت لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہے موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت ہوتی تو مطلقاً
جائز ہوتی مال پر موقوف نہوتی ولو کان المال علی غائب ہل یومر الغریم بانتظارہ او یطالب الکفیل لم ارہ وینبغی علی انہ وصیۃ ان ینتظر لا علی انہا کفالۃ اور اگر مریض کا مال غائب ہو
تو کیا صاحب دین کو اسکے انتظار کا امر کیا جائیگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کریگا میں نے اسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور اسکے وصیت ہونے پر لائق یہ ہے کہ شخص غائب کا انتظار
کیا جائے نہ اسکی کفالت ہونے پر ہم یہ بحث ہے صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض مذکور کی ضمانت ہر طرح ضمانت نہیں ہے اسواسطے کہ وہ صحیح نہیں بدون
مال مریض کے تو اگر مطلقاً کفالت ہوتی تو مطلقاً صحیح ہوتی اور وصیت نہیں ہے ہر طرح اسواسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقاً تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہیں
وقیدنا بامرہ لان تبرع الوارث بضمانہ فی غیبتہم لا یصح درر وروی الحسن الصحۃ اور قید لگائی ہمنے ضمانت مریض میں اسکے امر کی اسواسطے کہ تبرع وارث کا اسکی ضمانت میں
اصحاب دیون کی غیبت میں صحیح نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی اور حسن نے صحت کی روایت کی ہے بدون امر کے بھی ولو ضمنہ بعد موتہ صح سراج ولعلہ قول الثانی
لما مر نہر اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اسکی موت کے بعد تو صحیح ہے کذا فی السراج اور شاید کہ یہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی النہر ہم مذکور ہو چکا
کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہیں وفی البزازیۃ اختلفا فی الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیہ میں ہے کہ دونوں نے اختلاف کیا کفالت کے
اخبار اور انشاء ہونے میں تو مخبر کا قول معتمد ہے یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب ہے اسواسطے کہ اصل صحت ہے اور صحت عقد نے بیان کلام کو اخبار قرار دیا کذا فی الطحطاوی
ولا تصح بدین ساقط ولو من وارث عن میت مفلس الا اذا کان بہ کفیل او رہن سراج او ظہر لہ مال فتصح بقدرہ ابن ملک اور صحیح نہیں ضمانت اس
دین کی جو ساقط ہے میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اسوقت دین ساقط نہیں جبکہ دین میت کا کوئی کفیل ہو گیا ہو اسکی زندگی میں
رہن ہو کذا فی السراج یا اسکا مال ظاہر ہو گیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقدر مال مذکور کے کذا ذکرہ ابن ملک ثم سقوط دین میت مفلس و بناء کے احکام میں ہے بسبب ضرورت
کے زوال بقدر ضرورت اسکی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اسکی حیات میں ہوئی یا اسنے کچھ رہن رکھدیا تو اب دین اسکا ساقط نہوگا بسبب عدم ضرورت کے قنیہ میں ہے کہ ایک
شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو بقدر مال کی ضمانت صحیح ہوگی ولحقہ دین بعد موتہ فتصح الکفالۃ بہ بان حفر بیرا علی الطریق
فتلفت بہ شیء بعد موتہ لزمہ ضمان المال فی مالہ وضمان النفس علی عاقلتہ لثبوت الدین مستندا الی وقت السبب وہو الحفر الثابت حال

قیام الذمۃ بحر یا میت کو دین لاحق ہوا اُسکی موت کے بعد تو اُسکی کفالت صحیح ہے اسطرح پر کہ میت نے کنوان کھودا تھا راہ میں اپنی غیر ملک میں پھر اُسمیں کوئی چیز تلف
ہوگئی بعد اُسکی موت کے تو لازم آویگا ضمان مال کا اُسکے مال میں اور ضمان نفس کا اُسکے اہل محلہ اور برادری پر بسبب ثابت ہونے دین کے سبب کے وقت مستند ہوکر اور
سبب کنوان کھودنا ہے جو ثابت ہے قیام ذمہ کی حالت میں کذا فی البحر وہذا عندہ وعندہما یصح مطلقا وبہ قالت الثلثۃ اور یعنی عدم صحت ضمانت دین میت مفلس امام کے
نزدیک ہے اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقاً خواہ اُسکا مال ظاہر ہو یا نہو اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو تبرع بہ احد صح اجماعا اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت
کی تو صحیح ہے بالاجماع اسواسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہیں کذا فی الطحطاوی ولا تصح کفالۃ الوکیل بالثمن للموکل فیما وکل ببیعہ لان حق القبض لہ بالاصالۃ فیصیر ضامنا
لنفسہ اور صحیح نہیں ضامن ہونا وکیل کا ثمن میں واسطے موکل کے اُس چیز میں جسکے بیچنے کے واسطے اسکو وکیل کیا اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے
بالاصالۃ تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ٹھہریگا اور حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ ضمانت رسول صحیح ہے اور توکیل بالبیع کی قید
اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جائے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل ہے تو اب ضمانت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ نکاح
کے وکیل کو مہر کا ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النہر ومفادہ ان الوصی والناظر لا یصح ضمانہما الثمن عن المشتری فیما باعاہ لان القبض لہما ولذا الابراء عن الثمن صح وضمنا اور
تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہے کہ وصی اور ناظر وقف کا ضامن ہونا مشتری کی طرف سے اُس چیز میں جسکو دونوں نے بیچا ہے صحیح نہیں اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق
انہیں دونوں کے واسطے ہے ولہذا اگر دونوں مشتری کو بری الذمہ کردیں ثمن سے تو صحیح ہے اور دونوں پر ضمان لازم ہوگا تم یہ تنبیہ ہے صاحب نہر اور بحر کا
فقہا کے کلام سے ولا تصح کفالۃ المضارب لرب المال بہ ای بالثمن لما مر ولان الثمن امانۃ عندہما فالضمان تغییر لحکم الشرع اور صحیح نہیں مضارب کا ضامن
ثمن کی صاحب مال کے واسطے اُس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت میں مذکور ہو چکی اور اسواسطے کہ وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہیں کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے
پاس تو ضامن ہونا انکا حکم شرع کا بدل ڈالنا ہے کیونکہ امین پر ضمان نہیں ہے طحطاوی نے کہا کہ امین ہونا دونوں کا بعد قبض ظاہر ہے نہیں اور عدم صحت کفالت کا
حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے ولا تصح للشریک بدین مشترک مطلقا ولو بارث لانہ لو صح الضمان مع الشرکۃ لصار ضامنا لنفسہ ولو صح فی حصۃ صاحبہ یؤدی
الی قسمۃ الدین قبل قبضہ وذا لا یجوز اور صحیح نہیں ایک شریک کو دوسرے شریک کے واسطے ضامن ہونا دین مشترک میں کسی طرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے شریک
ہوا اسواسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہو یعنی اسواسطے کہ وکیل یا کفیل مشتری یا ضامن ثمن ادا کریگا تو شریک کا امین
حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شریک کے حصہ میں ضمانت صحیح ہو تو قسمت دین قبل اُسکے مقبوض ہونے کے لازم آتی ہے اور یہ یعنی ضمان لنفسہ اور قسمت دین قبل
قبض جائز نہیں نعم لو تبرع جاز لو کان صفقتین ہاں اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے چنانچہ اُس صورت میں ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک
شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو ہم جدائی عقد امام کے نزدیک اسطرح ہے کہ لفظ بعت مکرر ہو اور صاحبین کے نزدیک اسطرح کہ ثمن جدا جدا مذکور ہو تو ایک شریک کو
دوسرے شریک کے حصے کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہو گیا تو شرکت باقی نہیں ولا تصح الکفالۃ بالعہدۃ لاشتباہ المراد بہا اور عہدہ کی ضمانت
صحیح نہیں کیونکہ عہدہ کی مراد میں اشتباہ ہے ہم ضمانت عہدہ اسطرح ہے کہ غلام کو خرید کرے اور ایک شخص مشتری سے عہدہ کا ضامن ہو اور مشتری اور ضامن اسکی صورت
کریں بیان نہ کریں کہ عہدہ سے کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ عہدہ کا لفظ اس شقہ میں مستعمل ہے جو ملک بائع کا شاہد ہو اور وہ بائع کا مملوک ہے تو اگر مشتری کی
تسلیم کا مشتری کے واسطے ضامن ہوا تو اُسکا ضامن ہوا جسپر قادر نہیں اور شرکت ہے عقد میں اور اُسکے حقوق اور درک اور خیار شرط میں اور چونکہ عمل اُسپر ممکن باقی عذر ہے
بسبب جہالت کے لہذا اُسکی ضمانت صحیح نہیں ہے باطل ہے کذا فی الطحطاوی ولا بالخلاص ای تخلیص مبیع یستحق لعجزہ عنہ اور نہ ضمانت خلاص کی یعنی اُس مبیع کے
خلاص کرنیکی ضمانت صحیح نہیں جو مستحق ٹھہرے بسبب عاجز ہونے ضامن کے اُس سے نعم لو ضمن تخلیصہ او رد ثمنہ صح کان الدرک یعنی ہاں اگر تخلیص مبیع کا ضامن
ہو اگرچہ تخلیص اسکے خرید کرنیکے سبب سے ہو اگر قدر ہو خرید ہو اور نہیں تو ثمن مشتری کو پھیر دے تو یہ ضمانت شامل ضمان درک ہے صحیح ہوگی کذا فی العینی فائدہ جسکو شارح نے بیان کیا

متی ادی بکفالۃ فاسدۃ رجع کبیع فاسد جامع الفصولین ثم قال ونظیرہ قول سید المکاتبۃ ثم الصحیح نعم رجع بما ادی او ضمن بانہ مجبر علی ذلک قضاء بسابق واقرہ المصنف فلیحفظ
جبکہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے پھیر لے کفالت صحیحہ کے مانند کذا فی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اسکی یہ ہے کہ اگر ضمانت کی
بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتب سے پھیر لے اس دین کو جو اسنے دیا بشرطیکہ ضامن کو یہ گمان ہوا ہو کہ میں مجبور ہوں اسکے دینے پر بواسطے اپنی ضمانت سابقہ کے اور
ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اسکو تو یاد رکھنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا کہ اگر ادا کریگا بلا ظن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت ضمانت دیگا تو رجوع جائز نہیں و
الکفیل بامرہ ای بامر المطلوب بشرط قولہ عنی او علی انہ علی وہو غیر صبی وعبد محجورین ابن ملک اور کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یوں کہا ہو کہ میری طرف سے تو ضمانت
ہو یا اسکی شرط پر کہ وہ مجھ پر لازم الادا ہے اور حال آنکہ مطلوب غیر مجبور اور غلام محجور نہیں کذا فی ابن ملک ہم تو معلوم ہوا کہ صغیر ماذون اور عبد ماذون کا امر صحیح ہے لائق رجوع علیہ
بما ادی ان ادی بما ضمنہ والا فبما ضمنہ وان ادی اردی لملکہ الدین بالاداء فکان کالطالب کما لو ملکہ بہبۃ او ارث یعنی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے پھیرے
جو اسنے ادا کیا اگر اسنے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اسنے ضمانت کے مخالف ادا کیا اس طرح پر کہ کفیل جید تھا سو اسنے ردی دیا یا بالعکس تو ضمانت کے موافق
پھیرے اگرچہ اسنے بدتر ادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنے کے تو ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جاتا بسبب ہبہ یا ارث
کے کذا فی العینی ہم ضامن کے مالک ہونے کی یہ صورت ہے کہ طالب مر جائے اور ضامن اسکا وارث ہو یا طالب نے اسکو اپنی حیات میں دین مذکور ہبہ کیا ہو اور یہ ہبہ کفیل کے واسطے جائز
ہے اگرچہ غیر مدیون کے واسطے ہبہ دین جائز نہیں کیونکہ بیان دین منقول ہوا کفیل کی طرف بمقتضا ہبہ نسبت ضرورت کے کذا فی الطحطاوی وان بغیرہ لا یرجع لتبرعہ الا اذا
اجاز فی المجلس فیرجع عمادیہ اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو اسکو مطلوب سے نہ پھیرے بسبب اسکے تبرع کے مگر جبکہ مطلوب مجلس ضمانت میں
ضمانت کو جائز رکھا تو مطلوب سے مال مذکور پھیرے کذا فی العمادیہ وحیلۃ الرجوع بلا امر ان یہبہ الطالب الدین ویوکلہ بقبضہ ولوالجیہ اور حیلہ پھیر لینے ضمانت بلا امر کا یہ ہے کہ طالب
ضامن کو دین ہبہ کر دے اور اسکو قبض دین کا وکیل کرے اپنی جانب سے کذا فی الولوالجیہ ہم ولوالجیہ میں یہ حیلہ ضمن کفالت بنفس کو ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہ حیلہ
کفالت مال میں بھی بشدائی جاری ہے بعضوں نے کہا یہ حیلہ اسوقت جاری ہے جبکہ ضامن نے اقرار دین دیا اور یہ ذکر کیا کہ یہ اصیل کا دین ہے اور اگر اسکو اصیل کا دین
نہ کریگا تو اصیل اس سے بری ہو جائیگا پھر یہ حیلہ صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یطالب الکفیل الاصیل بالمال قبل ان یؤدی الکفیل عنہ لانہ تملکہ بالاداء نعم للکفیل اخذ رہن من
الاصیل قبل ادائہ خانیہ اور مطالبہ کرے ضامن اصیل سے قبل اسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کی جانب سے اسواسطے کہ ضامن اسکا مالک ہوتا ہے ادا کرنے سے ہاں ضامن کو
کوئی چیز گرو میں لینا اصیل سے قبل ادا مال جائز ہے کذا فی الخانیہ فان لوزم الکفیل لازمہ ای لازم ہو الاصیل ایضا حتی یخلصہ پھر اگر پکڑا جائے
ضامن تو وہ بھی پکڑے اصیل کو تا اسکو وہ چھوڑا دے و اذا حبسہ لہ حبسہ ہذا اذا کفل بامرہ ولم یکن علی الکفیل للمطلوب دین مثلہ والا فلا
ملازمۃ ولا حبس سراج اور جبکہ طالب ضامن کو قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ اسنے بامر مطلوب ضمانت کی ہو
اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہو اور اگر بلا امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اسپر دین ہو تو نہ ملازمت ہے نہ حبس کذا فی السراج وفی الاشباہ اداء الکفیل
یوجب براءتہما للطالب اور اشباہ میں ہے کہ ضامن کا ادا کرنا طالب کو ضامن اور اصیل کی براءۃ کا موجب ہے ہم للطالب متعلق ہے ادا کا با وجود فصل کے کذا فی الحموی الا اذا
احال الکفیل علی مدیونہ وشرط براءۃ نفسہ فقط مگر جبکہ ضامن طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی برات شرط کرے تو اصیل بری الذمہ نہوگا ہم مدیون
قید نہیں بلکہ مطلق حوالہ بشرط قبول طالب و محال علیہ یہی حکم رکھتا ہے و بری الکفیل باداء الاصیل اجماعا الا اذا برہن علی ادائہ قبل الکفالۃ فیبرأ فقط کما لو حلف فنکل بری
ہوگا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جبکہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہوگا چنانچہ اگر اصیل قسم کھائیگا کہ میں نے قبل کفالت کے
ادا کیا تو فقط اصیل ہی بری الذمہ ہوگا کذا فی البحر ہم مسئلہ قسم کا منح الغفار میں قنیہ سے منقول ہے تو یہ شامی نے بحر الرائق کی طرف نسبت کیا ہے سو یہ محل ہے ظاہر اسکا
مشکل ہے کیونکہ مطلوب جب مدعی ہے تو اسپر کیونکر قسم آئے تو تصویر اسکی یہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعوی کیا سو کوئی آدمی اسکا کفیل ہوا اور مدعا علیہ اسکا منکر ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہیں

قسم کھائی تو وہی بری الذمہ ہوگا نہ کفیل کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الطالب الاصیل او آخر عنہ ابرأ جلہ بری الکفیل تبعا للاصیل لا الکفیل بالنفس کا مراد اگر بری الذمہ
کردے طالب اصیل کو یا اُس سے تاخیر کردے یعنی ادا سے دین کی کچھ مدت مقرر کردے تو ضامن بری الذمہ ہوگا اصیل کا تابع ہوکر مگر کفیل بالنفس بری نہوگا چنانچہ
ذکر ہو چکا ماخذ ضامنی کی بحث میں وتاخر الدین عنہ تبعا للاصیل الا اذا صالح المکاتب عن قتل العمد بمال ثم کفل انسان ثم عجز المکاتب تاخرت مطالبۃ المصالح الی عتق
الاصیل ولا مطالبۃ بالکفیل الان اشباہ اور تاخر ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے اصیل کا تابع ہوکر مگر جبکہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعوض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آدمی
ضامن ہوا پھر عاجز ہوا مکاتب بدل صلح کے ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنے والے کا یعنی وارث مقتول کا متاخر ہو جائیگا تا عتق اصیل یعنی مکاتب کے آزاد ہونے تک اور
وارث مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا بالفعل جائز ہے کذا فی الاشباہ ثم ضابطہ میں مذکور ہے کہ علت تاخیر مطالبہ تنگدستی اور افلاس اصیل ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ جب
اصیل مفلس تنگدست ہو تو طالب اُس سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور ضامن سے کر سکتا ہے اگرچہ وہ مقدور والا ہو کذا فی الطحطاوی ولا ینعکس لعدم تبعیۃ الاصیل للفرع اور
حکم ہے کہ منعکس نہیں یعنی براءت کفیل براءت اصیل کی موجب نہیں اور تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الاصیل کی موجب ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے الا لم تکفل بالحال مؤجلا
الی اجل فانہا لا تاجیل علی الکفیل تاجیل علیہما ان کفل فی الحال کی ضامن ضمانت کرے مدت مقرر کرکے تو اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ متاخر ہو جائیگا اسواسطے
کہ طالب کا مہلت دینا ضامن پر اصیل اور ضامن دونوں پر مہلت دینا ہے وفیہ یشترط قبول الاصیل والا براء والتاجیل لا الکفیل اور کتاب کی عبارت میں ہے کہ قبول کرنا اصیل کا
ابراء اور تاجیل کو شرط ہے نہ قبول کرنا کفیل کا ہم ظاہر الضمیر فیہ بحر الرائق کیطرف راجع ہے قبول سکی مذکور ہوا اور حالانکہ عبارت مصنف میں ایسا نہیں کیونکہ ابراء عین ایسے دین کو رد کر
ابراء اور تاجیل اسکے رد کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابراء کفیل رد کرنے سے پھرتا ہے اور تاجیل اسکی نہیں پھرتی انتہی خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابراء قبول پر موقوف نہیں لیکن رد
کرنے سے پھرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وہب او تصدق علیہ فان قبول الکفیل شرط نہیں مگر جبکہ طالب نے اسکو ہبہ کر دیا یا اسپر تصدق کیا تو قبول شرط ہے کذا فی الدرر
ہبہ درصورت غنی ہونے کفیل کے ہے اور صدقہ بحالت فقیر ہونے کے قبول ہو اسواسطے شرط ہے کہ ہبہ اور صدقہ دین میں تملیکا علی المدیون شرط ہے قلت وفی فتاوی
ابن نجیم اجلہ علی الکفیل تاجیل علیہما وعزاہ للحاوی القدسی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور ابن نجیم کے فتاوی میں ہے کہ کفیل پر مہلت دینے سے کفیل اور اصیل دونوں پر مہلت
ہو جاتی ہے اور اس قول کو ابن نجیم نے حاوی قدسی کی طرف منسوب کیا ہے تو یاد رکھنا چاہیے ثم طحطاوی نے کہا یہ قول مستثنی صورت پر محمول ہے یعنی تکفل بالحال الخ
تو اب متن سے کچھ منافات نہیں وفی القنیۃ طالب الدائن الکفیل فقال لہ اصبر حتی یجیء الاصیل فقال لا تعلق لی علیہ انما تعلقی علیک ہل یبرأ اجاب نعم وقیل
لا وہو المختار اور قنیہ میں ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اسنے کہا صبر کر تا کہ اصیل آجائے سو صاحب دین نے کہا کہ اسپر میرا کچھ تعلق نہیں میرا
تعلق تجھی پر ہے کیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہو جائیگا جواب دیا کہ ہاں بری الذمہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ بری الذمہ نہوگا اور یہی قول مختار ہے وجہ مختار ہونے
قول مذکور کی شیخ الغفار میں قنیہ سے یوں منقول ہے کہ ایسے قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ نفی تعلق حسی کا ارادہ کرتے ہیں انتہی اور ظاہر مراد اس
قول سے تعلیق ضامن ہے نہ براءت اصیل واذا حل الدین المؤجل علی الکفیل بموتہ لا یحل علی الاصیل فلو اداہ وارثہ لم یرجع علی المکفول عنہ لو بامرہ الا الی اجلہ خلافا لزفر
اور جبکہ دین موجل حال ہو جائے ضامن پر اسکی موت سے تو حال نہیں ہوتا اصیل پر تو اگر ضامن کا وارث اُسکو ادا کرے تو اصیل سے پھر نہ لے اگرچہ ادا اسکے
امر سے ہو مگر اُسکی مدت تک اصیل سے لے نہیں سکتا بخلاف زفر کے کما لا یحل علی الکفیل اتفاقا اذا حل علی الاصیل بموتہ ولو ماتا تخیر الطالب
چنانچہ حال نہیں ہوتا دین موجل ضامن پر بالاتفاق جبکہ دین حال ہو اصیل پر اسکی موت سے اور اگر ضامن اور اصیل دونوں مر گئے تو طالب مختار ہے کذا فی الدرر
یعنی اسکو اختیار ہے چاہے ضامن کے ترکہ سے لے چاہے اصیل کے صالح احدہما رب المال عن الف الدین علی نصفہ مثلا برئا الا اذا اضافہ الی ادائہ الاصیل یا
کفیل نے صلح کر لی صاحب مال سے ہزار درم دین کی صلح کی اسکے نصف پر مثلا یعنی پانسو پر صلح کی تو دونوں بری الذمہ ہو گئے مگر مسئلہ صلح کا چار صورتوں کو محتمل ہے اول یہ
ہے کہ دونوں کی براءت صلح میں شرط کی ۲ فقط اصیل کی براءت شرط کی ۳ سکوت واقع ہوا براءت سے ۴ فقط کفیل کی براءت شرط کی طحطاوی نے کہا بلکہ بسط ... یعنی

انچھ صورتوں کو محتمل ہے چار صورتیں باعتبار صلح اصیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فان شرط براءتہما او براءۃ الاصیل او سکت برئا تو جبکہ دونوں کی براءت شرط کی صلح میں یا تنہا
اصیل کی براءت یا سکوت کیا تو دونوں بری الذمہ ہونگے و ان شرط براءۃ الکفیل وحدہ کما نص علیہ الکفالۃ لا اسقاط الاصیل لدین اور جبکہ صلح میں فقط کفیل کی براءت شرط کی تو فسخ
ہو ضمانت کا نہ اسقاط اصیل کا یعنی تمام فسخ کفالت ہے بقدر دین یا یہ نہیں ہے جیسے صلح واقع ہوئی مثلاً نصف میں نہ کل میں پانچ سو فیبرأ ہو وحدہ عن خمسمائۃ دون الاصیل فیتبع الطالب
الا الف فیرجع علیہ الطالب بخمسمائۃ والکفیل بخمسمائۃ ان بامرہ تو فقط کفیل کی براءت ہے فقط کفیل پانچ سو سے بری الذمہ ہوگا پانسو سے نہ اصیل تو اصیل پر ہزار باقی رہیں گے تو طالب
اصیل سے پانسو بھر لے اور کفیل سے پانسو بھر لے اگر ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو و صالح علی جنس آخر رجع بالالف کما لو کفیل صلح کر لی طالب سے کسی دوسری جنس پر
مثلاً بعوض ہزار درم کے کپڑا دیا تو کفیل اصیل سے ہزار درم بھر لے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم ہزار اسواسطے لیگا کہ وہ سب ادا سے دین کا مالک ہو گیا صالح الکفیل الطالب علی شیء لیبرئہ
عن الکفالۃ لم یصح الصلح ولا یجب المال علی الکفیل خانیہ وہو باطلاقہ یعم الکفالۃ بالمال والنفس یعنی صلح کی ضامن نے طالب سے کسی چیز پر تا طالب اسکو ضمانت سے بری الذمہ کرے
تو صلح صحیح نہیں اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہیں کذا فی الخانیہ اور وہ یعنی عدم صحت صلح بسبب اپنے اطلاق کے مالی اور ذاتی ضمانتی دونوں کو شامل ہے کذا فی النہر وفی کفالۃ النفس بیان لا صحۃ صلح
بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب کو دس درم مثلاً دے تا اسکو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کرے تو اسکو عوض لینا باتفاق روایات مسلم نہیں اور اسکی براءت میں کفالت سے دو روایتیں
ہیں کذا فی البحر والنہر قال الطالب للکفیل برئت الی من المال الذی کفلت بہ رجع الکفیل بالمال علی المطلوب اذا کانت الکفالۃ بامرہ لاقرارہ بالقبض کہا طالب
نے ضامن سے کہ برئت الی یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھ تک اس مال سے جسکا تو ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال بھر لے جبکہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے طالب کے
قبض مال کا ضامن سے ہم اقرار قبض نکلتا ہے برئت الی کی ترکیب سے اسواسطے کہ لفظ الی موضوع ہے انتہا غایت کے واسطے اور کلمہ جسکا دین منتہی ہے اس ترکیب میں تو ضرور ہے کہ منتہی کے واسطے
مبتدا بھی ہو سو بیان ابتدا نہیں مگر کفیل مخاطب ہے تو طالب کے کلام سے براءت مال سے ثابت ہوئی جسکی ابتدا کفیل سے ہے تو گویا طالب نے یوں کہا کہ تو نے مجھکو مال دیا تو اب طالب
ضامن اور اصیل سے نہیں لے سکتا تو ضامن اب اصیل سے مال مذکور لیگا واللہ اعلم ویفادہ براءۃ المطلوب للطالب لاقرارہ کالکفیل اور مفاد تعلیل براءت مطلوب ہے طالب کی طرف سے
بسبب اسکے اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہیں ہو سکتا بسبب اقرار قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین دوبار مقبوض نہیں ہوتا وفی قولہ للکفیل
برئت بلا الی او ابرأتک لا رجوع کقولہ انت فی حل لانہ ابراء لا اقرار بالقبض اور طالب کے یوں کہنے میں کفیل سے کہ براءت بدون لفظ الی یعنی تو بری ہو گیا یا میں نے
تجھکو بری کر دیا رجوع نہیں یعنی کفیل مطلوب سے مال نہیں لے سکتا چنانچہ اس قول میں رجوع نہیں کہ انت فی حل یعنے تو خلاصی اور کشادگی میں ہے کیونکہ یہ بری کر دینا ہے
طالب کی طرف سے نہ اقرار قبض مال کا ہم برئت محتمل ہے ابراء طالب اور ادائے کفیل کا تو رجوع ثابت نہیں ہو سکتا بسبب شک کے اور ابرأتک میں تو فقط اسقاط ہے
نہ اقرار قبض کا کیونکہ متکلم نے فعل کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اور کفیل کا ادا ہی نہیں ہوتا مگر ایفاء سے تو اس لفظ میں بالاتفاق رجوع نہیں بلکہ طالب اپنے دین کو مطلوب
سے لیگا کیونکہ اسنے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کر دیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی حل اسقاط ہے باجماع ائمہ اربعہ کیونکہ لفظ حل براءت بالابراء میں مستعمل ہے نہ براءۃ بالقبض
میں کذا فی الطحطاوی خلافا لابی یوسف فی الاول ای برئت فانہ جعلہ کالاول ای الی الکفیل وہو قول الامام واختارہ فی الہدایۃ وہو اقرب الاحتمالین فکان اولی
نہر معزیا للعنایہ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول میں یعنی برئت میں اسواسطے کہ ابو یوسف نے برئت کو لفظ اول یعنی برئت الی کے مانند کہا ہے اور یہی مذہب ہے کہا کہ
وہ امام اعظم کا قول ہے اور ہدایہ میں اسکو پسند کیا ہے اور وہ یعنے ابو یوسف کا قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہوا کذا فی النہر عن العنایہ ہم دو احتمال یعنے
براءت استیفاء اور براءت اسقاط و اجمعوا انہ لو کتبہ فی الصک کان اقرارا بالقبض عملا بالعرف اور اجماع علما ہے کہ اگر طالب نے لفظ براءت کو کاغذ میں لکھیگا تو قبض
مال کا اقرار ہوگا بنا بر عمل بالعرف کے ہم یہ راجع ہے مسئلہ خلافی کی طرف یعنی اگر لفظ برئت طالب لکھ دیگا تو ضامن دراہم ضمانت سے بری ہو جائیگا بالاتفاق
اسواسطے کہ عرف میں کتابت نہیں مگر ایفاء سے مال کے بعد تو کتابت اقرار ٹھہر گئی کذا فی الطحطاوی و ہذا الکل مع غیبۃ الطالب مع حضرتہ یرجع الیہ
فی البیان لمرادہ اتفاقا لانہ المجمل اور یہ یعنے جو تفصیل مسائل ثلثہ کی مقدم ہو چکی طالب کے غائب ہونے کے ساتھ ہے اور اسکے حاضر ہونے کے ساتھ

اسکی طرف رجوع ہوگی اُسکے مراد کے بیان مین بالاتفاق کیونکہ اُسکا کلام مجمل ہو یعنی طالب سے پوچھا جائیگا کہ تو نے قبض کا ارادہ کیا ہی یا نہین اور یہ لفظ بری الی
مین نہایہ سے اور فتح القدیر مین بلفظ قبیل کو ہی کذا فی الطحطاوی و مثل الکفالۃ الحوالۃ اور مانند کفالت کے حوالہ ہی یعنی اگر محتال نے محتال علیہ سے کہا کہ
برئت الی تو محال علیہ محیل سے مال بھر لیگا اور اگر ایسا تک کہیگا تو رجوع نہین اور اگر برئت کہکا فقط اسمین اختلاف ہی و بطل تعلیق البراءۃ من الکفالۃ بالشرط
الغیر الملائم علی ما اختارہ فی الفتح والمعراج واقرہ المصنف ہنا وفی المتفرقات لکن فی النہر ظاہر الزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہی تعلیق براءت کی
کفالت سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور اسی قید کو مصنف نے یہان ثابت رکھا ہی اور متفرقات مین لیکن نہر الفائق مین
ہی کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح اطلاق نکلتی ہی یعنی ہر صورت تعلیق باطل ہی خواہ شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط ہی جسمین طالب کو
فائدہ نہین جیسے چلنا ہوا اور مینہ برسنا اور شرط ملائم جیسے استیفاء بعض مال یا تعجیل بعض قید بکفالۃ المال لان فی کفالۃ النفس تفصیلا مذکورا فی الخانیۃ مصنف نے
بطلان تعلیق براءت مین کفالت مال کی قید لگائی اسواسطے کہ کفالت نفس مین وہ تفصیل ہی جو خانیہ مین مذکور ہی هم مصنف نے قید کفالت مال متن مین
مذکور نہین کی تو یہ مطلب ہی کہ اثناء مسائل کفالت مین اسکا ذکر کرنا جاہیے تقیید ہو واسیدالم خانیہ مین تفصیل مذکور یون ہی کہ جب ضامن کی براءت
معلق بشرط ہو تو اُسکی چند وجوہ ہین ایک وجہ یہ ہی کہ براءت جائز اور شرط باطل چنانچہ طالب نے کفیل النفس کو بری کیا اس درم دینے کی شرط پر اور دوسری وجہ
یہ کہ براءت اور شرط دونون جائز ہین چنانچہ ایک شخص کا ضامن حاضر ضامن ہی سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے تو حاضر ضامنی سے بری ہو جائیگا اور تیسری وجہ یہ ہی کہ
براءت اور شرط دونون جائز نہین چنانچہ فقط حاضر ضامنی سے طالب نے یہ شرط کی کہ طالب کو وہ مال دے اور طالب سے اُسکو پھیر لے تو یہ باطل ہی کذا فی الطحطاوی و لو حکم
بنفسہ لا لیستردہ الاصیل ما ادی الی الکفیل بامرہ لیدفعہ الی الطالب ان لم یعطہ طالبہ نہین پھیر لے اصیل اُس مال کو جو دیا اُس نے کفیل کو جو ضامن ہوا اصیل کے امر سے ہو اور
کفیل کو دیا تا کفیل وہ مال طالب کو دے اگرچہ کفیل مال مذکور اسکے طالب کو نہ دے ہم باوجود یکہ کفیل طالب کو نہ دے تب بھی اصیل اسکو نہین پھیر سکتا اسواسطے کہ ضامنت
بامر اصیل سے دو دین ثابت ہوتے ہین ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصیل پر لیکن دین طالب کا حال اور دین کفیل کا مؤجل تا وقت ادا ہوتا ہی تو جب اصیل بوجود
ادا دین مین اصیل عجلت کریگا تو ادا صحیح ہوگا اور کفیل اسکا مالک ہو جائیگا لہذا اصیل اسکو پھیر نہین سکتا کذا فی شرح الوقایہ ولا لعمل نہیہ عن الاداء لو کفیلا بامرہ ولا
لانہ حینئذ یملک الاسترداد بحر واقرہ المصنف لکنہ قدم قبلہ بما یخالفہ فلیحرر اور کچھ عمل نہ کریگا روکنا اصیل کا ادا دین سے اگر وہ ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور
اگر ضمانت بامر اصیل نہین تو اُسکا روکنا عمل کریگا اسواسطے کہ اصیل اسوقت مین استرداد کا مالک ہی کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین لیکن
شرح مذکور مین قبل اسکے اس مضمون کو مقدم کر چکا ہی جو اسکے مخالف ہی تو اسکی تحریر کرنا چاہیے هم طحطاوی نے کہا کہ جب شیخ نہر اور حموی نے بحر الرائق
کے قول کو ثابت رکھا تو اب اسکے مخالف قول کا کچھ اعتبار نہین یعنی اب تحریر کی کچھ حاجت نہ رہی و ان ربح الکفیل یطیب لہ لانہ نماء ملکہ حیث قبضہ
علی وجہ الاقتضاء فلو علی وجہ الرسالۃ فلا لتمحضہ امانۃ خلافا للثانی اور اگر مال مذکور مین کفیل کچھ نفع حاصل کریگا تو اسکو حلال طیب ہی کیونکہ نفع مذکور
اُسکے مملوکہ مال کی زیادتی اور بڑھوتی ہی بشرطیکہ کفیل نے مال کو بروجہ اقتضا قبضہ کیا ہو تو اگر بروجہ رسالت قبضہ کیا ہوگا تو نفع اسکو حلال نہین
کیونکہ وہ مال خالص امانت ہی برخلاف ابو یوسف کے هم قبض بطریق اقتضا کی یہ صورت ہی کہ اصیل کفیل سے کہے کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین طالب تجھ سے
اپنا حق نہ لے تو لے اس مال کو قبل اسکے ادا کرنے کے اور قبض بوجہ رسالت اسطرح پر کہ اصیل کفیل سے کہے کہ یہ مال لے اور طالب کو دے اور اگر اصیل نے بیان قبضہ اور رسالت سے
سکوت کیا تو بطریق اقتضا ہی واقع ہوگا پھر جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہی خواہ کفیل طالب کا دین ادا کرے خواہ اصیل کذا فی الطحطاوی
وندب ردہ علی الاصیل اذا قضی الدین بنفسہ در فیما یتعین بالتعیین کحنطۃ لا فیما لا یتعین کنقود فلا یندب اور مستحب ہی منفعت کا پھیر دینا اصیل کو
جبکہ اصیل بذات خود دین ادا کرے کذا فی الدرر اس دین مین پھیر دینا مستحب ہی جو متعین ہو جاتا ہی متعین کرنے سے چنانچہ گیہون نہ اس دین مین

جو تعیین سے متعین نہوتا ہو چنانچہ نقود تو وہان رد کرنا مستحب نہین ہم جامع صغیر مین استحباب رد کے واسطے ادا اصیل کی قید مذکور نہین لیکن درر کی عبارت سے وہم خلاف مقصود کے کذا فی الطحطاوی وجہ استحباب کی یہ ہے کہ اسمین خباثت آگیا ہے بسبب متعلق ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اسکے پھیر دینے پر جبر نہین کرسکتا کذا فی النہر و نور وہ حلال طیب لا صیل الاجنبیۃ نعم ولو غنیا اعتبار یہ اور اگر نفع مال کی منفعت کفیل اصیل کو پھیر دے تو کیا اصیل کو وہ حلال طیب ہوگا یا نہین قول اشبہ بالحق یہ ہے کہ ہان حلال طیب ہے اگرچہ اصیل غنی ہو کذا فی العنایۃ امر الاصیل کفیلہ بیع العینۃ ای بیع العین بالربح نسیئۃ لیبیعہا المستقرض باقل لیقضی دینہ اخترعہ اکلۃ الربوا وہو مکروہ مذموم شرعا لما فیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض امر کیا اصیل نے اپنے ضامن کو بیع العینہ کا یعنی بیچنا عین کا ادھار فائدہ لیکر تا قرض لینے والا اسکو ثمن اول سے کمتر بیچ کر ادا کرے اپنا دین ادا کرے بیع العینہ کو سود خوارون نے ایجاد کیا ہے اور وہ بیع شرع مین مکروہ اور مذموم ہے کیونکہ اسمین قرض دینے کے احسان سے روگردانی ہے مترجم عینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہے سلف سے اسکو بیع العینہ اسواسطے کہا کہ اسمین میلان ہے دین سے بیع عین کی طرف لیکن کہا کہ عینہ مشتق ہے عین سے بیع العین بالربح کی صورت یہ ہے کہ دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا پندرہ روپیہ کو ادھار بیچے منفعت حاصل کرنے کے واسطے پھر وہ مشتری وہ کپڑا دس روپیہ کو بیچے اور پانچ روپیہ کا نقصان اٹھاوے اور بعضون نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ عین خرید کرے زیادہ ثمن اسکی قیمت سے تا اس ثمن سے کمتر کو بیچے غیر بائع کے ہاتھ پھر بائع اول شخص غیر سے بعوض اس ثمن کے جتنے کو غیر نے خرید کیا اور بائع اول شخص غیر کو کمتر ثمن دے اور شخص غیر مشتری مدیون کو دے مثلاً زید نے دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپیہ کو ادھار بیچا پھر خالد نے محمود کے ہاتھ دس روپیہ کو بیچا پھر محمود سے زید نے دس کو خرید کیا اور دس روپیہ محمود کو دیے محمود نے وہی دس روپیہ خالد کو دیے تو سوائے شخص غیر اسواسطے فرض ہوا تا خرید کرنا بائع کا کمتر ثمن اول سے قبل نقد ثمن لازم نہ آوے اسی طرح بیع العینہ کی چند صورتین اور بھی ہین محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل مین پہاڑون کے برابر ہے اسکو سود خوارون نے اختراع کیا ہے اور شارع علیہ السلام نے اسکی مذمت کی ہے سو فرمایا کہ اذا تبایعتم بالعینۃ واتبعتم اذناب البقر ذللتم وظہر علیکم عدوکم یعنی جب تم خرید و فروخت بطریق بیع العینہ کے کروگے اور بیلون کی دمون کے پیچھے پڑوگے یعنی کاشتکاری مین مشغول ہوکر جہاد کرنے سے غافل ہوگے تو ذلیل ہو جاؤگے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہونگے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہ بیع مکروہ نہین کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ میرے دل مین یہ آتا ہے کہ جسکو رافع اختراع کرتا ہے اگر اسنے ایسی صورت کی بیع کی جسمین وہ چیز سب یا بعض رافع کی طرف عود کر آئی جیسے کپڑے کا عود کرنا پہلی صورت مین اور چنانچہ یہ صورت کہ پندرہ روپیہ قرض دیے تھے پھر بیچنے اسکے ہاتھ دس روپیہ کا کپڑا پندرہ روپیہ کو بیچا اور پندرہ روپیہ قرض دیے تھے پھیر لیے تو رافع سے خارج نہوگی گو صرف وہ خارج ہوا تھا اسمین سے بعض پھر آیا تو ایسی بیع مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی اور اگر مبیع اسکی طرف راجع نہوئی تو اس بیع مین کراہت نہین مگر خلاف اولی ہے شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا کہ جو فتح القدیر مین مذکور ہوا وہ توفیق بین القولین کی صلاحیت رکھتا ہے اسطرح پر کہ قول محمد بکراہت بیع العینہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ رافع کی طرف کل یا بعض عین پھر آوے اور قول ابو یوسف بعدم کراہت اس صورت پر محمول ہے جبکہ رافع کی طرف کچھ عود نکرے اور حدیث بھی اسی صورت پر محمول ہے جسپر محمد کا قول محمول ہوا تو اشتباہ ساقط ہوگیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت کے کیونکر قائل ہے باوجود حدیث کے جو کہ مقتضی ہے مذمت کی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی اور فتح القدیر مین مذکور ہے کہ جب رافع کی طرف وہ عین جو اسکے ہاتھ سے خارج ہوئی عود کریگی تو وہ بیع مسمی بہ بیع العینہ نہوگی کیونکہ وہ ماخوذ ہے عین مسترجعہ سے نہ مطلق عین سے والا ہر بیع بیع العینہ ہو جاتی ففعل الکفیل ذلک فالمبیع للکفیل وزیادۃ الربح علیہ لانہ العاقد ولا شیء علی الآمر لانہ اما ضمان الخسران او توکیل مجہول وذلک باطل پھر کفیل نے ویسا ہی کیا یعنی جیسا کہ اصیل نے اسکو بطریق بیع العینہ کے خرید کی تو بیع مذکور کفیل کے واسطے ہے اور زیادتی منفعت کی جو تاجر کو حاصل ہوئی اسکی مضرت کفیل ہی کو ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اس بیع کا اور کچھ لازم نہین ہے اصیل امر کرنے والے پر کیونکہ وہ یا ضمانت ہے نقصان کی یا مجہول کی توکیل ہے اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل مجہول باطل ہے مترجم خلاصہ یہ ہے کہ یہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کی طرف راجع ہے ضمان خسران اسواسطے باطل ہے کہ ضمان نہین ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان کسی شے مضمون نہین تو اگر بائع بازار مین کہے مشتری سے کہ جو نقصان تجکو لاحق ہوا وہ مجھپر ہے یا غلام کے خریدار سے کہے کہ اگر تیرا غلام بھاگ گیا وہ مجھپر ہے تو جائز نہین وکالت فاسدہ کی وجہ یہ ہے کہ مقدار مبیع اور ثمن مذکور نہین کفل عن رجل بما ذاب لہ او بما قضی لہ علیہ او بما لزمہ لہ عبارۃ الدرر لزم بلا ضمیر وفی النہر وہذا ماض ارید بہ المستقبل کقولہ اطال اللہ بقاءک ضامن ہوا ایک مرد کی طرف سے اس مال کا جو مکفول لہ کے واسطے ثابت اور واجب ہوا اس مرد پر سے یعنی

یعنی اصیل پر یا آئی مال کا ضامن ہوا جسکا قاضی اسپر حکم کرے یا جو مال کہ اسکو لازم ہو قدوری کی عبارت میں لفظ لزم بدون ضمیر کے ہے اور ہدایہ میں ہے کہ یعنی لفظ ذاب اور
قضی ماضی ہے اور مراد اس سے مستقبل ہے چنانچہ اطال اللہ بقاک میں فغاب الاصیل فبرھن المدعی علی الکفیل ان لہ علی الاصیل کذا لم یقبل برہانہ حتی یحضر الغائب
فیقضی علیہ فیلزمہ تبعا للاصیل پھر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا سو مدعی نے ضامن پر گواہی ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہے تو گواہی اسکی مقبول
نہوگی جب تک کہ اصیل غائب حاضر نہو پھر جب حاضر ہو دیگا تو اسپر مال مذکورہ کا حکم دیا جائیگا پھر ضامن پر مال بتبع اصیل لازم ہوگا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ کفیل نے اس مال کا التزام
کیا جو اسپر قاضی ضمان مستقبل میں حکم کرے یا جو اصیل پر دم بدم ثابت ہو زمان آئندہ میں تو یہ ضمانت ہے اس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے قبل
کفالت کے اور مدعی کا دعوی مطلق ہے کیونکہ اسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہیں کیا بلکہ محتمل ہے کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور جو قبل کفالت تحت کفالت
داخل نہیں تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مسموع نہیں کذا فی الطحاوی عن الاتقانی وان برھن ان لہ علی زید الغائب کذا من المال و ہذا الحاضر کفیل فقضی
بالمال علی الکفیل فقط اور اگر مدعی نے گواہی ثابت کیا کہ اسکا زید غائب پر اتنا مال ہے اور یہ شخص حاضر ضامن ہے غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا ولو
زاد بامرہ قضی علیہما فللکفیل الرجوع لان الکفیل بہ ہنا المال مطلق فالمدعی اثباتہ بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور میں اتنا زیادہ کہا کہ یہ شخص حاضر ضامن ہے
غائب کا اسکے امر سے تو ضامن اور زید غائب دونوں پر مال کا حکم کیا جائیگا تو ضامن کو مال کا پھر لینا اصیل غائب سے جائز ہے اور گواہی مسموع ہوئی کہ
کیونکہ مکفول بہ یہاں یعنی مسئلہ ثانیہ میں مال مطلق ہے تو اسکا اثبات ممکن ہے بخلاف ما تقدم کے کہ گواہی یہاں مقبول ہوئی اور مسئلہ متقدمہ میں نہ ہوا اسلئے کہ وہاں
مکفول بہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہوئی اور یہاں مکفول
بہ مال مطلق ہے اور مال کا دعوی بھی مطلق ہے تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی کیونکہ وہ صحت دعوی پر مبنی ہے جو دعوی نے کیا اگر یہ قضاء علی الغائب ہے مگر
یہ کہ یہ حکم ضمنی ہے اور اکثر شئے ضمنا ثابت ہوتی ہے اور قصدا ثابت نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی وہذہ حیلۃ اثبات الدین علی الغائب یعنی مسئلہ ثانیہ حیلہ ہے
اثبات دین کا غائب پر یعنی بضمن کفالت غائب پر دین ثابت ہو جاتا ہے ولو خاف الطالب موت الشاہد یتواضع مع رجل یدعی علیہ مثل ہذہ الکفالۃ فیقر الرجل
بالکفالۃ وینکر الدین فیبرھن المدعی علی الدین فیقضی بہ علی الکفیل والاصیل ثم یبرء الکفیل فیبقی المال علی الغائب کذا الحوالۃ وتمامہ فی الفتح والبحر اور اگر طالب یعنی
صاحب دین شاہد کے مر جانے سے ڈرے تو موافقت کر کے کسی مرد کے ساتھ اور اسپر اسیطرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے
اور دین کا منکر ہو جائے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو دار القضا میں ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائیگا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کر دے
تو غائب پر مال باقی رہیگا اور اسیطرح کفالہ کے مانند حوالہ ہے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر اور بحر الرائق میں ہے کفالۃ بالدرک تسلیم منہ للمبیع کفالت بالدرک تسلیم ہے
واسطے مبیع کے جانب کفیل سے ہم یعنی جسنے ثمن کی ضمانت کی درصورت استحقاق مبیع تو اسنے تصدیق اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہے تو اگر بعد اسکے یہ دعوی کریگا کہ
مبیع مذکور میری ملک ہے تو دعوی اسکا مسموع نہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالۃ ملک بائع کا اقرار ہے اسکے بیع کے وقت تو بعد اسکے اپنے ملک کا دعوی صحیح نہیں کذا فی الطحاوی
کشفعۃ فلا دعوی لہ مانند شفعہ کے پھر اسکا دعوی نہیں یعنی کفالت بالدرک تسلیم ہے شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفیع ہوا ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اسکو بیچا اور شفیع صورت
استحقاق مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ کے صحیح نہیں لا کتب شہادتہ فی صک کتب فیہ باع ملکہ او باع بیعا نافذا باتا فانہ
تسلیم ایضا چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اس کاغذ میں جسمیں یہ لکھا ہے کہ بائع نے اپنے ملک بیچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہے ملک بائع کی کما لو شہد
بالبیع عند الحاکم فقضی بہا او لا چنانچہ یہی ملک بائع کی تصدیق ہے اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے موجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو ہم حموی نے نقل کیا کہ
گواہی دینا نفاذ بیع کا اقرار ہے باتفاق روایات لا یکون تسلیما کتب شہادتہ فی صک بیع مطلق عما ذکر تسلیم نہوگا اپنی گواہی کا لکھنا اس بیع کے کاغذ میں
جو مطلق ہو قیود مذکورہ سے ہم قیود مذکورہ سے وہ مراد ہے جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا اگر ایسی قیود دیکھنا ہم

نہوں تو گواہی لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہو گی بلکہ دعوی ملکیت شاہد بعد اسکے مسموع ہوگا کیونکہ اسمین یہ بات نہین ہوئی کہ بائع کے اقرار پر دلالت کرے اور مثلیکہ
بیع کا بے غیر مالک سے صادر ہوئی ہو چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھی ہو یا واقعہ یاد رہے بعد اسکے اثبات بینہ مین کوشش کرے یا مالک نے کہہ واسطے
گواہی لکھی ہو کہ اگر اسمین مصلحت معلوم ہو تو اسکو جائز رکھے کذا فی الطحطاوی اور کتب شہادۃ علی اقرار العاقدین لانہ مجرد اخبار فلا تناقض یا اپنی گواہی لکھے
عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہین کیونکہ یہ مجرد اخبار ہو تو کچھ تناقض نہین یعنی دعوی ملک شاہد مسموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع مین مشروط نہین ہے
نہ گواہی ملک کا اقرار ہو اسواسطے کہ بیع کا ہے مالک سے صادر ہوتی ہی کہا ہے غیر مالک سے کذا فی النہر ولم یذکر الختم لانہ وقع اتفاقا باعتبار عادتہم او صنف کتابت
شہادت کے ساتھ مہر کرنا مذکور نہ کیا چنانچہ کنز وغیرہ مین مذکور ہو اسواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہو باعتبار عادت قدیمہ اہل زمانہ کے یعنی اہل زمان سابق کی عادت
یہ تھی کہ بعد کتابت اپنے ناموں کے مہر بھی کر دیتے تھے تا تغیر اور تزویر سے محفوظ رہے لیکن حکم ہر صورت ایک ہی ہو مہر ہو یا نہو قال الکفیل ضمنتہ لک الی
شہر وقال الطالب ہو حال فالقول للضامن لانہ منکر المطالبۃ ضامن نے کہا کہ مین اسکا تجھ سے ضامن ہوا ہوں ایک مہینے تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین
حال ہے نہ مؤجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہو کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہو وعکسہ ای الحکم المذکور فی قولہ لک علی مائۃ الی شہر مثلا اذا قال الآخر
ہو الحال فالقول للمقر بہ حالۃ لان المقر ینکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہو اس قول مین کہ تیرے مجھپر سو ہین ایک مہینے کی مدت تک مثلا جب کہ دوسرے شخص یعنی
مقر لہ نے کہا کہ سو حال ہین نہ مؤجل اسواسطے کہ مقر لہ مدت کا منکر ہو والحیلۃ لمن علیہ دین مؤجل وخاف الکذب او حلولہ باقرارہ ان یقول اہو حال او مؤجل
فان قال حال انکرہ ولا حرج علیہ زیلعی اور جسپر دین مؤجل ہو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ کہے صاحب دین
سے کہ تیرا دین مجھپر حال ہی یا مؤجل پھر اگر دائن کہے کہ دین حال ہے تو مدیون اسکا انکار کرے اور اس انکار مین اسپر کچھ حرج نہین کذا فی الزیلعی ہم خوف کذب
در صورت انکار دین ہو اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین مؤجل کے ہو انکار حلول مین اسواسطے حرج نہین ہو کہ وہ اسمین صادق ہو
ولا یؤخذ ضامن الدرک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن اذ بمجرد الاستحقاق لا ینتقض البیع علی الظاہر کما مر اور ماخوذ نہین ہوتا ضامن
درک کا جبکہ مبیع مستحق غیر نکلے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے ضامن ماخوذ نہین ہوتا کہ مجرد استحقاق کے بیع منتقض نہین ہوتی
بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع مین مذکور ہو چکا وصح ضمان الخراج ای الموظف فی کل سنۃ وہو ما یجب علیہ فی الذمۃ بقرینۃ قولہ والرہن بہ فاما الخراج
خراج المقاسمۃ باطل نہر علی خلاف ما اطلقہ فی البحر اور صحیح ہو ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایکبار ہوتا ہی خراج موظف وہ ہی جو کاشتکار کے
ذمہ پر واجب ہوتا ہی قید موظف کی مصنف کے اس قول کے قرینے سے لگائی اور صحیح ہو بواسطہ خراج کے رہن لینا اسواسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ
باطل ہو کذا فی النہر بر خلاف اطلاق بحر الرائق کے ہم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہ وجہ ہو کہ موظف دین ہی جسکا مطالبہ من جہۃ العباد ہو تو موظف باقی دیون
کے مانند ہو گیا مضمون ہونے مین بخلاف خراج مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہی یہان تک کہ اگر کھیتی تلف ہو جا تو کاشتکار پر کچھ واجب نہین اور کفالت اعیان
غیر مضمونہ کی جائز نہین اور صاحب بحر نے طلاق اور تقیید دونون نقل کیے ہین تو اسپر کچھ اعتراض وارد نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا وتجویز الزیلعی الرہن فی
کل ما تجوز بہ الکفالۃ بجامع التوثق منقوض بالدرک بجواز الکفالۃ بہ دون الرہن اور جواز رہن کہنا زیلعی کا ہر ایک اس چیز مین جسکی کفالت جائز ہو بواسطے جامع توثق
کے منقوض ہو درک سے بوجہ جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توثق یعنی حصول وثوق کفالت اور رہن مین یکسان ہو طحطاوی نے
کہا نقض مذکور صاحب بحر سے ہو اور متاخرین مصنفین اسکے تابع ہین حموی نے کہا جواب یہ پایا ہو کہ فقہا کے قضایا اغلبیہ ہین نہ کلیہ اور انکو کلیہ جو کہتے ہین تو باین معنی
کہ داخل تحت شیء نہین ہین نہ باین معنی کہ ہر فرد پر منطبق ہین وکذا النوائب اور اسیطرح نوائب کی ضمانت صحیح ہو ہم نوائب جمع ہو نائبہ کی بمعنی مصیبت وحادثہ یہان
مراد وہ مال ہو جسکو حاکم لوگون پر مقرر کرے نہر القائق مین ہو کہ نوائب دو قسم ہین واجبی اور غیر واجبی نوائب واجبی جیسے نہر مشترک کا صاف کرانا جس سے خلائق کو فائدہ ہو اور

جو کہ پیادہ محافظ کی اجرت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور سلطان قیدیوں کے چھوڑانے کے واسطے معین کرے اور جبکہ بیت المال خالی ہو تو ایسے نوائب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ بیشک بالاتفاق واجب ہیں اسواسطے کہ اطاعت بادشاہ اسلام کی اس امر میں جسمیں مصلحت ہے مسلمین کی واجب ہے جبکہ بیت المال میں کچھ مال نہو دوسری قسم نوائب غیر واجبی چنانچہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے میں لوگوں پر ناحق مقرر ہوگئے ہیں انکی صحت کفالت میں اختلاف ہے لیکن ایضاح الاصلاح میں صحت کفالت پر فتوی ہے انتہی ملخصاً ولو بغیر حق کجبایات زماننا فانہا فی المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حتی لو اخذت من الاکار فلہ الرجوع علی مالک الارض وعلیہ الفتوی صدر الشریعۃ واقرہ المصنف وابن الکمال کفالت نوائب کی صحیح ہے اگرچہ نوائب غیر واجبی اور ناحق ہوں چنانچہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ میں دیون کے مانند ہیں بلکہ انسے بھی فوق ہیں یہان تک کہ اگر مزارع سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم لے تو مزارع کو مالک زمین سے اسکا پھیر لینا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوقایۃ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاح الاصلاح میں اسکو مسلم رکھا ہے ہم کہتے اور مفتی میں ہے کہ اسکو معلوم کرنا چاہیے اسپر فتوی دینا چاہیے فتح القدیر میں ہے کہ جبایات موظفہ لوگوں پر ہمارے زمانے میں بلاد فارس کے اندر درزی اور رنگریز وغیرہم پر بطور ماہانہ یا روزینہ یا سالانہ ہی سلطان کے واسطے مقرر ہوا کرتا ہے کہ بیت المال کی بابت مصادرہ سلطانی وہ قطعاً حرام ہے اور اسکی کفالت جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقیدہ شمس الائمۃ بما اذا امرہ بہ والا فلا وکذا فی الامر لم یشترط امرہ بالرجوع وکذا الاکمل اور شمس الائمہ نے رجوع میں یہ قید لگائی ہے جب اسکا امر کرے بخوشی سو اگر اسپر زبردستی ہوگی امر کرنے میں تو اسکا امر بالرجوع معتبر ہوگا ذکر کیا ہے اسکو اکمل نے عنایہ میں اور یہ کلام مرتب ہے حذف کرنے سے مطلب میں خلل پڑ گیا مضمون عبارت مصنف منح الغفار میں یہ ہے کہ جو غیر کے نائب کو اسکے امر سے ادا کرے تو اس کو پھیر لے اگرچہ رجوع شرط نہ کیا ہو جیسا کہ ہے چنانچہ خانیہ میں ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اسکے امر سے ادا کیا اور عنایہ میں ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ یہ اسوقت ہے جبکہ اسکا یعنی ادا دین کا امر اکراہ سے نہ کیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اسکا امر بالرجوع معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام بتوزیعہا بالعدل اجر وعلیہ فلا یفسق حیث عدل وہو نادر او علما نے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جبایات میں قائم بالانصاف ہو یعنی متولی قسمت بین الاہلین اور ساتھ انصاف کے ہو وہ ماجور ہے یعنی ثواب پاویگا اور اسکا قول ہے کہ جو متولی قسمت فاسق نہ ٹھہریگا جبکہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی النہر وفی وکالۃ البزازیۃ قال لرجل خلصنی من مصادرۃ الوالی وقال الاسیر ذلک فخلصہ رجع بلا شرط علی الصحیح قلت وہذہ تقع فی دیارنا کثیرا وہو ان الصوباشی یمسک رجلا ویحبسہ فیقول للآخر خلصنی فیخلصہ بمبلغ یحبسہ یرجع بغیر شرط الرجوع بل بمجرد الامر فتنبہ کذا بخط المصنف علی حاشیتہا فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالۃ میں ہے کہ کسی شخص نے کہا مجھکو چھوڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے اسی طرح کہا سو اسنے چھوڑا یا تو مال تخلیص میں جو خرچ کیا ہو وہ اس شخص سے پھیر لے بلا شرط رجوع بنابر صحیح مذہب کے میں کہتا ہوں اور ایسا حادثہ ہمارے ملک میں بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صوباشی پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اسکو قید کرتا ہے تو وہ محبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجھکو چھوڑا دے سو وہ اسکو چھوڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیکر تو ایسے وقت میں مبلغ مذکور پھیر لے محبوس سے بلا شرط رجوع بلکہ مجرد اسکے امر کرنے کے سو تامل کر ایسا ہی مذکور ہے حاشیہ بزازیہ میں مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمۃ ای النصیب من النائبۃ وقیل ہی النائبۃ الموظفۃ وقیل غیر ذلک. وایا ما کان فالکفالۃ بہا صحیحۃ صدر الشریعۃ اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ قسمت عبارت ہے نائبہ موظفہ معینہ سے اور بعضوں نے سوا اسکے اسکے تفسیر کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت سے مراد ہو سو اسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایۃ ثم قسمت بتفسیر مذکور مصدر ہے بمعنی مقسوم نائبہ مؤظفہ سے نائبہ مرتبہ مراد ہے جو ہر ماہ یا سال ہی میں مقرر ہو بعضوں نے تفسیر قسمت یون کی ہے کہ پہلے دونوں شریک قسمت کرلیں پھر ایک شریک دوسرے کو دخل نہ دے سو اسکا کوئی ضامن ہوا اور بعضوں نے یوں تفسیر کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک نہ مانے پھر اسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے کیونکہ اسپر قسمت واجب ہے کذا فی الطحطاوی قال لآخر اسلک ہذا الطریق فانہ امن فسلک واخذ مالہ لم یضمن ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ یہ راہ چل اسواسطے کہ اس راہ میں کچھ خوف نہیں امن ہے پھر وہ شخص اس راہ میں گیا اور اسکا

مال چھین لیا گیا تو یہ شخص ضامن نہیں ولو قال ان کان مخوفا واخذ مالک فانا ضامن ومسئلہ بحالہا ضمن اور اگر یون بولا کہ اگر یہ راہ خوفناک ہے اور تیرا مال چھین لیا جاوے
تو مین ضامن ہون اور مسئلہ بدستور سابقہ ہو یعنی ہو بدستور جیسے کہنے کے وہ شخص اس راہ مین گیا اور اسکا مال چھین گیا تو وہ شخص ضمان دیگا ہذا اور دعلی بانہ بقولہ والا صح بحالہ
المکفول عنہ کما فی الشرنبلالیۃ یہ اعتراض وارد ہو مصنف کے اس قول مقدم پر کہ ضمانت صحیح نہین مکفول عنہ کی جہالت سے کذا فی الشرنبلالیہ ہم بیان صحت زمان صحت کفالت کی
بحث نہین تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اسوجہ سے ہو کہ قائل نے دھوکا دیا اور فریب رجوع کا موجب ہو اگر مشروط ہو چنانچہ اشباہ کی آیندہ عبارت مین ہو کذا فی الطحطاوی

ضمن الی المسعود والاصل ان المغرور انما یرجع علے الغار اذا حصل الغرور فی ضمن المعاوضۃ او ضمن الغار صفۃ السلامۃ للمغرور نصا درر وتمامہ فی الاشباہ مرفی المرابحۃ
اور قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ فریب کھانے والا فریب دینے والے سے اسی صورت مین رجوع کرتا ہو جبکہ فریب در ضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینے والا سلامتی
کی صفت کا فریب کھانے والے سے بصراحت ضمانت کرے کذا فی الدرر اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہو اور باب المرابحہ مین مذکور ہو چکا ہم عقد معاوضہ احتراز ہو
عقد تبرع سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی کی مثال متن مین مذکور ہو سو اسکے تعلیق مذکور کا حاصل یہ ہو کہ وہ اسکے مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہو فروع
مسائل العقد شارح کے ضمان الغرور فی الحقیقۃ ہو ضمان الکفالۃ فریب کا ضمان فی الحقیقۃ وہ ضمان کفالت کا ہو یعنی کفالت کے انند ہو ضمان ارادہ کے باخذ للکفیل منع
الاصیل من السفر لو کفالۃ حالۃ لیخلصہ منہا باداء او ابراء والضامن کو روکنا اصیل کا سفر سے جائز ہو اگر اسکی کفالت فی الحال کی ہو تو حوالہ اصیل ضامن کو ضمانت
سے خلاص کرے سبب ادا کرنے دین کے یا معاف کردینے طالب کے ہم تو معلوم ہوا کہ ضمانت موجل مین روکنا اسکو جائز نہین اگر ضامن چاہے اسکے ساتھ رہنا رہے
تا حلول مدت وفی الکفیل بالنفس یردہ الیہ کما فی الصغری ای لو بامرہ اور کفیل بالنفس مین تو یہ حکم ہو کہ حاضر ضامن اصیل کو پھیر لاوے اسکے پاس کما فی الصغری یعنی
اگر حاضر ضامن ہو اصیل کے امر سے ہو من قام عن غیرہ بواجب بامرہ رجع بما دفع وان لم یشترطہ کالامر بالانفاق وبقضاء دینہ الا فی مسائل امرہ بتعویض عن ہبتہ
و باطعام عن کفارتہ و باداء زکوۃ مالہ و بان یہب فلانا عنی الفا جو شخص غیر کی طرف سے مال واجب اسکے کہنے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہو اسکو اس غیر سے پھیر لے
اگرچہ رجوع مال شرط نہ کیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ اور اسکے ادا سے دین کے امر مین مگر چار مسئلون مین رجوع مال نہین اول یہ کہ پہلا مسئلہ یہ کہ غیر شخص نے
امر کیا اپنے ہبہ کے عوض دینے کا ۲ امر کیا اپنے کفارہ سے کھانا دینے کا ۳ امر کیا اپنے مال کی زکوۃ دینے کا ۴ امر کیا کہ فلانے شخص کو میری طرف سے ہزار
ہبہ کرے ہم فتاوی عالمگیری مین ہو کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنے مال سے اسکے
ہبہ کا عوض دے سو اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہو اور یہ شخص امر سے رجوع مال نہ کرے مگر بشرط رجوع انتہی اور مستثنا بنظر اس مسئلہ کے منقطع ہو کیونکہ عوض دینا
موہوب لہ پر واجب نہین فی کل موضع یملک المدفوع الیہ المال المدفوع الیہ مقابلا بملک مال فان المامور یرجع بلا شرط والا فلا وتمامہ فی وکالۃ السراج
والکل فی الاشباہ جہان کہین وہ شخص جسکو مال دیا گیا وہ اس مال کا مالک ہو جائے بمقابلہ ملک مال کے تو مامور امر سے اپنا مال پھیر لیگا بدون
شرط کے اور اگر ایسا نہین تو رجوع نہین اور پورا بیان اسکا سراج کی کتاب الوکالۃ مین ہو اور یہ سب فروع مذکور اشباہ سے منقول ہین ہم مالک ہوا مال
بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع ثمن کا مالک ہو بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے واسطے مشتری کے تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح
ہوگا اور اگر مامور اپنا مال پھیرے گا مشتری سے اور اسیطرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلا کسی سے دلادے تو صحیح ہو کیونکہ مغصوب منہ مالک ہوتا ہو بدل کا بمقابلہ
مغصوب کی اگر ملک بمقابلہ ملک نہین چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنی طرف سے حج کروانے کا امر کیا تو یہان مدفوع الیہ طعام یا مال حج کو بمقابلہ ملک مال نہین
تو مامور کو یہان اپنا مال پھیر لینا آمر سے جائز نہین الا بشرط رجوع کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط الکفیل للمختلعۃ بما لہا علی الزوج من الدین لا یبرأ بتجدید النکاح بینہما
اور ملتقط مین ہو کہ جو ضامن ہو مختلعہ کے اس مال کا جو اسکے زوج پر دین ہو وہ بری الذمہ نہین ہوتا ضمانت سے دونون مین نیا نکاح ہوجانے سے ہم صورت
اسکی یہ ہو کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کردیا اور زوج پر اسکا دین ہو جو اس نکاح کے متعلقات سے نہین سو اس دین کا کوئی شخص

ضامن ہوا تو حج کی طرف سے پھر عود کرے اور مردون مین عقد جدید ہوا تو ضمانت اپنی حالہا باقی ہے کیونکہ تجدید نکاح تھا یعنی سقط الکفالۃ مذکورہ نہین تو غائب نہین والدلال
لاضمان علیہ کپڑا غائب ہوگیا دلال سے تو اسپر تاوان نہین ہے اسواسطے کہ دلال وکیل باجرت ہے پس وہ امین ٹھہرا اور امین پر ضمان نہین مگر تعدی سے ولو غاب
عن صاحب الحانوت وقد ساومہ واتفقا علی الثمن فعلیہ قیمۃ الثوب اور اگر کپڑا غائب ہوگیا دوکاندار سے اور حالانکہ اسنے خریدار کی خواہش کی تھی اور مالک ثوب
اور دوکاندار ثمن پر متفق ہوگئے تھے تو دوکاندار پر قیمت کپڑے کی واجب ہوگی ولو طاف بہ الدلال ثم وضعہ فی حانوت فہلک ضمن بالاتفاق والضمان علی صاحب الحانوت
عند الامام لانہ مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لیکر پھرا پھر اسکو دوکان مین رکھدیا سو کپڑا ضائع ہوگیا تو دلال ضمان دیگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان
نہین امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ امانتدار کا امانتدار ہے ہم دلال پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اسنے بلا اذن مالک کیون دوکان پر کپڑا رکھدیا تو تعدی اسکی
ثابت ہوئی دلال معروف فی یدہ ثوب تبین انہ مسروق فقال رددت علی الذی اخذت منہ بری ایک مشہور دلال ہے جسکے ہاتھ مین کپڑا ہے جسکا مسروق ہونا
کھل گیا سو دلال نے کہا مین نے کپڑا اسیکو پھیر دیا جس سے لیا تھا تو وہ بری الذمہ ہے وقال طالب غریمی فی مصر کذا فاذا اخذت مالی فلک عشرۃ منہ فیجب اجر المثل لا یزاد
علی عشرۃ الملتقط اور اگر صاحب دین نے کہا کہ میرا دیندار فلانے شہر مین ہے جو وقت کہ تو میرا مال اس سے لیگا تو تیرے واسطے دس درم یا دینار ہین اور مال سے
تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہو کذا فی الملتقط وافتیت بان ضمان الدلال واسمسار الثمن للبائع باطل لانہ وکیل بالاجرۃ وکذا الوکیل
بالبیع ضمانہ لانہ یصیر عاملا لنفسہ فلیحرر شارح کہتا ہے اور مین نے اسکا فتوی دیا ہے کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بائع سے باطل ہے کیونکہ وہ اجرتی
وکیل ہے اور فقہا نے ذکر کیا ہے کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہین کیونکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہوجاتا ہے تو اسکی تحقیق کرنا چاہیے ہم عامل النفسہ اسواسطے
ٹھہرتا ہے کہ قبض ثمن کی ولایت اسی کے واسطے ہے اور ضامن غیر کے واسطے عامل ہوتا ہے دلال وہ ہے جسکے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہے کہ
وہ متاع اور اسکے مالک کو ملادے چنانچہ کتاب البیع مین مذکور ہوچکا **فائدہ** ذکر الطرسوسی فی مؤلف لہ ان مصادرۃ السلطان لارباب الاموال
لا یجوز الا لعمال بیت المال مستدلا بان عمر رضی اللہ عنہ صادر ابا ہریرۃ انتہی وذلک حین استعملہ علی البحرین ثم عزلہ واخذ منہ اثنی عشر الفا ثم
دعاہ للعمل فابی رواہ الحاکم وغیرہ یہ فائدہ ہے جسکو طرسوسی نے اپنی کتاب مین ذکر کیا کہ سلطان کو ڈنڈ لینا مالدارون سے جائز نہین مگر
بیت المال کے عاملون سے باین استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈنڈ لیا انتہی کلامہ اور یہ اسوقت ہوا تھا جبکہ
فاروق اعظم نے انکو بحرین کا عامل کیا تھا پھر انکو معزول کیا اور بارہ ہزار ان سے لیے پھر انکو عاملی کے واسطے بلایا سو انھون نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے
یہ روایت کی ہے ہم سیوطی نے تفسیر درمنثور مین سورہ یوسف کے اندر اجعلنی علی خزائن الارض کی تفسیر مین بسند حاکم وابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
سے روایت کی ہے کہ عمر نے مجکو بحرین کا عامل کیا پھر مجکو معزول کیا اور دس ہزار مجھسے ڈنڈ لیے پھر عاملی کے واسطے مجکو بلایا مین نے انکار کیا سو فاروق نے
کہا کیون انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تھے تمسے تو مین نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند
نبی کے اور پوتے نبی کے اور پڑپوتے نبی کے اور مین تو امیمہ کا بیٹا ہون ڈرتا ہون کہ بے علمی سے کچھ کلام کرون اور بے علمی سے کچھ فتوی دون اور میری پیٹھ ماری جاوے
اور میری بے عزتی ہو اور میرا مال چھینا جاوے کذا فی الطحطاوی واراد بعمال بیت المال خدمتہ الذین یجبون اموالہ ومن ذلک کتبتہ اذا توسعوا فی الاموال
لان ذلک دلیل علی خیانتہم ویلحق بہم کتبۃ الاوقاف ونظارہا اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللہو وبنوا الاماکن فللحاکم اخذ اموالہم منہم وعزلہم فان عرف
خیانتہم فی وقف معین رد المال الیہ والا وضعہ فی بیت المال نہر وبحر اور طرسوسی نے عمال بیت المال سے خادم مراد لیے ہین جو بیت المال کے
اموال کی تحصیل کرتے ہین اور منجملہ انکے منشی اور متصدی ہین بیت المال کے جبکہ وہ لوگ کشایش اور بہتایت مال مین ظاہر کرین اسواسطے کہ وہ
انکی خیانت کی دلیل ہے اور انھین کے ساتھ متصدیان اوقاف کے ناظر ملحق ہین جبکہ وہ کشایش اور فضول خرچی کرین اور انواع لہو ولعب مین مشغول ہون اور

عامل نے بنا دین تو حاکم کو اسکے مال سے چھین لینا اور اسکا معزول کرنا جائز ہے سوا اگر انکی خیانت کسی قدر مخصوص معین معلوم ہو جاتی تو اس مال کو فی الفور بیت المال میں
داخل کرے اور نہیں تو بیت المال میں رکھے کذا فی النہر والبحر سے جو وی نے کہا کہ ہمیشہ اس کا حکم جسکو دریافت کیجیے اور چھپا دے لیے اور اسکا فتوی دینا جائز نہیں
کیونکہ یہ فتوی اس کتاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکموں کو اسکا فتوی دیا جاتا تو وہ عمال ناکوروں سے کہ اموال کو چھین لیتے اور فقہ میں اسکے
اموال کو داخل کریں نہ بیت المال میں بلکہ انکو لائق امور میں صرف کریں یعنی اپنی خواہش نفسانی میں تو اسکو خوب یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی التلخیص
لو کفل بالحال مؤجلا تاخر عن الاصیل ولو قرضا لان الدین واحد قلت وقدمنا انہا حیلۃ تاجیل القرض اور تلخیص میں یہ ہے کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کرے کوئی
مدت مقرر کرکے تو مطالبہ مؤخر ہو جائیگا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہے میں کہتا ہوں اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ کفالت
مؤجلہ تاجیل قرض کا حیلہ ہے وصح ان للمدیون السفر قبل حلول الدین ولیس للدائن منعہ ولکن یسافر معہ فاذا حل منعہ لیوفیہ اور روا ہوگا کہ مدیون کو
سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہے اور صاحب دین کو اسکا روکنا درست نہیں ولیکن صاحب دین اسکے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت
ہو چکے تو اسکو سفر سے روکے تا وہ ادا کرے دین کو ہم فتوی میں ہے کہ صورت ارادہ سفر مدیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہے
اگرچہ دین مؤجل ہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر مدیون ادا سے دین میں ٹال بال کرتا ہو تو ضامن لے اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحطاوی و فی حسن الوقوف
اخذ کفیل شہر الا مرأۃ طلبت کفیلا بالنفقۃ لسفر الزوج وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف نے بطریق استحسان جائز رکھا ہے ایک مہینے کا ضامن لینا اس عورت
کے واسطے جسنے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر فتوی ہے ہم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہے اور بطور قیاس
اسکی کفالت صحیح نہیں کیونکہ نفقہ دین صحیح نہیں وقاس علیہ فی المحیط بقیۃ الدیون لکنہ مع الفارق کما فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی اور محیط میں کفالت
نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہے لیکن وہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے ہم یعنے صاحب محیط نے بقیہ دین مؤجلہ کو
قیاس کیا ہے کہ کفالت اسکی لیجائے بسبب سفر کرنے مدیون کے علامہ عبد البر نے کہا کہ یہ صحیح قول ہے صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ یہ ہے
کہ دیون قوی تر ہیں نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہیں ہوتے بخلاف نفقہ کے علاوہ بریں منقحہ میں تجویز تکفیل
مدیون مسافر مصرح ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بلا شک صاحب محیط کی ترجیح میں لوگوں کو آسانی ہے کذا فی الطحطاوی لکن فی المنظومۃ المحبیۃ اشعار
لو قال مدیونی مرادہ السفر ✤ واجل الدین علیہ ما استقر ✤ وطالب التکفیل قالوا یلزم ✤ علیہ اعطاء کفیل یعلم ✤ لیکن منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر
صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہے اور دین کی مدت اسپر ہنوز مستقر نہیں اور اسنے تکفیل کی طلب کی تو فقہا نے کہا کہ اسکو
ضامن کا دینا لازم ہے وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو لیجیے اسواسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہیں اشعار لو حبس الکفیل قالوا جاز لہ ✤ اذا
اراد حبس من قد کفلہ ✤ لانہ قد کان لاجلہ ✤ حبس فلیجازہ بفعلہ ✤ اگر ضامن محبوس ہو تو علماء نے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ
کرے تو اسکو جائز ہے کیونکہ ضامن کی محبوسی اسی کے واسطے ہوئی ہے تو چاہیے کہ وہ اسکو بدلا دے اپنے فعل سے اشعار لو مات الکفیل ان
یمت قبل الاجل ✤ لا شک ان الدین فی ذا الحال حل ✤ علیہ فالوارث ان اداہ لم ✤ یرجع بہ من قبل ما التاجیل تم ✤ پھر اگر ضامن مر جائے
قبل مدت کے تو بیشک اس حالت میں دین فی الحال اسپر واجب الادا ہو گیا تو اگر ضامن کا وارث اسکو ادا کرے تو اصیل سے نہ پھیرے قبل تمام ہونے مدت کے ہم
اصل میں یوں تھا کہ لم یرجع من قبل ما تم الاجل ما مصدریہ ہے اور فاعل فعل مقدم ہو گیا اپنے فعل پر اور بعضوں کے نزدیک جائز ہے یا بیت اور ضرورۃ کذا فی الطحطاوی

باب کفالۃ الرجلین

یہ باب ہے دو مردوں کے ضامن ہونے کا ظاہر چونکہ کفالت رجلین مرکب ہے واحد سے تو بعد فراغت مفرد کے اسکو شروع کیا دین علیہما لآخر بان اشتری منہ

عبدا بما کفل بکل عن صاحبہ بامرہ جاز ولم یرجع علی شریکہ الا بما اداہ زائدا علی النصف لرجحان جہۃ الاصالۃ علی النیابۃ ہذا دین ہو نصفین جیسے
دوسرے آدمی کا اس طرح ہر کہ دونوں نے اس سے ایک غلام مول لیکر خرید کیا اور ضامن ہوا ہر ایک اپنے ساتھی کا اسکے امر سے تو جائز ہے اور نہ پھیرے اپنے شریک سے
مگر جتنا نصف سے زیادہ ادا کیا نصف کے سبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت پر کیونکہ اپنی جہت دین ہے اور دوسرے کا مطالبہ ہے حکم اسی
صورت میں ہے جبکہ دونوں دین صفت اور سبب میں برابر ہوں اور اگر صفت مختلف ہو اس طرح پر کہ ایک شخص پر دین معجل ہو اور دوسرے پر میعادی ہو تو اگر میعادی ادا کریگا تو اسکی
تعیین اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہے اور اس سے پھیر لیگا اور اسکا عکس جائز نہیں اور اگر سبب مختلف ہو اس طرح پر کہ ایک پر قرض ہو اور دوسرے پر ثمن مبیع تو تعیین مؤدی
اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہے اسواسطے کہ دو مختلف حقوں میں نیت معتبر ہے بحر اور صاحبین اور دونوں کی کفالت اسواسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہوگا نہ دوسرا
اور ضامن ادا کریگا اور اپنے شریک کی جانب سے اسکو ٹھہراویگا تو اسکی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد وہ ہے جو اسکے حصے سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی البحر
ولانہ لو رجع بنصفہ لادی الی الدور ذکرہ اور اسواسطے کہ اگر رجوع بنصف دین کریگا تو دور کا موجب ہوگا کذا فی الدرر اسواسطے دور ہوگا کہ اگر نصف کہ اپنی جانب سے ہو
کفالت کے تو اسکو شریک سے پھیر لینا جائز ہوگا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اسواسطے کہ ادا نائب کی ادا کفیل کا اصیل ہے اور اگر نہ اصیل کیے ہو اور اگر
اصیل نے ادا کیا تو رجوع کرتا اسی طرح نائب کا ادا کرنے سے رجوع کریگا دریافت کرنا چاہیے کہ یہاں حقیقت دور مراد نہیں بلکہ وہ عبارت ہے تو ثمرات کی الفسخ اور لا
یعنی جملہ فی الجہات لازم ہوا وان کفلا عن رجل بالف بالتعاقب بان کان علی رجل دین فکفل عنہ رجلان کل واحد منہما بجمیعہ منفردا ثم کفل کل عن
صاحبہ بامرہ بالجمیع وہذہ القیود خلاف الاولی اور اگر دو شخص ضامن ہوں ایک مرد کی جانب سے بطریق تعاقب اس طرح پر کہ ایک مرد پر دین تھا اسکے دو ضامن
ہوئے انمیں سے ہر شخص جمیع دین کا علیحدہ علیحدہ ضامن ہوا پھر دونوں کفیلوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اسکے امر سے سب دین کا اور ان قیود
ثلثہ مذکورہ سے یہ مسئلہ پہلے مسئلے سے جدا ہو گیا اور تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں شخص جانب اصیل سے جمیع دین کے ساتھ ہی ضامن ہوں پھر ہر شخص اپنے
ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا کیونکہ دونوں پر دین نصفا نصف منقسم ہوگا تو اصیل کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اور جمیع دین کی کفالت کی اسواسطے
قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا ضامن ہوگا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا اور اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر ہر شخص اصیل کے جمیع دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو پہلا مسئلہ ہو جائیگا فما اداہ احدہما رجع بنصفہ
علی شریکہ لکون الکل کفالۃ ہنا سو دونوں شخصوں میں سے جو شخص جتنا مال قلیل یا کثیر ادا کریگا اسکے نصف کو اپنے شریک سے پھیر لیگا کیونکہ یہاں بالکل کفالت
ہے جب بالکل کفالت ہوئی بلا شائبہ اصالت تو رجحان یہاں ثابت نہ ہوا بخلاف مسئلہ اولی کہ وہاں اصالت راجح ہے کفالت پر اور رجع ان شاء بالکل علی
الاصیل لانہ کفل بالکل بامرہ یا اگر چاہے اصیل سے سب مال سو دے پھیر لے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اصیل کے امر سے وان ابرأ الطالب
احدہما اخذ الطالب الکفیل الآخر بکلہ بحکم کفالۃ اور اگر طالب بری الذمہ کرے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ
کرے تمام دین کا بحکم اسکی کفالت کے اسلئے کہ چونکہ صورت مفروضہ یہ ہے کہ ہر واحد کل دین اصیل کا ضامن ہے پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے
پھر جب طالب نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع دین کی باقی ہے لہذا کل دین کا مطالبہ اس سے صحیح ہے ولو افترق
المفاوضان وعلیہما دین اخذ الغریم ایا شاء منہما بکل الدین لتضمنہا الکفالۃ کما مر اور اگر دو شریک مفاوض میں افتراق ہو
لیکے شرکت مفاوضہ باقی نہ رہے اور دونوں پر دین ہو تو صاحب دین انمیں سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور مطالبہ کرے
بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو لیکے ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوتا ہے چنانچہ کتاب الشرکۃ میں مذکور ہے جہاں ہم سے مذکور ہے
مذکور ہے کہ غریم وہ ہے جسکا دین ہو اور جسپر دین ہو کذا فی البحر اور اہل داین اور مدیون دونوں کو غریم کہتے ہیں ولا یرجع علی صاحبہ حتی یؤدی

اگر شریکین میں نصف لما مر اور رجوع نہیں اپنے ساتھی سے تا وقتیکہ اگر نصف سے زیادہ ادا نہ کرے چنانچہ مسئلہ اولی کی تعلیل میں مذکور ہو چکا کہ وہ اصیل ہے نصف میں
اور کفیل ہے نصف باقی میں تو جو ادا کریگا وہ اسکے دین میں شمار ہوگا بجہت اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت میں داخل ہوگا تو اسی قدر میں رجوع ہے
کاتب عبدیہ کتابۃ واحدۃ وکفل کل عن صاحبہ صح استحسانا اگر مولی نے مکاتب کیا اپنے دو غلاموں کو ایکبار کی کتابت سے یعنی یوں کہا مثلاً
کہ میں نے تم کو مکاتب کیا ایک ہزار درم پر ایکسال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق استحسان کے اور بطریق قیاس کفالت صحیح نہیں
کیونکہ کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیحدہ علیحدہ صحیح نہیں تو درصورت اجماع بطریق اولی صحیح نہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ تصرف انسان کا حتی الامکان
واجب التصحیح ہے اور شارع کی رضامندی عتق میں ثابت ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحینئذ فما ادی احدہما رجع علی صاحبہ بنصفہ لاستوائہما اور اسوقت میں
جبکہ کہ ایک مکاتب ادا کریگا اپنے ساتھی سے اسکا نصف مال پھر لیگا بسبب برابر ہونے دونوں کے یعنی اصالت اور کفالت میں ولو اعتق المولی احدہما و المسئلۃ
بحالہا صح واخذ ای شاء منہما بحصۃ من لم یعتقہ المعتق بالکفالۃ والآخر بالاصالۃ اور اگر مولی نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا اور مسئلہ بحالہ سابق ہے تو صحیح ہے اور
مواخذہ کرے مولی دونوں میں سے جس سے چاہے اس غلام کا حصہ جسکو اسنے آزاد نہیں کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام نا آزاد
سے بباعث اصالت کے فان اخذ المعتق رجع علی صاحبہ بالکفالۃ وان اخذ الآخر لا للاصالۃ پھر اگر مولی مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ
اپنے ساتھی سے پھر لیگا بسبب اسکی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ رجوع نہیں کر سکتا بسبب اپنی اصالت کے واذا کفل شخص عن
عبد مالا موصوفا بکونہ لم یظہر فی حق مولاہ بل فی حقہ بعد عتقہ کمال لزمہ باقرار او استقراض او استہلاک ودیعۃ فہو ای المال المذکور حال وان لم
یسمہ ای الحلول لحلولہ علی العبد وعدم مطالبتہ لعسرتہ والکفیل غیر معسر ویرجع بعد عتقہ لو بامرہ ولو کفل مؤجلا تاجل کما مر اور جبکہ ضامن ہوا ایک
شخص غلام کی طرف سے اس مال کا جسکا دین ہونا حق مولی میں ظاہر نہیں بلکہ غلام کے حق میں ظاہر ہے بعد اسکے آزاد ہونے کے چنانچہ وہ
مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے تو وہ یعنی مال مذکور حال ہے نہ مؤجل اگرچہ اسنے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حال ہونے
مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ مال غلام سے بسبب اسکی فقیری اور تنگدستی کے ہے اور کفیل اسکا فقیر اور تنگدست نہیں اور ضامن غلام سے مال مذکور پھر لیگا
اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت مؤجل کی ہو تو اس صورت میں مال مؤجل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہو چکا ادعی شخص رقبۃ
عبد فکفلہ رجل فمات العبد المکفول قبل تسلیمہ فبرہن المدعی انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ لجوازہا بالاعیان المضمونۃ کما مر دعوی کیا ایک شخص نے
غلام کی گردن کا سو اسکا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول مر گیا قبل اسکی تسلیم کے سو مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اسکا مملوک تھا تو ضامن ضمان دے
اسکی قیمت بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہیں اور یہی قابض پر واجب ہے اور
بعد ہلاک کے عین رد قیمت واجب ہے اسیطرح ضامن پر شہادت کی قید اسلئے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا عند التحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہو تو قیمت صرف
مدعی علیہ پر لازم ہوگی نہ کفیل پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی علی عبد مالا فکفل بنفسہ ای نفس العبد رجل فمات العبد بری الکفیل کما مر فی الحر اور اگر غلام پر
مال کا دعوی کیا سو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مر گیا تو ضامن بری الذمہ ہو گیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی میں مذکور ہو چکا یعنی اسواسطے کہ
مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہو جاتی ہے بسبب تعذر تسلیم کے ولو کفل عبد غیر مدیون مستغرق عن سیدہ بامرہ جاز لان الحق لہ اور اگر وہ غلام
جو مدیون مستغرق بالدین نہیں ضامن ہوا اپنے مولی کی طرف سے اسکے امر سے تو جائز ہے اسواسطے کہ حق ملکیت غلام مولی کے واسطے ثابت ہے ہم ظاہر اغلام میں [illegible]
کفالت نہیں کیونکہ اہل تبرع نہیں مانند صغیر کے مگر مولی کے امر سے اسکی عدم اہلیت تصرف زائل ہو گئی پھر جبکہ غلام مدیون نہوا تو اسکی مالیت میں مولی کا حق ہے لہذا مولی کا اذن
اسکے ضامن ہونے میں کافی ہو گیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہوگا تو اسکی کفالت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی فاذا عتق فاداہ او کفل سیدہ عنہ بامرہ فاداہ ولو بعد

عتقہ لم یرجع احدہما علی الآخر لانعقادہا غیر موجبۃ للرجوع لان کلا منہما لا یستوجب دینا علی الآخر فلا تنقلب موجبۃ لہ بعد ذلک پھر جبکہ غلام کفیل آزاد ہو گیا اُسنے مولی کا دین ادا کیا یا مولی غلام کا ضامن ہوا غلام کی طرف سے اُسکے امر سے پھر اُسکا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو تو رجوع کرے کوئی غلام اور مولی میں سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اسواسطے کہ ہر واحد غلام اور مولی سے مستوجب دین نہیں ہو سکتا تو اب کفالت منقلب بایجاب رجوع نہ ہوگی بعد اسکے یعنی بعد انعقاد غیر موجب کے کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امرہ فبلغہ فاجاز الکفالۃ لم تکن الکفالۃ موجبۃ للرجوع لما قلناہ چنانچہ اگر ضامن ہوا ایک مرد دوسرے مرد کی جانب سے پھر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہنچی سو اُسنے کفالت جائز رکھی تو یہ کفالۃ رجوع دین کی موجب نہوگی اس دلیل سے جسکا ہم کہہ چکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بایجاب رجوع نہیں ہوتا و فائدۃ کفالۃ المولی عن عبدہ وجوب مطالبتہ بایفاء الدین من سائر اموالہ اور علما نے کہا کہ مولی کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے غلام سے وجوب مطالبہ مولی پر ادائے دین کفالت کے واسطے اسکے باقی اموال سے یعنی غلام کے سوا اور جو کچھ مولی کا مملوک مال ہو اُس سے ادا دین غلام کرے نہ غلام کو بیچکر وفائدۃ کفالۃ العبد عن مولاہ تعلقہ ای الدین برقبتہ وہذا لم یذکرہ المصنف فتنافی شرحہ اور غلام کے ضامن ہونے کے فائدہ اپنے مولی کی جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اُسکی گردن سے اور یہ فائدہ کفالت مولی و کفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح میں بطور متن کے ثابت نہیں کیا یعنی بطور شرح اسکو داخل کیا ہے نہ بطور متن و اللہ اعلم و استغفر اللہ العظیم

کتاب الحوالہ

یہ کتاب ہے حوالہ کے احکام میں ہم مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہ ہے کہ دونوں عقد ہیں التزام ہے اُس دین کا جو اصیل پر ہے واسطے توثق اور اعتماد کے مگر یہ کہ حوالہ میں اصیل کی برأت کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد کے اور مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب پر لہذا حوالہ متاخر ہوا کفالت سے کذا فی الفتح ہی لغۃ النقل حوالہ لغت میں بمعنی نقل و زوال ہے وشرعا نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحتال علیہ اور اصطلاح شرع میں حوالہ عبارت ہے دین کے نقل کرنے سے محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف و ہل توجب البراءۃ من الدین الاصح نعم فتح اور کیا حوالہ براءت دین کا موجب ہے قول صحیح یہ ہے کہ ہاں یعنی محیل بری الذمہ ہو جاتا ہے اور یہی صحیح کذا فی الفتح ہم یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے اس دلیل سے کہ اگر محتال محیل کو دین ہبہ کرے یا بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہیں اور اگر دین اسکے ذمہ پر باقی رہتا تو ہبہ اور ابراء صحیح ہوتا کذا فی النہر المدیون محیل والدائن محتال ومحتال لہ ومحال ومحال لہ و حویل اور خامس و سہو حویل فتح مدیون محیل ہے یعنی حوالہ کرنے والا اور دائن یعنی جسکا دین ہے وہ محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور ان چار الفاظ پر پانچواں مزید لفظ حویل ہے کذا فی الفتح ومن قبلہا محتال علیہ ومحال علیہ فالفرق بالصلۃ وقد تحذف من الاول فالمال محال بہ اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو صاحب دین میں اور حوالہ قبول کرنے والے میں فرق بوسیلہ صلہ کے ہے یعنی دائن میں لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال لہ اور محال لہ اور قبول کرنے والے میں لفظ علیہ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ اور محال علیہ اور کبھی پہلے لفظ یعنی دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور مال محال بہ ہے ہم تقدیر محتال بصیغہ اسم فاعل مختول بکسر واو ہے اور محتال بصیغہ اسم مفعول مختول بفتح واو ہے اور لفظ لہ کے صلے کی محتال اسم فاعل کے ساتھ کچھ حاجت نہیں بلکہ محال علیہ کے ساتھ صلہ ہو تو وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو دونوں میں فرق بصلہ وعدم صلہ ہے کذا فی الفتح تصویر الفاظ مذکورہ بطریق تمثیل یوں ہے کہ مثلاً زید کے ہزار درم خالد پر قرض ہیں سو خالد نے اپنے قرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنی اپنا قرض اُسپر اُتارا اور اُس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت میں خالد محیل ہے اور زید محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور حویل ہے اور محمود محتال علیہ اور محال علیہ اور ہزار درم محال بہ فائدہ جلیلہ رکن حوالہ ایجاب و قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ و محتال سے ایجاب اس طرح کہ محیل کہے کہ میں نے تیرا حوالہ فلاں شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال علیہ اور محتال سے قبول اس طرح کہ ہر واحد کہے میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا مانند اسکے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے جسے بدائع میں کہا اسی طرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل میں عقل و بلوغ شرط ہے اور یہ شرط انعقاد ہے تو مجنون و نابالغ کا حوالہ منعقد ہے اور اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہیں

تو حوالہ صبی ماذون اور مجبور کا صحیح ہے اور رضا محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہیں تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال میں بھی عقل اور بلوغ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اور اگر محتال الیہ محیل سے زیادہ مالدار ہو اور صغیر شرط رضا ہے تو احتیال کردہ غیر صحیح ہے اور ہونا اسکا مجلس حوالہ میں شرط ہے تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور بنا جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہیں اور محتال علیہ میں عقل اور بلوغ شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہیں اگرچہ باذن ولی ہو اور گو اسکا ولی اسکو جائز رکھے اسلئے کہ امر رضا ہے اور صغیر اہل رضا نہیں اور ہونا محتال علیہ کا حاضر مجلس الایجاب اور یہ شرط انعقاد ہے اور محتال بہ میں یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہیں تو جسکی کفالت صحیح نہیں اسکا حوالہ بھی صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر والحوالۃ شرط لصحتھا رضی الکل بلا خلاف الا فی الاول فی المحیل فلا یشترط علی المختار شرنبلالیہ عن المواہب اور صحت حوالہ کیواسطے رضامندی سب کی بلا خلاف شرط ہے مگر اول یعنی محیل میں سو اسکی رضامندی بنا بر قول مختار شرط نہیں کذا فی الشرنبلالیہ عن المواہب ہم زیادات میں رضائے محیل شرط نہیں مگر قدوری میں شرط ہے رضامندی محتال کی اسواسطے شرط ہے کہ دین حق محتال کا ہے اور ذمہ لوگون کا اور اوس علیہ یعنی ثال بال میں متفاوت ہوتے ہیں تو اسکی رضامندی ضرور ہے کہ اسکا ضرر لازم نہ آوے محتال علیہ کی نارضامندی سے اور رضامندی محتال علیہ کی اسواسطے شرط ہوئی کہ اسپر دین کا ادا کرنا لازم ہوتا ہے اور لزوم دین نہیں ہوتا مگر اسکے التزام سے اگرچہ محتال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے میں متفاوت ہوتے ہیں کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور رضائے محیل اسواسطے شرط نہیں بقول مختار کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا تصرف ہے محتال علیہ کا اپنی ذات کے حق میں اور محیل کا اسمین کچھ ضرر نہیں بلکہ اسمین اسکا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اسپر رجوع نہیں کرسکتا جبکہ حوالہ بامر محیل نہو کذا فی النہر امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطل الغنی ظلم واذا احیل احدکم علی ملی فلیتبع یعنی مالدار کا ٹالنا اور ادا دین نکرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسیکو حوالہ کیا جاوے مالدار پر تو چاہیے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہ استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امر وجوب ہے اور حق ظاہر یہ ہے کہ امر اباحت کا ہے یعنی دلیل ہے جواز نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرعا کذا فی فتح القدیر قال ابن الکمال انما شرطہ القدوری للرجوع علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضائے محیل اسواسطے شرط کی ہے کہ اسپر رجوع درست ہو تو کچھ اختلاف نہیں روایت میں ہم یہ توفیق بین القولین ہے یعنی اشتراط رضا کا قول اسپر محمول ہے کہ محتال علیہ محیل پر رجوع نہیں کرسکتا مگر جبکہ حوالہ اسکی رضا سے ہو اور عدم اشتراط کا قول صحت حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہے لکن تتظہر الاکمل لان ابتداءہا ان من المحیل شرط ضرورۃ والا لا اور اکمل نے عنایہ میں قول ظاہر اسکو کہا ہے کہ ابتداء حوالہ اگر محیل کی طرف سے ہے تو رضائے محیل ضرور شرط ہے اور نہین تو شرط نہیں ہم یعنی اگر محیل کیجانب سے ہے تو احالہ ہے اور فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہیں اور یہ روایت قدوری کا محمل ہے اور اگر ابتدا اسکی محتال علیہ کی جانب سے ہے تو احتیال ہے کہ فقط رضائے محتال علیہ سے تمام ہوجاتا ہے بدون رضائے محیل اور یہ روایت زیادات کا محمل ہے انتہی خلاصۃ العنایۃ الحاصل کہ قدوری کے کلام میں معنی احالہ کے اور زیادات کے کلام میں معنی احتیال ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی والمراد بالرضی القبول فان قبولہما فی مجلس الایجاب شرط الانعقاد بحر عن البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا یعنی عدم رد بلا قبول مراد نہیں اسواسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس میں انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر عن البدائع ھم اور بعضے نسخے میں قبولہما ہے یعنی قبول محتال اور محتال علیہ شرط انعقاد ہے یہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر محتال علیہ غائب ہو مجلس سے پھر اسکو خبر پہونچے اور وہ جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہوگا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر لکن فی الدرر وغیرہا الشرط قبول المحتال او نائبہ ورضی الباقین لا حضورہما وافترہ المصنف لکن درر وغیرہا میں محتال یا اسکے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی شخصون کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا محیل اور محتال علیہ کا اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ہم بزازیہ اور خانیہ میں بھی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کے روایات کو ابو یوسف کے قول پر محمول کیجیے تو منافات باقی نہیں رہتی لیکن مذکور ہوچکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی وتصح فی الدین المعلوم لا فی العین زاد فی الجوہرۃ ولا فی الحقوق انتہی اور حوالہ صحیح ہے دین معلوم غیر مجہول میں نہ عین میں جوہرہ میں زیادہ کیا اور نہ حوالہ صحیح ہے حقوق میں انتہی ہم عین میں اسواسطے حوالہ صحیح نہیں کہ وہ ثابت فی الذمہ نہیں تو اسکا نقل کرنا

ایک فی صد سے دوسرے ذمہ کی طرف نہیں ہو سکتا اور یہ بدلالت صحت حوالہ مطلقہ میں ہے اور حوالہ مقیدہ میں تو حوالہ عین کا صحیح ہے کافی میں ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ
وہ ہے کہ محال علیہ پر محیل کا دین ہو یا اسکے پاس عین ہو محیل کا بطریق غصب یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ محیل حوالہ کو مقید بدین یا عین نہ کرے چنانچہ
اس شخص پر یہ حوالہ کرے کہ جسپر اسکا دین نہ ہو یا اسکے پاس محیل کا عین ہو کذا فی الطحطاوی وبہ عرفت ان حوالۃ الغازی بحقہ من غنیمۃ محرزۃ لا تصح اور جوہرہ کی رو
معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا غنیمت محرزہ سے صحیح نہیں ہے تو غنیمت غیر محرزہ سے بطریق اولی حوالہ جائز نہوگا وکذا حوالۃ المستحق بمعاومتہ فی الوقف علی الناظر
اور اسیطرح حوالہ مستحق کا ناظر پر اپنے وظیفہ معاوضہ کا وقف صحیح نہیں کذا فی النہر ثم قال بعد ورقتین وہذا فی الحوالۃ المطلقۃ ظاہر واما المقیدۃ ففی البحر ان المال فی ید الناظر
فینبغی ان یصح کالاحالۃ علی المودع والا لا لانہا مطالبۃ انتہی ومقتضاہ صحتہا بحق الغنیمۃ وعندی فیہ تردد پھر صاحب نہر نے دو ورق کے بعد کہا اور یہ یعنی عدم صحت
حوالہ وقف حوالہ مطلقہ میں ظاہر ہے یعنی اسواسطے کہ حوالہ شخص بدون دین ہے اور اگر حوالہ مقیدہ ہے تو بحر الرائق میں ہے کہ اگر مال ناظر کے پاس ہے تو لائق یوں ہے کہ
حوالہ صحیح ہو چنانچہ حوالہ کرنا ودیعت رکھنے والے پر صحیح ہے اور اگر مال ناظر کے پاس نہیں تو حوالہ صحیح نہیں کیونکہ وہ مطالبہ ہے اور مطالبہ ناظر پر نہیں ہوتا انتہی
کہا اور مقتضا اسکا بحث صاحب بحر صحت حوالہ ہے حق غنیمت اور میرے نزدیک اسمیں تردد ہے طحطاوی نے کہا کہ مؤید صحت ثبوت ارث ہے یعنی غنیمت محرزہ میں
غازی کے ورثہ اسکا حصہ بطور ارث پاتے ہیں تو مالک اسکی غنیمت میں مشارک ہو گئی تو اب غنیمت ودیعت کے مانند ہوئی صحت حوالہ میں ویبرأ المحیل من الدین
والمطالبۃ جمیعا بالقبول من المحتال للحوالۃ اور بری الذمہ ہو جاتا ہے محیل دین اور مطالبہ سے بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو لیکن قبول ذمہ براءت موقت
بعدم ہلاک ہے اور نتیجہ براءت کا یہ ہے کہ اگر محیل مر جائے تو محتال اپنا دین اسکے ترکہ سے نہیں لے سکتا لیکن محیل کے ورثہ اسکے ترکہ سے کفیل لیں
کہ مبادا اسکا حق ضائع ہو کذا فی شرح المجمع اور جیسے قبول محتال شرط براءت ہے اسیطرح قبول محتال علیہ بھی شرط ہے کذا فی البحر فلا یرجع المحتال علی المحیل الا بالتوی
بالقصر وبعد ہلاک المال لان براءتہ مقیدۃ بسلامۃ حقہ تو محتال رجوع نکریگا محیل پر مگر مال کی ہلاکی سے اسواسطے کہ محیل کی براءت بسلامتی حق محتال مقید ہے توی بالقصر
مقصور عبارت ہے ہلاک ہونے مال سے اور بعضوں نے اسکو بالمد ممدود بھی کہا ہے توی بروزن حصی لغت میں بمعنی ہلاک مال ہے اور اسکا معنی اصطلاحی کو مصنف
آگے ذکر کریگا جب براءت مقید بسلامت حق محتال ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ براءت استیفا ہے نہ براءت اسقاط پھر جب استیفا سے حق متعذر ہوا تو رجوع اصل دین پر ہوا
وقیدہ فی البحر بان لا یکون المحیل ہو المحتال علیہ ثانیا رجوع در صورت ہلاک کو بحر الرائق میں اسطرح مقید کیا ہے کہ محیل ہی محتال علیہ نہوا ہو دوسری بار صاحب بحر نے کہا کہ
اسواسطے لگائی کہ ذخیرہ میں ہے کہ ایک نے اپنے دائن کا حوالہ کیا دوسرے پر پھر محتال علیہ نے اسکا حوالہ اسپر جسپر اصل دین ہے کیا تو محتال علیہ اول بری ہو گیا پھر اگر مال ہلاک
ہو گیا تو محتال علیہ اول پر عود نہ کریگا انتہی ایضاح اسکا یوں ہے کہ حامد محمود کا مدیون ہے سو حامد نے دین کا حوالہ کیا زید پر پھر زید نے حامد پر حوالہ کیا تو در صورت ہلاک حامد پر دین کا اعادہ
زید پر نہوگا کیونکہ زید بری ہو گیا حوالہ ثانیہ سے وہو باحد امرین ان یجحد المحال علیہ الحوالۃ ویحلف ولا بینۃ لہ ای المحتال والمحیل او یموت المحال علیہ مفلسا
بغیر عین ودین وکفیل وقالا بہما وبان فلسہ الحاکم اور وہ یعنی ہلاکی احد الامرین سے ہوتی ہے یہ کہ محال علیہ عقد حوالہ کا انکار کرے اور قسم کھائے اور محتال اور محیل کے پاس گواہ
شہادت نہو یا محال علیہ مفلس مر جائے بدون عین اور دین اور بلا کفیل اور صاحبین نے کہا ہلاکی ثابت ہوتی ہے دونوں امر مذکور سے اور اسطرح سے کہ محال علیہ کو
حاکم مفلس ٹھہرا دے ولو اختلفا فیہ ای فی موتہ مفلسا وکذا فی موتہ قبل الاداء او بعدہ فالقول للمحتال مع یمینہ علی العلم لتمسکہ بالاصل وہو العسرۃ زیلعی
وقیل القول للمحیل بیمینہ فتح اور اگر اختلاف کیا محیل و محتال نے اسمیں یعنی محال علیہ کے مفلس ہو کر مر جانے میں اور اسیطرح اسکی موت کے اختلاف میں قبل ادا
دین اور بعد ادا کے تو محتال کا قول معتبر ہے اسکی قسم کے ساتھ علم پر یعنی نفی علم پر بسبب متمسک ہونے محتال کے اصل سے اور وہ عسرت اور تنگدستی ہے کذا فی
الزیلعی اور بعضوں کے نزدیک محیل کا قول معتبر ہے اسکی قسم کے ساتھ صورت اسکی یہ ہے کہ محتال نے کہا کہ محال علیہ مفلس بلا ترکہ مر گیا اور محیل نے کہا کہ ترکہ چھوڑ کر مرا
تو محتال کا قول معتبر ہے اسی طرح قسم کھا کر کہ واللہ مجکو اسکا مالدار ہونا معلوم نہیں اور موت قبل ادا کا مسئلہ اگرچہ صحیح ہے مگر بالتمام یہاں علی العلم صحیح نہیں کیونکہ

اس میں قسم یقین ہے نہ علم پس اور اعتبار قول محیل کی یہ وجہ ہے کہ وہ عود دین کا منکر ہے طالب المحتال علیه المحیل بما احتال به مدعیا قضاءه دینه بامره فقال المحیل
انما احلت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قوله بل ضمن المحیل مثل الدین للمحتال علیه لانکاره مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے اس دین کے مثل کا جسکا
محیل نے حوالہ کیا تھا مطالبہ کیا یوں مدعی ہو کر کہ اسکا دین ادا کیا اسکے امر سے پس محیل نے کہا کہ میں نے تو اسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تھا تیرے اوپر تو اسکا
قول مقبول نہ ہوگا بلکہ محیل ضامن دین کا ضامن ہوگا محتال علیہ کو بسبب منکر ہونے محتال علیہ کے ہم یعنی محیل مدعی دین ہے اور محتال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر
کوئی شبہ کرے کہ جب محتال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل کا مدیون تھا اسکا جواب شارح نے دیا ہے اپنے قول میں ولا یکون قبوله الحوالة اقرارا بالدین لجوازها بدونه
اور حوالہ قبول کرنا دین کا اقرار نہیں ہے بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین کے بھی وان قال المحیل للمحتال احلتک علی فلان بمثنی وکالة لتقبضه لی فقال المحتال
بل احلتنی بدین لی علیک فالقول للمحیل لانه منکر ولفظ الحوالة تستعمل فی الوکالة اور اگر محیل نے محتال سے کہا کہ میں نے تیرا حوالہ کیا فلاں پر یعنی تجھکو وکیل کیا تا کہ
دین میرے واسطے قبض کرے سو محتال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھ پر ثابت ہے تو محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محتال مدعی دین ہے اور وہ دین کا
منکر ہے اور لفظ حوالہ وکالت میں مستعمل ہے لیکن باعتبار مجاز ہے اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ یعنی وکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اسکا جواب یہ ہے کہ وکالت
محتملات لفظ سے ہے اسواسطے کہ حوالہ وکالت میں مستعمل ہوتا ہے مجازا کیونکہ وکالت میں نقل تصرف ہے موکل سے طرف وکیل کے تو اسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی تصدیق
ہوگی اس مراد میں لیکن قسم کے ساتھ کیونکہ اسمیں کچھ مخالفت ہے ظاہر کی کذا فی الطحطاوی احال بما له عند زید حال کونه ودیعة بان اودع رجلا الفا ثم احال بها
غریمه صحت حوالہ کیا محیل نے اپنے اس مال کا جو زید کے پاس ہے دراں حالیکہ وہ ودیعت ہے اس طرح پر کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار پھر انکا حوالہ کیا اپنے دائن کو
تو حوالہ صحیح ہے ہم ودیعت سے امانت مراد ہے تو عاریت اسمیں داخل ہوگی اور وہ عین مستاجر ہے جسکی مدت اجارہ منقضی ہو گئی فان هلکت الودیعة بری المودع
وعاد الدین علی المحیل لان الحوالة مقیدة بها بخلاف المقیدة بالمغصوب فانه لا یبرأ لان مثله یخلفه پھر اگر ودیعت ہلاک ہو تو ودیعت دار بری الذمہ ہو جائیگا حوالہ سے اور دین عود
کریگا محیل پر اسواسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کے وجود سے بخلاف اس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہے اسواسطے کہ ہلاک مغصوب سے محتال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہیں ہوتا
حوالہ سے کیونکہ مثل یعنی بدل مغصوب اسکے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغصوب بلا بدل ہلاک ہو اسطرح پر کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو شہادت
سے تو مغصوب ودیعت کے مانند ہوگا برابر ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح العینی وتصح ایضا بدین خاص فصارت الحوالة المقیدة ثلثة اقسام اور حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص
سے بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہو گیا ہم یعنی ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص تقیید بدین خاص اسطرح پر کہ حوالہ کو قرض
یا مانند اسکے اور کسی دین کے ساتھ مقید کرے وحکمها ان لا یملک المحیل مطالبة المحتال علیه ولا المحتال علیه دفعها للمحیل مع ان المحتال اسوة لغرماء المحیل بعد موته
اور حوالہ مقیدہ کا حکم یہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں اور نہ محتال علیہ محیل کو اسکے دینے کا مالک ہے باوجودیکہ محتال محیل کے دین داروں کے ساتھ
برابر ہے اسکی موت کے بعد ہم یعنی اگر محیل مر گیا قبل قبض کرنے محتال کے تو عین یا دین محال محیل کے سب اربابِ دیون میں حصوں کے موافق منقسم ہوگا کیونکہ وہ محیل کا
مال ہے کہ اسپر کسی کا قبض ثابت نہیں کیونکہ محتال کا بھی وہ مملوک نہیں ہوا بسبب عدم قبض کے کذا فی الطحطاوی بخلاف الحوالة المطلقة کما بسطه خسرو وغیره بخلاف
حوالہ مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ میں یعنی محیل محتال علیہ سے عین یا دین کا
مطالبہ کر سکتا ہے اور محتال علیہ محیل کو دے سکتا ہے اور محتال علیہ محیل سے رجوع کر سکتا ہے بعد ادا کے اگر حوالہ اسکی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ
حوالہ مطلقہ یہ ہے کہ محیل طالب سے کہے کہ میں نے تیرا حوالہ کیا اس مرد پر اور یہ نہ کہا کہ محتال علیہ اس مال سے ادا کرے جو میرا اسپر ہے تو اگر اسطرح حوالہ کرے اور محیل کا محتال علیہ کے
پاس مغصوب یا ودیعت یا دین ہو تو محیل اسکو طلب کر سکتا ہے کیونکہ اس عین اور دین سے محتال کا حق متعلق نہیں ہوا ہے کہ حوالہ اس سے مطلق واقع ہوا ہے بلکہ حق محتال کا محتال علیہ
کے ذمہ ہے اور ذمہ میں کشادگی ہے یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو محیل محتال علیہ سے اپنا دین یا عین لیگا اور حوالہ باطل نہ ہوگا اور منجملہ حوالہ مطلقہ یہ بھی ہے کہ اسپر اگر کرے جسپر

متحیل کا دین ہو نہ اسکے پاس اسکا عین ہو ولو باع الشی بشرط ان یحیل علیہ المشتری بالثمن غریما لہ او للبائع بطل البیع ولو باع بشرط ان یحتال بالثمن صح لانہ شرط
ملائم کشرط الجودۃ بخلاف الاول بائع نے بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دیندار کو تو بیع باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ
قبول کریگا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ یہ مثال شرط ملائم عقد ہے مانند شرط کرنے جودت ثمن کے بخلاف اول کے ہم وجہ بطلان بیع یہ ہے کہ اس شرط کو عقد بیع مقتضی نہیں اور
اسمین بائع کا فائدہ ہے پھر جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہوگیا بخلاف مسئلہ ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہے کیونکہ وہ تاکید عقد کی موجب ہے اسواسطے کہ حوالہ عادت
مین اکثر اس شخص پر ہوتا ہے جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہ جودت ثمن کی شرط کے مانند ہوئی کذا فی الدرر وادی المال فی الحوالۃ الفاسدۃ فھو بالخیار ان شاء
رجع علی المحتال القابض وان شاء رجع علی المحیل کذا فی کل موضع ورد الاستحقاق برازیہ محتال علیہ نے مال ادا کیا حوالہ فاسدہ مین تو اسکو اختیار ہے چاہے اپنا مال محتال
قابض سے پھیر لے اور چاہے محیل سے پھیر لے اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک مکان مین جہان استحقاق وارد ہو کذا فی البزازیہ ہم استحقاق وارد ہونیکی مثال علیہ کا استحقاق
ثابت ہو جیسا کہ بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص پر کہ پھر مبیع مستحق غیر ثابت ہوئی بعد ادا کرنے کے تو محتال علیہ کو اختیار ہے چاہے بائع سے چاہے قابض
یا مال پھیر لے ذیما من صور فساد الحوالۃ شرط فیھا الاعطاء من ثمن دار المحیل مثلا لعجزہ عن الوفاء بالملتزم لم یجبر علی البیع ولو قبلہا المحتال علیہ بشرط الاعطاء
من ثمن دارہ ولکن الامہ یجبر علی البیع لو باع بشرط الاداء اور یہ جائز ہے کہ یہ فساد حوالہ کی صورتون مین سے وہ صورت ہے جسمین مثلا محتال نے کہا دینا ثمن دار
محیل سے شرط ہو بسبب عاجز ہونے محتال علیہ کے اسکے دینے سے جیسا التزام کیا ان اگر محیل بیچے گھر بیچنا جائز ہے کہ حوالہ جائز ہوگا چنانچہ معلوم ہے جائز ہوا اگر
حوالہ کو محتال علیہ قبول کرے بشرطیکہ محیل اپنے گھر کے ثمن سے عطا کرے لیکن محتال علیہ پر زبردستی نہ ہوگی بیچ پر اور اگر بیچ کریگا تو اس محتال پر زبردستی ہوگی
ہم اگر محیل نے اپنے گھر کی بیع کا امر کیا محتال علیہ کو تو اب الحوالہ جائز ہوگا کیونکہ اب اگرچہ بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اسکے بیچ ڈالنے پر زبردستی نہ ہوگی کیونکہ ادا
واجب نہین قبل بیع کے ہان اگر بیچ کریگا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی الطحطاوی بانہما ولا یصح تاجیل عقدہا فلو قال ضمنت بما لک علی فلان
علی ان احیلک بہ علی فلان الی شہر لم یصح التاجیل اسمہ الدین لانہ لا یصح تاجیل عقد الحوالۃ کذا عن البحر عن المحیط اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں ہے تو
اگر ایک شخص نے کہا کہ مین ضامن ہوا تیرے اس مال کا جو فلانے شخص پر ہے اس شرط سے کہ مین تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کرونگا ایک مہینے کے تو تاجیل صحیح نہ ہوگی
منعقد ہوگی یعنی ضامن ہے اور دین بعد ایک مہینے کے لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں کذا فی البحر عن المحیط وکرہت السفتجۃ بضم السین وتفتح وفتح
التاء اوبکرہ ہی سفتجہ بضم سین و سکون فا و فتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہے ہم سفتجہ معرب ہے سفتہ کا جسکے معنی ہیں محکم چیز کہ اس قرض مین خطر طریق سے محکمی و مضبوطی
حاصل ہوگی لہذا اسکا نام سفتجہ ہوا وہی اقراض لسقوط خطر الطریق اور سفتجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہے خطر راہ کے ساقط ہو جانے کے واسطے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ اپنا
مال دے کسی شہر مین ایک تاجر یا مہاجن کو بطریق قرض تا کہ وہ اسکے دوست یا وکیل کو مثلا دوسرے شہر مین دے تا اس طریق سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو
اس قرض سے فائدہ حاصل ہوا یعنی خطر راہ کا ساقط ہوگیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو حارث بن اسامہ کی مسند مین علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل قرض جر نفعا فھو ربوا یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے کہ اسکی سند مین سوار بن مصعب ہے جسکو عبد الحق نے متروک کہا اور ابن
عدی نے کامل مین جابر بن سمرہ سے روایت کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السفتجۃ حرام یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسی ضعیف ہے کہ اسکی بخاری اور
نسائی اور ابن معین نے تضعیف کی ہے اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات مین ذکر کیا اور اس باب مین احسن روایت جو صحابہ اور اسلاف سے منقول ہے وہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ کے
مصنف مین خالد الاحمر بن حجاج عطا سے منقول ہے کانوا یکرہون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے ہین ہر ایک اس قرض کو جو منفعت کھینچ لاوے کذا فی الفتح لحنا
حموی نے کہا اور دوسری وجہ کراہت یہ ہے کہ یہ تملیک دراہم ہے بعوض دراہم کے پھر جب یہ شرط ہوئی کہ دوسرے شہر مین دے تو یہ بحکم تاجیل ہے اور تاجیل اعیان مین صحیح نہیں
فکانہ احال الخطر المتوقع علی المستقرض فکان فی معنی الحوالۃ گویا مستقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو یہ بمعنی حوالہ ہوگیا ہم شارح نے یہ وجہ مناسبت سفتجہ کی

کتاب الحوالہ کو ساتھ بیان کی باتباع امام کرخی فتح القدیر اور نہر الفائق میں وجہ مناسبت یوں مذکور ہے کہ سفتجہ معاملہ فی الدیون ہے مانند کفالت اور حوالہ کے طحطاوی نے
علامہ مدانی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ ہے اس جہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہے تاجر کو پھر مستقرض حوالہ کرتا ہے اس مال کا جو مستقرض پر ہے اپنے دوست یا دوست کے واسطے جو دوسرے
شہر میں ہو قالوا اذا لم تکن المنفعۃ مشروطۃ ولا متعارفۃ فلا باس بہ اور فقہا نے کہا کہ جب ہنڈوی میں منفعت مذکورہ مشروط اور متعارف نہو تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں
ہم ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ یہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک قول یہ ہے کہ کراہت اس فعل کی مطلقاً ہے چنانچہ اس متن میں اور کنز کے متن کے
اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شارح زیلعی نے کہا کہ بنا کراہت جر نفع ہے خواہ مشروط ہو یا نہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب منفعت مشروط نہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اسی قول کو
جزم کیا ہے فتوی صغری میں اور واقعات حسامیہ اور کفالہ شہیدیہ میں اور بزازیہ کے باب الصرف میں بھی اسی کو ذکر کیا ہے کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح حموی میں واقعات
[illegible] کی صورت اسطرح مذکور ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا اس شرط پر کہ مستقرض اسکو لکھدے فلانے شہر کی طرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور
مستقرض نے لکھدیا تو جائز ہے فتح القدیر اور نہر الفائق میں ہے کہ فقہا نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اسوقت حلال ہے جبکہ اسکا عرف شہر کے رہنے والوں میں رواج اور
عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہے کہ یہ فعل اسواسطے ہوتا ہے یعنی یہ اقراض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہیں انتہی طحطاوی کا خلاصہ یہ ہے کہ عدم شرط
کے قول پر حلت ہونے کا محل وہ ہے جبکہ اسکا رواج نہو اسواسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہے انتہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کافی النہر والبحر عن صرف البزازیۃ ولو ان
المستقرض وہب منہ الزائد لم یجز لانہ مشاع یحتمل القسمۃ نہر اور بحر میں بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہے اور اگر مستقرض ان میں سے زائد کو ہبہ کر دے تو جائز
نہیں کیونکہ وہ مشاع ہے محتمل القسمۃ ہم شارح نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یوں ہے کہ مدیون کے ہبہ قبول کرنے اور اسکی دعوت قبول
کرنے میں بلا شرط کچھ مضائقہ نہیں اور اسی طرح اگر عمدہ تر ادا کرے مقروض سے تو حلال ہے بلا شرط اور اگر ناقص تر یا وزن میں راجح تر ادا کرے اگر وہ
کثیر ہے تو جائز نہیں اور اگر قلیل ہے تو جائز ہے اور جو تفاوت موازین میں داخل نہو اور میں الکیلین جاری نہو تو وہ اسکو لینے والے کو مسلم نہیں بلکہ اسکو پھیر دے
اور ایک درہم کو سو درم میں بالاتفاق پھیر دے اور نصف درم میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ کثیر ہے اور بعضوں نے کہا قلیل ہے اور اگر مستقرض ان میں سے زائد کو ہبہ
کرے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع محتمل القسمۃ ہے انتہی اور اسکو تامل کر کہ اگر نصف دینار قرض لے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کر دے تو وہ ایسا مشاع ہے جو
محتمل القسمۃ نہیں پھر میں نے عارف سنان افندی کی تبیین المحارم میں دیکھا کہ اول تو انھوں نے قاضی خان سے بزازیہ کے مانند نقل کیا پھر یہ کہا کہ جسمیں احتمال قسمت نہو
تو جائز ہے یعنی ہبہ مشاع کذا فی الطحطاوی ولو توکل المحیل عن المحتال بالقبض من المحتال علیہ لم یصح اور اگر وکیل ہو محیل محتال کی طرف سے دین کے قبض کرنے کا تو صحیح نہیں ہم
اسواسطے صحیح نہیں کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہے تا ابراء ہو یہ بعد حوالہ کرے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بعض نسخے میں بجائے عن المحتال علی المحتال ہے تو وہاں علی بمعنی عن ہے ولو شرط
المحتال الضمان علی المحیل صح ویطالب ایا شاء لان الحوالۃ بشرط عدم براءۃ المحیل کفالۃ خانیہ اور اگر محتال محیل پر تاوان شرط کرے تو صحیح ہے اور مطالبہ کرے جس سے چاہے خواہ
محیل سے خواہ محال علیہ سے اسواسطے کہ حوالہ بشرط عدم براءت محیل کفالت ہے کذا فی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط براءت اصیل حوالہ ہے کذا فی العالمگیریہ وفیہا عن الثانی لو غاب
المحال علیہ فجاء المحال وادعی جحودہ المال لم یصدق وان برہن لان المشہود علیہ غائب فلو حاضرا وجحد الحوالۃ ولا بینۃ کان القول لہ وجعل جحودہ فسخا اور خانیہ میں
ابویوسف سے مروی ہے کہ اگر محال علیہ غائب ہو پھر محتال آوے اور اسکے انکار مال کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق نہوگی اگرچہ اس دعوی کو بشہادت ثابت کرے
اسلئے کہ مشہود علیہ یعنی محال علیہ غائب ہے سو اگر محال علیہ حاضر ہو اور وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہوں عقد حوالہ کے تو محتال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکا انکار
فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا ہم تو اس صورت میں محیل پر دین عود کریگا کیونکہ براءت محیل مشروط باستیفاء محتال ہے اور یہ مسئلہ ہلاکت دین کا ہے جو سابق میں مذکور ہو چکا
فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الاب او الوصی اذا احتال بمال الیتیم فان کان خیرا للیتیم بان کان الثانی املأ صح سراجیہ والا لم یجز کما فی منظومۃ الجوہرۃ قلت ومفادہا
عدم الجواز لو تساویا او تقاربا وبہ جزم فی الخانیۃ والوجہ لہ لانہ حینئذ اشتغال بما لا یفید والعقود انما شرعت للفائدۃ انتہی باپ یا وصی جب کہ مال یتیم کا حوالہ

قبول کرے تو اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو اسطرح پر کہ دوسرا شخص یعنی محال علیہ زیادہ تر مالدار ہو تو صحیح ہے کذا فی الاسعافیہ اور اگر زیادہ تر مالدار نہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں چنانچہ جوہرہ کی کتاب المضاربۃ میں ہے میں کہتا ہوں کہ مفاد اشتراط خیریت عدم جواز حوالہ ہے اگر دونوں شخص محیل اور محال علیہ مساوی ہوں مالداری اور ادا کرنے میں یا دونوں متقارب ہوں اور اسکا یقین کیا ہے خانیہ میں اور دلیل بھی اسی کی مقتضی ہے اسواسطے کہ در صورت تساوی یا تقارب حوالہ قبول کرنا اس چیز کا انتقال ہے جو مفید نہیں اور شہرت عقود نہیں مگر فائدہ کے واسطے واللہ تعالیٰ اعلم مدیون کا دائن کا حوالہ کیا اور محتال علیہ شہر سے سطرح غائب ہو گیا کہ اسکا مکان معلوم نہیں جسبات کی عسرت اور عاجزی محتال نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے پھیر لے تو اسکو رجوع بالدین محیل پر جائز نہیں جب تک محتال علیہ کی موت ثابت نہ کرے کذا فی الطحطاوی عن البحر واللہ سبحانہ اعلم

کتاب القضاء

یہ کتاب ہے مسائل قضا یعنی جھگڑا فیصل کرنے میں لما کان اکثر المنازعات تقع فی الدیون والبیاعات عقبہا بما یقبلہا ظاہر کہ اکثر جھگڑے دیون اور بیاعات میں واقع ہوتے ہیں تو مصنف دیون اور بیاعات کے متعاقب اسکو لایا جو انکی قاطع اور رافع ہے یعنی قضا کہ رافع منازعات دیون اور بیاعات ہے قوله مراد وہ دیون ہیں جن کا اور حوالہ واقع ہوتا ہے وبالمد یقصر لغۃ الحکم قضا بالف ممدودہ ہے اور بالف مقصورہ بھی آیا ہے لغت میں بمعنی حکم ہے ہر چند قضا لغت میں بمعنی حکم و فراغ و بلاک و ادا و انہا و صنع و تقدیر مستعمل ہے کذا فی البحر لیکن شارح نے فقط حکم پر اقتصار کیا تا معنی لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت ظاہر ہو جائے و شرعا فصل الخصومات و قطع المنازعات اور اصطلاح شرع میں قضا عبارت ہے فیصل کرنے خصومات اور قطع کرنے منازعات سے یعنی وہ فیصلہ جو خصومات میں واقع ہو اسطرح کہ حقدار کا حق بیان ہو اور بری کا شرع اور الزام ثابت ہو تو فیصل راجع بمعنی قطع ہو تا تعریف میں عطف تفسیری ہوا اور بہتر یہ تھا کہ مصنف علی وجہ خصوص کی قید زیادہ کرتا تا صلح اور تحکیم فصل خصومات تعریف سے نکل جائے کذا فی الطحطاوی و قیل غیر ذلک کما بسط فی المطولات اور بعض نے قضا کی تعریف اسکے سوا اور طرح سے کی ہے چنانچہ کتب مطولات میں مذکور ہے اور بدائع میں تعریف یوں مذکور ہے کہ قضا عبارت ہے حکم بین الناس بالحق سے جسکا حکم حادثہ میں ثابت ہو خواہ حکم قطعی ہو یا اجتہادی یعنی ظاہر سنت متواترہ یا مشہورہ یا اجماع سے خواہ حکم ظاہر ہو اسطرح پر کہ دلیل قائم ہو ... کتاب اور سنت اور قیاس صحیح اور قیاس ان مسائل اجتہادیہ میں کہ جسمیں اختلاف فقہا ہو یا جنمیں سلف سے روایت نہیں تو اگر قاضی حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہو تو وہ جائز نہیں کیونکہ وہ حکم باطل یقین ہے اور اسیطرح جو مسائل اختلافی میں وہ حکم کرے جو اقاویل فقہا سے خارج ہو تو جائز نہیں کیونکہ ... اور نیز دلیل کو مجتہد قاضی کہ حق میں ... یعنی ... تو یہ واجب ہے کہ اپنے مذہب کے معتمد قول پر حکم کرے تو وہ ... خلاف ... حکم کرے اور اگر غیر مذہب کے موافق حکم کریگا جان کر تو اسکا حکم جاری نہو گا اور اگر نادانستہ حکم کرے تو اسکو ابطال حکم مناسب ہے اور بعضی روایات میں اسکی قضا امام اعظم کے نزدیک جائز ہے بخلاف صاحبین کذا فی الطحطاوی عن البحر وارکانہ ستۃ علی ما نظمہ ابن الغرس بقولہ اطراف کل قضیۃ حکمیۃ ست یلوح لدیہا التحقیق حکم و محکوم بہ و لہ و محکوم علیہ و حاکم و طریق اور ارکان قضا کے چھ ہیں چنانچہ ابن الغرس نے اپنے اس قول میں نظم کیا ہے یعنی اطراف ہر قضیہ حکمیہ کے چھ ہیں جنکے شمار کرلینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہے حکم اور محکوم بہ اور محکوم لہ محکوم علیہ اور حاکم اور طریق ختم ابن الغرس ... اطراف سے مراد ارکان ہیں اور قضیہ عبارت ہے ... عرف میں مقدمہ کہتے ہیں حکم دو قسم ہے قولی اور فعلی حکم قولی یہ کہ قاضی کہے کہ میں نے تجھ پر حکم کیا یا لازم کیا یا تجھ پر قضا میں نے جاری کی یا ... ظاہر یا صحیح ہو گیا یا میں جان گیا اور حکم فعلی اسطرح کہ قاضی نے مثلاً یتیم کا مال ... کیا یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں کیونکہ قاضی کی بیع حکم ہے اسکا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہیں ہو سکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اسکی شرط یہ ہے کہ معلوم ہوا اور محکوم لہ یعنی مدعی اسکی شرط یہ ہے کہ دعوی اسکا صحیح ہو اور ... جسکی شہادت قاضی کے واسطے مقبول ہو اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ میں یہ شرط ہے کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور حاکم یعنی قاضی کی نو شرطیں ہیں اول عقل دوم بلوغ سوم اسلام چہارم حریت پنجم سمع ششم بصر ہفتم نطق ہشتم ... نہم ... مقرر ہونا فقط دعوی کی سماعت کے واسطے

اور مراد ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہیں بلکہ شرط اولویت ہے یا اقرار بالکل ہے کذا فی الطحطاوی القضاء واہلہ اہل الشہادۃ ای اداۓہا علی المسلمین کذا فی الحواشی السعدیۃ اور

لائق قضا کے وہ ہے جو گواہی کے لائق ہو یعنی جو ادا شہادت علی المسلمین کے لائق ہے کذا فی الحواشی السعدیۃ ہم او شہادت کی قید سے تحمل شہادت خارج ہوگیا کیونکہ تحمل شہادت

رقیت اور کفر کی حالت میں صحیح ہے ادا سے شہادت اور مراد ادا ہے کہ قضا اور شہادت دونوں کا صحیح ادا ہونا ہے کی طرف ہو یعنی مسلم بالغ عاقل عادل ہونا اور عادل تو ادا ہونا شرط نہ ہو

فی القضاء نہ ہو اگو نگا ہونا اور چونکہ اوصاف شہادت زیادہ تر مشہور تھے اور صفات قضا سے ابتدا اوصاف قضا کو اوصاف شہادت سے بیان کردیا اور اطروش یعنی جو شور کی آواز

سنے تو قول اصح یہ ہے کہ اسکا قاضی ہونا جائز ہے کذا فی النہر و رد علیہ انکار قید بقولہ القضاء لیحکم بین اہل الذمۃ ہو کذا التامی فی التحکیم اور کلیۃ مذکورہ سے یعنی

جو اہل شہادت علی المسلمین ہے وہ قضا کا اہل ہے یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہے تاکہ ذمیوں میں حکم کرے چنانچہ زیلعی نے باب التحکیم میں ذکر کیا ہے

ھم فلا اعتراض یعنی کافر باوجودیکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہیں رکھتا اگر اسکا قاضی ہونا ذمیوں میں صحیح ہو تو قاعدہ مذکورہ صادق نہ رہا یہ اعتراض ہے صاحب بحر کا جواب

اعتراض یہ ہے کہ یہ قاضی خاص کی تعریف ہے یعنی قاضی مسلم کی اور یہ خود ظاہر ہے کہ شاہد علی المسلم شاہد علی الذمی ہوتا ہے تو ذمی پر اسکی قضا بھی جاری ہوگی کذا فی الطحطاوی

وشرط اہلیتہا شرط اہلیتہ فان کلا منہما من باب الولایۃ والشہادۃ اقوی لانہا ملزمۃ علی القاضی والقضاء ملزم علی الخصم فلذا قیل حکم القضاء یستقی من حکم الشہادۃ

ابن کمال اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہے اسواسطے کہ شہادت اور قضا دونوں باب ولایت سے ہیں اور شہادت قوی تر ہے قضا سے کیونکہ شہادت

قاضی پر لازم ہے اور قضا مخاصم پر لازم ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ حکم قضا حکم شہادت سے مستنبط ہے کذا صح ابن الکمال ھم حلبی نے کہا کہ ماتن کا یہ قول مکرر ہوگیا اسکے

قول سابق کے ساتھ طحطاوی نے کہا تکرار کا فائدہ یہ ہے کہ قول آئندہ یعنی والفاسق اہلہ اسپر متفرع ہے والفاسق اہلہا فیکون اہلہ لکنہ لا یقلد وجوبا

ویاثم مقلدہ کقابل شہادتہ بہ یفتی اور فاسق اہل ہے شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہوگا لیکن واجب ہے کہ فاسق کو قاضی نہ کیجیے اور اسکا قاضی کرنیوالا گنہگار ہوتا ہے

جیسے اسکی گواہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہے اسیکا فتوی ہے ھم مغرب میں ہے کہ لغت میں فسق خروج عن الاستقامۃ کو کہتے ہیں اور شرع میں ارتکاب کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ

فسق ہے فاسق کو اسواسطے قاضی کرنا نہ چاہیے کہ قضا باب امانت سے ہے اور فاسق امر دین میں امانتداری کے لائق نہیں اسکی قلت مبالات کے سبب سے اور قول مفتی بہ

کے مقابل وہ قول ہے جو بعضوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ شہادت فاسق مقبول نہ ہو اور اگر قبول کرے تو جائز ہے اور وہ قول ہے کہ قضا فاسق صحیح نہیں اور یہی قول ہے

ائمہ ثلثہ کا اور یہی مختار ہے طحاوی کا عینی نے کہا کہ اسی قول پر فتوی دینا لائق ہے خصوصا اس زمانہ میں نہر الفائق میں کہا اگر اسکا اعتبار کیجیے تو قضا کا دروازہ بند

ہو جائے خاص کر ہمارے زمانے میں اور امام ابو یوسف نے اختیار کیا ہے اور اصح ہے چنانچہ خلاصہ میں ہے اور یہی اصح الاقاویل ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی القاعدۃ

بما اذا غلب علی ظنہ صدقہ فلیحفظ درر اور قاعدہ میں قبول شہادت کو اس طرح مقید کیا ہے جبکہ قاضی کے گمان میں فاسق کی صداقت اور راستی غالب ہوجائے تو اسکو یاد

رکھنا چاہیے کذا فی الدرر یعنی اگر ظن غالب فاسق کا نہ ہو یا صدق اور کذب گمان میں دونوں برابر ہوں تو اسکو قبول نہ کرے یعنی اسکا قبول کرنا صحیح نہیں واستثنی الثانی

الفاسق ذا الجاہ والمروۃ فانہ یجب قبول شہادتہ بزازیۃ قال فی النہر وعلیہ فلا یاثم ایضا بتولیتہ القضاء حیث کان کذلک الا ان یفرق بینہما انتہی قلت وسیجیء تضعیفہ

فراجعہ اور ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنی کرلیا ہے کیونکہ اسکی شہادت قبول کرنا واجب ہے کذا فی البزازیۃ نہر الفائق میں کہا تو بموجب اس

قول کے اسکے قاضی کرنے سے بھی گنہگار نہ ہوگا جبکہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہ کہ ابو یوسف قبول شہادت اور قضا کی تقلید میں فرق کرتے ہوں انتہی

ما فی النہر میں کہتا ہوں تضعیف اس قول کی آگے آویگی سو اسکی طرف رجوع کر ھم کتاب الشہادت میں فتح القدیر سے مذکور ہوگا کہ فاسق صاحب مروت کی گواہی

مقبول نہیں کیونکہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہے وفی معروضات المفتی ابی السعود لما وقع التساوی فی قضاۃ زماننا فی وجود العدالۃ الظاہرۃ ورد الامر بتقدیم الاصلح فی العلم

والدیانۃ والعدالۃ ومفتی ابو سعود کی معروضات میں ہے کہ جبکہ ظاہر التساوی واقع ہوئی ہمارے زمانے کے قاضیوں میں وجود عدالت میں

تو حکم سلطانی وارد ہوا اسکی تقدیم کا جو افضل ہے یعنی زیادہ تر با علم اور دیانت اور عدالت میں ھم یہ مفتی ممدوح کے زمانے میں تھا اور اب تو

عدم عدالت میں تساوی موجود ہو تو اب کسکو مقدم کیجیے معروضات مفتی سے وہ مسائل مراد ہیں جو مفتی ابو سعود کے زمانے میں سلطان کے روبرو معروض ہوئے اور اُسنے جو
احکام امر کیے کذا فی الطحطاوی والعدو لاتقبل شہادتہ علی عدوہ ان کانت دنیویۃ ولو قضی القاضی بہا لا ینفذ ذکرہ یعقوب باشا فلا یصح قضاؤہ علیہ
لما تقرر ان اہلہ اہل الشہادۃ قال المصنف وبہ افتی مفتی مصر شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال اور دشمن کی گواہی مقبول نہیں اُسکے دشمن پر جبکہ دونو
میں دنیوی عداوت ہو اور اگر قاضی دشمن کی گواہی کے سبب حکم کرے تو اسکا حکم نافذ نہیں یعقوب باشا نے اسکو ذکر کیا ہے تو دشمن کی قضا بھی دشمن پر صحیح نہیں
ہوگی کیونکہ ثابت ہو چکا کہ اہل قضا وہ ہے جو اہل ہے شہادت کا مصنف نے اپنی شرح میں کہا اسیکا فتوی دیا مصر کے مفتی شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال نے
قال وکذا تحمل العدو لاتقبل علی عدوہ کما افتی امین الدین نے اور ایسا ہی تحمل عدو کا مقبول نہیں اُسکے عدو پر تحمل عدو سے مراد قاضی کا مکتوب ہے دوسرے قاضی کی
طرف قاضی کا جسکا دشمن کے مقدمہ میں اور تحمل سے وثیقہ مرتین کا مراد نہیں کیونکہ خود اسپر عمل کرنا ہمارے مذہب میں نہیں جیسا کہ اس عبارت کا مطلب بیان ہوا
اور ضمیر قال راجع ہے مفتی مذکور کی طرف کیونکہ یہ عبارت مصنف کی شرح میں موجود نہیں کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن شرح الوہبانیۃ انہ لم یر نقلہا عندنا فی عدم نفاذ
قضاء القاضی عدوا ثم مصنف نے اپنی شرح میں علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ سے یہ نقل کیا کہ دشمن پر قضا قاضی کے مسئلہ کی نقل نظر نہیں پڑی ہمارے نزدیک لائق نفاذ قضا
لائق ہے اگر قاضی عادل ہو قال ابن وہبان یجب ان یعلم بجواز ان بشہادۃ العدول من الناس جاز انتہی اور ابن وہبان نے شرح وہبانیہ میں بطریق بحث کے
کہا کہ اگر قضا اپنے دشمن پر قاضی کے علم سے ہوئی ہو جب اسکی درست کے تو جائز نہیں اور اگر شہادت عدل ہو لوگوں کے سامنے تو جائز ہے انتہی کلامہ قلت واعتمد
القاضی محب الدین فی منظومتہ فقال واشعاره وعلی عدوہ قاضی حکم ان کان بالعلم فذاک وانبرم وواختار بعض العلماء فضلا ان کان بالعلم فرد قبلا
وان یکن بحضرمن الملاء وبشہادۃ العدول قبلا میں کہتا ہوں اور اعتماد کیا قول مذکور پر قاضی محب الدین نے اپنی منظومہ میں سو یوں کہا اور اگر اپنے دشمن پر
قاضی نے حکم کیا اگر قاضی عادل ہے تو یہ حکم صحیح ہوا اور مبرم اور بعضے علما نے پسند کیا اور یوں تفصیل کی ہے کہ اگر قاضی نے اپنی دانست پر حکم دیا تو مقبول نہوگا ہر گز اور اگر
جماعت کے سامنے شہادت عدول سے ہے تو مقبول ہے قلت لکن نقل فی البحر والعینی والزیلعی والمصنف وغیرہم عند مسئلۃ التقلید من الجائر عن الناصحی فی
تہذیب ادب القاضی للخصاف ان من لم تجز شہادتہ لم یجز قضاؤہ ومن لم یجز قضاؤہ لا یعتمد علی کتابہ انتہی وہو صریح او کالصریح فیما اعتمدہ المصنف کما لا یخفی فلیحفظ
وبہ افتی محقق الشافعیۃ الرملی ومن ثم قلت انہ لو قضی علیہ ثم اثبت عداوتہ ابطل قضاؤہ فلیحفظ میں کہتا ہوں بحر الرائق اور عینی اور زیلعی مصنف وغیرہم نے
سلطان ظالم کی تقلید قضا کے مسئلہ کے پاس خصاف کی تہذیب ادب القاضی میں ناصحی سے یہ نقل کیا ہے کہ جسکی شہادت جائز نہیں اسکی قضا
جائز نہیں اور جسکی قضا جائز نہیں اسکے مکتوب پر اعتماد نہیں انتہی کلام الناصحی اور یہ قول صریح یا صریح کے مانند ہے اور اس قول میں جس پر مصنف نے اعتماد کیا
چنانچہ یہ پوشیدہ نہیں تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے اور اسیکا فتوی دیا ہے رملی محقق شافعیہ اور رملی کے قول سے میں نے نقل کیا کہ اگر ایک شخص پر قاضی نے حکم کیا پھر اُس
قاضی کی عداوت ثابت کردی تو اسکی قضا باطل ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ثم انما تثبت العداوۃ بنحو قذف وجرح وقتل ولی لا بمخاصمۃ
نعم ہی تمنع الشہادۃ فیما وقعت فیہ المخاصمۃ کشہادۃ وکیل فیما وکل فیہ ووصی وشریک اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے پھر عداوت تو ثابت ہوتی ہے مانند قذف
اور زخمی اور قتل کرنے ولی کے نہ فقط مخاصمت کے ہاں مخاصمت مانع شہادت ہے اس مقدمے میں جسمیں مخاصمت واقع ہوگئی جیسے شہادت وکیل کی اس مقدمہ
میں جسمیں وہ وکیل ٹھہرا اور جیسے شہادت وصی اور شریک کی ہے یعنی وصی کی گواہی اُس امر میں مقبول نہیں جسکی اسکو وصیت ہوا اور نہ شریک کی مال شرکت میں کذا فی
الطحطاوی والفاسق لا یصلح مفتیا لان الفتوی من امور الدین والفاسق لا یقبل قولہ فی الدیانات ابن ملک زاد العینی واختارہ کثیر من المتاخرین وجزم
بہ صاحب المجمع فی متنہ وہو ظاہر ما فی التحریر وفی شرحہ عبارات بلیغۃ وہو قول الائمۃ الثلاثۃ ایضا اور فاسق صلاحیت نہیں رکھتا مفتی ہونے کی یعنی امام کو فاسق کا مفتی مقرر
کرنا لائق نہیں اسواسطے کہ فتوی دین کے امور سے ہے اور فاسق کا قول دیانات میں مقبول نہیں ہوتا کذا صرح ابن ملک علامہ عینی نے اتنا زیادہ کیا

اور بہتکو بہت متاخرین فقہانے اختیار کیا ہے اور اسی پر جیسا مجمع نے اپنے متن مین یقین کیا ہے اور عینی کی شرح مجمع مین عبارات بلیغہ ہین اور یہی ائمہ ثلثہ کا بھی قول ہے
وظاہر ما فی البحر بیانہ لا یحل استفتاءہ اتفاقاً کما بسطہ المصنف اور جو بحر مین ہے اُسکا ظاہر مطلب یہ ہے کہ فاسق سے فتوی لینا اور مسئلہ پوچھنا بالاتفاق حلال نہین ہے
چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین شرح بیان کیا ہے وقیل نعم یصلح ویجزم فی الکنز لانہ یجتہد حذار نسبۃ الخطاء اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہان فاسق مفتی گری کی صلاحیت
رکھتا ہے اور اسی قول پر کنز مین یقین کیا ہے اسواسطے کہ مفتی فاسق قول صواب کے بتانے مین کوشش کرتا ہے نسبت خطا کے خوف سے یعنی اس خوف سے کہ کوئی
اُسکو خاطی نہ کہے ھم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح حذر نسبۃ الخطا کہتا اسواسطے کہ حذار کسرہ کے ساتھ بمعنی احذر ہے یعنی بچ امر کذا فی القاموس ولا خلاف فی اشتراط اسلامہ
وعقلہ وشرط بعضہم تیقظہ لا حریتہ وذکورتہ ونطقہ فیصح افتاء الاخرس لا قضاءہ اور علما مین خلاف نہین ہے مفتی کے اسلام اور عقل کے شرط ہونے مین اور بعضون نے
مفتی کی ہوشیاری اور بیداری شرط کی ہے نہ مفتی کا آزاد ہونا اور نہ اُسکا مرد ہونا اور نہ گویا ہونا تو گونگے کا فتوی دینا صحیح ہے نہ اُسکی قضا ام گونگے کا فتوی دینا
اُسوقت صحیح ہے جبکہ اُسکا اشارہ معلوم ہو بلکہ مفتی ناطق سے اگر کہا جاے کہ یہ چیز کیا جائز ہے پھر وہ سر ہلا دے یعنی ان کہدے تو اُسکے اشارہ سے عمل کرنا جائز
ہے کذا فی النہر فائدہ۔ جلیلہ فتاوی عالمگیری مین ہے سزاوار یہ ہے کہ مفتی خوارم مروت سے منزہ ہو اور فقیہ النفس سلیم الذہن حسن التصرف ہو اور صحیح یہ ہے کہ فتوی
دینا غیر مکروہ ہے اُس شخص کا جو اسکی لیاقت رکھتا ہو اور حاکم پر لازم ہے کہ تفحص اور تلاش کرے کہ کون عالم فتوی دینے کے لائق ہے اور منع کرے فتوی دینے سے اسکو جو
لیاقت نہین رکھتا اور شرائط فتوی سے یہ ہے کہ ترتیب مستفتیون کی یاد رکھے اغنیا اور اعوان سلطان اور امرا کی طرف میلان نہ کرے بلکہ پہلے اُسکا جواب لکھے جسنے پہلے
استفتا کیا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور آداب افتا سے یہ ہے کہ کاغذ استفتا کو بہت لے اور سوال کو ہوشیاری سے پڑھے بار بار تا اینکہ حقیقت سوال کی ظاہر ہو جاے پھر جواب لکھے
اور مشہور یہ ہے کہ کاغذ کو پھینک نہ دے جیسے کہ بعضے لوگون کی عادت ہے کیونکہ اُسمین اللہ تعالی کا نام ہے اور تعظیم نام مقدس کی واجب ہے اور مستحب ہے مفتی جواب تحریر کرے تو لائق یہ ہے
کہ جواب کے بعد واللہ اعلم یا مانند اسکے لکھے اور واجب ہے کہ مفتی حلیم رزین یا نرم زبان اور خندان رو ہو اور لائق نہین کہ بدون سوال کے فتوی کے واسطے احتجاج کرے اور اگر فتوی
دینے مین چوک جاے تو رجوع کرے اور اُسمین شرما کے ننگ نہ کرے اور شرط ہے کہ اپنے امام کے مسائل یاد کرے اور اُسکے قواعد اور اسالیب کو معلوم کرے اور جہان
افتا اس امر مین جو ہنوز واقع نہین اور فتوی مین تساہل کرنا اور حیلون کی پیروی کرنا حرام ہے اگر اغراض مین فساد واقع ہو اور فتوی ندے اُس حالت مین جبکہ جوش اُسکے تغیر
ہون اور بہتر یہ ہے کہ فتوی دے اور اگر بیت المال سے رزق لے تو جائز ہے باوجود کفایت اور مستفتیون سے اجرت نہ لے اور اگر اہل شہر اسکے واسطے کچھ روزی مقرر کردین تو
جائز ہے اور حاکم پر لازم ہے کہ مدرس اور مفتی کے واسطے بقدر کفایت روزی مقرر کرے اور ہر شہر کے واسطے اصطلاح ہوتی ہے بول چال مین تو متعلقات لفظ سے اہل شہر کو فتوی
دینا اُس مفتی کو جائز نہین جو انکی اصطلاح لفظی سے واقف نہین اور حاکم اور مفتی کو قبول ہدیہ اور اجابت دعوت خاصہ جائز ہے ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا
تو پوشاک پہن عمامہ باندھ کر بیٹھتے اور فتوی دیتے تعظیم افتا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً محمد بن حسن سے سوال ہوا کہ مرد کو فتوی دینا کب حلال ہے فرمایا کہ جب اُسکا صواب
اکثر ہو اُسکی خطا سے انتہی بعضون نے کہا کہ اگر مفتی سے مسائل اجماعیہ اہل سنت کا سوال ہو تو لائق یہ ہے کہ اُسکے جواب کے بعد والعبد الموفق یا باللہ التوفیق لکھے کذا فی النہر
ویکتفی بالاشارۃ منہ لا من القاضی للزوم صیغۃ مخصوصۃ کحکمت والزمت بعد دعوی صحیحۃ اور مفتی سے اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے نہ قاضی سے بسبب لازم ہونے صیغہ مخصوص
کے چنانچہ حکمت اور الزمت بعد دعوی صحیح کے یعنی قاضی مین تلفظ صیغہ حکم بعد دعوی لازم ہے تو یہ گونگے کے اشارہ کرنے سے نہین ہوسکتا بخلاف مفتی چنانچہ مذکور ہو چکا واما الاطرش
وہو من یسمع الصوت القوی فالاصح صحتہ بخلاف الاصم اور اطرش یعنی جو شور کی آواز سنے تو صحت اصح قول ہے بخلاف اصم کے جو مطلق نہین سنتا ولیفتی القاضی ولو فی
مجلس القضاء وہو الصحیح درر من ملخصاً معزیا الی الظہیریۃ بستنبح اور فتوی دے قاضی اسکو جو اُسکے پاس فیصلہ کرانے نہین آیا کذا فی الظہیریۃ اور آگے یہ مسئلہ واضح ہوگا فتوی
دینا قاضی کا جائز ہے اگرچہ افتا مجلس قضا مین ہو اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الدرر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی المنح ویاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفہ
علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے مانند امام ابو حنیفہ کا قول لے مطلقاً یعنی خواہ صاحبین امام کے ساتھ متفق ہون یا نہون ھم جامع الفصولین مین ہے اور اگر ایک مسئلہ مین ہمارے

اصحاب مختلف ہوں تو اگر ابو حنیفہ کے ساتھ صاحبین میں سے کوئی ہو تو دونوں کے قول کو لے لے بسبب ظاہر ہونے صواب کے اسی طرح اگر صاحبین نے خلاف کیا ابو حنیفہ سے تو اگر اختلاف
اُنکا بسبب زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو یہاں صاحبین کا قول لے بواسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملت میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اسپر
متاخرین کا اجماع ہے اور اسکے سوا میں بعضوں نے کہا کہ مجتہد مخیر ہو اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضوں نے کہا کہ یہاں ابی حنیفہ کے قول کو لے انتہی کذا فی الطحطاوی ثم بقول
ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر و حسن ابن زیاد و ہو الاصح منیہ و سراجیہ و عبارۃ النہر ثم بقول الحسن انتہی پھر ابو حنیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول لے پھر انکے بعد محمد کا
قول لے پھر انکے بعد زفر اور حسن بن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب کو اصح قول ہے کذا فی المنیہ والسراجیہ اور عبارت نہر الفائق اسطرح ہے کہ پھر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے
سوا نہر و اسکے یعنی مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہے نہر الفائق میں اور منیہ اور سراجیہ میں زفر اور حسن بن زیاد ہم مرتبہ ہیں حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی
مختار ہے جسکا چاہے فتوی دے اور یہ جائز نہیں کہ ایک مقدمہ میں دونوں قولوں کا فتوی دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعض مفتیوں سے ایسا ہی واقع ہوا ہے و صحح فی الحاوی اعتبار
قوۃ المدرک والاول اضبط نہر اور حاوی قدسی میں اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی النہر ثم تصحیح حاوی اطلاق متن کے مقابل ہے اور مدرک بفتح را
مصدر ہے بمعنی ادراک یعنی دو مختلف قولوں میں قوت ادراک معتبر ہے اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کی طرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل صاحب نہر نے قول اول
یعنی منیہ اور سراجیہ کے قول کو اسوجہ سے اضبط کہا کہ وہ خاص و عام کو شامل ہے عام وہ جو شخص قوت مدرک کو ادراک نہیں کر سکتا علاوہ اسکے کہ بہت انسان کو بقدر فہم ادراک
قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع میں اسکے برخلاف ہوتا ہے یا بسبب دلیل قوت معلوم ہوتی ہے اور صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جسپر شخص مطلع نہیں بحر الرائق میں کہا کہ تصحیح
حاوی قدسی اس صورت میں ہے جبکہ امام ایک جانب میں ہوں اور صاحبین دوسری جانب میں صاحب بحر الرائق نے کہا کہ اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتوی دینا بغیر قول امام کے کیونکر جائز ہوا
باوجودیکہ وہ مقلد ہیں امام کے میں کہتا ہوں کہ یہ شبہ مجھپر مدت دراز تک مشکل تھا اور اسکا جواب میں نے نہیں دیکھا مگر جواب میں سمجھا ہوں انکے کلام سے وہ یہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے
اصحاب سے نقل کیا کہ کسیکو فتوی دینا ہمارے قول کا حلال نہیں جب تک نہ جانے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے اور سراجیہ میں نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو اسکا یہی
سبب تھا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتوی دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل انکو نہ معلوم ہوتی تھی اور انپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اسکے موافق فتوی دیتے تھے سو کہا انہوں
کہ یہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے میں تھی یعنی اسواسطے کہ انکو رتبہ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانے میں تو حفظ یعنی حفظ اقوال امام کافی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہ میں ہے اور یہ اسواسطے
فتوی دینا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ یہ معلوم نہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور بموجب اس تقریر کے جس قول کی حاوی نے تصحیح کی ہے وہ اسی شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہا نے
تصحیح کی ہے کہ فتوی دینا امام کے قول پر ہے تو نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ہمپر یعنی مقلدین پر افتا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف اسکے فتوی دیا ہو کیونکہ انہوں نے برخلاف
قول امام فتوی دیا بسبب فقدان شرط کے انکے حق میں یعنی واقف ہونا امام کی دلیل پر اور ہمپر تو افتا بقول امام لازم ہے اگرچہ انکی دلیل نجانیں انتہی مضمون البحر کذا فی الطحطاوی
والا یخیر اذا لم یکن مجتہدا بل المقلد متی خالف معتمد مذہبہ لاینفذ حکمہ و ینقض ہو المختار للفتوی کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقد مناہ فی اول الکتاب سبحی اور قاضی
مختار نہیں اخذ مذاہب میں جبکہ وہ مجتہد نہو بلکہ قاضی مقلد جبکہ اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کریگا تو اسکا حکم جاری نہوگا بلکہ توڑ دیا جائیگا یہی قول مختار ہے فتوی
کے واسطے چنانچہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہے اپنے فتاوی میں اور غیر مصنف میں بھی اور ہم اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں اور آگے
بھی مذکور ہوگا و فی القہستانی وغیرہ اعلم ان فی کل موضع قالوا الرای فیہ للقاضی فالمراد قاض لہ ملکۃ الاجتہاد انتہی اور قہستانی وغیرہ میں ہے معلوم کر کہ جس مقام میں علما نے
کہا کہ اسمیں قاضی کی رائے ہے تو وہاں وہ قاضی مراد ہے جسکو قوت اجتہاد حاصل ہے انتہی و فی الخلاصۃ وانما ینفذ القضاء فی المجتہد فیہ اذا علم انہ مجتہد فیہ والا فلا اور خلاصہ میں لکھا
ہے کہ مجتہد فیہ یعنی جسمیں اختلاف مجتہدین ہے اسمیں تو اسوقت حکم قاضی نافذ ہوتا ہے جبکہ قاضی کو یہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہ معلوم نہو تو حکم اسکا نافذ نہیں
ہم یہ کہتے ہیں قاضی مجتہد کا اسواسطے ابھی معلوم ہو چکا کہ قاضی مقلد پر اتباع معتمد مذہب واجب ہے غیر مذہب کا اسکو خلاف معلوم ہوا نہو اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اسواسطے
شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اسکا حکم مخالف نہو جائے کذا فی الطحطاوی و اذا اختلف مفتیان فی جواب حادثۃ اخذ بقول افقہہما

بعد ان کیون اور عمل اچھا اور جبکہ دو فقیہ ایک مقدمہ کے جواب مین مختلف ہون تو فقیہ تر کا قول لے بشرطیکہ متقی تر ہونے کے کذا فی السراجیہ یعنی جو دونون مین زیادہ تر
فقیہ اور زیادہ تر پرہیزگار ہو اسکا قول لیکر قاضی عمل کرے وفی الملتقط واذا اشکل علیہ امر ولا رای لہ فیہ شاور العلماء ونظر احسن اقاویلہم قضی بارأہ صوابا لا بغیرہ الا ان
یکون غیرہ اقوی فی الفقہ ووجوہ الاجتہاد فیجوز ترک رایہ برایہ اور ملتقط مین ہے اور جب قاضی پر کوئی امر مشکل ہو اور اسکی رائے اسمین نہو یعنی اسکا اجتہاد کسی
شق پر واقع نہو تو علماء سے مشورہ لے اور انکے اقوال مین سے خوب تر قول کو تامل کرے اور جس قول کو ٹھیک اور حق جانے اسپر حکم کرے نہ اس قول پر جو اسکے
سوا ہو مگر اس صورت مین جبکہ غیر قاضی فقہ اور وجوہ اجتہاد مین قوی تر ہو تو اب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بمقابلہ اجتہاد فقیہ اقوی کے جائز ہے مترجم مجتہد قاضی
حق مین محمول ہے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اطراف وجوانب کے علماء سے مشورہ لینا اخذ کل کرے سنت قدیمہ ہے حوادث شرعیہ مین اور اگر قاضی مجتہد نہین تو
وہ صورت اختلاف جو اسکے نزدیک افقہ اور اورع ہو اسکا قول لے ہر چند ایک عالم سے مشورہ لینا کافی ہے لیکن چند علماء سے مشورہ لینا احوط ہے مترجم قال م ان لم
مجتہدا فعلیہ التقلید ہو واتباع رایہم فان قضی بخلافہ لا ینفذ حکمہ ہکذا ملتقط مین ہے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہو تو اسپر تقلید اصحاب مذہب اور انکی رائے کا اتباع
واجب ہوگا اگر بخلاف اسکے حکم کریگا تو اسکا حکم نافذ نہوگا مترجم یعنی در صورت اتفاق اتباع جمیع اصحاب واجب ہے اور در صورت اختلاف قول معتمد کا اتباع لازم
ہے کذا فی الطحاوی المصر شرط لنفاذ القضاء فی ظاہر الروایۃ وفی روایۃ النوادر لا فینفذ فی القری وفی حقاسلا فی ولایۃ علی الصحیح خلاصہ وبہ یفتی
بزازیہ شہر کا ہونا قاضی کے حکم جاری ہونے کی شرط ہے ظاہر الروایۃ مین اور روایت النوادر مین شہر کا ہونا شرط نہین تو حکم اسکا جاری ہوگا دیہات مین بھی
اسی پر فتوی ہے جو اسی قاضی کی حکومت مین واقع نہین بنابر قول صحیح کے کذا فی الخلاصہ اور اسی قول غیر ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ اخذ القضاء
بالرشوۃ من السلطان اوالقوم وہو عالم بہا اوالشفاعۃ جامع الفصولین وفتاوی ابن نجیم او ارتشی ہو او اعوانہ لعلمہ ثم بالطبیعۃ وحکم لا ینفذ حکمہ قاضی نے
عہدہ قضا لیا بادشاہ یا اسکی قوم کو رشوت دیکر اور حالانکہ قاضی رشوت دینے سے واقف ہے یا سفارش کرا کے قضا لی کذا فی جامع الفصولین وفتاوی ابن
نجیم یا قاضی نے خود رشوت لی یا اسکے عملہ مددگار نے قاضی کی فہرست مین اور حکم کیا تو اسکا حکم نافذ نہین ہے جب قاضی مذکور کا حکم نافذ نہوا تو اسکے عقود اور
فسوخ سب باطل ہین حدیث مین راشی اور مرتشی اور رائش پر لعنت وارد ہے راشی وہ ہے جو رشوت دے اور مرتشی وہ جو رشوت لے رائش وہ جو دونون مین واسطہ ہو
جسکے ہاتھ رشوت حاصل ہوتی ہے حموی نے کہا کہ اس زمانے کے قاضیون کو اس لعنت کی بشارت سنانا چاہیے خصوصاً مصر کے قاضیون کو طرفہ ماجرا ہے کہ بعض قاضی
جو رشوت دے کر قضا لیتا ہے اگر اسکو ملامت کیجے تو کہتا ہے کہ ہم اسواسطے رشوت دیتے ہین تا منصب قضا محفوظ رہے اور جاہلون اور فاسقون کے ہاتھ مین نہ پڑے اور حق تعالی
کوئی چیز مخفی نہین سراج وہاج مین ینابیع سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر قاضی مدت تک لوگون مین حکم کرے پھر معلوم ہو کہ وہ رشوت خوار ہے تو جس قاضی کے پاس
اسکے مقدمات کا مرافعہ ہو اسکو لائق ہے کہ اسکے جمیع قضایا کو باطل کر دے بزازیہ مین ہے رشوت دیکر قضا لینا عام ہے کہ خود قاضی دے یا اور کوئی شخص قاضی کے علم مین بحر الرائق
مین ہے کہ اگر قاضی کے عملہ مین سے کوئی رشوت لیگا قاضی کی نادانستگی مین تو اس صورت مین قاضی کا حکم نافذ ہوگا اور یہ جو مصنف نے اختیار کیا کہ رشوت لینے سے قاضی کا حکم
نافذ نہین ہوتا یہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے جسکو بحر الرائق مین فصول عمادی سے نقل کیا اس طرح کہ ایک قول یہ ہے کہ جس مقدمہ مین رشوت لی اسمین حکم نافذ نہین اور اسکے
سوا اور مقدمات مین نافذ ہوا اور یہ قول شمس الائمہ کا مختار ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونون مین حکم نافذ نہین اور تیسرا قول یہ ہے کہ دونون مین نافذ ہے اور یہ بزدوی کا قول ہے
اور فتح القدیر مین اسکو ترجیح دی ہے اسواسطے کہ حاصل امر رشوت یہ ہے کہ وہ موجب فسق ہے اور حالانکہ فسق موجب انعزال نہین تو ولایت اسکی قائم ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحاوی
مترجم شرح فتح کہ اول ہے اور معلوم ہے بعضون نے کہا کہ رشوت وہ ہے جسکو بشرط اعانت دے اور ہدیہ وہ ہے جو بلا شرط دے واضح ہو رشوت چار قسم ہے ایک قسم وہ ہے جو اخذ
اور معطی دونون پر حرام ہے واسطے [illegible] دونون پر حرام ہے مثلاً قضا اور امارت پر رشوت دینا اور لینا دوسری قسم وہ ہے جو قاضی کو دے کہ حکم کے واسطے یہ بھی اخذ اور
معطی دونون پر حرام ہے خواہ حکم حق ہو یا ناحق تیسری قسم وہ ہے کہ رشوت دی اسواسطے کہ اسکا امر درست کر دے یعنی اسکا کام بنا دے سلطان یا حاکم کے نزدیک تا دفع ضرر یا جلب منفعت

یہ لینے والے پر حرام ہے نہ دینے والے پر قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اس شرط سے کہ اسکا کام سلطان کے پاس بنا دے تو معاف نہوگا کیونکہ یہ رشوت ہے اور قسم ثالث کے
حلال ہونے کا حیلہ لینے والے کے واسطے یہ ہے کہ اسکو ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھ لے کہ یہ اجارہ صحیح ہے تو اسکے منافع کا مالک ہو جاویگا پھر اسکو سلطان کے پاس
فلانے کام کے واسطے بھیجے اور جواہر الفتاوی سے یہ ہے کہ اولس بادشاہ نے اپنی ذات کا اجارہ کیا تھا لیکن امراء سے اس شرط سے کہ فلانے شہر میں امیر سے دفع ظلم کیا کریں پھر اولس بادشاہ
مر گیا تو یہ اجارہ کیا صحیح ہے اور مستاجر پر اجرت لازم ہے تو میں نے استفتا کا جواب یوں دیا کہ یہ اجارہ صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ اجارہ تھا اس طاعت پر جو اسپر واجب تھی میں کہتا
یعنی وہ شخص ناظم ملک تھا اور ناظم پر حفاظت رعایا اور دفع ظلم واجب ہے اور دلیل اس جواب کی وہ ہے جو خلاصہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ ہدیہ تین قسم ہے ایک تو جو دونوں جانب سے حلال ہے
صرف محبت کے واسطے دوسری قسم وہ جو جانبین کو حرام ہے یعنی ہدیہ لینا ظالم کی مددگاری کے واسطے تیسری قسم یہ ہے کہ لینے والے کیطرف سے حرام ہے نہ دینے والے کی طرف سے یعنی دفع ظلم کے واسطے
اور حیلہ اسکا یہ ہے کہ اس سے اجارہ کرے تین دن تک کام کرنے کیواسطے پھر وہ اس کام کے لیے بشرطیکہ وہ کام کرنا اسپر جائز ہو تو یہی اور بادشاہ اس قول کا اسکو یعنی اولس بادشاہ کو اجارہ کرنا
جائز نہیں چنانچہ تو معلوم کر چکا یعنی دفع ظلم ناظم پر واجب ہے نہ جائز کہ اسکا اجارہ جائز ہو چوتھی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کے واسطے دے یعنی ظالم کا خوف ہو خواہ خوف جان
کا ہو یا مال کا تو یہ رشوت دینے والے پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور رسالہ ابن نجیم میں ... ہے اسکو بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ فتاوی عالمگیری میں ہے
اور رشوت کی ایک قسم یہ ہے کہ ایک دوسرے کو کچھ مال بطریق ہدیہ دے تا اسکا مطلب سلطان سے درست کرا دے سو اسکی حاجت کا معین ہو اور یہ دو وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ
حاجت اسکی حرام ہو تو اس صورت میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال نہیں وجہ ثانی یہ کہ حاجت اسکی مباح ہو تو اسکی بھی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ شرط کرے کہ
ہدیہ اس واسطے دیتا ہے تا اسکی اعانت سلطان کے نزدیک کرے اس صورت میں اسکو لینا حلال نہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ دینا حلال ہے یا نہیں بعضوں نے کہا کہ حلال نہیں اور بعضوں نے
کہا حلال ہے اور حلت عطا اور اخذ کا حیلہ ہے سب کے نزدیک کہ اہل مقدمہ اس سے ایک دن رات کا اجارہ مقرر کرے تا وہ اسکا کام کرے بعوض اس مال کے جو اسکو دیا چاہتا تھا
یہ اجارہ صحیح ہے اور اجیر مستحق اجرت ہوگا پھر مستاجر کو اختیار ہے چاہے اس سے وہی کام لے چاہے دوسرا کام فقہا نے کہا کہ یہ حیلہ اسوقت صحیح ہے جبکہ وہ کام جسکے واسطے اسکو بطریق
اجارہ لیا ایسا کام ہو جسپر اجارہ صحیح ہو چنانچہ پیام رسانی اور مانند اسکے اور اگر مدت اجارہ بیان نہوگی تو اجارہ صحیح نہیں اور ... دوسری صورت میں حلال ہے یا نہیں اس میں
اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک حلال نہیں اور بعضوں کے نزدیک حلال ہے اور یہی یعنی حلت عامہ علما کا قول ہے اور یہ اسوقت ہے جبکہ اسنے قبل درستی مقدمہ دیا اور اگر بعد درستی مقدمہ اور
نجات از ظلم دیا تو دینے والے کو دینا حلال ہے اور لینے والے کو لینا حلال ہے محیط میں کہا کہ یہی قول صحیح ہے دوسری صورت یہ ہے کہ درستی مقدمہ کو صریحاً شرط نکرے لیکن معلوم ہے کہ
ہدیہ دینے سے یہی ہے کہ سلطان کے پاس اسکی اعانت کرے اس صورت میں اختلاف مشائخ ہے اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ یہ مکروہ نہیں یہ اسوقت ہے جبکہ قبل اس مقدمہ کے دونوں میں
مہادات ہو یعنی باہم دینے لینے کی عادت ہو اور اگر دونوں میں مہادات کی عادت ہو قبل اسکے سبب دوستی یا قرابت کے پھر وہ ہدیہ دے چنانچہ قبل اسکے دیتا تھا پھر وہ اسکا
مقدمہ درست کر دے تو یہ خوب بات ہے کیونکہ یہ عوض ہے احسان کا احسان سے اور کرم کا کرم سے انتہی فتح القدیر میں ہے کہ اگر ہدیہ بلا شرط ہو لیکن بالیقین معلوم ہے کہ اسواسطے
ہدیہ لایا ہے کہ اسکی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشائخ ہمارے اسپر ہیں کہ اسکا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اسکا کام بلا شرط اور بلا طمع کر دے پھر بعد اسکے وہ ہدیہ
دے تو وہ حلال ہے اسمیں کچھ مضائقہ نہیں اور عبد اللہ بن مسعود سے جو اس میں کراہت منقول ہے سو وہ ورع اور تقوی ہے انتہی ومنہ ما لو جعل لمولیہ مبلغا فی کل

شہر یاخذہ منہ ویفوض الیہ القضاء ناحیۃ فتاوی المصنف لکن فی الفتح من قلد بواسطۃ الشفعاء کمن قلد احتسابا ومثلہ فی البزازیۃ بزیادۃ وان لم یحل الطلب
بالشفعاء اور اسی عدم نفاذ حکم میں سے ہے یہ صورت کہ آدمی عہدہ قضا کے دینے والے کے لیے کچھ روپیہ مقرر کر دے کہ ہر مہینے میں تجھ سے لیا کرو اور کسی پرگنہ
کی قضا میرے حوالہ کر دو کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر میں ہے کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیوں کے وہ اسکے مانند ہے جو قاضی ہوا بطریق احتساب کے اور
فتح القدیر کے مانند بزازیہ میں ہے اتنی زیادتی کے ساتھ اگرچہ طلب قضا سفارشیوں کے واسطے حلال نہیں ہم یہ استدراک ہے جامع الفصولین کا جو قبل اس
قول کے مذکور ہو چکا ولو کان عدلا ففسق باخذہا او بغیرہا ... استحق العزل وجوبا وقیل ینعزل وعلیہ الفتوی ابن الکمال

وابن الملک اور اگر قاضی عادل ہو پھر فاسق ہو جاوے رشوت لینے سے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو لائق معزولی کے ہوگا نہ بر وجوب کے
یعنے سلطان پر اُسکا معزول کرنا واجب ہے کذا فی البزازیۃ اور دوسرا قول یہ ہے کہ فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہے یعنی بدون معزول کرنے کے اور
اسی پر فتوی ہے کذا صحح ابن الکمال اور ابن ملک شارح نے کہا کہ مصنف نے اخذ رشوت کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق ہونا اکثر رشوت لینے سے
ہوتا ہے عادل وہ ہے جو احکام شرع بجالاوے اور اسکے نواہی سے بچے اور فاسق یہ کہ حکم الٰہی سے باہر ہو جاوے کبیرہ گناہ کرکے چنانچہ اتباع غنا و رقص و اخذ رشوت
وغیرہ اور کیفیت قاضی رشوت سے ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اُسکا بیٹا یا اور کوئی قرابتی جسکی گواہی اُسکے حق میں درست نہیں بشرطیکہ قاضی
اُسکی رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحاوی وفی الخلاصۃ عن النوادر فسق او ارتد او عمی ثم صلح او ابصر فہو علی قضائہ وما قضی فی فسقہ ونحوہ باطل واعتمدہ
فی البحر اور خلاصہ میں نوادر سے منقول ہے کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جاوے پھر صالح اور بینا ہو جاوے توبہ اور اسلام سے یا اُسکو نظر آنے لگے
تو وہ اپنی قضا پر قائم ہے اور جو اُسنے اپنے فسق وغیرہ میں حکم کیا وہ باطل ہے اور اس قول پر بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے یہ قول مبنی ہے اُس قول پر کہ فسق سے
قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہے معزول نہیں ہوتا طرسوسی نے کہا کہ جو فسق سے استحقاق عزل کا قایل ہے وہ اسکے احکام کی صحت کا قائل ہے اور جو اسکی معزولی کا
قائل ہے وہ بطلان احکام کا قائل ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحاوی وفی الفتح اتفقوا فی الامارۃ والسلطنۃ علی عدم الانعزال بالفسق لانہا مبنیۃ علی القہر
والغلبۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ امارت اور سلطنت میں فقہا کا اتفاق ہے عدم انعزال پر بسبب فسق کے کیونکہ بناے امارت اور سلطنت قہر و غلبہ پر
ہے لکن فی اول دعوے الخانیۃ الوالی کالقاضی فلیحفظ لیکن خانیہ کی اول کتاب الدعوی میں ہے کہ والی قاضی کے مانند ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے
ثم بحر الرائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ حاکم جب فاسق ہو جاوے تو وہ بمنزلہ قاضی مستحق عزل ہے معزول نہیں ہو جاتا تو یہ مستدرک ہے عدم عزل والی کے
اتفاق پر وینبغی ان یکون موثوقا بہ فی عفافہ وعقلہ وصلاحہ وفہمہ وعلمہ بالسنۃ والآثار ووجوہ الفقہ اور سزاوار یہ ہے کہ قاضی موثوق
اور معتمد علیہ ہو اپنے عفاف اور عقل اور صلاح اور فہم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں ہم عفاف یعنی پاک دامنی عبارت ہے محرمات اور خوارم مروت کے
باز رہنے سے اور عقل بقول اکثر عبارت ہے اُس قوت سے جو مدرک کلیات ہے یعنی قاضی کامل العقل چاہیے تو احمق ناقص العقل لائق قضا نہیں [illegible] کہا کہ اہل
صلاح وہ ہے جو مستور ہو یعنے پوشیدہ ہو [illegible] سلیم الناحیۃ کامن الاذی قلیل السوء [illegible] مرتاب [illegible] معروف
بالکذب اور فہم بعضوں کے نزدیک وہ قوت ہے جس سے نفس انسانی اکتساب تدابیر اور مطالب کے واسطے مستعد ہو جاتا ہے اور سنت عبارت ہے حدیث قولی اور فعلی اور تقریری سے
اور آثار سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مقصود ہیں اور وجوہ فقہ سے وہ طریق مراد ہیں جنسے مستنبط ہوتی ہے اور وہ اصول ہیں [illegible] طحاوی نے کہا کہ ظاہر کلام بحر الرائق اسپر
دلالت کرتا ہے کہ اوصاف مذکورہ استحباب کی شرط ہیں والاجتہاد شرط الاولویۃ لتعذرہ اور اجتہاد اولویت کی شرط ہے بسبب متعذر ہونے اجتہاد کے ہم یعنی وجود اجتہاد ہر زمانے میں
متعذر ہے اور قضا کی طرف ہر زمانے میں حاجت ہے لہذا اجتہاد پر قضا موقوف نہیں دریافت کرنا چاہیے کہ اجتہاد لغت میں عبارت ہے بذل طاقت مشقت والی چیز کے حاصل
کرنے کے واسطے اور اصطلاح میں اجتہاد عبارت ہے فقیہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کے واسطے تلویح میں کہا بذل طاقت سے مراد یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ
اسیے زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جاوے اور شروط اجتہاد اسلام اور عقل و بلوغ اور فقیہ النفس یعنے شدید الفہم بالطبع ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا بقدر
متعلقات احکام اور حدیث کا عالم ہونا بطریق متن اور سند اور ناسخ اور منسوخ کے اور قیاس کا ماہر ہونا اور یہ شرائط مجتہد مطلق کے حق میں ہیں جو جمیع احکام شرعیہ میں فتوی دیتا ہے اور
جو ایک حکم خاص میں مجتہد ہو وہ دوسرے حکم میں تو اسپر معرفت اُسیقدر کی لازم ہے جو اُس حکم خاص سے متعلق ہے مثلاً حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات نکاح کی معرفت پر
موقوف نہیں اور بیان اجتہاد بمعنی اول مراد ہے کذا فی الطحاوی عن الحموی علی انہ یجوز خلو الزمن عنہ عند الاکثر نہر فیصح تولیۃ العامی ای الذی لا یحکم بفتوی غیرہ علاوہ برآن خالی ہونا
زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر تو اس صورت میں جاہل عامی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال اور جو حکم کرے قاضی

جاہل غیر شخص کے فتوے سے علم اسواسطے کہ مقصود قضا یعنی حقدار کو حق کا پہونچانا حاصل ہو سکتا ہی غیر کے فتوی سے کذا فی البحر ابن غرس صاحب فواکہ بدریہ نے
کہا کہ فقہا کی مراد عامی سے جاہل محض نہین بلکہ نا اہل علم او فہم ضروری ہی اور کمتر مرتبہ یہ ہی کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تحصیل احکام شرعیہ کا
مذہب اور صدور مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور عادی اور ترجیح مین کیفیت ایراد اور اصدار سے واقف ہو انتہی کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن فی الایمان البزازیۃ المفتی یفتی

بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاہر دل علی ان الجاہل لا یمکنہ القضاء بالفتوی ایضا فلا بد من کون الحاکم فی الدیانۃ والفروج عالما دینا کالکبریت الاحمر واین الکبریت الاحمر
واین العلم لیکن بزازیہ کی کتاب الایمان مین ہی کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہی اور قاضی ظاہر پر حکم کرتا ہی یہ قول اسپر دلالت کرتا ہی کہ جاہل کو غیر کے فتوی پر حکم دینا ممکن نہین
تو دیانت اور فروج مین قاضی حاکم کو عالم اور دیندار ہونا ضرور ہی اور عالم دیندار ہونا کبریت احمر کے مانند ہی اور کہان ہی کبریت احمر اور کہان علم انتہی کلام البزازی ھم
یعنی جب یہ ثابت ہوا کہ بناء فتوی دیانت پر ہی یعنی فیما بینہ وبین اللہ اور بناء قضا ظاہر پر ہی اور جسپر قرائن دلالت کرین تو اب قاضی کو مفتی کے فتوی پر
حکم کرنا غیر ممکن ہی لیکن یہ سب مقدمے مین مشہور نہین اسواسطے کہ جائز ہی کہ فتوی بالدیانت ہو اور فروج کو خاص کر کے ذکر کیا کہ دونون مین خونریزی اور اشتباہ
انساب ہے ضرر زائد ہی طحطاوی نے کہا بعضون نے اسکا جواب یون دیا ہی کہ افتا سے وہ مراد ہی جسپر قاضی عمل کرے اسطرح پر کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی
صورت قاضی کے روبرو پیش ہو تو وہ اسمین کیا حکم کرے علاوہ اسکے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر مسائل مین ہی نہ ہر مسئلے مین و مثلہ فیما ذکر المفتی اور قاضی
کے مانند اوصاف مذکورہ مین مفتی ہی یعنی مفتی کا بھی موثوق بہ ہونا ضرور اور ہی عفت اور عقل اور صلاح اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم مین وہ مثل قاضی
الاصولیین المجتہد واما من یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفتی وفتواہ لیس بفتوی بل ہو نقل کلام کما بسطہ ابن الہمام اور مفتی اصولیین کے نزدیک عبارت ہی
مجتہد سے اور جو اقوال مجتہد کو یاد کرلے وہ مفتی نہین اور اسکا فتوی بھی فتوی نہین بلکہ وہ نقل کلام ہی چنانچہ ابن ہمام نے اسکو فتح القدیر مین شرح
بیان کیا ہی ھم فتح القدیر مین ہی کہ اصولیین اسپر مستقر ہوگئی ہی کہ مفتی وہ ہی جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد جو مجتہد کا قول یاد کرلے وہ مفتی نہین اور جب اس سے کوئی
سوال کرے تو اسپر واجب ہی کہ مجتہد کا مثلا امام ابوحنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے مین علماے موجودین کا
فتوی درحقیقت فتوی نہین بلکہ وہ کلام کی نقل ہی اور اسکے نقل کرنے کے دو طریقے ہین یا یہ کہ ناقل کی اس نقل مین مجتہد مفتی تک سند ہو یعنی قول مجتہد یا بطور روایت
متصل اسکو پہونچا ہو یا ناقل نے کتاب مشہور سے جو دست بدست متداول ہی قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند انکی تصانیف مشہورہ معتمدہ
مجتہدین سے کیونکہ کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہین ایسا کچھ ذکر کیا ہی رازی نے انتہی کلام الفتح والطالب للقضاء بقلبہ والسائل بلسانہ اور نہ خواہش کر
قضا کی اپنے دل سے اور نہ اسکا سوال کرے اپنی زبان سے ھم یعنی ممنوع ہی ابوداود اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جو قضا کا سوال کریگا وہ اپنی ذات پر سپرد کیا جائیگا یعنی خدا تعالی کی طرف سے توفیق خیر اسکو نہوگی اور جسپر جبر کیا جائیگا یعنی جو زبردستی قاضی کیا جائیگا تو اسکی طرف
فرشتہ نازل کیا جائیگا وہ اسکو طریق مستقیم پر قائم رکھیگا اور صحیح بخاری مین ہی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن سمرہ امارت کا سوال نہ کیجیو اسواسطے کہ
اگر امارت سوال سے تجکو دیجائیگی تو اسکی طرف تو سپرد کیا جائیگا اور اگر بدون سوال تجکو امارت دیجائیگی تو تیری اعانت کیجائیگی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ طلب سوال قضا کا
حلال نہین حرام ہی اسواسطے کہ جب سوال سے اعانت ربانی نہوگی تو سوا سے خذلان واین اسکا کیا ثمرہ ہی اور اسواسطے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہی تو محروم
رہیگا اور جسپر زبردستی ہوگی وہ اپنے رب پر توکل کریگا تو وہ ملہم بالخیر ہوگا فی الخلاصۃ طالب الولایۃ لا یولی الا اذا تعین علیہ القضاء او کانت التولیۃ مشروطۃ او ادعی ان العزل
من القاضی الاول بغیر جنحۃ ھم اور خلاصہ مین ہی کہ جو ولایت طلب کرے اسکو حکومت نہ دیجائے مگر جب طالب پر قضا متعین ہوجائے یا تولیت وقف اسکے واسطے شرط
یا متولی یا قاضی جدید سے یہ دعوے کرے کہ معزولی میری قاضی اول کیجانب سے بلا قصور ہی کذا فی النہر ھم نہر الفائق مین ہی کہ جیسے طلب جائز نہین ویسی ہی تولیت
بھی طالب کی جائز نہین اور اسمین کچھ فرق نہین مابین قضا و تولیت وقف اور وصایت کے اور درصورت مشروط ہونے تولیت اگر طلب کریگا تو یہ تنفیذ شرط کی طلب ہی درا

در صورت دعوی بقصد ربح اگر قاضی جدید سے بحالی عہدۂ قدیم طلب کرے تو قاضی اسکو یہ کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پھر اسکو متولی کرے انتہی بحر الرائق میں ہو کہ اگر قاضی
متعین ہو اس طرح کہ اسکے سوا کوئی لیاقت قضا نہ رکھتا ہو تو اسپر طلب قضا واجب ہو تا کہ حقوق مسلمین محفوظ رہیں اور ظلم ظالمین دفع ہو وقال واستحسنه الشافعية والمالكية
طلب القضاء لخامل لنشر العلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہے طلب قضا کو اس شخص گمنام کے واسطے تاکہ اسکا علم ظاہر ہو ويختار المقلد الاقدر
والاولى به او سلطان قاضی کا معین کرنے والا اس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کے واسطے بہتر ہو اپنے غیر سے یعنی تنفیذ قضا میں قادر تر ہو اور اپنے
غیر سے بہتر ہو یعنی جو علم اور فہم اور حلم میں افضل ہو اسکو یہ عہدہ جلیلہ عطا کرے ہم طبرانی میں ابن عباس سے مروی ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
متولی امر مسلمین ہو کسی شئ میں پھر وہ حاکم او عامل کرے اور حالانکہ وہ جانتا ہو کہ انمین یعنی مسلمین میں کوئی شخص اولی یا افضل ہو اور اس سے زیادہ عالم کتاب اللہ اور
سنت رسول کا تو البتہ اسنے اللہ کی اور اسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اسکے مستدرک حاکم اور مسند ابو یعلی موصلی میں مروی ہو اور سلطان کو
لازم ہو کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہو اگرچہ وہ غنی اور مفید ہو اولا ہو اور اگر کچھ نہ لے اور عمل قضا کرے تو افضل ہی
اور اصل اسمین قول ہو اللہ تعالی کا مال یتیم میں جسکو وصی اسکی کارندگی کرے (ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیأکل بالمعروف) یعنی جو غنی ہو وہ عفت
اختیار کرے اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کھائے عمر فاروق سلیمان بن ربیعہ باہلی کو عہدہ قضا پانسو درم کا مشاہرہ دیتے تھے بقدر کفایت انکی عیال کے
اور شریح قاضی کو سو درم مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضی شریح کو پانسو درم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کی عیال فاروق اعظم کے وقت میں کم تھے اور غلہ ارزان تھا
اور خلافت مرتضوی میں انکے عیال کثرت تھی اور غلہ گران تھا تو قاضی کی روزی میں کچھ تقدیر اور حد نہیں بقدر کفایت چاہیے کیونکہ یہ اجرت نہیں اسواسطے کہ قضا پر
اجرت لینا حلال نہیں کذا فی الفتح لایکون فظا غلیظا جبارا عنیدا لانه خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم اور قاضی بد خلق سخت دل متکبر غضبناک اور ناحق سے معاند حق
نہو کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو یعنی احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں خلیفہ ہو ہم عینی نے کہا مقصود قضا سے رفع فساد ہو اور اخلاق مذکورہ
تو آپ ہی فساد ہیں وفی اطلاق اسم خلیفة الله خلاف تاتارخانیہ اور خلیفۃ اللہ کے نام بولنے میں خلاف ہو کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضون کے نزدیک جائز ہو قاضی کو
خلیفۃ اللہ کہنا اسواسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنی پر محمول ہو اور بعضون کے نزدیک جائز نہیں شاید اسواسطے کہ یہ لفظ مخصوص بانبیا علیہم السلام ہو مانند آدم اور
داؤد علیہما السلام کے وکره تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم او العجز یکفی احدهما فی الکراهة ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہو قضا کا قبول کرنا
اس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سے ڈرے ظلم اور عجز میں سے ایک چیز کراہت کے واسطے کافی ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم اکثر نسخ درمختار میں کره التقلید ہو اور مصنف کی
شرح میں کره التقلد ہو اور یہی مناسب ہو اور اسیطرح اسکے قول میں والتقلید رخصۃ ہو اور بہتر والتقلد رخصۃ ہو کذا فی الحلبی والحموی وان تعین له او امنه لا یکره فتح ثم ان انحصر
فرض عینا والا کفایۃ بحر اور اگر باوجود خوف ظلم عہدہ قضا اسکے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بے خوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہیں کذا فی الفتح پھر اگر لیاقت
قضا اسی شخص میں منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین اور نہیں تو فرض کفایہ ہو کذا فی البحر ہم فتح القدیر میں ہو محل کراہت اسوقت ہو جبکہ قضا اسپر متعین نہو اور اگر اسی پر انحصار ہو
تو قبول قضا فرض عین ہو اور اسپر واجب ہو کہ آپ کو ظلم وغیرہ سے بچائے ہے مگر یا کہ سلطان سے فصل خصومات ممکن ہو انتہی والتقلد رخصة ای مباح والترک
عزیمة عند العامة بزازیة فالاولی عدمه اور قضا کا قبول کرنا رخصت ہو یعنی مباح ہو اور ترک قضا عزیمت ہو اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیہ تو عدم قبول قضا بہتر ہو
در صورت عدم خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہیں اسواسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہو اور نہایہ میں ہو کہ بعضے فقہا کے نزدیک قضا میں داخل ہونا جائز نہیں
مگر بعد تقاضے کے اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہو اور صحیح یہ ہو کہ دخول عزیمت ہو اور امتناع رخصت انتہی تو جب اسکے اولی عدم دخول ہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ دخول فی القضا
عزیمت ہو اور امتناع رخصت ہو بزازی نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر ہیں اور فتح القدیر میں اسی پر یقین کیا ہو اس دلیل سے کہ اکثر خطا پڑتی ہو اس شخص کے گمان
میں جو اپنے نفس پر اعتدال کا گمان رکھتا ہو پھر اسی سے خلاف اسکے ظاہر ہوتا ہو کذا فی النهر ویحرم علی غیر الاهل الدخول فیه قطعا من غیر تردد

فی البحر وبقیہ الاحکام مستفادۃ اور حرام ہے نا اہل پر دخل ہونا قضا میں یقیناً یا تردد فی البحر پس تو اسمیں احکام خمسہ ہیں ہم خلاصہ یہ ہے کہ قبول قضا کا
فرض عین ہوتا ہے اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہے واسطے قابل کے جبکہ اسکے سوا اور لوگ بھی اہلیت قضا رکھتے ہوں اور مکروہ ہے جبکہ
ظلم کا خوف ہو اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا (تنبیہ) در صورت بیخوفی ظلم و نیت انصاف کذا فی النہر اسباب چند احادیث در باب
تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابوہریرہ رضی سے روایت کی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضاء فقد ذبح بغیر سکین
یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری ذبح ہو گیا ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کامل میں ابن عباس رض سے حدیث مرفوع
روایت کی (من استقضی فقد ذبح بغیر سکین) یعنی جسنے قضا طلب کی وہ بے چھری ذبح ہو گیا لہذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ رض نے ضرب اور
قید اختیار کی مگر قضا قبول نہ کی اور بیان کیا کرتے ہیں کہ قید خانے میں مر گئے اور محمد بن حسن آئے وہ ایک حدیث جیسا مرد فقیہ رہے ابو حنیفہ نے فرمایا کہ قضا عمیق
سمندر ہے کیونکر اس کے پار ہو سکو وہ تیرکر تو ابو یوسف نے کہا آپ تحقیق از روئے نفس ثقہ ہیں اور صلاح عالم واقف کار ہے تو امام نے فرمایا کہ کیا اگر تم قاضیاں بنتے تو یہ
تو قاضی ہو گا صحیح مسلم میں ابوذر سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر میں تیرے واسطے وہ چیز محبوب رکھتا ہوں جو اپنی ذات کے واسطے محبوب
رکھتا ہوں ہرگز نہ حاکم کیجیو دو شخصوں پر اور مال یتیم کا متولی نہ ہیجیو اور ابوداؤد وغیرہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہیں دو
دوزخ میں ہیں اور ایک بہشت میں اور ایک وہ شخص ہے کہ حق پہچانا اسکے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہے اور ایک وہ ہے کہ جس نے حق کو دریافت کیا اور اسپر
حکم نہ دیا اور حکم میں جور کیا تو وہ دوزخ میں ہے اور ایک مرد وہ ہے کہ جس نے حق کو نہ دریافت کیا اور لوگوں کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور صحیح
ابن حبان میں عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلایا جائیگا قیامت کے دن تو
شدت حساب میں اتنا گرفتار ہوگا کہ آرزو کریگا کاش اپنی عمر میں دو شخصوں میں فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نسائی میں روایت ہے کہ کسی نے کہا کہ اگر مجھکو اختیار دیا جائے کہ
گردن مارنے میں اور قضا قبول کرنے میں تو میں اپنی گردن کٹوانا اختیار کروں اور حاکم نے ابن عباس سے صحیح حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دو شخصوں پر حاکم ہوا ہو
اسنے انہیں انکی خوشی یا ناخوشی کے موافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اسکا ہاتھ گردن میں بندھا ہو گا سوا اگر اسنے قرآن کے موافق حکم کیا اور رشوت
نہ لی اپنے حکم میں اور ظلم نہ کیا تو حق تعالی اسکے عمل و بندش کو چھوڑ دیگا اور اگر بغیر قرآن کے حکم کیا اور اپنے حکم میں رشوت لی اور ظلم کیا تو اسکا ہاتھ
اسکے پاؤں کی طرف باندھا جائیگا پھر وہ ڈال دیا جائیگا جہنم میں کذا فی فتح القدیر (ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر) ولو کان ذکرہ مسکین
وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم اور جائز ہے قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل و ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو جیسا ذکر کیا ہے اسکو مسکین وغیرہ نے مگر
جبکہ بادشاہ مذکور قاضی کو قضا بالحق سے منع کرے تو اسے حرام ہے عادل وہ ہے جو ہر شے کو اسکے مقام پر رکھے اور بعضوں نے کہا جو توسط اختیار کرے افراط اور
تفریط میں خواہ توسط عقائد میں ہو یا اعمال میں یا اخلاق میں (قبیل عمر فاروق) اور حجاج بن یوسف کے ظلم میں کچھ شک نہیں اور حالانکہ علمائے سلف نے اسکے زمانہ میں قضا
قبول کی تاتار خانیہ میں ہے کہ اسلام شرط نہیں اس بادشاہ میں جو قاضیوں کو مقرر کرتا ہے اور جو بلاد اسلام کہ کافروں کے قبضہ میں ہیں وہ بلاشک بلاد اسلام ہیں نہ بلاد حرب اسواسطے کہ
انمیں انہوں نے کفر کا حکم جاری نہیں کیا اور قاضی وہاں کے مسلمان ہیں اور ملوک جو انکی اطاعت بضرورت کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور اگر بلاضرورت اطاعت کرتے ہیں تو فاسق ہیں اور جو شہر
ہیں کہ کفار کیطرف سے حاکم مسلم ہے تو اسمیں اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور ترویج ایامی جائز ہے کیونکہ امیر مسلم مستولی ہے اور اطاعت کفر تو مخادعہ ہے اور
وہ بلاد جنپر کفار حاکم ہیں مسلمانوں کو انمیں اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور قاضی تو قاضی ہو جاتا ہے تراضی مسلمین سے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار سے حاکم مسلم کی درخواست
کریں انتہی اور مسکین نے اسکو اپنی شرح میں اصل کی طرف نسبت کیا ہے اور ابن ندانے اسکے جامع الفصولین میں ہے کذا فی البحر وفی فقد والی لغلبۃ کفار وجب علی المسلمین تعیین وال و امام للجمعۃ
فتح اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہے معین کرلینا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفتح ہم فتح القدیر میں ہے کہ اگر بادشاہ نہو اور نہ وہ

جیسے تقلید قضا جائز ہے جیسا کہ بعض بلاد مسلمین میں کہ ان پر کفار غالب ہو گئے ہیں جیسے قرطبہ میں تو مسلمین پر واجب ہے کہ منجملہ مسلمین ایک شخص پر اتفاق کر لیں
اور اسکو والی قرار دیں پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تا وہ آپس میں فیصلہ کیا کرے اور اسی طرح ایک شخص کو امام ٹھہرا دیں جو انکو جمعہ پڑھایا کرے انتہی اور یہ وہ قول ہے
جسکی طرف نفس مطمئن ہوتا ہے تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے کذا فی النہر ومن سلطان الخوارج واہل البغی واذا صحت التولیۃ صح العزل واذا رفع قضاء
الباغی الی قاضی العدل نفذہ وقیل لا یعنی جو ظالم بادشاہ ہے اور جائز ہے قضا قبول کرنا خارجیوں کے بادشاہ اور باغیوں سے اور جبکہ اہل قضا کی
تولیت قضا صحیح ہوئی تو انکا معزول کرنا بھی صحیح ہے یعنی اگر قاضی عادل کو معزول کرکے قاضی باغی مقرر کرے تو صحیح ہے اور جبکہ قاضی باغی کا مرافعہ ہو
قاضی عادل کی طرف تو اسکو جاری رکھے اور بعضوں نے کہا کہ جاری نہ کرے اور اسی پر یقین کیا ہے ناظم نے مع بحر الرائق میں ہے کہ قاضی باغی کی قضا
نافذ ہے جیسے فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہے اسواسطے کہ قول اصح میں فاسق صلاحیت قضا کی رکھتا ہے اور یہی قول معتمد ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ قول
ناظم خلاف معتمد ہے فاذا تقلد القضاء طلب دیوان قاضی قبلہ یعنی السجلات پھر جبکہ عہدۂ قضا پر منصوب ہو تو قبل کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات
طلب کرے مع دیوان اصل میں یعنی جریدہ حساب ہے پھر حساب پر اسکا اطلاق ہوا پھر موضع حساب پر اور یہاں مراد وہ تھیلیاں اور کیسے ہیں جن میں سجلات اور محضر
وغیرہا ہوں دستور یہ ہے کہ قاضی دو نسخے لکھتا ہے ایک اپنے پاس رکھتا ہے کہ شاید اسکی طرف کا یہ جاتا ہو اور دوسرا خصم کے ہاتھ میں دیتا ہے اور جو خصم کے ہاتھ میں ہے
وہ اعتماد کے لائق نہیں تو قاضی منصوب دو شخص یا ایک امین کو بھیجے تا قاضی معزول یا اسکے امین کا قبضہ مذکورہ لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اس سے پوچھے اور ہر قسم
علیحدہ علیحدہ تھیلی میں رکھے تا نکالنا آسان ہو پھر بعد قبض کے اسپر مہر کرے تغیر کے خوف سے سجل وہ ہے جس میں خصومت تھا میں اور اقرار مدعی علیہ یا انکار اور حکم
بشہادت یا نکول اس طرح پر مذکور ہو کہ اشتباہ نہ آئے اور اسکو محضر بھی کہتے ہیں اور صکوک وہ جسمیں بیع یا رہن یا اقرار وغیرہ مکتوب ہو اور حجت یا وثیقہ ان دونوں کو شامل ہے اور
حال کے عرف میں سجل وہ ہے جسکو شاہدوں نے واقعہ میں لکھا اور قاضی کے پاس لائے اور اسپر قاضی کا خط نہیں اور حجت وہ جسمیں سجل ہے واقعہ منقول ہوا اور اسکے اوپر
قاضی کی علامت ہو اور نیچے اسکے شاہدوں کا خط ہو اور خصم کو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی عن البحر ونظر فی حال المحبوسین فی سجن القاضی اور قاضی نظر کرے
ان قیدیوں کے حال میں جو قاضی کے قید خانہ میں ہیں مع یعنی قاضی ایک معتمد کو قید خانہ میں بھیجے اور وہ قیدیوں کے نام اور انکی خبر اور انکے مقید ہونے کا
سبب لکھے اور دریافت کرے کہ کسنے انکو مقید کیا واما المحبوسون فی سجن الوالی فعلی الامام النظر فی احوالہم اور جو شخص حاکم کے قید خانے میں محبوس ہیں تو امام یعنی
بادشاہ پر انکے حال کا نظر کرنا لازم ہے فمن لزمہ ادب ادبہ والا اطلقہ سو جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اسکو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہیں تو اسکو چھوڑ دے
مع یوں کہنا مناسب تھا جیسا کہ بحر الرائق میں شرح ادب سے ہے کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہو تو چھوڑ دے اسواسطے کہ جائز ہے کہ محبوس لائق تادیب نہو مگر اس سے قضیہ متعلق
ہو ولا یبیت احد فی قید الا رجل مطلوب بدم اور کسی کو شب باش نہونے دے قید میں مگر اس کو جو خونریزی میں ماخوذ ہو ونفقۃ من لا مال لہ فی بیت المال بحر اور
اس قیدی کا خرچ جسکے پاس مال نہیں بیت المال میں ہے کذا فی البحر یعنی مفلس محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال میں ہے اور یہی حکم ہے مشرکین کے محبوسوں کا اور بہتر دار
یہ ہے کہ اس کام پر ایک مرد صالح کو مقرر کرے جسکے پاس انکے نام لکھے ہوں اور ہر شخص کا خرچ ماہ بماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے ہاتھ سے دے کذا فی الطحطاوی فمن
اقر منہم بحق اوقامت علیہ بینۃ الزمہ الحبس فرکہ مسکین مع قبل الحق سو محبوسین میں سے جو حق کا اقرار کرے یا اسپر گواہی قائم ہو تو اسکو حبس لازم رکھے اسکو
مسکین نے شرح میں ذکر کیا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اسپر حق لازم کردے یہ قول عینی اور ابن ہمام کا ہے والا نادی علیہ بقدر ما یری ثم یطلقہ بکفیل بنفسہ فان
ابی نادی علیہ شہرا ثم اطلقہ اور اگر اقرار یا گواہی نہو تو اسپر منادی کرادے جسقدر کہ قاضی کی رائے میں آوے پھر محبوس کو چھوڑ دے اس سے حاضر ضامن لیکر سو اگر وہ حاضر ضامن دینے
سے انکار کرے تو اسپر مہینہ بھر منادی کرادے پھر اسکو چھوڑ دے مع طریقہ یوں ہے کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلے میں منادی کو بھیجے کہ وہ پکار دے کہ جسکو فلان بن فلان
محبوس پر کچھ دعوی ہو وہ حاضر ہو تا اسکی روبکاری ہو وعمل فی الودائع وغلات الوقف ببینۃ او اقرار ذی الید اور قاضی عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل

وقت مین گواہی یا قابض کے اقرار سے علم حموی نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہا سے سابقین کے عرف پر مبنی ہی کہ ودائع اور وقف قاضی کے اپنے پاس رکھتے تھے اور ہمارے
زمانے مین تو اموال وقف ناظرون کے تحت مین ہین اور ودائع یتامی کے اوصیا کے قبضہ مین ہین اور اگر یہ فرض کیجیے کہ قاضی معزول نے غلہ وقف یا ودیعت یتیم کو کسی
اپنے پاس رکھوا یا تو اسی کے موافق عمل کرے جیسا کہ کتاب مین مذکور ہی ولم یعمل المولی بقول المعزول لالتحاقه بالرعایا وشهادة الفرد لاتقبل خصوصا بفعل نفسه درر
وسفادہ رو باوقوع اکثر شہر اور قاضی منصوب عمل نہ کرے معزول قاضی کے قول پر بسبب لاحق ہونا معزول رعایا کے ساتھ اور اگر اسکو شاہد قرار دیجیے تو گواہی ایک
شخص کی مقبول نہین خصوصا اپنی ذات کے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصا کا مفاد رد شہادت معزول ہو اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی النہر یعنی جبکہ
اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہ ہوئی تو باقی رہگیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نہ ہوئی اسکی گواہی بھی مردود ہوگی قلت لکن فی قاری الهدایة
بقبولها تبعه ابن نجیم فی فتاویه مین کہتا ہون لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتوی دیا ہی اور ابن نجیم صاحب فتاوی اسکا تابع ہوا ہی تو خبردار ہو
ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین تو مثل النہر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہی شاید ابن نجیم کے فتاوی مین قبول شہادت کا فتوی مذکور ہو الا ان
یقر ذوالید انه ای المعزول سلمها ای الودائع والغلات الیه فیقبل قوله فیهما لانه ثبت الا اذا بدأ ذوالید بالاقرار للغیر ثم اقر بتسلیم القاضی الیه فاقر القاضی
بانها لآخر فیسلم للمقر له الاول ویضمن المقر قیمته او مثله للقاضی باقراره الثانی ویسلم الی من اقر له القاضی قول معزول پر عمل نہین مگر جبکہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی
معزول نے اسکو ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کیے ہین تو اب ودائع اور محاصل مین معزول کا یہ قول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہین مگر جبکہ قابض نے
پہلے غیر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اسکو سپرد کیا ہے وہ قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے اقرار کیا تو اس صورت مین
ودائع اور محاصل پہلے مقر لہ کو تسلیم کیے جائینگے اور تاوان دے مقر قیمت کا اگر ودیعت قیمی ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اسکے اقرار ثانی کے سبب پھر قاضی
منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقر لہ کو تسلیم کرے ویقضی فی المسجد ویختار مسجدا فی وسط البلد تیسیرا للناس ویستدبر القبلة کخطیب ومدرس خانیه اور قاضی
مسجد مین بیٹھکر حکم کرے اور وہ مسجد اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگون کی آسانی کے واسطے اور پشت بقبلہ ہو کر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے کیونکہ قضا
عبادت ہی لہذا مسجد مین جائز ہے اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نہ کرے اور اسکو جو نجس کہا ہے تو باعتبار نجاست اعتقاد کے حموی نے کہا قضا فی المسجد
بنظر زمان سابق صحیح تھی اور ہمارے زمانے مین تو مناسب نہین کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب قرار واقعی نہین کرتے اور بحال جنابت آنے سے احتراز نہین کرتے
اور مساجد مین وہ کام کرتے ہین جو ہرگز لائق نہین واجرة المحضر علی المدعی هو الاصح بحر عن البزازیة وفی الخانیة علی المتمرد وصححه اور اجرت حاضر کرنے والے کی
مدعی پر ہے یہی قول اصح ہے کذا فی البحر عن البزازیہ اور خانیہ مین ہی کہ اجرت متمرد سرکش پر ہی اور یہ قول صحیح ہے ہم پہلا قول مقدم ہی کیونکہ اصح مقدم ہے صحیح سے
نے کہا اور بعضون نے کہا کہ اجرت حاضر کرنے والے کی بیت المال مین ہی بحر الرائق مین ہی کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اسی شہر مین نصف درم سے ہی درہم تک
اور خارج شہر مین بحساب فی فرسنگ تین درم سے چار درم تک اور بزازیہ مین ہی کہ حاکم کے اعوان احضار کی درخواست کرے وکذا السلطان والمفتی والفقیه
اور ایسے ہی سلطان اور مفتی اور فقیہ یعنی مدرس فقہ کو مسجد مین جلوس جائز ہی او فی دارہ ویاذن عموما یا قاضی حکم کرے اپنے گھر مین اور لوگون کو آنے کی اجازت
دے علی العموم ہم خلاصہ یہ ہی کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس مین جلوس کرے اور دربان اور حاجب مقرر کرے یہی افضل ہی لیکن شرح ادب مین ہی کہ اگر دفع ازدحام
خصوم کے واسطے دربان مقرر کرے تو جائز ہی اور حکم نہ کرے شغل قلب کی حالت مین یعنی فرحت یا غضب یا تشویش یا حاجت جماع یا نہایت درجہ کی گرمی یا برد اور
کی حاجت مین اور جس روز جلوس کا ارادہ کرے نفل روزہ رکھے اور پہنے حسن ثیاب و اعدال احوال مین کذا فی الطحطاوی ویرد هدیة التنکیر للتقلیل ابن کمال اور قاضی ہدیہ
اور سوغات لے پھیر دے ابن کمال نے کہا کہ لفظ ہدیہ کا نکرہ لانا تقلیل کے واسطے یعنی تھوڑی سی چیز کا بھی ہدیہ لینا قاضی کو جائز نہین پھیر دینے کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کو بیت المال
مین نہ رکھے اور یہی قول ہی اکثر مشائخ کا اور بعضون نے کہا بیت المال مین رکھے ہدیہ پھیر دینے کا حکم اسواسطے ہوا کہ وہ رشوت کے مشابہ ہی یہی طریقہ تھا صحابہ کرام کا رضی اللہ تعالی عنہم

فرق ہدیہ و رشوت

کذا فی الطحطاوی وہی ما یعطی بلا شرط اعانۃ بخلاف الرشوۃ ابن ملک یعنی ہدیہ وہ ہے جو دیا جاوے بلا شرط اعانت بخلاف رشوت کے کذا ذکرہ ابن ملک یعنی ہدیہ اور رشوت میں یہ فرق ہے کہ ہدیہ میں
اعانت مشروط نہیں ہوتی اور رشوت میں مددگاری اوسکا برابری مشروط ہوتی ہے [illegible] اور اگر ہدیہ لانے والے کو پھیر دینے سے رنج ہو تو
قاضی اسکو بقدر اوسکی قیمت کے عطا کرے کذا فی الخلاصۃ وان تعذر الرد لعدم معرفتہ او لبعد مکانہ وضعہا فی بیت المال اور اگر ہدیہ کا پھیر دینا اسکی بہ عدم معرفت یا اوسکے مکان کی
دوری سے متعذر ہو تو اوسکو بیت المال میں رکھ دے [illegible] تاتارخانیہ اور [illegible] علیہ السلام سے یہ ہے کہ آپکو ہدایا آتے تھے کذا فی
التاتارخانیہ [illegible] اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نائب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول فرماتے تھے پھر کیا وجہ کہ قاضی قبول نہ کرے اسکا
جواب یہ ہے کہ یہ امر خصوصیات نبویہ سے ہے اس میں اتباع جائز نہیں اور وجہ خصوصیت شاید یہ ہو کہ آنحضرت علیہ السلام معصوم تھے رعایت خاطر مہدی خلافا
لشرح [illegible] فیہا یجوز للامام والمفتی والواعظ قبول الہدیۃ لانہ
انما یہدی الی العالم لعلمہ بخلاف القاضی اور تاتارخانیہ کا مفاد یہ ہے کہ امام یعنی سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں [illegible] اور تاتارخانیہ میں ہے کہ
امام اور مفتی اور واعظ کو ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اسواسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہے اسکے علم کے سبب بخلاف قاضی کے یعنی اسکو ہدیہ دینے میں تو دنیا کی غرض کا
احتمال ہے ہم شارح نے اس اقرار سے تاتارخانیہ کے دونوں قولوں میں منافات ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول ہدیہ خصوصیات نبویہ سے ہے تو سلطان کا
ہدیہ قبول کرنا جائز نہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے اسکا جواب یوں دیا ہے کہ خصائص نبوی سے یہ لازم نہیں آتا کہ خلفاء
ہدیہ قبول نہ کریں اسلیے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کریں اور بیت المال میں رکھ دیں تو جائز ہے چنانچہ فصل جزیہ میں مذکور ہے کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا امام کو جائز ہے اور اسکو مصالح
مسلمین میں صرف کرے اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجیے تو منافات مطلق باقی نہیں رہتی الا من اربع السلطان والباشا اشباہ و بحر و قریب محرم او من
جرت عادتہ بذلک بقدر عادتہ ولا خصومۃ لہما در مگر چار شخصوں کا ہدیہ قاضی لے سکتا ہے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا کذا فی الاشباہ والبحر اور ذی رحم
قرابتی محرم کا یا اس شخص کا جسکو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو اور خصومت نہو دونوں کی کذا فی الدر یعنی بشرطیکہ قریب اور
معتاد کا مقدمہ دار القضا میں رجوع نہو تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے تو اتنا پھیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قرابت دار اور معتاد دونوں کا ہدیہ قبول
نکرے اور واجب ہے کہ سلطان اور اسکے نائب کے ہدیہ قبول کرنے میں بھی عدم خصومت کی قید لگائی جائے سلطان اور نائب کے ہدیہ قبول کرنے کی یہ وجہ ہے کہ انکا
ہدیہ بیت المال میں سے ہے اور قاضی بیت المال کے مصارف میں سے ہے اور ظاہر قبول ہدیہ اس صورت میں ہے جبکہ حلت غالب ہو اور اگر حرمت غالب ہو یا حلت اور
حرمت دونوں برابر ہوں تو سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نکرے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ قاضی قرض نہ لے مگر اس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا
بشرط عدم خصومت و عدم تہمت اعانت اور اسیطرح عاریت لینا کذا فی الطحطاوی ویرد اجابۃ دعوۃ خاصۃ وہی التی لا یتخذہا صاحبہا لولا حضور القاضی
ولو من محرم و معتاد وقیل ہی کالہدیۃ اور قاضی دعوت خاصہ کے ان لینے کو قبول نہ کرے دعوت خاصہ وہ ہے جسکو صاحب دعوت نہ کرے اگر قاضی نہ آوے اگرچہ
دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قول بعض یہ ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے ہم بعضوں نے کہا دعوت نکاح اور ختنہ عامہ ہے اور انکے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضوں نے
کہا دس شخص تک کی دعوت خاصہ ہے اور اس سے زیادہ دعوت عامہ اور مصنف کی تفسیر اصح ہے چنانچہ سراج میں ہے اور یہی معتمد ہے چنانچہ بحرالرائق میں ہے اور عدم اجابت دعوت
خاصہ محرم یہ شیخین کا قول ہے اور محمد نے کہا کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ اسمیں صلہ رحم ہے اور خصاف نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کافی نے مختار کہا
صاحب بحر نے کہا اسیطرح کہنا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نہ کرے مگر محرم اور معتاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی یعنی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وفی الارشاد وشرح المجمع و
لا یجیب دعوۃ خصم و غیر معتاد ولو عامۃ للتہمۃ اور سراج اور شرح مجمع میں ہے اور قاضی قبول نہ کرے دعوت خصم اور غیر معتاد کی اگرچہ دعوت عامہ ہو بسبب تہمت کے
ہم اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہو ہر مہینے میں ایک بار پھر وہ ہر ہفتہ میں بعد قاضی ہونے کے دعوت کرے تو قبول نہ کرے اور اگر طعام اکثر ہو

عیادت قاری سے تو قبول کرے مگر اس صورت میں جبکہ شخص معتاد کا مال زیادہ ہو گیا ہو کذا فی الحاوی عن التاتارخانیہ ویشہد الجنازۃ ویعود المریض ان لم تکن
لہما او لاحدہما دعوی شرنبلالیہ عن البرہان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مریض کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور جو مریض مدعی اور مدعی علیہ نہ ہوں کذا فی الشرنبلالیہ
عن البرہان ہم کہتے ہیں مگر مریض کے پاس زیادہ نہ بیٹھے کذا فی النہر ویسوی وجوبا بین الخصمین جلوسا واقبالا واشارۃ ونظرا ویمنع عن مسارۃ احدہما والاشارۃ
الیہ ورفع صوتہ علیہ اور واجب ہے کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنی مدعی اور مدعی علیہ کو یکساں رکھے باعتبار بیٹھنے اور متوجہ ہونے کے اور
باعتبار اشارہ کرنے کے اور دیکھنے کے اور باز رہے ایک کی سرگوشی سے یعنی چپکے ایک کے کان میں بات کرے اور باز رہے ایک شخص کی طرف اشارہ کرنے سے
اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک پر شور نہ کرے ہم کہتے ہیں اور مذکورہ بین مساوات بین الخصمین اسلئے واجب ہے تا دوسرے کی دل شکنی نہو اور قاضی پر
تہمت نہ لگے اور اسی وجہ سے کہ اسحاق بن راہویہ نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا القضا بین المسلمین ہو وہ ان میں مساوات رکھے
مجالس اور اشارہ اور نظر میں اور احد الخصمین پر آواز نہ بلند کرے دوسرے سے زیادہ اور عمر نے ابو موسی اشعری کو لکھا کہ مساوات بین الناس کر اپنے منہ پر ہونے اور
عدل اور مجلس میں تاکہ شریف تیرے ظلم میں طمع نہ کرے اور ضعیف تیرے عدل سے نا امید نہو اور احد الخصمین سے مخفی بات نہ کرے اور نہ ان میں سے کسی سے مخفی بات کرے اور
اسکو ملاقات میں حجت نہ کرے بسبب تہمت کے نوازل اور فتاوی کبری میں ہے کہ بادشاہ نے مخاصمت کی ایک مرد کے ساتھ بادشاہ قاضی کے پاس کہ اسکی نشستگاہ میں اگر
بیٹھا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ کا مخاصم وہاں بیٹھے اور قاضی زمین پر بیٹھے کہ دونوں میں فیصلہ کرے اور اسیطرح قاضی شریح کا
ہے کہ انہوں نے امیر المومنین علی کو اور انکے مخاصم کو اسیطرح بٹھلایا اور باتفاق اہل علم مستحب ہے کہ دونوں کو اپنے سامنے بٹھلاوے اور ایک کو اپنے داہنے اور دوسرے کو
بائیں نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنی طرف فضل ہے اور خصمین کو لائق ہے کہ قاضی کے سامنے دو زانو بیٹھیں دو ہاتھ کے فاصلہ سے جیسا کہ شاگرد بیٹھتا ہے استاد کے رو برو اور چار زانو
یا اکڑوں نہ بیٹھیں اور اگر اسطرح بیٹھیں تو تعظیم قضا کے سبب قاضی انکو منع کرے اور اعوان قاضی کے اسکے سامنے کھڑے رہیں پھر جب قاضی کے رو برو خصمین بیٹھ جائیں
ہوں تو قاضی کو چاہیے کہ اسے ابتدا تکلم کرے کہ تمہارا کیا مطلب ہے اور چاہے سکوت کرے یہاں تک کہ وہی کلام آغاز کریں پھر جب کوئی کلام شروع کرے تو دوسرا
خاموش کیا جائے تا وقتیکہ وہ اپنا کلام پورا کر چکے کیونکہ دونوں کے کلام ساتھ کرنے میں شور و شغب ہے کہ حشمت مجلس قضا کے لائق نہیں پھر مدعا علیہ سے کلام
کروایا جاوے اگرچہ مدعی جواب کی نسبت خطاب نہ کرے یہی قول صحیح ہے تا علم بالمقصود حاصل ہو اور محمد کے نزدیک انفصال دعاوی میں ترتیب لحاظ ہے یعنی دعوی اول کا فیصلہ کر
پھر دوسرے کا پھر تیسرے کا علی ہذا القیاس اور تیسیر ایک امین غیر قرشی مقرر کرے کہ وہ شخص ثابت کی پہچان رکھے اور امین کو چاہیے کہ قاضی کے رو برو سے پر ظالم اسباب حاضر
اور اگر سابق میں تردد واقع ہو تو قرعہ ڈالے اور خصوم پر شتابی نہ کرے بلکہ مہلت دے کیونکہ شتابی میں حجت منقطع ہو جاتی ہے اکثر امر کو آدمی بھول جاتا ہے اور معلوم کرتا
کے رو برو کھڑا ہونا معروف نہ تھا یعنی سلف صالح میں اسکا رواج نہ تھا یہ بھی الفتح محدثات سے ہے جسکی طرف حاجت ہوئی کیونکہ لوگ مختلف الاحوال والادب ہیں تو قاضی کو اگر
مقتضا حال حق خیر کا ارادہ کرے بسبب حشمت نفس کے جو کہ بطرف وہ پہونچاتی ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور مستحب ہے کہ قاضی میں عبوست یعنی ترشروئی [illegible] مزاجی ہو بلا غضب اور
تواضع اور انکسار ہو بلا ذلت و ضعف اور قاضی کو چاہیے کہ ایک کاتب امین صالح واقف کار مقرر کرے جو محاضر اور سجلات کو لکھے تا خلل فاسد نہو جائے یعنی شروط کے ترک
کرنے سے چنانچہ وہ شروط کتاب السجلات والمحاضر میں مذکور ہیں کذا فی الفتح القدیر ملخصا [illegible] ہم کہتے ہیں کہ لائق یہ ہے کہ خصمین فی مجلس عام ہو کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور
اور رذیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو برابر کرے اگر بادشاہ مدعی علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ اور اسکے مدعی کو وہاں بٹھلاوے اور
آپ زمین پر بیٹھکر فیصلہ کرے انتہی ولا یضحک فی وجہہ وکذا القیام لہ بالاولی اور قاضی باز رہے احد الخصمین کے سامنے ہنسنے سے اور اسیطرح ایک شخص کی تعظیم کے لئے اٹھنے سے باز رہے
بطریق اولی ہم کہتے ہیں کہ قاضی کے ہنسنے سے وہ شخص اپنے خصم پر دلاور ہو جائیگا کذا فی النہر وضیافتہ اور قاضی ایک شخص کی دونوں میں سے ضیافت نہ کرے ہم کہتے ہیں اسحق بن راہویہ نے اپنی
مسند میں امام حسن سے روایت کی کہ ایک شخص علی مرتضی کے گھر میں اترا اور آپ نے اسکی ضیافت کی پھر جب کئی دن بعد یہ کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ فلاں شخص سے خصومت کروں تو

علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ تو یہاں سے اٹھ جا اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ ہم ایک خصم کی ضیافت کریں مگر کہ اسکے ساتھ اسکا خصم ہو اور ایضاح میں لکھا ہے
اور قاضی کو ... [illegible] ... میں تہمت میلان ہے کذا فی الفتح اقول فقول ذالک ... ہاں اگر اسکو دونوں کے ساتھ کرے تو جائز ہے کذا فی النہر ... [illegible]
... [illegible] ... کہ اگر دونوں کی ساتھ ضیافت کرے تو جائز ہے اور قیاس کا یہ ہے کہ اگر دونوں سے سرگوشی کرے یا دونوں کی طرف ساتھ ہی اشارہ
کرے تو جائز ہے ... والمزح فی مجلس الحکم ... اور قاضی خوش طبعی نہ کرے حکم کی مجلس میں ... اگر خصمین کے سوا اور کسی سے کرے
تو اسکی خوش طبعی سے مہابت ... نہیں ... الثانی لا بأس ... اور قاضی ... یا مدعا علیہ کو تلقین حجت نہ سکھاوے اور ابو یوسف سے
روایت ہے کہ ... تلقین حجت میں ... کذا فی العینی ... تلقین حجت ... جائز نہیں کہ ... اور دوسری کی دل شکنی ہو ولا یلقن الشاہد
شہادۃ ... ابو یوسف نے ... زیادہ علم ... اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت نہ کرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہے جبکہ تلقین ...
زیادہ ... حاصل ہو ... ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ جب شاہد ... مجلس ... سے کچھ ترک کرے تو مضائقہ نہیں کہ
قاضی اسکی اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہ ہو اور اگر محل تہمت ہو اسطرح پر کہ مدعی ہزار ... کا دعویٰ کرے اور مدعا علیہ ... کا
منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کر دیئے ہوں اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو ... اپنی شہادت کو
دعویٰ ... کے موافق کرے جس طرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہیں جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہیں اور مبسوط میں ہے کہ طرفین کا قول عزیمت ہے
اور قول ابو یوسف رخصت ہے اسواسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا بقضا ہوئے اور دیکھا کہ ہیبت مجلس سے شاہد ادائے شہادت سے بند ہو جاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اسکو
تلقین نہ کریں تو حق ضائع ہو جائے کذا فی الفتح والفتوی علی قولہ فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربتہ بزازیہ اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے متعلقات قضا میں
ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونے کے سبب سے ھ اور قنیہ میں بھی بزازیہ کے موافق فتوی بقول ابو یوسف مذکور ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی بقول ابو یوسف قضا میں
اغلبی ہے یعنی اکثری ہے نہ کلی وفی الولوالجیۃ حکی ان ابا یوسف وقت موتہ قال اللھم انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومۃ نصرانی مع الرشید
لم اسو بینھما وقضیت علی الرشید ثم بکی انتھی قلت ومفادہ ان القاضی یقضی علی من ولاہ وفی الملتقی ویصح ممن ولاہ وعلیہ وسیجی اور ولوالجیہ میں حکایت ہے کہ ابو یوسف
نے اپنی موت کے وقت کہا الٰہی تو جانتا ہے کہ میں نے میلان نہیں کیا یعنی میں نہیں جھکا احد الخصمین کیطرف یہانتک کہ دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصومت
میں ہارون رشید کے ساتھ میں نے دونوں کو برابر نہیں کیا یعنی مجلس میں اور حکم کیا میں نے ہارون رشید پر یعنی اسکو ہرا دیا اور نصرانی کو جتایا پھر ابو یوسف روئے انتہی میں کہتا ہوں
اس حکایت کے سیاق سے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے اس بادشاہ پر جسنے اسکو قاضی مقرر کیا اور ملتقی الابحر میں ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اس سلطان کے نفع اور ضرر میں جسنے
اسکو قاضی کیا اور اسکا ذکر آگے آویگا فروع مسائل تحفہ شارح کے فی الیمل کہ من جملہ ادب القاضی ان لا یکلم احد الخصمین بلسانہ لا یدرہ الاخر ... یہ ہے کہ منجملہ ادب قاضی
یہ ہے کہ قاضی کلام نہ کرے احد الخصمین سے اس بولی میں جسکو دوسرا خصم نہیں جانتا یعنی اسواسطے کہ یہ منزلہ کلام مخفی کے ہے وفی التاتارخانیۃ والاحوط ان یقول للخصمین احکم
بینکما حتی اذا کان فی تقلیدہ خلل یصیر حکما بتحکیمھما اور تاتارخانیہ میں ہے اور زیادہ تر احتیاط یہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعا علیہ سے کہے کہ تمہارے مابین میں حکم
کروں تو اگر قاضی کی تقلید قضا میں کچھ خلل ہوگا تو قاضی حکم اور پنچ ہو جائیگا دونوں کی تحکیم سے ھ یعنی قاضی حکم کرنے کی دونوں سے اجازت چاہے جب جو کہیں کہ
حکم کیجئے تب حکم کرے فائدہ اسکا یہ ہے کہ اگر تقلید قضا میں کچھ خلل ہو مثلا رشوت دیکر عہدہ قضا لیا ہو تو بطور پنچایت کے فیصلہ صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قضی ثم امرہ
السلطان بالاستیناف بمحضر من العلماء لم یلزمہ بزازیہ قاضی نے فیصلہ بھی کیا پھر بادشاہ نے اسکو حکم کیا کہ پھر سر نو سے علما کے ساتھ فیصلہ کرے یعنی دعوی
اور گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہیں کذا فی البزازیہ ھ طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں بزازیہ سے یوں منقول ہے کہ قاضی پر یہ فرض نہیں تو معلوم ہوا
کہ استیناف جائز ہے طلب المقضی علیہ نسخۃ السجل من المقضی لہ لیعرضہ علی العلماء ھو صحیح ام لا فامتنع الزمہ القاضی بذلک ... ابو الفتاوی جبار ...

نسخہ سجل کا اگر اس سے چاہتا ہے تاکہ سجل کو علما کے سامنے پیش کرے کہ وہ صحیح ہے یا نہیں سوائے نسخہ نہ دیا تو قاضی پر اسکا دینا لازم کرے گے یعنی دلاوے کذا فی
جوہر الفتاوی و فی الفتح ینبغی للقاضی اقامۃ الحق بلا انتظار صدور کان اولی اور فتح القدیر میں ہے کہ جب تک اقامت حق بلا کینہ اندازی قلوب ممکن ہو تو بہتر ہے
طریقہ اسکا مبسوط میں یوں مذکور ہے کہ جو شخص ہارا ہو اس سے قاضی عذر کرے اور وجہ حکم اس سے بیان کرے اور کہے کہ تیری حجت سمجھی اور دریافت کی لیکن
حکم شرع ای طرح تھا اسکے سوا نہیں ہو سکتا تھا یہ عذر اس لئے ہے کہ وہ لوگوں سے شکایت نہ کرے اور قاضی کو ظالم نہ جانے اور لوگ اسکی شکایت سنکر بدگمان نہ ہوں

کذا فی الطحاوی ینبغی ان لا یقبل القاضی الحکایات الا اذا فسرہا ... اور قاضی اہل مقدمات کی حکایات قبول کرے
یا نہ کرے سو اسکا یہ جواب ہے کہ اگر قاضی نے فیصلہ کے واسطے بیٹھ چکا ہو تو قبول نہ کرے اور اگر ہنوز نہ بیٹھا ہو تو قبول کرے اور حکایات میں کوئی بات نہ کرے مگر اس
بات کو البتہ پوچھے جسکو اسنے بالفاظ صریح اقرار کیا ہو حکایات سے وہ حکایات مراد نہیں جو دعوی سے متعلق ہیں چنانچہ مسافر کا یوں کہنا کہ میں اس شہر
سفر میں گیا اور فلانے شہر میں اسکو سچا پایا اس سے قاضی کو خبر کیا اور مانند اسکے اور وہ حکایات مراد نہیں جو ملاقات دعوی سے نہیں جیسے کہ
حکایات جو مجلس میں ... دعوی اور بینات اور اقرار اور حکم کے واسطے ... کہ اسکے پاس ... اسکا مال غارت ... کیا پھر ...
... گمان نہ کی سو مال ضائع ہو گیا ... تو مدعی علیہ جواب میں کہے کہ ہاں یا اسکا انکار کرے اور اقرار بالفاظ صریح اس طرح کہ
کیونکہ میں نے مال سفارت ... مجھ پر رکھا ... حال ... کیا ہو ... کذا فی الطحاوی

فصل فی الحبس یہ فصل ہے حبس کے احکام میں جاننا چاہئے کہ حبس کے احکام قضا اور حبس کے احکام کثیرہ ہیں اور ... ذکر کیا ... حبس
بمعنی منع یعنی روکنا اور بند کرنا ہے اور موضع حبس پر اسکا اطلاق ہے کذا فی الحاوی اہل ہند حبس کو قیدخانہ اور جیل خانہ ... مشروع ... بقولہ
تعالی او ینفوا من الارض حبس مشروع ہے حق تعالی کے اس قول سے ... یعنی قطاع الطریق ... نفی من جمیع الارض ... مراد ...
نہیں تو نفی سے حبس مراد ہے اور حبس علیہ الصلوۃ والسلام رجلا بالتہمۃ فی المسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار متہم کو مسجد میں محبوس کیا اور رسول
علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں اور صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں حبس مسجد میں تھا یا ڈیوڑھی میں باندھکر اور ایک قول یہ ہے کہ
فاروق نے ایک گھر مکہ معظمہ میں چار ہزار درہم کو خرید کیا اور اسکو محبس ٹھہرایا واحدث السجن علی رضی اللہ عنہ وبناہ من قصب سماہ نافعا فنقبہ اللصوص فبنی غیرہ
من مدر وسماہ مخیسا بفتح الیاء وکسرہا ... اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے قیدخانہ ایجاد کیا اور اسکو بانس سے بنایا اور اسکا نام نافع رکھا
سو مسلمین کو ... بانس ... نکال لیے گئے پھر حضرت مرتضی نے ایک دوسرا محبس بنایا مٹی سے ... اور اسکا نام مخیس رکھا
اور ... موضع تخییس ... ذلیل کرنے کا مکان ... بضم میم و فتح خا و فتح یاء التشدید اسم ظرف ہے ... اسم فاعل ہے یعنی ذلیل کرنے والا
وفیہ یقول علی رضی اللہ عنہ شعر الا ترانی کیسا مکیسا بنیت بعد نافع مخیسا حصنا حصینا وامینا کیسا اور اسی میں علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا تو مجھکو
نہیں جانتا عاقل ... بنانے والا ... نافع کے مخیس ... امانت دار عاقل ... خلاصہ یہ ہے کہ حبس کتاب و سنت اور
خلفاء راشدین کے فعل سے ثابت ہے اور اسکے جواز پر اجماع امت قائم ہے کذا فی ... ان یکون موضع الحبس ... فراش و لا وطاء ... صفت قید
خانہ یہ ہے کہ ایسا مکان ہو جہاں فرش اور سو رہنے کا بچھونا نہ ہو تاکہ محبوس کو تکلیف ہو تو دین ادا کرے ... ان ... وضع کرتا ... جارہ اور
وطار ... تو معلوم ہوا کہ فراش اور وطار ایک ہی چیز ہے ... وطاء وہ فرش ہے ... مہیا ہو
... کذا فی الطحاوی ... اگر محبوس کے ... لایا جائے تو منع کیا جائے ... ان
یدخل علیہ ... للمشاورۃ ... جانے سے ... گرامنکے ... قرابت دار

اور بہت ہی جانے پاوین شوہر کی احتیاج کے سبب لیعنی اسواسطے کہ اونکے شوہر سے حصول مقصود تصور ہے یعنی آ جاتا ہے ولا یخرجن عنہ طویلا وفادہ
ان زوجۃ المحبوس ہی الحبس کی مشاہدہ ہوا اور اقارب اور عیال سے ملنے کے نزدیک پایا وہ عورتین اور وفا وہ طول کہ ثقہ اجارہ یہ ہے کہ محبوس کی زوجہ مستک ساتھ
رکھا جائے اگر قید کر دیا گیا والی وہی ہے اور یہ قید لگانا ہے کہ زوجہ اقارب یا پڑوسن میں دخل نہین تو فائدہ مذکور کہاں حاصل ہوا اور خیال ہے ایسا ہی النہر الفائق کی صدر عبارت
کے خلاف کرنیسے ہے النہر الفائق میں جو مذکور ہے کہ جب محبوس جماع کا محتاج ہو تو اسکی زوجہ یا لونڈی اسکے پاس جا اگر وہان اسکا امکان ہو اور اسمین دلیل ہے کہ زوجہ اسکی
قید نہ کیجائے اسکے ساتھ اگر وہ طالبہ ہو اسکی اور ہنا ہر ہو شی لیکن اس مین بھی یہ خیال ہے کہ طالبہ ہونے کی قید بالفعل سے مقصود نہین بلکہ عدم مبیح وجہ مطلقا ثابت
ہوتا ہے بحر الرائق مین ہے کہ اگر زوجہ پر احتمال فساد ہو تو متاخرین کے نزدیک شوہر کے ساتھ قید کیجائے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقی یمکن من وطی جاریتہ لو فیہ خلوۃ
اور ملتقی مین ہے کہ محبوس کو قادر کیا جائے اسکی لونڈی کی قربت پر اگر حبس مین خلوت ہو ولا یخرج لجمعۃ والجماعۃ والحج فرض بغیرہ اولی اور حبس سے نکالا جاوے
اور نہ جماعت پنجگانہ اور نہ فرض حج کے واسطے تو غیر فرض یعنی حج واجب اور حج نفل کے واسطے بطریق اولی نہ نکلے والحضور جنازۃ ولو کان بکفیل زیلعی وفی الخلاصۃ
یخرج بکفیل لجنازۃ اصولہ وفروعہ لا غیرہم وعلیہ الفتوی اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونیکے واسطے اگرچہ ضامن دیدے کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ مین ہے کہ ضامن
دیکر نکلے اپنے اصول اور فروع کے جنازے کیواسطے سوا انکے اور اسی پر فتوی ہے ولو مرض مرضا اضناہ ولم یجد من یخدمہ یخرج بکفیل والا لا بہ یفتی اور اگر
بیماری نے اسکو ضعیف اور قریب الہلاک کر دیا اور نہین پاتا کسیکو جو اسکی خدمت کرے تو ضامن دیکر نکلے اور اگر ایسا نہو یعنی سخت بیمار نہو یا وہان کوئی خدمت
کرنیوالا ہو یا ضامن نہ دے تو نہ نکلے اسی کا فتوی ہے ولا یخرج لمعالجۃ وکسب فی قبیل ولا یکتسب فیہ ولو لہ دیون خرج لیخاصم ثم یحبس خانیہ اور نہ نکلے علاج اور کمائی کے
واسطے بلکہ محبس مین بھی کسب نکرے اور اگر محبوس کے لوگون پر دیون ہون تو خصومت کے واسطے قاضی کے پاس جا پھر قید کیا جا کذا فی الخانیہ ولا یضرب
المحبوس الا فی ثلث اذا امتنع عن کفارۃ الظہار والانفاق علی قریبہ والقسم بین نسائہ بعد وعظہ والضابط ما یفوت بالتاخیر الی خلاف اشباہ اور محبوس پر مار ہو
مگر تین صورت مین ایک یہ کہ کفارہ ظہار نہ ادا کرے یعنی باوجود قدرت ادا میسر کے اپنے قرابت دار محتاج پر مال خرچ نہ کرے تیسرے یہ کہ اپنی زوجات کے درمیان آمد
کرے نصیحت کرنے اور سمجھانے کے بعد اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو حق کہ فوت ہو جائے تاخیر سے اور کوئی چیز اسکے قائم مقام نہو سکے اسکے ترک مین ضرب ہے کذا فی الاشباہ هم
ضرب اسواسطے ہوئی کہ تاخیر کفارہ مین زوجہ کا ضرر ہے اور زیادتی حبس مین قرابتدار کا ضرر ہے کیونکہ اسکا نفقہ ساقط ہو گا مدت گذر جانیسے اور اسیطرح فریقین
مین زوجات کا فوت حق ہے قلت وزاد فی الوہبانیۃ شہر وان فر لیضرب دون قیدتا دیا ہ وفی طلبین باب الحبس فی السنۃ تذکرہ مین کہتا ہون اور مسائل
ثلثہ ضرب پر وہ مسئلہ زیادہ کیا جا جو وہبانیہ مین ہے یعنی اور اگر محبوس بھاگے تو ادب دینے کے واسطے مارا جاسے بدون بیڑی ڈالنے کے اور دروازہ محبس کو مٹی سے بند کرنا
سرکشی مین مذکور ہے هم یعنی اگر محبوس سرکش ہو اور مال نہ ادا کرتا ہو تو دروازہ چن دیا جا اور ایک سوراخ اسمین رکھا جائے جس سے روٹی پانی اسکو دیا جا اور دوسرا قول یہ ہے
کہ اسمین قاضی کی رائے کو دخل ہے جیسا مناسب سمجھے کرے کذا فی الطحطاوی ولا یغل الا اذا خاف فرارہ فیقید او یحول الی سجن اللصوص لا الطین لانہ بالرای فیہ للقاضی
بزازیہ اور محبوس کے گلے مین طوق نہ ڈالا جا مگر جبکہ اسکے بھاگ جانے کا خوف ہو تو بیڑیان ڈالی جاوین یا اس حبس مین بدل دیا جائے جو چورون کے واسطے مخصوص ہے اور کیا
دروازہ مٹی چن دیا جائے اسمین قاضی کا اختیار ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی البزازیہ ولا یجرد ولا محبوس برہنہ کیا جا کپڑے اتار کر ولا یواجر عن
الثانی لو جہ القضاء دینہ اور نہ محبوس سے محنت مزدوری کرائی جاوے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مزدوری کرائی جائے اسکے ادائے دین کے واسطے ولا یقام بین یدی
صاحب الحق اہانۃ اور نہ محبوس صاحب حق کے آگے کھڑا کیا جائے اسکی ذلت کے واسطے ولو کان ببلدۃ لا قاضی فیہ لازمہ لیلا ونہارا حتی یاخذ حقہ جواہر الفتاوی اور اگر
صاحب حق اس شہر مین ہو جہان قاضی نہین تو مدیون کے ساتھ لگا رہے رات اور دن یہانتک کہ اپنا حق پا جائے کذا فی جواہر الفتاوی هم صاحب حق کو ملازمت کا
اختیار ہے اور یہ اختیار نہین کہ مدیون کو کسب کرنے دے یا گھر مین نہ جانے دے اور اسی کی طرف اشارہ حدیث شریف مین ہے کہ لصاحب الحق الید واللسان ہاتھ سے لازمت

مراد ہے اور زبان سے سخت تقاضا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت خلاء وغیرہ متعلق ہے بخلاف قاضی کہ اسکو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہے کذا فی الفتح و قنیہ میں ہے
مکانہ ای مکان الحبس عند عدم ارادۃ صاحب الحق للقاضی اور تعیین مکان حبس قاضی کے اختیار میں ہے جبکہ صاحب حق نے تعیین مکان کا ارادہ نہ کیا ہو الا اذا طلب
المدعی مکانا آخر فیجیبہ لذلک یعنی مگر جب مدعی دوسرے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اسکو مان لے کذا فی القنیہ و افتی المصنف تبعا لقاری الہدایۃ بان العبرۃ فی ذلک
لصاحب الحق لا القاضی انتہی اور مصنف نے فتوی دیا قاری ہدایہ کے تابع ہو کر کہ اسمیں یعنی تعیین مکان میں صاحب حق کا اعتبار ہے نہ قاضی کا انتہی وفی النہر ینبغی ان
لا یجاب لو طالب حبسہ فی مکان اللصوص ونحوہ اور نہر الفائق میں ہے لائق یہ ہے کہ قبول نہ کیا جائے اگر مدعی نے محبوس کرنا مدعی علیہ کا چوروں کے مکان یا مانند اسکے اور مکان
مکان میں طلب کیا ہو فرع ستامہ لطرف شاحح فی الحبس عن الجمعۃ والجماعۃ فی الجمعۃ والعیدین علی ما فی البحر الرائق میں جمعہ اور عیدوں سے منقول ہے اور عیدوں کے ساتھ ملحق ہو
محبوس بنایا جاسے فتنہ دفع کرنے کے واسطے واذا ثبت الحق للمدعی ولو دانقا وہو سدس درہم ببینۃ بجل حبسہ لطلب المدعی بظہور المطل بانکارہ واذا ثبت
مدعی کا حق ثابت ہو گیا گواہی سے اگرچہ اسکا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہے درہم کا تو قاضی اسکو جلد قید کرے مدعی کی درخواست سے بسبب ظاہر
ہو جانے ٹال دہندگی کے مدعی علیہ کے انکار سے ہم درہم ہوتا ہے ستر رتی کا اور چھ رتی چاندی کا دانگ کچھ کم تین رتی چاندی کی ٹھہری طحطاوی نے کہا لازم ہے کہ
قید اسکو لگائی کہ بدون اسکی طلب کے قاضی کو حبس کرنا جائز نہیں مگر شریح کہ قول ہے واذا ثبت ببینۃ بل باقرار لم یعجل حبسہ بل یامرہ بالاداء فان ابی حبسہ
اور اگر مدعی کا حق گواہی سے نہ ثابت ہوا بلکہ مدعی علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اسکے حبس میں جلدی نہ کرے بلکہ اسکو ادا کرنے کا حکم کرے اگر وہ نہ مانے
تو اسکو قید کرے ہم جبکہ اقرار سے ثابت ہو تو اسکی نادہندگی ظاہر نہ ہوئی لہذا اسکے حبس میں شتابی نہ کرے اور ادا دین کا اس وقت امر ہے جبکہ اسکا ادا دین پر قادر ہونا
نہ ہو سطح پر کہ مدعی علیہ نے دوسرے پر دعوی عین یا ودیعت کیا اور اس دعوی کو گواہی سے ثابت کیا اور وہ چیز اسکے پاس نکلی تو قاضی اسکو دلاوے اور ادا دین کرے کذا فی
النہر وعکسہ السرخسی اور اسکے بالعکس کہا سرخسی نے اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو حبس میں شتابی نہ کرے اسواسطے کہ مدعی علیہ کہ سکتا ہو مجھکو
گواہی کے پہلے اسکا دین معلوم نہ تھا اگر معلوم ہوتا اسوقت ادا کرونگا اور یہ احتمال اقرار میں نہیں ہو سکتا کذا فی الحلبی وسوی بینہما فی الکنز والدرر والملتقی اور کنز اور
درر میں ثبوت گواہی اور اقرار میں برابری کی ہے اور زیلعی نے اسکو پسند کیا ہے ہم یعنی گواہی اور اقرار دونوں میں حبس کی تعجیل نہ کرے اسواسطے کہ انکار میں عجلت ہوتی
حبس میں شتابی نہ کرے تاوقتیکہ اسکی نادہندگی بعد امر اور مطالبہ کے ظاہر ہو کذا فی الحلبی والاول مختار الہدایۃ والوقایۃ والمجمع قال فی البحر وہو المذہب
عندنا انتہی اور قول اول یعنی متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہی مذہب ہے ہمارے نزدیک انتہی کلام قلت وفی المنیۃ المفتی یثبت
ببینۃ یحبس فی اول مرۃ وبالاقرار یحبس فی الثانیۃ والثالثۃ دون الاولی فلیکن التوفیق میں کہتا ہوں اور منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار
کے انکار بعد الامر میں محبوس کیا جاے اور اگر حق ثابت ہوا اقرار سے تو دوسری بار اور تیسری بار کے انکار میں قید کرے نہ اول بار کے انکار میں تو اقوال مذکورہ میں اتفاق ہو جاتا ہے
ہم یہ توفیق تسویہ کے قول میں ظاہر نہیں ہوتی اور نہ سرخسی کے قول میں اسواسطے کہ اسکے نزدیک حبس ثبوت میں شتابی ہے نہ انکی میں تو نہیں کہ سکتے کہ حبس میں شتابی ہے
دوسری اور تیسری بار حبس میں تعجیل ہے اول بار اور ظاہر یہ قول رابع ہے اور ماتن اور شارح نے نکول کا حکم مذکور نہ کیا بحر الرائق میں قنیہ سے مذکور ہے کہ جب حق ثابت
ہو حکم نکول اور مطلوب تسلیم میں تاخیر کرے اور طالب اسکے حق کا طالب ہو تو قاضی اسکے حبس کا حکم دے کذا فی الطحطاوی ملخصا و یحبس المدیون فی کل دین ہو بدل
مال او ملتزم بعقد درر ومجمع وملتقی مثل الثمن والمنفعۃ کالاجرۃ والقرض ولذمی والمہر المعجل وما لزمہ بکفالۃ ولو بالدرک او کفیل الکفیل وان کثروا البرازیۃ
لانہ التزمہ بعقد کالمہر فلا عبرۃ بما وقع خلافا للفتاوی قاضی خان لتقدیم المتون والشروح علی الفتاوی بحر فلیحفظ اور حبس کیا جاے مدیون ہر ایک اس دین میں
جو عوض ہو مال کا یا لازم کر لیا ہو دین عقد سے کذا فی الدرر والمجمع والملتقی مانند ثمن مبیع کے اگرچہ ثمن بعوض منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض
کے اگرچہ ذمی کا قرض ہو اور مسلم پیا اور مانند مہر معجل کے اور جو دین کہ اسکو لازم ہو کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک ہو یا ضامن کا ضامن ہو

اگرچہ ضامن کثرت ہوں کذا فی البزازیہ استوائے کردیا ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کرلیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یعنی ثمن اور قرض اور مہر معجل اور دین کفالت میں
محبوس ہوگا بلا تصدیق دعوی محتاجی قول مستند ہے برخلاف فتاوی قاضی خان کے بسبب مقدم ہونے متون اور شروح کے فتاوی پر کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
اور قاضی خان نے ذکر کیا کہ وہ بصورت دعوی افلاس محبوس نہیں مگر ثمن اور قرض میں اور مہر معجل اور دین کفالت میں حبس نہیں اظہار مفلسی میں لیکن یہ فتوی متون اور شروح
مذکورہ کے مخالف ہے لہذا معتمد نہیں ہے اشیاء مذکورہ میں حبس کرنے کی وجہ باوجود دعوی افلاس یہ ہے کہ جب مال اسکے ہاتھ میں آیا یعنی مبیع اور قرض تو ادا کرنے کی
قدرت ثابت ہوگی اور جو دین کہ بعقد التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے ان میں بھی قدرت ایفا ثابت ہے کیونکہ قبول مہر اور کفالت پر شفقت ہی کرنا دلیل ہے قدرت
ایفا پر تو محبوس ہوگا اور اسکا یہ قول کہ میں محتاج ہوں مسموع نہ ہوگا کیونکہ یہ قول مناقض کے مانند ہے بسبب وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل ہر علت میں حال غالب کو
معتبر کیا مراد الا اشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس کبھی کرتے ہیں کیونکہ مناط احکام غالب پر ہے نہ نادر پر کذا فی الطحطاوی ثم عدہ فی الاختیار لبدل الخلع خلافا
قنیہ ہاں اختیار شرح میں شمار بدل خلع کو بیان شمار کرنا خلاف ہے اگاہ رہنا ہم بدل خلع کو یہاں شمار کرنا یعنی یہاں حبس لازم ہے باوجود دعوی محتاجی فی زمانا
انہ یحبس ایضا فی کل دین لزمہ بعقد علی تسلیمہا کالعین المغصوبۃ اور قال النسفی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ مدعی علیہ کو جو ایسا ہے اس میں جسکی تسلیم
وہ قدرت رکھتا ہے چنانچہ غصب کی ہر شے چیز لا یحبس فی غیرہ ای غیر ما ذکر وہو تسع صور بدل خلع مغصوب ومتلفات ودم عمد وعتق حصۃ شریک وارش جنایۃ
ونفقۃ قریب وزوجۃ ومہر موجل حبس نہ کیا جاوے اسکے غیر میں یعنی اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر میں اور اسکی نو صورتیں ہیں ۱ بدل خلع ۲ بدل مغصوب
۳ متلفات یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اسکا بدل ۴ دم عمد کا بدل ۵ شریک کا حصہ آزاد کردینا ۶ جنایت کی دیت ۷ نفقہ قرابت دار ۸ نفقہ زوجہ ۹ مہر موجل
قلت ظاہرہ ولو بعد طلاق میں کہتا ہوں اور ظاہر اطلاق مہر موجل کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اس میں حبس نہیں طلاق کے بعد بھی یعنی اگرچہ مہر موجل طلاق سے معجل ہوگیا
تو بھی حبس نہیں وفی نفقات البزازیۃ یثبت الیسار بالاخبار ہنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کے نفقات میں ہے کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت
ہوتی ہے یہاں یعنی نفقات میں بخلاف باقی دیون کے کہ وہاں فقط اخبار سے ثابت نہیں ہوتی لکن افتی ابن نجیم بان القول لمدعیہ مالم یثبت غناہ
فراجعہ لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا ہے کہ تنگدستی میں منفق کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے تاوقتیکہ اسکی تونگری ثابت نہو تو اسکی طرف مراجعت کرو ہمارا استدراک
اسپر ہے کہ تعبیر ثبوت سے متبادر یہ ہے کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہو نہ اخبار سے اور جواب یوں ہو سکتا ہے کہ دین نفقہ میں ثبوت اخبار سے ہوتا ہے اور اسکے
غیر میں شہادت سے کیونکہ اسکی عبارت میں تعیین نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فقال المدیون لیس بدل مال لزمہ وانہ ثمن متاع فالقول للمدیون مالم
یبرہن رب الدین طرسوسی بحثا واقرہ فی النہر اور اگر دونوں میں اختلاف ہوا اور مدیون کہتا ہو کہ یہ دین بدل کا مال نہیں ہے اور دائن کہتا ہو کہ وہ ثمن ہے متاع کا تو مدیون
ہی کا قول معتبر ہوگا تاوقتیکہ صاحب دین گواہی سے ثابت نہ کرے چنانچہ اسکو طرسوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہے اور نہر الفائق میں اسکو ثابت رکھا ہے مدیون
محبوس نہو گا اگر مدعی فقیر ہو فرع مسئلہ ملحقہ لا یحبس فی دین موجل کذا لا یمنع من السفر قبل حلول الاجل ان بعد ولہ السفر معہ فاذا حل منعہ حتی یوفیہ بدائع وقدمنا
فی الکفالۃ یعنی محبوس نہو گا دین موجل میں اور اسیطرح سفر جانے سے ممنوع نہیں ہو سکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہے
کہ اسکے ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین آچکے تو اسکو سفر سے روکے تا ایفاء دین کذا فی البدائع اور ہم اسکو مقدم ذکر کرچکے ہیں کتاب الکفالت میں ان
ادعی المدیون الفقر اذ الاصل العسرۃ اشیاء اربعہ کے غیر میں محبوس نہو گا اگر مدعی اپنے افلاس اور فقیری کا دعوی کرے اسلیے کہ اصل تنگدستی ہے یعنی
ہر شخص کے حق میں عسرت اصل ہے اسواسطے کہ ہر آدمی عدیم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور مدعی امر عارض کا دعوی کرتا ہے یعنی مالداری کا تو بدون شہادت اسکا دعوی
مقبول نہو گا کذا فی البحر الا ان یبرہن غریمہ علی غناہ ای قدرتہ علی الوفاء ولو باقراض او بتقاضی غریمہ مگر یہ کہ اسکا صاحب دین اسکی مالداری اور تونگری
گواہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہونا ادا سے دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کے تقاضا کرنے سے حاصل ہو شامی شارح

غنا کو بقدرت علی الوفا سے تعبیر کیا تا معلوم ہو کہ غنا سے غناے زکوۃ مراد نہیں تو اگر مدیون کو قرض دینے والا ہے اور وہ قرض نہ دے تو وہ ظالم ہی محبوس ہوگا
کیونکہ حبس جزا ظلم ہے اور اسکا ظلم ثابت ہو چکا جو وہ مقروض ہے اور اگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اسکا مال دوسرے پر ہے تو اس سے تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون کشادہ دستی
سے محبوس ہو تو مدیون محبوس نہوگا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا نہ کرے تو محبوس ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحموی فیحبسہ بقدر ما یراہ ای و یری ما
ہو الصحیح تو قاضی حبس کرے اسوقت میں جسقدر مدت کہ اسکی رائے میں آوے اگرچہ ایک ہی دن حبس کرے یہی قول صحیح ہے ہم یعنی جب گواہی سے کشادہ دستی
ثابت ہو تو مدت حبس قاضی کی راے پر مفوض ہے سو اگر قاضی کا گمان غالب ہو کہ اگر اسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کی حبس میں آپ کو خلاص کرواتا تو محبوس سے سوال
کرکے چھوڑ دے محمد کی روایت میں مدت حبس دو یا تین مہینے ہیں اور حسن کی روایت میں چار مہینے سے چھ مہینے تک ہے اور ہم کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی
راے پر مفوض ہے کیونکہ لوگوں کے حال متفاوت ہیں کذا فی النہر بل فی شہادات الملتقط قال ابوحنیفۃ اذا کان معسرًا معروفًا بالعسرۃ لم احبسہ فی الجنایۃ ولو فقرہ ظاہرا سال
عاجلا وقبل بینۃ علی افلاسہ وخلی سبیلہ نہر بلکہ ملتقط کی شہادات میں ہے کہ ابوحنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور با فلاس ہو تو میں اسکو محبوس نہ کروں یعنی اسکے حبس کا حکم نہ کروں
اور جنایت میں ہے کہ اگر اسکی محتاجی ظاہر ہو تو اسکا حال جلد لوگوں سے دریافت کرے اور اسکے افلاس پر گواہی قبول کرے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی النہر وفی البزازیۃ
قال المدیون حلفہ انہ ما یعلم انی معسر اجابہ القاضی فان حلف حبسہ بطلبہ ان نکل خلاہ واقرہ المصنف وغیرہ اور بزازیہ میں ہے کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مدعی کو
قسم دیجیے کہ وہ مجھکو مفلس نہیں جانتا تو قاضی اسکو قبول کرے پھر اگر مدعی قسم کھائی تو اسکو حبس کرے مدعی کی درخواست سے اور اگر قسم نہ کھائے تو اسکو چھوڑ دے
اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے قلت قدمنا ان الرای لمن لہ ملکۃ الاجتہاد فینبغی میں کہتا ہوں ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اس قاضی کی راے کا اعتبار جسکو
قدرت اجتہاد حاصل ہو سو خبردار رہنا یعنے قاضی غیر مجتہد کی راے کا کچھ اعتبار نہیں ام حلبی نے کہا کہ شارح میں قہستانی کا تابع ہوا ہی میں کہتا ہوں کہ ایسا امر ہے یعنے
تقدیر مدت حبس قاضی کے مجتہد ہونے پر موقوف نہیں انتہی ثم بعد حبسہ بما یراہ لو حالہ مشکلا عند القاضی والا فکل با ظہر بحر واعتمدہ المصنف پھر مدیون کو حبس کرنے
کے بعد بقدر اس مدت کے جو اسکی رائے میں آوے اگر اسکا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگدستی اور کشادہ دستی اسکو معلوم نہ ہو سکی ہو تو لوگوں سے اسکا حال
دریافت کرے وہ اگر ظاہر ہو تو بموجب ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اسپر اعتماد کیا ہے سال عنہ احتیاطا لا وجوبا من جیرانہ والواحد عدل
یکفیہ الدائن پھر بعد حبس اسکا حال اسکے پڑوسیوں سے پوچھے بنا بر احتیاط کے نہ بنا بر وجوب کے اور کفایت کرتا ہے ایک مرد عادل سے پوچھنا صاحب دین کی نسبت یعنے
یعنے اسکا حضور ضرور نہیں ہم جو اخبار کہ لائق امر ہے اسمیں ایک شخص عادل کا قول کافی ہے چنانچہ توکیل اور عزل کی خبر میں دو شخصوں سے دریافت کرنا احوط ہے اور کیفیت اخبار
یہ ہے کہ مخبر کہے کہ مدیون محبوس کا حال محتاجوں کا سا حال ہے خوراک اور لباس میں اور حال اسکا تنگ ہے اور ہمنے اسکا حال ظاہر اور مخفی دریافت کیا ہے کذا فی الطحطاوی
واما المستور فان وافق قولہ رای القاضی عمل بہ والا لا انفع المسائل بحثا اور اگر حالت یا فسق مخبر مستور اور مخفی ہو تو اگر اسکا قول قاضی کی راے کے موافق ہو تو اسپر عمل
کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی انفع المسائل بحثا ہم بحر الرائق میں ہے کہ فاسق کی خبر تو مقبول نہیں والشرط حضرۃ الخصم لا لفظ الشہادۃ الا اذا تنازعا فی الیسار
والاعسار قہستانی اور شرط نہیں اخبار میں حاضر ہونا مدعی کا اور نہ لفظ شہادت مگر جبکہ مدعی اور مدعی علیہ تنگدستی اور کشادہ دستی میں تنازع کریں کذا فی القہستانی
ہم یعنے اگر مدعی کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہے اور مدعی علیہ کہتا ہو کہ میں تنگدست ہوں تو اخبار کافی نہیں لفظ شہادت ضروری ہے اور اصطلاح خبر واحد در صورت تنازع
مقبول نہیں بلکہ بینہ ضروری ہے قلت لکنہا بالاعسار للنفی وہی لیست بحجۃ ولذا لم یجب السؤال انفع الوسائل فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن تنگدستی کی گواہی نفی غنا کی گواہی
ہے اور نفی کی گواہی حجت نہیں ہم لہذا اسکے حال کا سوال کرنا واجب نہیں کذا فی انفع الوسائل سو خبردار رہو جاننا ہم بحر الرائق میں مغنانی سے منقول ہے کہ یہ شہادت
نفی پر نہیں کیونکہ اعسار بعد یسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہی اور علامہ دوانی نے کہا کہ شہود کہتے ہیں کہ مدعی علیہ ضعیف الحال کثیر
العیال ہے اور یہ نفی نہیں یعنی اثبات ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ مال خلاہ بلا کفیل الا فی ثلث مال یتیم ووقف واذا کان الدائن غائبا ہم اگر محبوس کا

مال ظاہر ہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے بلا ضامن مگر تین صورتوں میں ضامن لیکر چھوڑے یتیم کے مال میں اور وقف کے مال میں اور جبکہ صاحب دین غائب ہو اور مفلس کے
چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عسرت اسکی قاضی کے نزدیک ظاہر ہوگئی تو وہ مہلت دینے کے لائق ہوگیا بموجب آیت قرآنی کے تو بعد اسکے اسکو قید کرنا ظلم ہوا اور یہ ال وقت کو
صاحب بحر نے قیاس کیا ہے اور ابن نجیم پر اور علمائے متاخرین اسکے تابع ہوگئے ہیں اور قیاس میں کذا فی الطحطاوی ثم لا یحبسه ثانیا للاول والغیرہ حتی یثبت غرمیه غناه بزازیہ
پھر حبس میں افلاس کے ثابت ہونے کے بعد چھوٹا تو قاضی اسکو دوبارہ قید نہ کرے اول مدعی کے واسطے اور نہ اسکے غیر کے واسطے تا وقتیکہ اسکا صاحب دین اسکی مالداری ثابت نہ کرے
کذا فی البزازیہ وفی القنیۃ برہن المحبوس علی افلاسه فاراد الدائن اطلاقه قبل تعلیمه فعلی القاضی القضاء به حتی لا یعیده الدائن ثانیا اور قنیہ میں ہے کہ محبوس نے اپنے افلاس کی
گواہی گذرانے سو صاحب دین نے اسکا چھوڑا دینا چاہا قبل اس بات کے کہ قاضی اسکی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اسکی مفلسی پر حکم کر دینا تا صاحب دین اسکو دوسری
دفعہ قید نکرا دے ہم شارح نے یہاں ایک جملہ قنیہ کا حذف کر دیا اور حالانکہ وہ ضروری ہے یعنی صاحب دین قبل تفلیس اسکا اطلاق چاہے اور محبوس نہ نکلے بدون افلاس کے حکم کے
تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وغیرہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا احضر المحبوس الدین وغاب ربه یرید تطویل حبسه القاضی قدرہ اخذه او کفیلا وخلاه
فائدہ محبوس نے دین حاضر کیا اور صاحب دین غائب ہوگیا تطویل حبس کا ارادہ کرکے اگر قاضی دین کو اور دین کی مقدار کو جانتا ہو تو اسکو لے یا مدیون سے ضامن لے اور اسکو
چھوڑ دے کذا فی الخانیہ ہم ضامن لے یعنی اگر ضامن اور حاضر ضامن لے کذا فی البحر عن الخانیہ وفی الاشباہ لا یجوز اطلاق المحبوس الا برضی خصمه الا اذا ثبت اعساره او احضر
الدین للقاضی فی غیبۃ خصمه اور اشباہ میں ہے کہ چھوڑنا محبوس کا جائز نہیں مگر اسکے مدعی کی رضامندی سے مگر جبکہ اسکا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو
اسکا چھوڑ دینا مدعی کی غیبت میں جائز ہے ہم بشرطیکہ قاضی مدعی اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل حبس کا قاصد نہو اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا
فائدہ تعمیم ہے چنانچہ ہمنے اسکی طرف اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ولو قال من یراد حبسه ابیع عرضی واقضی دینی اجله القاضی یومین او ثلثۃ ایام ولا یحبسه لان الثلثۃ
مدۃ ضربت لابلاء الاعذار اور اگر کہا اسنے جسکے محبوس کرنے کا ارادہ ہوا کہ میں اپنا اسباب بیچتا ہوں اور دین ادا کرتا ہوں تو قاضی اسکے واسطے دو یا تین دن کی مدت
ٹھہرا دے اور اسکو قید نہ کرے اسواسطے کہ تین دن آزمائش عذرات کیواسطے مدت مقرر ہو گئے ہیں یعنی اتنے عرصے میں ارباب عذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے ولو له عقار
یحبسه لبیعه ویقضی الدین الذی علیه ولو بثمن قلیل بزازیۃ وسیجی تمامه فی الحجر اور اگر مدیون کو کے زمین یا باغ ہو تو اسکو حبس کرے یعنی حبس کرے تاکہ اسکو
بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اسپر ہے اگرچہ بیع بثمن قلیل ہو کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اسکا آگے آویگا کتاب الحجر میں ولم یمنع غرماءه عنه علی الظاہر اور نہ روکے
جاوینگے مدیون سے اسکے دین والے بنا بر ظاہر روایہ ہم یہ جملہ متن کے اس قول سے فان لم یظہر له مال خلاه مرتبط ہے یعنی اگر محبوس کا مال ظاہر نہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے اور اگر
ارباب دیون اسکے ساتھ رہنے کا قصد کریں تو قاضی انکو نہ روکے یہی ظاہر الروایہ ہے امام سے خلافا للصاحبین امام کی دلیل یہ ہے کہ محبوس مفلس کی فرصت ہے تا حصول قدرت
ایفاء اور حصول قدرت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اسکے ساتھ رہیں تاکہ وہ مخفی نہ کر ڈالے کذا فی الطحطاوی فیلازمونه نہارا لا لیلا الا ان یکتسب فیه تو دین والے مدیون مفلس کے ساتھ
لگے رہیں دن کو نہ رات کو مگر یہ کہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ رہیں ہم اور ملازمت میں بہتر قول وہ ہے جو محمد سے مروی ہے کہ قیام اور قعود میں ملازمت
کرے اور اسکو حوائج والوں کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اسکو دونوں وقت کے کھانے سے روکے اور نہ وضو سے اور نہ جائے ضرور کے جانے سے اور اگر چاہے آپ اسکے
ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کے واسطے مقرر کرے اور یہ جائز نہیں کہ اسکو دھوپ میں رکھے یا برف پر یا جس مکان میں کہ اسکو اذیت ہو کذا فی الطحطاوی ویبعث امرأۃ
للمرأۃ تلازمها قنیہ اور عورت مدیونہ کے واسطے دوسری عورت نوکر رکھے جو اسکے ساتھ بنی رہے کذا فی القنیہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا او اختار المطلوب
الحبس والطالب الملازمۃ فی البحر الہدایۃ یخیر الطالب الا لضرر اور اگر مطلوب حبس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الحجر میں ہے کہ طالب کو
اختیار دیا جاوے مگر ضرر سے یعنی اگر ملازمت سے ضرر ظاہر ہو اس طرح کہ طالب مطلوب کو اسکے گھر میں نہ جانے دے تو اب دفع ضرر کے واسطے حبس
راجح ہے کذا فی النہر وکالۃ فی البزازیۃ بکفیل النفس اور بزازیہ میں حاضر ضامن دینے سے اسکو مکلف کیا ہے ہم بزازیہ میں ہے کہ اگر اسکی ملازمت میں اسکی

روزی جاتی رہے تو حاضر ضامن لیکر اسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی وللطالب ملازمته بلا امر قاض و مقره الجمعه اور طالب کو اسکی ملازمت کا اختیار ہے بدون
قاضی کے حکم کے اگر مطلوب اسکا حق کا مقر ہو ولا یقبل برهانه علی افلاسه قبل حبسه لقیامها علی النفی وصححه بعضهم اور مقبول نہین مدیون کے گواہ لانا اپنے
افلاس پر حبس سے پہلے بسبب قائم ہونے گواہی کے نفی پر یعنے نفی غنا پر اور بعض جی زادہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے بلا تاییده علیه گواہی نفی پر مقبول نہین ہے الا جب
چند مدت وہ محبوس رہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر اسکے پاس مال ہوتا تو حبس کی سختی نہ اٹھاتا اور اس قول کی صحت پہ اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی الطحطاوی عن
الهدایة وصحح غیره قبولها اور غیر جی زادہ اور علما نے قبول شہادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہے اور اسی کا فتوی دیا ہے محمد بن فضل و اسمعیل بن حماد بن
ابی حنیفه و نصیر بن یحیی نے اور یہی قول ہے شافعی اور احمد کا کذا فی الطحطاوی والمعول علیه رأیه کما مر قال علم اعساره قبلها والا فلیحفظ او رای محمد علیه قاضی
کی رای ہو سو اگر قاضی اسکا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہین تو نہین کذا فی النهر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے و بینة یساره احق من بینة اعساره
بالقبول لان الیسار عارض والبینات للاثبات اور گواہی مالداری مدیون کی حق بالقبول ہے اسکے افلاس کی گواہی سے اسواسطے کہ مالدار ہونا امر عارض ہے اور گواہیان
تو اثبات کے واسطے ہین نہ نفی کے واسطے ہم یعنی اگر طالب گواہ لاوے مطلوب کی مالداری پر اور مطلوب گواہ لاوے اپنے افلاس پر تو اس صورت مین مالداری کی گواہی احق بالقبول
ہے بیان گذشتہ نعم لو بین سبب اعساره وشهدوا بذلک قدم لاثباتها امرا عارضا فتح بحثا واقره فی النهر ہان اگر مدیون اپنے مفلس ہونیکا سبب بیان کرے اور
گواہ اسکی گواہی دین تو اب افلاس کی گواہی مقدم ہوگی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکورہ کے امر عارض کو یعنی یہ گواہی اثبات کی ہوئی نہ نفی کی کذا فی الفتح بحثا
اور اسی پر نہر الفائق نے اعتماد کیا وفی القنیه ان لم یبینوا مقدار ما یملک قبلت والا لم یمکن قبولها لانها قامت للمحبوس وهو منکر والبینة متی قامت للمنکر لا تقبل اور
قنیہ مین ہے کہ اگر شہود مالداری کے تعارض کے وقت نہ بیان کرین اس مقدار کو جسکا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر مقدار بیان کرین تو اسکا قبول
کرنا ممکن نہین اسواسطے کہ محبوس کے واسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کے واسطے قائم ہو تو مقبول نہین و ابد حبس الموسر لانه جزاء الظلم
قلت وسیجی فی الحجر انه یباع ماله لدینه عندهما وبه یفتی وحینئذ فلا تأبید فلیتنبه اور ہمیشہ مالدار کی قید کیجاوے اسواسطے کہ حبس بدلا ہے ظلم کا مین کہتا ہون اور
کتاب الحجر مین آگے آویگا کہ مدیون کا مال اسکے دین کے واسطے بیچ لیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے اور اسوقت مین تو اسکا حبس دائمی
نہین رہتا تو خبردار رہو جانا ہم یعنے بموجب قول مفتی بہ مال بیچ کر دین ادا کر کے وہ چھوڑ دیا جائیگا پھر دوام حبس کہان باقی رہا ولا یحبس لما مضی من نفقة زوجته
و ولده اذا ادعی الفقر وان قضی بها لانها لیست بدل مال ولا لزمته بعقد علی ما مر حتی لو برهنت علی یساره حبس لطلبها اور قید نہ کیا جائیگا زوجہ اور بیٹے
کے نفقہ گذشتہ کے واسطے جبکہ وہ اپنی محتاجی کا دعوی کرے اگرچہ قاضی نے نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہو اسواسطے محبوس نہوگا کہ نفقہ بدل مال نہین اور نہ اسکو
لازم ہوا ہے بسبب عقد کے چنانچہ مذکور ہو چکا یہان تک کہ اگر زوجہ زوج کی مالداری شہادت سے ثابت کریگی تو اسکی درخواست سے حبس ہوگا ہم خلاصہ
یہ ہے کہ نفقہ واجبہ مجتمعہ مین حبس نہین در صورت ادعا فقر مگر اس صورت مین جبکہ زوجہ اسکی مالداری ثابت کرے کذا فی النهر بل یحبس اذا برهنت علی یساره
لطلبها کما لو ابی ان ینفق علیها او علی اصوله وفروعه فیحبس احیاء لهم بحر بلکہ زوج محبوس ہو جبکہ اسکی مالداری گواہی سے ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ
اگر مرد انکار کرے زوجہ اور ولد پر خرچ کرنے سے یا اپنے اصول اور فروع پر خرچ کرنے سے تو حبس کیا جاوے ان لوگون کے جلانے کے واسطے قلت هل یحبس لمحرمه
ولم اره وظاهر تقییدهم لا لکن مر عن الاشباه لا یضرب المحبوس الا فی ثلث یفیده فتامل عند الفتوی مین کہتا ہون اور کیا آدمی محبوس ہوتا ہے اپنے
محرم کے سبب اگر نفقہ دینے سے انکار کرے مین نے اسکو صریح نہین دیکھا اور ظاہر تقیید فقہا یہ ہے کہ محبوس نہو یعنے تقیید زوجہ اور اصول اور فروع اسکی
مقتضی ہے کہ محرم کے نفقہ نہ دینے سے محبوس نہوگا لیکن جو روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جاوے محبوس مگر تین صورتون مین مفید حبس ہے تو تامل کیجیو
فتوی دینے کے وقت ہم منجملہ صور ثلثہ ایک صورت یہ ہے جبکہ نفاق نہ کرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول اور فروع ہین کیونکہ اصول اور فروع اقارب ہین

داخل نہیں اور قاضی سے یہ ماننا کہ یکا النفقہ وجیبین مگر قرابت دار محرم کا طحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں کہ عدول جائز نہیں قول ہیں سے اس لئے شید کیطرف جو ذکر علامہ

ماخوذ ہے جیسی حبس لولی ہیں اسمیں اسمیں اور ہا کہ اوریگا جیسی مع ماولی کا معتبر ہیں سے یعنی جو دین کہ ذمہ بغیر میں تشبیہ ہے اسکے ادا کرنے سے ولی اسکا تبرع کر سکتا

تو ولی محبوس ہوگا کذا فی المنح عن السراج لا یحبس اصل وان علا فی دین فرعه بل یقضیه القاضی بعینه من عین ماله او قیمته وان ثبت عنده بیع عقاره کمنقوله بحر بحثا

نہ محبوس ہوگا اصل اگرچہ اونچا ہو یعنی دادا پردادا اسپردادا اسپنے فروع کے دین میں بلکہ قاضی فرع کا دین اصل کے عین مال سے یا اسکی قیمت سے ادا کرے اور

سا بیٹا بیٹی پوتا پوتی کی اراضی کی ہو مانند اسکے مال منقول کے کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حبس اصول اسواسطے جائز نہیں کہ حبس عقوبت ہے اور والد

اپنے ولد کے سبب سے مستحق عقوبت نہیں ہوتا اسواسطے کہ جب اصل کو اف کہنا حرام ہوا جیسی نص قرآنی ہے تو جس اس سے فوقیت ہو اور اصل سے مراد ہو جو باپ کی

شامل ہو والدہ اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد محبوس ہوگا اپنے اصل کے دین میں اور یکہ قرابت دار دوسری قرابت دار کے دین میں محبوس ہوگا عین مال اصل سے

اسوقت قضا دین کرے جبکہ موجود ہو اور اُن کی جنس سے ہو اور قیمت سے اسوقت جبکہ مال ہو جود اسکے حق کی جنس سے نہو کذا فی الطحطاوی ولا یستخلف قاض

نائبا الا اذا فوض الیه صریحا کول من شئت او دلالة کجعلتک قاضی القضاة والدلالة ههنا اقوی لان فی الصریح المذکور یملک الاستخلاف لا العزل وفی الدلالة

یملکهما کقوله ول من شئت واستبدل او استخلف من شئت فان قاضی القضاة هو الذی یتصرف فیهم مطلقا تقلیدا وعزلا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی

نائب کو مگر اسوقت جبکہ بادشاہ کی طرف سے اسکو نائب کرنا مفوض ہوگیا ہو صریح چنانچہ سلطان کا یوں کہنا قاضی سے کہ ولی کر جسکو تو چاہے یا تفویض

باعتبار دلالت کے ہو چنانچہ یوں کہنا سلطان کا کہ میں نے تجکو قاضی القضاة کیا اور دلالت یہاں قوی تر ہے صراحت سے اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور میں

قاضی نائب کرنے کا مالک ہے نہ معزول کرنے کا اور دلالت میں نائب کرنے اور معزول کرنے دونوں کا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول میں کہ ولی کر جسکو تو چاہے

اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطے کہ قاضی القضاة وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیوں میں ہر طرح منصوب اور معزول کرنے میں ہم غیر مفوض کو استخلاف

میں اختیار نہیں اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے استخلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل اور ایصا جائز ہے بلا اذن سلطان بخلاف استخلاف اسواسطے کہ

نائب قاضی وہ کرتا ہے جو وکیل اور وصی نہیں کرسکتا تو توقع فساد نیابت قضا میں زیادہ ہے اور اگر قاضی نائب کو سماع قضیہ اور شہادت کا امر کرے اور کتابت

اقرار کی اجازت نہ دے اور نہ حکم دینے کی تو اسکے امر کے موافق کرے اور اسکو حکم دینا جائز نہیں اور بزازیہ میں ہے کہ نائب حکم کرے اس گواہی پر جو قاضی کے

روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو گواہی ہوئی کذا فی الطحطاوی بخلاف المامور باقامة الجمعة فانه یستخلف بلا تفویض للاذن دلالة ابن ملک

وغیرہ بخلاف اُس شخص کے جو مامور ہوا سلطان کیطرف سے جمعہ کی نماز پڑھانے کے واسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کرسکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنا بر

دلالت حال کے کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ ہم اسواسطے کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اسوقت کوئی عارضہ امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہوجاوے اور ظاہر ہے کہ انسان

نشانہ ہے آفات اور بیماریوں کا تو گویا سلطان نے اسکو نائب کرنے میں اذن دیا باعتبار دلالت کے اور ممکن نہیں کہ سلطان کا انتظار کیا جاوے اسواسطے کہ جمعہ تاخیر عن الوقت کا

متحمل نہیں بخلاف تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کہ وہ ممکن ہے اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق حدث کو بھی مقتضی ہے چنانچہ خطیب اگر بیمار ہوجاوے یا اسکو کوئی مانع عارض ہو

پھر وہ اپنی جگہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے امام جمعہ کو استخلاف اسوقت جائز ہے جبکہ نائب نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو تو جائز نہیں

اسواسطے کہ سماع خطبہ شرط افتتاح جمعہ سے ہے بخلاف اس امام کے جسکا وضو ٹوٹا اور اُسنے اسکو نائب کیا جو وقت خطبہ حاضر نہ تھا تو وہ جائز ہے اسواسطے کہ مامور یہاں بانی ہے

بمفتتح اور خطبہ شرط افتتاح ہے سو وہ دونوں اصل موجود ہے کذا فی الطحطاوی عن الفتح وما ذکرہ ملا خسرو وقال فی البحر لا اصل له وانما هو فهم فهمه من بعض العبارات وقد مر فی الجمعة ادر جملا خسرو

نے درر میں ذکر کیا بحر الرائق میں کہا کہ اسکی کچھ اصل نہیں وہ تو اسکا فہم ہے جو بعض عبارات سے سمجھا ہے اور البتہ گفتگو جمعہ میں مذکور ہو چکی ہم ملا خسرو نے کہا کہ خطیب کو

استخلاف ابتداء جائز نہیں بلا اذن انتہی یعنی بلا سبق حدث اور در صورت حدث جائز ہے تو استخلاف فی الصلوة کو اُسنے بضرورت جائز کہا اپنی شرح میں

قاضی کو نائب بنانے کا اختیار

كذا في الطحطاوي ونائب القاضي المفوض اليه الاستنابة فقط لا العزل نائب عن الاصل وحينئذ فلا يملك ان يعزله القاضي لعدم تفويض العزل اليه ايضا كوكيل وكل وكذا لا ينعزل ايضا بعزله ولا بموته ولا بموت السلطان بل بعزله زيلعي وعيني وابن ملك وصرح في البحر كما ذكره في الدرر والملتقى وفي البزازية وعليه الفتوى ومثله في الاشباه وفي فتاوى المصنف وبه افتى المصنف في المذهب لما ذكره ابن الغرس ملخصا

اور قاضی کا نائب جسکو فقط نائب کرنا مفوض ہو نہ معزول کرنا وہ نائب ہے اصل سے یعنی سلطان کی طرف سے اور اسوقت میں تو قاضی اسکے معزول کرنیکا مالک نہیں بغیر تفویض کرنے سلطان کے معزولی کو بھی مانند اس وکیل کے جسنے وکیل کیا دوسرے کو یعنی باذن موکل اور نہ معزول نہیں ہوتا جسکو عزل ہے اور اسیطرح نائب قاضی بھی معزول نہیں ہوتا قاضی کے معزول کرنیسے اور نہ اسکی موت سے اور نہ سلطان کی موت سے ہاں نائب کو سلطان کے معزول کرنیسے معزول ہوتا ہے چنانچہ زیلعی اور عینی اور ابن ملک نے کتاب الوکالت میں ذکر کیا ہے اور درر اور ملتقی میں اسپر اعتماد کیا ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے اور مصنف کے فتاوی میں ہے اور یہی قول معتمد فی المذہب ہے نہ وہ قول جو ابن غرس نے ذکر کیا ہے بخلاف اسکے اصل کے واسطے ہے پھر ابن غرس نے فواکہ بدریہ میں ذکر کیا کہ نائب قاضی ہمارے زمانے میں معزول ہوجاتا ہے قاضی کی معزولی اور موت سے کذا فی الطحطاوی ملخصا ونائب

غيره اي غير المفوض له ان قضى عنده او في غيبته واجازه القاضي صح قضاؤه كالوكيل الثاني فضولي او وكيل غير نافذ واجازه جاز الا ان ينفذ عزله اي

جسکو قاضی مذکور نائب کیا ہے یعنی جس قاضی کو نائب کرنا سلطان کیطرف سے مفوض نہیں اسکا نائب اگر فیصلہ کرے قاضی کے روبرو یا قاضی کی غیبت میں فیصلہ کرے اور قاضی اسکو جائز رکھے تو نائب کا فیصلہ صحیح ہے اگر نائب اہل ہو قضا کا یعنی اگر رقیق یا محدود فی القذف یا کافر ہو تو صحیح نہیں بلکہ اگر غیر اجنبی یا خود قاضی اگر غیر نوبت قضا میں فیصلہ کرے اور بعد قاضی ہونے کے اسکو جائز رکھے تو جائز ہے کیونکہ اب تو اسکی اجازت کا اعتبار ہوتا ہے اور وہ ان وکلاء میں سے ہے کذا فی البحر جیسا بحر نے کہا اور اس سے معلوم ہوگیا فضولی کا داخل ہونا قضا میں فرع مسئلہ شارح کا یہ کہنا کہ اجازت بیعت تفویض ہے اور وہ متفرع ہے

وہ نسخہ قضا صحیح نہ بخلاف قاضی بلغ اشباہ اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدہ قضا مفوض کیا اور اسنے غیر شخص کو بعد عتق قضا کیا تو صحیح ہے اور اگر غلام نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں اور اگر غلام مذکور آزاد ہوا پھر اسنے حکم کیا تو صحیح ہے بخلاف صغیر کے جو بالغ ہوا ہو جیسا اشباہ نے کہا اور بیان میں بزازیہ سے نقل کیا کہ سلطان یا والی اگر نابالغ ہو پھر جبکہ وہ بالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہے انتہی اور اسنے قاضی کا ذکر نہیں کیا اگر عموم والی میں قاضی بھی داخل ہو کذا فی الطحطاوی

واذا رفع اليه حكم قاض آخر خرج الحكم ودخل الميت والمعزول والمخالف لرأيه لانه نكرة في سياق الشرط فتعم فافهم آخر قيد اتفاقي اذ حكم نفسه قبل ذلك كذلك ابن كمال فقوله امضاه اي الزم الحكم والعمل بمقتضاه

اور جبکہ مرافعہ ہو قاضی کی طرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اسکو نافذ کردے یعنی اسکے حکم کو اور عمل بمقتضا اسکے حکم کو یعنی اسپر حکم کے حکم کو نافذ اور لازم کرے شارح نے کہا قاضی کی قید سے محکم نکل گیا اور قاضی میت اور قاضی معزول اور وہ قاضی جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا داخل ہوگیا اسلئے کہ لفظ قاضی نکرہ ہے سیاق شرط میں تو عام ہوگا جمیع انواع مذکورہ کو سو اسکو سمجھ لے اور دوسرے قاضی کی قید اتفاقی ہے اسلئے کہ خود اس قاضی کا حکم قبل اسکے یعنی قبل مرافعہ ایسا ہی ہے یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کرنا چاہیے کذا ذکرہ ابن کمال ہم محکم کا استثناء کیا الا کہ اگر اسکے حکم کا مرافعہ ہو قاضی کے پاس تو اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے اور اگر موافق نہ ہو تو باطل کرے اسلئے کہ محکم کا حکم رافع خلاف نہیں ہوتا چنانچہ باب التحکیم میں آویگا اور عموم قاضی میں اہل البغی کا قاضی بھی داخل ہے اسلئے کہ قاضی اہل عدل اسکے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو قہستانی میں مغنی سے منقول ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہے تو وہ اسکو رد نہیں کر سکتا اور اگر رد کرے تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذا فی الطحطاوی مجتہدا فيه اما

باختلاف الفقهاء فيه فاعلم ان لم يعلم بمجرد قضاء وذا يميضه الثاني في ظاهر المذهب زيلعي وعيني وابن كمال قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ

حکم مجتہد فیہ ہو یعنی جس امر میں مجتہدوں کا اختلاف ہو اور ہر قول مستند بدلیل ہو اور قاضی جانتا ہو کہ اسمیں فقہا یعنی مجتہدوں کا اختلاف ہے

تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اسکی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے ظاہر مذہب میں کذا ذکرہ الزیلعی والعینی وابن کمال ھم
خلاصہ مقام یہ ہے کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ میں اسکو خلاف فیہ جانکر حکم کر دیا تو وہ متفق علیہ ہو گیا تو دوسرے قاضی پر اسکی تنفیذ واجب ہوئی اس صورت میں ہے جبکہ
قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اسکو جاری کرے اور اگر عمداً حکم کیا تو اس میں
دو روایتیں ہیں یعنی تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسیان اور عمد دونوں صورتوں میں اسکا حکم نافذ نہ کرے اسواسطے کہ اسنے اسکا حکم کیا جو خود اسکے
نزدیک خطا ہے اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہ مجتہد قاضی کے حق میں محمول ہے قنیہ میں ہے کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم
کرے تو نافذ نہو گا اور فتح القدیر میں ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اسواسطے کہ مجتہد فیہ میں اپنے مذہب کے مخالف سہواً یا عمداً قضا نافذ نہیں اسواسطے کہ جو اپنا مذہب
عمداً چھوڑتا ہے تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جمیل سے اور ناسی کی قضا اسواسطے نافذ نہیں کہ مقلد نے اسکی تقلید نہیں کی مگر اسکے مذہب کی جہت
سے نہ اسکے غیر کے مذہب کے اور یہ سب مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اسیلئے واسطے قاضی کیا ہے تا وہ ابوحنیفہ کے مذہب پر مثلاً حکم کرے
اور وہ خلاف نہیں کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہو گا انتہی اور بحر الرائق میں فتوی دیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا روایت ضعیفہ
یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہے اور اسکی قوی تر دلیل وہ ہے جو بزازیہ میں ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہو اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ ہو گا اور دوسرے قاضی کو
نقض حکم جائز نہیں محمد کے نزدیک خود اس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں انتہی ما فی البزازیہ اور جو فتح القدیر میں ہے وہی قول معتمد علیہ ہے
مذہب میں اور بزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہے اسواسطے کہ نہایت کار یہ ہے کہ قاضی مقلد جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اس قاضی مجتہد کے ہے
جسنے نسیان سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہدین صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم اسکا نافذ نہیں تو مقلد کی قضا بطریق اولی نافذ نہو گی کذا فی النہر
والحموی شرنبلالی نے کہا اور برہان میں بھی فتح القدیر سے منقول ہے پھر شرنبلالی نے کہا کہ یہی حق صحیح ہے جسکو دانتوں سے پکڑ لینا چاہیے انتہی کلام الطحطاوی لکن فی الخانیہ
و البحر بخلافہ وکانہ تیسیر فلیحفظ لیکن خلاصہ میں ہے کہ خلاف اسکے فتوی دیا گیا اور گویا کہ یہ فتوی آسانی کر دینے کے واسطے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم خلاف اسواسطے
فتوی دیا گیا ہے یعنی قضا علی المخالف نافذ ہے خواہ قاضی اس مسئلے میں اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن الغرس نے کہا فوائد بدریہ میں ہے کہ میں کہتا ہوں
لائق یہ ہے کہ علم بالاختلاف کو شرط نفاذ نہ کیجیے خصوصاً ہمارے زمانے میں اسواسطے کہ ہمارے زمانے کے قاضیوں کو اپنے مذہب کی معرفت حاصل نہیں چہ جائیکہ علم بمذاہب بقیہ مجتہدین پھر
اسنے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہ یعنی اشتراط علم مذاہب مجتہدین قاضی مجتہد کے حق میں ہے یعنی جب ثابت ہوا کہ علم
مذاہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہے نہ مقلد کو تو اب قضاۃ زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بے محل ہے اسواسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد محض ہیں نہ مجتہد بعد دعوی صحیحۃ من
خصم علی خصم حاضر بعد دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر ھم حلبی نے کہا بعد دعوی ظرف ہے الزم کا یعنی قاضی حکم کو لازم کر دے بعد دعوی صحیح کے
جو صادر ہوا ہو اسکے سامنے یعنے قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ ظرف مذکور کو ماتن کے قول یعنے حکم قاضی کی طرف راجع کیجیے یعنے قاضی ثانی
قاضی اول کا حکم اسوقت نافذ کرے جبکہ قاضی اول کا حکم دعوے صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور احضار شہود کا اول شرط نہیں بلکہ اثبات قضاء قاضی کافی ہے بزازیہ
میں ہے کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکھدی پھر قاضی مر گیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور قضاء
اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اس سے مال دلا دے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح ہو اور ضرور ہے نام لینا قاضی کا اور بیان اسکے نسب کا انتہی والا کان افتاء فیحکم
بمذہبہ لا غیر ھم اور اگر ایسا نہیں تو یہ افتا ہے تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر اپنے کے کذا فی البحر ھم حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتا ہے بقرینہ قولہ کان افتاء اور اسواسطے
کہ بدون دعوی حکم نہیں ہوتا انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ کان افتاء حکم اول کی طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہوا انتہی خلاصہ مطلب حلبی یہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی
کے روبرو دعوی صحیح واقع نہوا تو یہ افتا ہے یعنے طلب فتوی ہے نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق فتوی دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نہ کرے اور حاصل

مضمون طحطاوی یہ ہے کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہوا بلا دعوی صحیح تو وہ افتا تھا نہ قضا تو اب قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے وسیجی آخر الکتاب یعنی اواخر الکتاب
فی الحکم الاول لطلب شہود الاصل اور آخر کتاب یعنی مسائل شتی میں قبل کتاب الفرائض کے یہ مسئلہ مذکورہ آویگا اور یہ آویگا کہ جب قاضی ثانی کو تردد واقع ہو پیشتر قاضی اول کے
حکم میں تو اسکو اختیار ہے کہ شہود اصل کو طلب کرے ہم ارتیاب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکو شک نہ پڑے تو اس سے تعرض نہ کرے کذا فی الحلبی قال و بہ عرفنا ان ما تنفیذ
لا تعتبر لترکہ ما ذکر صاحب بحر نے کہا اور اس سے یعنی اشتراط صدور دعوی سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ کے تنفیذات معتبر نہیں ہیں یہانتک کہ جب اس چیز کے
ذکر ہو چکی ہم یعنی قاضی ثانی کا جاری کر دینا اسواسطے کہ نہیں کیا دعوی سے اور یہاں حادثہ وہ جاری کر دینا ہو [illegible] گذرا ہو وہاں سے قاضی کے
حکم پر قاضی ثانی اسکو لکھدے کہ قاضی اول کا حکم اسکے پاس ثابت ہوا اور اسکو ذکر دیا چنانچہ بحر الرائق میں ہے میں کہتا ہوں اور گاہے یہ لکھدیا جاتا ہے قاضی اول کے
[illegible] بدون اثبات قضاء اول کذا فی الطحطاوی وقضاء [illegible] القضاء بالموجب اور البحر الرائق میں ہے کہ ہمارے زمانہ کے قاضیوں میں قضا بالموجب [illegible]
حکم کرنا ہم شارح نے قضا بالموجب کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور [illegible] ابن نجیم نے [illegible] کے واسطے اول [illegible] نقل کرنا چاہیے [illegible] کہ یہ
میں کہ قضا بالموجب کا ذکر [illegible] نہیں [illegible] کہ کلام [illegible] کیا گیا [illegible]
حکم بالقبض میں کا حکم ہوا کرتا تھا بخلاف اسکے اس طرح حکم صحیح ہوا اصل ہو اس [illegible] بالموجب [illegible] ہوگی [illegible] اور [illegible] تو ہم [illegible]
نوبت پہنچی کہ جو قاضی کہ موجب کے مدلول اور معنی سے آگاہ نہیں وہ لکھتا ہے کہ میں نے حکم بالموجب کیا انتہی [illegible] اسکو [illegible] کوئی [illegible]
اور اسکا مقتضی ہو اور موجب کی اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وہو عبارۃ عن المعنی المتعلق [illegible] فی ظن القاضی [illegible]
یقتضیہ اور موجب عبارت ہے معنی متعلق بالعقد سے [illegible] موجب کی [illegible] قاضی کے ظن میں [illegible] کہ قاضی [illegible]
مثال اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اسکے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب [illegible] میں مقتضا بیع [illegible] ہونا بیع [illegible] اور
ہونا اسکا مشتری کی ملک میں اور تسلیم اور تسلم ثمن اور ثمن میں الی غیر ذلک من مقتضیات البیع [illegible] حکم [illegible] اور [illegible]
قاضی کے ظن میں شرعا وہی موجب ہے یہاں اور اسی کو عقد بیع مقتضی ہے اور حیثیت قضا کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ مثلا قاضی حنفی المذہب [illegible] کی
اسکے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہوگا اگرچہ شفعہ واجب بیع سے ہے اسواسطے کہ دعوی شفعہ حکم کے وقت موجود نہیں اور قاضی کو اسکا دھیان بھی نہیں
تو یہ موجب متعلق بالحکم نہوا مراد یہ ہے کہ قاضی نے اسکا بھی حکم کر دیا فتامل کذا فی الطحطاوی فاذا حکم حنفی بموجب بیع المدبر کان معناہ الحکم ببطلان البیع سو جبکہ قاضی
حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب اسکا حکم بطلان بیع کا ہے یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پھر اس بیع میں نزاع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے
پاس رجوع ہوا اور قاضی نے اسکے موجب کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح ہوگا اور مطلب اسکا یہ ہوگا کہ بیع باطل ہے تو موجب اس صورت میں وہ معنی ہے جو اس بیع محکم بہ کی طرف منضم
ہو شرعا قاضی کے ظن میں یعنی اس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحطاوی ولو قال الموثق وحکم بمقتضاہ لا یصح لان الشیء لا یقتضی بطلان نفسہ اور اگر موثق یا قاضی نے
کہا اور بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ شے اپنی ذات کے باطل ہونے کو مقتضی نہیں ہوتی ہم یعنی اگر قاضی یا موثق لکھ
سکے کہ میں نے بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضا نہیں حنفی کے نزدیک تو یہ حکم باطل بے معنی ہوا تو قاضی شافعی اسکی
صحت کا حکم دے سکتا ہے اور حنفی قاضی نے کیا وہ فعل شافعی کو مانع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہے تو مقتضا بیع مدبر پر حکم متوجہ نہوا اسواسطے
کہ اس بیع کا کچھ مقتضا ہی نہیں اسواسطے کہ بیع اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی عن الفواکہ وبہ ظہر ان الحکم بالموجب اعم نہر اور تقریر گذشتہ سے
ظاہر ہو گیا کہ حکم بالموجب عام تر ہے حکم بالمقتضی سے کذا فی النہر ہم نہر الفائق کی عبارت مختصرہ سے تباین ظاہر ہوتا ہے اور عموم تو ابن الغرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے
ابن الغرس نے فواکہ میں کہا کہ لازم یہ آتا ہے کہ بیان حکم میں موجب اعم ہے مقتضا سے تو موجب صادق آتا ہے بدون مقتضا کی قضا کی بعض صورتوں میں چنانچہ بیع المدبر کی

صورت میں اشتباہ ہو اور سبب [illegible] اجتماع ہوا تو وہ قضا صحیح ہے قضا المجتہد میں جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا فوائد میں یہ ہے کہ حاصل یہ ہے کہ موجب بیان قضا کے ساتھ
مطابق ہوا اور بدون مقتضا بھی اور صورت [illegible] کی نسبت [illegible] الی آخرہ ما قال کذا فی الطحطاوی
الا ما عری من دلیل مجمع علیہ [illegible] کہ حکم کرے قاضی اول تو قاضی ثانی نافذ [illegible] تو اسکو جاری نہ کرے کذا فی البحر [illegible] نے اسکو باطل کیا
اور سنت اور اجماع کیونکہ [illegible] کا ایک مدت [illegible] کہ قاضی [illegible] کا حکم کرے [illegible] کذا فی الطحطاوی او خالف
کتابا کالحکم بحل متروک التسمیۃ عمدا [illegible] قاضی اول کا حکم مخالف قرآن [illegible] چنانچہ متروک التسمیۃ عمدا قضا بلزوم
[illegible] امام شافعی [illegible] متروک التسمیۃ عمدا حلال ہو اسکا کھانا اور
بیع اسکی صحیح ہو [illegible] متروک التسمیۃ عمدا حلال نہیں [illegible] آیت قرآنی (ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ) اور نہ کھاؤ اس جانور [illegible]
[illegible] نام نہیں لیا گیا کذا فی الطحطاوی چونکہ مذہب شافعی [illegible] ظاہر آیت مذکورہ کے موافق نہیں لہذا اگر شافعی قاضی [illegible] کی صحت بیع کا حکم کریگا تو قاضی
حنفی اسکو باطل کریگا جاری نہ کریگا [illegible] مشہور [illegible] تحلیل بلا وطی [illegible] سنت مشہورہ کے مخالف ہو چنانچہ مطلقہ ثلث کی تحلیل
بدون وطی کے [illegible] زوج ثانی [illegible] نکاح [illegible] حلال ہوجاتی ہے
بدون اسکی وطی کے تو اگر کوئی اس مذہب پر حکم دے تو قاضی ثانی اسکو نافذ نہ کرے [illegible] حدیث مشہور کے مخالف ہے اور یہی حکم ہے حدیث متواتر کے مخالف کا زیلعی نے کہا مشہور
کی قید سے [illegible] او اجماعا کالحکم المتعۃ لاجماع الصحابۃ علی فسادہ کبیع ام الولد [illegible] اختلاف اجماع ہو چنانچہ جماعت
متعہ کا حکم [illegible] صحابہ کرام [illegible] ام ولد کی بیع [illegible] قول اظہر [illegible] ام ولد کی بیع کا حکم نافذ ہو بر قول اصح [illegible]
یہ مذہب ہے کہ ام ولد کی بیع صحیح ہو تو اگر قاضی صحت بیع کا حکم کرے تو بقول اظہر نافذ نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی قول ہے محمد کا [illegible] کہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا
رافع ہے اور شیخین کا یہ مذہب ہے کہ قضاء مذکور نافذ ہے کیونکہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع نہیں [illegible] لازم نہ آوے اور فتح القدیر میں ہے کہ
[illegible] قاضی [illegible] کے جاری کرنے یا باطل کرنے پر موقوف ہے [illegible] اگر قاضی ثانی اسکو مجتہد فیہ جانتا ہو تو اسکو جاری کرے اور اگر اسکا معتقد ہو کہ یہ اجتہاد کی
حد سے نکل گیا اور متفق علیہ ہو گیا تو جاری نہ کرے [illegible] کذا فی الطحطاوی ومن ذلک ما لو قضی بشاہد ویمین المدعی لمخالفتہ الحدیث المشہور البینۃ علی من ادعی
والیمین علی من انکر اور منجملہ احکام غیر نافذہ کی یہ صورت ہے کہ قاضی ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کرے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے اس حدیث مشہور
کہ گواہ اسپر ہیں جو دعویٰ کرے اور قسم اسپر جو منکر ہو او بالقصاص بیمین الولی واحد من اہل المحلۃ یا قصاص کا حکم دیا بسبب یمین کرنے ولی مقتول کے ایک
شخص کو اہل محلہ سے [illegible] بعض علما نے کہا کہ یہ مالک اور شافعی کا قول قدیم ہے کہ جب مدعی علیہ میں اور مقتول میں عداوت ظاہر ہو اور اسکی عداوت غیر مدعی علیہ سے
معلوم نہ ہو [illegible] مدعی علیہ محلے میں موجود ہو اور [illegible] قاضی قسم [illegible] ولی مقتول سے اسکے دعویٰ پر جب وہ قسم کھائے تو اسپر قصاص کا حکم دے
اور [illegible] قصاص [illegible] تو جب قاضی قصاص کا حکم دے اور اسکا امر [illegible] قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے کیونکہ یہ قضا مخالف اجماع ہے کذا فی
الطحطاوی عن العالمگیریۃ او بصحۃ النکاح المتعۃ والموقت یا قاضی نکاح متعہ یا نکاح موقت کی صحت کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ نہ کرے او بصحۃ بیع معتق
البعض یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا حکم دے [illegible] خصاف نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے شمس الائمہ حلوانی نے مشائخ سے نقل کیا کہ جو خصاف نے ذکر کیا
اسمیں ہمارے اصحاب سے کچھ منقول نہیں اور اگر خصاف کا قول نہ ہوتا تو ہم کہتے کہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے کیونکہ یہ قضا فصل مجتہد فیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی او بسقوط
الدین بمضی سنین یا حکم دے سقوط دین کا چند سال گذر جانے سے او بصحۃ الطلاق الدور وبقاء النکاح کما مر فی بابہ یا قاضی صحت طلاق دور کا اور بقا
نکاح کا حکم دے چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب میں و قضاء عبد و صبی مطلقا اور قضا غلام اور صبی کی مطلقا نافذ نہیں

یعنی خود وہ حسب حکم کریں یا غلام بالغ ہو یا صغیر سمجھدار یا کافر ہو کذا فی الحلبی و قضاء کافر علی مسلم ابداً و نفوذ ذلک کالتفریق بین الزوجین بشہادۃ الرضاع لانہ ینفذ فی الکل اور
قضا کافر کی مسلمان پر ہمیشہ اور مانند اسکے جیسے تفریق بین الزوجین کا حکم دینا دودھ کی گواہی سے نافذ نہیں ہوتا قضا کے جمیع مسائل کو رہین اور عدم نفاذ
فی الاشباہ و نفاذاً بعین اور تحقیق احکام غیر نافذہ کے اشباہ میں چالیس اور چند مسائل شمار کئے ہیں اور شارح نے اشارہ کیا کہ مسائل مذکورہ اشباہ میں بطریق
حصر کے مذکور نہیں ہیں جیسے کہ وہ جنبی مسائل ہیں قضاء القاضی منقوض ہے تو فی بحر انکا ذکر بحر الرائق اور بزازیہ اور جامع الفصولین اور خانیہ اور صیرفیہ اور
فتح القدیر میں ہے جیسا کہ چاہیے جو کتب مذکورہ کی طرف مراجعت کرے وذکر فی البزازیہ انہ یصح وصدور منہا کما لو قضت المرأۃ بحد و قود و تسعی قضاء ما فا
لا ذکر لم ینفذ شرعاً اور وقوع میں قضاء نافذ کی سات صورتیں مذکور ہیں انہیں سے ایک یہ صورت ہے کہ اگر عورت حد اور قصاص کا حکم کرے اور یہ مسئلہ
میں آویگا کتاب القاضی الی القاضی میں اسکے بیان میں اسکو مصنف نے شرح میں ذکر کیا اسم ہیں وہ قول ہیں خانیہ میں نفاذ مذکور ہے اور بزازیہ کی قضاء جا
کے مقدمہ میں عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الطحطاوی والحاصل ان القضاء الحق فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان الاول ولیا الثانی اور نفاذ قضاء اور عدم
نفاذ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ قضاء حق موضع اختلاف میں نہ موضع خلاف میں اور اختلاف اور خلاف میں فرق یہ ہے کہ اختلاف کے واسطے دلیل ثابت ہو خلاف
کے واسطے نہیں بلفرقہ عرفیہ و الا فقد قال تعالی (وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب) اور خلاف اہل کتاب کے واسطے کچھ دلیل نہیں ہے
مراد شارح یہ ہے کہ موضع خلاف میں کوئی دلیل صحیح نہیں مخالف کی نظر میں والا اسکے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی و علی خلاف الشافعی ضعف الح
نعم صدر الشریعۃ اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہے قول اصح یہ ہے کہ ہاں معتبر ہے کذا فی شرح الوقایۃ لصدر الشریعۃ ہم شرح وقایہ میں ہے کہ
اختلاف صدر اول کا ہے یعنی صحابہ کرام کا لکن اصح یہ ہے کہ شرط نہیں تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہوگا یوم الموت لا یدخل تحت القضاء بخلاف یوم
القتل موت کا دن تحت قضاء داخل نہیں یعنی اس سے کوئی حکم متعلق نہیں بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضاء ہوا اور اسکی تاریخ معتبر ہوا قتل کے مانند
نکاح ہے باعتبار تاریخ میں کذا فی الطحطاوی فلو برہن علی موت ابیہ فی یوم کذا ثم برہنت امرأۃ ان اباہ نکحہا بعدہ لم تقض بالنکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے
باپ کی موت پر فلانے دن پھر کوئی عورت گواہی لائی کہ میت مذکور نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو ثبوت نکاح کا حکم دیا جائیگا ہم جب ثبوت نکاح کا حکم ہوا
تو مہر اور میراث ان کے ساتھ ثابت ہوگی اسواسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہیں اور استحقاق میراث سبب سابق علی الموت سے ہوتا ہے تو تاریخ موت اور عدم موت
برابر ہو گئی لہذا دونوں کے گواہ مقبول ہونگے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جائیگا کیونکہ دونوں گواہیوں پر عمل ممکن ہے ولو برہن علی قتلہ فیہ فبرہنت ان المقتول
نکحہا بعدہ لا تقبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلانے دن پھر عورت گواہ لائی کہ مقتول نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہ ہونگے ہم
اسواسطے کہ یوم قتل تحت قضاء داخل ہے تو اسکی تاریخ معتبر ہوگی وکذا جمیع العقود والمداینات اور اسی طرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مداینات ہیں ہم عقود جیسا کہ بیع اور
ہبہ اور وصیت اور صلح وغیرہا اور مداینات جیسا کہ قرض اور ودیعت ہے تو جمیع عقود اور مداینات کا حکم قتل کے مانند ہے تعلق قضاء میں کذا فی الطحطاوی لا
فی مسئلۃ الزوجۃ التی معہا ولد فانہ تقبل بینتہا بتاریخ متناقض لما قضی القاضی بہ من یوم القتل اشباہ مگر اس زوجہ کے مسئلہ میں جسکے ساتھ لڑکا ہے اسواسطے کہ زوجہ
کے گواہ مقبول ہونگے اس تاریخ کے ساتھ جو متناقض ہے یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اسکی و توضیح میں یوں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے پر
دعوے کیا کہ اس نے اسکے باپ کو عمداً تلوار سے قتل کیا بیس برس کی مدت سے اور میں اسکا وارث ہوں کوئی اسکا وارث نہیں سوا میرے اور اس دعوی کو
گواہوں سے ثابت کیا پھر ایک عورت آئی اور اسکے ساتھ ایک لڑکا ہے سو اس نے گواہی قائم کی اس پر کہ پندرہ برس گذرے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھے نکاح کیا اور یہ لڑکا
اسکا ہے اور اسکا وارث ہے اس مدعی کے ساتھ امام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ تحسن جانتا ہوں کہ عورت کے گواہوں کو جائز رکھوں اور لڑکا کو ثابت النسب کروں اور
قتل کے گواہوں کو باطل کروں اور یہ حکم اس نسب کی احتیاط کے سبب ہے واس دلیل سے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعوے کرے اور لڑکا ساتھ نہ لاوے تو ابن مدعی کے

گواہ مقبول ہونگے عورت کے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے قہستانی کذا فی الطحطاوی فاستثنی عشرۃ و یا من الاول مسائل شہادۃ و عیادہ میراثا فلا سبقا تاریخا اور شہادہ کے
مستثنیون نے مستثنی کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنی یوم موت سے جو داخل قضا نہیں از انجملہ یہ ہے کہ جو شخص دو نے ایک چیز میں میراث کا دعوی کیا تو
میراث اسکے واسطے ہو جسکی تاریخ سابق ہے یعنی ہر شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے میں نے اسکو اپنے باپ سے میراث میں پایا ہے اور وہ چیز تیسرے شخص کے قبضہ میں ہے تو یہاں
تاریخ سابق کا اعتبار ہوگا اور اگر دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی یا دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونوں میں نصفا نصف ہوگی کذا فی الطحطاوی برہن الوکیل
علی وکالتہ و حکم بہا فادعی ابطال موت الطالب صح الدفع قبضہ میں سے کوئی وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہو گیا پھر مدعی علیہ نے
دعوی طالب کی موت کا دعوی کیا یعنی طالب مر گیا بعد توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنی وکیل اب طلب نہیں کر سکتا اسواسطے کہ موکل کی موت کے بعد وکیل کے واسطے حق
قبض باقی نہیں رہتا طحطاوی نے کہا یہاں حکم کہاں ہے کیونکہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہیں ہے تو قضاء دفع ہو گیا موت کا بیان انہ شراہ من ابیہ منذ سنۃ
و برہن ذو الید علی موتہ منذ سنتین لم تسمع وقیل تسمع مدعی گواہ لایا کہ اسنے فلانی چیز کو ذوالید کے باپ سے خرید کیا ایک سال سے اور ذوالید گواہ لایا اپنے
باپ کی موت پر دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع نہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسموع ہوگی ہم سے شارح نے کہا کہ قول ثانی ہے اور عدم صحۃ مصنف کا قول ہے فی بینہ ہے
کہ یہی قول صواب ہے کذا فی الطحطاوی و سرہ ان القضاء بالبینۃ عبارۃ عن رفع النزاع والموت من حیث انہ موت لیس محلا للنزاع بل یرتفع باثباتہ بخلاف القتل فانہ
من حیث ہو محل للنزاع کما لا یخفی اور بھید اسکا یعنی موت اور قتل کے تفرقہ کی حکمت کا یہ ہے کہ قضاء بالبینہ عبارت ہے رفع نزاع سے اور موت اس وجہ سے کہ موت
ہے محل نزاع نہیں کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہیں اور میراث کا سبب فقط ہے موت سے پہلے تو جس وقت کہ موت ہوگی مال
اسکا وارث پائیگا بلا خصوصیت زمانہ موت بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہے نزاع کا چنانچہ مخفی نہیں ہم اشباہ میں مذکور ہے کہ محمد نے دونوں میں فرق بیان
کیا ہے اس طرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت میں کوئی لازم نہیں توضیح اس اجمال کی یہ ہے کہ قتل بالظلم خالی نہیں قصاص یا دیت سے اور عورت کے گواہ
مقبول کرنا نکاح پر زمان متاخر میں چنانچہ مسئلہ سابقہ میں مذکور ہو چکا اسقاط ہے اسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ آدمی مقتول ہو زمانہ سابق
میں پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق اعتبار کے ہونگے اسواسطے کہ متضمن اسقاط حق لازم
اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہیں اسواسطے کہ یہاں عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہیں اسلیئے کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجہ کے ساتھ جس طرح حالت
انفرادہ میں وارث ہوتا ہے تو دونوں گواہیوں میں درباب ارث تعارض نہوا اسکے اسقاط اور اثبات میں لہذا عورت کے گواہ یہاں مقبول ہونگے کذا فی الطحطاوی
وینفذ القضاء بشہادۃ الزور ظاہرا و باطنا اور نافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہر اور باطن میں امام کے نزدیک اگر مدعی بواسطہ سبب معین دعوی
کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن میں کذا فی المنح نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلا مدعی نے ایک عورت
کے نکاح کا دعوے کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات اسکو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور
نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو تمکین عند اللہ حلال ہے اسواسطے کہ حکام نائبان ہیں اللہ تعالی کے اور انسان کو نائبان ہیں اور مولی کو ولایت اجبار ثابت
ہے اپنے مملوکوں کے نکاح میں اور ولایت اللہ تعالی کی کامل تر ہے زوجین کی ولایت سے اپنی ذاتوں پر کذا فی الطحطاوی یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور مامور ہے شہادت
کے سماع کا تو قضاء بالنکاح گویا عقد جدید کا انشاء ہے شارع کی جانب سے حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزورہم قضاء نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی
گواہوں کے کذب کو نہ جانتا ہو اور محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کسی کی منکوحہ ہو یا معتدہ ہو یا مرتدہ ہو یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی کیونکہ
محل قابل انشاء نکاح نہیں بحر الرائق میں فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا عالم ہو تو قضاء نافذ نہوگی کذا فی الطحطاوی فی العقود کبیع و نکاح والفسوخ کاقالۃ
و طلاق لقول علی رضی اللہ عنہ شاہداک زوجاک قضاء بالشہادۃ زورا نافذ ہے عقود میں مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ میں مانند اقالہ اور طلاق کے

بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا ہے یہ امام کی دلیل ہے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت پر نکاح کا دعوی کیا علی مرتضی رضی اللہ عنہ
کے سامنے اور دو گواہ اُسنے قائم کیے تو آپ نے دونوں میں ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیر المومنین اگر مجبوری اور ناچاری ہے تو میرا نکاح اس سے کر دیجیے تو علی
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا تو اگر دونوں میں نکاح منعقد نہ ہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نہ کرتے باوجودیکہ عورت
طلب نکاح کر چکی تھی اور مرد راغب تھا اور البتہ آپ میں دونوں کا مقصود دفع زنا تھا زنا سے اور شہود بلاشبہ کاذب تھے یہ قصہ مذکورہ کذا فی الدرر بیع کی صورت یہ ہے کہ مشتری
نے غیر پر دعوی کیا کہ اُسنے اس لونڈی کو اتنے ثمن سے بیچا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کیے سو قاضی نے لونڈی کا حکم کیا مشتری کے واسطے تو یہ حکم
نافذ ہے باطن میں بھی امام کے نزدیک اور اسکو اُسکی وطی حلال ہے اور طلاق کی یہ صورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلث کا دعوی کیا اور اُسپر شہود زور قائم کیے
اور قاضی نے تفریق بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کو اُسکی وطی ظاہراً اور باطناً حلال نہیں اور زوج ثانی کو
ظاہراً اور باطناً وطی حلال ہے خواہ زوج ثانی حقیقت حال جانتا ہو کہ زوج اول نے اُسکو طلاق نہیں دی اسطرح پر کہ زوج ثانی احد الشاہدین ہو یا حقیقت حال نہ جانتا ہو
اس طرح پر کہ وہ اجنبی ہو کذا فی الامداد اگر تو کہے کہ امام کا مذہب بہت مشکل ہے اسواسطے کہ حرام محض یعنی شہادت کاذبہ کیونکر سبب ہوگی حلت کا تو اسکا جواب یہ ہے
کہ یہ حرام محض کو سبب حلت کا نہیں ٹھہرایا بلکہ قاضی نے بسبب اپنے حکم دینے کے گویا عقد جدید کو انشا کیا ولہذا اکثر فقہا کے نزدیک حضور شہود شرط ہے
حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہیں بلکہ وہ واجب ہے اسواسطے کہ قاضی کذب شہود سے واقف نہیں اور قضا مرتب ہے شہادت پر اور اُسکے نزدیک شہادت حق ہے بنابر
عدم ظہور قادح شہادت تو حلت مترتب ہوئی انشا عقد لازم پر قاضی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی عن صدر الشریعة بتصرف اور امام کی قوی تر دلیل تحریم بالقضاء
یہ ہے کہ اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو زوج کے امر سے تو نافذ ہے ظاہر اور باطن میں تو تفریق بامر اللہ اولی بالنفاذ ہے کیونکہ قاضی اسکا مامور ہے حق تعالی کی جانب سے
کذا فی الفتح وقالا وزفر والثلثة ظاہراً فقط وعلیہ الفتوی شرنبلالیہ عن البرہان اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ قضا شہادت زور سے فقط ظاہر میں نافذ ہے
اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ہم یعنی قضا بشہادت زور فقط ظاہر میں نافذ ہے نہ باطن میں تو اسلیے کہ شہادت زور ظاہر میں حجت ہے نہ باطن میں تو قضا
بھی اسیطرح فقط ظاہر میں نافذ ہوگی نہ باطن میں اسواسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہے بقدر حجت کے قہستانی میں حقائق سے منقول ہے کہ عدم نفاذ باطن پر فتوی ہے کما للکمال
میں فتح القدیر سے ہے کہ قول ابوحنیفہ ہو الاوجہ یعنی قوی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الاملاک المرسلة ای المطلقة عن ذکر سبب الملک فظاہراً فقط اجماعا لتزاحم الاسباب
بخلاف قضا املاک مرسلہ یعنے وہ املاک جو ذکر سبب ملک سے مطلق ہیں تو فقط ظاہر میں نافذ ہوگی بالاجماع بسبب تزاحم اسباب کے ہم یعنی املاک مرسلہ عقود و فسوخ کے
مخالف ہیں کہ انمیں ظاہر ہی میں فقط قضا نافذ ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ مثلاً نکاح میں نکاح مقدم ہو جاتا ہے قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی نے کہا کہ میں نے تیرا
نکاح اس سے کر دیا پھر دونوں میں نکاح کا حکم کیا قطع منازعت کے واسطے اور املاک مطلقہ میں ایسا نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ملک کے واسطے کوئی سبب معین نہیں ہے اور بعض
سبب اولی نہیں بعض سے بسبب تزاحم اسباب ملک تو یہاں اثبات سبب سابق علی القضا ممکن نہیں بطریق اقتضا پھر جب باطن میں قضا نافذ نہ ہوگی تو مقضی لہ کو
وطی اور اکل وغیرہ حلال نہیں اور مقضی علیہ کو حلال ہے لیکن وہ پوشیدہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر میں کریگا تو لوگ اُسکو نسبت فسق کرینگے یا تعزیر دینگے کذا فی الطحطاوی
وعن الولوالجیة حتی لو ذکر سببا معینا فعلی الخلاف ان کان سببا یمکن انشاءہ تو اگر املاک میں سبب معین کو مذکور کرے تو خلاف سابق پر محمول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو جسکا
انشا اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضا سے چنانچہ بیع ہم یعنے اگر مدعی نے دعوی کیا کہ فلانی چیز میری مملوک ہے بسبب خرید کے اور شہادت کاذبہ اُسپر قائم کی اور قاضی نے
ثبوت ملک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضا نافذ ہوگی ظاہراً اور باطناً اور صاحبین کے نزدیک فقط ظاہر ہی میں نافذ ہوگی نہ باطن میں والا ینفذ اتفاقا کالارث اور اگر ایسا
مدعی نے مذکور نہیں کیا جسکا انشا قاضی سے ممکن ہو تو قضا باطن میں نافذ نہ ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ ارث یعنی ارث اگرچہ سبب ملک ہے لیکن
ایسا سبب نہیں ہے جسکو قاضی انشا کر سکے اور مدار نفاذ قضا امام کے نزدیک اسی سبب پر ہے جو قاضی کے حکم سے پیدا ہو سکے طحطاوی نے کہا بدائع میں ہے کہ میراث اور ملک مطلق

دعوی میں بیان ہوا اور اسی قول کو ہم کہتے ہیں انتہی وکما لو کانت المرأۃ محرمۃ او معتدۃ او مرتدۃ وکما لو علم القاضی بکذب الشہود حیث لا ینفذ اصلا کالقضاء بالیمین الکاذبۃ بالنکاح انتہی
اور جیسا کہ اگر عورت محرمہ یعنی مدعی پر حرام بسبب نسبت یا ارتداد وغیرہ کے ہو اور جیسا کہ اگر قاضی گواہوں کی دروغ گوئی سے واقف ہو گیا کہ وہاں بالکل قضا نافذ نہ ہوگی جیسا کہ قسم کی
قضا کے مانند کذا فی الزیلعی وبنکاح فتح القدیر حرم بشہرہ شاکرہ عورت محرمہ اور علم قاضی کے سبب کو شارح علیہ ذکر کرتا ہے کے ساتھ تمثیل دیا کیونکہ دونوں صورتوں میں بالکل
قضا نافذ نہیں نہ ظاہر میں نہ باطن میں بخلاف اس کے کہ اس میں فقط باطن میں نافذ نہیں ظاہر میں نافذ ہے کی یہ صورت ہے کہ اگر زوجہ نے دعوی کیا
کہ زوج نے اسکو طلاق دیا بالطلقات ثلثہ اور زوج اسکا منکر ہے تو قاضی نے اسکو قسم دی اور اس نے قسم کھالی انکار پر اور زوجہ جانتی ہے کہ تین طلاق واقع ہوئی تو اسکو
زوج کے پاس رہنا جائز نہیں اور نہ اسکی میراث لینا اسکو درست ہے خلاصہ یہ ہے کہ زوج کو اسکی وطی حلال نہیں جیسا کہ کذا فی الطحطاوی وطی اسکے واسطے حلال نہیں کہ امام کے
نزدیک شہادت کاذبہ سے قضا نافذ ہوتی ہے نہ یمین کاذبہ سے وقضی فی مجتہد فیہ بخلاف رأیہ ای مذہبہ مع ذکرہ لا ینفذ مطلقا ناسیا او عامدا عندہما والائمۃ الثلثۃ وبہ یفتی
مجمع ووقایۃ وملتقی وقیل بالنفاذ یفتی قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا میں بخلاف اپنی رائے کے یعنی اپنے مذہب کے مخالف کذا فی المجمع وابن کمال فی نافذ نہ ہوگا مطلقا بھولکر
یا عمدا صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی المجمع والوقایۃ والملتقی اور قول ضعیف یہ ہے کہ نفاذ پر فتوی ہے چنانچہ صغری میں کافی سے منقول ہے کذا فی
الطحطاوی ھم یہ مسئلہ عنقریب شرح میں مذکور ہو چکا وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی القاضی من لیس بمجتہد کحنفیۃ زماننا بخلاف مذہبہ اصلا لا ینفذ اتفاقا وکذا ناسیا عندہما اور
شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو قاضی کہ مجتہد نہیں جیسے ہمارے زمانہ کے قاضی حنفی المذہب اسنے حکم دیا اپنے مذہب کے خلاف بیان بھولکر تو حکم مذکور نافذ نہ ہوگا باتفاق امام
اور صاحبین کے اور اسی طرح اپنا مذہب بھول کر حکم نافذ نہ ہوگا صاحبین کے نزدیک ھم حکم خلاف مذہب جیسا کہ حنفی نے مذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہ ہوگا اور اگر
حنفی ابو یوسف یا محمد وغیرہما امام کے شاگردوں کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم خلاف مذہب نہیں ہے چنانچہ درر میں ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ قاضی کو حکم مذہب امام کی تقلید
نہ واقع ہوئی ہو ورنہ وہ معزول متصور ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قیدہ السلطان بصحیح مذہبہ کزماننا تقید بلا خلاف لکونہ معزولا عنہ انتہی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے صحیح
مذہب کے ساتھ مقید کیا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں تقیید صحیح مذہب امام واقع ہوتی ہے تو قضا بلا خلاف مقید ہو گی بسبب ہونے قاضی کے معزول حکم مخالف مذہب سے انتہی کلام
الشرنبلالی وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت شعر ولو حکم القاضی بحکم مخالف ÷ لمذہبہ اصح اصلا یسطر ÷ اور البتہ میں نے متغیر کر دیا وہبانیہ کی بیت کو سو کہا
اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف تو اصلا صحیح نہیں خواہ عامدا ہو یا ناسیا اسکو لکھ رکھنا چاہیے قلت واما امر الامیر فمتی صادف فصلا مجتہدا فیہ نفذ امرہ کما
قدمناہ عن سیر التتارخانیۃ وغیرہا فلیحفظ میں کہتا ہوں اور امیر کا حکم تو جبکہ فصل مجتہد فیہ سے ملیگا تو امر اسکا نافذ ہوگا چنانچہ ہمنے اسکو مقدم ذکر کیا ہے کتاب سیر تاتارخانیہ
وغیرہا سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لا القضاء علی غائب الا اذا لا یصح بل ولا ینفذ علی المفتی بہ بحر نہ حکم دیا جائے شخص غائب غیر حاضر پر اور نہ اسکے واسطے یعنی غائب کی مضرت اور
منفعت کے واسطے حکم دینا صحیح نہیں بلکہ حکم نافذ ہی نہیں قول مفتی بہ پر کذا فی البحر ھم امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث البینۃ
علی المدعی والیمین علی من انکر تو حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث صحیح ہے جو ابو داؤد میں مروی ہے کہ
جب علی مرتضے کو یمن کا قاضی کر کے بھیجا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونوں خصم بیٹھیں تو حکم نہ کیجیو جب تک
دوسرے سے نہ سن لینا جیسے اول سے سنا اور اسکو احمد اور اسحق اور طیالسی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا
کلام معلوم نہ ہونا حکم کا مانع ہے اور یہ ثابت ہے خصم کے غائب ہونے سے یا اسکے نائب کے غائب ہونے سے اور اسواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا انکار پر
موقوف ہے کہ منکر عاجز ہو دفع اور طعن فی الشہادت سے اور اسکا عاجز ہونا بدون حاضر ہونے کے معلوم نہیں ہو سکتا کذا فی الفتح القدیر الا بحضور
نائبہ ای من یقوم مقامہ اما حقیقۃ کوکیلہ ووصیہ ومتولی الوقف غائب پر قضا نہیں مگر اسکے نائب کے حضور میں نائب سے مراد وہ شخص ہے جو
قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃ جیسا کہ غائب کا وکیل اور اسکا وصی اور متولی وقف کا خواہ وکیل خصومت اور دعوے کا ہو خواہ حکم کے واسطے اطلاع

کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی سوا اسکے کسیکو وکیل مقرر کیا اُسپر حکم قضیہ میں ہو اقامت بینہ وکیل پر ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور موکل اُسکا حاضر ہوا یا اُس یا وارث پر اقامت ثابت ہوئی سو وہ مر گیا اور اُسکا وارث حاضر ہوا یا ایک وارث پر اقامت ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا تو صورت مذکورہ سے اسپر حکم ہوگا جو حاضر ہو انتہی اور وصی سے وہ وصی مراد ہے جو میت کیطرف سے ہو نہ قاضی کی طرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ اہل نہ ہو کذا فی الطحطاوی افادہ بالاستثناء ان القاضی انما یحکم علی الغائب والمیت لا علی الوکیل الاوصی والکتب فی الجمل انہ حکم علی المیت وعلی الغائب بحضرۃ وکیلہ بحضرۃ وصیہ جامع الفصولین مصنف نے وکیل اور وصی کی استثنا کر نے سے یہ فائدہ نکالا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہے نہ وکیل اور وصی پر تو قاضی سجل میں یوں لکھے کہ میں نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے وصی کے روبرو کذا فی جامع الفصولین وافاد بالکاف عدم الحصر فان الورثۃ کذا الک بعضہم عن الباقین وکذا احد شریکی الدین وامینی جیدہ مال شخص وبعض الموقوف علیہم ولو الوقف ثابتا کما مرنی باب مصنف نے کاف تمثیل سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنی ناب ہونے کا انحصار وکیل اور وصی اور متولی وقف میں منحصر نہیں ہے بلکہ ایک شخص وارثوں میں سے سب کیطرف سے خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور ایسے ہی دین کے دو شریکوں میں سے ایک شریک خصم ہو جاتا ہے دوسرے شریک کی طرف سے اور اسیطرح وہ اجنبی جسکے ہاتھ میں میت کا مال ہو خصم ہو جاتا ہے میت کی جانب سے اور جنپر وقف ہوا ہے انہیں سے ایک دوسرے کا نائب ہو جاتا ہے لیکن اگر وقف ثابت ہو چکا ہو جیسا اوقاف میں مذکور ہو چکا او نائبہ شرعا کان نصبہ القاضی فیجوز مسخر کما یجئ یا قضا جائز ہے غائب پر اسکے شرعی نائب کے سامنے جیسے غائب کا وہ وصی جسکو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے مسخر نکل گیا چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا مسخر وہ ہے کہ قاضی ایک وکیل قائم کرے غائب کی طرف سے تا وہ مدعی کا دعوی سنے کذا فی الطحطاوی عن البحر او حکما بان یکون ما یدعی علی الغائب سببا لا محالۃ لما یدعی علی الحاضر کما اذا ادعی ان شراہ الدار من فلان الغائب مثلا والعیب الزوج طلقہا ان لکان انہ طلقہا ازال العیب ابن کمال لما یدعی علی الحاضر یا قضا جائز ہے غائب پر اسکے حکمی نائب کے سامنے اسطرح پر کہ جو دعوی کیا جاوے غائب پر وہ دعوی لا محالہ بلا احتمال سبب ہو اس دعوی کا جو شخص حاضر پر دعوی کیا جاوے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خریدی کہ پھر لونڈی کے مالک پر یہ دعوی کیا کہ اُسنے لونڈی کا نکاح فلانے شخص غائب سے کر دیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو پھیر دے منکوحہ ہونے کے عیب سے تو دعوی اُسکا مقبول نہوگا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو کذا صرح ابن کمال ھم شارح نے یہ تفریع کی لا محالہ کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادعا علی الغائب بالیقین سبب ہوا ادعا علی الحاضر کا یعنی تزوج غائب رد علی المولی کا سبب قطعی نہ ٹھہرا انفکاک کے احتمال سے مثالہ کما اذا ادعی دارا فی ید رجل وبرہن المدعی علی ذی الید انہ اشتری الدار من فلان الغائب فحکم الحاکم علی ذی الید الحاضر کان ذلک حکما علی الغائب ایضا حتی لو حضر وانکر لم یعتبر لان الشراء من المالک سبب الملکیۃ لا محالۃ مثال سبب لا محالہ کی چنانچہ دعوی کیا اُس گھر کا جو ایک مرد کے قبضے میں ہو اور مدعی قابض پر اس بات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اس گھر کو فلانے شخص غائب سے خرید کیا ہے حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہو جائیگا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا اسواسطے کہ خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لا محالہ فقد ادعی ہم اس صورت میں ادعا علی الغائب یعنی شرا اور سبب ہو ثبوت ادعا علی الحاضر کا یعنی ملکیت کا اسواسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا لا محالہ یعنی بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الاکملیۃ ولہ صور کثیرۃ ذکر منہا فی المجتبی تسعا وعشرین اور غائب کی نیابت حکمی کی بہت صورتیں ہیں کہ انہیں سے مجتبی میں انتیس صورتیں مذکور ہیں ہم ازانجملہ یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اسپر کہ اسکا فلانے غائب پر استادین ہے اور یہ شخص حاضر اُسکا ضامن ہے اسکے امر سے تو غائب اور حاضر دونوں پر حکم ہوگا اور اگر ضمانت بامر غائب نہ کرتا تو غائب پر حکم نہوتا اور ازانجملہ یہ ہے کہ مدعی نے دعوی کیا حاضر پر کہ تونے خرید کیا یہ گھر فلانے غائب سے اور میں اُسکا شفیع ہوں اور حاضر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اُسکی خرید مذکور پر تو غائب پر حکم ہوگا اُس سے خرید کرنے کا اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور ازانجملہ مسئلہ متن ہے اور ازانجملہ اثبات عتق علی الغائب کا مسئلہ ہے جسکو شارح ذکر کریگا کذا فی الطحطاوی عن المنح عن المجتبی

ولو کان ما یدعی علی الغائب شرطاً لما یدعیه علی الحاضر کما اذا ادعی عبد علی مولاه انه علق عتقه بتطلیق زوجة زید فبرهن علی التطلیق بغیبة زید لا یقبل فی الاصح اذ کان
فیه ابطال حق الغائب فلو لم یکن کما اذا علق طلاق امرأته بدخول زید الدار یقبل لعدم ضرر الغائب اور جو دعوے کیا جاے غائب پر اگر وہ
شرط ہو اُس دعوی کی جو حاضر پر ادعا ہوا چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوے کیا کہ اُسنے معلق کیا میرے عتق کو زوجۂ زید کی تطلیق پر
اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے طلاق واقع ہونے پر زید کی غیبت میں تو گواہ مقبول نہونگے قول اصح میں جبکہ اسمین حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا
زوجۂ زید کا صورت مذکورہ میں تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی لیکن یون کہا کہ اگر زید گھر مین
داخل ہو تو اُسکی زوجہ مطلقہ ہے تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے بسبب عدم ضرر غائب کے لیکن زید کا کچھ ضرر نہین دخول دار کے ثابت ہونے مین
قضاء فی الشرط مین اختلاف مشائخ ہے اور صحیح یہ ہے کہ مقبول نہین سبب اور شرط مین فرق یہ ہے کہ سبب اصل ہے نسبت حکم کی تو حاضر نائب ہوگا صاحب
سبب کا یعنے غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہین جبکہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہین ہے نسبت حکم اور تو حاضر غائب کا نائب نہین ہو سکتا کذا فی
صدر الشریعة ومن حیل اثبات العتق علی الغائب ان یدعی المشهود علیه ان الشاهد عبد فلان فیبرهن المدعی ان مالکه الغائب اعتقه فیقبل اور اثبات عتق
علے الغائب کے حیلون مین سے ایک حیلہ یہ ہے کہ مشہود علیہ یہ دعوے کرے کہ شاہد مدعی کا فلانے شخص کا غلام ہے سو گواہ لاوے مدعی کہ اُسکے مالک
غائب نے اُسکو آزاد کر دیا ہے تو گواہی عتق کی مقبول ہوگی ومن حیل الطلاق حیلة الکفالة بمهرها معلقة بطلاقها اور حیل طلاق سے حیلہ ہے عورت کے مہر کی
کفالت کا معلق بطلاق عورت ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ عورت ایک مرد پر دعوے کرے کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو مین تیرے مہر کا ضامن
ہون جو زوج پر ہے سو اُسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا اسنے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحطاوی نے کہا یہان سے
متن تک جتنے مسائل ہین وہ قول ضعیف پر متفرع ہین چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہے اسواسطے کہ من قبیل شرط مضر ہین غائب کے واسطے جامع الفصولین
مین ہے کہ باوجود اسکے اگر قاضی اسپر حکم کریگا تو حکم نافذ ہوگا اختلاف مشائخ کے سبب سے ودعوی کفالته بنفقة العدة معلقة بالطلاق اور نفقہ عدت کی کفالت معلق
بطلاق کا دعوی ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج تجھکو طلاق دے تو مین نفقہ عدت کا ضامن ہون تو اُسنے
کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا یہ قول ضعیف ومن اراد ان لا یزنی فحیلته ما فی دعوی
البزازیة ادعی علیها ان زوجها الغائب طلقها وانقضت عدتها وتزوجها فاقرت بزوجیة الغائب وانکرت طلاقه فبرهن علیها بالطلاق یقضی علیها انها زوجة
الحاضر ولا یحتاج الی اعادة البینة اذا حضر الغائب اور جو شخص ارادہ کرے کہ زنا نہ کرے تو اُسکا حیلہ وہ ہے جو بزازیہ کی کتاب الدعوی مین ہے کہ دعوی کیا
ایک عورت پر اسکا کہ اُسکے زوج غائب نے اُسکو طلاق دی اور اُسکی عدت منقضی ہوگئی اور مدعی نے اُس سے نکاح کر لیا سو عورت نے غائب کی زوجیت کا
اقرار کیا اور اُسکے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر یہ گواہی طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہوگا کہ وہ زوجہ ہے حاضر کی اور اعادہ شہادت کی حاجت
نہوگی جبکہ شخص غائب حاضر ہوگا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر یہ دعوی راست ہے تو اُسکو حیلہ کہنا بلا وجہ ہے اور ذکر عدم ارادہ زنا بے موقع ہے اور طرز بیان شارح اسکا موہم
ہے کہ دعوے دروغ مین یہ حیلہ جاری ہے اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر مین سے ہے اور ظاہر کلام بزازیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ برہان الطلاق مثبت
زوجیت ہو حالانکہ دونون مین تلازم نہین سو اگر یہ مراد ہے کہ گواہی طلاق اور نکاح دونون پر قائم ہوئی تو آپ ظاہر ہے انتہی ولو قضی علی غائب بلا نائب
ینفذ فی اظهر الروایتین عن اصحابنا ذکره ملا خسرو فی باب خیار العیب اور اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی اظہر الروایتین
مین بیان کیا ہے اسکو ملا خسرو نے درر کے خیار العیب کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ محمول ہے اس صورت پر جبکہ مفقود کی منفعت کے واسطے حکم ہوا ہو مطلق
غائب مین بحر الرائق مین ہے کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب کے نفاذ پر فتوی ہے بہت لوگون نے دھوکا کھایا ہے یعنی وہ عالم سمجھے ہین کہ خواہ قاضی شافعی ہو جسکے مذہب مین

قضاء على الغائب جائز ہے خواہ حنفی جسکے نزدیک جائز نہیں یا ظاہر یہ فتویٰ اُس قاضی کے حق میں ہے جسکے نزدیک قضاء علی الغائب جائز ہو اسواسطے کہ حنفیہ کا اجماع ہے کہ قضاء علی الغائب
جائز نہیں چنانچہ صدر شہید کی شرح آداب القاضی میں ذکر کیا ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ اصحاب کا مذہب لازم نہ آوے یا فتویٰ نفاذ کا مفقود ہے کہ حق میں مجہول ہے
نہ والا غائب میں وقیل لا ینفذ ہو فی مختصر واحد فی الفصول والبزازیہ ومجمع الفتاوی وعلیہ الفتویٰ اور دوسرا قول یہ ہے کہ قضاء علی الغائب بلا نائب نافذ نہیں اور
اسی قول کو راجح کہا ہے اکثر علماء نے اور منیہ اور بزازیہ اور مجمع الفتاوی میں کہا ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے وصحح فی الفتح توقفہ علی امضاء قاضی آخر او فی شرح القدیر
میں قضاء علی الغائب کے موقوف ہونے کو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کر دینے پر یعنی قضاء علی الغائب اُس وقت نافذ ہوگی جب دوسرا قاضی اسکو جاری
کردے کذا فی الطحطاوی اور کہا بیان شارح اسکا مقتضی ہے کہ فتویٰ کا قول تیسرا قول ہے حالانکہ یہ بعینہ وہی قول ہے عدم نفاذ کا وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی الغائب
لا یجوز الا لضرورۃ وہی فی خمس مسائل اور بحر الرائق میں ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ حکم کرنا غائب پر جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب اور یہ ضرورت پانچ مسئلوں میں
ہے پہلا مسئلہ کی تفسیر قریب گذری یعنی جبکہ قاضی نے کسی خصومت کے واسطے وکیل قائم کیا غائب کی طرف سے (مشتری یا بائع مفقود یا پوشیدہ) دوسرا مسئلہ یہ کہ کوئی
چیز بشرط خیار خریدی کی سوائے چھپ یا ظاہر یعنی مشتری نے بائع شرط خیار میں رد بیع کا قصد کیا اور بائع مخفی ہے تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کی
طرف سے وکیل قائم کرے تا اسکو مبیع پھیر دے صاحب بحر نے کہا یہ دو قول اس کے ہیں باتصحیح حنفی یا کفول اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کفول لہ چھپ یا ظاہر ہو صورت
اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اس شرط پر کہ اگر اسکو کل حاضر نہ کرے تو مکفول عنہ کا دین کفیل پر ہے سو مکفول کل غائب ہو گیا اور کفیل نے اسکو ڈھونڈا
یہاں تک کہ مدت گذر گئی تو کفیل پر مال لازم ہو گیا اور اگر کفیل نے قاضی سے نالش کی سو اسنے مکفول لہ کی طرف سے وکیل قائم کیا اور کفیل نے مکفول عنہ کو
سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہو جائیگا اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے تو یہ ابو یوسف کی بعض روایت میں ہے کذا فی البحر عن جامع الفصولین
الرائق تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ مدیون نے قسم کھائی کہ اگر اسکا دین آج ادا نہ کریگا سو دائن غائب ہو گیا اور خوف طلاق کی قسم ہو یا عتاق کی بجز ہو یا معاف اور رہا
حنث سے ڈرا تو قاضی غائب کی طرف سے وکیل قائم کرے اور اسکو دین ادا کر دے تو حانث نہ ہوگا خانیہ میں کہا اسی قول پر فتویٰ ہے کہ شمس الدین نے کہا کہ
نصب وکیل کی کچھ حاجت نہیں اگر قاضی کو دین ادا کریگا تو حانث نہ ہوگا یہ قول مختار مفتی ہے چنانچہ اکثر کتب معتمدہ میں ہے اور اگر وہاں قاضی نہ ہو تو حانث ہوگا اور یہ قول
مفتی بہ کذا فی الطحطاوی وجعل امرہا بیدہا ان لم تصل نفقتہا فتغیبت چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اسکا نفقہ نہ پہنچے سو عورت چھپ گئی
یعنے بقصد ایقاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنے کے واسطے الخامسۃ اذا تواری الخصم فالمتاخرون ان القاضی ینصب وکیلا فی الکل ہو قول
الثانی خانیہ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ جب خصم چھپ رہے اور القضا میں حاضر نہ ہو تو متاخرین نے کہا کہ قاضی وکیل قائم کرے سب صحیح ہوا اور یہ قول ابو یوسف کا
کذا فی الخانیہ قلت ونقل شراح الوہبانیۃ عن شرح ادب القاضی انہ قول الکل وان القاضی یحکم ببینۃ ... ینصب الوکیل اور وہبانیہ کے شارحین نے
شرح آداب القاضی سے نقل کیا کہ یہ یعنے نصب وکیل امام اور صاحبین سب کا قول ہے اور یہ کہ قاضی غیر حاضر کے گھر پر مہر کرے جسقدر رعایت کہ اسکو مناسب معلوم ہو
پھر وکیل قائم کرے ولا یبیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین للقاضی لا للورثۃ لعدم ملکہم حیث کان الدین لغیرہم لا بیع ترکہ مستغرق بالدین کی قاضی کو روا
ہے نہ وارثوں کو بسبب نہ مالک ہونے وارثوں کے جبکہ دین وارثوں کے سوا اور کسی کا ہو مثلاً ترکہ ہزار کا ہو اور میت پر دین اتنا ہی یا زیادہ تو قاضی اسکو بیچ کر ادا
دین کریگا نہ اسکا وارث مگر جبکہ قرضخواہ بیع ورثہ سے راضی ہوں اور وارثوں کو استخلاص ترکہ کا حق ہے تو اگر وارث استخلاص کا قصد کرے اور مال ادا کرے تو وہ قرضخواہ
دیون سے زبردستی قبول کروایا جائیگا اور اگر وارث کہدیں کہ ہم دین کو ادا کرینگے اور مال نقد حاضر نہ کریں تو قاضی کو بیع ترکہ کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی یقرض القاضی
مال الوقف والغائب واللقطۃ والیتیم من ملی مؤتمن حیث لا وصی ولا من یقبلہ مضاربۃ ولا مستغلا یشتریہ قاضی قرض دے مال وقف اور مال غائب اور مال لقطہ
اور مال یتیم مالدار امانتدار کو جبکہ یتیم کا کوئی وصی نہ ہو اور نہ وہ شخص ہو جو مال کو بطریق عقد مضاربت قبول کرے اور نہ مستغل ہو جسکو قاضی خرید کرے قاضی کو

کثرت اشتغال کے بباعث خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہین کرسکتا لہذا مستحب ہے کہ بطریق قرض کے دے کیونکہ قرض مین تاوان ہوتا ہے و دیعت مین اور قاضی کو مناسب ہے کہ قرض لینے والون کا حال دریافت کرے تاکہ کسیکا حال پریشان دیکھے تو اُس سے مال کو لے لے اسواسطے کہ قاضی اگرچہ استخلاص پر قادر ہے مگر غنی سے نہ محتاج سے واسطے محتاج کو قرض دینا جائز نہین اور قاضی کو یہ جائز نہین کہ اپنی ذات کے واسطے مال مذکور قرض لے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہے چنانچہ قنیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی استغلال وہ چیز ہے جسمین آمدنی ہو چنانچہ زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کاسب ولہ اخذ المال من ابیہ اذا رء وضعہ عند عدل

قنیہ اور قاضی کو جائز ہے نفع ولد صغیر باپ سے مال کا چھین لینا اور اُسکو رکھوا چھوڑنا مرد عادل کے پاس کذا فی القنیہ یعنے اسواسطے کہ تا طفل صغیر کا مال برباد نہو جاوے وکیکتب الصکاک اندبالبعض لوقولہ اور تمسک لکھوا یا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استحباب کے تا قرض یاد رہے ہم حموی نے کہا صک عبارت ہے مال وغیرہ کے اقرار نامہ سے وہ فارسی معرب ہے لا القرض الاب وتو قاضیا لانہ لا یقضی لولدہ نہ قرض دے باپ اپنے فرزند صغیر کا مال اگرچہ باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا نہین کرسکتا اپنے فرزند کے واسطے ہم یعنی اگر مستقرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اُسکی سماعت اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے فرزند کے واسطے حکم دینا جائز نہین تو جواز اقراض کی علت منتفی ہوگئی کذا فی الطحطاوی ولا الوصی ولا الملتقط فان اقرضوا ضمنوا لعجزہم عن التحصیل بخلاف القاضی اور نہ قرض دے وصی یتیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کیکو قرض دے سو اگر باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا انپر لازم ہوگا بسبب انکے عاجز ہونے کے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہے ہم شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب یا اُس امر سے جو روایت کا کہ باپ کو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ ولایت اُسکی قاضی کی ولایت سے عام تر ہے اسواسطے کہ نفس و مال مین دونون کی ولایت یکسان ہے مگر شفقت مین باپ زیادہ ہے قاضی سے تو ظاہرا باپ اسکو قرض دیگا جو بیکر منکر ہو جاوے خلاصہ جواب یہ ہے کہ جواز قرض اور عدم قرض مین قرب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہین بلکہ تمام قدرت علی الاسترجاع کا یہان پر بعد وجود اصل ولایت کے اور باپ کو پھیر لینے پر قدرت نہین بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی اسکو نہ پاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم اور نسبت پر حکم کریگا یا مال نکال لیگا کذا فی الطحطاوی عن الکمال ویستثنی اقراضہم للضرورۃ کحرق و نہب فیجوز اتفاقا بحر اور عدم جواز اقراض سے اشخاص مذکورین کا قرض دینا مستثنی ہے بسبب ضرورت کے چنانچہ آتش زنی یا غارتگری کا خوف تو ایسی ضرورت مین بالاتفاق جائز ہے کذا فی البحر وحتی جاز للملتقط التصدق فالاقراض اولی اور جسوقت کہ ملتقط کو تصدق لقطہ جائز ہے تو اُسوقت مین قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا ہم یعنی جبکہ بعد تعریف کے ملتقط کو ظن غالب عدم طلب کا ہو تو اُسوقت اُسکا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت مین قرض دینا بھی جائز ہے ولو قضی بالجور فالغرم علیہ فی مالہ ان متعمدا واقر بہ ای العمد ولو خطأ فالغرم علی المقضی لہ ضرر اور اگر قاضی نے غیر واجبی جور کا حکم دیا تو تاوان قاضی پر ہے اُسکے ذاتی مال مین اگر بالقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا قصد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہے یعنی جسکے واسطے حکم دیا کذا فی الدرر ہم حکم قاضی جبکہ خلاف حق واقع ہو تو دو وجہ سے خالی نہین بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ کہ حق اللہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ حق العبد مین ہو تو اگر حق العباد مین تدارک اور رد ممکن ہو اسطرح پر کہ مال یا صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہوئی اسطرح کہ شہود غلام یا کفار یا محدود فی القذف نکلے تو قاضی اپنا حکم باطل کرے غلام مالک کو دے اور عورت اُسکے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا اُسمین ہوئی جسکا پھیرنا ممکن نہین اسطرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفا قصاص ہو چکا تو مقضی لہ کے قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شبہ قضا مانع ہے قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال مین خون بہا واجب ہوگا یہ سب کچھ اُس صورت مین ہے جبکہ قاضی کی خطا بینہ یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہ مقضی لہ کے حق مین ظاہر نہوگا جب تک اپنے حکم کو مقضی لہ کے حق مین باطل نکرے اور اگر قاضی نے حق اللہ مین خطا کی اسطرح پر کہ حد زنا یا حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود عبید یا کفار یا محدود فی القذف ہین تو تاوان اسکا بیت المال مین ہے اور اگر قاضی نے عمدا حکم کیا حکم مین اور اسکا اقرار کیا تو اُسکے مال مین تاوان ہوگا سب وجوہ مذکورہ مین اور قاضی پر تعزیر ہوگی بسبب ارتکاب جریمہ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الہندیہ ملخصا وفی المنح معزیا للسراج قال محمد ولو قال تعمدت الجور انعزل عن القضاء

قاضی کی خطا کا بیان

وفیہ عن ابی یوسف اذا غلب جورہ ورشوتہ رد ت قضایاہ وشہادتہ اور شیخ الفقہاء میں ہے سراج کی طرف نسبت کرکے کہ ہو نے کہا کہ اگر قاضی کہے کہ میں نے
عمداً ظلم کیا تو معزول ہو جائیگا قضا سے اور اسمیں ابو یوسف سے ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اسکے فیصلے اور گواہی مردود ہے فروع مسائل متعلقہ
شارح کے القضاء مظہر لا مثبت قضا ظاہر کرنیوالی ہے حق کی نہ ثابت کرنیوالی حکم یعنے حاکم قاضی مظہر ہے خصم کے حق کا اسواسطے کہ حق ثابت ہے عند اللہ قبل
حکم کے اور اسکا مثبت نہیں جو قبل حکم ثابت نہیں یہ اس صورت میں ہے جبکہ حکم واقع کے مطابق ہو اور اگر مخالف واقع ہو تو حکم اب مثبت ہوگا چنانچہ حکم
بشہادت کاذبہ کذا فی الطحطاوی وتتخصص بزمان ومکان وخصومۃ حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ اور قضا خصوصیت
قبول کرتی ہے زمان اور مکان اور خصومت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماعت دعوی کا پندرہ برس کے بعد سو قاضی نے دعوی سنا تو حکم نافذ نہوگا ہم
کہتے ہیں کہ مختصر میں ہے کہ اگر امام ایک مرد کو ایک دن یا ایک مجلس کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر سلطان قضا میں خصوصیت کا استثنا
کرے یعنے یوں کہے کہ فلانا مقدمہ فیصل نہ کرنا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی قلت فلا تسمع الآن بعدہا الا بامر الا فی الوقف والارث ووجود عذر شرعی وبہ افتی المفتی
ابو السعود فلیحفظ میں کہتا ہوں اب بعد امر سلطان کے دعوی نہ سنا جاویگا پندرہ برس کے بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود ہونے
عذر شرعی میں بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان کی سماعت ہوگی اسی کا فتوی دیا ہے مفتی ابو السعود نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم کہتے ہیں اپنے شیخ سے ہم نے سنا کہ
نقل کیا کہ سلاطین یعنی سلاطین روم اب اپنے قاضیوں کو حکم کرتے ہیں اپنی سب ولایت میں کہ دعوی نہ سنیں پندرہ برس کے بعد سوائے وقف اور ارث کے انتہی اور
یہی تھے حیل اور دفع تزویر کے واسطے ہے اور یہ جو روایت تیس برس یا چھتیس برس یا تینتیس برس کی ہے خلاصہ اور بزازیہ اور فتاوی عتابیہ میں ہے وہ باب عدم سماع
سو یہ روایت قبل ورود نہی سلطانی ہے عذر شرعی چنانچہ طفلی اور دیوانگی اور غیبت کذا فی الطحطاوی بخلاف امر السلطان لا ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا اشباہ من قاعدۃ
الخامسۃ وفوائد شتی فلو امر قضاتہ بتحلیف الشہود وجب علی العلماء ان ینصحوہ ویقولوا لہ لا تکلف قضاتک الی امر یلزم منہ سخطک یا سخط الخالق تعالی حکم بادشاہ کا
اسوقت نافذ ہوتا ہے جب تک شرع کے موافق ہو اور نہیں تو نافذ نہیں چنانچہ اشباہ کے پانچویں قاعدے اور فوائد شتی میں مذکور ہے تو اگر بادشاہ نے اپنے
قاضیوں کو شاہدوں کی قسم دلانے کا حکم کیا تو عالموں پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کریں اور اس سے کہیں کہ اپنے قاضیوں کو وہ امر کرو جس سے آپ کا
لازم آوے یا خالق برتر کا غضب یعنی اگر تیری اطاعت کریں تو خالق کا غضب ہے اور اگر تیری نافرمانی کریں تو تیرا غضب ہے ہم نے حنفیہ سے
نقل کیا کہ اطاعت امام غیر معصیت میں واجب ہے تو اگر سلطان ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا صیرفیہ سے جوانتہا تک نقل ہے یعنے
شاہدوں سے قسم لینا جائز ہے مفتی ابو السعود نے کہا کہ یہ مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ قاضی قسم لینے کو درست جانتا ہو اسطرح پر کہ وہ صاحب رائے یعنی مجتہد ہو اور اگر ایسا
نہو تو تحلیف نہیں جائز ہے کذا فی الطحطاوی قضاء الباشا وکتابہ الی القاضی جائز ان لم یکن قاضی مولی من السلطان قضا باشا کی اور لکھ بھیجنا اسکا قاضی کو
جائز ہے اگر سلطان کی طرف سے قاضی مقرر نہو ہم باشا امیر کو کہتے ہیں روم میں باشا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول اصح مفتی بہ نافذ ہے چنانچہ او
میں ہے کذا فی الطحطاوی والمحکم کالقاضی الا فی اربعۃ عشر مسئلۃ ذکرہا فی شرح الکنز یعنی البحر اور محکم یعنی پنچ قاضی کے مانند ہے مگر چودہ مسئلوں میں جنکو مصنف نے ذکر کیا شرح کنز
میں یعنے بحر الرائق میں ہم بحر الرائق میں سترہ مسئلے ذکر کرینگے کہ محکم جب باطل کرے فیصل مجتہد فیہ میں پھر اسکا مرافعہ ہو قاضی یا حکم کی طرف تو اگر اسکے مذہب کے
موافق ہو تو جاری کرے نہیں تو باطل کرے اور حکم پر رجوع نہیں یعنی رجوع ہے اور تحکیم کی تعلیق اور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور تحکیم حد اور قصاص اور
دیت میں بقول صحیح جائز نہیں اور شیخ کہتے ہیں مذہب یہ ہے کہ تحکیم کا فتوی نہ دیا جائے اگر یہ قول صحیح ہے وہ نافذ ہے اور محکم کا حکم غائب کیواسطے نہیں ہوتا اگر ادعا علی
الغائب سبب ہو دعا علی الحاضر کا مگر ایک مسئلے میں اور جائز نہیں کہ محکم قاضی کیطرف بھیجے قاضی کا کتوب الیہ اور جائز نہیں اور محکم حکم کرے قاضی کے
مکتوب پر مگر جبکہ دونوں مخاصم راضی ہوں اور اگر محکم مرتد ہو جائے تو معزول ہوگا بخلاف سے سو اگر بعد ارتداد اسلام قبول کرے تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی اور اگر

حکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول نکرے تو قاضی اور دوسرے پنچ کو اسکا قبول کرنا درست ہے اور پنچ کا حکم اپنا وارثوں سے باقی وارثوں کی طرف نہیں پہنچتا اور حکم کا حکم
بنسبت بائع کے بائع کی طرف نہیں پہنچتا اگر چہ وہ تحکیم سے راضی ہوا اور اگر تحکیم سے وکیل پر عیب مبیع کا حکم کیا تو اسکا حکم موکل کی طرف متعدی نہیں ہوتا اور حکم اسکا صغیر
کے وصی پر نافذ نہیں جن مین صغیر کا ضرر ہو اور حکم حکم کا تحکیم کے ساتھ مفید نہیں بلکہ اسکا حکم جائز ہے جیسا کہ اور دین لیتے بعد رضا تنہا معتبر ہے اور اگر حکم مین خلاف ہو گواہی کے
اختلاف کے سبب سے سوا ایک گواہ کہتا ہے کہ اسکو خصوصیت مین وکیل کیا ہو فلانے فقیہ کی طرف اور دوسرا کہتا ہے کہ دوسرے فقیہ کی طرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جائز نہیں اور محکم کا
حکم رافع خلاف نہیں بخلاف قاضی کے جیسے مسائل مذکورہ مین جلبی نے کہا محل ان مسائل کا باب التحکیم ہے انتہی ملخصا اور جملہ مسائل مذکورہ یہ ہے کہ لعان مین اور حدون مین محکم کا
حکم جائز نہیں چنانچہ برجندی مین ہے کذا فی الطحطاوی وفی فصل الاول من جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یاثم ویعزل ویعزر اور جامع الفصولین کی فصل اول مین
ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہے اور معزول کیا جاتا ہے اسکو اور تعزیر دیجاے وفی الاشباہ لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الا فی ثلاث لریبۃ ولرجاء صلح اقارب
واذا استمہل المدعی اور اشباہ مین ہے کہ جائز نہیں قاضی کو تاخیر کرنا حکم دینے مین شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین وجہ سے تاخیر جائز ہے شک اور شبہہ کے
سبب اور امید صلح اقارب سے اور جبکہ مدعی مہلت چاہے ہم شبہ یہ کہ قاضی کو شہود مین شبہہ ہو چنانچہ اس طرح کہ تین گواہون نے قاضی کے پاس ایک مقدمہ
مین گواہی دی اور ہنوز انکی گواہی کے بموجب حکم نہیں ہوا کہ ایک گواہ انمین سے بولا استغفر اللہ مین نے جھوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہ کلام سنا مگر معلوم
نہیں کہ تینون مین سے کسنے یہ کلام کیا سو قاضی نے ہر ایک سے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہین تو قاضی انکی گواہی پر حکم نکرے اور ان احکام
مین ہے کہ جب قاضی کے پاس بھائی یا چچیرے بھائی جھگڑالاوین تو قاضی کو لائق ہے کہ انکو تھوڑا ٹالے اور جلدی حکم نہ دے شاید وہ باہم صلح کرین اسواسطے کہ
حکم اگرچہ حق ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہوجاتا ہے بھائیون مین علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم با امید صلح اقارب مین مخصوص نہین بلکہ اجانب مین بھی ایسا ہی ہونا چاہئے
کیونکہ حکم قاضی کینے کا مورث ہے تو حتے الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور منافات نہیں قضا فی الفور کے اسواسطے کہ قضا فی الفور اس صورت پر محمول ہے جبکہ
قاضی کو حصول صلح کی توقع نہو اور اسکا مؤید وہ ہے جو اختیار اور خزانۃ الاکمل مین ہے کہ جب قاضی کو رضا خصمین کی توقع ہو تو انکو رد کرے یعنی کچھ مضائقہ نہیں
اور دونون مین حکم جاری نکرے شاید صلح کرلین اور انکو دوبار سے زیادہ رد نکرے اور اگر توقع صلح نہو تو حکم جاری کردے انتہی اور جیسے استمہال مدعی سے
تاخیر حکم جائز ہے ویسے ہی استمہال مدعی علیہ سے جبکہ وہ دفع دعوی کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع فاسد کا اور ایک صورت اور باقی رہگئی جسمین تاخیر
قضا جائز ہے یعنی جبکہ قاضی اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نکرے اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا چنانچہ خلاصہ مین
ہے کذا فی الطحطاوی ولا یصح رجوعہ عن قضائہ الا فی ثلث لو بعلمہ او ظہر خطاؤہ او بخلاف مذہبہ اور قاضی کو اپنے حکم سے پھر جانا یعنی اسپر عمل نکرنا اور اسکو باطل کردینا جائز
نہیں مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر یا حکم کی خطا ظاہر ہوگئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا ہم اپنے علم پر حکم کیا پھر ظاہر ہوگیا کہ اسکا علم وہم تھا
چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کے واسطے مبلغ کا اقرار کیا اور دونون وہان سے غائب ہوگئے پھر دو شخصون نے دعوی کیا قاضی کے پاس قاضی
نے ایک پر حکم کیا اس گمان سے کہ یہ شخص وہی معترف ہے پھر معلوم ہوا کہ یہ اسکے سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہے بلکہ واجب ہے اور ظہور خطا کی یہ صورت ہے کہ مثلاً
حنفی المذہب نے مسئلہ مختلف الائمہ کی صحت مذہب کا حکم دیا پھر اسکو اپنی خطا ظاہر ہوگئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمدا یا سہوا سابق بتفصیل مذکور ہوچکا فتح القدیر مین ہے
کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہے اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عہدۂ قضا کے وقت اس شہر مین جہان کا وہ قاضی ہے اس حق کا علم جو خالص اللہ
نہیں چنانچہ قرض و بیع یا غصب یا تطلیق یا قتل عمد یا حد قذف اور اگر قبل عہدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد مین پھر وہ قاضی ہوا اور وہ مقدمہ اسکے سامنے آوے
یا حالت اپنی قضا مین جہان کا وہ قاضی ہے غیر شہر مین پھر اس شہر مین داخل ہوا اور مقدمہ اسکے پاس رجوع ہوا یا ایک بار نہ معلوم ہوا اور وہ اسی شہر مین قاضی ہے پھر وہ معزول
ہوگیا پھر بحال سابق منصوب ہوا تو امام کے نزدیک حکم نکرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا مین تو قضا بعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہین انتہی مختصرا فعلی

حکم قضا بعلم قاضی

القاضي حكم فلو زوج اليتيمة من نفسه او ابنه لم يجز قاضی کا فعل حکم ہو تو اگر قاضی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہیں ہم فعل سے مراد
وہ ہے جو قاضی سے صادر ہو بالفظ صیغہ حکم نکاح مذکور اسواسطے جائز نہیں کہ قاضی کا فعل مذکور جبکہ حکم ٹھہرا تو جائز نہوا کیونکہ قاضی کو اپنی ذات کے واسطے یا اپنے
فرزند کے واسطے حکم کرنا صحیح نہیں الا في مسئلتين مگر قاضی کا فعل دو صورتوں میں حکم نہیں ہم یہ استثنا ہے فعل القاضي حكم سے نہ لم يجز سے كذا في الطحطاوي اذا اذن
الولي القاضي بتزويجها كان وكيلا ایک صورت یہ ہے کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی وکیل ہوگا ہم قاضی جب وکیل ٹھہرا تو فعل تزویج حکم نہوگا
تو اگر اسکے عقد کا امر افذ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کی طرف تو اسکو نقض نکاح جائز ہے كذا في الطحطاوي عن الاشباه واذا اعطى فقيرا من وقف الفقراء كان له
اعطاء غيره دوسری صورت یہ ہے کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقرا کے وقف سے تو دوسرے قاضی کو اسکے غیر اور فقیر کو دینا جائز ہے ہم اس مقام میں قید یہ ہے کہ قاضی نے
فقیر کے واسطے راتبہ مقرر کر دیا ہو اور فقیر راتب دار کے واسطے حکم نہ کر دیا ہو و الا قاضی ثانی کو نقض اسکا جائز نہوگا كذا في الطحطاوي امر القاضي حكم الا في مسئلة
الوقف المذكورة فامره فتوى فافهم مثلا غيره صح امر قاضی کا حکم ہے مگر اس مسئلہ وقف میں جو مذکور ہو چکا تو امر اسکا فتوی ہے تو اگر اسکے سوا اور کی طرف حکم کرے
تو صحیح ہم مثلا اگر قاضی کا یوں کہنا مدعی سے اقامت برہان کے بعد کہ میں اسکو تسلیم کر دوں ادا کر تو یہ حکم ہے اشباہ میں عمادیہ اور بزازیہ سے کہ وقف کیا فقرا پر
یعنی قطع تبادر واقف کے محتاج ہو گئے سو قاضی نے امر کیا کہ کچھ وقف میں سے انکو دیا جاوے سو یہ امر بمنزلہ فتوی ہے یہاں تک کہ اگر واقف یہ ارادہ کرے
کہ اسکو دوسرے فقیر کی طرف صرف کرے تو صحیح ہے والقاضي يحلف غريم الميت ولو اقر المريض قاضی تہمت میت کو قسم دیگا اور اگرچہ مریض نے اسکا اقرار کیا ہو یعنی میت
نے مرض الموت میں دین کا اقرار کیا ہو تو بھی تہمت قسم دینا چاہیے اور اگرچہ وارث قسم طلب نہ کریں كذا في الطحطاوي لا يقبل قول امين القاضي انه حلف المخدرة الا بشاهدين
قاضی کے امین کا یوں کہنا کہ اسنے عورت پردہ نشین کو قسم دلائی مقبول نہیں مگر دو شاہد وقت ہم بزدوی نے کہا مخدرہ وہ عورت پردہ نشین ہے جسکو غیر محارم
نہ دیکھیں کواری ہو یا بیاہی اور وہ عورت جلوہ گاہ عروسی میں بیٹھی اور اسکو جمال اجانب نے دیکھا چنانچہ بعضے بلاد میں عادت ہے وہ مخدرہ نہیں كذا في الحموي
من اعتمد على امر القاضي الذي ليس بشرعي لم يخرج عن العهدة انتهى جسنے اعتماد کیا قاضی کے اس امر پر جو شرعی نہیں وہ عہدہ سے خارج نہوگا یعنی بری الذمہ نہوگا
انتهى كلام الاشباه ہم مثال اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو وصیت کی کہ فلانے شہر کے فقیروں کو نقود دینا خیرات کرے اور وصی دور ہو اس شہر سے اور وہاں
نہ پہونچ سکے اور وصی کا اس شہر میں ایک مدیون ہے جسپر ہزار درہم ہیں تو قاضی نے مدیون مذکور کو امر کیا کہ دراہم مذکورہ فقیروں کو دے تو مدیون پر اسکا دین باقی
رہیگا اور مدیون کا دینا تطوع ٹھہریگا اور وصیت میت وصی پر بحال سابق قائم رہیگی كذا في الطحطاوي وقدمنا في الوقف عن المنظومة المحبية معزيا للمبسوط ان السلطان
مخالفة شرط الواقف لو غالبة قرى ومزارع وانه يعمل بامره وان غاير الشرط فليحفظ اور سابق ہم ذکر کر چکے ہیں منظومہ محبیہ سے نسبت مبسوط کہ سلطان کو مخالفت
کرنا شرط واقف کا جائز ہے اگر اکثر وقف دیہات اور کشت زار ہوں اور یہ عمل کیا جاوے سلطان کے امر پر اگرچہ اسکا امر مخالف ہو واقف کی شرط کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم مفتی ابو السعود نے فتوی دیا کہ ملوک اور امرا کے اوقاف میں واقفین کی شروط کی رعایت نہیں اسواسطے کہ وہ اوقاف یعنی اراضی بیت المال کی ملوک بیت المال
کی طرف راجع ہے اس طرح پر کہ واقف انکا رفیق ہے بیت المال کا جسکی آزادی ثابت نہیں انتهى اور یہ حکم مطلق نہیں بلکہ ان اراضی میں ہے جنمیں واقفین کی ملک
ثابت نہیں اور اگر انکی ملک شرعی ثابت ہو تو شروط کی مخالفت صحیح نہیں كذا في الطحطاوي مختصرا بتصرف قلت واجاب مفتي افندي بانه متى كان في الوقف سعة
ولم يقصر في اداء خدمته لا يمنع فتنبه میں کہتا ہوں اور مفتی افندی نے یوں جواب دیا ہے کہ جب وقف میں گنجایش ہو اور جسکے واسطے سلطان نے وقف میں وظیفہ مقرر
کرا دیا باشرط واقف وہ اپنی خدمت میں قصور نہ کرے تو ممنوع نہیں یعنی اسکو وظیفہ لینا حرام نہیں ہوا آگاہ رہنا ہم یہ بھی اسی صورت پر محمول ہے جبکہ وقف
واقف کا ملک ہو یا جواب اس اعتماد پر ہے کہ گنجایش وقف ظاہر اس دلیل پر ہے کہ اصل اسکی بیت المال سے ہے كذا في الطحطاوي وفي الوهبانية [illegible]
حتى يوفيه او يظهر فقر الصغير قلت لكن قدم شارحها عن قاضي خان الحر والعبد والبالغ والصبي في الحبس سواء فليتأمل نعم فيها قاله الشرنبلالي ادر...

محبوس ہو ولی الطفل صغیر کے دین مین بیان ہک کہ اسکو او اکرے یا صغیر کی محتاجی ظاہر کرے مین کہتا ہون لیکن وہبانیہ کے شارح یعنی عبد البر نے مقدم ذکر کیا ہو قاضی خان سے گذرا اور غلام اور بالغ اور صغیر محبوس نہوگی مین بیان پرہین تو غور کرنا چاہیے ولی کی نفی جب کہ بیان یہ قول ہو شرنبلالی کا یعنی جب صغیر جائز ہوا ولی اسکا تا ہبکو محبوس ہوگا مثل خلاصہ مین ہو کہ صغیر محجور تاہم محبوس نہین کیا جاتا دین کے استہلاک سے ولیکن اسکا باپ یا وصی حبس کیا جاتا انتہی اور ظاہر اوجہ توفیق مین القولین یہ ہو کہ قاضی خان کا کلام صغیر ماذون مین اور خلاصہ و وہبانیہ کا کلام غیر محجور علیہ مین ہو چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہو کذا فی الطحطاوی قال و لا قاضی البیع مع وجود اب او وصی ای فی فائدۃ حسنۃ قلت وہی فی القنیۃ وقی بانما فللقاضی نفقۃ لو صالح کما نظم الشارح فنسبتہ للمتن سہو لبعضہ فقالہ شرنبلالی کہا اور قاضی کو بیع جائز نہین با وجود باپ یا وصی کے اور یہ خوب فائدہ ہو مین کہتا ہون اور یہ مسئلہ قنیہ مین ہو اور جبکہ باپ اور وصی نہ ہیگی تو قاضی کو اسکا تو بیچنا جائز ہو اگر نفس یہ اصلح ہو چنانچہ وہبانیہ کے شارح نے اسکو نظم کیا ہو سو بیچ اسکو متن مین لا دیا بعض الفاظ کو بدل کر یون کہا ہے ولفقش بیتا مین اب او وصیہ وہ لولصلحہا والاصح لولفقش اصلح بہ اور قاضی جائز ہو بیچ باپ یا اسکے وصی کی اگر چہ باپ یا وصی مصلح ہو نفس کے اور جالانکہ نفس اصلح ہو یہ حکم سطور کر کتا قنیہ مین وتحبیس فی دین علی الطفل والدہ وصی والتادیب ببعض لبعوزہ ا و حبس کیا جاتا طفل صغیر کے دین مین باپ اور وصی اور تادیب کے واسطے اور حبیس علا اب مین کی بعض صورت بتاتے ہیں یعنی بعض صورتون کے نزدیک مجلس غیر تادیب کے واسطے جائز ہو تا کہ وہ دیتے ہو کذا فی البحر لا الحبس ابیہ مکاتب ہو عبدلمولاہ لکعکس و صبہ اور صغیر کے دین مین باپ محبوس نہین ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ محبوس نہوگا اور نہ مکاتب اپنا مولی کے دین کے واسطے محبوس ہو تا ہو اور نہ غلام مولی کے دین مین اور نہ مولا غلام کے دین مین اور نہ مدیون ہو مفلس محبوس ہوتا ہو نعم لو العبد مدیونا یحبس المولی بدینہ لانہ للغرما ہان اگر غلام مدیون ہو غیر شخص کا تو مولی محبوس ہوگا اسکے دین مین تاکہ غلام کا اسے صحابہ دیون کا حق ہو یعنی حبس مولی اسواسطے ہو تا کہ اسکو یہ دیون حاصل ہو جاوین جو غلام پر ہیں کذا فی الطحطاوی و کذا مبین یہ کیا ہے الا فیما کان من جنس الکتابۃ اور واسطے سو مولی محبوس ہوتا ہو اپنے مکاتب کے دین مین مگر اس دین مین محبوس نہین ہوتا جو دین کہ کتابت کی جنس سے ہو یعنی اگر دین مکاتب پر مثلاً دس من گیہون ہین اور کتابت ہو مثل دس درم پر تو اسصورت مین بدل کتابت منافی ہو دین کے تو مولی محبوس ہوگا اور اگر کتابت بھی دس من گیہون پر ہوئی ہو تو یہ دین جنس کتابت سے ٹھیرا تو محبوس نہوگا فی عتاق الوہبانیۃ ۵ وفی غیر جنس الحق یحبس سیداہ مکاتبہ والعبد فیہا یخیر ہو اور وہبانیہ کی کتاب العتاق مین ہو اور غیر جنس حق مین محبوس کرے مولی کو مکاتب اسکا اور غلام کتابت مین مختار ہو یعنی چاہے تو کتابت کو غلام فسخ کرے بدون رضا مندی مولی کے کذا فی الطحطاوی وفی جسر باء ویحبس والکتب الصحاح الحجر، علی الدین اذا بالکتب ہو معسر، اور وہبانیہ کی کتاب الحجر مین ہو اور صحیح کتابون والا کاتب محبوس ہوگا دین پر اسواسطے کہ بسبب کتابون کے وہ مفلس نہین ہو کہ قنیہ مین ہو کہ فقیہ پر دین ہو اور اسکے پاس کتابین ہین تو وہ درخن قضاء دین مقدور والا ہو تو وہ محبوس ہوگا اگر چہ وہ فقیر ہو درحق صدقہ و وجوب زکوۃ کذا فی الطحطاوی

باب التحکیم

یہ باب ہو تحکیم مین یعنی پنچ مقرر کرنے مین تحکیم بھی قضا کے فروع سے ہو اور محکم یعنی پنچ کا رتبہ کمتر ہو قاضی سے حکم الٰہی مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہو اور محکم کا حکم فقط انھی مخصوص ہو جنھنے اسکو پنچ ٹھہرایا اور پنچایت حدیث سے ثابت ہو اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہو کہ مین نے کہا کہ یا رسول اللہ میری قوم مین جب خلاف ہوتا ہو کسی چیز مین تو میرے پاس آتے ہین سو مین انمین حکم کر دیتا ہون تو مجھسے فریقین راضی ہو جاتے ہین تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہ کیا خوب ہو رواہ النسائی کذا فی الفتح ہو لغۃ جعل الحکم فی مالک لغیرک اور تحکیم لغت مین عبارت ہو اس سے کہ تو اپنے مال مین غیر شخص کے واسطے حکم کرنا مقرر کرے وعرفا تولیۃ الخصمین حاکما یحکم بینہما اور تحکیم عرف مین عبارت ہو متولی اور مقرر کرنے خصمین سے ایک حاکم کو کہ وہ دونون مین حکم کردے ورکنہ لفظہ الدال علیہ مع قبول الآخر ذلک اور رکن تحکیم لفظ تحکیم ہو یا جو اسکا وہ لفظ جو تحکیم پر دلالت کرے ساتھ قبول کر لینے دوسرے کے یعنی محکم کے اسکو جو یعنی متخاصمین ایک مرد سے کہین کہ ہمنے تجکو حکم مقرر کیا تا تو ہم مین حکم کرے اور وہ اسکو

قبول کرے اور یا ثالث سے کہے کہ میں تم دونوں میں حکم کرتا ہوں اور خصمین اسکو قبول کرلیں جیسا بین ہے کہ اگر خصمین ایک کو حکم مقرر کرین سو وہ
قبول نہ کرے تو اسکا حکم کرنا جائز نہیں مگر تجدید تحکیم کے ساتھ کذا فی الحاوی وشرطہ من جہۃ المحکم بالکسر العقل لا الحریۃ والاسلام فیصح تحکیم ذمی ذمیا اور شرط
تحکیم کی محکم بالکسر یعنی پنچ مقرر کرنے والے کی طرف سے عقل ہے نہ آزاد ہونا اور نہ مسلمان ہونا تو صحیح ہے تحکیم ذمی کی ذمی کو یعنی صحیح ہونا ذمی کا [illegible] اور
ذمیوں میں ذمی کا پنچ ہونا صحیح ہے کذا فی النہایۃ وشرطہ من جہۃ المحکم بالفتح صلاحیتہ للقضاء کما مر اور شرط تحکیم کی محکم بالفتح یعنی پنچ کی طرف سے کیا ہے
اسکا اہل قضا کے واسطے ہونا چنانچہ اسکا ذکر ہو چکا یعنی پنچ کی شرط یہ ہے کہ مسلمان بالغ عاقل عادل ہو [illegible] الا المحدود فی القذف فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر
فاسق حکم کرے تو واجب ہے کہ جائز ہو [illegible] انتہی لیکن ظاہر اور فاسق کو پنچ مقرر کرنا معصیت ہوگا جیسے کہ فاسق کو قاضی بنانا گناہ ہے واللہ اعلم ویشترط
الاہلیۃ المذکورۃ وقت التحکیم ووقت الحکم جمیعا فلو حکما عبدا فعتق او صبیا فبلغ او ذمیا فاسلم ثم حکم لا ینفذ کما هو الحکم فی مقلد بفتح اللام
بخلاف الشہادۃ [illegible] اور اہلیت مذکورہ شرط ہے پنچ مقرر کرنے کے وقت اور حکم کرنے کے وقت ساتھ ہی تو اگر خصمین پنچ مقرر کرین غلام کو پھر وہ آزاد ہو جاوے
یا صغیر کو پھر وہ بالغ ہو جاوے یا ذمی کو پھر وہ مسلمان ہو جاوے پھر وہ حکم کرے تو حکم نافذ نہ ہوگا جیسا کہ قاضی میں بخلاف شہادت کے یعنی شہادت میں فقط ادائے شہادت
کے وقت اہلیت شرط ہے نہ تحمل شہادت کے وقت [illegible] ففی البحر [illegible] وذکر اخی زادہ [illegible] اور [illegible] اسکا ذکر کیا ہے کہ اگر غلام قاضی
مقرر کیا جاوے پھر وہ آزاد ہو جاوے پھر وہ حکم کرے تو صحیح ہے اور [illegible] کی طرف نسبت کیا ہے [illegible] کہا یہ قول مخالف [illegible] کے ہے [illegible]
حکما رجلا معلوما اذ لو حکما اول من یدخل المسجد لم یجز اجماعا فحکم بینہما ببینۃ او اقرار او نکول ورضیا بحکمہ صح لو فی غیر حد وقود ودیۃ علی عاقلۃ خصمین نے
پنچ مقرر کیا ایک معلوم مرد کو سو اسنے دونوں میں حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور دونوں اسکے حکم سے راضی ہو گئے تو حکم صحیح ہے اگر حد اور قصاص اور دیت عاقلہ کے
غیر میں حکم کیا ہو [illegible] قید معلوم کی لگائی کہ اگر خصمین پنچ مقرر کرین اسکو جو اول مسجد میں داخل ہو تو بالاجماع جائز نہیں بسبب اسکے مجہول ہونے کے [illegible]
خصمین کی قید زیادہ کی [illegible] اور فتاوی عالمگیری میں صاف مذکور ہے کہ رضا خصمین وقت تحکیم شرط ہے نہ حکم کے وقت تو اگر شارح رضیا بحکمہ کہنا
عوض رضیا بتحکیمہ کے تو خوب ہوتا [illegible] خارج ہو جاتی [illegible] فتاوی عالمگیری میں ہے کہ تحکیم [illegible] صحیح ہے [illegible] خصمین [illegible] حقوق العباد میں
نہ بعد حکم کے [illegible] ۱۲
نہ حقوق اللہ میں تو تحکیم اموال اور طلاق اور عتاق اور نکاح اور قصاص میں جائز ہے نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف میں انتہی اور قہستانی میں ہے کہ طلاق اور عتاق
اور کتابت اور کفالت اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیوع کو تحکیم شامل ہے انتہی اور دیت علی العاقلہ میں تحکیم صحیح نہیں کہ عاقلہ راضی نہیں ہے اسکے حکم سے اور پنچ کا حکم
انہی پر ہے جو راضی ہو کذا فی الحاوی ولخصہ الاصل ان حکم المحکم بمنزلۃ الصلح وہذہ لا تجوز بالصلح فلا تجوز بالتحکیم اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حکم محکم کا بمنزلہ صلح کے ہے اور یعنی حد اور
قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہیں صلح کرنے سے تو تحکیم سے بھی جائز نہ ہوگی وینفرد احدہما بنقضہ بعد التحکیم وقبل الحکم کما ینفرد احد العاقدین فی المضاربۃ والشرکۃ
والوکالۃ بلا التماس طالب اور خصمین میں سے ایک شخص مختار ہے تحکیم کے توڑ دینے کا بعد وقوع تحکیم قبل از حکم کے جیسے احد العاقدین مختار ہے نقض عقد کا مضاربت اور شرکت
اور وکالت میں بلا التماس طالب کے یعنی موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہ ہو فان حکم لزمہما ولا یبطل حکمہ بعزلہما لصدورہ عن ولایۃ شرعیۃ
پھر اگر محکم نے حکم کیا تو خصمین کو اسکا ماننا لازم ہو گیا اور اسکا حکم باطل نہیں ہوتا دونوں کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے ولا یتعدی حکمہ
الی غیرہما الا فی مسئلۃ [illegible] احد الشریکین [illegible] غریمہ لہ رجلا فحکم علیہما [illegible] شریکہ الغائب لان حکمہ کالصلح بحر اور متعدی نہیں ہوتا حکم محکم کا خصمین کے
غیر کی طرف مگر اس مسئلہ میں کہ اگر احد الشریکین اور اسکے مدیون نے ایک مرد کو حکم ٹھہرایا سو اسنے دونوں میں حکم کیا اور شریک کو کچھ مال مشترک سے لازم کر دیا تو
دوسرے شریک غائب کو حکم [illegible] متعدی ہوگا اسواسطے کہ اسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہے کذا فی البحر یعنی اور صلح طریقہ ہے تجارت کا اور ہر شریک صلح سے راضی ہوگا کذا فی الحاوی
عن البحر فلو حکماہ فی عیب مبیع فقضی بردہ لیس للبائع ردہ علی بائعہ الاول الا برضی البائع الاول والثانی والمشتری بتحکیمہ فتح تو اگر بائع اور

مشتری نے اسکو حکم مقرر کیا ہے کہ عیب میں سوائے ردبیع کا حکم کیا تو جائز نہیں بائع کو اسکا پھیر دینا اپنے بائع پر مگر بائع اول و بائع ثانی و مشتری کے راضی
ہو جانے سے اس شخص کی تحکیم سے کذا فی الفتح ثم استثنا الثلثہ یفید صحۃ التحکیم فی کل المجتہدات کحکم بکون الکنایات رواجع وفسخ الیمین المضافۃ الی الملک وغیر ذلک پھر دریافت
کرنا چاہیے کہ تین یعنی حد و قصاص اور دیت علی العاقلہ کا استثنا کرنا مفید ہے صحت تحکیم کا جمیع مسائل مختلف فیہا مجتہد فیہا میں چنانچہ کنایات کے رجعی ہونے کا حکم
کرنا اور یمین مضاف الی الملک کا فسخ کر دینا وغیر ذلک ہم ازانجملہ یہ ہے کہ خوشبو اس کو شہوت سے مساس کیا اور انتشار حاصل ہوا پھر زوجین نے ایک شافعی المذہب
حکم مقرر کیا کہ وہ دونوں میں حلت کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو بقول اصح صحیح ہے کذا فی الخلاصۃ لکن ہذا مما یعلم ولا یفتی بہ وظاہر الہدایۃ انہ یجیب بالاحلال
فتا ال لیکن اسکو یعنی صحت تحکیم مجتہدات کو معلوم کیجیے اور چھپا ڈالیے اور ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ مفتی بر اسباب کہ حلال نہیں ہے قائل کر دے یعنی اگر مفتی سے کوئی اس طرح کا سوال کرے
جسکا کتمان مصلحت کے واسطے واجب ہے تو یوں جواب دے کہ حلال نہیں ہے اور اول قول یعنی سکوت کرے اور کچھ جواب نہ دے کذا فی البحر کتمان اسکو واجب ہے تا عوام الناس
ہم مذہب پر دلیر نہ ہو جاویں وصح اخبارہ باقرار احد الخصمین وبعدالۃ الشاہد حال ولایتہ ای بقاء تحکیمہما اور صحیح ہے خبر دینا محکم کا واحد الخصمین کے اقرار اور شاہد
کی عدالت میں اپنی ولایت کی حالت میں یعنی در صورت بقاء تحکیم خصمین ہم یعنی اگر مدعی علیہ سرکشی کرے اور محکم حاکم کو اسکے اقرار کی خبر دے تا اخراج حق کے واسطے
یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور محکم اسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے در حال بقاء تحکیم کیونکہ اسکا اخبار اس حال میں قائم مقام ہے دو شاہدوں کی شہادت کے
کذا فی الطحطاوی لا یصح اخبارہ بحکمہ ای انقضائہا ولا یصح نہیں اسکا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منتفی ہو جانے اسکی ولایت کے یعنی حکم کے بعد جب اسکی ولایت باقی نہ رہی تو وہ مثل
رعایا کے ہو گیا تو اب اسکا اخبار بجائے شہادت شاہد نہیں ہو سکتا ولا یصح حکمہ لابویہ وولدہ وزوجتہ کحکم القاضی اور صحیح نہیں حکم محکم کا اپنے والدین اور ولد
اور زوجہ کی منفعت کے واسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کے واسطے صحیح نہیں ہم اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بھائیوں اور چچوں اور انکی اولاد اور سسر اور
داماد کے واسطے اسکا حکم صحیح ہے جیسے انکے واسطے شہادت صحیح ہے کذا فی البحر بخلاف حکمہا ای القاضی والحکم علیہم حیث یصح کالشہادۃ بخلاف قاضی اور محکم کے حکم کے
اشخاص مذکورین کی مضرت پر کہ وہ صحیح ہے جیسے شہادت مضرت کی صحیح ہے حکما رجلین فلا بد من اجتماعہما علی الحکم یعنی مدعی اور مدعی علیہ نے دو شخصوں کو پنچ مقرر کیا
تو دونوں کا اجتماع محکوم بہ پر ضرور ہے یعنی اسباب ایک پنچ فیصلہ صحیح نہ ہوگا تاوقتیکہ دونوں متفق نہ ہوں وممضی القاضی حکمہ ان وافق مذہبہ والا ابطلہ لان
حکمہ لا یرفع خلافا اور قاضی محکم کے حکم کو جاری کرے در صورت مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو اور اگر اسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا
حکم اختلاف مجتہدین کا رافع نہیں ہم اسواسطے کہ ولایت محکم میں قصور ہے کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہے بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہے تو اسکا رافع خلاف ہوگا ولیس لہ ای
للمحکم تفویض التحکیم الی غیرہ اور جائز نہیں محکم کو تحکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی اور شخص کو یعنی اسواسطے کہ متخاصمین غیر کے حکم سے راضی نہیں اور اگر غیر شخص حکم کرے
اور محکم اسکو جائز رکھے تو جائز نہیں مگر متخاصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی وحکمہ بالوقف لا یرفع الخلاف علی الصحیح فانیاو لزوم وقف
محکم کا حکم کرنا رافع خلاف امام نہیں بنا بر قول صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہے تو بقول صحیح محکم کے حکم سے یہ خلاف مرتفع نہ ہوگا فلو رفع
الی موافق لمذہبہ حکم ابتداء بلزومہ بشرطہ ولا یمضیہ لانہ لم یقع معتبرا یعنی اگر محکم کے حکم کا مرافعہ ہوا اس قاضی کی طرف جو محکم کے مذہب کا موافق ہے تو وہ سر نو سے لزوم وقف کا
حکم کرے اسکی شرط کے ساتھ اور محکم کے حکم کو جاری نہ کرے کیونکہ وہ معتبر نہیں واقع ہوا ہم لزوم وقف کی شرط یہ ہے کہ صادر ہوا ہل سے اپنے محل میں کذا فی الطحطاوی
والحاصل انہ کالقاضی الا فی مسائل عدفی البحر منہا سبعۃ عشر منہا او ارتد انعزل فاذا اسلم احتاج لتحکیم جدید بخلاف القاضی خلاصہ مقام یہ ہے کہ محکم قاضی کے مانند ہے
مگر چند مسائل میں قاضی کے مانند نہیں ہم نہیں سے بحر الرائق میں سترہ مسئلہ شمار کیے ہیں ازانجملہ یہ ہے کہ اگر محکم مرتد ہو جائے تو معزول ہوگا پھر جب مسلمان ہو تو
تحکیم جدید کی حاجت ہوگی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہیں ہوتا ومنہا لورد الشہادۃ لتہمۃ فلغیرہ قبولہا اور ازانجملہ یہ ہے کہ اگر محکم رد شہادت
کرے بسبب تہمت کے تو غیر کو قبول شہادت جائز ہے وینبغی ان لایلی الحبس وکما ارہ ادرلائق یہ ہے کہ محکم متولی حبس نہ ہو اور میں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا

ہم یہ بھی ثابت ہو چکی ہو کہ عادی ہے کہ اصدقہ شہ ہدیہ نے تصریح کی ہو کہ حکم کو جس کا اختیار ہو کذا فی الدر حکم قبول الہدیۃ یعنی ان لا یجوز ان اہدی الیہ بعد التحکیم
اور درمختار میں نہیں دیکھا کہ حکم کے ہدیہ قبول کرنے کا حکم اور والی ہو کہ ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں اگر مخاصم نے اسکو ہدیہ دیا تحکیم کے وقت ۱۲ ۱۲

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

ان از قاضی غیرہ او المراۃ تقضی الخ یہ باب ہے قاضی کے خط بھیجنے کا دوسرے قاضی کی طرف اور یہ باب ہے غیرہ کا مصنف نے لفظ غیرہ سے اپنے قول کا
ارادہ کیا ہو المراۃ تقضی الخ یعنی عورت قاضی ہوتی ہے جو حد اور قصاص کے سوا اور مسائل بیان ہوتے ہیں اور غیرہ دیگر مسائل ہے کتاب ہو کذا فی الطحطاوی خلاصہ
یہ ہو کہ اس باب میں قاضی کے خط لکھنے کے احکام مذکور ہیں اور خط لکھنے کے سوا اور دیگر احکام بھی بیان ہوئے القاضی یکتب الی القاضی فی کل حق یعنی اختصاص القاضی
الیہ یعنی ہر ایک حق میں قاضی کی طرف سے ہر ایک حق کا نفوذ ہوتا ہے یعنی انسان کے ہر قسم کے دین اور نکاح اور طلاق اور خصومت اور وکالت اور وصیت اور العیار اور دعوی
اور میراث اور قتل عمد اور جائداد اور نسب غصب اور امانت اور مضاربت اور ان منقول اور غیر منقول اشیا کے حق میں خط لکھنا جائز ہے اور یہی مروی ہو محمد سے
اور اسی پر متاخرین ہیں اور اسی کا فتویٰ ہو بسبب ضرورت کے کذا فی البحر بجز حد اور قصاص کے کیونکہ قاضی کا خط لکھنا حدود اور قصاص میں جائز نہیں کیونکہ یہ شبہ
بدلیت عن الشہادۃ ہے اور حدود کے قصاص کی بنا اسقاط پر ہو تو شبہ سے ثابت نہ ہوں گے اور اس خط کا لکھنا اثبات کی کوشش ہو کذا فی الدر فان شہدوا علی خصم حاضر
حکم بالشہادۃ وکتب بحکمہ لیعمل بہ سو اگر شاہد گواہی دیں خصم حاضر پر تو قاضی بواسطہ شہادت حکم کرے اور اپنے حکم کو لکھے تاکہ محفوظ رہے ہم نے قول فقہاء بالتالیف
بلکہ یہ کتب کو سجل کہتے ہیں الی القاضی کا ذکر کیا ہو کذا فی الدر پس حکم کا فائدہ یہی ہو کہ اول لکھنے والا قاضی اور اول ہو اور اس کے سوا اس کی حاجت نہیں کیونکہ حکم تمام ہو چکا اور خصم
یا اسکا وکیل سے مگر جبکہ غائب ہو جاوے حکم کے بعد یا حکم کا منکر ہو تو اسکا لکھنا اس واسطے تاکہ اسکی سلامت رہے اور قاضی کا حکم نافذ ہو جاوے کذا فی الطحطاوی و
کتاب الحکم وہو السجل الحکمی ای الحجۃ التی فیہا حکم القاضی ہذا فی عرفہم وفی عرفنا الکتاب الکبیر یضبط فیہ وقائع الناس اور حکم کا سجل حکمی ہو یعنی وہ حجت اور
جسمیں قاضی کا حکم مندرج ہو یہ اصطلاح تھی سابقین میں اور ہمارے عرف میں سجل حکمی وہ بڑی کتاب ہو جسمیں لوگوں کے وقائع اور قیدیات لکھے جاویں ہم سے ذکر ہو کہ سجل
قاضی کا نوشتہ ہو جسمیں اسنے اپنا حکم لکھا خواہ دوسرے قاضی کے پاس بھیجا یا نہ بھیجا اور محضر وہ ہو جو قاضی کے سامنے اجرا کرنا یعنی وصف دعویٰ اور اسامی شہود اور
دراہم مثنی اور کفایہ میں ہو کہ محضر وہ ہو جس میں دعوی لکھا گیا قبل حکم کے اور سجل وہ ہو کہ جب اسنے جواب دیا یا اقامت بینہ ہوئی تو وہ توقیع ہو اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ سجل ہو
کذا فی الطحطاوی وان لم یکن الخصم حاضرا لم یحکم لانہ حکم علی الغائب بل کتب الشہادۃ الی قاضی یکون الخصم فی ولایتہ لیحکم القاضی المکتوب الیہ بہا علی رایہ
وان کان مخالفا لرای الکاتب لانہ ابتداء حکم وہو نقل الشہادۃ حقیقۃ ویسمی الکتاب الحکمی ولیس بسجل اور اگر خصم حاضر نہ ہو تو قاضی حکم نہ کرے کیونکہ غائب پر حکم ہوا اور
لکھے گواہی کو اس قاضی کی طرف جسکی ولایت میں خصم ہو تاکہ قاضی مکتوب الیہ گواہی سے اور اپنے مذہب کے موافق حکم کرے اگرچہ اسکا مذہب خلاف ہو قاضی کاتب کے
مذہب کے کیونکہ یہ ابتداء حکم ہو اور وہ یعنی قاضی کاتب کا نوشتہ نقل ہو شہادت کی فی الحقیقۃ یعنی اس واسطے کہ قاضی کاتب نے اسمیں حکم نہیں لکھا اور قاضی کاتب کا مکتوب یہی ہے
کتاب حکمی ہو اور سجل نہیں ہم سجل اس واسطے نہیں کہتے کہ اسمیں حکم مندرج نہیں اور اسکو کتاب حکمی کہا باعتبار انجام کار کے وقرء الکتاب علیہم او اعلمہم بہ وختم عندہم
ای عند شہود الطریق اور قاضی کاتب کتاب مذکور کو شہود طریق پر پڑھے یا انکو مضمون سے اطلاع کرے اور اپنی مہر کرے مکتوب پر انکے سامنے یعنی شہود طریق وہ گواہ ہیں جو
قاضی کا خط لیجاتے ہیں دوسرے قاضی کے پاس اور انکے سامنے خط پڑھنے کا فائدہ یہ ہو کہ یاد رہے کیونکہ یادگاری ضروری ہو وقت شہادت سے تا ادا شہادت طرفین کے نزدیک کذا فی البحر
اور قہستانی سے مروی ہو کہ اگر خط شہود کے پاس ہو تو مہر شرط نہیں اور اگر مدعی کے پاس ہو تو مہر شرط ہو کذا فی القہستانی وسلم الکتاب الیہم بعد کتابۃ عنوانہ فی باطنہ وعنوان
یکتب فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ وشہرتہما اور سپرد کرے خط شہود کو بعد عنوان لکھنے کے خط کے اندر اور سر نامہ یہ کہ اسمیں اپنا نام اور مکتوب الیہ کا نام اور شہرت
دونوں کی لکھے ہم لکھنے فقط نام اور کنیت عنوان میں کافی نہیں تاوقتیکہ وہ لقب اور لقب نہ لکھے جس سے دونوں مشہور ہیں اس واسطے کہ

امام اور کیفیت مین لوگ مختلف ہوتے ہین اور جوہری نے کہا یہ شرط ہے کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہوگی تو مقبول نہین انتہی اور یہ شرط ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ کا نام مع وجہ
امتیاز لکھے اور حق اسمین ذکر کرے اور چاہیے تو شہود کا ذکر بھی مندرج کرے کذا فی الطحطاوی فلو کان العنوان علی ظاہرہ لم یقبل فی عرفہم وفی عرفنا یکون
علی الظاہر فیقبل یہ سوا اگر عنوان یعنی سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفافہ پر تو مقبول نہوگا بعض نے کہا کہ یہ سابقین کے عرف مین تھا اور ہمارے عرف مین عنوان ظاہر خط پر
ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائیگا واکتفی الثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی کما فی القہستانی عن الکفایۃ وفی الملتقی ولیس الخبر کالعیان اور ابو یوسف نے
کفایت کی ہے اسپر کہ قاضی کاتب انھین کو اسپر گواہ کرے کہ وہ اسکا خط ہے یعنی خط کا پڑھنا شہود طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب
ہے ضرور نہین اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ قہستانی مین ہے کفایہ سے اور ملتقی مین ہے کہ خبر دیکھنے کے برابر نہین ہے یعنی ابو یوسف قاضی ہوئے تھے اور انھون نے وقائع
دیکھا اور جسمین سہولت تھی اسکو معاینہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا معاینہ نہین ہوا تو صاحب تجربہ کار کا قول لائق فتوی ہے کذا فی الطحطاوی فاذا
وصل الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولا ولا یقبلہ ای لا یقرأہ الا بحضور الخصم وشہودہ پھر جب خط پہونچے مکتوب الیہ کو تو اسکی مہر کو پہلا دیکھے اور اسکو قبول کرے یعنی
اسکو نہ پڑھے مگر خصم اور اسکے شہود طریق کے سامنے ہم تو اگر مدعی علیہ حق کا اقرار کرے تو شہود کی کچھ حاجت نہین اور اگر منکر ہوا اور مدعی کہے کہ یہ ساتھ قاضی کا خط
ہے تو اس خط کے گواہ طلب کرے یہی مطلب ہے مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑھے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق یا دو مرد ہین یا ایک
مرد اور دو عورتین جو اسکی گواہی دین کہ یہ فلانے قاضی کا خط ہے کذا فی الطحطاوی ولا بد من اسلام شہودہ ولو کان لذمی علی ذمی لشہادتہم علی فعل المسلم اور ضرور ہے
شہود طریق کے اسلام سے اگرچہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب انکے گواہ ہونے کے مسلم کے فعل پر یعنی اگرچہ مدعی اور مدعی علیہ کافر ہون تو بھی اسلام شہود ضرور ہے
کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہین یعنی قاضی نے انکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الخصم فلا حاجۃ الیہم الی الشہود مگر جبکہ مدعی علیہ نے دعوی کا اقرار کیا
تو شہود کی کچھ حاجت نہین بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینۃ لانہ لیس بملزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب مین کہ اسمین شہود کی
کچھ حاجت نہین کیونکہ وہ لازم نہین یعنی سلطان چاہے امان دے چاہے نہ دے ہم منح الغفار مین عنایہ سے منقول ہے کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طلب امان
کے واسطے انتہی تو اب اسکی حاجت نہین کہ شہود گواہی دین کہ یہ خط دار الحرب کے بادشاہ کی طرف سے ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے فی دار الحرب کے من دار الحرب کہتا کذا فی الطحطاوی
وفی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان ویلحق بہ البراءات اور اشباہ مین ہے کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہین مگر کتاب الامان کے مسئلے مین اور کتاب الامان سے
ملحق ہین فرامین سلاطین در باب وظائف ہم براءات سے مراد فرمانات سلطانیہ ہین کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ تدریس وغیرہ وظائف کے مقرر کرنے کے واسطے اور یہ الحاق
صاحب اشباہ کی طرف سے ہے نہ منصوص مذہب کذا فی الطحطاوی ودفتر بیاع وصراف وسمسار اور خط پر عمل نہین مگر بیاع اور صراف اور متوسط بین البائع والمشتری کے
دفتر یعنی انکے بہی کھاتے پر ہم دفتر بیاع عطف ہے کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب ہے نہ ملحق ابو السعود نے خزانۃ الاکمل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہے کہ اہل
دانش اسکے قول پر خرید و فروخت مین اعتماد کرین اور بیاع سے دلال مراد نہین کیونکہ اسکے قول پر اعتماد نہین ہے شہادات مین تو کتابت مین کیونکر اعتماد ہوگا انتہی
علامہ عبد البر نے شرح منظومہ مین بزازیہ سے نقل کیا کہ علماء بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازمہ ہے اسپر تو اگر بیاع کہے کہ مین نے اپنا نوشتہ پایا کہ
میرے اوپر فلانے کے اتنے درم ہین تو اسپر دین لازم ہوگیا سرخسی نے کہا اور اسیطرح صراف اور سمسار کا خط ہے انتہی تو موضوع مسئلہ اس صورت مین ہے کہ جب کاتب پر
دین ہو نہ کاتب کا دین غیر پر اور اکمل مین ہے کہ صراف نے اپنی ذات پر کچھ مال مین لکھا یعنی مجھپر فلانے کا اتنا دین ہے اور خط اسکا اہل شہر اور سوداگرون مین معلوم ہے پھر وہ
مر گیا اور اسکا صاحب دین آگیا اور اسکے وارثون سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پہچانتے ہین تو اسکے دین کا حکم ہوگا اسکے ترکہ مین انتہی ہم وہبانی
ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہا نے کہا ہے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور یہان اسکا اعتبار نہین کیا اسکی وجہ نہین کھلتی اشباہ مین کہا ابن وہبان نے
اسکا جواب دیا کہ وہ اپنے دفتر مین نہین لکھتا مگر وہ دین جو اسکا ہے اور اسپر ہے انتہی مجیب نے دائرہ بہت وسیع کر دیا حالانکہ یہ مسائل کتاب کے اصل وضع

اُس دین میں ہی جو کاتب پر ہو چنانچہ نہ دین ہے سند ایسا سے معلوم ہو چکا تو اگر اُسنے یہ لکھا کہ میرا دین فلانے پر اتنا ہی اُسپر ہرگز عمل نہوگا اسواسطے کہ اسکو
کسی نے نہیں کہا بلکہ بعضے اولیٰقون نے ابن وہبان کی تقسیم سے اسکو سمجھا ہی اور علامہ حموی نے ابن وہبان کا قول اسطرح رد کیا ہو کہ کہان سے یہ ہمکو معلوم ہوا کہ سوائے
مال اور مدعا علیہ کے وہ کچھ نہیں لکھتا اسواسطے کہ کاتب مراد ہے وغیرہ اسکے سوا بھی لکھتا ہی انتہی علی الخصوص جبکہ تاجر معتمد علیہ مسلم ہو چنانچہ اکثر ایسا ہی ہی اس زمانے
مین تو کیونکر عمل کیا جائیگا اُسکے خط پر اُسکے دین کے ثبوت میں اور جو اسکا فتوی دے وہ جاہل ہی جہل نص خزانہ اکمل سے اور نشاء غلط تعلیل ابن وہبان ہی کذا فی
الطحطاوی مختصرا وجوزہ محمد للراوی والقاضی والشاہد ان تیقن به وبه یفتی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز رکھا ہی راوی اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اُسکا یقین ہو بعضون نے
کہا اور اسیکا فتوی ہی جو خزانہ اکمل میں ہی کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی مین جائز رکھا ہی جبکہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور حادثہ یاد نہو
انتہی عیون میں کہا اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی جو صورت تیقن خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھ میں نہو اسواسطے کہ غلط نادر ہی اور تغییر اور حیل کے اثر پر اطلاع ممکن ہی اور مشتبہ
مشتبہ ہوتا ہی خط بہر وجہ سے تو جب تیقن ہوجاویگا تو اسپر اعتماد جائز ہی تا لوگون پر وسعت ہوجاے انتہی یہان باقی رہ گیا ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی [illegible]
مین ہی کہ ایک شخص کے پاس نسخہ ہی سو ایک دایا اور اُسنے دعوی کیا کہ وہ زمین وقف ہی اور اُسنے وقف کا ظاہر کیا جسمین خطوط ہین عدول وقضاۃ ماضیہ کے اور قاضی سے
اُسنے حکم طلب کیا اس وثیقہ کا علماء نے کہا ہی کہ قاضی کو یہ جائز نہین اسواسطے کہ قاضی تو حجت سے حکم کرتا ہی اور حجت شہادت ہی یا اقرار یا نکول اور جبکہ نوشتہ
حجت ہونے کی لیاقت نہین رکھتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہی دوسرے خط کے اور اسی خانیہ میں ہی کہ ایک مرد پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اسکا انکار کیا اور مدعی نے
مدعا علیہ کے خط سے اسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہ خط میرا نہین ہے سو اسکو لکھوایا گیا اور دونون کے خط میں مشابہت ظاہر ہوئی تو اسمین علما کا اختلاف
ہی بعضون نے کہا کہ اسپر حکم ہوگا اور بعضون نے کہا حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہی انتہی اور سیر حاوی زاہدی میں ہی کہ اگر کاتب اپنی وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص اس وثیقہ کا بانی
اور اسمین حکم ہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے آخر سند میں لکھا ہو کہ یہ ہمیشہ وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام دو شاہد کے ہی تو اسکے
موافق حکم دینا ثابت بلکہ مدعا علیہ تغییر اور تزویر کی تہمت اسمین نہ کرے اور اگر تہمت کرے اور مضمون وثیقہ عدم تزویر کی قسم کھاے تو بھی اسکے موافق حکم ہوگا
کہ وہ شاہدین کے قائم مقام ہی اور اگر قسم نہ کھاے تو اسکا حجت ہونا باطل ہی انتہی سو یہ قول حاوی کا مخالف قاضی خان کے خانیہ کا ہی جو پہلے بیان ہوا سو موافق ہی کذا فی
الطحطاوی ولا بد من مسافۃ ثلثۃ ایام بین القاضیین کالشہادۃ علی الشہادۃ علی الظاہر وجوزہا الثانی بحیث لا یعود فی یومہ وعلیہ الفتوی شرنبلالیۃ معراج
اور ضرور ہی مسافت تین دن کی دونون قاضیون کے مابین جیسے شہادت کی شہادت مین مسافت مذکورہ ضرور ہی ظاہر الروایۃ مین اور ابو یوسف نے کتاب القاضی
الی القاضی کو اور شہادت علی الشہادت کو جائز رکھا ہی اتنی مسافت میں جس مین آدمی عود نہ کر سکے اسی دن اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الشرنبلالیۃ المعراج ویبطل
الکتاب بموت الکاتب وعزلہ قبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القراءۃ واجازہ الثانی اور باطل ہوجاتا ہی خط قاضی کاتب کی موت اور
اسکی معزولی سے قبل پہنچنے خط کے دوسرے قاضی کی طرف یا بعد وصول خط قبل اسکے پڑھنے کے اور ابو یوسف نے اسکو جائز رکھا ہی واما البعد بہا فلا یبطل اور بعد
وصول کتاب اور بعد قرأت کے اگر کاتب مر گیا یا معزول ہوگیا تو خط باطل نہین یعنی اسپر عمل ہوگا وبطل بجنون الکاتب وردتہ وحدہ لقذف وعماہ وفسقہ بعد عدالتہ
لخروجہ عن الاہلیۃ واجازہ الثانی اور باطل ہوجاتا ہی خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہوجانے سے اور اُسکے محدود فی القذف اور اندھا ہونے اور فاسق ہوجانے
بعد اُسکے عادل ہونے کے بسبب نکلجانے کاتب کے بجہت اوصاف مذکورہ اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اسکو جائز رکھا ہی وکذا بموت المکتوب الیہ
وخروجہ عن الاہلیۃ اور اسیطرح خط باطل ہوجاتا ہی مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہوجانے لیاقت قضا سے الا اذا عمم بعد تخصیص اسم المکتوب الیہ
مگر اسوقت مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہین ہوتا جبکہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کر دے یعنی یون لکھے کہ یہ خط ہی فلانے قاضی
کی طرف یا جو وہان کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہی بخلاف ما لو عمم ابتداء وجوزہ الثانی وعلیہ الفتوی خلاصہ بخلاف اسکے اگر ابتدا سے تعمیم کرے

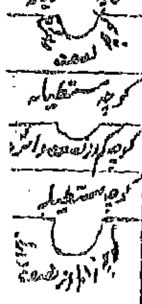
تو جائز نہیں اور ابو یوسف نے تعمیم بعد الی کو جائز رکھا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاصۃ لا یبطل بموت الخصم ای کان القیام وارثہ او وصیہ مقامہ فخط باطل نہیں ہوتا
خصم کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ بسبب قائم ہونے اسکے وارث یا وصی کے اسکے مقام پر قلت وکذا لا یبطل بموت شاہد الاصل کما سیاتی الا انی
بالخلاف فالما وقع فی الخانیۃ منافاۃ مخالفۃ لما ذکرہ بنفسہ ثم فتنبہ اور اسیطرح خط باطل نہیں ہوتا شاہد اصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی الشہادت کے باب میں
مذکور [illegible] آویگا لیکن خلاف اسکے جو خانیہ میں بیان واقع ہوا ہے کہ وہ مخالف ہے اس قول کے جو خود قاضیخان نے وہاں یعنی شہادت علی الشہادت کے باب میں
ذکر کیا ہے [illegible] مقام خانیہ میں مذکور ہے کہ شہادت فرع اصل کی موت سے باطل ہے کذا فی الحلبی واعلم ان الکتابۃ بعلمہ کالقضاء
بعلمہ فی الاصح [illegible] الا ان المعتمد عدم حکمہ بعلمہ فی زماننا اشباہ اور جاننا چاہئے کہ لکھنا قاضی کا خط اپنا دوسرے قاضی کو اپنے علم سے
[illegible] جیسے قضا بالعلم قاضی جائز رکھی ہے [illegible] اسکی درستی جائز رکھی اور [illegible] قضا بالعلم
کی [illegible] کا اپنے علم سے ہمارے زمانے میں قول معتمد نہیں کذا فی الاشباہ ہم [illegible] قضا بالعلم معتمد نہ ہوئی تو کتابت بالعلم بھی کیونکر
ہوگی وفیہا الا ان الامام یقضی بعلمہ فی حد قذف وقود وتعزیر اور اشباہ میں ہے کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں قلت فعل الامام فیہ
کما قدمناہ فی الحدود [illegible] لکن فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی والمختار الان عدم علمہ بعلمہ مطلقا میں کہتا ہوں سو کیا سلطان فیہ ہو قضا بالعلم کے مسئلے [illegible] ہم
ذکر کر چکے ہیں حدود میں [illegible] نے اسکا مصرح نہیں دیکھا لیکن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور مختار ابھی عدم حکم قاضی ہے اپنے علم سے مطلقا [illegible] شارح [illegible]
[illegible] کا قصہ کیا [illegible] ذکر امام [illegible] کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بالقول المعتمد مطلقا خواہ حقوق العباد خالصہ میں حکم ہو خواہ حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں کذا فی
الطحطاوی کما لا یقضی بعلمہ فی الحدود الخالصۃ [illegible] مطلقا جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حدود خالصہ [illegible] میں چنانچہ زنا اور شراب میں مطلقا
یعنی خواہ حالت قضا میں اسکو علم حاصل ہوا یا قبل قضا یعنی قاضی ہوا ہو خواہ شہر [illegible] سے ہوا ہو یا نہوا ہو چنانچہ اسپر قول آئندہ دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی
[illegible] بالتعزیر [illegible] یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اس شخص کو جسمیں اثر ہو مستی کا بسبب تہمت [illegible] کہ تہمت تعزیر دینے کی اصل ہے شرح میں وعن الامام
ان علم القاضی فی طلاق وعتاق وغصب یثبت الحیلولۃ علی وجہ الحسبۃ لا القضاء اور امام سے روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غصب میں حیلولت کو ثابت
کرتا ہے بطریق حسبت کے نہ بطریق قضا کے یعنی اگر قاضی طلاق اور عتاق اور غصب سے واقف ہوا اور گواہ نہوں تو زوج کو امر کرے زوجہ کی عدم مخالطت کا بطریق مخالطت
ازدواج اور مولی کو [illegible] اور [illegible] وطی کا امر کرے اور غاصب کو امر کرے دفع مغصوب کا یا اسکو کسی امین کے پاس رکھواوے لیکن یہ امر بطریق حسبت اور [illegible]
[illegible] ہوگا یعنی بطور فتوی نہ بطور حکم کذا فی الطحطاوی ولا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام [illegible] اقامۃ الجمعۃ قبیل [illegible] من قاضی مصر
الی قاضی مصر او رستاق والمعتمد المصنف والکمال اور مقبول نہیں کتاب القاضی محکم کی طرف سے بلکہ اس قاضی کی طرف سے جو معین ہو سلطان کی طرف سے کہ جو اقامت
جمعہ کا مالک ہو [illegible] خط شہر کے قاضی کا [illegible] دیہات کے قاضی کی طرف مقبول ہے اور اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور
کمال الدین نے [illegible] لو کتب الی من یصل الیہ من قضاۃ المسلمین فوصل الی قاضی بعد کتابتہ [illegible] المکتوب لا یقبل لعدم ولایتہ وقت الخطاب
جواہر الفتاوی [illegible] قاضی نے خط لکھا اس شخص کی طرف جسکو پہونچے اہل اسلام کے قاضیوں سے [illegible] سو خط پہونچا اس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا بعد کتابت اس مکتوب کے
تو مقبول نہوگا بسبب ولایت نہونے اس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جواہر الفتاوی یعنی تحریر مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تھا تو اسکا مخاطب ہی نہ ٹھہرا تعمیم
[illegible] الی مذہب ابو یوسف ہے جسپر عمل ہے وفیہا لو جعل الخطاب المکتوب الیہ لیس لنائبہ ان یقبلہ اور اسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کی طرف
معین ہو گیا تو اسکے نائب کو اسکا قبول کرنا جائز نہیں ہے اور اسیطرح اگر نائب کی طرف خطاب ہو تو منیب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المنح والمرأۃ
تقضی فی غیر حد وقود وان اثم المولی لہا لخبر البخاری لن یفلح قوم ولوا امرہم امرأۃ اور عورت قاضی ہو سکتی ہے سوا اسے حد اور قصاص کے

اگرچہ عورت کا قاضی کرنیوالا گنہگار ہوگا بسبب بخاری کی اس حدیث کے بھلا نہوا اُس قوم کا جسنے اپنا کاربار عورت کو دیا ہم بحرالرائق میں لن یفلح قوم ولوا امرہم امرأۃ ہرگز بھلا نہوگا اُس قوم کا جنھوں نے عورت کو حکومت دی وجہ عدم فلاح یہ ہے کہ اونھوں نے اپنا رئیس ناقص العقل بنایا تو تدبیر لائق اُس سے نہو سکیگی اور فیصلے فالظر فی الوقف و وصیۃ الیتیم وشاہدۃ فتح فصح تقریبا فی النظر والشہادۃ فی الاوقاف ولو بلا شرط الواقف بحر اور عورت لیاقت رکھتی ہے وقف کے ناظر ہونے کی اور یتیم کے وصی ہونے کی اور شاہد ہونے کی کذا فی الفتح تصحیح ہو سکتی ہے مقرر کرنا اسکا نظارت اور اوقاف کی شہادت میں اگرچہ بلاشرط وقف کے ہو کذا فی البحر قال فقہاء فیمن شرط الشہادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدہ فمات وترک بنتا انہا تستحق وظیفۃ الشہادۃ صاحب بحر نے کہا اور میں نے فتوی دیا اُس شخص کے باب میں جسنے شہادت شرط کی اپنے وقف میں فلانے شخص کے واسطے پھر اسکے ولد کے واسطے سو وہ شخص مرگیا اور اُسنے ایک لڑکی چھوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی ہم یہ فتوی فتح القدیر کے قول پر مبنی ہے اور صاحب نہر نے اس فتوی پر اعتراض کیا ہے کہ عرف واقفین واجب الرعایۃ ہے اور نا مالکی وقت اسکا اتفاق نہیں ہوا کہ عورت وقف کی شاہد ہوئی ہو تو وہ جب ہوا انکے الفاظ کا صرف کرنا انکے عرف پر تو وہ وقف کی مراد شاہد کامل ہے تو اسکی غیر مراد کی طرف کیونکر اسکی لفظ کا صرف ہوگا لہذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الاشباہ من احکام الانثی اختار فی البحر تبعا للزیلعی لا حولۃ ابنا رجالون علی الستر اور اشباہ میں منجملہ احکام عورت کے مذکور ہے کہ مسائلہ میں عورت کے نبی ہونے کو اختیار کیا ہے نہ اسکے رسول ہونے کو کیونکہ عورتوں کا حال ستر اور اختفا پر مبنی ہے ہم اور رسول کو اختلاط رجال کا ضرور ہے تبلیغ اور اقامت دلائل کے واسطے اور نبی نہیں ہو سکتا اگرچہ اور جائز ثبوت مقتضی وقوع نہیں بدایع الاال میں کہا کہ عورت کا نبی ہونا نہیں ہوئی یہ مسائلہ ہے اعتقاد کا صاحب فتح القدیر نے حقیقہ امام غزالی کی شرح کی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قضت فی حد وقود فرفع الی قاض آخر یراہ جوازہ فامضاہ لیس لغیرہ ابطالہ بخلاف شرح عینی اور اگر عورت نے حکم کیا حد اور قصاص میں پھر اسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کی طرف جسکے مذہب میں عورت کو حکم کرنا حد اور قصاص میں جائز ہے اُس قاضی نے عورت کا حکم جاری اور نافذ کر دیا تو اسکے غیر کو اسکا ابطال جائز نہیں بسبب فتاوی شیخ کے کذا فی العینی ہم عینی نے ذکر کیا کہ شیخ کے نزدیک عورتوں کی شہادت مرد کے ساتھ حدود اور قصاص میں جائز ہے انتہی پھر جب انکی شہادت جائز ہوئی تو انہیں قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد فیہ ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع اختلاف ہوگا کما مر والخنثی کالانثی بحر اور خنثی عورت کے مانند ہے کذا فی البحر یعنی تو اسکا حکم غیر حد و قصاص میں صحیح ہوگا واعلم انہ اذا وقع للقاضی حادثۃ او لولدہ فاناب غیرہ فقضی نائب القاضی لہ اولولدہ جاز قضاءہ کما لو قضی للامام الذی قلدہ القضاء اولولد الامام سراجیہ اور در یافت کر جب قاضی یا اسکے ولد کا کوئی واقعہ حادثہ ہو پھر وہ غیر شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب اسکے یا اسکے ولد کے واسطے حکم کرے تو اسکی قضا جائز ہے چنانچہ اگر قاضی اُس سلطان کے واسطے حکم کرے جسنے اسکو عہدہ قضا سپرد کیا ہو یا امام کے ولد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہے ہم اور سواے سلطان کے والد اور زوجہ کے واسطے حکم قاضی جائز ہے کذا فی العالمگیری وفی البزازیہ کل من تقبل شہادتہ لہ علیہ یصح قضاءہ لہ وعلیہ انتہی خلافا للجواہر والملتقط فلیحفظ اور بزازیہ میں ہے کہ جس شخص کے نفع اور نقصان میں قاضی کی گواہی مقبول ہے تو اسکے نفع اور نقصان میں اسکی قضا بھی صحیح ہے انتہی برخلاف جواہر اور ملتقط کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اسکے ولد کی قضا کی طرف راجع ہے چنانچہ منح الغفار کی عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کذا فی الطحطاوی ولیقضی النائب بما شہدوا بہ عند الاصل وعکسہ وہو قضاء الاصل بما شہدوا بہ عند النائب فیجوز للقاضی ان یقضی بتلک الشہادۃ باخبار النائب وعکسہ خلاصہ اور حکم کرے نائب اسکا جسکی گواہی دی گواہوں نے اصل کے پاس اور برعکس اسکے یعنی اصل کا حکم کرنا اُس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہے کہ حکم دے اُس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور برعکس اسکے یعنی نائب حکم کرے قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے لا یقضی القاضی لمن لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا ورد علیہ کتاب قاض لمن لا تقبل شہادتہ لہ فیجوز قضاءہ بہ اشباہ حکم نہ کرے قاضی اُس شخص کے واسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع مگر جب کہ قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے اُس شخص کے واسطے جسکے واسطے اسکی گواہی مقبول نہیں تو اب قاضی کا حکم کرنا بوسیلہ مکتوب جائز ہے کذا فی الاشباہ سنین الاحکام میں ہے ذندنا

مانند افتا ہے تو مفتی کو مناسب ہے کہ اس سے کنارہ کرے جبکہ قادر ہو انتہی یعنی جس صورت میں کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے کذا فی الحموی وفیہا لا تقضی
لنفسہ ولا لولدہ الا فی الوصیۃ اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ حکم نہ کرے اپنی ذات کے واسطے اور نہ اپنے ولد کے واسطے مگر وصیت میں ہم یوں مناسب تھا کہنا کہ ایسا
میں صورت اسکی یہ ہے کہ ایک مرد کا قاضی پر وصی ہو یا قاضی کے بعض اقارب پر جسکی حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں پھر صاحب دین مر گیا پھر دوسرے مرد نے
دعوے کیا کہ میت کا قرض ہو اور اسپر گواہی قائم کی تو قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے جائز ہے کیونکہ
اس حالت میں قاضی شاہد ہو سکتا ہے تو قاضی بھی ہوسکیگا سو اگر وصی کو دین قاضی دیگا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر
قاضی دین دیگا اس مرد کو جو آپ کو وصی میت گمان کرتا ہے پھر دینے کے بعد اسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اسکی وصایت کا حکم کیا اس گواہی سے تو
قضا اسکی نافذ نہوگی اور قاضی دین سے بری الذمہ نہوگا اس واسطے کہ بعد ادا دین قاضی اس مرد کا شاہد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس گواہی میں قاضی کی منفعت ہے یعنی
بری ہونا ذمہ اور گواہی اوس ان کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہیں اسیطرح قضا بھی صحیح نہیں اور اگر قاضی مذکور مر جاوے یا معزول ہو جاوے تو قاضی ثانی اسکے حکم کو باطل کریگا اور دفع الیہ
کو وصی قرار دیگا اور نہ قاضی اور اسکے قرابتدار کو بری الذمہ ٹھہراویگا کذا فی الطحطاوی وحرر الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ صحۃ قضاء القاضی لام امرأتہ ولامرأۃ ابیہ
ولو [illegible] امرأتہ وابیہ اور شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح میں صحت قضا سے قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیلی ماں کے واسطے تحریر کی ہے اگرچہ حکم اپنی زوجہ یا بیٹا
کی زندگی میں دیا ہو وانہ تقضیہ فیما ہو تحت نظرہ من الاوقاف وزاد بیتین فقال اور یہ کہ قاضی حکم کرتا ہے ان اوقاف میں جو اسکے تحت نظر ہیں اور شرنبلالی نے
یہ مضمون مذکور دو بیتوں میں زیادہ کہیں سو یوں کہا ہے ولیقضی لام العرس حال حیوتہا وعرس ابنہ وہو حی محرر اور حکم کرتا ہے قاضی اپنی زوجہ کی ماں کے واسطے زوجہ
کی حالت حیات میں اور حکم کرتا ہے اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہو یہ حکم محرر ہے - وابعد وفاۃ ان خلا عن نصیبہ بمیراث تقضی فتبصر وا اور بعد
وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہے شرط یہ ہے کہ اسنے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی اسمیں حکم کرے جسمیں قاضی کے واسطے میراث نہو چنانچہ اس وقت میں
دعوی ہو خوشدامن اور سوتیلی ماں کے واسطے مخصوص ہو تو مقتضی یہ فاعل ہے [illegible] کذا فی الطحطاوی قولہ فتبصر وا ابرا بیت ہے یعنی بصارت حاصل کر اسکے علم کو دریافت
کرکے - ولیقضی بوقف مستحق لبعضہ او بوصف القضاء والعلم او کان ینظرہ اور حکم کرتا ہے قاضی اس وقف میں کہ اسکی آمدنی کا وصف قضا وعلم مستحق ہے یا وقف قاضی کے
تحت نظر ہو ہم یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علما پر اور قاضی ہے کو جاننا ہے تو اسمین قاضی کا حکم کرنا جائز ہے اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم
کے وصف سے کذا فی الطحطاوی ہذہ مسائل شتی ای متفرقۃ یہ کتاب القضا کے چند مسائل متفرقہ ہیں شتی جمع شتیت کی ہے یعنی متفرق ومختلف قال تعالی ان سعیکم
لشتی ای مختلف الخیر وجاء وا شتے ای متفرقین عرب بولتے ہیں وہ لوگ شتی یعنی متفرق آئے منع صاحب سفل علیہ علو ای طبقۃ لآخر من ان یتدای یدق الوتد
فی سفلہ ہو البیت التحتانی منع کیا جاوے نیچے مکان والا جسپر دوسرے شخص کا بالاخانہ ہے اس سے کہ میخ ٹھونکے بیت تحتانی میں ہم ایک مکان دو منزلہ ہے نیچے کے
مکان کا ایک شخص مالک ہے اور اوپر کے مکان کا دوسرا شخص مالک ہے تو نیچے کے مکان والا اگر میخ یا کھونٹی دیوار میں گاڑے تو حاکم منع کریگا طحطاوی نے
کہا التصرف دیوار کی قید سے معلوم ہوا کہ زمین میں تصرف جائز ہے خانیہ میں ہے کہ اگر صاحب تحتانی زمین میں کنواں وغیرہ کھودے تو امام کے نزدیک جائز ہے اگرچہ بالاخانے
والے کا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک بعلت ضرر جائز نہیں او ینقب کوۃ بالفتح والضم الطاقۃ وکذا بالعکس دعوی المجمع یا صاحب تحتانی روزن کھودے تو منع
کیا جاوے اور اسیطرح بالعکس کذا فی دعوی المجمع یعنے اگر صاحب بالاخانہ چاہے کہ اوپر کچھ بناوے یا کڑیاں رکھے یا پاخانہ بناوے تو منع کیا جاوے
کذا فی العینی کوۃ بالفتح والضم کاف وتشدید واو عبارت ہے طاق سے بلا رضی الآخر وہذا عندہ وہو القیاس ہے یعنے صاحب تحتانی میخ گاڑنے اور روزن کھودنے
بدون رضامندی دوسرے کے روکا جائیگا اور یہ حکم امام کے نزدیک ہے اور یہی قیاس ہے کذا فی البحر وقالا لا کل فعل لا یضر اور صاحبین نے کہا دونوں میں سے ہر ایک وہ فعل
درست ہے [illegible] ضرر ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ صاحبین کا قول معتمد ہے کیونکہ وہ استحسان ہے اور استحسان مقدم ہوتا ہے قیاس پر حموی میں ترجیح منقول ہے

کرہی قول فتوی کے واسطے مختار ہو اور انہدام لسفل یا صنع ربلم یجبر علی البناء لعدم التعدی اور اگر نیچے کا مکان گر گیا اسکے مالک کے بدون گرائے تو اسپر اسکے بنانے مین زبردستی نہوگی لسبب عدم تعدی کے ولذی العلو ان یبنی ثم یرجع بالانفاق ان بنی باذنہ او اذن قاضی والا فبقیمۃ البناء یوم بنی و قاسم فی الیتیمی اور صاحب بالاخانہ کو جائز ہے کہ بناوے یعنے نیچے کے مکان کو بصورت انہدام پھر جو اسکا خرچ ہوا وہ نیچے کے مکان والے سے پھیر لے اگر اسکے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو اور نہیں تو جو اسکی قیمت ہو بنانے کے دن اسکو پھیر لے اور پورا بیان اسکا عینی مین ہی ہم خلاصہ مین ہی کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا اسکے پڑوسی کا گھر گر گیا تو اسپر تاوان نہین کذا فی الطحاوی زائغۃ مستطیلۃ ای سکۃ طویلۃ تنشعب عنہا سکۃ مثلہا لکن غیر نافذۃ الی محل آخر یمنع اہل الاولی عن فتح باب للمرور لا الاستضاءۃ والریح فی الفقہ لعدم حقہم فی المرور فی غیر النافذۃ علی الصحیح اذ لاحق لہم فی المرور بخلاف النافذۃ زائغۃ مستطیلہ یعنے لنبا کوچہ ہی جس سے دوسرا کوچہ چھوٹا ہی مانند پہلے کوچے کے لنبا لیکن وہ کوچہ نافذ نہین دوسرے مکان کی طرف یعنے بند ہی دوسری جانب تو پہلے لنبے کوچے والے چلنے کے واسطے دروازہ پھوڑنے سے کوچہ غیر نافذ مین بقول صحیح اسواسطے کہ انکے واسطے چلنے کا حق ثابت نہین بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اسمین دروازہ پھوڑنا جائز ہی یعنی روشنی کے واسطے اور ہوا آنے کے واسطے کوچہ غیر نافذہ مین دروازہ لگانا پہلے کوچہ والون کو جائز ہی یعنے اگر اہل کوچہ مستطیلہ کی دیوار ہو کوچہ غیر نافذہ مین اسطرح کہ اسکا گھر کوچہ غیر نافذہ کے کونے پر واقع ہو تو وہ اپنی دیوار مین دروازہ نہین پھوڑ سکتا کہ کوچہ غیر نافذہ مین نکل آیا کرے اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کے واسطے ہی اور اسکے واسطے حق مرور نہین کوچہ غیر نافذہ مین بلکہ اسکا حق مرور کوچہ غیر نافذہ کے لوگون کے واسطے ہی لہذا اگر کوئی گھر بکتا ہو غیر نافذہ مین تو پہلے کوچہ والون کا شفعہ اسمین ثابت نہین بخلاف اہل کوچہ ثانیہ کہ انکو پہلے کوچہ مین دروازہ لگانا درست ہی کیونکہ اسمین انکا حق مرور ثابت ہی بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اسمین سب کا حق مرور ہی لیکن مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ مین فتح باب ممنوع نہین بلکہ مرور ممنوع ہی اور اصح یہ ہی کہ فتح باب بھی ممنوع ہی اسواسطے کہ منع مرور بعد فتح باب ممکن نہین کہ رات اور دن اسکی نگہبانی ممکن نہین اور شاید کہ بعد ترکیب باب اور طول زمان حق مرور کا دعوی ہو تو ترکیب باب ادعا حق مرور کی تمہید ہو کذا فی فتح القدیر تو معلوم ہوا کہ عینی کا قول مذکور غیر صحیح ہی اور مثال کوچہ مستطیلہ اور منشعب غیر نافذہ کے حاشیہ پر ہی وفی زائغۃ مستدیرۃ لزق طرفاہا ای طرفاہا ای طرفا ہی ما استدار منہا ای مستدیرۃ اعوجاجا بالمستطیلۃ لا یمنع لانہا ساحۃ مشترکۃ فی دار او گول کوچے مین جسکے دونون کنارے کوچہ مستطیلہ سے متصل ہون دروازہ پھوڑنا ممنوع نہین کوچہ مستطیلہ والون کو اسواسطے کہ گول کوچہ مانند اس صحن کے ہی جو گھر مین مشترک ہو دونون کنارون سے مراد گول کوچے کی نہایت کشادگی ہی ہم فتح باب اسواسطے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والون کا مستدیرہ مین حق مرور ثابت ہی اسواسطے کہ وہ صحن مشترک ہی غایت امر یہ ہی کہ وہ کج ہی لہذا وہ لوگ شفعہ مین مشترک ہین اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیچا ہو کذا فی الفتح فتح باب اسوقت ہی جبکہ مستدیرہ نصف دائرہ کے برابر ہو یا نصف سے کمتر تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اسمین فتح باب جائز نہین تو یہان دو صورتین تصور کرنا چاہیئین پہلی صورت مین فتح باب جائز ہی نہ دوسری صورت مین وجہ فرق یہ ہی کہ صورت اولی مین مستدیرہ صحن مشترک گھر کا بخلاف صورت ثانیہ کے اسواسطے کہ جب اسکا داخل کشادہ تر ہوا داخل سے تو وہ دوسرا موضع بخیر استطیلہ کا تابع نہوا کذا فی شرح الوقایہ ہم تو مستدیرہ مین تین صورتین ہوئین ایک یہ کہ مستدارہ بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم نصف سے تیسری یہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اسکی حاشیہ سے واضح ہوگی بخلاف ما لو کانت مربعۃ فانہا کسکۃ فی سکۃ ولذا الکلہم نصب البوابۃ انتہی ابن کمال بہنسہ الصدر کوچہ مستطیلہ اور سے کوچہ مستطیلہ کوچہ مستطیلہ بخلاف کوچہ منشعبہ مربعہ کے کہ وہ مانند اس کوچے کے ہی جو کوچے مین واقع ہو لہذا کوچہ مربعہ والون کو نصب بواب ممکن ہی کذا ذکرہ ابن کمال بصورت مرقومہ شارح ہم یعنے کوچہ مستطیلہ والون کو جائز نہین کہ کوچہ مربعہ مین دروازہ لگاوین اور اس محل کی صورتین نسخون مین مختلف الرقم ہین لیکن مقام سے قریب الفہم ہین کذا فی الطحطاوی چنانچہ مترجم نے سہولت فہم کے واسطے حاشیہ پر نقل مرقوم کر دین ہین تتمہ فتح القدیر مین ہی کہ کوچہ غیر نافذہ ہو اور وہان کے لوگون مین سے ایک شخص نے





حمام بنانے کا ارادہ کیا تو اگر بقدر معمول لوگون کے چولہے کی ادنیٰ حد اوٹھالی اور یہ فعل کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص
کے گھر مین ہو سو اسنے اپنی دیوار مین مٹی لیپنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہین وہان جانے کی بدون داخل ہونے پڑوسی کے گھر کے یا دیوار منہدم ہو گئی
اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گھر مین پڑی ہو سو اسنے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہو یا اسکا نابدان ہو دوسرے کے گھر مین سو اسنے
اسکے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہین بدون اسکے گھر کے داخل ہوے اور وہ منع کرتا ہو تو اسکے ہمسایہ سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو داخل ہونے سے منع
نکر تاوہ درست کرلے یا تو اپنا مال خرچ کرکے اسکا مطلب پورا کردے یہی مروی ہو محمد بن حسن سے اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہو اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین
کنوان یا نجاست ڈالنے کا گڑھا کھودا سو اسکے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہوگئی تو اسپر زبردستی نہین پھر اگر دیوار منہدم ہوگی تو اسپر تاوان نہین یہی قول ظاہر
مذہب ہی حکایت ہو کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر مین کنوان کھودا ہی لیکن میری دیوار کو اس سے ضرر ہوا امام نے کہا
تو اپنے گھر مین اسکے قریب بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنوان کھود سو اسنے ایسا ہی کیا تو اسکے پڑوسی کا کنوان نجس ہوگیا اسنے ناچار ہو کر کنوان بند کرڈالا امام
نے منع جائز کا فتوی نہ دیا بلکہ اسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہوگیا کذا فی الفتح ولا یمنع الشخص من تصرفہ فی ملکہ الا اذا کان الضرر بجارہ ضررا بینا
فیمنع من ذلک وعلیہ الفتوی بزازیۃ واختارہ فی العمادیۃ وافتی بہ قاری الھدایۃ حتی یمنع الجار من فتح الطاق وھذا جواب المشائخ استحسانا اور منع نہ کیا جائے شخص
اپنی ملک مین تصرف کرنے سے مگر جبکہ اسکے پڑوسی کو ضرر بین ضرر صریح ہو تو اسکو اس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتوی ہو کذا فی البزازیہ اور اسیکو پسند
کیا ہے عمادیہ مین اور اسی کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روزن کھولنے سے اور یہ جواب ہو مشائخ کا بطریق استحسان
اور ضرر بین یعنی ضرر صریح وہ ہو جو سبب ہدم ہو اور جو عمارت کو کمزور اور سست کردے یا منفعت سے بالکل خارج کردے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو چنانچہ روشنی کا
بالکل بند کرنا اور اسی کو علما نے فتوی کے واسطے پسند کیا اور اگر اندک ضرر تکلیف کا مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہوجائیگا رازی نے کتاب الاستحسان مین ذکر
کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھرون کے ہی اور اس گھر کا مالک یہ ارادہ کرے کہ اسمین تنور بنادے جسمین ہمیشہ روٹیان پکا کرینگا دوکان کی مانند یا پیسنے کی چکی یا دھوبیون کی
کنڈی کرے کی بیٹری بنادی تو جائز نہین کیونکہ اسمین پڑوسیون کا ضرر فاحش ہی جس سے بچاؤ نہین ہو سکتا اسواسطے کہ تنور مذکور سے بکثرت و شدت دھوان نکلیگا
اور چکی اور کنڈی کی بیٹری سے دیوارین بودی ہو جائینگی بخلاف حمام کہ وہ مضر نہین مگر بسبب طراوت کے اور اس سے بچاؤ ممکن ہو درمیان مین دیوار اوٹھا کر اور بخلاف تنور
صغیر کے جو گھرون مین ہوتا ہی حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ مین نے تہذیب قلانسی مین دو قول پایا جو روزن بنانے کے واسطے اس عمارت مین جو مشرف ہو کسی کی
زمین یا گھر پر اسکو اختیار ہو وہ یہ ہو کہ اگر روزن دھوپ یا نسیم کے واسطے ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر روشنی کے واسطے ہو تو روکا نہ جائیگا یعنی اگر اسفل عمارت مین روزن ہو
تو پہلی صورت ہو اور اگر اعالی عمارت مین ہو یا اسپر شبکہ یعنی جالی ہو تو وہ دوسری صورت ہو کہ ظاہرا روشنی کے واسطے ہو کذا فی الطحطاوی وجواب ظاہر الروایۃ عدم المنع
مطلقا وبہ افتی طائفۃ کالامام ظہیر الدین وابن الشحنۃ ووالدہ ورجحہ فی الفتح وفی قسمۃ المجتبی وبہ یفتی واعتمدہ المصنف ثم قال وقد اختلف الافتاء فینبغی ان یعول
علی ظاہر الروایۃ انتہی قلت وحیث تعارض متنہ وشرحہ فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا فتدبر اور جواب ظاہر الروایۃ کا عدم منع ہی ہر طرح سے خواہ پڑوسی کا
ضرر صریح ہو یا نہو اور اسی کا فتوی دیا ہو چند علما نے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابن شحنہ اور اسکے والد نے اور فتح القدیر مین اسکو ترجیح دی ہو اور مجتبی کی کتاب القسمۃ مین
ہی کہ اسی کا فتوی ہو اور مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنی کتاب القسمۃ مین اسی پر اعتماد کیا ہو سو یون کہا اور البتہ فتوی دینے مین یہان اختلاف واقع ہوا ہو اور لائق
یہ ہی کہ در صورت اختلاف فتوی ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جائے انتہی مین کہتا ہون اور جبکہ مصنف کے متن اور شرح مین تعارض ہو تو عمل متون پر لازم ہی چنانچہ یہ قاعدہ
ثابت ہوچکا ہی بارہا سو تامل کر ہم جواب ظاہر الروایۃ یہی قیاس ہی کہ انسان اپنے ملک کے تصرف مین مختار ہو کسی کا ضرر ہو یا نہو اور تجھکو معلوم ہوچکا کہ اکثر متاخرین
کا جواب استحسان پر ہے یعنی در صورت ضرر صریح ہمسایہ منع تصرف ہو نہ ہر ضرر مین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وبقی ما لو اشکل ہل یضر ام لا

وقت رجوع محشی الاشباہ المنع قیاسا علی مسئلۃ السفل والعلو انہ لایمنع اذا اضر واذا اشکل علی المختار للفتوی کما فی الخانیۃ قال المحشی فاذا تصرف فی ملکہ ان اضر او اشکل
یمنع وان لم یضر لم یمنع قال ولم ار من نبہ علیہ فلیتنبہ فانہ من خواص کتابی انتہی میں کہتا ہوں اور باقی ہی یہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تصرف
مالک پڑوسی کو مضر ہے یا نہیں اور البتہ اسکے جواب میں محشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہے مسئلہ سفل اور علو پر قیاس کر کے کہ صاحب سفل یا صاحب علو
میخ دیوار میں ٹھونکے جب کہ دوسرے کو ضرر کرے اور اسیطرح حکم ہے کہ جب تردد واقع ہو ضرر اور عدم ضرر میں بنابر اس قول کے جو فتوی کے واسطے مختار ہے چنانچہ
خانیہ میں ہے محشی نے کہا تو اسی طرح انسان کا تصرف اپنے ملک میں اگر دوسرے کو مضر ہو یا ضرر اور عدم ضرر میں تردد واقع ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر مضر نہیں
تو منع نہ کیا جائیگا محشی نے کہا میں نے نہیں دیکھا اس شخص کو جسنے اس تفصیل پر آگاہ کر دیا ہو تو اسکو غنیمت جاننا چاہیے کہ یہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہے
انتہی کلام المحشی مع الطحطاوی نے کہا کہ محشی اشباہ سے شیخ صالح مراد ہے اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ پہلا قول محشی کا ادا سے مطلب
میں کافی تھا ادعی علی آخر ہبۃ مع قبض فی وقت فسئل المدعی بینۃ فقال قد جحد نیہا ای الہبۃ فاشتریتہا منہ او لم یقل
ذلک ای جحد نیہا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا ہبہ مع القبض کا ایک وقت میں مثلاً یہ دعوی کیا کہ آپ نے فلانی چیز مجکو رمضان میں دی سو مدعی سے گواہ
طلب ہوئی اثبات ہبہ پر سو اسنے کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کے منکر ہو گیا ہے تو میں نے اس سے وہ چیز خرید کر لی یا مدعی نے یہ کہا لیکن انکار ہبہ مدعا علیہ کا ذکر نہ کیا
بلکہ اول ہبہ کا دعوی کیا پھر اسکے بعد خرید کا ومفادہ الاکتفاء بامکان التوفیق وہو مختار شیخ الاسلام من اقوال اربعۃ ومفاد عدم قبول بانکار ہبہ اکتفاء ہے امکان
توفیق اور یہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہے منجملہ چار قولوں کے جو جس جگہ میں تناقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اسکی توفیق یعنی رفع تناقض
میں فقہا کے چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ دونوں کلاموں میں بالفعل توفیق ضرور ہے اور امکان توفیق کافی نہیں دوسرا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقاً
خواہ مدعی کی جانب سے یا مدعا علیہ کی طرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد تیسرا قول وہ ہے جو خجندی کا مختار ہے جسکو شارح ذکر کریگا چوتھا قول یہ ہے کہ امکان توفیق
کافی ہے بشرطیکہ وجہ توفیق متحد ہو نہ متعدد کذا فی الطحطاوی عن البحر جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ کا انکار ہبہ بیان
کر کے خرید کا دعوی کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہو گئی اب تناقض باقی نہ رہا اور اگر ہبہ کا دعوی کیا پھر بلا ذکر انکار ہبہ خرید کا دعوی
کیا تو یہاں توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہیں بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق ہے واختار الخجندی انہ یکفی من المدعی علیہ لا من المدعی
لانہ مستحق وذلک دافع والظاہر یکفی للدفع لا للاستحقاق بزازیۃ اور خجندی نے یہ قول پسند کیا ہے کہ امکان توفیق مدعا علیہ کی طرف سے کافی ہے نہ مدعی کی جانب سے اسواسطے
کہ مدعی طالب حق ہو اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہے اور ظاہر دفع کے واسطے کفایت کرتا ہے نہ استحقاق کے واسطے کذا فی البزازیۃ یعنی امکان توفیق کے نزدیک وجود اور
وقوع اسکا ظاہر ہے اور ظاہر دفع میں حجت ہے نہ استحقاق میں کذا فی البحر فاقام بینۃ علی الشراء بعد وقتہا ای وقت الہبۃ تقبل فی الوجہین پھر مدعی مذکور نے بعد وقت
ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کیے جیسے مثلاً شوال کی خرید پر تو گواہی مقبول ہو گی دونوں صورتوں میں یعنی ایک صورت یہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے ہبہ کا مجھسے انکار کیا دوسری
صورت یہ کہ نہ کہا لعدمہ وقتہا بعد الشراء کانہ اقام کذا فی الکلبی وقبلہا لا لوضوح التوفیق فی الوجہ الاول وظہور التناقض فی الثانی اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر مثلاً
شعبان کی خرید پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول نہ ہو گی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول میں اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی میں حاصل مسئلہ یہ ہے کہ مدعی نے
ہبہ رمضان کا مثلاً دعوی کیا جب گواہ طلب ہوئے تو اسنے خرید کا دعوی کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلاً شوال میں خریدی تو گواہی مقبول ہے
کیونکہ توفیق دونوں قولوں میں واضح ہے اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید میں تناقض نہیں کہ اسکی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعی نے اسکو شعبان میں خریدا
تو دعوی میں قول مدعی اور شہادت شہود میں تناقض ہے اسواسطے کہ دعوی ہبہ میں اسکا اقرار ہے کہ موہوب واہب کا مملوک ہے قبل وقت ہبہ کے اور گواہی اس اقرار کی مناقض ہے لہذا
مقبول نہیں ولو لم یذکر لہما تاریخا او ذکر لاحدہما فقط تقبل لامکان التوفیق بتاخیر الشراء اور اگر مدعی نے ہبہ اور خریداری کی تاریخ مذکور نہ کی یا فقط ہبہ یا فقط خرید کی

تاریخ مذکور کی تو دعوے مقبول ہوگا اسواسطے کہ امکان توفیق کے سبب سے تاخیر خریداری یعنی جب سبیہ اور خریدکی تاریخ مذکور نہ ہوئی تو احتمال ہے کہ خریداری بعد ہبہ واقع ہوئی ہو واعلم ان التناقض یتحقق
کون الکلامین عند القاضی او الثانی فقط خلافا وصحح شرح الثانی بحر لان یہ التناقض اور کیا شرط ہے کہ دونوں کلام متناقض قاضی کے سامنے صادر ہوں یا فقط کلام
ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہے اسمیں خلاف ہے اور قول ثانی کی ترجیح معتبر اور ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوتا ہے علامہ مقدسی
نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہے اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا جبتک کہ وہ قاضی کے نزدیک ثابت نہ کیا جائیگا تب تک تناقض متحقق نہوگا تو گویا دونوں مجلس
قاضی میں صادر ہیں کذا فی الطحطاوی والتناقض یرتفع بتصدیق الخصم وبقول المتناقض ترکت الاول وادعی بکذا و بتکذیب الحاکم وتمامہ فی البحر وافردہ المصنف
اور تناقض دفع ہو جاتا ہے خصم کی تصدیق سے اور تناقض کے یوں کہنے سے کہ میں نے کلام اول کو چھوڑا اور اب میں یہ دعوی کرتا ہوں اور حاکم کی تکذیب سے اور پورا
بیان اسکا بحر الرائق میں ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں جدا رسالہ لکھا ہے تکذیب حاکم کی یہ صورت ہے کہ زید نے دعوی کیا کہ محمود اسکے مدیون کا ضامن ہے سو محمود
نے ضمانت کا انکار کیا اور زید گواہ لایا اسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور مکفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے مدیون کو
دعوی کیا کہ میں اسکا ضامن ہوا تھا اسکی اجازت سے اور اسپر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک مقبول ہے اور مدیون سے مال ضمانت پھیر لینا جائز ہے یعنی مدیون نہیں کہ سکتا
کہ کفیل ضمانت کا اول منکر تھا اور اب مدعی ضمانت ہے یہ صریح تناقض ہے اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعاً تکذیب ہو گئی بسبب قضا کے کذا فی البحر بتصرف کما لو ادعی
اولا انہا ای الدار مثلا وقف علیہ ثم ادعاہا لغیرہ ثم ادعاہا لنفسہ او ادعاہا لنفسہ ثم ادعاہا لغیرہ لم تقبل للتناقض چنانچہ اگر دعوی کیا اول کہ وہ یعنی مثلا گھر وقف ہے
مجھ پر پھر اسکی ملکیت کا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے یا دعوی کیا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہے پھر اسکی ملکیت کا اپنے واسطے دعوی کیا تو مقبول نہیں بسبب تناقض کے
ہم یہ تشبیہ ہے نفی قبول میں جب وقف کا پھر ملکیت کا دعوی کیا تو اب توفیق بین الکلامین ممکن نہیں اسواسطے کہ وقف مملوک نہیں ہوتا فلم تقبل وان وفق بان قال
کان لفلان ثم اشتریتہ قبلت وفی اواخر الدعوی او بعضوں نے کہا کہ اگر مسئلہ ثانیہ میں توفیق دے مدعی اسطرح پر کہ کہے گھر اول فلانے شخص کا تھا پھر میں نے اسکو
خریدا تو مقبول ہے چنانچہ درر کی کتاب الدعوی کے اواخر میں ہے قال ولو ادعی الملک لنفسہ ولو ثم ادعی الوقف علیہ تقبل صاحب قنیہ نے کہا اور اگر اول
دعوی ملکیت کا اپنی ذات کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہ مجھ پر وقف ہے تو مقبول ہے ہم منح الغفار میں اسیطرح ہے اور بحر الرائق اور حموی میں قنیہ بلفظ علیہ نہیں تو
بموجب عدم تقیید مذکور کے توفیق ممکن ہے اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک ہو پھر مدعی اسکو وقف کرے اور بموجب تقیید مذکور توفیق ظاہر نہیں کیونکہ تناقض ظاہر ہے
جسمیں توفیق نہیں مگر بقول ابو یوسف توفیق ہوسکتی ہے کہ انکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ادعاہا لنفسہ ثم لغیرہ فانہ یقبل جا
اگر اسکا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے پھر اپنے غیر کے واسطے تو وہ مقبول ہے اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کر لیا ہو ومن قال لآخر اشتریت منی ہذہ الجاریۃ
وانکر الآخر الشراء جاز للبائع ان یطاہا ان ترک البائع الخصومۃ واقترن ترک الفعل یدل علی الرضی بالفسخ کامساکہا ونقلہا المنزلہ لما تقرر ان جحود جمیع العقود
ما عدا النکاح فسخ اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھسے یہ لونڈی خریدی اور دوسرے شخص نے خریدکا انکار کیا تو بائع کو اس لونڈی سے جماع کرنا
جائز ہے اگر بائع نے جھگڑا کرنا چھوڑ دیا ہو اور ترک خصومت اس فعل سے مقارن ہو جو فسخ بیع کی رضامندی پر دلالت کرے چنانچہ لونڈی کو رکھ لینا اور
اسکو اپنے مکان میں لیجانا جماع اسواسطے جائز ہے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ جمیع عقود کا انکار سوائے نکاح کے فسخ ہے یعنے جب بیع فسخ ہو گئی مشتری کے
انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک میں داخل ہو گئی تو وطی حلال ہوئی فللبائع ردہا بعیب قدیم لتمام الفسخ بالتراضی یعنی تو بائع کو لونڈی کا پھیر دینا بسبب
عیب قدیم کے جائز ہے بباعث تمام ہو جانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی ہم اس عیب قدیمی سے رد جائز ہے جبکہ اسکو اطلاع نہوئی تھی قبل بیع کے
والا رد جائز نہیں کیونکہ بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب کے رضا بالعیب کی علامت ہے عینی نے شرح کنز میں ذکر کیا کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا
تو فسخ ہوئی مشتری کی جانب سے پھر جب کہ بائع نے اسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہو گیا کذا فی الطحطاوی اما النکاح

فان النکاح لا یقبل الفسخ اصلا فلذا لو جحد انہ تزوجہا ثم ادعاہ وبرہن علی النکاح یقبل برہانہ اور نکاح تو اصلا فسخ قبول نہیں کرتا تو اسی واسطے اگر زوج زوجہ کے نکاح
کرنے سے منکر ہو پھر بعد اسکے نکاح کا دعوی کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو دلیل اسکی مقبول ہے ہم نکاح محتمل فسخ نہیں ہے اسی سبب سے اگر عورت دعوی کرے ایک مہر
نکاح کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہیں تو قاضی کو حاجت ہے کہ اسکے لئے یوں کہے کہ میں نے تم دونوں
میں تفریق کر دی یا مرد یوں کہے کہ میری زوجہ تھی سو میں نے اسکو طلاق بائن دی اور اگر مرد نے عورت کے نکاح کا دعوے کیا اور عورت نکاح کی منکر ہے پھر
مرد مر گیا اور عورت آئی میراث کا دعوی کرتی تو اسکو میراث ملیگی کذا فی الطحطاوی بخلاف البیع فانہ اذا انکرہ ثم ادعاہ لا یقبل لانفساخہ بالانکار بخلاف النکاح بخلاف
بیع کے اسواسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعوے کریگا تو مقبول نہیں بسبب فسخ ہو جانے بیع کے انکار سے بخلاف نکاح کے ہم بہتر یہ تھا کہ شارح
لفظ بخلاف النکاح کو حذف کرتا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب الدعوی میں مناسب تھا مگر یہاں انکا ذکر اسواسطے ہوا تا کہ حکم قضا نہیں کیا
ہو اقر بقبض عشرۃ دراہم ثم ادعی انہا زیوف او نبہرجۃ صدق بیمینہ لان اسم الدراہم یعمہا بخلاف الستوقۃ لتحققہا اقرار کیا دس درہم کے قبضہ کرنے کا
پھر مقر نے دعوی کیا کہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا نبہرجہ تو اسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ دراہم کا نام زیوف اور نبہرجہ کو شامل ہے بخلاف ستوقہ کے
کہ نام اسکو دراہم شامل نہیں ہے بسبب غالب ہونے تانبے کے ہم زیوف جمع ہے زیف کی زیف وہ درہم ہے جو خزانہ سلطانی میں نہ لیا جاتا اور سوداگروں میں اسکا
لینا دینا رائج ہو اسواسطے کہ خزانہ سلطانی میں کھرا مال لیا جاتا ہے اور ستوقہ وہ درہم ہے جسکے اندر تانبا یا سیسہ ہو اور دونوں طرف چاندی چڑھی ہو الخ سود سے
نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ نبہرجہ کے لفظ میں سب مقدم ہیں [illegible] جیسا کہ مغرب سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ولذا لو ادعی انہا ستوقۃ لا یصدق لو بینہ
مفصولا وصدق لو بینہ موصولا انہا نبہرجۃ فالتفصیل فی المفصول لا الموصول اور چونکہ درہم کا نام ستوقہ کو شامل نہیں اگر مقر نے یہ دعوی کیا کہ دراہم
ستوقہ ہیں تو اسکی تصدیق نہ ہوگی اگرچہ بیان جدا ہو اقرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا اسی اقرار قبض سے ملا کذا فی النہایۃ تو تفصیل مفصول میں ہے
نہ موصول میں ہم یعنے تفصیل زیوف اور نبہرجہ میں اور ستوقہ میں دو صورت انفصال بیان ہے یعنے اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا نبہرجہ کہا بطریق انفصال تو تصدیق
ہوگی اور اگر ستوقہ کہا تو بطور انفصال تصدیق نہ ہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نبہرجہ خواہ ستوقہ
ولو اقر بقبض الجیاد لم یصدق مطلقا ولو موصولا للتناقض اور اگر کھرے درہموں کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ دراہم زیوف یا نبہرجہ یا
ستوقہ تھے تو تصدیق نہ ہوگی مطلقا اگرچہ بیان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض کے یعنے جب جیدیت کا اقرار کیا تو اسکے خلاف دعوی کرنا صریح تناقض ہے ولو
اقر انہ قبض حقہ او قبض الثمن او استوفی حقہ صدق فی دعواہ الزیافۃ بیمینہ موصولا والا لا اور اگر اقرار کیا کہ اسنے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ کیا یا
اسنے اپنا حق پورا بھر لیا تو اسکی تصدیق ہوگی دعوی زیافت میں یعنے اگر یوں کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ موصول بیان کیا ہو اور اگر
اسکو موصول بیان نہیں کیا تو تصدیق نہ ہوگی ہم نبہرجہ اور ستوقہ ہونے کا دعوی مانند دعوی زیافت کے کیونکہ سب کا حکم ایک ہی ہے نہایہ میں ہے کہ اگر اپنے قبضہ یا حق کا دعوی کیا پھر
بولا کہ وہ ستوقہ ہیں یا دراہم رصاص ہیں تو موصولا تصدیق ہوگی نہ مفصولا کذا فی الطحطاوی لان قولہ جیاد مفسر فلا یحتمل التاویل بخلاف غیرہ لانہ ظاہر او نص فیحتمل التاویل ہم کلام اسواسطے کہ مقر کا
جیاد یعنے کھرے درم کہنا مفسر ہے تو محتمل تاویل نہیں بخلاف غیر جیاد کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہے یا نص تو اسمیں تاویل کا احتمال ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم مفسر میں
مشتہر وہ ہے جو نص سے زیادہ تر واضح ہو اسطرح پر کہ اسکے ساتھ احتمال تاویل باقی نہ رہے اور ظاہر وہ ہے جسمیں غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہے جسمیں غیر مراد کا
احتمال بعید تر ہو کذا فی الطحطاوی تو جب جید بولا تو غیر جید کا احتمال باقی نہ رہا کیونکہ وہ مفسر ہے بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استیفاء حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر
یا نص تو اسمیں زیافت وغیرہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال بعید یا بعید تر ہے اقر بدین ثم ادعی ان بعضہ قرض و بعضہ ربوا و برہن علیہ قبل بینہ قنیہ وبحر علاء الدین
مسیحی فی الاقرار اقرار کیا دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین قرض ہے اور بعض بیاج ہے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی چنانچہ قنیہ میں ہے علامہ الدین

اور اسکے کتاب الاقرار میں آویگا قال لآخر لک علی الف درہم فردہ المقرلہ ثم صدقہ فی مجلسہ فلا شیٔ علیہ للمقرلہ الا بحجۃ او اقرار ثانیا کذا فی البحر الحکم فی کل ما فیہ حق لواحد
ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرے مجھ پر ہزار درہم ہیں سو جسکے واسطے اقرار کیا اسنے اسکا اقرار رد کیا یعنی یوں کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہیں یا وہ درہم تیرے ہیں یا فلانے شخص
کے ہیں کذا فی الفتح پھر مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی اسی مجلس میں تو مقرلہ کا کچھ ثابت نہوگا اگر بشہادت کے یا مقر کے دوسرے اقرار سے اور اسیطرح کا حکم ہر ایک ایسی اقرار میں
جسمیں ایک شخص کا حق ہو جسم مقرلہ مذکور کا دین اسواسطے ثابت نہوا کہ مقر کا اقرار دین مردود ہوگیا مقرلہ کے رد کردینے سے اور بعد انکار کے تصدیق کرنا یہ دعوی
ہے تو اسکا ثبوت کے واسطے گواہی یا اقرار ضرور ہے مصنف نے اقرار مال کی قید اسواسطے لگائی کہ رقیت اور طلاق اور عتاق اور نسب اور ولاء کا اقرار رد کرنے سے
مردود نہیں ہوتا اور تصدیق بعد الرد کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کریگا پھر رد کریگا تو مردود نہوگا اسیطرح ابراء عن الدین اور ہبہ دین
قبول کرنے سے تمام ہوجاتا ہے پھر رد کرنے سے رد نہیں ہوتا اور اسیطرح اگر وقف کیا ایک شخص پر سو اسنے قبول کیا پھر رد کیا تو رد نہوگا اور اگر قبول نکریگا
تو رد ہوگا تصدیق مجلس کی قید اسواسطے لگائی کہ معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس بطریق اولی کچھ دین ثابت نہوگا ایک شخص کے حق کی مثال یہی مسئلہ مذکورہ ہے تو
یہاں مقرلہ منفرد ہے اقرار ہی بخلاف اسکے اگر یوں کہا کہ تو نے خریدیا اور دوسرے نے انکار کیا تو اسکو جائز ہے کہ بعد انکار کے مدعی شرا کی تصدیق کرے اسواسطے
کہ احد العاقدین فسخ بیع میں منفرد نہیں جیسے عقد میں منفرد نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز میں دو شخصوں کا حق ہو اگر ایک ہی رجوع کرے تصدیق کیطرف قبل اس بات کے
کہ شخص آخر اسکے انکار کی تصدیق کرے تو جائز ہے چنانچہ بیع و نکاح اور جس چیز میں ایک شخص کا حق ہو جیسا ہبہ و صدقہ اور اقرار تو اسکی تصدیق بعد الانکار نافع نہیں
کذا فی البحر الرائق ومن ادعی علی آخر مالا فقال المدعی علیہ ما کان لک علی شیٔ قط فبرہن المدعی علی انہ لہ علیہ الف وبرہن المدعی علیہ علی القضاء
او الایفاء او الابراء ولو بعد القضاء ای الحکم بالمال او الدفع بعد قضاء القاضی صح الدفع فی المسئلۃ المخمسۃ کما یسمع قبل برہانہ لامکان التوفیق لان غیر الحق قد یقضی
ویبرأ منہ دفعا للخصومۃ اور جیسے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تو مجھ پر کچھ نہ تھا ہرگز سو مدعی اسپر گواہ لایا کہ مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار تھے
اور مدعا علیہ ایفاء دین یا ابراء مدعی پر گواہ لایا اگرچہ گواہی ایفا یا ابراء کی بعد قضاء قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی برہان سے مال دینے کا حکم
کیا ہو اسواسطے کہ دفع کرنا دعوی مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہے مگر مسئلہ مخمسہ میں دفع صحیح نہیں چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کتاب الدعوی کی فصل عاشر میں آویگا
تو مدعا علیہ کی برہان مقبول ہوگی بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفا یا ابراء میں اسواسطے کہ جھگڑا اٹھانے کے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہے اور حق سے
ابراء کیا جاتا ہے یعنی جب مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا اور پھر کہا کہ میں مال دے چکا ہوں یا مدعی نے معاف کردیا ہے اور اسکو گواہی ثابت کیا تو اگرچہ یہاں بظاہر تناقض ہے
لیکن گواہی مقبول ہے کیونکہ رفع تناقض یہاں متصور ہے اس احتمال سے کہ واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا مگر مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کے واسطے ادا کردیا ہو یا
واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کے واسطے معاف کردیا ہو مسئلہ مخمسہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسمیں علماء کے پانچ قول ہیں ویجیٔ فی الاقرار
انہ لو برہن علی قول المدعی انا مبطل فی الدعوی او شہودی کذبۃ او لیس لی علیہ شیٔ صح الدفع الی آخرہ وذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار فی فصل الاستشراء اور کتاب الاقرار میں
آویگا یہ کہ اگر مدعا علیہ مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ میں دعوی میں جھوٹا ہوں یا میرے گواہ جھوٹے ہیں یا میرا اسپر کچھ نہیں تو دفع دعوی مدعی صحیح ہے الخ اور درر میں
اسکو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استشراء میں ذکر کیا ہے استشراء یعنی خواہش خریداری کما لا یقبل لو ادعی القصاص علی آخر فانکر المدعی علیہ فبرہن المدعی
علی القصاص ثم برہن المدعی علیہ علی العفو او علی الصلح عنہ علی مال چنانچہ برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر مدعی نے دوسرے پر قصاص کا دعوی کیا
سو مدعا علیہ نے اسکا انکار کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص پر پھر مدعی علیہ گواہ لایا عفو قصاص پر یا گواہ لایا صلح کر لینے پر قصاص سے بعوض مال کے ہم یہاں بھی کلام مدعی
میں رفع تناقض اس احتمال سے ممکن ہے کہ واقع میں اسپر قصاص نہو اور اسنے جھگڑا مٹانے کے واسطے مال دیکر صلح کرلی ہو یا قصاص ہو مگر معاف کروالیا ہو وکذا
فی دعوی الرق بان ادعی عبودیۃ شخص فانکر فبرہن المدعی ثم برہن العبد ان المدعی اعتقہ یقبل ان لم یبطلہ اور ایسا ہی حکم ہے دعوی رق میں اس طرح یہ

اور دعوے کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سو اسنے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اسکی غلامی پر پھر غلام گواہ لایا کہ مدعی نے اسکو آزاد کردیا ہی تو بیان
مدعا علیہ مقبول ہی اگر اسنے صلح نہ کرلی ہو مدعی سے الم یعنی بیان درصورت عدم صلح مقبول ہی اور اگر اول انکار کیا پھر کچھ مال پر صلح کرلی پھر گواہ لایا ایفا یا ابرا
تو اسکی بیان مسموع نہوگی ایفا پر کذا فی المنح ولو ادعی الا ایفاء ثم صالحہ قبل برہانہ علی الایفاء بحر اور اگر مدعا علیہ نے ایفا سے دین مدعی کا دعوی کیا پھر مدعی سے
کسی چیز پر صلح کرلی تو اسکا بیان ایفا پر مقبول ہی کذا فی البحر الم یعنی صلح دعوے ایفا کی مبطل نہیں اسواسطے کہ دفع خصومت کے واسطے کاہے کو غیر حق بھی
دیا جاتا ہی کذا فی الطحطاوی وفیہ برہن ان لہ اربع مائۃ ثم اقران علیہ للمنکر ثلث مائۃ یسقط عن المنکر ثلثمائۃ قیل لا و علیہ الفتوی ملتقط وکانہ لانہ لما کان
المدعی علیہ جاحدا انہ متہ غیر مشغولۃ فی زعمہ فاین یقع المقاصۃ واللہ اعلم اور بحر الرائق میں ہی کہ مدعی گواہ لایا کہ اسکے چار سو ہیں پھر مدعی نے اقرار کیا
کہ مدعا علیہ منکر کے میرے اوپر تین سو ہیں تو چار سو سے تین سو ساقط ہوجائنگے اور بعضوں نے کہا کہ تین سو ساقط نہیں اور اسی پر فتوی ہی کذا فی
الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہی کہ جبکہ مدعا علیہ منکر ہوا تو اسکا ذمہ مشغول نہیں اسکے گمان میں پھر مقاصہ یعنی باہم مجرا ہونا کہاں واقع
ہوتا ہی واللہ اعلم وان زاد کلنہ و لا اعرفک ونحوہ کما اتیک لا تقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور میں تجھکو نہیں پہچانتا ہوں اور
مانند اسکے چنانچہ یوں کہا کہ میں نے تجھکو نہیں دیکھا تو بیان ایفا یا ابرا مقبول نہی بسبب تعذر ہونے توفیق کے ہی اگر ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا
سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا ہرگز اور میں تجھکو نہیں پہچانتا یا یوں کہا کہ میں نے تجھکو نہیں دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے معاملات اور خلط نہیں اور نہ دینا
اور نہ لینا یا میں اور تو ایک مکان میں کبھی جمع نہیں ہوئے اور مانند اسکے پھر مدعا علیہ نے ایفا یا ابرا پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہیں کذا فی فتح القدیر وغیرہ
یہی ہی کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہی اسواسطے کہ دو شخصوں کے درمیان لینا دینا اور معاملہ اور ابرا بدون معرفت کے نہیں ہوتا انتہی وقیل یقبل لان المحتجب
والمخدرۃ قد تیادی بالشغب علی بابہ فیامر باعطاء المال ولا یعرفہ ثم یعرفہ فحینئذ لو کان ممن یتولی بنفسہ لا یقبل اور بعضوں نے یعنی قدوری نے کہا کہ ایفا پر اسکا
بیان باوجود عدم معرفت مقبول ہی اسواسطے کہ مرد محتجب یا عورت پردہ نشین کو کاہے اذیت ہوتی ہی اپنے دروازہ پر شور کرنے سے تو اپنے وکیل
وغیرہ سے وہ امر کرتا ہی مخاصم کے راضی کردینے کا اور حالانکہ مخاصم کو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہی پھر اسکو معلوم کرتا ہی تو اگر مدعا علیہ ان لوگون میں سے ہو جو اپنا کام
بذات خود کرتے ہیں بلا واسطہ وکیل تو اسکی بیان ایفا مع قول بعدم معرفت مقبول نہوگی الم یہ تفریع ہی قاضی خان کی محتجب وہ ہی جو متولی اعمال بذات خود نہو اور
بعضون نے کہا کہ محتجب یہ شخص عظیم الشان ہی جسکو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحطاوی ثم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول او الایصال صح ذکرہ فی اخر الدعوی لان
التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار بلان اگر مدعا علیہ اس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جیسے دفع یا ایفا کا دعوی کیا گیا تو صحیح ہی کذا فی الدر یعنی آخر الدعوی
اسواسطے کہ تناقض یعنی صحت اقرار دین کا مانع نہیں الم طحطاوی نے کہا یہ قول مرجع طرف اس کلام محذوف سے جو مفہوم ہوتا ہی مقام سے تقدیر محذوف یہ ہی
کہ جب توفیق ممکن نہو تو تناقض مندفع نہوگا چنانچہ اسنے کہا کہ میں نے اسکو کچھ نہیں دیا پھر اسنے دینے کا دعوی کیا تو مسموع نہوگا کیونکہ محال ہی کہ شئ واحد یک منفی و مثبت
ہو ہاں اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے یعنی جیسے دفع دین اور قضاء دین کا دعوی ہوچکا اسکے اقرار کا دعوی کرے اس طرح کہ اسنے یہ اقرار کیا کہ دین
اسکو پہنچ گیا ہی یا یوں کہ میں نے اسکو پہنچا دیا ہی اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہی کذا فی الطحطاوی بتصرف اقر ببیع عبدہ
من فلان ثم جحد صح لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل اقرار بزازیہ اقرار کیا اپنے غلام کے بیع کا فلانے شخص سے پھر اسکا انکار کیا تو اسکا انکار صحیح ہی اسواسطے کہ
بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہی چنانچہ بزازیہ کی کتاب الاقرار میں ہی الم صحت انکار کا مطلب یہ ہی کہ کلام متناقض نہیں اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہیں ادعی
علی آخر انہ باع امتہ فقال الآخر لم ابعہا منک قط فبرہن المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بہا عیبا واراد ردہا فبرہن البائع
انہ ای المشتری بری الیہ من کل عیب بہا لم تقبل بینۃ البائع للتناقض دعوے کیا دوسرے پر کہ اسنے اپنی لونڈی اسکے ہاتھ بیچی

تو دوسرے نے کہا کہ میں نے اسکو تیرے ہاتھ نہیں بیچا ہرگز سو گواہ لایا مدعی بائع سے خرید کرنے پر پھر مدعی نے لونڈی میں عیب پایا اسکے پھیر دینے کا ارادہ کیا
گواہ لایا بائع اسپر کہ مشتری بائع سے برأت کر چکا ہے اسکے ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہوگی بسبب تناقض کے ہم وجہ تناقض یہ ہے کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر
بیع کا مدعی ہوا اسواسطے کہ برأت عیوب مبیع بدون بیع متصور نہیں وعن الثانی تقبل لامکان التوفیق ببیع وکیلہ وابراءہ عن العیب اور ابو یوسف سے روایت ہے
کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابراء وکیل کے عیب سے ہم جب اسکے وکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہوا کہ میں نے
بیع نہیں کی اپنی بذات خود یا شریک بیع نہیں ہوا اور برأت عیب کی نسبت اپنی طرف اسواسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہے وہذہ واقعۃ سمرقند اور از جنس
مسائل قضا ماتریہ سمرقندیہ کا جسمیں تناقض واقع ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح واقعہ سمرقند کو صریح بیان کرتا تو واضح تر ہوتا ادعت انہ نکحہا بکذا وطالبتہ
بالمہر فانکر فبرہنت فادعی انہ خلعہا علی المہر تقبل لاحتمال انہ زوجہ ابوہ وہو صغیر ولم یعلم خلاصہ زوجہ نے دعوی کیا کہ اسنے مجھسے نکاح کیا اتنے مہر پر اور اسکے
مہر کا مطالبہ کیا سو اسنے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر سو مرد نے دعوی کیا کہ اسنے عورت سے خلع کیا بعوض مہر کے تو مرد کا دعوی مقبول
ہے یعنے مرد سے اس دعوے پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعوی اس احتمال سے ہے کہ مرد کا نکاح اسکے باپ نے کر دیا ہو اور وہ صغیر ہو اور اسکو معلوم نہو کذا فی الخلاصہ
ہم یعنے اسکا انکار نکاح اسپر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہیں ہوا اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہیں پھر جب ایسا ہوا تو اسکے بعد اسکے دعوی
خلع بعوض مہر میں تناقض نہیں کذا فی الطحطاوی یبطل جمیع صک ای مکتوب کتب ان شاء اللہ فی آخرہ باطل ہو جاتا ہے تمام مضمون اس صک یعنے
کاغذ مرقوم کا جسکے آخر میں انشاء اللہ لکھا ہے ہم شارح نے بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہو جاتا ہے خواہ اسمیں ایک شے مرقوم ہو یا چند اشیاء اور
صاحبین کا خلاف ثانی میں ہے وقالا آخرہ فقط وہو استحسان راجح علی قولہ فتح اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچھلا مضمون کاغذ مرقوم کا باطل ہوتا ہے
جو انشاء اللہ تعالی سے متصل ہے اور قول صاحبین استحسان ہے جو راجح ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ صک میں اصل استقلال ہے یعنے
ہر جملہ دوسرے سے متعلق نہیں اور وثیقہ لکھا جاتا ہے اعتماد اور وثوق کے واسطے تو اگر استثنا کل کی طرف راجع ہو تو کل کا ابطال لازم آوے اور یہ مقصود تحریر کے
مخالف ہے تو استثنا اسی کی طرف راجع ہوگا جو اس سے متصل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واتفقوا انہ لو ان الفرجۃ کفاصل السکوت اور امام اور صاحبین
متفق ہیں اسپر کہ فرجہ خط میں فاصل سکوت کے مانند ہے ہم فرجہ یعنے اثناء تحریر میں کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے نطق میں سکوت کرنا تو انشاء اللہ
تعالی مابعد فرجہ کی طرف راجع ہوگا جیسے سکوت میں مابعد سکوت کی طرف راجع ہوتا ہے وعلی انصرافہ للکل فی جمل عطفت بواو واعقبت بشرط اور علماء ثلثہ
متفق ہیں انشاء اللہ تعالی کے راجع ہونے پر کل کی طرف ان جمل معطوفہ میں جنمیں عطف بحرف واو واقع ہوا ہے اور انکے اخیر میں شرط ہے ہم چنانچہ ایک شخص نے
یوں کہا کہ اسکی عورت مطلقہ ہے اور اسکا غلام آزاد ہے اور اسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہے ان شاء اللہ تعالی تو شرط تینوں جملوں کی طرف راجع ہے یعنی طلاق
اور عتاق اور مشی کچھ لازم نہیں جمل معطوفہ کی قید ترجمہ میں اسواسطے لگائی کہ جمل ما تو بین امام اور صاحبین کا اتفاق نہیں چنانچہ مسئلہ صک میں مذکور ہو چکا
واما الاستثناء بالا واخواتہا فللاخیر الا بقرینۃ کمائۃ درہم وخمسون دینارا الا درہما فللاول استحسانا اور استثنا بہ لفظ الا اور اسکے امثال سے اخیر کی طرف راجع ہوتا
مگر بقرینہ اول کی طرف راجع ہو جاتا ہے چنانچہ اس قول میں کہ سو درم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہ استثنا اول یعنی درہموں کی طرف راجع ہے نہ اخیر کی طرف
بطریق استحسان کے ہم قرینہ یہاں اتحاد جنس مستثنے منہ او مستثنے ہے واما الاستثناء بان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین فالیہما اتفاقا اور استثنا بلفظ
ان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین دونوں کی طرف بالاتفاق راجع ہے ہم جملہ ایقاعیہ سے جملہ منجزہ مراد ہے جسمیں تعلیق واقع نہیں بقرینہ مقابلہ چنانچہ یوں
کہنا کہ انت طالق وہذا حر ان شاء اللہ کذا فی الحلبی وبعد طلاقین معلقین او طلاق معلق وعتق معلق فالیہما عند الثالث وللاخیر عند الثانی اور استثنا واقع
ہو بعد دو طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے تو دونوں کی طرف راجع ہوتا ہے محمد کے نزدیک اور اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے ابو یوسف

نزدیک بھی دو طلاق معلق کی مثال ان دخلت الدار فانت طالق وفلانۃ انشاء اللہ اور طلاق معلق اور عتق معلق کی مثال ان دخلت الدار فانت طالق وعبدی حر
اور یہ خلاف تعلیق میں ہی اور مسالہ میں تو دونوں کا اتفاق ہی و لو بلا عطف او بعد سکوت فللاخیر اذا اقتصار اگر شرط واقع ہو بعد جمل غیر متعاطفہ کے یا جملون میں
عاطف ہو لیکن ان میں سکوت واقع ہوا ہو تو ان دونوں میں یا فرصہ واقع ہوا تو استثنا آخر کی طرف راجع ہی بالاتفاق اخیر سے مراد ما بعد سکوت ہی
کذا فی الطحاوی و عللہ بعد سکوتہ لغوا لا یا فیہ لتعدیہ الی نفسہ وتمامہ فی البحر اور علت کرتا متکلم کا بعد اپنے سکوت کے لغو ہی مگر اس میں لغو نہیں جس میں تعدیت کیری
ہو اسکی ذات پیا اور یہ بیان اسکا بحر الرائق میں ہی یعنی جس میں متکلم کی ذات پر وسعت ہی تو وہاں علت بعد سکوت لغو ہی چنانچہ یوں بولا کہ اگر تو
اس گھر میں داخل ہوئی تو تجکو طلاق ہی پھر چپ رہا پھر بولا اور اس دوسرے گھر میں اور یہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع نہو مگر دونوں گھروں کے داخل ہونے سے
اور جس میں تعدیت کیری ہو اپنی ذات پر چنانچہ یوں بولا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجکو طلاق ہی اور چپ ہوگیا پھر بولا اور اس دوسری جگہ کو تو وہ فقط پہلے
ہی میں داخل ہوگی کذا فی الطحاوی مات ذمی فقالت عرسہ اسلمت بعد موتہ وقالت الورثۃ قبلہ صدقوا تحکیما للحال فی مرگیا سو اسکی زوجہ نے
کہا کہ میں مسلمان ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثوں نے کہا کہ قبل اسکی موت سے تو مسلمان ہوئی ہی تو وارثوں کی تصدیق ہوگی باعتبار تحکیم حال کے
ہم یعنی بدلیل استصحاب حال ہی اسواسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ فی الحال ثابت ہی تو زمان گذشتہ میں بھی ثابت رہیگا تحریر میں ہی کہ استصحاب عبارت
اس امر محقق کے بقاء حکم سے ہی جسکا عدم مظنون نہیں کما یحکم الحال فی مسئلۃ جریان ماء الطاحونۃ جیسے حال حاکم ہی پنچکی کے پانی جاری ہونیکے
مسئلہ میں یعنی پنچکی کو ایک شخص نے اجارہ لیا مستاجر نے کہا کہ میں انتفاع پر قادر نہوا اسلیے کہ پانی جاری نہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو اب فی الحال
پانی کو دیکھنا چاہیے اور اسکے موافق زمان گذشتہ میں حکم کرنا چاہیے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہی تو سابق میں جاری تھا اور اگر بالفعل جاری نہیں تو سابق
میں بھی جاری نہ تھا ثم الحال انما تصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ استصحاب حال لیاقت رکھتا ہی حجت ہونے کی فقط دفع دعوی کے واسطے
چنانچہ مسئلہ سابقہ میں نہ استحقاق کے واسطے کما فی مسلمات فقالت عرسہ المسلمۃ اسلمت قبل موتہ فارثہ وقال الورثۃ بعدہ فالقول لہم لان الحادث
یضاف لاقرب اوقاتہ چنانچہ حکم ہی اس مسلمان کے باب میں جو مرگیا سو اسکی ذمیہ زوجہ نے کہا کہ میں اسلام قبول کرچکی ہوں قبل موت زوج کے تو میں اسکی
وارث ہوں اور میت کے وارثوں نے کہا کہ بعد اسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہی تو وارثوں کا قول معتبر ہی اسواسطے کہ نئی چیز اپنے اقرب اوقات کیطرف
منسوب ہوتی ہی یعنی مابعد موت اقرب ہی ماقبل موت سے لہذا اسلام حادث مابعد موت کی طرف منسوب ہوگا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو تحکیم حال عورت کے
استحقاق ارث کی موجب ہوتی ہم طحاوی نے کہا ظاہر تمثیل اسپر دلالت کرتا ہی کہ یہ مثال ہی استحقاق ارث کی بسبب تحکیم حال کے اور حالانکہ ایسا نہیں وجہ اسکی یہ ہی
کہ مسئلہ طاحونہ اصل متن میں نہ تھا تو مسئلہ ذمی کے بعد مثال مسلم تھا اور دونوں میں وجہ شبہ باعتبار قول ورثہ تھی مسئلہ طاحونہ کے درمیان میں آنے سے یہ خلل
پیدا ہوگیا تو اگر شارح متن کو بلا زیادتی مسئلہ طاحونہ باقی رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی بتصرف فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وقع الاختلاف فی کفر المیت واسلامہ فالقول
لمدعی الاسلام پھر واقع ہوا اختلاف میت کے کفر اور اسلام میں تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہی کذا فی البحر صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اسکے والدین ذمی ہیں
اور بیٹا مسلم والدین نے کہا کہ میت کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہوکر مرگیا تو میراث بیٹے کو ملیگی نہ والدین کو قال المودع بالفتح ہذا ابن مودعی بالکسر
المیت لاوارث لہ غیرہ رفعہا الیہ وجوبا کقولہ ہذا ابن دائنی کہا مودع بالفتح نے یعنی جسکے پاس غیر کی ودیعت ہی اسنے کہا کہ یہ شخص میرے مودع بالکسر
یعنی جس میت نے میرے پاس ودیعت رکھوائی ہی اسکا یہ بیٹا ہی کوئی اسکا وارث نہیں سوا اسکے تو واجب ہی کہ ودیعت اس شخص کو تفویض اور تسلیم کرے
چنانچہ اسی قول میں تسلیم دین واجب ہی کہ یہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہی یعنی بعد موت دائن قید بالوارث لانہ لو اقر انہ وصیہ او وکیلہ او المشتری
منہ لم یدفعہا مصنف نے وارث کی قید لگائی اسواسطے کہ امانت دار یہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا وصی یا وکیل یا مشتری ہی میت سے تو اسکو ودیعت

نزدیک فان اقر ثانیا بابن آخر لم ینفذ اقراره اذا کذبه الابن الاول لانه اقرار علی الغیر پھر اگر امانت دار دوسری بار میت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار
کرے تو اسکا اقرار مفید نہوگا جبکہ پہلا بیٹا اسکی تکذیب کرے کیونکہ یہ اقرار ہے غیر کی مضرت کا اور اقرار علی الغیر حجت نہیں اسواسطے کہ اقرار اول صحیح ہو چکا کہ
اسکا کوئی مکذب نہیں بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہوگا میت کا فیضمن للثانی نصفه ان دفع للاول بلا قضاء
زیلعی اور درصورتیکہ مکذب ہے ولد ثانی کو بقدر اسکے حصے کے امانت دار تاوان دے اگر ولد اول کو ودیعت دیچکا ہو بدون حکم قاضی کذا فی الزیلعی هو قول بالضمان
بھی صواب ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے اور مقابل اسکے غایة البیان کا قول ہے عدم ضمان کا کذا فی الطحاوی ترکة قسمت بین الورثة او الغرماء بشهود ولم یقولوا
نعلم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارة الدرر وغیرها لا نعلم له وارثا او غریما لم یکفلوا خلافا لهما لجهالة المکفول له ترکہ مقسوم ہوگیا درمیان وارثوں کے یا دینداروں
کے انکے گواہوں کی گواہی سے جنہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم جانتے ہیں میت کا کوئی وارث یا صاحب دین اسیطرح ہے لفظ نعلم کا بلا حرف نفی متن اور شرح کے
نسخوں میں اور عبارت درر وغیرہا کی یوں ہے کہ ان شہود کی شہادت سے ترکہ مقسوم ہوا جنہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہیں
جانتے ہیں تو ضامن نہ لیا جائیگا وارثوں یا دین والوں سے بسبب مجہول ہونے مکفول لہ کے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک حاضر ضامن لیا جائیگا حاشیہ طحاوی میں کہا
شاید کہ شارح نے نسخہ متن اور شرح میں نعلم ہوگا باسقاط لا اور میرے پاس جو متن اور شرح کا نسخہ ہے اسمین لا نعلم مذکور ہے اور لم یکفلوا میں المجہول سے نسخہ صحیح ہوا اور
ضمیر ورثہ وغیرہم کی طرف راجع ہے انتہی خلاصہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص ترکہ چھوڑکر مرگیا اور شاہدوں نے قاضی سے کہا کہ میت کا فلان فلان کے وارث یا صاحب دین
ہیں لیکن انہوں نے حصر ورثہ کی گواہی نہیں دی تو قاضی ترکہ قسمت کردے انہیں اور انسے ضامن طلب نہ کرے وتلوم القاضی مدة ثم یقضی اور قاضی کچھ
مدت قسمت ترکہ میں تاخیر کرے پھر قسمت کا حکم کرے یہ تاخیر احتیاط کے واسطے ہے کہ شاید کوئی اور وارث یا صاحب دین پیدا ہو پھر جب گمان غالب ہو کہ اگر کوئی غیر ہوتا تو
حاضر ہوتا تب قسمت کا حکم دے اور مراد تاخیر حکم ہے نہ تاخیر دفع بعد القضاء اور مقدار مدت قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور طحاوی نے ایک سال کی مدت مذکور کی ہے کذا فی
الطحاوی بلا ضمان ولو ثبت بالاقرار کفلوا اتفاقا اور اگر ورثہ یا صاحب دین اقرار سے ثابت ہوں نہ شہادت سے تو ضمانت دینا بالاتفاق امام اور صاحبین کے ولو قال الشهود
ذلک لا کفلوا اتفاقا اور اگر شہود وہ کہیں یعنی یوں کہیں کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سواء انکے نہیں جانتے ہیں تو نہیں ضمانت بالاتفاق کذا فی الطحاوی ادعی
علی آخر دارا لنفسه ولاخیه الغائب ارثا وبرهن علیه ای علی ما ادعاه اخذ المدعی نصف المدعی مشاعا وترک باقیه مع ذی الید بلا کفیل جحد
دعواه او لم یجحد خلافا لهما وقولهما استحسان نهایة ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بھائی کے واسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے
دعوے پر تو مدعی نصف گھر لے بطور شاع اور چھوڑے باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعوی مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نہ کیا ہو بخلاف
صاحبین کے یعنی انکے نزدیک درصورت انکار دعوی باقی کو اسکے پاس نہ رکھے اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذا فی النهایه اور امام کی دلیل یہ ہے کہ حاضر خصم نہیں
غائب کی طرف سے استیفاء ارث میں اور قاضی کو تعرض جائز نہیں بدون خصم کے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب اسنے دعوی ارث کا انکار کیا تو اسکی خیانت ثابت
ہوئی تو اب اسکے پاس رکھنا مضرت سے خالی نہیں ولا تعاد البینة ولا القضاء اذا حضر الغائب فی الاصح لانتصاب احد الورثة خصما للمیت حتی تقضی منها دیونه
اور گواہی کا اعادہ نہوگا اور نہ قضا کا جبکہ مدعی کا غائب بھائی سفر سے آوے قول اصح میں بسبب قائم ہوجانے ایک وارث کے مخاصم ہوکر میت کی طرف سے یہانتک
کہ ادا کیے جاوینگے ترکہ سے میت کے دیون ثم انما یکون خصما بشروط تسعة مبسوطة فی البحر پھر معلوم کیجیے کہ وارث حاضر تو خصم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے
اسمین جو میت پر دعوے کیا جاوے نو شرطوں سے جو شرح مذکور ہیں بحر الرائق میں اور سید حموی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بشروط ثلثة کہتا ایک یہ کہ
عین بالکل وارث کے ہاتھ میں ہو دوسرے یہ کہ اسمین قسمت نہوئی ہو تیسرے یہ کہ وارث غائب اسکی تصدیق کرے کہ عین مذکور میراث ہے
میت سے انتہی اسواسطے کہ جمیع امور جو بحر الرائق میں مذکور ہیں وہ شروط نہیں بلکہ بعضے شروط ہیں اور بعضے احکام اور وہ ہیں آٹھ ہیں

نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا والحق الفرق بین الدین والعین اور حق یہ ہے کہ دین اور عین میں فرق ہے یعنی احد الورثہ خصم نہیں باقی وارثوں کی طرف سے اس عین کے دعوے میں جو میت کی ہے کہ جب کہ عین اسکے ہاتھ میں ہو اور اگر میت پر دین کا دعویٰ ہے تو احد الورثہ خصم ہوگا باقی وارثوں کی جانب سے اگرچہ اسکے ہاتھ میں عین ترکہ نہو اسواسطے کہ ان کا حق جمیع ترکہ میں شائع ہے بخلاف عین مدعا بہا اور ہدایہ اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہ ہے کہ دعویٰ دین میں بھی عین ترکہ کا بالکل ہاتھ میں ہونا ضرور ہے بحر الرائق میں کہا کہ فتح القدیر میں ہے یعنے فرق مذکور وہی حق ہے باقی سہو ہے اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ وارث مدعا علیہ ہو جیسا کہ مذکور ہوچکا اور اگر وارث میراث عین کا مدعی ہو فالبعض ہے تو اگر اپنا دعویٰ ثابت کرے تو اسکے اور باقی وارثوں کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگر اپنے اور انکے واسطے ارث کا دعویٰ کیا ہو اور اگر دعویٰ ثابت نہ کرسکا ہو اور مدعا علیہ نے اسکا دفع کردیا ہو اس طرح پر کہ میں نے اسکو تیرے مورث سے خرید کیا ہے اور خرید کو ثابت کرچکا ہو تو دوسرے وارث کا حاضر اور غائب کے حق میں مندفع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ومثلہ اوشمل العقار المنقول فیا ذکر فی الاصل اور مانند اسکے یعنی غیر منقول کے مانند منقول کی بھی یہ امر مذکور میں القول الصحیح کذا فی الدرر یعنے اگر مال منقول میں دعوی ارث بھی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لے اور غائب کا حصہ ذی الید کے پاس چھوڑے لکن اعتمد فی الملتقی انہ یوخذ منہ اتفاقا ومثلہ فی البحر لکن بالمتنی الا بحر میں اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لے لیا جاوے ذی الید سے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی کے مانند بحر الرائق میں ہے اسواسطے کہ منقول چیز میں حفاظت کی حاجت ہے اور اس سے لے لینے میں زیادہ تر حفاظت ہے اور یہ ایک نوع محفوظ ہے قال والحجوا انہ لا یوخذ ہو قول صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین کا اجماع کیا ہے اپر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جاوے یعنی منقول میں اگر ذی الید منکر ہے طحطاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول میں اجماع نہیں ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ در حالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی حکم ہے اور ھی لہ ثلث فیہ الربع فذلک علی کل شی لانہا اخت المیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کے واسطے تو وصیت ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی جمیع ملک پر اسواسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہے یعنی ہم جنس میراث ہے تو جیسے میراث ہر چیز میں جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی ولو قال مالی او ما املکہ صدقۃ فہو علی جنس مال الزکوۃ استحسانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو وہ مال زکوۃ کی جنس پر واقع ہوگا از روئے استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ ایجاب عبد معتبر ہے حق تعالیٰ کے ایجاب سے یعنی جس چیز میں حق تعالیٰ نے صدقہ واجب کیا ہے اسی میں ایجاب عبد بھی واقع ہوگا مال زکوۃ میں سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہیں خواہ بقدر نصاب ہو یا نہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق بدین ہوں یا نہوں اسواسطے کہ جس چیز میں زکوۃ واجب ہوتی ہے اسکی جنس معتبر ہے قطع نظر اسکی مقدار اور شروط سے کذا فی الطحطاوی وان لم یجد غیرہ امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ اور اگر شخص مذکور نہ پاوے سوا مال زکوۃ کے یعنی اسکے پاس سوا سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت کے اور مال نہو تو اسمیں سے بقدر اپنی قوت کے رکھ لے اور باقی خیرات کرے پھر سوا اسکے جبکہ مالک ہو تو بقدر اسکے تصدق کرے ہم علمائے متاخرین نے مقدار قوت کی یوں ٹھہرائی ہے کہ پیشہ ور اپنی ذات اور عیال کے واسطے ایک دن کا قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینے کا قوت رکھ لے اور اراضی کا مالک ایک سال کا قوت اور سوداگر اتنا رکھ لے جو اسکو کفایت کرے یہاں تک کہ اسکو نیا مال حاصل ہو کذا فی الطحطاوی فی البحر قال ان فعلت کذا فما املکہ صدقۃ فحیلتہ ان یبیع ملکہ من رجل بثوب فی منادیل بقبضہ ولم یرہ ثم یفعل ذلک ثم یردہ بخیار الرویۃ فلا یلزمہ شئی بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنے مثلاً اگر زید سے کلام کروں تو جسکا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیچ کرے بعوض اس کپڑے کے جو رومال میں لپٹا ہوا ہے اور اسے قبضہ کرے بدون اسکے دیکھنے کے پھر وہ فعل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو اسپر کچھ صدقہ لازم نہ آویگا ہم سوال صدقہ لازم نہوگا کہ وقت حنث یعنی مثلاً کلام زید کے وقت کوئی چیز اسکی ملک میں نہ تھی بسبب بیچ ڈالنے کے اسواسطے کہ ملک کا اعتبار حنث ہی کے وقت ہے یعنی حنث کے وقت ولو قال الف درہم من مالی صدقۃ ان فعلت کذا ففعلہ وہو یملک اقل لزمہ بقدر ما یملک ولم یکن لہ شئی لا یجب شئی اور اگر کہا کہ ہزار درہم

میرے مال سے صدقہ ہین اگر مین ایسا کرون پھر وہ فعل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہو تو اسپر اُتنا صدقہ لازم ہوگا جتنے کا وہ مالک ہے اور اگر
اُسکی مملوک کوئی چیز نہین تو کچھ واجب نہین وصح الایصاء بلا علم الوصی فیصح تصرفہ اور صحیح ہو وصیت کرنا وصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہو تصرف
وصی کا علم یعنے اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر پا مستر کہ پر وصی کیا اور وصی کو معلوم نہین پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلاً کوئی چیز اسکی بیچ ڈالی
تو صحیح ہو لا یصح التوکیل بلا علم وکیل نہین صحیح ہو وکیل مقرر کرنا بدون علم وکیل کے یعنے اُسکا تصرف بھی بدون علم توکیل صحیح نہین والفرق ان تصرف
الوصی خلافۃ والوکیل نیابۃ ایضاً اور توکیل مین فرق یہ ہو کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہو اور تصرف وکیل کا بطور نیابت ہو ہم جب تصرف وصی کا بطریق
خلافت کے ہوا تو علم ضرور نہوا جیسے تصرف وارث بطریق ملک اور ولایت کے ہو تو اگر دادا پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچ ڈالے تو جائز
ہو اور وکیل کا تصرف بطریق نیابت موکل ہو نہ بطریق خلافت کیونکہ موکل کا تصرف ہنوز باقی ہو تو یہان علم ضرور ہو تو اگر ایک شخص نے ہزار درم امانت رکھے
ایک مرد کے پاس پھر مالک نے کہا کہ مین نے مثلاً زید کو اُسکے قبض کا امر کیا اور زید کو اپنے ماسور بالقبض ہونے کا علم نہین پھر زید نے دراہم مذکورہ قبض کیا
وہ تلف ہو گئے تو مالک کو اختیار ہو چاہے امانت دار سے تاوان لے چاہے زید سے اور اگر امانت دار کو علم توکیل ہوا اور وہ ماسور بالقبض کو قبضہ کرا دے پھر تلف
تو کسی پر تاوان نہین کذا فی الطحطاوی فلو علم الوکیل بالتوکیل و لو من ممیز او فاسق صح تصرفہ سو اگر وکیل کو وکیل کرنے کا علم حاصل ہوا اگرچہ صغیر ممیز یا فاسق سے
معلوم ہوا تب اُسکا تصرف صحیح ہو ولا یثبت عزلہ الا باخبار عدل او فاسق ان صدقہ عنایۃ او مستورین او فاسقین فی الاصح اور ثابت نہین ہوتی
وکیل کی معزولی مگر ایک شخص عادل کے خبر دینے سے یا فاسق کے خبار سے بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے خبر مین کذا فی العنایۃ یا معزولی ثابت ہوتی ہو دو شخص
مستور الحال سے یا دو فاسقون کی خبر سے قول اصح مین کاخبار السید بجنایۃ عبدہ فلو باعہ کان مختارا للفداء مانند خبر دار ہونے مولی کے اپنے غلام کی جنایت
تو اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسقین جنایت عبد کی مولی کو خبر ہوئی پھر اُسنے اُسکو بیچ ڈالا تو وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو یعنی اُسکو فدیہ جنایت بناچار دینا ہوگا
والشفیع بالبیع اور جیسے شفیع کو بیع کی خبر پہونچنا یعنی اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسق شفیع کو بیع کی خبر پہونچی اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہوگیا والبکر
بالنکاح اور جیسے بکر کو نکاح کی خبر پہونچنا یعنی سکوت بکر رضا نہین مگر جبکہ اُسکو عادل یا مستورین یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دین اور اگر مستور یا فاسق نے
خبر دی نکاح ولی کی اور وہ ساکت ہی تو یہ سکوت رضا نہین والمسلم الذی لم یہاجر الینا بالشرائع اور جیسے اُس مسلمان کو جسنے دار الاسلام کیطرف ہجرت نہین کی
احکام شرعیہ کی خبر پہونچنا یعنے ایک مستور یا فاسق کی خبر سے اسپر عمل احکام شرعی کا لازم نہین آتا اگر عادل یا دو مستور خبر دین تو عمل لازم ہی یہان تک کہ اگر فرائض ترک
کریگا تو قضا اسپر لازم ہوگی حموی نے مفتاح سے نقل کی کہ قول اصح یہ ہو کہ ایک فاسق کی خبر اسمین کافی ہو وکذا الاخبار بعیب لمرید شراء وحجر ماذون وفسخ شرکۃ وعزل
قاض ومتولی وقف فہی عشر شیترط فیہا احد شطری الشہادۃ لا لفظہا اور اسیطرح عیب مبیع کی خبر دینا خریدار کے ارادہ کرنیوالے کو اور منع تصرف کی خبر عبد ماذون کو اور
فسخ شرکت کی خبر احد الشریکین کو اور قاضی اور متولی وقف کو معزولی کی خبر تو یہ دس چیزین ہین جنمین شہادت کے دو جزون سے ایک جز شرط ہو نہ لفظ شہادت
ہم شہادت کے دو جزو ہین ایک عدد یعنی دو شاہد ہونا دوسرا عدالت تو امور عشرہ مذکورہ کے اخبار مین ایک جز شرط ہی یا عدد بلا شرط عدالت یا عدالت بلا عدد پھر معزول قاضی
اور متولی وقف بحث ہو صاحب بحر کی نہ نص مذہب کذا فی الطحطاوی ویشترط سائر الشروط فی الشاہد اور مخبر کو مین باقی شروط شاہد کی شرط ہین یعنی آزاد
اور بالغ ہونا اور یہ کہ اندھا اور محدود فی القذف نہو مع عدد یا عدالت خلاصہ یہ کہ مخبر مین وہ شرط ہی جو شاہد مین شرط ہی بجز لفظ شہادت و حضور مجلس قضا اور
یہ سب مذکور امام کا مذہب ہو اور صاحبین کے نزدیک تو فقط تمیز مخبر بلا شرط ہو کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی البحر بالعزل القصدی اما اذا لم یصدقہ ویکون المخبر فضولیا
ورسولا فانہ یقبل بخبرہ مطلقا کما سیجئی فی بابہ اور قید لگائی ہو بحر الرائق مین قصدی معزولی کی اور اسکی کہ جبکہ وکیل مخبر کی تصدیق نکرے اور اسکی کہ مخبر غیر رسول ہو
اور موکل کا پیام رسان نہو اسوقت کہ پیام رسان کی خبر مطلقا عمل ہو چنانچہ عزل وکیل کے باب مین آویگا ہم یعنی عزل قصدی مین عدد یا عدالت شرط ہو اور رسول

حکمی مین تو قبل علم معزولی کے معزول ہوجاتا ہے عزل حکمی یہ کہ موکل مرجاوے یا اسکو جنون مطبق ہوجاوے غیر مرسل غلط ہے بلکہ صواب غیر خصم ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے یعنی اگر
خصم خبر دے تو عدد یا عدالت بالاجماع شرط ہے اور اگر شفیع کو خود مشتری بیع کی خبر دے تو بالاجماع طلب واجب ہے اگر تاخیر کریگا تو حق ساقط ہوگا پیام رسان کی خبر پر مطلقاً عمل
لازم ہے خواہ وہ فاسق ہو یا صغیر یا اسکی تکذیب کرے کذا فی الطحطاوی باع قاض او امینہ وان لم یقل جعلتک امینا فی بیعہ علی الصحیح ولو الجیة عبدا للغرماء
للغرماء واخذ المال فضاع ثمنہ عند القاضی و استحق العبد او ضاع قبل تسلیمہ لم یضمن لان امین القاضی کالقاضی والقاضی کالامام وکل منہم لا یضمن
بل دلالت بخلاف نائب الناظر قاضی یا اسکے امین نے اگرچہ قاضی نے یہ نہ کہا ہو کہ مین نے تجھکو امین مقرر کیا اسکی بیع مین بقول صحیح کذا فی الولوالجیہ غلام کو
بیچا دین والون کے ادا دین کے واسطے اور مال لیا سو اسکا ثمن ضائع ہوگیا قاضی کے پاس اور غلام مالک غیر نکلا یا غلام ہلاک ہوگیا قبل اسکی تسلیم کے تو قاضی اور
امین پر ضمان نہین ہے اسواسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہے اور قاضی سلطان کے مانند ہے اور ہر ایک نہین ہے تاوان دینا بلکہ انمین سے کسی پر تاوان نہین ہے بحال
بخلاف ناظر وقف کے نائب کے کہ اسکا قول بدون قسم کے معتبر نہین ہے قاضی اور سلطان پر اسواسطے تاوان نہین ہے کہ اگر انپر تاوان ہو تو لوگ اس امانت کو قبول کرنے سے رک جاوین
کرینگے تو رعایا کی مصالح معطل ہوجاوینگی کذا فی العینی ورجع المشتری علی الغرماء لتعذر الرجوع علی العاقد اور مشتری اپنا ثمن دین والون سے پھیر لیگا بسبب متعذر
ہونے رجوع کے عاقد پر یعنی قاضی یا امین پر ہم اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اسکا تعلق اس شخص سے ہوگا جو اقرب الناس الی العقد ہو اور عقد
کی طرف اقرب الناس وہ ہے جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہے سو یہان اصحاب دین ہین جنکے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو نہین جانتا کہ قاضی بیع کا حکم نہین ہے بالجملہ
صاحب دین طلب نکرسکے کذا فی الحموی بتصرف ولو باع الوصی لہم ای لاجل الغرماء بامر القاضی او بلا امرہ فاستحق العبد او مات قبل القبض لم یضمن الوصی
وضاع الثمن رجع المشتری علی الوصی لانہ وان نصبہ القاضی عاقد انیابة عن المیت فترجع الحقوق الیہ و ہو یرجع علی الغرماء لانہ عامل لہم اور اگر غلام کو
وصی نے دین والون کے واسطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اسکے حکم کے پھر غلام مستحق غیر نکلا یا مرگیا قبل قبضہ کر دینے غلام کے وصی کی جانب سے اور
ثمن ضائع ہوگیا تو مشتری وصی سے ثمن پھیر لے اسواسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا میت کا نائب بنا کر حقوق عقد وصی ہی کی طرف راجع ہونگے
اور وصی دین والون پر رجوع کریگا کیونکہ وہ عامل ہے انھین کی منفعت کے واسطے ہم جو کسی کے واسطے کام کرے اور اس کام کے سبب سے اسپر ضمان لازم آوے تو وہ
تاوان اس سے پھیرے جسکے واسطے کام کرتا تھا طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یرجع کہتا بجائے فیرجع کے ولو ظہر بعدہ للمیت مال رجع الغریم فیہ بدینہ ہو الاصح اور اگر
اسکے میت کا مال ظاہر ہو تو دین والا اپنا دین اس مال مین سے پھیر لے یہی قول صحیح ہے اخرج القاضی الثلث للفقراء ولم یعطہم ایاہ حتی ہلک کان الہالک
من مالہم ای الفقراء والثلثان للورثة لما مر قاضی نے متروکہ موصی سے تہائی نکالی فقیرون کے واسطے اور انکو نہین دی یہان تک کہ وہ تلف ہوگئی تو فقیرون کا
مال ضائع ہوگیا اور باقی دو تہائیان وارثون کا حق ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے یعنے قاضی فقیرون کے واسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہوگا امرک قاض عدل
برجم او قطع فی سرقة او ضرب فی حد قضی بہ بان ذکر وسعک فعلہ لوجوب طاعة ولی الامر ای مخاطب جسکو قاضی عادل نے امر کیا زانی محصن کی سنگساری کا
یا ہاتھ کاٹنے کا چوری مین یا مارنے کا حد مین جسکا وہ حکم کرچکا ہے یعنی ثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم دے چکا تو تجھکو اسکے فعل مین گنجائش ہے تنگی نہین ہے بسبب
واجب ہونے طاعت حاکم کے یعنی طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہے اور منجملہ طاعت حاکم کی تصدیق ہے وعنہ محمد حتی یعاین الحجة واستحسنوہ فی زماننا
فی العیون وبہ یفتی اور منع کیا ہے فعل مذکور کو محمد نے تاوقتیکہ حجت ثبوت کو معائنہ کرے اور علما نے اسکو پسند کیا ہے ہمارے زمانے مین اور عیون مین ہے کہ اسی قول کا
فتوی ہے اور وجہ استحسان مذکور فساد قضاة ہے اسواسطے کہ اکثر قاضی رشوت دیکر عہدہ قضا حاصل کرتے ہین تو احکام انکے باطل ہین اور بنا کرنا قطع وغیرہ کا انکے
ہو بحر الرائق مین کہا لیکن مین نے بعد اسکے صدر شہید کی شرح ادب القاضی مین دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع
کی روایت کی ہے انتہی خلاصہ یہ ہے کہ محمد اول شیخین کے مخالف تھے پھر قائل منع مذکور کے ہوئے پھر انکار رجوع کرنا شیخین کے قول کی طرف صحیح ہوا کذا فی الطحطاوی

الاٰتی کتاب القاضی الضرورۃ اگر قاضی کے خط مین اسکے موافق عمل کرنا بلا معائنہ حجت جائز ہی بسبب ضرورت کے یعنی بضرورت جائز ہی اور اسواسطے کہ خیانت اسمین کم واقع ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی وقیل لا یقبل لوعدلا عالما اور بعضون نے کہا رجم یا قطع یا ضرب کا قول مقبول ہی اگر قاضی عادل و عالم ہو اور یہ قول ہی ابو منصور کا اسواسطے کہ عدم اعتماد بسبب فساد اور غلط کے ہی اور یہ امر عالم عادل مین منتفی ہی اور اسیجابی نے ذکر کیا امام کے نزدیک قاضی کے بموجب قول کے عمل کرنا اس صورت مین ہی جبکہ قاضی عالم عادل ہو اسواسطے کہ قاضی جاہل ظالم لائق قضاء کے نہین ہی اور اسکا امر بالاتفاق لائق قبول کے نہین تو ابو منصور کا قول کچھ نہین ہی مذہب امام سے کذا فی الطحطاوی وان عدلا جاہلا ان استفسر فاحسن تفسیر الشرائط صدق والا لا اور اگر قاضی عادل جاہل ہو اگر اس سے استفسار کیا جاوے تو بیان شرائط کا خوب کر سکے تو اسکی تصدیق ہوگی اور نہین تو تصدیق نہوگی ہم مثال اسکی زنا مین یہ ہی کہ قاضی کہے کہ مین نے زنا کے مقر سے استفسار کیا اور زنا کا اور شرع برت سے اسنے زنا کیا اسکا سوال کر کے کیا تو اسنے اقرار کیا چنانچہ یہ معروف ہی اور اسپر مین نے سنگساری کا حکم کیا اور جاہل فقیہ مین کہے کہ چور نے مرد کے بحجت ثابت ہو کہ اسنے بقدر نصاب کی کان محفوظ سے لیا جسمین کچھ شبہہ نہین اور قصاص مین کہے کہ اسنے عمداً بلا شبہہ قتل کیا تو اب اسکی تصدیق اور قبول قول واجب ہی کذا فی المنح وکذا لا یقبل قولہ لو کان فاسقا عالما کان وجاہلا للتہمۃ فالقضاۃ اربعۃ اور ایسے قاضی کا قول مقبول نہین اگر قاضی فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی چار قسم پر ہین ہم قاضی یا عالم عادل ہی یا جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہی یا جاہل غیر عادل ہی تو قاضی اول کے قول پر قطع ید جائز ہی اور قاضی ثانی اگر سوال مین خوب بیان کرے تو تصدیق اسکی واجب ہی اور قطع جائز ہی اور ثالث اور رابع کا قول مقبول نہین کذا فی صدر الشریعۃ الاان یعاین الحجۃ ای سبب الحکم بسبب کہ حجت یعنی سبب شرعی کا معائنہ کرے تو اب قاضی جاہل اور فاسق کا قول مقبول ہی ہم اسلئے کہ بعد معائنہ حجت تہمت باقی نہ رہی شارح نے حجت کو بادل سبب سے تفسیر کیا تا اقرار کو بھی شامل ہو جاوے جیسے ہمارا انسان عند الشہود فادعی ہلاکہ فانہ ہو وقال الصاب کانت الدہن نجسۃ وانکرہ المالک فالقول للصاب لانکارہ الضمان والشہود یشہدون علی الصب لا علی عدم النجاسۃ ڈھلکایا کسی آدمی کا تیل گواہون کے سامنے سو اسکے مالک نے اسکے تاوان کا دعوی کیا اور ڈھلکانے والے نے کہا کہ تیل ناپاک تھا اور مالک اسکا انکار کرتا ہی تو ڈھلکانے والے کا قول معتبر ہی بسبب منکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہین ڈھلکانے پر نہ کہ تیل کی عدم نجاست پر ہم ظاہر ہوا عدم ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہی حالانکہ تیل اگر ناپاک ہوجاتا تو اسکی تطہیر ممکن ہی اور تیل ناپاک کا چراغ مین جلانا درست ہی غیر مسجد مین اور اگر اسکو اسپر عمل کیجیے کہ اسپر پاک تیل کا ضمان نہین بلکہ ناپاک کا ضمان ہی تو جواب ظاہر ہی یعنی بلا تردد صحیح ہی کذا فی الطحطاوی وتو قتل رجلا وقال قتلتہ لردتہ او لقتلہ ابی لم یسمع قولہ لئلا یؤدی الی فتح باب العدوان فانہ یقتل ویقول کان القتل لذلک وامر الدم عظیم فلا یہمل بخلاف المال اقرار بزازیۃ اور اگر ایک شخص نے قتل کیا ایک مرد کو اور بولا کہ مین نے اسکو قتل کیا بسبب اسکے ارتداد کے یا بسبب اسکے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول مسموع نہوگا تا سرکشی اور شورش کا دروازہ نہ کھل جائے یعنے اگر اسکا قول بلا شہود مقبول ہو تو فساد عظیم برپا ہو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مار ڈالے اور اسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کرے لہذا وہ قاتل قتل کیا جائیگا اور قاضی کہیگا کہ قتل اسکے واسطے تھا اور خون کا امر عظیم ہی سو وہ مہمل چھوٹ نہین سکتا بخلاف مال کے کذا فی البزازیۃ سن کتاب الاقرار ہم خون کا امر عظیم ہی لہذا مال مین ایک قسم کفایت کرتی ہی اور خون مین پچاس قسمین صدق قاض معزول بلا یمین قال لزید اخذت منک الفا قضیت بہا ای بالالف لبکر و دفعت الیہ او قال قضیت بقطع یدک فی حق وادعی زید اخذہ الالف وقطعہ الید ظلما واقر بکونہما ای الاخذ والقطع فی وقت قضائہ وکذا لو زعم فعلہ قبل التقلید او بعد العزل فی الاصح لانہ اسند فعلہ الی حالۃ معہودۃ منافیۃ للضمان فیصدق الاان یبرہن زید علی کونہما فی غیر قضائہ فالقاضی یکون مبطلا صدر الشریعۃ تصدیق کیجائیگی اس قاضی معزول کی بدون قسم کے جسنے زید سے کہا کہ مین نے تجھ سے وہ ہزار درہم لیے جنکا مین نے حکم کیا تھا بکر کے واسطے اور مین نے اسکو دیے یا قاضی نے کہا کہ مین نے حکم دیا تھا تیرے ہاتھ کاٹنے کا حق مین اور زید نے اسکے ہزار

لینے اور ہاتھ کاٹنے کا از راہ ظلم کے دعویٰ کیا اور اقرار کیا کہ دونون امر یعنی اخذ اور قطع اس قاضی کی قضا کی حالت مین واقع ہوئی اور اسیطرح قاضی کی تصدیق
ہوگی اگر اسکے فعل مذکور کو گمان کیا قبل تقلید قضا یا بعد معزول ہونے کے قول اصح مین اسواسطے کہ زید نے قاضی کے فعل کی اس حالت معینہ یعنی قضا کی طرف
نسبت کی جو تاوان کے منافی ہے تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہ کہ زید گواہ لاوے اسپر کہ اخذ اور قطع حالت قضا مین نہین واقع ہوئی تو اب قاضی ضامن ہوگا
اس فعل مین کذا فی صدر الشریعہ ہم حالت قضا اسواسطے منافی ضمان ہے کہ ظاہر اسکا شاہد ہے اسلیے کہ ظاہراً قاضی ظلم کا حکم نہین کرتا اور قاضی پر قسم اسواسطے نہین
کہ فعل اسکا قضا مین باقرار مدعی ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا نقل فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذا لم یکن للقاضی شئ فی بیت المال
فلہ اخذ عشر ما یتولی من اموال الیتامی والاوقاف اشباہ مین نقل کیا کہ شافعی المذہب کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ روزینہ مقرر نہو تو اسکو دسوان حصہ
اموال یتامی اور اوقاف سے جنکا وہ کارپرداز ہے لینا درست ہے ہم صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب انوار سے نقل کیا پھر اسکے انکار مین مبالغہ کیا فی الخانیۃ
للمتولی العشر فی مسئلۃ الطاحونۃ اور خانیہ مین ہے کہ متولی کو دسوان حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ مین ہم اس مسئلہ کا بیان ذکر محل ہے علاوہ برین یہ قول محرر
اور منقح بھی نہین اشباہ مین خانیہ سے یون منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقت ایک متولی کو مقرر کیا
اور حاصلات وقف کا دسوان حصہ متولی کیواسطے مقرر کر دیا اور وقف مین ایک طاحونہ یعنی ایک پنچکی ہے ایک شخص کے ہاتھ مین بطریق مقاطعہ جسمین متولی
کی کچھ حاجت نہین اور اس پنچکی والے لوگ اسکا غلہ لیا کرتے ہین تو متولی کا دسوان حصہ اس مین واجب ہوگا اسواسطے کہ متولی نہین لیتا مگر بطریق اجرت کے اسواسطے واجب
اجر ہوگا بدون عمل کے انتہی علامہ بیری نے کہا صواب یہ ہے کہ عشر جو متولی کیواسطے وقف مین مقرر ہوا تو مراد اس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہو
اجرت مثل سے تو زائد کو پھیر دے اور ملخص کرے اور خزانۃ الاکمل اور ولوالجیہ مین بطریق اجمال یون ہے کہ متولی کو اجر مثل سے زیادہ لینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی
ملخصا قلت لکن فی البزازیۃ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لا یحل لہما اخذ الاجرۃ کانکاح صغیر لانہ واجب علیہ کجواب المفتی بالقول واما بالکتابۃ فیجوز لہما علی قدر
کتابتہما لان الکتابۃ لا تلزمہما وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ مین کہتا ہون لیکن بزازیہ مین ہے کہ جو فعل کہ قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو وہ دونون کو اسکی
مزدوری لینا جائز نہین جیسے صغیر کا نکاح کر دینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہے اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی
اجرت لینا سو قاضی اور مفتی دونون کو جائز ہے بقدر انکی کتابت کے اسواسطے کہ کتابت قاضی اور مفتی پر لازم نہین اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے
ہم خلاصہ مین ہے کہ قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہے اور نکاح صغار پر کچھ لینا جائز نہین اور اسکے سوا
حلال ہے اور مال یتیم کی بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہین اور اگر اجرت لے گا تو بیع نافذ نہوگی انتہی شرح وہبانیہ مین کہا اور اصح یہ ہے کہ تقدیر اجرت کی اندازہ
مشقت کے ہے اور گاہے ایک سو کے وثیقے کی مشقت جسمین حنا مختلفہ ہین زیادہ ہوتی ہے دس لاکھ نقد کی مشقت سے مین کہتا ہون اور عمادیہ مین ملتقط سے منقول ہے
اور یہ جو بعضون نے کہا کہ ہر ایک ہزار مین پانچ درہم اجرت ہے سو معتمد نہین اور ہمارے اصحاب کے مذہب کی فقہ سے مناسبت نہین اسلیے کہ نہین لی گئی مشقت ہی کا
کثرت ثمن کی تحریر مین اسکو تو اجرت مثل ہے بقدر اسکی محنت کے اور بقدر اسکی صنعت اور عمل کے مانند اجرت حکاک اور ثقاب کے مشقت قلیلہ مین اور شرح تمرتاشی
مین نصاب سے منقول ہے کہ اجرت واجب ہے بقدر رنج اور تعب کے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے اصول سے اشبہ ہے اور کتاب السجلات مین ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ وثیقہ نوشتہ
طول اور قصر اور اسکی صعوبت اور سہولت کی مقدار کی طرف مرجع ہے اجرت کا انتہی کذا فی الطحطاوی وفیہا ۵ ولیس لہ اجر ولکان قاسما وان لم یکن من
بیت المال مقررۃ کذا فی شرح وہبانیہ مین ہے اور قاضی کے واسطے اجرت نہین اگرچہ وہ قاسم ترکات ہو اور گو اسکے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہو اور غیر بعض
لانعدام مقررہ وفی عصرنا فالقول الاول ینصر اور بعضون نے بسبب انعدام مقرر کے اجرت جائز رکھی ہے اور ہمارے زمانہ مین تو پہلا قول صور اور مختار ہے ویجوز للمفتی
علی کتب خطہ علی قدرہ اذ لیس فی الکتب کثیر + اور مفتی کو اجرت مجوز تھی اسکے لکھنے پر بقدر اسکی کتابت کے اسواسطے کہ مفتی کتابت مین مجبور نہین یعنی اسپر لکھنا واجب ہو

اور لازم نہیں ہم شرح وہبانیہ میں جلال الدین ابو المحامد سے منقول ہے کہ فقہا نے کہا کہ مفتی کو کچھ مضائقہ نہیں جو فتویٰ کی کتابت کی اجرت لے یعنی بابت تحریر کے مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہے نہ ہاتھ سے لکھ دینا اور باوجود اسکے نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل و قال سے بچے اور ابرو و ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم و استغفر اللہ العظیم

کتاب الشہادات

یہ کتاب ہے شہادات کے احکام میں اور شہادات جمع ہے شہادت کی اگرچہ شہادت اصل میں مصدر ہے لیکن مصنف نے اسکو بصیغہ جمع لایا باعتبار اسکے انواع کے اور ہا عن القضاء لانہا کالوسیلۃ والمقصود وسیلے شہادت کو مؤخر کیا قضا سے اسواسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہے اور قضا مقصود ہے اور مقصود مقدم ہے وسیلہ پر ہی لغۃ خبر قاطع شہادت لغت میں عبارت ہے خبر قاطع سے یعنی قطعی و یقینی خبر جس میں شک و تردد نہیں و شرعاً اخبار صدق لاثبات حق فتح قلت فاطلاقہا علی الزور مجاز کاطلاق الیمین علی الغموس اور شرع میں شہادت عبارت ہے اخبار صدق سے حق ثابت کرنے کے واسطے کذا فی الفتح میں کہتا ہوں جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو جھوٹی گواہی کو شہادت بولنا مجاز ہے نہ حقیقت جیسے قسم بولنا جھوٹی قسم پر مجاز ہے ثم اخبار بمنزلہ جنس کے ہے اور صدق کی قید سے اخبار کاذبہ حد شہادت سے نکل گئیں اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو بعض عرفیات کو کوئی شخص مجلس قضا میں بلفظ شہد کہکر کرے بلفظ الشہادۃ اخبار صدق بلفظ شہادت ہے ہم لیئے شہادت میں بالخصوص لفظ شہادت متعین ہے تو تعبیر بلفظ علم و یقین کافی نہیں فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کما فی عتق الامۃ اخبار صدق بلفظ شہادت مجلس قاضی میں اگرچہ بلا دعوی مدعی ہو چنانچہ لونڈی کی آزادی میں ہم مجلس قضا کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہو گئی جو غیر مجلس قضا میں واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہیں عتق جاریہ اور طلاق زوجہ میں صحت شہادت کے واسطے دعوی شرط نہیں بلکہ جمیع شہادات حسبہ کا یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ویجب ادائہا بالطلب ذی الحق او خوف فوت حقہ بان لم یعلم بہا ذو الحق وخاف فوتہ لزمہ ان یشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہے یعنی جبکہ صاحب حق شہادت کی درخواست کرے یا صاحب حق کے حق فوت ہونے کا خوف ہو اور جبکہ صاحب حق نہ جانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد ڈرے فوت ہوجانے حق سے تو اسکو گواہی دینا لازم ہوگا بلا طلب ہی کے کذا فی الفتح یعنی آدمی کے حق میں شہادت شاہد پر واجب نہیں بلا طلب آدمی کے مگر جبکہ حق فوت ہو اور حق اللہ کی ادائے شہادت میں تو شاہد شرعاً مطالب ہے وشرطہا احد وعشرون شہادت کی شرطیں اکیس ہیں شرائط مکانہا واحد مکان شہادت کی شرط ایک ہی یعنی ایک شرط یہ ہے کہ مجلس قضا میں شہادت واقع ہو طحطاوی نے کہا بہتر تھا کہ شارح یوں کہتا کہ شرط مکانہا واحد وشرائط التحمل ثلاثۃ العقل الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینۃ المشہود بہ الا فیما یثبت بالتسامع اور تحمل شہادت یعنی شاہد ہونے کی شرطیں تین ہیں عقل کامل شاہد ہونے کے وقت اور بصارت اور معاینہ کرنا اس چیز کا جسکی گواہی دیگا مگر اسکا معاینہ شرط نہیں جن مسائل میں تسامع سے گواہی ثابت ہے ہم جبکہ عقل کامل شرط ہوئی تو مجنون اور صغیر لاعقل کا گواہ ہونا صحیح نہیں اور اسی طرح اندھے کی گواہی صحیح نہیں بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کے واسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہیں تو اگر گواہ ہونے کے وقت صغیر عاقل ہو یا کافر یا فاسق پھر صغیر بالغ ہوجاوے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ کرے اور اشخاص مذکورین قاضی کے سامنے گواہی دیں تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی البحر وشرائط الاداء سبعۃ عشر عشرۃ عامۃ وسبعۃ خاصۃ اور ادائے شہادت کی سترہ شرطیں ہیں دس شرطیں عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور سات شرطیں بعض انواع شہادت میں خاص ہیں منہا الضبط از انجملہ ضبط ہے یعنی یہ شرط ہے کہ شاہد کو واقعہ خوب یاد ہو بلا شک و تردد تو امام کے نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہیں بدون مقدمہ یاد ہونے کے خلافاً للصاحبین والولایۃ فیشترط الاسلام لو المدعی علیہ مسلما اور منجملہ شرائط ولایت ہے یعنی شاہد کو ولایت حاصل ہو مشہود علیہ پر اس طرح کہ دونوں کا دین ایک ہو یا شاہد کا دین حق ہو اور شاہد حر بالغ ہو کذا فی الطحطاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہے اگر مدعا علیہ مسلمان ہو اور اگر مدعا علیہ کافر ہو تو اسکے مسلم اور کافر کی گواہی مقبول ہے والقدرۃ علی التمییز بالسمع والبصر بین المدعی والمدعی علیہ اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنیکی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سنکر یا صورت دیکھ کر دونوں میں فرق کرسکتا ہو ومن شرائط عدم قرابۃ ولاد او زوجیۃ اور منجملہ شرائط عدم قرابت ہے

باعتبار ولادت شاہد اور قرابت کے ہم تو گواہی اصل کی فرع کے واسطے اور اسکے بالعکس جائز نہیں اور اسیطرح زوجین کی گواہی اور عداوت دنیوی وغیرہ ذکر کی
عدم عداوت دنیوی ہے تو یہ بھی عداوت مانع شہادت نہیں اور جو خدمتگار اور ہمیشہ کا اجیر ہو یا منجملہ شرائط دفع تاوان یا حصول منفعت کا نہ ہونا ہے چنانچہ
عنقریب اسکا ذکر آویگا یعنی یہ شرط ہے کہ شاہد کو شہادت سے فائدہ نہ حاصل ہو اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے ہم ماتن اور شارح نے شہادت
کے شرائط کو بالاستیعاب ذکر کیا اور تفصیل شرائط اس طرح ہے کہ بعض شرائط شاہد کی طرف راجع ہیں اور انمیں سے پانچ وجوب و قبول کی شرطیں ہیں یعنی بلوغ
اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہ کہ شاہد محدود فی القذف نہو اپنی ذات کے واسطے جر منفعت نہ کرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو دفع کرے
اور یہ کہ شاہد خصم نہو تو شہادت وصی کی یتیم کے واسطے اور وکیل کی اپنے موکل کے واسطے مقبول نہیں اور یہ کہ مشہود بہ خوب یاد ہو اور بعض شرائط شہادت کی طرف
راجع ہیں اور وہ یہ ہیں کہ دونوں شاہدوں کا اتفاق ہو گواہی میں اور یہ شرط عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور بعض انواع میں مخصوص ہیں یعنی اسلام
ہے اگر مشہود علیہ مسلم ہو اور ذکورت یعنی مرد ہونا حدود اور قصاص کی گواہی میں اور تقدیم دعوی حقوق العباد میں اور موافقت شہادت کی دعوی سے حقوق العباد
میں اور قیام رائحہ شراب کی شہادت میں اگر بسبب مسافت کے زائل نہ ہوگئی اور اصالت حدود اور قصاص کی شہادت میں اور مشہود لہ کا متعدد ہونا شہادت
علی الشہادت میں تو ہوا اسکے شہادت کی شرطیں ہیں اور مکان شہادت یعنی مجلس قضا اور عقل اور بصارت یہ دونوں تحمل اور ادا دونوں کی شرط ہیں
معائنہ مشہود بہ فقط تحمل کی شرط ہے نہ ادا کی تو یہ سب انیس شرطیں ہوئیں اور انکا ذکر نا اسلئے کہ یہ شرط ہے جبکہ شارح نے ذکر کیا ہے تو باعتبار
اکیس شرطیں ہوتی ہیں کذا فی الطحطاوی ورکنہا لفظ اشہد لا غیر لتضمنہ معنی مشاہدۃ وقسم واخبار للحال فکانہ یقول اقسم باللہ لقد اطلعت علی ذلک
وانا اخبر بہ وہذہ المعانی مفقودۃ فی غیرہ فتعین حتی لو زاد فیما اعلم بطل للشک اور شہادت کا رکن لفظ اشہد ہے بصیغہ مضارع متکلم کا اور لفظ
سوا اسکے بسبب متضمن ہونے اس لفظ کے معنی شہادت اور قسم اور اخبار حال کو تو شاہد نے لفظ اشہد بول کر گویا یوں کہا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں
کہ قرینہ میں مطلع ہوں اسپر اور میں اسکی خبر دیتا ہوں اور یہ معانی ثلثہ حاصل نہیں لفظ اشہد کے غیر میں تو سوا اسکے لفظ اشہد کا متعین ہو گیا یہانتک
کہ اگر شاہد فیما اعلم زیادہ کریگا یعنی یوں کہے کہ اشہد فیما اعلم یعنی میں گواہی دیتا ہوں اپنے علم کے موافق تو شہادت باطل ہوگی بسبب شک کے ہم نے لفظ اشہد
بصیغہ مضارع جبکہ رکن شہادت کا ہے تو شہدت کے لفظ سے گواہی جائز نہیں اسواسطے کہ صیغہ ماضی زمان گذشتہ کی اخبار کے واسطے موضوع ہے تو اگر شہدت
تو اخبار ماضی کی اسمیں محتمل ہوگی تو شاہد فی الحال کا مخبر نہوگا پھر جبکہ لفظ اشہد متعین ہو گیا شہادت میں تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہوگا یعنی اگر شاہد یوں
کہے میں جانتا ہوں یا فلانی چیز میرے نزدیک یقینی ہے تو شہادت مقبول نہیں اور اسیطرح یہ شرط ہے کہ بغیر لفظ شہادت وہ لفظ نہ بولے جو شک پر دلالت کرے
چنانچہ لفظ فیما اعلم یا فی ظنی کذا فی الطحطاوی وحکمہا وجوب الحکم علی القاضی بموجبہا بعد التزکیۃ بمعنی افتراضہ فورا الا فی ثلاث قدمناہا اور حکم شہادت
واجب ہونا حکم کا ہے قاضی پر بمقتضائے شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم یعنی افتراض حکم ہے فورا مگر تین صورتوں میں جنکو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں یعنی
جب تزکیہ شہود ہو گیا تو اب قاضی پر بمقتضائے شہادت کے فی الفور حکم کرنا فرض ہو گیا مگر جبکہ صلح اقارب کی توقع ہو یا مدعی مہلت طلب کرے یا قاضی کو
شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہیں اشتراط تزکیہ صاحبین کا قول مفتی بہ ہے کذا فی الشرنبلالیہ فلو امتنع بعد وجود شرائطہا اثم لترکہ الفرض واستحق
العزل لفسقہ وعزر لارتکابہ ما لا یجوز شرعا زیلعی سو اگر قاضی بمقتضائے شہادت حکم نہ دے شرائط متقدمہ کے پائے جانے کے بعد تو گنہگار ہوگا
ترک کرنے فرض کے اور معزول کرنے کے لائق ہوگا بسبب اسکے فاسق ہو جانے کے اور اسکو تعزیر دیجائیگی بسبب اسکے مرتکب ہونے اس چیز کے
جو شرعا جائز نہیں کذا فی الزیلعی وکفر ان لم یر الوجوب ای ان لم یعتقد افتراضہ علیہ ابن ملک واطلاق الکافی کفرہ ... المصنف اولی
اور قاضی کافر ہو جائیگا اگر اسکا وجوب نہ جانے یعنی اگر حکم فرض ہونے کا اپنے اوپر معتقد نہو تب کافر ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح المجمع

اور کافیجی نے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول لیا یعنی درصورت عدم اعتقاد فرضیت اسکے
تقویت کی ہے اور کافیجی ایک عالم ہے جسکا رسالہ ہے مسمی بسیف القضاۃ علی البغاۃ کذا فی المنح ویجب اداؤہا بالطلب یعنی حکما کا امر اور واجب ہے ادا کرنا
گواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی جب کہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا نہو اور خوف ہو فوت حق کا تو شاہد پر بلا طلب ادائے شہادت
واجب ہے اور افتراض اداے شہادت مجمع علیہ ہے حق تعالی نے فرمایا (ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ) یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اسکو
چھپاوے تو اسکا دل گنہگار ہے تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے تو قاضی سے اظہار فرض ہوا شاہدون پر پھر کتمان مجرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے
اسکا دل گنہگار ہے تو یہ تاکید پر تاکید ہے اسواسطے کہ گناہ کی نسبت ہے دل کی طرف جو اشرف الاعضا ہے اور بدن کا رئیس ہے کیونکہ دل محل کتمان ہے تو وہی بلکہ
معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضاء ظاہری سے ہے کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن مین حق تعالی کے اس قول مین کہا
(ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا) یعنی انکار نہ کرین شاہد جبکہ وہ بلائے جاوین کہ یہ بھی عام ہے تحمل اور ادا سے شہادت مین لیکن تحمل مین متعاقدین کو شاہد
کرنے کے واسطے شاہدون کے پاس جانا چاہیے شاہدون کو انکے پاس حاضر ہونا لازم نہین اور ادا سے شہادت مین شاہدون کو قاضی کے پاس
حاضر ہونا چاہیے نہ کہ قاضی انکے پاس سماعت شہادت کے واسطے آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہے کہ بعض کی گواہی سے باقیون سے
ساقط ہوجاتا ہے اور اگر دو شاہدون کے سوا تحمل اور ادا کے واسطے کوئی نہوئے تو شہادت فرض عین اور گواہ کرنا مبایعات اور مداینات پر مستحب ہے
مگر قدر یسیر مین چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ انتہی اور کافی مین ہے کہ اشہاد عقود مین مستحب ہے مگر نکاح مین ہمارے نزدیک واجب ہے اور ایسا ہی بیع مین شافعی
اور احمد کے نزدیک انتہی اور بزازیہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین کہ احتراز کرے آدمی تحمل اور ادائے شہادت سے باوجود طلب کے جبکہ اور شخص موجود ہون تحمل اور ادا کے واسطے

اور اگر اور لوگ نہون تو امتناع جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولکن وجوبہ بشروط سبعۃ مبسوطۃ فی البحر وغیرہا منہا عدالۃ قاض وقرب مکانہ وعلمہ بقبولہ او بکونہ
اسرع قبولا وطلب المدعی لو فی حق العبد ان لم یوجد بدلہ ای بدل الشاہد لانہا فرض کفایۃ تتعین لو لم یکن الا شاہدان لتحمل او اداء ولیکن اداے شہادت
وجوب سات شرطون سے ہے جو بحر الرائق وغیرہ مین مشرح ہین از انجملہ عدالت قاضی اور اسکا مکان قریب ہونا تو شاہد کو قاضی کا قبول کرنا معلوم
ہونا یا اسکے شتاب تر قبول ہونے کا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد مین ہے بشرطیکہ اسکا بدل یعنی شاہد کا عوض کوئی موجود نہو اسواسطے کہ شہادت
فرض کفایہ ہے فرض عین ہوجاتی ہے اگر تحمل اور ادا کے واسطے سوا دو شاہدون کے اور کوئی نہو ہم شارح نے شروط سبعہ سے پانچ شرطین ذکر کین ایک عدالت
قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی نہ دینا جائز ہے کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہے قبول نہین کرتا اور اگر ظن غالب ہو قبول کا تو صاحب بحر نے کہا سزاوار یہ ہے کہ
ادا اور شہادت متعین ہو دوم قرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور اسی دن اپنے گھر پلٹ آنا ممکن نہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع
شہادت سے گنہگار نہوگا کیونکہ اسکو اسمین ضرر لاحق ہوتا ہے اور حق تعالی نے فرمایا (ولا یضار کاتب ولا شہید) یعنے اور ضرر نہ پہنچایا جاوے کاتب اور شاہد کو سوم
علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نکریگا تو اسپر گواہی دینا لازم نہین یا علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور
شاہدون کے تو اسپر اداے شہادت واجب ہے اگر چہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادت ہون چنانچہ فتح القدیر مین ہے علامہ مقدسی نے کہا اسمین تامل ہے وجہ تامل
شاہد یہ ہے کہ جب وہان وہ شخص موجود ہے جس سے حق ثابت ہوسکتا ہے تو وجہ وجوب کی ظاہر نہین لم طلب مدعی تو بلا طلب اداے شہادت واجب نہین مگر درصورت خوف فوت
حق و عدم علم مدعی الشہادت شاہد ۵ شاہد پر اداء شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہو اسطرح پر کہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادت موجود ہون اور انھون نے گواہی بھی دی
اور مقبول بھی ہوگئی ہو تو ایسا امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اسپر گواہی نہ دینے مین گناہ ہوگا شرط ساد سہ یہ ہے کہ شاہد کو دو عادل شخصون نے
بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کرچکا ہے یا زوج نے تین بار طلاق دی ہے یا مشتری نے

غلام کو آزاد کر دیا ہو یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہو تو اب اسکو دین اور نکاح اور بیع اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں ہے اگر مخبر عدول ہیں تو شاہدوں کو
اختیار ہے چاہیں گواہی دیں اور قاضی سے مخبروں کی خبر بیان کر دیں اور چاہیں گواہی نہ دیں اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت میں گنجایش نہیں ہے شرط یہ ہے کہ
شاہد کو یہ معلوم نہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اسنے خوف سے اقرار کیا ہے تو اسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحطاوی ملخصاً بتصرف وکذا
الکاتب اذا تعین لکن له اخذ الاجرة لا للشاهد حتى لو ارکبه بلا عذر لم تقبل وبه تقبل لحديث اکرموا الشهود اور یہی حکم کاتب کا ہے یعنی کتابت فرض ہے جبکہ کاتب
متعین ہو جاوے یعنی جب اسکا کوئی بدل نہو لیکن کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو یہاں تک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کریگا تو اسکی گواہی
مقبول نہوگی اور عذر سے سواری دینے سے گواہی مقبول ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اکرموا الشهود ... عذر یہ ہے کہ شاہد ایسا پیر ہو کہ چلنے پر قادر نہو اور
جانور سکو کرایہ دینے کا مقدور نہو اور یہ تفصیل صاحب ... کی ہے پوری حدیث خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس سے یوں روایت کی ہے کہ اکرموا الشهود
فان الله تعالى يستخرج بهم الحقوق ويدفع بهم الظلم یعنی تکریم اور توقیر کرو شاہدوں کی واسطے اسکے کہ اللہ تعالیٰ انکے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور انکی وجہ سے ظلم دفع کرتا ہے
کذا فی الطحطاوی تو پیر ... کو سواری دینا ... تکریم ہے وجوز الثانی الاکل مطلقا یعنی تجویز کیا ہے ... ابو یوسف نے شاہدوں کو کھانا
مطلقا جائز رکھا ہے اور اسیکا فتوی ہے ... نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں ... مطلقا ہے خواہ طعام پہلے کا پکا ہو شاہدوں کے آنے سے
پہلے یا انہیں کے واسطے تیار کیا ہو اور محمد نے مطلقا منع کیا ہے اور بعض مشائخ نے تفصیل کی ہے وتجب الاداء بلا طلب لو الشهادة في حقوق الله تعالى
اور ادائے شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ہو اور واجب سے مراد فرض ہے خواہ فرض کفایہ ہو خواہ فرض عین ہو حق اللہ میں
قبول شہادت بلا طلب کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہے تو شاہد بھی منجملہ انکے ہے جن پر واجب ہے تو شاہد مدعی ... اور
اور شاہد ... تحمل الشہادت تو اور مدعی کی کچھ حاجت نہوئی اور بعضوں نے حقوق اللہ میں قاضی کو مدعی کہا ہے وہی کثیرة عدها فی الاشباه اربعة عشر اور
حقوق اللہ تعالیٰ کے بہت ہیں انہیں سے اشباہ میں چودہ شمار کیے ہیں اور حقوق مذکورہ کی تفصیل یہ ہے طلاق عورت عتق جاریہ تدبیر جاریہ وقف ہلال
رمضان ... حد زنا ... وسرقہ نسب خلع ایلا ظہار مصاہرت حرمت ... صاحبین کے نزدیک نکاح عتق عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا
الاوجه ... کہ وقف میں جواب علی التفصیل ہے کہ جب وقف ہو قوم پر باعیانہم تو گواہی بدون دعوی عند الکل مقبول نہیں اور اگر فقیروں اور مسجد پر وقف ہو تو امام
کے نزدیک بدون دعوے مقبول نہیں اور صاحبین کے نزدیک بدون دعوے مقبول ہے اسیکا فتوی دیا ابو الفضل کرمانی نے اور یہی مختار علماء
ہے اور ہلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعوے مقبول ہے اور عمادیہ میں فتاوی رشید الدین سے عدم قبول ذکر ہے اور اصح میں
اختلاف ہے بعضوں نے اسکو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضوں نے ہلال فطر پر اور قہستانی میں خلاف ہے صاحب محیط نے قبول بلا دعوی کا نقل کیا ہے اور ... کے نزدیک
بلا دعوی مقبول نہیں ... اور ایلا اور ظہار اور مصاہرت میں شرط یہ ہے کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح بلا دعوی ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ حلت اور حرمت سے ... حق اللہ ہے اور عتق عبد میں
صاحبین کے نزدیک حق اللہ غالب ہے اسواسطے کہ حریت سے حقوق اللہ متعلق ہوتے ہیں یعنی وجوب زکوۃ اور جمعہ اور عید اور حج اور حدود اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہے
اسواسطے کہ حریت کا نفع عبد کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی قال رحمتی اخر شاهد الحسبة شهادته بلا عذر فسق فترد ... نے کہا کہ جب شاہد حسبہ اپنی شہادت
میں تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائیگا پس گواہی اسکی مردود ہوگی ... بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہے کہ بعض مشائخ نے ان گواہوں میں
جواب دیا جنہوں نے حرمت مغلظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ انکی گواہی مقبول نہیں کاکی نے کہا حسبہ وہ ہے جس سے ثواب
آخرت کی توقع ہو کذا فی الطحطاوی كطلاق امرأة امر بائنا وعتق امة وتدبيرها حقوق اللہ چنانچہ عورت کی طلاق بائن اور لونڈی کی آزادی اور اسکا
مدبر ہونا ... عورت عام ہے خواہ بی بی ہو یا لونڈی بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں زوجین کا پاس رہنا بطور ازواج مخالف شرع

نہیں اسواسطے کہ اس طرح کا زنا جبت میں شمار نہوگا لونڈی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ مولی پر اسکی شرمگاہ حرام ہوگئی اور اسیطرح تدبیر سے اسکی شرمگاہ وارثوں پر حرام ہو مولی کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہو وکذا عتق عبدہ وتدبیرہ شرح وہبانیہ اور اسیطرح ہو غلام کی آزادی اور اسکا مدبر کرنا کذا فی شرح الوہبانیہ هم ابن وہبان نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر میں خلاف ہے اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق اللہ ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرضاع کما مر فی بابہ اور اسیطرح رضاع حق اللہ ہے چنانچہ باب الرضاع میں مذکور ہو چکا ولا یقبل جرح الشاہد حسبۃ للظاہر لکونہ حقا للعبد تعالی اشباہ اور گواہ پر طعن کرنا شاہد میں بارادہ ثواب مقبول ہے یا نہیں جواب ظاہر یہ ہے کہ یہاں مقبول ہو کیونکہ وہ حق العبد ہے کذا فی الاشباہ هم جرح مجرد ہے یعنی اگر طاعن شاہد میں اتہمۃ فاسق بیان کرے یہ تو ظاہر ہے مقبول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حسبۃ شاہد سے وہ مال واقع ہو چنانچہ بعضوں نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی فبلغت اربعۃ عشر تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہونچ گئے یعنی چودہ حقوق وہ جو بحر الرائق سے مذکور ہو چکے اور چار حق شارح نے زیادہ کیے یعنی عتق عبد اور اسکی تدبیر اور رضاع اور طعن شاہد اور یہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق امۃ اور اسکی تدبیر کو ذکر کیا سو تو چودہ میں داخل ہیں یا بجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ میں منحصر نہیں چنانچہ شارح نے پہلے بلفظ کثرت اسکی طرف اشارہ کر دیا ولیس لنا مدعی حسبۃ الا فی الوقف علی المرجح فلیحفظ اور نہیں ہے ہمارے واسطے مدعی حسبہ گر وقف میں بنا بر قول ضعیف کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے هم یعنی اگر موقوف علیہ اصل وقت میں دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہے اور فتوی اسپر ہے کہ دعوی مسموع نہیں مگر متولی سے پھر جب موقوف علیہ کا دعوی مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولی مسموع نہوگا کذا فی الاشباہ وسترہا فی الحدود واجب لحدیث من ستر ستر فالاولی الکتمان الا لمتہتک بحر اور شہادت کا چھپا رکھنا حدود میں بہتر ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپایگا وہ چھپایا جاویگا تو حدود میں کتمان شہادت بہتر ہے مگر بیباک پردہ در کے واسطے کتمان بہتر نہیں بلکہ گواہی دینا بہتر ہے کذا فی البحر هم ہر چند قرآن مجید میں نہی عن الکتمان عام ہے لیکن اسکی تخصیص حدود کی شہادت میں احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اسواسطے کہ اسمیں پردہ پوشی ہے از انجملہ وہ حدیث ہے جو ابوہریرہ سے بخاری اور مسلم میں مروی ہے (من ستر علی مسلم سترہ اللہ فی الدنیا والآخرہ) یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اسکی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے وتمامہ فی فتح القدیر والاولی ان یقول الشاہد فی السرقۃ اخذ احیاء للحق لا سرق رعایۃ للستر اور بہتر یہ ہے کہ شاہد چوری میں یوں کہے کہ اسنے لیا تا صاحب مال کا حق تلف نہو اور یوں نہ کہے کہ اسنے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کے واسطے هم یہ قول بمنزلہ استدراک کے ہے یعنی جب حدود میں پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ چوری کی گواہی مطلقا نہ دے کہ وہ مستلزم حد ہے اسکا جواب دیا کہ اس طرح کی گواہی دے کہ موجب قطع ید نہو اور مالک کی حق تلفی نہو اسواسطے کہ لفظ اخذ عام ہے خواہ بطریق غصب کے ہو یا بطریق امانت وغیر ذلک تو شہادت اخذ مطلق کی مستلزم حد نہیں اور باوجود اسکے اسمیں مسروق منہ کی بھی مصلحت ہے اسواسطے کہ اگر چوری کی گواہی دیگا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا منتفی ہوگا در صورت اتلاف کذا فی النہج لطیفہ امام رازی نے تفسیر میں حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا جمع تھے انمیں قاضی ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے اسکا مال اسکے گھر سے لے لیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہا سے سوال کیا انھوں نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہیں اسواسطے کہ اسنے چوری کا اقرار نہیں کیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہے پھر مدعی نے دعوی کیا کہ اسنے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے انکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی اب کیا وجہ ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہو گیا تو اب سکے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار مقبول نہوگا جو مسقط ضمان ہے تو فقہا اس جواب سے متعجب ہو گئے ونصابہا للزنا اربعۃ رجال لیس منہم ابن زوجہا اور شہادت زنا کی نصاب چار مرد ہیں جنمیں کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو هم ثبوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید میں صریح ہے یہ عبارت پردہ پوشی کی طرف مشیر ہے اسواسطے کہ چار مردوں کا یہ صفت خاص گواہی دینا اکثر واقع ہوتا ہے اور ابن زوج کی نفی مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب باپ مدعی ہو یا ابن زوج کی ان نہ

اور اگر ایسا نہ ہو تو ابن ہمام کی گواہی جائز ہے بحر الرائق میں کہا کہ محیط برہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد کی اگر دو عورتیں ہوں اور ایک عورت سے پانچ بیٹے ہوں
انہیں سے چار بیٹوں نے اپنے بھائی پر یہ گواہی دی کہ اُسنے زنا کیا اُنکی سوتیلی ماں سے تو گواہی مقبول ہے مگر جبکہ باپ بھی زندہ ہو یا اُنکی ماں زندہ ہو تو
گواہی انکی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی ولو علق عتقه بالزنا وقع بشاهدين لا الحد اور اگر مولی نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی یوں بولا
کہ اگر میں زنا کروں تو یہ غلام آزاد ہے تو آزادی واقع ہوگی دو مردوں کی گواہی سے اور حد نہ ہوگی مولی پر یعنی اگر دو شاہد مولی کے زنا کی گواہی دیں
تو ہر چند مولی پر حد نہیں کیونکہ چار گواہ نہیں لیکن حق غلام ثابت ہوگا ولو شهد اربعة بزناه محصنا فاعتقه القاضي ثم رجمه ثم رجع الكل ضمن
الا ولان قيمته للمولى والاربعة ديته لا ايضا لوارثه اور اگر دو شاہدوں نے عتاق مولی کی گواہی دی پھر چار گواہوں نے غلام کے زنا و احصان
احصان کی گواہی دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنی اسکی آزادی کا حکم کیا پھر غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہوں نے شہادت سے رجوع
کیا یعنی کذب شہادت کے قائل ہوئے تو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دینگے اُسکے مولی کو اور زنا کے چار گواہ مولی کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دینگے
مولی غلام کا وارث ہو وبقية الحدود والقود وشهد باسلام كافر ذكر بالا اتفاقا بخلاف الانثى بحر وشرط للزنا والحدود و القصاص رجلان اور باقی حدود اور
قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہیں اور مقبول قصاص کافر مرد کے اسلام کی گواہی ہے کیونکہ انجام کار شہادت کا اس کافر کا قتل ہے بخلاف اسلام عورت
کذا فی البحر اور اسلام کافر کے مانند ارتداد مسلم ہے جو مرد کافر کے اسلام کی گواہی میں دو مرد شرط ہیں کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کرے تو قتل کیا جائیگا
بخلاف اسلام عورت کافرہ کے کہ اسکے اسلام پر عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اسکا مآل کار قتل نہیں اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسی طرح ارتداد مرد کی
گواہی میں دو مرد شرط ہیں اسلئے کہ در صورت اصرار اسکا بھی مآل کار قتل ہے بخلاف ارتداد عورت کے فتح القدیر میں ہے کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص
میں دو مردوں کی گواہی مقبول ہے نہ عورتوں کی اسواسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی (قال مضت السنة من رسول الله صلی الله علیه وسلم
والخليفتين بعده ان لا يجوز شهادة النساء في الحدود والدماء) یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُسکے بعد دونوں خلیفوں سے سنت جاری ہے
کہ جائز نہیں عورتوں کی گواہی حدود اور دماء میں یعنی قصاص میں اور تخصیص خلیفتین یعنی صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما اسواسطے ہے کہ معظم تشریع اور طریق کلام
انہیں دونوں کے زمانہ میں ہوا اور اُنکے بعد اور خلفا میں نہ تھا مگر اُنکا اتباع انتہی الا العتاق فيقع ولا يحد كما مر مثلا عتق معلق واقع ہوگا اور حد زنا جاری نہ ہوگی
جیسا کہ اوپر ہو چکا ہم یعنی اگر بعض شہود عورات ہوں تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں شراب پیوں تو میرا غلام
آزاد ہے پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اسکے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولی پر حد قائم نہ ہوگی کیونکہ حدود میں شہادت عورات کی مجال نہیں
کذا فی الطحطاوی والولادة واستهلال الصبي للصلاة عليه وللارث عندهما والشافعي واحمد وهو ارجح فتح والبكارة وعيوب النساء فيما لا يطلع
عليه الرجال امرأة حرة مسلمة والثنتان احوط اور ولادت اور آواز طفل اُسپر نماز پڑھنے کے واسطے اور بکارت اور عیوب نسا کے واسطے جن عیوب میں مرد
مطلع نہیں ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد ہو اور دو عورتوں میں زیادہ احتیاط ہے اور گواہی ایک عورت مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کے واسطے
صاحبین اور شافعی اور احمد کے نزدیک ہے اور یہی قول راجح تر ہے کذا فی الفتح ملخص یعنی امور مذکورہ میں ایک عورت کی شہادت کافی ہے قاضی خان نے کہا
ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہوتی ہے لیکن حق ثبوت نسب حق میراث انتہی اگر دائی گواہی دے طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث
ثابت ہوگی اور امام کے نزدیک میراث ثابت نہ ہوگی ہاں اسکی یہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کے واسطے کافی ہے عورت کے عیوب جیسے شرمگاہ میں ہڈی یا گوشت
زائد ہونا لونڈی خریدنے میں اسکے دریافت کی حاجت ہوتی ہے زیلعی نے عورت شاہدہ میں بالغہ عاقلہ عادلہ کی قیود زیادہ مذکور کی ہیں کذا فی الطحطاوی فتح المعین
میں ہے کہ ایک عورت کے شاہد ہونے کی اصل وہ ہے جسکو مبسوط میں محمد بن حسن نے روایت کیا ہے عن ابی یوسف عن غالب بن عبد اللہ عن مجاہد وسعید بن المسیب وعطا

بن رباح وطاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ) یعنی مجاہد اور سعید اور عطاء اور طاؤس تابعین نے کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتوں کی جائز ہے اس چیز میں کہ جس کی طرف مرد نہیں نظر کر سکتے یہ حدیث مرسل ہے مذہب اہل کا اور وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع محلی باللام ہے اور مراد اس سے جنس ہے تو قلیل و کثیر کو لازم ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اسپر کہ عورتوں کی گواہی اس امر میں جائز ہے جسپر انکے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اسکو قبول ہے ولادت نساء اور عیوبہا انتہی والاصح قبول رجل واحد خلاصہ اور ایک مرد کی گواہی مقبول ہے ابحر کذا فی الخلاصۃ هم بحر الرائق میں ہے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ میں عورت کے پاس ناگہان جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اسپر پڑ گئی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اسنے کہا کہ میں نے بالقصد اسکی طرف نظر کی تو گواہی مقبول نہوگی یعنی اسواسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہو گیا وفی البرجندی عن الملتقط ان المعلم اذا شہد منفردا فی حوادث الصبیان تقبل شہادتہ انتہی فلیحفظ اور برجندی میں ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جبکہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال میں تو اسکی گواہی مقبول ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے هم حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں بحکم دیت مقبول ہے تاکہ خون ضائع نہو ونصابہا لغیرہا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح وطلاق ووکالۃ ووصیۃ واستہلال صبی ولو للارث رجلان اور امور مذکورہ کے سوا اور حقوق کی نصاب شہادت دو مرد ہیں خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کے واسطے ہو الا فی حوادث صبیان المکتب فانہ تقبل فیہا شہادۃ المعلم منفردا قہستانی عن التجنیس صبیان مکتب میں اسواسطے کہ انمیں تنہا معلم کی گواہی مقبول ہے چنانچہ قہستانی میں ہے تجنیس سے هم ابو السعود نے کہا ملتقط میں صبیان مکتب کی قید نہیں تو اہل صبیان حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر یہ ہے کہ صبیان مکتب کی قید اتفاقی ہے او رجل وامراتان یا ایک مرد اور دو عورتیں یعنی زنا اور حدود اور قصاص کے سوا اور حقوق میں نصاب شہادت دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں قال اللہ تعالی (فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتان) یعنی اگر دو مرد نہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں الحاصل شہادت چار قسم پر ہے زنا میں چار مرد اور باقی حدود اور قصاص میں دو مرد اور انکے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اور ان امور میں جنہیں مرد مطلع نہیں ہو سکتے مانند ولادت وعیوب نساء ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولا یفرق بینہما لقولہ تعالی فتذکر احدہما الاخری اور جدائی کرانا چاہیے دو گواہ عورتوں میں بدلیل قول حق تعالی کے تو یاد دلاوے ایک عورت دوسری کو هم جب تذکیر کا حکم ہوا تو یہ بدون اجتماع کے نہیں ہو سکتا ولم تقبل شہادۃ اربع بلا رجل لئلا یکثر خروجہن اور مقبول نہیں چار عورتوں کی گواہی بدون مرد کے تا عورتوں کا نکلنا کثرت سے نہو یعنی اگر تنہا عورتوں کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کے واسطے انکو دار الحکومت میں آنا پڑے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عورات کی گواہی شرع میں ثابت نہیں وخصہن الائمۃ الثلثۃ بالاموال وتوابعہا اور ائمہ ثلثہ نے عورتوں کی گواہی مرد کے ساتھ مخصوص کی ہے اموال اور انکے توابع کے ساتھ یعنی حقوق غیر مالیہ میں انکی گواہی مرد کے ساتھ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہیں توابع اموال چنانچہ شرط خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا اور جس زخم سے کہ مال واجب ہو اور اسیطرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک روایت شافعی کے مذہب کے موافق ہے اور دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح ولزم فی الکل من مراتب الاربع لفظ اشہد بلفظ المضارع بالاجماع لقبولہا اور لازم ہے شہادت قبول ہونے کے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ میں لفظ اشہد کا بلفظ مضارع باتفاق هم یعنی شہادت میں ضرور ہے کہ گواہ یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اسکی کہ مدعی کے بیس درہم مثلا مدعا علیہ پر ہیں تو اگر یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا یقین رکھتا ہوں تو مقبول نہیں کیونکہ یہ اخبار ہے شہادت نہیں هم فتح القدیر میں ہے کہ لفظ شہادت اسواسطے شرط ہوا کہ نصوص شہادت اسی لفظ پر ناطق ہیں قال تعالی (واشہدوا ذوی عدل منکم) واشہدوا اذا تبایعتم فاستشہدوا شہیدین من رجالکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم واقیموا الشہادۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام اذا رایت مثل الشمس فاشہد الحاصل کہ ان نصوص میں امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہے اسواسطے کہ لفظ شہادت اقوی ہے اخبار

اور یقین سے کیونکہ معنی مشاہدہ اور فہم اور خبر کے ہیں بخلاف تکبیر افتتاح کے کہ اللہ اجل اور اللہ اعظم یا اللہ العظیم میں برابر ہے اللہ اکبر کے لئے کیونکہ التعظیم فقط اسکی ہے اس لفظ میں حصر
نہیں انتہی لفظ اشہد متعین ہے وکل لا یشترط فیہا الا لفظ کالطہارۃ وما ورد فی ہلال فہو خبار لا شہادۃ اور جن میں کہ لفظ اشہد کی شرط نہیں جیسے طہارت پانی کی یا رویت
ہلال رمضان کی تو وہ اخبار ہے شہادت نہیں والعدالۃ لوجوبہ اور مراتب اربع میں عدالت شاہد کی لازم ہے وجوب قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت
واجب نہیں بدون عدالت شاہد ہم عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی واشہدوا ذوی عدل منکم یعنی شاہد کرو دو شخص عدالت والوں کو اپنوں سے یعنی اہل اسلام
اور اسوجہ سے کہ گواہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہے اسواسطے کہ شہادت خبر ہے جسمیں صدق اور کذب دونوں کا احتمال برابر ہے بنظر نفس مفہوم تو اس سے
استکا ثبوت ہونا لازم نہیں آتا کہ جب تک عمل کیا جاتا کذا فی الفتح فی البنایۃ العدل من لم یطعن علیہ فی بطن ولا فرج ومنہ الکذب تخرج من ایمان بنایہ میں ہے کہ
عادل وہ شخص ہے جس پر طعنہ نہو پیٹ اور شرمگاہ میں اور زنا کذب کیا ہے بسبب نکلنے کذب کے پیٹ سے ہم علامہ عینی البنایہ نے کیا تفسیر عدالت میں بشرح قول ہے
کہ عادل وہ ہے جو مجتنب ہو کبائر سے اور نہو مصر صغائر پر صلاح اوسکا اکثر ہو اُسکے فساد اور خطا سے صدق اسکے احتمال میں ہو اور کذب کا ارتکاب نکرتا ہو
دیانت اور مروت کی راہ سے اور یہی بیان مروی ہے ابو یوسف سے دریافت کرنا چاہئے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ تیسری شرط بھی ضروری ہے
یعنی تفسیر شہادت تو اگر شاہدون نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اسکی شہادت کے تو قبول نہیں اور اگر کہا گواہی دیتا ہوں مثل گواہی اپنے ساتھی کے تو
جمہور کے نزدیک مقبول ہے اور اوزجندی نے اسمیں یہ قید لگائی کہ اگر یون کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اسنے مدعی کے واسطے
مدعا علیہ پر دی خلاصہ میں ہے کہ اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الطحاوی لا صحتہ خلافا للشافعی فلو قضی بشہادۃ فاسق نفذ واثم فتح عدالت وجوب
قبول کی شرط ہے نہ صحت قبول کی بخلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت سے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار ہوگا کذا فی الفتح
الا ان یمنع منہ الامام من القضاء بشہادۃ الفاسق الا امام فلا ینفذ لما مر انہا تتوقت وتتقید بزمان ومکان وحادثۃ وقول معتمد حتی لا ینفذ قضاءہ باقوالھا
ضعیفۃ مگر یہ کہ امام منع کردے اس سے یعنی قضا بالشہادت فاسق سے تو اب قضا نافذ نہوگی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قضا موقت اور مقید ہو سکتی ہے زمان
اور مکان اور حادثہ اور قول معتمد سے تو قاضی کی قضا نافذ نہوگی اقوال ضعیفہ میں وما فی القنیۃ والمجتبی من قبول ذی المروۃ الصادقۃ فقول الثانی
بحر وضعفہ الکمال بانہ تعلیل فی مقابلۃ النص فلا یقبل واقرہ المصنف اور جو قنیہ اور مجتبی میں ہے کہ صاحب مروت صادقہ کی شہادت قبول ہونے سے
سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کہا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں اس طرح کہ یہ تعلیل ہے نص کے مقابلہ میں تو مقبول نہیں
اور اسکو مصنف نے اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے ہم فتح القدیر میں ہے کہ ابو یوسف سے روایت ہے کہ فاسق جب کہ لوگوں میں صاحب وجاہت ہو جیسے
سلاطین کے مصاحب تو اسکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ بسبب اسکی رو داری اور وجاہت کے جھوٹی گواہی کے واسطے کوئی اسکو واسطے اجرہ
مقرر نہیں کرسکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہے بسبب اپنی مروت کے اور قول اول اصح ہے کیونکہ یہ تعلیل ہے نص کے مقابل میں تو مقبول نہیں انتہی لنص
مراد نص قرآنی ہے یعنی (واشہدوا ذوی عدل منکم) طحاوی نے کہا مروت عبارت ہے آداب نفسانیہ سے جو محاسن اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہوں وہی
ان علی حاضر یحتاج الشاہد الی الاشارۃ الی ثلثۃ مواضع اعنی الخصمین والمشہود بہ لو عینا لا دینا اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہو تو شاہد کو تین موضع کیطرف
اشارہ کرنے کی حاجت ہے یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی دیتا ہے بشرطیکہ مشہود بہ عین ہو نہ دین ہم مثلا یون کہے شاہد کہ میں
گواہی دیتا ہوں کہ یہ فلانا اس مدعی کی ہے اس مدعا علیہ کے پاس وان علی غائب کما فی نقل الشہادۃ او میت فلا بد ان یبین اسمہ الی جدہ
فلا یکفی ذکر اسمہ واسم ابیہ وصناعتہ الا اذا کان یعرف بہا ای بالصناعۃ لا محالۃ بان لا یشارکہ فی المصر غیرہ اور اگر گواہی غائب پر ہو جیسا کہ
نقل شہادت میں یا میت پر گواہی ہو تو اسکے مقبول ہونے کے واسطے ضرور ہے کہ نسبت مشہود علیہ کی اسکے دادا تک ذکر کرے یعنی اسکے نام اور اسکے

باپ کا نام اور اسکے حرفے اور پیشے کا کافی نہین مگر جبکہ وہ اس پیشے کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اسطرح پر کہ شہر مین دوسرا شخص اس حرفہ مین اسکا شریک نہو فلو قضی بلا ذکر الجد نفذ فالمعتبر التعریف لا تکثیر الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ کفی جامع الفصولین وملتقط تو اگر قاضی بلا ذکر جد حکم کرے تو حکم نافذ ہوگا پس معتبر مشہود علیہ کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہان تک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا صرف اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا صرف لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی جامع الفصولین والملتقط ولا یسأل عن شاہد بلا طعن من الخصم الا فی حدود قود اور قاضی شاہد کی عدالت اور فسق لوگون سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ کے مگر حد اور قصاص مین البتہ سوال کرے وعندہما یسأل فی الکل سرا وعلانیۃ ان جہل بحالہم یفتی وہو اختلاف زمان لانہما کانا فی القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین شاہد کا حال دریافت کرے اگر قاضی انکا حال نہ جانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور علانیہ اسی قول کا فتوی ہے اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف زمانہ کے ہے اسواسطے کہ صاحبین چوتھے قرن مین تھے حموی نے کہا صاحبین کے نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گنہگار ہوگا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہوگا انتہی مخفی سوال کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی ایک رقعہ جسکو مستورہ بھی کہتے ہین مزکی کے پاس بھیجے اور اس رقعہ مین شہود کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس مسجد مین وہ نماز پڑھتے ہون مرقوم ہو سو مزکی شاہد کی عدالت اسمین لکھے اسطرح کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جسکی عدالت یا فسق اسکو معلوم نہو تو یون لکھے کہ وہ مستور ہے اور جسکا فسق مزکی کو معلوم ہو تو اسکی تصریح نہ کرے بلکہ سکوت کرے تا مسلمان کی پردہ دری نہو اور یہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جبکہ اس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزکی ڈرے کہ اگر مین تصریح نہین کرتا تو اسکی شہادت پر حکم ہو جائیگا تو البتہ تصریح فسق کرے چنانچہ بنایہ مین ہے اور خفیہ سوال کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مزکی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی مدعی سے کہے کہ دوسرا اور شاہد حاضر کر اور قاضی یہ نہ کہے کہ یہ مجروح اور مطعون ہے تا مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزکی سے عداوت اور جھگڑا پیدا ہو اور علانیہ سوال کا یہ طریقہ ہے کہ مزکی اور شاہد کو قاضی یکجا جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے ملتقط مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہین مگر بعد تزکیہ سر زیلعی نے کہا کہ قرن رابع مین لوگون کے احوال متغیر ہو گئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہو گیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیہ شہود کو مقدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہ کہ وہ قرن ثالث مین تھے جسکے واسطے خیر اور صلاح کی گواہی حدیث مرفوع مین موجود ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا قرن ہے جسمین مین ہون پھر وہ لوگ جو انکے متصل ہین پھر وہ لوگ جو انکے متصل پھر کذب پھیل جائیگا یہان تک کہ مرد قسم کھائیگا درخواست قسم سے پہلے اور گواہی دیگا گواہی طلب کرنے سے پہلے انتہی اور یہ مبنی ہے اسپر کہ قرن پچاس برس کا ہو چنانچہ خضری نے شرح مسلم مین مذکور کیا ہے اور ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری مین کہا کہ قرن عبارت ہے مدت زمانہ سے اور اسکی تحدید مین اختلاف ہے دس برس سے ایک سو بیس برس تک لیکن ستر اور سو برس کا قول مین نے نہین دیکھا انتہی طبقات عبد القادر مین مذکور ہے کہ امام کا انتقال ڈیڑھ سو برس مین ہوا اور ابو یوسف کا انتقال ایک سو بیاسی مین ہوا اور محمد کا انتقال ایک سو ستاسی مین ہوا کذا فی الطحاوی وواکتفی بالسر جاز مجمع وبہ یفتی سراجیہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے تو جائز ہے کذا فی المجمع اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی السراجیہ ثم نقل تزکیۃ علانیۃ صدر اول مین تھا اور محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فتنہ ہے وکفی فی التزکیۃ قول المزکی ہو عدل فی الاصح لثبوت الحریۃ بالدار درر یعنی الاصل فیمن کان فی دار الاسلام الحریۃ فہو لعبارتہ جواب عن النقص بالعبد وبدلالتہ عن النقص بالمحدود ابن کمال اور تزکیہ مین مزکی کا یون کہنا کفایت کرتا ہے کہ وہ عادل ہے قول اصح مین بسبب ثابت ہونے حریت کے بجہت دار الاسلام ہونے کے کذا فی الدرر یعنے جو شخص کہ دار الاسلام مین رہتا ہے اسمین اصل حریت ہے تو وہ معنی لفظ عادل اپنی عبارت اور منطوق سے جواب ہے نقص عبد سے اور اپنی دلالت سے جواب ہے محدود فی القذف کے نقص سے کذا ذکرہ ابن کمال ثم یعنی فقط لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ کافی ہے تزکیہ مین اسواسطے کہ اسکا غلام نہونا اور محدود فی القذف نہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے اتنا فرق ہے کہ نفی عبدیت بعبارۃ النص ہے اور نفی محدود فی القذف بدلالۃ النص ہے طحطاوی نے کہا یہ اس وقت مسلم ہو جبکہ حریت لفظ عدل سے بطریق منطوق

مفہوم ہو اور غلام ہو یہان نہ بولا جاتا ہو اور محدود فی القذف جب عدل نہوتا ہو حالانکہ ایسا نہین ولہذا شمسی کا مختار یہ ہو کہ فقط عدل کہنا کافی نہین ہو اگرچہ محدود
فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر جائز الشہادۃ ہوتا ہو اور اسی طرح باپ جبکہ اپنے فرزند کے واسطے گواہی دے تو ضرور ہو زیادہ کرنا جائز الشہادۃ کا چنانچہ
ظہیریہ مین ہو بحرالرائق مین کہا کہ یہ قول تصحیح کے لائق ہو انتہی خصاف کی شرح ادب القاضی مین ہو کہ تزکیہ کی آٹھ شرطین اول یہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کے پاس ہو
دوم یہ کہ مزکی شاہد کو آزما چکا ہو شرکت یا معاملہ یا سفر سے سوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاہد بہانہ بنانے کا ملازم ہو چہارم یہ کہ شاہد دینار اور درم کی ہوس مالکی مین معروف
نہو پنجم یہ کہ اداے امانت مین قاصر نہو ششم یہ کہ دروغ گو نہو ہفتم یہ کہ کبائر سے مجتنب ہو ہشتم یہ کہ صغائر پر مصر نہو انتہی ما فی الطحطاوی والتعدیل من الخصم الذی
لم یرجع الیہ فی التعدیل لم یصح اور تعدیل یعنی عادل کہنا اس مدعا علیہ سے جسکی طرف تعدیل مین رجوع نہین کیا گیا صحیح نہین ہو جبکہ مدعا علیہ کی
تعدیل صحیح نہوئی تو مدعی کی التعدیل بالطریق اولی صحیح نہین ہوگی سند کہا التعدیل من الخصم صحیح نہین کہ مدعی اور اسکے شہود کے گمان مین مدعا علیہ کاذب ہو انکار
دعوی مین اور مبطل ہو اپنے اصرار مین لہذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہین رکھتا اما کان ممن یرجع الیہ فی التعدیل صح بزازیہ تو اگر مدعا علیہ ان لوگون
مین ہو جسکی طرف تعدیل مین رجوع ہوتی ہو تو اسکی تعدیل اسکی صحیح ہو کذا فی البزازیہ والمراد بتصحیح قولہ ہم عدول زاد والکنہم اخطاوا او نسوا ولم یزد
مدعا علیہ کی تعدیل سے مراد اسکا تزکیہ یون کہنے سے کہ شاہد عادل ہین خواہ اسنے یہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاہدون نے خطا کی یا بھول گئے یا
نہ زیادہ کیا ہو جب مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اسکی تعدیل صحیح ہوگی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا واما قولہ صدقوا او ہم عدول
صدقۃ فانہ اعتراف بالحق فیقضی باقرارہ لا بالبینۃ عند الجحود ہتیار اور مدعا علیہ کا یون کہنا کہ شاہد سچے ہین یا وہ عدول ہین سچے سو یہ تو حق
مدعی کا اعتراف اور اقرار ہو تو قاضی اسکے اقرار پر حکم کرے نہ گواہون پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار ہم یعنی اگر مدعا علیہ دعوی مدعی کا انکار
کرے اور شاہدون کو سچا کہے تو یہ درحقیقت اقبال دعوی ہو تو اب بیان مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہون کی کچھ حاجت نہین اور اسکا انکار سبب
تناقض کے لائق التفات کے نہین واللہ اعلم وفی الجوہرۃ التہذیب بحیلف الشہود فی زماننا لتعذر التزکیۃ اذ المجہول لا یعرف المجہول واقرہ المصنف
ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی بحرالرائق مین ہو تہذیب قلانسی سے کہ قسم دلائی جاوے گواہون کو ہمارے زمانے مین بسبب متعذر ہونے تزکیہ
کے اسواسطے کہ مجہول نہین بتا سکتا مجہول کو اور مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہو پھر اسنے صیرفیہ سے نقل کیا ہو سپرد کرنا حلف کا قاضی کو
یعنے اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدون سے قسم لے اھ تزکیہ کو متعذر کہا سبب غلبہ فسق و فجور کے اور مجہول اول سے مزکی مراد ہو اور مجہول ثانی سے شاہد
یعنے مزکی کی عدالت اس زمانے مین خود مجہول ہو تو وہ شاہد مجہول کو کیا بتاویگا قلت ولا یخفی ان من الاشباہ مین کہتا ہون اور یہ پوشیدہ نہ ہو کہ قول جو
اشباہ سے مذکور ہو چکا ھم کتاب القضا مین قبل تحکیم اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان اپنے قاضیون کو تحلیف شہود کا امر کرے تو علماء پر اسکا نصیحت کرنا فرض
ہو اس طرح کہیں کہ تکلیف نہ دے اپنے قاضیون کو اس امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کرین یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت
کرین انتہی علامہ مقدسی نے بعد ذکر کرنے قول مذکور تہذیب کے کہا کہ یہ امر مخفی نہین کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتمدہ مانند خلاصہ اور بزازیہ کے مخالف ہو کہ شاہد پر
قسم نہین اور یون نہین کوئی کہ سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہو اسواسطے کہ شاہد مجہول ہو مزکی کے مانند غالبا اور مجہول نہیں بتا سکتا مجہول کو کیونکہ ہم یون کہتے ہین
کہ فی الواقع حال اسی طرح ہو لیکن فقیہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جاوے یعنی تفتیش عدالت اور تقوی مین نہایت کد وکاوش کیجاوے تو دائرہ تنگ ہو جاوے اور کوئی
مومن بلا عیب نہ ملے چنانچہ قائل نے کہا ہو ع ومن ذا الذی ترضی سجایاہ کلہا کفی المرء نبلا ان تعد معائبہ کذا فی الطحطاوی یعنی ایسا کون ہو جسکے سب
خصال پسندیدہ ہون مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہو کہ اسکی برائیان گنی جاوین ولہ ان یشہد بما سمع او رأی فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون
من المرئی والاقرار ولو بالکتابۃ فیکون مرئیا اور شاہد کو جائز ہو کہ گواہی دے اسکی جسکو سنے یا دیکھے بیع کے مانند مین اگرچہ بیع بطریق

تعاطی سے ہو تو بیع بالتعاطی منجملہ مرئیات اور مبصرات سے ہوگی اور یا شد اقرار سے اگرچہ اقرار بطریق لکھنے کے ہو تو یہ اقرار منجملہ مبصرات ہوگا ھم یعنی اگر مشہود به
مسموعات سے ہو تو اسکو سنکر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھکر گواہی دینا جائز ہے اور گاہے شئی مسموع اور مرئی دونوں ہوتی ہے وہ باعتبار سے اور بیع کا
انعقاد اگر ایجاب اور قبول سے ہو تو وہ مسموعات سے ہے اور اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے ہے اور تعاطی میں گواہ لینے دینے کی گواہی دیں اور اگر بیع کی گواہی
دینگے تو بھی جائز ہے چنانچہ شہادت بیع میں ہے اور خریداری کی شہادت میں بیان ثمن ضرور ہے اسواسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہیں اور اقرار زبانی مسموعات
سے ہے اور اقرار بالکتابہ مرئیات سے لیکن معلوم رہنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدوں کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہیں ہے گواہی دینا اس
طرح کہ اسنے اقرار کیا حلال نہیں کیونکہ لکھنا کاہے از قسم سیاہی یا قلم کے ہوتا ہے اور اگر کتابت مصدر اور مرسوم ہو اس طرح کہ غائب کو بطریق رسالت
اور پیام کے یوں لکھے کہ اما بعد فلاں علی کذا یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کر ای مخاطب کہ تیرے مجھپر اتنے درم ہیں اور اگر لکھے اور شہود کے روبرو پڑھے
تو انکو اسکے اقرار کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ کاتب نے یہ نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار سے اور اگر شاہدوں کے روبرو لکھا اور کہا اسکو گواہ رہنا اور اگر
انکو اسکا نوشتہ معلوم ہو تو یہ اقرار ہے اور نہیں تو اقرار نہیں اور گونگے کی کتابت تو بالضرور مصدر اور معنون چاہیے اگرچہ غائب کے واسطے اقرار ہو کذا فی الحاوی
وحکم الحاکم والغصب والقتل وان لم یشہد علیہ ولو مختفیا یری وجہ المقر ولفہمہ اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاہد کو اسپر
گواہ نہ کیا ہو گو کہ شاہد اسوقت چھپا ہوا ہو اس طرح پر کہ مقر کا منہ دیکھتا ہو اور اسکا اقرار سمجھتا ہو ھم خلاصہ میں ہے کہ اگر مقر نے کہا میرے اقرار کی جو
تو نے سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے انتہی در صورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہے اور اگر شاہد مقر کو دیکھتے نہوں اور اسکا کلام سنتے ہوں
تو انکو گواہی اسکے اقرار کی دینا حلال نہیں مگر در صورت آئندہ متن کذا فی الطحاوی والا یشہد علی محجب بسماعہ منہ الا اذا تبین القائل بان لم یکن
فی البیت غیرہ لکن لو فسر لا تقبل ورد اور جو شخص دیوار وغیرہ کی آڑ میں ہے اسپر گواہی نہ دے اس سے بات سنکر مگر جبکہ ظاہر ہو جاوے قائل اس طرح کہ
نہو کوئی کوٹھری میں سوائے اسکے لیکن اگر شاہد آڑ کی سماعت کو بیان کریگا تو گواہی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ھم یعنی جبکہ شاہد کوٹھری میں داخل ہوا اور
وہاں ایک مرد کو دیکھا پھر شاہد نکل کر اسکے دروازہ پر بیٹھا اور اس کوٹھری میں کوئی راہ نہیں سوائے دروازہ کے تو اب اس مرد کے اقرار کی گواہی
جائز ہے کذا فی الطحاوی عن الخصاف او یری شخصہا ای القائلۃ مع شہادۃ اثنین بانہا فلانۃ بنت فلان بن فلان ویکفی ہذا للشہادۃ علی الاسم
والنسب وعلیہ الفتوی جامع الفصولین یا شاہد عورت کلام کرنے والی کا جسم دیکھے دو مردوں کی یوں گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلانی ہے فلاں بن
فلاں کی بیٹی اور یہ یعنی دو شخصوں کی خبر عورت کے اسم اور نسب پر گواہی کے واسطے کافی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی جامع الفصولین ھم رویت
شخص کی قید اسواسطے لگائی کہ نقاب دار عورت کی صحت پر اسکا چہرہ دیکھنا شرط نہیں بعض مشائخ کے نزدیک چنانچہ مشر بلالیہ میں ہے اور اگر عورت کا جسم
نظر آوے اور دو مرد شاہد سے کہیں کہ یہ فلانی عورت ہے تو اسکو گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر دو عادل
نام اور نسب عورت مذکورہ کا بتا دیں تو عادلین کو لائق ہے کہ فرع کو اپنی شہادت پر شاہد کریں تا شاہد عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی بالاصالہ دے
کذا فی الطحاوی فرع مسئلہ متعلقہ شارح کافی الجواہر عن محمد لا ینبغی للفقہاء کتب الشہادۃ لان عند الاداء یبغضہم المدعی علیہ فیضرہ جواہر میں ہے محمد بن حسن
کا اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہیں گواہی لکھنا یعنی وثائق پر اسواسطے کہ ادائے شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کریگا انسے تو بغض اسکو ضرر کریگا ھم
وجہ ضرر یہ ہے کہ یہ ناحق بغض ہے اور لوگوں سے جو شرعاً معصوم ہیں یعنی اہل علم کی محبت شرعاً لازم اور تحمل شہادت آخر کار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی
نہ لکھنا خوب ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ اہل علم میں تحمل یا ادائے شہادت متعین نہو وان کان بین الخطین بان اخرج المدعی خطا اقرار المدعی علیہ
فانکر کونہ خطہ فاستکتب فکتب وبین الخطین مشابہۃ ظاہرۃ تدل انہا خط کاتب واحد لا یحکم علیہ بالمال ہو الصحیح خانیۃ وان افتی

قاری الہدایۃ بخلافہ فلا یعول علیہ وانما یعول علی ہذا التصحیح لان قاضی خان من اجل من یعتمد علی تصحیحاتہ کذا ذکرہ المصنف ہنا وفی کتاب الاقرار
واعتمدہ فی الاشباہ اور اگر دو خطوں میں تشابہ ہو اس طرح کہ مدعی اقرار نامہ نکالے مدعی علیہ کے خط سے سو مدعی علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار
کیا سو مدعی علیہ سے آزمایش کے واسطے کچھ لکھایا گیا سو اُسنے لکھا اور حالانکہ دونوں خطوں میں ایسی مشابہت ظاہر ہے کہ دونوں خط ایک ہی کاتب
کے ہیں تو مدعی علیہ پر ثبوت مال کا حکم نہ ہوگا یہی قول صحیح ہے کذا فی الخانیۃ اگرچہ قاری ہدایہ نے اسکے مخالف فتوی دیا ہے یعنی ثبوت مال کا تو اُسپر اعتماد
نہ کیا جائیگا اعتماد تو فقط اس خانیہ کی تصحیح پر ہوگا اسواسطے کہ جن لوگوں کے تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہے اُنمیں سے قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہے اسیطرح
مصنف نے اپنی شرح میں بیان اور کتاب الاقرار میں ذکر کیا ہے اور اسی قول پر اشباہ میں اعتماد کیا ہے ہم مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی
وجہ یہ ہے کہ تشابہ خطوط سے زیادہ تر نہیں کہ مدعی علیہ اقرار کرے کہ یہ میرا خط ہے اور میں نے اُسکو لکھا ہے لیکن مجھپر یہ مال نہیں ہے تو اس اقرار سے مال واجب نہیں
ہوتا تو اسی طرح تشابہ خطین سے بھی واجب نہ ہوگا کذا فی المنح لکن فی شرح الوہبانیۃ لو قال ہذا خطی لکن لیس علیہ ہذا المال ان کان الخط علی وجہ الرسالۃ مصدرا
معنونا لا یصدق ویلزم بالمال ونحوہ فی المنتقی وفتاوی قاری الہدایۃ فراجع ذلک لیکن شرح وہبانیہ میں ہے اگر مدعی علیہ کہے کہ یہ میرا خط ہے لیکن
مجھپر یہ مال نہیں ہے اگر خط بطریق پیام کے مصدر اور معنون ہو تو اسکا انکار مدعی علیہ کی تصدیق نہوگی اور مال اُسپر لازم کیا جائیگا اور مانند اسکے منتقی اور
قاری ہدایہ کے فتاوی میں ہے تو اسکی طرف مراجعت کرو ہم یہ قول ہے قاضی قسطی کا کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یوں لکھے اما بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا
اقرار ہے اسواسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہی ہے جیسے خطاب حاضر سے تو کاتب متکلم قرار دیا جائیگا انتہی لیکن جمہور علماء اسکے خلاف میں ہیں اسواسطے کہ
لکھنا کاتب کے تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر ملخصا ولا یشہد علی شہادۃ غیرہ ما لم یشہد علیہ وقیدہ فی النہایۃ بما اذا سمعہ فی غیر مجلس القاضی
فلو فیہ جاز وان لم یشہدہ شرنبلالیۃ عن الجوہرۃ اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ شخص غیر اسکو اپنی شہادت پر گواہ نہ کرے اور
نہایہ میں اس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہیں سُنے تو گواہی دینا جائز نہیں بدون اُسکے گواہ کرنے کے تو اگر
محکمہ قضا میں اُسکو سُنے تو گواہی دینا درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اُسکو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشرنبلالیۃ عن الجوہرۃ ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ شہادت اب لازم ہے
اور تعلیل اسکی مفید ہے کہ قاضی نے اس شہادت پر حکم کردیا کذا فی الحموی اسواسطے کہ شہادت بدون قضا ملزم نہیں ویخالفہ تصویر صدر الشریعۃ وغیرہ اور نہایہ
کی قید مذکور کے مخالف ہے صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر ہم صدر الشریعہ نے اس مسئلہ کی صورت یوں بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس اداء شہادت کو
سُنا تو اُسکو اُسکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں انتہی تو اگر اسکو قبل قضا پر محمول کیجیے تو منافات مرتفع ہو جاسے کذا فی الطحطاوی وقولہم لا بد من التحمیل
وقبول التحمیل وعدم النہی بعد التحمیل علی الاظہر اور نہایہ کی قید کے مخالف ہے فقہا کا یہ قول کہ ضرور ہے تحمیل سے یعنی گواہ کر دینے سے اور ضرور ہے قبول
تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر ہم قولہم عطف ہے تصویر پر یہ او واضح حاشیہ میں تحمیل مصدر ہے باب تفعیل کا وجہ مخالفت یہ ہے کہ تحمیل اور قبول تحمیل
یہاں حاصل نہیں اسواسطے کہ شاہد عند القاضی نے اسکو گواہ نہیں کیا اور سامع نے اسکو قبول نہیں کیا اور جواب یوں ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا
بمنزلہ قضا کی شہادت کے ہے کذا فی الطحطاوی نعم الشہادۃ بقضاء القاضی صحیحۃ وان لم یشہدہما القاضی علیہ وقیدہ ابو یوسف بمجلس القضاء وہو الاحوط
ذکرہ فی الخلاصۃ ہاں حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہے اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اسپر گواہ نہ کیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے
ساتھ مقید کیا ہے یعنی شہادت حکم کی بلا اشہاد اسوقت صحیح ہے جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا میں سُنا ہو اور اسمیں زیادہ تر
احتیاط ہے کذا فی الخلاصۃ کفی عدل واحد فی اثنا عشر مسئلۃ علی ما فی الاشباہ منہا اخبار القاضی بافلاس المحبوس بعد المدۃ کفایت کرتی ہے
ایک عادل کی خبر بارہ مسئلوں میں چنانچہ اشباہ میں ہے ازانجملہ قاضی کا خبر دینا ہے محبوس کے افلاس میں بعد مدت حبس کے ہم عادل کی

فیما سوا واسطے لگائی کہ مستور العدالت کی خبر اور اسیطرح مستورین کی خبران چیزون مین مقبول نہین خبر ثانی کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک شخص کو
محبوس کیا اُس مال مین جو دوسرے مال کا عوض ہو اور مدعی علیہ نے اپنے افلاس کا دعوی کیا تو اُسکی تصدیق نہ کرے اور مناسب حال مدت تک
اُسکو مقید رکھے پھر جب اس مدت کے بعد شخص عادل اُسکے افلاس کی خبر دے تو اُسکی خبر کو قبول کرے اور اُسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی و التزکیۃ
ای تزکیۃ السر واما تزکیۃ العلانیۃ فشہادۃ اجماعا اور عادل واحد کافی ہے تزکیہ مین یعنی تزکیہ مخفی مین اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہے بالاجماع ھم تو تزکیہ علانیہ
مین وہ شرط ہے جو شہادت مین شرط ہے سوائے لفظ شہادت اور ظاہر اتزکیہ علانیہ مین دو عادل یا ایک عادل اور دو عادل عورتین مراد ہین تنبیہ قاضی کو چاہیے
کہ اسکو مزکی مقرر کرے جو لوگون کے احوال خوب تر جانتا ہو اور لوگون سے اختلاط رکھتا ہو اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہے اور
کون نہین لالچی اور مفلس نہو تا مال پاکر دھوکا نہ کھا دے اور اگر شاہد کے پڑوسی مین یا اہل بازار مین کوئی شخص لائق اعتماد کے نہو تو اسپر تواتر اخبار
معتبر ہوگا یعنی عدالت شہود مین کذا فی الطحطاوی وترجمۃ الشاہد والخصم اور شاہد اور خصم کے ترجمہ مین ایک عادل کافی ہے ھم [illegible]
مترجم کلامہ عربیا بولتے ہین جبکہ متکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے و مترجم کلام غیرہ بولتے ہین جبکہ غیر کے کلام کو دوسری بولی مین تعبیر کرے اور
اسم فاعل ترجمان ہے بفتح تا وضم جیم لغت فصیح مین اور ضمہ تا بھی جائز ہے اور کاہے جیم اور تا دونون کو مفتوح بولتے ہین انتہی امام اعظم رح کے نزدیک
شرط ہے کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو مترجم کی کچھ حاجت نہین اور مترجم کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام
دونون مین واقع ہوا ہے چنانچہ زید بن ثابت بحکم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی سیکھکر عربی مین ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی والرسالۃ
من القاضی الی المزکی والاثنان احوط اور کافی ہے عادل واحد پیام رسانی مین قاضی سے مزکی کی طرف اور دو شخصون کے ہونے مین زیادہ تر احتیاط
ہے ھم اسیطرح مزکی کی پیام رسانی مین قاضی کی طرف عادل واحد کافی ہے وجاز تزکیۃ عبد وصبی و والد اور جائز ہے تزکیہ غلام کا اپنے مولی کے واسطے
اور صغیر کا تزکیہ اور والد کا تزکیہ اپنے ولد کے واسطے وکذا بالعکس کذا فی الطحطاوی وقد نظم ابن وہبان منہا احد عشر فقال اور البتہ ابن وہبان نے
وہبانیہ مین بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسئلہ نظم مین بیان کیے ہین سو یون کہا ہے ۞ وتقبل عدل واحد فی تقوم ۞ وجرح وتعدیل وارش یقدر ۞ اور
مقبول ہے عادل واحد کا کلام قیمت ٹھہرانے مین اور جرح و تعدیل شاہد مین اور دیت مقدر مین ھم یعنی صید حرم کی قیمت ٹھہرانے مین اور تلف کر ڈالنے کی قیمت
مین اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی سو مدعی نے دعوی کیا کہ اسکی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہے کہ اتنی قیمت اسکی نہ تھی
تو اُسکے اثبات قیمت مین عادل واحد کا قول کافی ہے لیکن نصاب صرفہ اس کلام سے مستثنے ہے کہ اسمین دو شخصون کی تقویم ضرور ہے چنانچہ عنایہ مین ہے اور [illegible]
زخمون کی دیت ٹھہرانے مین مثلاً ایک عادل کافی ہے - وترجمۃ والسلم ہل ہو جید ۞ وافلاسہ الارسال والعیب یظہر ۞ اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام ترجمہ مین
اور مسلم فیہ مین کہ وہ عمدہ ہے یا ناقص اور افلاس محبوس مین اور قاضی کی پیام رسانی مین اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہے ھم سلم سے مسلم فیہ مراد ہے یعنے جب
مسلم فیہ حاضر ہوا اور رب السلم اور مسلم الیہ مین اختلاف ہوا اُسکے عمدہ یا ناقص ہونے مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہے اور جبکہ بائع اور مشتری مین
اختلاف ہو عیب مبیع کے اثبات مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہے کذا فی الطحطاوی ۞ وصوم علی ما مر و عند علۃ ۞ وموت اذا الشاہدین یخبر ۞ اور صوم مین
چنانچہ مذکور ہو چکا یا علت ہونے کے وقت اور موت مین جبکہ دو شاہدون کو ایک عادل موت کی خبر دے ھم مذکور ہو چکا کہ ہلال رمضان مین عادل واحد کی خبر
کافی ہے اگر چہ آسمان پر علت نہو مانند ابر اور غبار کے یہ روایت حسن کی اور ظاہر الروایہ یہ ہے کہ بصورت علت مذکورہ عادل واحد کافی ہے اور اگر عادل موت
انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اسکی موت کی گواہی دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی و التزکیۃ الذمی تکون بالامانۃ فی دینہ ولسانہ ویدہ وانہ صاحب یقظۃ
فان لم یعرفہ المسلمون سألوا عنہ عدول المشرکین اختیار اور تزکیہ ذمی کا ہوتا ہے امانت داری سے اُسکے دین اور زبان اور ہاتھ مین اور یہ کہ وہ ہشیار ہے

سہو شہبین ہی کیونکہ اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے ہون تو اسکا حال عادل مشرکین سے دریافت کرین کذا فی الاختیار ھم دین ذمی کی امانت داری یہ کہ
اپنے معتقد اعتقاد شریعت پر محافظ ہو اور زبان کی امانت داری یہ کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانتداری شاید یہ کہ سارق نہو اور بہتر یہ تھا کہ شارح
کہتا کہ اگر نہ پہچانتے ہون تو قاضی عدول کفار سے اسکا حال دریافت کرے چنانچہ مجتبی اور اختیار مین ہی کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط عدل نصرانی ثم اسلم
قبلت شہادتہ وہو کالذمی لا تقبل اولیتہ عدل مین ہی کہ اگر ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہوگیا تو اسکی گواہی مقبول ہی یعنی وہ گواہی جو قبل
اسلام دیچکا ہو اور اگر ذمی نصرانی مست ہوا تو گواہی اسکی مقبول نہین ھم طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ نشا اوسکی انجیل مین حرام ہی تو وہ فاسق ٹھہرا
نصاری کے نزدیک بھی والشہود عن ... خطہ ولم یذکر الحادثہ اور وہ شخص گواہی نہ دے جس نے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اسکو یاد نہین کذا
القاضی والراوی لمشابہتہ الخط للخط اسی طرح قاضی اور راوی حکم نہ دے اور روایت نہ کرے اپنا خط دیکھکر بدون یاد داشت کے کیونکہ مشابہ ہوتا
ایک خط کے دوسرے خط سے ھم خلاصہ یہ ہی کہ ابوحنیفہ نے تینون امور مین تاکید کی ہی لہذا انکے روایت احادیث مین قلت واقع ہوئی باوجود کثرت
سماع احادیث اسواسطے کہ الاصل ... سماعت کی ... ایک حفظ شرط ہو وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی تو امام کے
نزدیک ... تاریخ اور ... بادکرنا ضرور ہو تو اگر ... کی ... کہ یہ میرا خط ہو اور میری مہر ہو تو
گواہی دینا اسکو ... اور اگر ... وہ اسکی گواہی دیکھا تو وہ خط ... کذا فی الفتح ... شہادت کافی نہین ... اور یہی ... عن القنیہ
صاحبین نے اسکو جائز کہا ہی اگر ... اور ... اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر عن المنتقی ... مین ... ہی
کہ صاحب ... نہ کیا ہو ... اپنا نام اور ... مگر ... اسکو گواہی دینا جائز نہین
المنتقی بحر الرائق مین ہی کہ ابویوسف ... قاضی اور راوی کے واسطے جائز کہا ہی ... کے واسطے اور ... کیا ہی ... کتاب ... جب
اسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہی اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگون پر آسان کرنے کے واسطے انتہی اور ظاہر یہ ہی کہ اس شارح ... کلام ... کہ ... اور
جو بحر الرائق مین ہی وہ معلوم ہوچکا اور ... اور زیلعی مین ہی ابو سعود نے کہا ... ہی کہ ابویوسف سے ... ہی کذا فی الطحطاوی
ولا الشہد احد بما لم یعاینہ بالاجماع الا فی عشرۃ علی ما فی شرح الوہبانیۃ اور نہ گواہی دے کوئی اس چیز کی جسکو اسنے معاینہ نہین کیا بالاجماع مگر دس
مسئلون مین بلا معاینہ گواہی درست ہی چنانچہ وہبانیہ کی شرح مین ہی ھم عدم معاینہ سے مراد عدم یقین ہی یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہین ... معاینہ
سے اسکی گواہی نہ دے ... مثال ... کذا فی الطحطاوی منہا العتق والولاء عند الثانی والمہر علی الاصح بزازیہ منجملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہی اور ولاء ابو یوسف
نزدیک ... کذا فی البزازیہ ھم شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ شہادت بسماعت عتق مین بالاجماع مقبول ہی اور سرخسی کے استاد حلوائی نے ذکر کیا
کہ اسمین خلاف ثابت ہی سو ابو یوسف سے جواز منقول ہی تو معتمد عدم قبول ہی عتق مین جیسے ولاء مین عدم قبول معتمد ہی اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ
مین ہی کہ شہادت عتق مین یعنی بسماعت حلال نہین ہمارے نزدیک خلافا للشافعی پھر اسنے حلوانی کا قول مقدم مذکور کیا اور ولاء مین محمد کا کلام ...
اور ظاہر امام کا قول معتمد ہی کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہین اور مہر مین محمد سے دو روایتین ہین اصح یہ ہی کہ مہر تابع ہی نکاح کا یعنی قبول شہادت
بالسماع مین چنانچہ علامہ عبد البر نے اسکو ذکر کیا ہی اور اسی کے مانند ہی بحر الرائق مین ظہیریہ اور بزازیہ اور خزانہ سے اور شرنبلالیہ مین ہی خلاصہ سے کذا فی
الطحطاوی والنسب ھم تو جسنے ایک جماعت سے امام کے نزدیک ... دو عادل سے ... کہ وہ شخص فلان بن فلان ہی تو اسکو
اسکی گواہی دینا جائز ہی اگرچہ اسنے اسکی ولادت اسکے فراش پر نہین دیکھی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی کذا فی الطحطاوی والموت ھم تو جسنے
لوگون سے سنا کہ فلانا شخص مر گیا تو اسکو موت کی گواہی دینا درست ہی اگرچہ اسنے موت کا معاینہ نکیا ہو بزازیہ مین ہی کہ ایک نے عورت کہا کہ

شوہر مر گیا تو اسکو نکاح کر لینا درست ہے اگر مخبر عادل ہو انتہی مجتبیٰ میں ہے کہ اگر انسان کی موت کی خبر آئی سو اسکے اہلوں نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہے تو جائز
نہیں اسکی موت کی خبر دے جب تک شخص معتمد اسکو یہ خبر نہ دے کہ میں نے اسکی موت کا معائنہ کیا اسلئے کہ مصائب کا سبب موت پر مقدم ہو جاتا ہے میں خطائی راہ
یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کے واسطے کذا فی الطحطاوی والنکاح ۶ نکاح ہم تو اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادلوں سے سنے صاحبین کے نزدیک
تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہے عمادیہ میں ہے کہ شہادت بالشہرت اور تسامع نکاح میں جائز ہے تو اگر ایک مرد کو ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھے اور لوگوں سے
سنے کہ فلانی عورت فلانے مرد کی جورو ہے تو اسکو اسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اسنے عقد نکاح کا معائنہ نہیں کیا اور درر میں ہے کہ اگر ایک شخص نے
مرد اور عورت میں اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند میں ہوتا ہے تو گواہی دے کہ وہ اسکی جورو ہے کذا فی الطحطاوی والدخول ہم یعنی جس سے مہر
بذوجہ لینے یہ بھی بالسماع ہو اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہیں چنانچہ عدت اور مہر اور نسب وولایۃ القاضی ۸ ولایت قاضی ہم یعنی جب سنا کہ
فلانا شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اسکو اسکی قضا کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اسنے تقلید سلطان کا معائنہ نہیں کیا بحر الرائق میں معراج سے ہے
کہ امیر قاضی کے مانند ہے تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیے واصل الوقف ۹ اصل وقف ہم یوں گواہی دی کہ یہ وقف ہے فلانے موضع یا فلانی
جماعت پر اور کیا ذکر مصرف کا شرط ہے یا نہیں کافی میں مرغینانی سے مروی ہے کہ ہاں شرط ہے اور خزانہ میں ہے کہ شرط نہیں تو بقول مختار اگر وقف قائم ہو
تو فقیروں کی طرف منصرف ہوگا قیل وشرائطہ علی المختار کما مر فی بابہ اور قول ضعیف میں شرائط وقف کی بھی گواہی بالسماع درست ہے بقول مختار جیسا
مذکور ہو چکا وقف کے باب میں ہم طحطاوی نے کہا اسکو بصیغہ تمریض ذکر کرنا بلا وجہ ہے کیونکہ دونوں قول کی تصحیح ثابت ہے بحر الرائق میں فصول عمادیہ سے ہے
کہ قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے مقبول نہیں انتہی اور مجتبیٰ میں ہے قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقف پر شہادت بالشہرت مقبول ہے
انتہی اور اسپر اعتماد کیا ہے معراج اور فتح القدیر میں واصلہ ہو کل ما تعلق بہ صحتہ وتوقف علیہ والا فمن شرائطہ اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہے جس سے
صحت وقف کی متعلق ہو اور جسپر وقف موقوف ہو اور اگر ایسا نہیں تو وہ شرائط وقف سے ہے ہم تعلق صحت وقف شروط صحت وقف ہے چنانچہ وقف کا
منجز ہونا معلق اور مسلم ہونا اور انجام کار کو اس جہت کے واسطے مقرر کر دینا جو منقطع نہو وغیر ذالک اور جسپر صحت موقوف نہیں جیسے جہات صرف کا
ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن کا فلہ الشہادۃ بذالک اذا اخبرہ بہا بہذہ الاشیاء من یثق الشاہد بہ من خبر جماعۃ لا یتصور تواطئہم علی الکذب
بلا شرط عدالۃ او شہادۃ عدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو انثی وہو المختار ملتقی وفتح تو شاہد کو بسبب تسامع کے گواہی دینا جائز ہے جبکہ ان اشیاء
مذکورہ کی وہ شخص خبر دے جسپر شاہد اعتماد رکھتا ہے اس جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہیں بلا شرط عدالت مخبرین یا دو
عادل کی شہادت سے سوا موت کے کہ اسمیں ایک عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہے کذا فی الملتقی والفتح ہم فتاوی صغری میں مذکور
ہے کہ شہرت کی دو صورتیں ہیں ایک شہرت حقیقی چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اسطرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بلفظ شہادت خبر دیں مگر
موت میں ایک عادل کی خبر کافی ہے بلا لفظ شہادت انتہی مواضع مذکورہ میں باوجود عدم معائنہ بمجرد خبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہے دفع
حرج کے واسطے اور تاکہ تعطیل احکام لازم نہ آوے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ میں ہر شخص حاضر نہیں ہوتا سوا خواص کے کیونکہ نکاح میں ہر شخص موجود نہیں ہوتا اور دخول
زوجہ میں کوئی واقف نہیں ہوتا اور اسیطرح موت کو ہر شخص معائنہ نہیں کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہے سو وہاں کوئی موجود نہیں ہوتا سوا دائی جنائی کے اور
قضا تقلید سلطان ہے سو اسکو کوئی معائنہ نہیں کرتا سوا وزیر وغیرہ خواص کے اور اسیطرح وقف سے وہ احکام متعلق ہوتے ہیں جو علی مر الدہور باقی رہتے ہیں تو
اگر ان امور میں تسامع مقبول نہو تو بڑا حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہو جاویں کذا فی الحموی اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت میں کافی ہے نہ قضا
کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کے وقت ایک ہی شخص موجود ہو تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی

پھر جو دونوں مل کر قاضی کے سامنے گواہی دیں تو قاضی انکی شہادت پر حکم کرے گا کذا ذکرہ ابو السعود وقید الشارح بہ بانہما بان لا یکون الخبر منہما کوارث وموصی لہ اور شارح
وہبانیہ نے خبر موت میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ متہم نہ ہو جیسا کہ وارث میت کا اور جسکے واسطے میت کی وصیت کی ہے وجہ تہمت یہ ہے کہ وارث شاید اسواسطے موت کی
سوت بیان کرتا ہو کہ اسکا مال جلدی وراثت کے حاصل کرے (و) من فی یدہ شیء سوی رقیق علم رقہ والصغیر یعبر عن نفسہ والا فہو کمتاع لک ان تشہد بہ انہ لہ ان
وقع فی قلبک انہ لہ یعنی اگر کسی شخص کے قبضہ اور تصرف میں کوئی چیز ہو سوا اس رقیق کے جسکی رقیت معلوم ہو اور وہ اپنا حال بیان کر سکتا ہو
اور اگر رقیق صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو وہ متاع اور اسباب کے مانند ہے تو تجھکو اس متاع مقبوض کی یون گواہی دینا درست ہے کہ یہ قابض کی ملک ہے
بشرطیکہ تیرے دل میں یہ بات واقع ہو کہ یہ شے قابض کی ملک ہے [illegible] غلام کے سوا جو چیز [illegible] اسباب سے ہو کسی شخص کے قبضہ اور تصرف
میں ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہ چیز قابض کی ملک ہے تو اسکی ملکیت کی گواہی دینا درست ہے اسواسطے کہ قبضہ اور تصرف ملک کی بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ
جمیع اسباب میں مرجع دلالت قبضہ ہے تو اسی پر اکتفا ہوگی اور صورت اسکی یہ ہے کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبضہ اور تصرف میں دیکھے پھر وہی چیز دوسرے شخص کے
ہاتھ میں دیکھے اور پہلا آدمی اسکی ملک کا مدعی ہو تو دیکھنے والے کو گواہی دینا جائز ہے کہ وہ چیز مدعی کی ملک ہے اور اگر رقیق کبیر ہو کہ اپنی قوت یا حریت
بیان کر سکتا ہے تو بمجرد معائنہ قبضہ اسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہیں اور اگر رقیق ایسا صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو اسباب و متاع کے مانند ہے تو اسکی
ملکیت کی گواہی معائنہ قبضہ سے درست ہے [illegible] جو شارح نے زیادہ کیا کہ علم رقہ [illegible] اور شارح کی [illegible] عبارت [illegible]
[illegible] یعنی جب تک نہ جانے کہ وہ رقیق ہے تو معائنہ قبضہ سے اسکی رقیت کی گواہی نہ دے اور رقیق صغیر میں اسکی رقیت کی گواہی دے [illegible] معائنہ قبضہ
مراد اسکی یہ ہے کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کر سکتا ہے تو اسکی ملکیت کی گواہی نہ دے معائنہ قبضہ سے مگر جبکہ اسکی رقیت معلوم ہو اور یہ مطلب شارح کے کلام
سے نہیں نکلتا تو اگر شارح یوں کہتا (سوی رقیق یعبر عن نفسہ لم یعلم رقہ) [illegible] شہادت قلب [illegible] بالاتفاق شرط ہے
کہ حالت شہادت میں یقین ہونا اصل ہے تو تعذر یقین کے وقت شہادت قلبی کی طرف حاجت ہوگی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہوتا ہے [illegible] گمان ملک کے
دل نے گواہی نہ دی تو ظن حاصل نہ ہوا تو مجرد قبضہ مفید نہ ہوگا لہذا علما نے کہا ہے کہ جب انسان گرانقیمت موتی فاکروب کے ہاتھ میں دیکھے یا کتاب [illegible] جسکے آبا و
اجداد میں کوئی اہل علم نہیں ہوا تو اسکی ملک کی گواہی قابض کے واسطے جائز نہیں تو معلوم ہوا کہ فقط قبضہ کافی نہیں [illegible] اور شاہد کو دو عادل اسکی خبر
دیں کہ چیز مقبوضہ غیر قابض کی ہے تو اگر خبر دیں تو ملک قابض کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہے اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی شرط نہیں مگر جبکہ
تیرے دل میں یہ جم جائے کہ یہ شخص صادق ہے تو اب تجھکو اول قابض کے واسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہیں چنانچہ شامی کے حاشیہ میں ہے [illegible]
یعنی اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی نہ دے تو تجھکو اسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ [illegible] ولو عاین القاضی ذلک جاز لہ
القضاء بہ بزازیہ ای اذا ادعاہ المالک والا لا اور اگر قاضی اسکو یعنی قبضہ اور تصرف کو معائنہ کرے تو اسکو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہے کذا فی
البزازیہ یعنی اسوقت حکم جائز ہے کہ جبکہ مالک اسکا دعوی کرے اور اگر دعوی نہ کرے تو جائز نہیں اور دعوی ملک کی قید میں شارح صاحب بحر کا تابع ہوا ہے
اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع تنافی کی ہے زیلعی کے کلام میں اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام میں زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعائنہ قبضہ جائز نہیں خلافا
للخلاصہ والبزازیہ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعوی پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعوی پر مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس تاویل کی کچھ
حاجت نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے متقدمین اور متاخرین میں متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز ہے اور متاخرین کے نزدیک جائز نہیں
تو خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحطاوی (و) ان فسر الشاہد للقاضی ان
شہادتہ بالتسامع او بمعاینۃ الید ردت علی الصحیح الا فی الوقف والموت اذا فسر او قالا فیہ اخبرنا بہ من نثق بہ تقبل

علی الاصح خلاصہ اور اگر شاہد بالتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اسکی گواہی تسامع سے ہے یا معائنہ قبض سے تو گواہی بقول صحیح مردود ہوگی مگر وقف اور موت میں جبکہ دونوں شاہد بیان کریں اور یوں کہیں کہ ہمکو وقف یا موت کی خبر دی ہے ایسے شخص نے جسکا ہمکو اعتبار ہے تو بقول صحیح گواہی مقبول ہوگی کذا فی النھایۃ ملتقطاً ہم صحیح کہا علما نے فرمایا ہے کہ شاہد کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی دے اور اسکی تفسیر نہ کرے یعنی تسامع یا معائنہ قبض مذکور نہ کرے بل فی العزمیۃ عن الخانیۃ معنی التفسیر ان یقولا شہدنا لانا سمعنا من الناس اما لو قالا لم نعاین ذلک ولکنہ اشتہر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوہبانیۃ وغیرہ بلکہ درر کے حاشیہ عزمی زادہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت بالتسامع یہ ہے کہ شاہد یوں کہیں کہ ہم نے گواہی دی اسواسطے کہ نکاح وغیرہ کو لوگوں سے سنا اور اگر یوں کہیں کہ ہمنے اسکو معائنہ نہیں کیا لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو صحیح امور میں شہادت بالتسامع جائز ہے اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ہم شہرت اور سماع من الناس میں فرق یہ ہے کہ شہرت وہ ہے جو سب لوگوں میں مشہور ہو یا اکثر میں اور سماع من الناس میں یہ بات حاصل نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم

باب القبول وعدمہ

ای من یجب علی القاضی قبول شہادتہ ومن لم یجب لا من یصح قبولہا اولا یصح لصحۃ شہادۃ الفاسق مثلاً کما حققہ المصنف تبعاً لیعقوب باشا وغیرہ یہ باب ہے قبول شہادت اور عدم قبول میں یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کسکی واجب نہیں نہ یہ کہ کسکی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کسکی نہیں بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلاً اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق مذکور ہے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں باتباع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہے تحقیق (تقبل من اہل الاھواء) ای اصحاب بدع لا تکفر کجبر وقدر ورفض وخروج وتشبیہ وتعطیل وکل منہم اثنا عشر فرقۃ فصاروا اثنین وسبعین مقبول ہوگی گواہی اہل ہوی کی یعنی اہل بدعات کی جو سبب کفر نہیں چنانچہ جبر اور قدر اور رفض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان چھ مذہبوں سے بارہ فرقے ہیں تو اہل بدعات کے بہتّر فرقے ہوگئے ہم ہوی عبارت ہے خواہش نامذموم سے اور اہل ہوی ایک فرقہ معین نہیں بلکہ جو مخالف سنت کے ہے بتاویل فاسدہ وہ اہل ہوی ہے مغرب میں ہے کہ اہل ہوا وہ لوگ ہیں جو طریقہ اہل سنت اور جماعت سے پھر گئے ہیں اور اہل قبلہ ہوں یعنی آپکو مسلمان کہتے ہوں ہم انکی گواہی اسواسطے مقبول ہوگی کہ انکا فسق اعتقادی ہے اور جہت میں اسکو نہیں ڈالا مگر اسکی تدین اپنی اپنے نزدیک حق جان کر اسنے بہ جہت اختیار کی بخلاف فسق من حیث التعاطی کے انتہی یعنی فاسق اعتقادی متہم بہ کذب نہیں بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متہم بکذب ہے لہذا اسکی گواہی مقبول نہیں جبریہ وہ فرقہ ہے جو قدرت عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ ہے جو حق تعالیٰ کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہے اور رافضی فرقہ مشہور ہے اور خارجی وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کو کافر کہیں معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہیں جو خالق میں مخلوق کی صفات ثابت کریں اور قہستانی میں عوض اسکے مرجیہ کا ذکر ہے مرجیہ وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کیساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور اہل تعطیل اور معطلہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالیٰ کی ذات پاک کو صفات سے خالی اعتقاد کرے قہستانی نے کہا کہ اہل ہوی میں سے جنکی تکفیر ثابت ہے چنانچہ مجسمہ اور خوارج اور غلاۃ روافض اور خلق قرآن کے قائل ہیں ہم انکی شہادت ہمیں مقبول نہیں انتہی تو شارح نے ان فرقوں کو اہل ہوی کے بیان میں شمار کیا ہے نہ یہ کہ ان سب فرقوں کی گواہی مقبول ہے چنانچہ کلام بحر الرائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ مجمول ہوی چھ ہیں پھر شارح کے مانند فرق ستہ کو ذکر کیا کذا فی الطحطاوی بتصرف (الا الخطابیۃ) صنف من الروافض یرون الشہادۃ لشیعتہم ولکل من حلف انہ محق فردہم لا لبدعتہم بل للتہمۃ الکذب ہم لم یبق لمذہبہم ذکر پھر اہل ہوی کی گواہی مقبول ہے سوا خطابیہ کے کہ وہ ایک قسم ہے روافض سے جائز جانتے ہیں گواہی اپنے شیعوں کے واسطے اور اس شخص کے واسطے جو قسم کھالے کہ میں حق پر ہوں تو انکی شہادت کا مردود ہونا انکی بدعت کے سبب سے نہیں بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہے اور اسکے مذہب کا ذکر باقی نہیں رہا کذا فی البحر انتہی اس مذہب والا کوئی باقی نہیں رہا خطابیہ منسوب ہے ابو الخطاب محمد بن وہب اجدع یا محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کی طرف ابو الخطاب کوفہ میں حج کا

اور عیسیٰ ابن موسیٰ بن علی بن عبداللہ بن عباس سے لڑا اور امام جعفر صادق کی اطاعت کی طرف دعوت کی اور یہ دعویٰ کیا کہ علی نقی خدا اکبر ہیں اور جعفر صادق خدا اصغر
کوفہ میں سولی دیا گیا خطابیہ کی رد شہادت فقط بایں سبب اس واسطے نہیں کہ فسق عن الاتی تکفیر کے نہیں ہے بلکہ اپنے رئیس کی مانند اعتقاد رکھتے ہیں کذا فی الطحطاوی
ومن الذمی لو عدلا فی دینہ جوہرہ علی مثلہ الا فی خمس مسائل علی ما فی الاشباہ اور ذمی کی گواہی اسکے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگر ذمی عادل ہو اپنے دین میں
کذا فی الجوہرہ مگر پانچ صورتوں میں ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں چنانچہ اشباہ میں ہے منجملہ مسائل خمسہ ایک یہ ہے کہ دو نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہوجانے کی گواہی
دیں اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہیں الا نصرانیہ کے اسلام پر گواہی مقبول ہوگی اور اسکے اسلام لانے پر سبب دعویٰ کیجاوے گی ہے جبکہ دو ذمی نصرانی میت پر گواہی دیں اور وہ مسلم کا
مدیون ہو اور ترکہ اوا دین کو نہ کفایت کرتا ہو ہے جبکہ ذمی کی خبر پیش کرے گواہی دیں اور مسلم منکر ہے ہم جبکہ چار ذمی گواہی دیں نصرانی پر کہ اسنے عورت مسلمان سے زنا کیا
مگر وہ عورت اسکی منکر ہے مسلمان نے ایک غلام کا دعویٰ کیا جو کافر کے پاس ہے اور دو کافر نے گواہی دی کہ وہ اسکا غلام ہے اور فلاں مسلم قاضی نے اسکا حکم دیا ہے
وتبطل باسلامہ قبل القضاء وکذا بعدہ لو بعقوبۃ کقود بحر اور باطل ہوجاتی ہے ذمی کی گواہی اسکے مسلمان ہوجانے سے قبل قضا کے اور اسی طرح بعد قضا بھی باطل ہوجاتی ہے اگر
عقوبت کی گواہی ہو جیسے قصاص کذا فی البحر اگر ذمی مشہود علیہ مسلمان ہوجاوے تو گواہی باطل ہوجاوے گی کیونکہ اگر اسکی گواہی پر حکم دے تو لازم آتا ہے مسلمان پر حکم کرنا کافر کی
گواہی سے اور یہ جائز نہیں ہے ان اختلفا ملۃ کالیہود والنصاری ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگرچہ شاہد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو چنانچہ یہود اور نصاری اس واسطے
کہ کل کفر ملت واحدہ ہے والذمی علی المستامن لا عکسہ اور مقبول ہوگی ذمی کی گواہی مستامن پر نہ بالعکس یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں ہے کیونکہ ذمی افضل ہے
مستامن سے اس واسطے کہ دارالاسلام میں رہتا ہے ولا مرتد علی مثلہ فی الاصح اور نہ مرتد کی گواہی مقبول ہے ویسے دوسرے مرتد پر بالقول الاصح وقبل حربی علی مستامن مثلہ
مع اتحاد الدار لان اختلاف دارہما یقطع الولایۃ کما یمنع التوارث اور مقبول ہے مستامن کی گواہی ویسے دوسرے مستامن پر ایک ملک میں رہنے کے
ساتھ یعنی جبکہ دونوں ایک ہی ملک کے رہنے والے ہوں اس واسطے کہ دونوں کا ملک مختلف ہونا قاطع ولایت ہے جیسے توارث کا مانع ہے مثلاً ایک مستامن روم کا
اور دوسرا حبش کا اور دونوں دارالاسلام میں ہوں تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہیں اسی طرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہ ہوگا اور ملک کا مختلف ہونا ہے باعتبار
اختلاف سلطنت وحکومت کذا فی البحر وتقبل من عدو بسبب الدین لانہا من التدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لا یامن من التقول علیہ کما مر اور مقبول ہے گواہی
دشمن دینی کی اس واسطے کہ عداوت دینی بسبب دینداری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اسمیں اطمینان نہیں دروغ گوئی سے چنانچہ آگے آویگا اسی باب میں ہم
لیتے عداوت دینی جبکہ ہو سبب کمال دینداری اور عدالت کے اس واسطے کہ عداوت کا سبب واجب ہوتی ہے اس طرح پر کہ ایک شخص کو مرتکب خلاف شرع دیکھے اور اسکے
منع کرنے سے وہ باز نہ رہے ولذا شہادت مسلم کی کافر پر مقبول ہوا کرتی ہے باوجودیکہ دونوں میں عداوت دینی ہے کذا فی الحموی واما الصدیق لصدیقہ فتقبل الا اذا کانت
الصداقۃ متناہیۃ بحیث یتصرف کل فی مال الآخر قنیۃ وعزاہا فی معین الحکام اور دوست کی گواہی دوست کے واسطے مقبول ہے مگر جبکہ دوستی نہایت
مرتبہ ہو اس طرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے دوست کے مال میں تو مقبول نہیں چنانچہ مصنف فتاوی میں ہے معین الحکام کی طرف منسوب ومن ارتکب
صغیرۃ بلا اصرار ان اجتنب الکبائر کلہا وغلب صوابہ علی صغائرہ درر وغیرہا قال وہو معنی العدالۃ اور مقبول ہے گواہی اسکی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا اصرار بشرطیکہ
جمیع کبائر سے پرہیز کرتا ہو یا صواب اسکا غالب ہو اسکے صغائر پر یعنی خطا پر کذا فی الدرر وغیرہا صاحب درر نے کہا اور یہی مذکور معنی عدالت ہے ہم تو اگر گناہ صغیرہ پر
اصرار کرے یا اسکا کرنے سے خوش ہو یا اسکو ہلکا جانے یا عالم ہو اور لوگ اسکی پیروی کرتے ہوں تو وہ صغیرہ ایک کبیرہ ہوگیا فتح القدیر میں کہا بہتر قول وہ ہے جو بزدوی
سے تفسیر عادل میں یوں منقول ہے کہ کبیرہ گناہ نہ کرے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور پردہ پوشی اکثر ہو پردہ دری سے اور صواب اسکا اکثر ہو خطا سے اور مروت
اسکی ظاہر ہو اور مستعمل صدق ہو اور مجتنب کذب ہو باعتبار دیانت اور مروت کے قہستانی نے کہا کہ جو مجتنب ہو کبائر سے اور سو نیکیاں کریں اور ہزار گناہ صغیرہ
تو وہ عادل ہے اور اگر ایک نیکی کرے اور دو گناہ صغیرہ تو وہ عادل نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ کل فعل یرفض المروۃ والکرم واقرہ ابن کمال او

خلاصہ میں ہے کہ جو فعل کہ مروت اور کرم کو چھوڑا دے وہ کبیرہ گناہ ہے اور ثابت کیا ہے اس قول کو ابن کمال نے ہم فتح القدیر میں اسپر اعتراض کیا ہے کہ یہ قول
مستبعد اور صحیح نہیں لہذا محشی نے کہا کہ ترک مروت و کرم کبیرہ نہیں ہو سکتا مگر من حیث منع شہادت کذا فی الطحطاوی قال ومتی ارتکب کبیرۃ سقطت عدالتہ
ابن کمال نے کہا اور جبکہ مسلم مرتکب کبیرہ کا ہوا اسکی عدالت ساقط ہو گئی ہم حموی نے کہا اگر زوال عدالت کا اُسوقت حکم ہوگا جبکہ کبیرہ مرتبہ ظہور میں
پہونچے واما شرب المحرم ... اوریان شرط ہے او قہستانی میں خلاصہ سے ہے کہ فتنا یہ ہے کہ کبائر کے امر سے مجتنب ہو تو اگر ایکبار مرتکب کبیرہ ہوا تو اسکی
شہادت مقبول ہے ومن اقلف لو من عذر والا لا وبہ ناخذ بحر اور غیر مختون کی گواہی مقبول ہے اگر ترک ختنہ عذر سے ہو اور اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہیں
اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر ہم عذر یہ کہ ختنہ ترک کرے اپنی جان کے تلف ہو جانے سے اور جیسے اسکی شہادت مقبول ہے ویسے ہی اسکی
امامت بھی صحیح ہے اور ختنہ کے وقت میں اختلاف ہے خلاصہ میں کہا مختار یہ ہے کہ ابتداء وقت ختنہ سات برس ہیں اور آخر وقت بارہ برس ہیں کذا فی
المنح والا سمعونه والمشہور من الشتم الانبیاء کفر ابن کمال اور خوش طبعی اور ہنسی کرنا ساتھ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہے ذکرہ ابن کمال وخصی واقطع
اور گواہی مقبول ہے خوجہ اور دست بریدہ کی ہم اسواسطے کہ خوجہ کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کہ یکا ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے اور جسکا ہاتھ چوری میں کاٹا گیا
اسکی گواہی اُسوقت مقبول ہے جبکہ وہ عدل ہو کذا فی الطحطاوی وولد الزنا ولو بالزنا خلافا لمالک اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہے اگرچہ وہ زنا کی گواہی
دے بخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم اسواسطے کہ فسق والدین فسق ولد کا موجب نہیں جیسے کفر والدین کذا فی المنح وخنثی کانثی لو مشکلا والا فلا اشکال اور
خنثی عورت کے مانند ہے اگر خنثی مشکل ہو اور اگر خنثی مشکل نہو تو کچھ اشکال نہیں ہم شرنبلالیہ میں ہے کہ خنثی مشکل جمیع احکام میں عورت کے مانند ہے انتہی تو اسکی
گواہی دوسری عورت کے ساتھ برابر ایک مرد کے ہوگی اور اگر خنثی مشکل نہو یعنی اگر علامت مردی غالب ہے تو اسکا مرد کا حکم ہے اور نہیں تو عورت کا وعتیق
لمعتقہ وعکسہ لانتفاء التہمۃ لما فی الخلاصۃ شہدا بعد عتقہما ان الثمن کذا عند اختلاف البائع والمشتری لم تقبل لجرہما النفع باثبات العتق اور غلام آزاد کی گواہی
آزاد کرنے والے کے واسطے اور آزاد کرنے والے کی گواہی غلام آزاد کے واسطے مقبول ہے مگر بسبب تہمت کے مقبول نہیں ہے اسلئے کہ خلاصہ میں ہے کہ بائع اور مشتری کے
اختلاف ثمن کے وقت دو غلاموں نے اپنے آزاد ہونے کے بعد یہ گواہی دی کہ ثمن اتنا تھا تو گواہی قبول نہوگی بسبب کھینچنے منفعت کے اثبات عتق سے ہم جر منفعت
کی وجہ یہ ہے کہ اگر دونوں کی شہادت نہوتی تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاتے اور بیع فسخ ہو جاتی تو عتق باطل ہوتا عتیق کی گواہی معتق کے واسطے اسواسطے
مقبول ہے کہ شریح نے قنبر کی گواہی علی مرتضی کے واسطے قبول کی تھی اور قنبر انکے غلام آزاد تھے کذا فی الطحطاوی ولاخیہ وعمہ ومن محرم رضاعا او صہاۃ
الا اذا اشتدت الخصومۃ وخاصمہ علی ما فی القنیۃ اور مقبول ہے گواہی بھائی کی اپنے بھائی کے واسطے اور بھتیجے کی اپنے چچا کے واسطے اور محرم رضاعی یا سسرالی
رشتے کے محرم سے گواہی قبول ہے مگر جبکہ نہایت جھگڑا ہوا اور شاہد جھگڑتا ہو مدعی کے ساتھ تو گواہی مقبول نہیں چنانچہ قنیہ میں ہے ہم محرم رضاعی جیسے
رضاعی بیٹا اور سسرالی رشتے کے محرم جیسے خوشدامن اور زوجہ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور دادا دادی سوتیلی ماں اور بہو شخاص کو ان کی گواہی اسواسطے درست ہے
کہ املاک ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے مال میں تصرف نہیں کرتا تو محل تہمت نہیں ہے بخلاف شہادت قرابت ولاد لیکن جبکہ شاہد مدعی کے
ساتھ خصومت کرتا ہے تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ وہ اپنے مدعی علیہ کا گویا مخاصم ہو گیا وفی الخزانۃ تخاصم الشہود والمدعی علیہ تقبل لو عدولا اور خزانہ
میں ہے کہ تخاصم شہود اور مدعا علیہ میں گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہوں ہم یہ قول قنیہ کے ظاہرا مخالف ہے صاحب بحر نے توفیق بین القولین کے
واسطے اسکو عدم مساعدت مدعی پر محمول کیا ہے یا عدم کثرت مساعدت پر واللہ تعالی اعلم ومن کافر علی عبد کافر مولاہ مسلم او علی وکیل حر کافر
موکلہ مسلم لا یجوز عکسہ لقیامہا علی مسلم قصدا وفی الاول ضمنا اور مقبول ہے گواہی کافر سے اس غلام کافر پر جسکا مولی مسلم ہے یا اس وکیل حر کافر
جسکا موکل مسلمان ہے نہیں جائز ہے اسکے بالعکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصداً اور اول میں قیام شہادت ضمناً نہ قصداً او

ضمنا جائز ہے قصدا مہ بالعکس یعنی گواہی دے کافر اس مسلمان غلام پر جسکا مولی کافر ہے کذا فی الطحطاوی و تقبل علی ذمی میت وصیہ مسلم ان لم یکن علیہ دین لمسلم بحر اور مقبول ہے گواہی کافر کی اس ذمی میت پر جسکا وصی مسلمان ہے بشرطیکہ میت پر کسی مسلمان کا دین نہو کذا فی البحر وفی الاشباہ لا تقبل شہادۃ کافر علی مسلم الا تبعا کما مر او ضرورۃ فی مسئلتین فی الایصاء شہد کافران علی کافر انہ اوصی الی کافر واحضر مسلما علیہ حق للمیت وفی النسب شہدا ان النصرانی ابن المیت فادعی علی مسلم بحق وہذا استحسان ووجہہ فی الدرر اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں مگر کافر کے تابع ہو کر جیسا کہ مذکور ہو چکا مسلم کی گواہی جسکا کافر ہیں یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلون میں وصیت کرنے میں جیسا کہ دو کافرون نے ایک کافر پر یہ گواہی دی کہ اسنے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اس مسلم کو حاضر کیا جس پر میت کافر کا حق ہے اور نسب میں بضرورت مقبول ہے جیسا کہ دو کافرون نے گواہی دی کہ یہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اسنے مسلم پر میت کا دعوی کیا اور یہ استحسان ہے اور وجہ استحسان درر میں مذکور ہے ہم وجہ استحسان یون ذکر ہے کہ مسلمین نصاری وغیرہم کفار کی موت میں موجود نہیں ہوتے اور وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت نسب کا سبب نکاح ہے اور اہل اسلام کفار کے نکاح میں نہیں ہوتے تو اگر نصاری کی شہادت اثبات مسلم پر اثبات ایصا میں جو موت پر مبنی ہے اور نسب میں جسکی بنا نکاح پر ہے مقبول نہو تو وہ حقوق ضائع ہو جاوین جو ایصا سے متعلق ہیں تو گواہی بضرورت مقبول ہے جیسا یہ کی گواہی بضرورت مقبول ہے انتہی شرنبلالی نے کہا کہ ظاہر قبول شہادت اس صورت میں ہے جبکہ مسلم دین کا مقر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہ نصرانی میت پر گواہی ہے اور اگر مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیون کی گواہی اسپر کیونکہ مقبول ہوگی اور صورت نسب کا بھی یہی محمل ہے جبکہ مسلم دین کا مقر و نسب کا منکر ہو کذا فی الطحطاوی والعمال للسلطان اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے ہم عمال بضم عین وتشدید میم عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہیں جو حقوق واجبہ مثل خراج وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہیں یہی قول ہے جمہور کا اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہیں کیونکہ بعضے اصحاب کبار عامل تھے کذا فی الطحطاوی الا اذا کانوا اعوانا علی الظلم فلا تقبل شہادتہم لغلبۃ ظلمہم کرئیس القریۃ والجابی والصراف والمعرفین فی المراکب والعرفاء فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العہد والوکلاء المفتعلۃ والصکاک وضمان الجہات کمقاطعۃ سوق النخاسین حتی حل لعن الشاہد لشہادتہ علی باطل فتح وبحر مگر جبکہ عمال سلطانی ظلم وستم کے مددگار ہوں تو انکی گواہی مقبول نہیں بسبب غلبہ ظلم کے جیسے رئیس قریہ یعنے زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب اسکی ستمگاری کے اور خراج جمع کرنیوالے کی یعنے جو ظلم سے خراج جمع کرے اور صراف کی اور جہازون کے معرف کی یعنے جو تجار اہل جہاز اور مشتریون سے شناسائی کرواتے ہیں اور جمیع اقسام اہل حرفہ کے چودھری اور مہترون کی اور اسکی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹ کے وکیلون کی اور قبالہ نویسون کی اور جہات کے ضمانت دارون کی گواہی مقبول نہیں مانند ان لوگون کے جو ٹھیکہ بردون کی بازار کو یا نخاس کی بازار کو بطور مقاطعہ حاکم سے لیتے ہیں یہان تک کہ شاہد پر لعنت کرنا حلال ہے بسبب اسکی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح والبحر ہم صراف سے وہ صراف مراد ہے جسکے پاس لوگ اپنا مال رکھا دیں اور وہ خوشی سے رکھے اور عرفا سے مراد پیشہ ورون کے رئیس اور محضر قضاۃ عہد کی گواہی بسبب رشوت خواری اور عدم مروت کے مقبول نہیں اور وکلاء مفتعلہ سے شاید وہ لوگ مراد ہیں جو دعاوی اور خصومات میں ذمہ دار ہو جاتے ہیں تو انکی گواہی بسبب قلت مبالات اور رشوت خواری کے مقبول نہیں اور انکو مفتعل اسواسطے کہا کہ لوگ انکی حیلہ سازی اور حیلہ بازی سے اپنی غرض میں اعانت چاہتے ہیں اور توکیل حقیقی کا قصد نہیں کرتے اور صکاک بضم صاد و تشدید جمع ہے صکاک کی بفتح صاد کی یعنے کاتب شروط و قبالہ نویس انکی گواہی اسواسطے مقبول نہیں کہ وہ لکھتے ہیں کہ فلانے نے خرید کیا اور بیچا اور قبضہ ور کیا ہوا اور مبیع پر قبضہ کیا اگرچہ امور مذکورہ واقع نہون اور کتابت مانند تکلم کے ہے لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کرکے لکھتا ہو تو مقبول الشہادۃ ہے اور ضمان بضم ضاد معجمہ و تشدید میم جمع ہے ضامن کی فتح القدیر میں ہے اور گواہی مقبول نہیں اسکی جو اقرار باطل پر گواہی دے مانند اسکے جو سوق نخاسین کو بطور مقاطعہ کے

لیتا ہے یا اسکے مثل ہے گواہی لکھتا ہے مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دین تو انپر لعنت کرنا حلال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہے سو کیا حال ہے ان لوگون کا سبا شر حق الطلب
سے بعض ان جہات اور اجارات متقادمہ پر گواہی دیتے ہین انتہے نخاسین بخاسے مہا ہے اور یہ لفظ کتب ہین نخاسے بجیم جمع نخاس یعنی بائع دواب ثقات
کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ امیر کبیر ادعی فشہد لہ عمالہ ونوابہ ورعایاہم لا تقبل کشہادۃ المزارع لرب الارض اور وہبانیہ مین ہے امیر کبیر نے دعوی کیا
سو اسکے عمال اور نواب نے اور عمال کی رعایا نے اسکے واسطے گواہی دی تو مقبول نہین جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق مین مقبول نہین ہم
عمال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب ستمگاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہین وقیل اراد بالعمال المحترفین ای بحرفۃ لا یلیق بہ وہی حرفۃ
ابائہ واجدادہ والا فلا مروۃ لہ ومن لا مروۃ لہ فلا شہادۃ لہ لما عرف فی حدہا انتہی فتح واقرہ المصنف اور بعضون نے کہا کہ عمال مقبول الشہادت سے پیشہ ور مراد
ہین یعنے وہ پیشہ جو اسکے لائق ہے یعنے جو پیشہ ور کے باپ دادون کا پیشہ ہو اور اگر اسکا پیشہ نالائق ہے یا باپ دادا کے مخالف تو اسمین پیشہ ور مین
مروت اور جوانمردی نہین اگر اسکا پیشہ رذیل اور ذلیل ہے تو اسکی گواہی بھی جائز نہین اسواسطے کہ مروت کا دخل ہونا حد عدالت مین معلوم ہو چکا
کذا فی الفتح اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم فتح القدیر مین ہے کہ ترک مروت مسقط عدالت ہے مروت کی تعریف مین بعضون نے
یون کہا کہ انسان ایسا فعل نہ کرے جس سے اسکا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گھٹ جاوے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہے ترک ذیل کام حفظ لسان اور ہر کی
فعل کے اجتناب سے اور ہر خلق دنی کے ارتفاع سے انتہی لا تقبل من الاعمی ای لا یقضی بہا ولو قضی صح وعمم قولہ مطلقا ما لو عمی بعد الاداء قبل القضاء وما جاز
بالسماع خلافا للثانی مقبول نہین گواہی اندھے کی مطلقا یعنے اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دیوے اور اگر حکم دیگا تو صحیح ہے اور مصنف کا مطلقا کہنا
عام ہے اس صورت کو کہ شاہد اندھا ہو گیا بعد ادائے شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جسمین شہادت بالتسامع جائز ہے بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک
تسامع کی شہادت جائز ہے ہم عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہ ہے کہ ادائے شہادت مین اشارہ سے تمیز کی حاجت ہے مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان مین
اور اندھا امتیاز نہین کر سکتا مگر آواز سے تو خوف ہے کہ اسکو کچھ خصم تلقین کر دے اسواسطے کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہو جاتی ہے وافاد عدم قبول الاخرس
مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت اخرس کا مطلقا افادہ کیا بطریق اولی ہم گونگے کی گواہی مطلقا مقبول نہین خواہ اسمین شہادت ہو جسمین
تسامع کافی ہے یا اسکے غیر مین خواہ باشارہ ہو خواہ بکتابت اور وجہ افادہ کی وجہ یہ ہے کہ اخرس کو اصلا بیان کی طاقت نہین بخلاف اعمی کے کذا فی الطحطاوی
والمرتد والمملوک ولو مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہین اگرچہ غلام مکاتب یا اسکا نصف یا ثلث آزاد ہو والصبی والمغفل والمجنون الا فی حال
صحتہ اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہین مگر دیوانے کی حالت صحت مین گواہی مقبول ہے ہم محیط مین ہے کہ جو ایک ساعت مجنون ہو جاتا ہو اور دوسری
ساعت ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت مین گواہی دیوے تو مقبول ہے کیونکہ یہ بمنزلہ بیہوشی کے ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ استثنا مجنون سے ہے کذا فی الطحطاوی الا ان
یتحملا فی الرق والتمییز واداء بعد الحریۃ ولو معتقۃ کما مر وبعد البلوغ مگر یہ کہ غلام اور صغیر بالک اور تمیز کی حالت مین تحمل شہادت کرین اور بعد
آزادی اور بلوغ کے ادائے شہادت کرین تو گواہی مقبول ہے اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنے کے حق مین گواہی دے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا بعد
ابصار واسلام وتوبۃ فسق وطلاق زوجۃ لان المعتبر حال الاداء شرح تکملہ اور اسیطرح گواہی اندھے کی مقبول ہے بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام
کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر ادائے شہادت کا حال ہے کذا فی شرح التکملہ ہم عطف اسکا مقتضی
ہے کہ اگر تحمل کے وقت اعمی ہو اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہے حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ بصارت شرط تحمل ہے اور باقی
مسائل ثلثہ مین حکم صحیح ہے کذا فی الحلبی وفی البحر متی حکم بردہا لعلۃ ثم زالت فشہد فیہا لم تقبل الا اربعۃ عبد وصبی واعمی وکافر علی مسلم اور بحر الرائق
مین ہے جب کہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پھر وہ علت زائل ہو جاوے پھر شاہد اسی مقدمہ مین گواہی دے تو مقبول نہوگا

مگر چار شخصوں کی گواہی مقبول ہے بعد رد کے غلام اور صغیر اور اعمیٰ اور کافر کی مسلم پر جو حادثہ اولی کی قید اسواسطے لگائی کہ حادثہ ثانیہ میں اسکی گواہی مقبول
ہے بعد رد شہادت کے عدم قبول کا مطلق ہونا اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم شاہد کی گواہی ایک حادثہ میں رد کرے تو دوسرے حاکم کو اسکی گواہی اس حادثہ میں
قبول کرنا جائز نہیں اگرچہ اسکے نزدیک شاہد عادل ہو منح الغفار وغیرہ میں ہے چار شخصوں کے استثناء سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اور اخرس اور
مغفل اور متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہیں انتہی اور قبول شہادت اعمیٰ بعد رد اسپر محمول ہے کہ تحمل اور ادا شہادت حال بصارت میں ہوا
اور تحمل و ادا کے درمیان نابینائی واقع ہو گئی اور اسی پر شارح کا قول سابق محمول ہے یعنی وکذا بعد الابصار و الاسلام کذا فی الطحطاوی و ادخال الکمال
احد الزوجین مع الاربعۃ سہو اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا احد الزوجین کو اشخاص اربعہ مذکورین کے ساتھ سہو ہے جیسا کہ منح الغفار سے
عنقریب گزرا و محدود فی قذف تم الحد و قیل بالاکثر و ان تاب بشکل ہے فتح لان المردود تمام الحد بالنص اور اسکی گواہی مقبول نہیں جبکہ اسپر پوری حد
قذف جاری کی گئی اور بعضوں کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود فی القذف نے توبہ کی ہو اور ایسی ورع و نیکوکاری ظاہر کرے کذا فی الفتح اسواسطے کہ رد شہادت
منجملہ کمال حد قذف کے ہے بنص قرآنی ثابت ہے قاذف کے حق میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا (والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم
ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا و اولئک ہم الفاسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم) یعنی جو حرامکاری کا عیب
لگاویں محصنات کو پھر چار گواہ نہ لاویں تو انکو اسی کوڑے مارو اور انکی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہیں مگر جن لوگوں نے توبہ کی
بعد اسکے نیکوکاری کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہے انتہی فظاہر عطف ولا تقبلوا علی فاجلدوا یہ دلالت کرتا ہے کہ عدم قبول شہادت حد کے اندر داخل ہے
اسواسطے کہ عدم قبول شہادت اسم اور دردناک ہے کوڑے مارنے کے برابر اور قید تابید اسکی مؤید ہے واللہ تعالی اعلم (والاستثناء منصرف لما یلیہ وہو
واولئک ہم الفاسقون) اور استثناء راجع ہے اپنے متصل جملہ سے وہ جملہ یہ ہے واولئک ہم الفاسقون جو استثنا یعنی الا الذین تابوا راجع ہے واولئک ہم الفاسقون
کی طرف نہ لا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا کی طرف اسواسطے کہ اصل میں ثابت ہو چکا ہے کہ استثناء جبکہ جمل متعاطفہ کے بعد واقع ہو تو اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے
مگر جبکہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو سب کی طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت محاربین میں اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد
توبہ کے مقبول ہے و تمامہ فی الفتح الا ان یحد کافرا فی القذف فیسلم فتقبل وان ضرب اکثرہ بعد الاسلام علی الظاہر بخلاف عبد حد فعتق لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر
حد قذف جاری کی جائے پھر وہ مسلمان ہو جائے تو اسکی گواہی مقبول ہو گی اگرچہ اکثر حد قذف بعد اسکے مسلمان ہونے کے جاری کی جاوے بموجب قول ظاہر الروایت
بخلاف اس غلام کے جسپر حد قذف جاری کی گئی پھر وہ آزاد ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول نہ ہوگی ہم کافر اور غلام میں وجہ فرق یہ ہے کہ کافر فی الجملہ اہل شہادت ہے تو رد کی
رد شہادت منجملہ تمامی حد ہوئی اور اسلام سے دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اسکی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہے بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام
میں رقیت کی حالت میں مطلق شہادت کی اہلیت نہ تھی تو رد شہادت حدوث شہادت پر موقوف رہا پھر جب اس میں اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب
رد شہادت منجملہ اسکی تمامی حد کے ہوئی او یقیم المحدود بینۃ علی صدقہ اما اربعۃ علی زناہ او اثنین علی اقرارہ بہ کما او ہو من قبیل الجلد بحر محدود فی القذف
گواہ قائم کرے اپنی راستگوئی پر اس طرح پر کہ یا چار گواہ لاوے مدعی علیہ کے زنا پر یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کذا فی المنح اسکے زنا کے اقرار پر لاوے
چنانچہ اگر قبل حد کے گواہ لاویگا کذا فی البحر خلاصہ یہ ہے کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی اسکی اب مقبول ہوگی کیونکہ افترا کی
تہمت اسپر سے اب مندفع ہو گئی جو مانع شہادت تھی و فیہ الفاسق اذا تاب تقبل شہادتہ الا المحدود فی القذف و المعروف بالکذب اور بحر الرائق میں ہے کہ
فاسق جبکہ توبہ کرے تو اسکی گواہی مقبول ہے مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے بھی مقبول نہیں ہے مشہور بالکذب کی
اسواسطے گواہی مقبول نہیں کہ اسکا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہیں ہو سکتا بخلاف سائر انواع فسق و شاہد الزور لو عدلا لا تقبل ابدا ملتقط [illegible]

ترجیح قبولہا اور شاہد زور اگر عادل ہو تو اسکی گواہی کبھی مقبول نہیں کذا فی الملتقط لیکن ترجیح قبول شہادت مذکورہ آگے آویگی ہم عادل کی قید ہو اسطے لگائی کہ
غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دے کر توبہ کریگا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی اور شیخ ... نے فقیہ ابو جعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ
مقبول ہے اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی الفتح و صحح حادثۃ تقع فی الحمام کذا لا تقبل شہادۃ الصبیان فیما تقع فی الملاعب ولا شہادۃ النساء فیما تقع فی الحمامات
وان مست الحاجات لمنع الشرع عما یستحق بہ من ملاعب الصبیان وحمامات النساء فکان التقصیر مضافا الیہم لا الی الشرع بزازیہ وشرح وہبانیہ لکن
فی الحاوی تقبل شہادۃ النساء وحدہن فی القتل فی الحمام بحکم الدیۃ کیلا یہدر الدم انتہی فلیتنبہ عند الفتوی وقدمنا قبول شہادۃ المعلم فی حوادث
الصبیان اور مقبول نہیں گواہی بچوں کی اس حادثہ میں جو واقع ہو مجلس اور جگہ کھیلنے میں اور اسی طرح لڑکوں کی گواہی مقبول نہیں اُن حوادث
میں جو الزام لہو و لعب میں واقع ہوں اور نہ عورتوں کی گواہی اس واقعہ میں جو حماموں کے اندر واقع ہو اگرچہ حاجات واقع ہوں بسبب
منع کرنے شرع کے اس فعل سے جسکے سبب سے مستحق حبس کا ہوا اور بسبب ممنوع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات نساء کے تو عدم قبول شہادت میں
تقصیر انہیں کی طرف منسوب ہوئی نہ شرع کی طرف کذا فی البزازیۃ والصغری والشرح ... لیکن حاوی میں ہے کہ فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل
میں قبول ہے بحکم ثبوت دیت تا خون ضائع اور باطل نہ ہو جائے انتہی تو مفتی کو چاہیے کہ فتوی دینے کے وقت خبردار رہے اور ہم نے پہلے ذکر کیا قبول
شہادت معلم کو حوادث صبیان میں ہم عبارت صغری ظاہر اسپر دلالت کرتی ہے کہ اگر بالغ ملاعب اطفال میں حاضر ہو تو اسکی بھی گواہی مقبول نہیں
کیونکہ وہ وہاں جانے سے فاسق ہوگیا اور ... فسق میں گفتگو ہے اس واسطے کہ کہا ہے انسان بقصور بھی قید ہو جاتا ہے اور منع شرعی حق ... ہے مع
النساء میں البتہ ظاہر ہے نہ اطفال میں کیونکہ وہ شرعا مکلف نہیں ہیں کذا فی الطحطاوی والزوجۃ لزوجہا و ہو لہا وجاز علیہا اور مقبول نہیں زوجہ
کی گواہی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی زوجہ کے حق میں اور جائز ہے گواہی زوج کی زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی زوج پر کذا فی الطحطاوی ہم
عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے شریح کا قول روایت کیا کہ جائز نہیں گواہی بیٹے کی باپ کے حق میں اور نہ عورت کی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی اپنی
عورت کے واسطے اور نہ شریک کی اپنے شریک کے واسطے اس چیز میں جو دونوں میں مشترک ہے لیکن غیر مشترک میں جائز ہے اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق میں اور
نہ غلام کی اپنے مولی کے واسطے انتہی لیکن خصاف یعنی ابوبکر رازی نے اپنی سند طویل سے روایت کی عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادۃ الوالد لولدہ
ولا الولد لوالدہ ولا المراۃ لزوجہا ولا الزوج لامراتہ ولا العبد لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمن استاجرہ انتہی کذا فی الفتح الا فی مسئلتین فی
الاشباہ مگر اشباہ کے دو مسئلوں میں زوج کی گواہی زوجہ کی مضرت پر جائز نہیں ہم پہلا مسئلہ یہ کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر تین شاہدوں کے ساتھ
زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ کہ زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ میں فلانے شخص کی لونڈی ہوں اور وہ شخص اسکا دعوی
ہے کذا فی الطحطاوی ولو فی عدۃ من ثلث لما فی القنیۃ طلقہا ثلثا و ہی فی العدۃ لم تجز شہادتہا لہ ولا شہادتہ لہا ولو شہد لہا ثم تزوجہا بطلت خانیۃ فعلم
منع الزوجیۃ عند القضاء لا التحمل ولا ادا واحد الزوجین کی گواہی دوسرے کے حق میں جائز نہیں اگرچہ طلاقات ثلثہ کی عدت میں گواہی واقع ہو اس واسطے کہ قنیہ
میں ہے کہ زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت میں ہے تو جائز نہیں شہادت زوج زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کے واسطے اور اگر گواہی
دی پھر اس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا فی الخانیۃ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ تحمل اور ادا کے شہادت کے وقت ہم شارح کو
مناسب تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ تر واضح ہو جاتی وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور حاکم نے
اسکی گواہی رد نہ کی یہاں تک کہ اسنے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اسکی گواہی نافذ ہے انتہی جیسے زوجیت عند التحمل منع نہ ہوئی تو اگر زوج گواہ
ہوا حالت زوجیت میں اور بعد القضاء عدت اسنے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم ممنوعیت زوجیت حالت ادا میں مسئلہ خانیہ میں مذکور ہو چکی

کذا فی الطحطاوی والفرع لاصلہ وان علا اور مقبول نہین گواہی شاخ کی اپنی جڑ کے واسطے یعنے اولاد کی آبا اور اجداد کے واسطے اگرچہ اصل بعید ہو یعنی دادا پردادا اور
نانا پرنانا ہم دلیل اسکی قول شریح اور حدیث عائشہؓ ہی جو مذکور ہوچکی اور اسواسطے کہ منافع اولاد اور آبا مین متصل ہین تو مثل اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی ولہذا
انکو زکوۃ دینا جائز نہین اور یہی مذہب تھا شریح قاضی کا یہان تک کہ حسن بیٹے کی گواہی جو انھون نے قنبر کے ساتھ علی مرتضیٰ کے حق مین دی تھی شریح نے قبول نہ کی
تو علی مرتضیٰ نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہین سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ حسن اور حسین دو سردار ہین جوانان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہین لیکن آپ سے دوسرا شاہد چاہیے بعض روایت مین آیا ہی کہ علی مرتضیٰ نے انکو قضا سے معزول کیا پھر انکو بحال کیا اور بعضے مین انکا بانقیا
کردیا تو بعضون نے کہا کہ علی مرتضیٰ نے شریح کے قول کی طرف رجوع کیا کذا فی الفتح الا اذا شہد الجد لابن ابنہ علی ابیہ اشباہ مگر جبکہ دادا اپنے پوتے کے حق مین
گواہی دے اپنے بیٹے پر تو گواہی مقبول ہی کذا فی الاشباہ ہم صاحب بحر نے اس گواہی کی صورت مخصوصہ مین ٹھہرایا ہو وہ صورت یہ ہی کہ ایک عورت نکاحی
مدعیہ دعوی کیا کہ لڑکا اسی زوج سے ہو اور زوج منکر ہو تو زوج کے باپ اور اسکے والد نے زوج کے اقرار پر گواہی دی کہ وہ بیٹا اسی عورت سے ہو تو دونون کی
گواہی مقبول ہو اور شرح الفقاریہ وہبانیہ کی شرح عبدالبر سے مذکور ہو کہ خانیہ مین قبول مطلقا منقول ہو بلا تقیید اور اشباہ کہ وہ مقبول ہو کہ بیٹا عزیز تر
ہوتا ہی پوتے سے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہو اسکی صدق کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا کل فی العکس کہ عکس کے تھا کیونکہ شہادت
اصل کی ہی فرع کے واسطے کذا فی الطحطاوی فقال وجاز علی اصلہ الا اذا شہد علی ابیہ لامہ ولو بطلاق ضرتہا والام فی نکاحہ صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہی
گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جبکہ اپنے باپ پر گواہی دے اپنی مان کے واسطے اگرچہ اسکی سوت کے طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ مان اسکے باپ کے
نکاح مین ہی ہم اصل کی مضرت پر اسواسطے گواہی مقبول ہو کہ محل تہمت نہین لیکن صورت مستثنیٰ مین اسواسطے مقبول نہوگی کہ اسمین جر منفعت ہی
مان کے واسطے کذا فی الحموی وفیہا بعد ثمان ورق لا تقبل شہادۃ الانسان لنفسہ الا فی مسئلۃ القاتل اذا شہد بعفو ولی المقتول فراجعہا اور اشباہ مین آٹھ
ورق کے بعد ہی کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے مقبول نہین مگر مسئلہ قاتل مین جبکہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو مراجعت کر
اسکی طرف ہم القاتل کا الف لام جنس کا ہی جو متعدد پر صادق آتا ہی صورت اسکی اشباہ مین یون مذکور ہی کہ تین شخصون نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا پھر
انھین نے توبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہمکو معاف کردیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہین مگر اس طرح کہ انمین سے دو شخص کہین کہ ہمکو معاف کیا
اور اس ایک شخص کو تو اس صورت مین ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق مین گواہی مقبول ہو اور حسن نے کہا کہ سب کے حق مین مقبول ہو انتہی مین
کبریٰ مین ہی کہ فتوی ابو یوسف کے قول پر ہی لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کے واسطے نہوئی بلکہ دو کی گواہی ہوئی تیسرے
شخص کے حق مین ہان مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہوئی بنظر شاہدین کے کذا فی الطحطاوی ملخصا وبالعکس للتہمۃ
اور بالعکس یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق مین مقبول نہین بسبب تہمت کے ہم وجہ تہمت اتصال منافع اصول اور فروع ہی تو گویا اپنے حق مین گواہی
دے والسید لعبدہ ومکاتبہ والشریک لشریکہ فیما ہو من شرکتہما لانہا لنفسہ من وجہ اور مقبول نہین میان کی گواہی اپنے غلام اور اپنے مکاتب کے
حق مین اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق مین اس مال مین جو دونون مین مشترک ہو اسواسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کے واسطے ہی ایک وجہ
فی الاشباہ للخصم ان یطعن بثلثۃ برق وحد وشرکۃ اشباہ مین ہی کہ مدعی علیہ کو جائز ہی کہ شاہد مین طعن کرے تین طرح سے رقیت سے اور حد قذف سے اور شرکت
سے ہم جب مدعا علیہ کہے کہ شاہد غلام ہین تو مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہیے انکی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف مین تو مالکیت پر اقامت بینہ لازم ہو اور اگر
کہے کہ شاہد شریک ہی مدعی کا اور اسپر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہی اور مدعی کے گواہ عدم شرکت پر مقبول نہین ظاہر الروایۃ مین ہی کیونکہ یہ شہادۃ علی النفی
ہی کذا فی الطحطاوی وفی فتاوی النسفی لو شہد بعض اہل القریۃ علی بعض منہم بزیادۃ الخراج لا تقبل الا اذا لم یکن خراج کل ارض معینا او الخراج لا تشاہد وفتاوی نسفی مین ہی کہ

اگر گواہی دی بعض اہل قریہ نے بعض اہل قریہ پر یا دی خراج کی تو مقبول نہیں جب تک کہ ہر زمین کا خراج معین نہو یا شاہد کیواسطے خراج میں منفعت نہو ھم اور اگر خراج ہر ایک کا
معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہی کیونکہ اسمیں جر منفعت اور دفع مضرت نہیں اور اسیطرح جبکہ شاہد کو خراج میں دخل نہو وکذا اہل قریۃ شہدوا علی ضیعۃ
انہا من قریتہم لا تقبل وکذا اہل سکۃ یشہدون لشیء من مصالحہا لو غیر نافذۃ وفی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لا تقبل والا قبلت بلا اخذ شیء تقبل وکذا فی وقف
المدرسۃ انتہی ملخصا اور اسیطرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ انکے گانون میں سے ہی تو مقبول نہیں اور اسیطرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی
دین منجملہ مصالح و منافع سکہ مثلا قطعہ زمین کو کہیں کہ جو راستہ سکے ہیں سے ہی کذا فی الدار اگر یہ تو مقبول نہین بسبب جر منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو
اور کوچہ نافذہ اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اسطرح پر کہ شاہد اس قطعہ زمین میں دروازہ چھوڑنا چاہتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اگر کہیں کہ ہمیں کچھ نہ لینگا
تو گواہی مقبول ہی اور اسیطرح وقف مدرسہ میں گواہی مقبول ہی انتہی یا فتاوی النسفی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم وقف مدرسہ کی شہادت کی قید اسواسطے
لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف میں مقبول نہیں کیونکہ شاہد کا حق ہی مشہود بہ میں تو وہ متہم ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر مسائل مذکورہ میں عدم قبول
شہادت کی وجہ یہی ہی کہ شاہد کا اسمیں فائدہ ہی تو محل تہمت ہی والاجیر الخاص لمستاجرہ مسانہۃ او مشاہرۃ او لازم والتابع والتلمیذ الخاص الذی
یعد ضرر استاذہ ضرر نفسہ ونفعہ نفع نفسہ درر وہو معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقانع باہل البیت ای الطالب معاشہ منہم من القنوع لا من القناعۃ اور
مقبول نہیں گواہی اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصۃ یا اجیر خاص سے
خادم یا تابع یا شاگرد خاص مراد ہی جو اوستاذ کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدرر اور یہی مطلب ہی اس حدیث کا
کہ گواہی نہیں قانع اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش انسے یعنی گھر والوں سے طلب کرے قانع مشتق ہی قنوع بالضم سے یعنی سوال و تذلل نہ قناعت سے
ھم اجیر خاص کی مراد میں اختلاف ہی بقول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہی جو اوستاذ کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاذ کے
ساتھ کھانے اور یہی مراد ہی قانع سے جو حدیث میں مذکور ہی اور بعضون نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار سے اجیر مراد ہی اور حدیث مذکور کا لفظ یہ ہی
حدیث کا جو ابوداؤد میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمر علی اخیہ
وشہادۃ القانع لاہل البیت واجازہا لغیرہم یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور
شہادت قانع کے واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کیواسطے شہادت جائز رکھی کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد میں بعضون نے یون فرق
بیان کیا ہی کہ خادم سے وہ شخص مراد ہی جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہی جو مشہود علیہ کے گھر میں زندگانی بسر کرے بلا خدمت مانند ملازم بیت اور شاگرد سے
اہل صناعت مراد ہیں جو اپنے رئیس و کبیر کے تابع ہون اجیر خاص کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی چنانچہ خیاط اور حداد اور نجار اور نانبائی اور دھوبی کی گواہی مستاجر
کیواسطے مقبول ہی اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہیں مگر اپنے عمل سے تو جب وہ اجارہ سے کسی چیز کا مستوجب نہوا تو تہمت باقی نرہی بخلاف اجیر خاص کے کہ اسکے منافع
مستاجر کے مستحق ہیں لہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہیں کر سکتا ماہرین اور ان تو اگر اسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم آوے کیونکہ اسکی شہادت بھی منجملہ اسکے
منافع کے ہی تو مستاجر کی تجارت وغیرہ میں مقبول نہیں انتہی ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر والاستاذ لہ اور مفاد حدیث مذکور کا یہ ہی کہ مستاجر اور استاذ کی گواہی اجیر خاص و شاگرد کیواسطے
قبول ہی یعنی اسواسطے کہ وہ اسکا محتاج نہیں بخلاف اجیر خاص کے ھم کذا فی فتح القدیر میں مذکور ہی ومخنث بالفتح من یفعل الردی ولوی المخنث کی گواہی مقبول نہیں مخنث بفتح نون
وہ ہی جو نالائق فعل کرے اور روایت کرے ھم نالائق فعل کرے یعنی عورتونکے افعال کرے یعنی عورتون کا سا سنگار کرے اور قول اور فعل میں انکے ساتھ مشابہت کرے نعلی مشابہت
محل تہمت ہوا اور قولی مشابہت یہ کہ عورت کی طرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضون کے نزدیک مخنث قولی یا فعلی مشابہت کافی ہی سنن ابوداؤد میں
ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء یعنی لعنت کرے اللہ مردون میں مخنثون پر

اور عورتوں میں سے اُن عورتوں پر جو مردوں کیساتھ مشابہت کرتی ہیں واما المخنث بالکسر فالمتشابہ فی اعضائہ وکلامہ خلقۃ فیقبل بحر اور مخنث بکسر نون وہ شخص ہو
جو پیدائشی چیز لیکے جیسا ہو اپنے اعضا اور گفتگو میں تو اُسکی گواہی مقبول ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ یہ امر اختیاری نہیں پیدائشی ہو بخلاف مخنث اعوان کے کہ
ومغنیۃ ونائحۃ ولو فی بیتہا لتشہیرہا اور رونے والی اور گانے والی عورت کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ اپنی رنج وحشت کے واسطے گاتی ہو اور لوگوں کو سناتی نہو بسبب حرام
ہونے عورت کی آواز بلند کرنے کے کذا فی الدرر قہستانی نے کہا اگرچہ حکمت کا شعر گاتی ہو اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا دو آوازوں سے الاحمقین الفاجرین الا انہ
دریافت کرنا چاہیے کہ فتوی میں گانا اسواسطے مال کے واسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسیطرح نوحہ گری خصوصاً جبکہ عورت سے ہو اسواسطے کہ عورت کی آواز بلند
کرنا بالاتفاق حرام ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی وینبغی تقییدہ بکاد ومتہا لیظہر عند القاضی کما فی بحر الشرنبلالی وکذا الموالی اور لائق ہے کہ اگ میں
مداومت کی قید لگانا یعنی ہمیشہ ہمیشہ گایا کرتی ہو تاکہ قاضی کے نزدیک اسکا گانا ظاہر ہو جیسے کہ شرنبلالی میں مداومت مذکور ہے کذا ذکرہ الموالی ہم
ای فی جمیع الابواب کیا میں مداومت کی تقلید ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہیں ہو سکتا کہ وہ گواہی نہ دے کہ ایسے ہیں کہ اگر
عورت ہمیشہ گایا کرے تو حرام نہیں ہو ونائحۃ فی مصیبۃ غیرہا بأجر ورد فتح زاد العینی فلو فی مصیبتہا تقبل ملا للموالی بزیادۃ منعہا ارباد وانسلاب صبرہا
واختیارہا فکان کالشرب للتداوی اور اُس عورت نوحہ گر کی گواہی مقبول نہیں جو غیر کی مصیبت میں نوحہ کرے اجرت لیکر کذا فی الدرر والفتح عینی نے اتنا زیادہ
کہا کہ اگر اپنی مصیبت میں نوحہ کرے تو گواہی مقبول ہو اور علامہ والی نے وجہ بیان کی کہ گواہی مقبول ہے بسبب زیادہ ہونے مصیبت کے اور سلب ہونے صبر
اور اختیار کے تو اُسکا نوحہ اپنی مصیبت میں مانند شراب کے ہوا علاج کے واسطے وعدو لسبب الدنیا ولا یقبل نہیں اُس دشمن کی گواہی جس کی عداوت
بسبب دنیا کے ہو نہ بسبب دین کے ہم عداوت دنیاوی جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور جسکا اسباب
راہ میں لٹا اُسکی گواہی رہزن غارتگر پر اور مطالبہ نہیں ہو کہ جو شخص کسی شخص سے حق میں خصومت اور نزاع کرے وہ اُسکا دشمن دنیاوی ہو جیسا البغض مستفیض میں
تو ہم کیا ہو کذا فی البحر وجعلہ ابن کمال عکس الفرع لا صلہ فتقبل لہ لا علیہ اور ابن کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مسئلہ شہادت فرع لاصلہ بالعکس قرار دیا ہو کہ اُسکی
گواہی اپنے دشمن کے نفع میں مقبول ہو نہ اُسکے ضرر پر واعتمدہ فی الوہبانیۃ واجیبۃ قبولہا لما الفسق کیبسا فالو الحقد فسق للنہی عنہ اور وہبانیہ اور مجیبیہ
منظومہ میں قبول شہادت دشمن دنیا پر اعتماد کیا ہو تا وقتیکہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق نہوگیا ہو فقہا نے کہا ہو کہ دل میں کینہ رکھنا فسق ہو
اسواسطے کہ شرع میں کینہ رکھنے سے نہی وارد ہو ہم یہ روایت منصوص ہو اور اطلاق اختیار متاخرین ہو قہستانی میں ہو کہ قول متاخرین صحیح ہو اُسکے
زمانے اور ہمارے زمانے میں کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ فی تتمۃ قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام والعداوۃ للدنیا لا تقبل سواء شہد علی عدوہ او غیرہ لانہا فسق
وہو لا یتجزی اور اشباہ میں اجتماع حلال اور حرام کے قاعدے کے تتمہ میں ہو اور اگر دنیا کے واسطے عداوت ہو تو گواہی مقبول نہیں خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی
دے یا اُسکے غیر پر اسواسطے کہ عداوت دنیوی کینہ فسق ہو اور فسق قسمت پذیر نہیں وفی فتاوی المصنف لا تقبل شہادۃ الجاہل علی العالم لفسقہ بترک ما یجب
تعلمہ شرعاً فحینئذ لا تقبل شہادتہ علی مثلہ ولا علی غیرہ وللحاکم تعزیرہ علی ترکہ ذلک ثم قال والعالم من یستخرج المعنی من الترکیب کما یحق
وینبغی اور مصنف کے فتاوے میں ہو کہ قبول نہیں گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اُس چیز کے ترک کرنے سے جسکا
سیکھنا اُسپر واجب ہو شرعاً یعنی احکام شرعیہ پر جبکہ وہ فاسق ٹھہرا تو اب اُسکی گواہی مقبول نہیں ہو مثل دوسرے جاہل پر نہ غیر جاہل پر اور حاکم کو جائز
ہو کہ جاہل کو تعزیر دے ترک تعلم پر پھر مصنف نے کہا کہ عالم وہ ہو کہ جو معنی کو استخراج کرے ترکیب الفاظ سے جیسا کہ واقع میں ثابت اور
لائق ہو ہم عالم کی تفسیر اسواسطے کی کہ تاکوئی نہ سمجھے کہ عالم سے مدرس مراد ہو اور اخراج معنی سے مراد فہم ہو اور ظاہر مراد وتفسیر مذکور سے یہ ہو کہ
عالم وہ ہو کہ جو علوم شرعیہ اور بعض آلات علوم شرعیہ کو جانتا ہو یعنی صرف نحو لغت کذا فی الطحطاوی ومجازف فی کلامہ اور اُسکی

گواہی مقبول نہیں جو ایسا کثیر الکلام ہو کہ راست گوئی کی پروا نہ رکھتا ہو جسکو باتونی اور بکی کہتے ہیں اسواسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی
سے خالی نہیں کذا فی الطحطاوی ہم فتح القدیر میں حکایت ہے کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی تھی
ابو یوسف نے گواہی اسکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے شکایت کی خلیفہ نے کہا کہ ہمارا وزیر مرد دیندار ہے جھوٹی گواہی نہیں دیتا سو تمنے اسکی
گواہی کیوں نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ میں نے اس سے سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا کہ میں آپ کا غلام ہوں تو اگر وہ اس کلام میں صادق ہے تو غلام کی
گواہی جائز نہیں اور اگر کاذب ہے تو کاذب کی بھی گواہی مقبول نہیں تو خلیفہ نے عذر قبول کیا اور میرے نزدیک یہ شہادت سبب کے نہیں کیونکہ حر کا یہ کہنا
کہ میں تیرا غلام ہوں باعتبار مجاز کے ہے یعنی قائم بخدمت ہوں اور مطیع اور مجاز کلام میں شائع ہے یہانتک کہ قرآن مجید میں بھی وارد ہے بلکہ رد شہادت اس سبب
ہے کہ اس مجاز خضوع میں آپکو ذلیل کرنا اور دنیا کے واسطے چاپلوسی کرنا ہے اور الحاصل ترک مروت مسقط عدالت ہے انتہی مختصراً او مجلف کثیراً او اعتاد شتم اولاده او غیرہم
لانہ معصیۃ کبیرۃ یا گواہی مقبول نہیں اسکی جو اپنی گفتگو میں بہت قسم کہاتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر کو گالیان دیا کرتا ہو اسواسطے کہ اعتاد شتم یعنی گالیان
دینے کی عادت کبیرہ گناہ ہے ہم کثرت حلف اگرچہ راستی میں ہے مگر امور دین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہے اور یہ مشعر کذب کی بھی نوبت پہونچی ہو
اور گالی دینا یا اسکے سامنے ہے یا پیچھے اگر سامنے ہے تو سلوک حبشی اور بے ادبی او کمینون کی عادت ہے جنمین مروت اور حیا نہیں اور اگر پیچھے ہے تو غیبت ہے اور وہ بھی
فسق ہے اور مسقط عدالت ہے اور اگر اسیطرح دشنام بلفظ لعنت ہے چنانچہ بازاریان بے نصیب کی عادت ہے کذا فی الطحطاوی عن ابن وہبان کترک زکوۃ او حج علے
روایۃ فوریتہ جیسے ترک زکوۃ یا حج کبیرہ گناہ ہے بموجب روایت وجوب علی الفور کے ہم یعنے تاخیر اداے زکوۃ بلا عذر فسق ہے یعنی مختار ہے فقیہ ابو اللیث کا او ترک
جماعۃ او جمعۃ واکل فوق شبع بلا عذر یا ترک جماعت پنجگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کہانا آسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مسقط عدالت ہے ہم بلا عذر ترک جماعت اور ترک
جمعہ اور اکل تینون کی قید ہے یعنے اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک نہ کرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اسطرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت
نماز پڑہتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالت نہیں اور اگر جمعہ عذر مرض یا بعد مصر یا بتاویل فسق ترک کرے تو فسق نہیں بعضون کے نزدیک ایکبار
ترک جمعہ فسق ہے اور بعضون کے نزدیک تین بار چنانچہ سرخسی کا قول ہے اور اگر بعذر ہو نیت مہمان یا نیت روزہ زیادہ کہائے تو ساقط العدالہ نہیں کذا فی الطحطاوی
وخروج لفرجۃ قدوم امیر او نکلنا قدوم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے ہم ظہیریہ میں فتوی اسپر ہے کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کے واسطے یا عبرت
لینے کے واسطے نکلے میں بلکہ تماشے کے واسطے تو ساقط العدالہ ہے کذا فی الطحطاوی ورکوب بحر اور سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہے ہم اسواسطے کہ جب
سمندر میں سوار ہوا تو مال کے واسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر میں ڈالا تا مالدار ہوکر اپنے گہر میں پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہے کہ کچھ مال لیکر جھوٹی
گواہی دے ظہیر الدین نے کہا رکوب بحر منع نہیں علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہراً رکوب بحر علی الاطلاق بلا اقتران تحصیل دنیا ہے اور یہ حکم اسوقت تھا جبکہ ہندوستان
تمام کفرستان تھا چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہے اور کیونکر رکوب بحر منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقاً اباحت ثابت ہے مگر جبکہ گمان غالب ہلاکی کا ہو اور ہمیشہ سلاطین ہند
میں سوار ہوا کیے ہیں بلا انکار اور نص قرآنی اعظم دلیل ہے جو انکی انتہی کذا فی الطحطاوی ولبس حریر وبول فی سوق او الی قبلۃ او شمس او قمر وطفیلی ومسخرۃ ورقاص
وشتام للدابۃ وفی بلادنا یشتمون بائع الدابۃ فتح وغیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار میں پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کی طرف پیشاب مسقط عدالت
ہے اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے والے اور جانور کے گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہیں اور ہمارے ملک میں جانور کے بیچنے والے کو گالی دیتے ہیں کذا فی
الفتح وفی شرح الوہبانیۃ لا تقبل شہادۃ البخیل لانہ لبخلہ یستقصی فیما یقرض من الناس فیاخذ زیادۃ علے حقہ فلا یکون عدلا اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مقبول نہیں
شہادت بخیل کی اسواسطے کہ وہ اپنے بخل سے مبالغہ کرتا ہے اپنے قرض کے تقاضے میں لوگون سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہے تو صاحب عدالت نہ
ہم ایک نسخہ میں یتقیض ہے بجاے یقرض کے اور اسیطرح خلاصہ میں ہے اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی میں یقرض ہے بہ یاے تحتانیہ و قاف کذا فی الحلبی

والشہادۃ الاشراف من اہل العراق لتعصبہم اور مقبول نہیں گواہی اہل عراق کے شرفا کی بسبب انکے تعصب کے ہم اہل عراق کی عادت ہے کہ جب کسیکو مصیبت پیش آتی ہے تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہے پس سردار قوم اسکے واسطے گواہی دیتا ہے اور اسکی سفارش کرتا ہے تو عجب نہیں کہ جھوٹی گواہی دے لیئے پاسداری قوم سے کذا فی الطحاوی عن شرح عبد البر [illegible] عن جواہر الفتاوی ولا من انتقل من مذہب ابی حنیفۃ الی مذہب الشافعی اور نقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اسکی گواہی مقبول ہے جو امام ابو حنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرے ہم مصنف [illegible] جواہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب شافعی اختیار کرے بسبب [illegible] الاجتہاد [illegible] انتقال کرنے کی [illegible] بسبب اپنی خواہش نفسانی کی کوئی غرض حاصل ہونے کے واسطے تو اسکی گواہی قبول نہ ہوگی [illegible] بلکہ [illegible] یہی حکم ہوگا [illegible] کذا فی الطحاوی [illegible] مصنف [illegible] شرح میں اور [illegible] اور میت کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہیں ہے بسبب [illegible] ہوتا اسکی گواہی مردود ہے [illegible] کذا فی العالمگیریۃ وکذا الدلال اور اسی طرح دلال کی گواہی مقبول نہیں ہے [illegible] کی دلال کی گواہی [illegible] مقبول نہیں ہے [illegible] فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بیع کی دو وکیل اور دو دلال [illegible] انکی گواہی قبول نہیں فتح القدیر میں ہے کہ [illegible] یعنی دلیل پیشہ والے جیسے دلال [illegible] صحیح یہ ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے [illegible] قادح شہادت معلوم نہیں ہوا شہادت کی بنا ظاہر حالت پر ہے [illegible] اور یہی حکم ہے [illegible] والوکیل [illegible] النکاح الا [illegible] امرأۃ تقبل والحیلۃ ان یشہد بالنکاح ولا یذکر الوکالۃ بزازیۃ [illegible] اگر [illegible] نکاح کی گواہی دے اور اگر [illegible] گواہی دے کہ یہ صورت اس مرد کی زوجہ ہے تو گواہی مقبول ہے اور حیلہ قبول شہادت کا یہ ہے کہ نکاح کی گواہی دے اور وکالت کا ذکر نہ کرے [illegible] کہ میں وکیل تھا نکاح کا کذا فی البزازیۃ [illegible] گواہی مقبول ہے [illegible] نکاح کی گواہی ہے [illegible] نکاح کی گواہی [illegible] مقبول نہیں کہ اپنے فعل کی گواہی ہے [illegible] قدری افندی [illegible] وذکرہ المصنف فی اجارۃ [illegible] الی البزازیۃ [illegible] لا تقبل شہادۃ الدلالین والصکاکین والمحضرین والوکلاء المفتعلۃ علی ابواب القضاۃ ذخیرۃ فی فتاوی مؤیدزادہ [illegible] قدری افندی نے اپنے [illegible] میں اور مصنف نے اسکو ذکر کیا ہے [illegible] کی کتاب الاجارہ میں بزازیہ کی طرف نسبت کرکے [illegible] کہ مقبول نہیں گواہی دلالوں کی اور قبالہ نویسوں کی اور انکی جو مدعی اور مدعی علیہ کو قاضی کے پاس حاضر کرتے ہیں اور وکیلان [illegible] کی جو قاضیوں کے دروازوں پر حاضر رہتے ہیں [illegible] فتاوی مؤیدزادہ [illegible] فتاوی عالمگیری میں [illegible] فتح القدیر [illegible] صحیح قول یہ ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے [illegible] فخر الدین [illegible] اعوان حاکم اور جو وکیل کہ قاضیوں کے دروازوں پر بیٹھے ہیں انکی گواہی مقبول نہیں ہے [illegible] وہ [illegible] الباطل میں کوشش کرتے ہیں اور [illegible] کذا فی الطحاوی [illegible] الوصی [illegible] [illegible] بعد ما اخرج من الوکالۃ ان خاصم [illegible] الاکاذ [illegible] عند ابی یوسف اور فتاوی مؤیدزادہ میں ہے کہ [illegible] خارج کیا گیا [illegible] قبول کرنے وصایت کے تو اسکی گواہی میت کے حق میں جائز نہیں ہے اور [illegible] وکیل کی بعد اخراج وکالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق گواہی مقبول نہیں اور اگر خصومت نہ کی ہو تو ابو یوسف کے نزدیک مقبول نہیں ہم [illegible] مرتکب الکبیرۃ [illegible] شہادۃ ومار ذکرہ ابن الکمال [illegible] فی البحر قال وفی غیر الخمر [illegible] الادمان لان [illegible] صغیرۃ اور گواہی مقبول نہیں ہمیشہ نشہ پینے والے کی سوا شراب کے اسواسطے کہ شراب کا ایک قطرہ پینے سے مرتکب کبیرہ ہوتا ہے تو گواہی اسکی مردود ہوگی اور جو

ابن کمال نے ذکر کیا ہے سو غلط ہے چنانچہ بحر الرائق میں اسکی تحریر کی ہے اور سوا شراب کے اور مسکرات میں دوام یعنی دوام شرب شرط ہے اسواسطے کہ غیر خمر کا شرب
صغیرہ گناہ ہے ہم یعنی شارح نے باتباع صاحب بحر ذکر کیا کہ سو شہادت میں غیر خمر میں ادمان شرط ہے نہ خمر میں سو لائق اعتماد کے نہیں کہ صریحا نقول مذہب کے مخالف ہے
کافی میں ہے کہ ادمان اسواسطے شرط ہوا تا کہ فعل اسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہے پوشیدہ اور اسکا فعل ظاہر نہیں ہوتا تو عدالت سے خارج نہیں ہوتا اگرچہ بالفرض پیتا
عدالت اسی وقت ساقط ہوگی جبکہ شرب ظاہر ہو اسیطرح پاست ہو کر نکلے اور اطفال اسکے ہمراہ ہوکر کھیلیں تو ایسے شخص میں مروت نہیں ہے اور ایسا شخص کذب سے پرہیز
نہیں کرتا عادۃً اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہیں اور ذخیرہ میں ہے کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہیں چنانچہ زیلعی اور
عینی میں ہے اور نہایہ میں ہے کہ ادمان شرط ہے خمر میں بھی سقوط عدالت کے حق میں انتہی تو یہ نقول صریح ہیں کہ خمر اور غیر خمر دونوں میں ادمان شرط ہے بلا فرق اور سابق
مذکور ہو چکا کہ ہر کبیرہ گناہ میں اصرار شرط ہے یعنی سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہیں تو عدالت ساقط نہ ہوگی مگر اصرار سے صاحب بحر نے
کہا کہ یہ غلط ہے اسواسطے کہ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہے اور حدیث مشہور میں شرب خمر کو کبائر سبعہ میں شمار کیا ہے انتہی تو خمر میں ادمان اصرار کے واسطے
شرط ہوا ہے نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہے دریافت کرنا چاہیے کہ ادمان اور اصرار میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ادمان فعل سے ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ
نیت سے ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وانما قال علی اللھو لیخرج الشرب للتداوی فلا یسقط العدالۃ لشبہۃ الاختلاف صدر الشریعۃ ابن کمال اور عینی نے
اس شرب میں لہو یعنی کھیل کی قید اسواسطے لگائی تا دوا کے واسطے نشہ پینا نکل جاوے تو عدالت ساقط نہ ہوگی بسبب شبہہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ
ابن کمال ہم لہو عبارت ہے دل خوش کرنے سے بوسیلہ اس قول یا فعل کے جو بمقتضاے حکمت نہیں اور مراد کھیل سے وہ ہے جو دوا کے واسطے نہ ہو تا
پینا بھی کھیل میں داخل ہے اور قول اصح یہ ہے کہ دوا کے واسطے بھی پینا حرام ہے ومن یلعب بالصبیان لعدم مروتہ وکذبہ غالبا کافی اور اسکی گواہی مقبول نہیں
جو لڑکوں کے ساتھ کھیلے اسکی عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالبا کذا فی الکافی ہم لڑکوں سے مراد نوجوان ہیں نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اسپر
دلالت کرتی ہے غایۃ البیان میں حسن سے مروی ہے کہ اگر بڈھا نوجوان سے کشتی کرے مجامع میں تو اسکی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں
کرخی سے منقول ہے کہ اگر شیخ نوجوانوں سے مجلس میں کشتی کرے تو گواہی اسکی مقبول نہیں کیونکہ وہ مجیب ہے والطیور الا اذا امسکھا للاستیناس
فیباح الا ان یجر حمام غیرہ فلا لاکلہ الحرام عینی وعنایہ اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو چڑیوں سے کھیلے مگر جبکہ طیور کو دفع وحشت کے واسطے
رکھے تو مباح ہے مگر جبکہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہیں بسبب اسکی حرام خوری کے کذا فی العینی والعنایہ ہم کبوتر بازی وغیرہ سے
اسواسطے گواہی مردود ہوئی کہ صورت غفلت ہے اور وہ محمول ہے اس صورت پر جبکہ کبوتر اڑانے کے واسطے کوٹھے پر چڑھتا ہو اور عورات
نسا پر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر والطنبور وکل لھو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شنیعا نحو الحداء وضرب القصب فلا الا اذا فحش
بان یرقصوا بہ خانیۃ لدخولہ فی حد الکبائر بحر اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو طنبور اور ایک ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہے لوگوں میں چنانچہ طنبور اور
مزامیر اور اگر معیوب نہ ہو لوگوں میں چنانچہ اونٹوں کے تیز قدم کرنے کے واسطے آہنگ بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہیں مگر جبکہ
اسمیں مبالغہ اور زیادتی کرے اس طرح کہ اسپر لوگ رقص کریں تو مانع شہادت ہے کذا فی الخانیہ بسبب اسکے داخل ہونے کے حد کبائر میں کذا فی
البحر ہم محیط میں بھی یہی تفصیل مذکور ہے جو خانیہ سے مذکور ہو چکی اور معراج الدرایہ میں ہے کہ ملاہی دو قسم ہیں ایک قسم حرام ہے وہ آلات مطربہ ہیں بدون راگ کے
یعنی طرب انگیز باجے چنانچہ مزمار خواہ وہ خشت کی ہوں یا قصب کی چنانچہ شبابہ یا طنبور بدلیل حدیث ابو امامہ ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین وامرنی بمحق المعازف
والمزامیر یعنی حق تعالی نے مجھکو بھیجا سارے عالم کی رحمت کے واسطے اور مجھکو حکم کیا معازف اور مزامیر کے مٹانے کے واسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہے وہ دف ہے نکاح میں اور
نکاح کے مانند ہے سرور حادث اور اسکے غیر میں دف بھی مکروہ ہے اور اسکو فتح القدیر میں بھی نقل کیا ہے بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی عن البحر حدیث مذکور

مشکوٰۃ میں مسند احمد بن حنبل سے منقول ہے معازف آلات سرود اور قاموس میں ہے کہ معازف باجے ہیں مثل عود و طنبور کے اور شمر امیر جمع فرمایا کہ غنا اور حبس قصبہ
یعنی ذوق یا بانسری میں گانا دین اسکو برباد اور خوار کرتے ہیں امام نووی نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہے فقہا کہتے ہیں کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہے اور فقط آواز
مکروہ ہے اور اجنبی عورت سے نجاست ہے کذا فی ترجمہ المشکوٰۃ للشیخ عبد الحق الدہلوی ومن یغنی للناس لانہ یجمعھم علی کبیرۃ ہدایہ وغیرہا اور اسکی گواہی مقبول
نہیں جو راگ گاتا ہو لوگوں کے واسطے اسوجہ سے کہ وہ لوگوں کو کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہے عینی چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں ہے وکلام سعدی افندی یفید تقییدہ بالاجرۃ
فتامل اور سعدی افندی کا کلام مفید ہے اجرت لینے کی قید لگانے کا یعنی اس مغنی کی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں سے اجرت لیکر گاتا ہو تو تامل کر
اسکو ہم طحطاوی نے کہا اقید بکونہ غیر ظاہر [illegible] فقہا کا کلام مطلق ہے بلا قید اجرت واما المغنی لنفسہ لدفع الوحشۃ فلا باس بہ عند العامۃ عنایۃ وصححہ العینی وغیرہ
قال ولو فیہ وعظ وحکمۃ فجائز اتفاقا اور جو شخص کہ اپنی ذات کے واسطے گاوے دفع وحشت کے لیے تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں جمہور فقہا
کے نزدیک کذا فی العنایہ اور اسکو صحیح کہا ہے عینی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود میں وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق جائز ہے ہم محل [illegible]
سرود وہ ہے کہ باجا نہو اسکے ساتھ اسواسطے کہ بزازی نے مناقب میں اجماع نقل کیا ہے حرمت سرود پر جبکہ سرود باجے سے ہو چنانچہ عود وغیرہ
اور عنایہ میں ہے کہ لہو و لعب کے واسطے گانا معصیت ہے تمام ادیان میں ومنہم من اجازہ فی العرس کما جاز ضرب الدف فیہ ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم
من کرہہ مطلقا انتہی وفی البحر والمذہب حرمتہ مطلقا فانقطع الاختلاف بل ظاہر الہدایہ انہ کبیرۃ ولو لنفسہ واقرہ المصنف اور بعض فقہا نے
جائز کہا ہے سرود کو نکاح میں جیسے دف بجانا اسمیں جائز ہے اور بعضوں نے اسکو مباح کہا ہے مطلقا نکاح اور غیر نکاح میں اور بعضوں نے
اسکو مکروہ کہا ہے مطلقا باجا ہو یا نہو نکاح ہو یا غیر نکاح انتہی کلام العینی اور بحر الرائق میں ہے اور مذہب یہ ہے کہ سرود مطلقا حرام ہے تو اختلاف علما کا
منقطع ہوگیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ سرود کبیرہ گناہ ہے اگرچہ اپنی ذات کے واسطے ہو اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں قلت وفی البحر الرائق میں ہے
کہ شامیین نے تصریح نہیں کی کہ سرود میں مذہب کیا ہے اور ہدایہ اور عنایہ میں ہے کہ تغنی لہو کے واسطے معصیت ہے جمیع ادیان میں اور زیادات میں کہا کہ اگر اس چیز کی
وصیت کرے جو معصیت ہے ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک اور منجملہ انکے وہ وصیت ذکر کی جو مغنیین اور مغنیات کے واسطے ہو انتہی تو ثابت ہوگئی نص
مذہب کی گانے کی حرمت پر تو اختلاف منقطع ہوگیا انتہی مافی البحر اور تو خود جانتا ہے کہ جو صاحب بحر نے نصوص ذکر کیں وہ اطلاق حرمت کا مورد نہیں کیونکہ
ہدایہ اور عنایہ کی عبارت مقید بلہو ہے اور زیادات کی عبارت اقید بشہرت کی مفید ہے اور شہرت اسوقت ہوگی جب لوگوں کے سامنے گاوے جیسا افادہ قید
شہرت یہ ہے کہ وصیت منصرف ہوتی ہے متعارف کی طرف اور عرف میں مغنیہ یا مغنی نہیں کہتے مگر اسکو جو راگ گانے کے ساتھ معروف ہو اور شارح اطلاق حرمت
تغنی میں مصنف کا تابع ہوا ہے اور صحیح قول وہ ہے جو فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ مقبول نہیں گواہی اسکی جو لوگوں کے واسطے گاوے
اور انکو سناوے اور اگر تغنی اپنی ذات کے سنانے کے واسطے ہو تاکہ وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اس بات کے کہ دوسرے سنیں تو اسکا مضائقہ نہیں اور
عدالت اسکی ساقط نہیں ہوتی قول صحیح میں انتہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ لہو و لعب پر جمع مال کے واسطے تغنی حرام ہے بلا خلاف اگر
تو کہے کہ صاحب ہدایہ کی تعلیل کہ مغنی لوگوں کو کبیرہ پر جمع کرتا ہے اسکی مقتضی ہے کہ تغنی مطلقا حرام ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر اسطرح تغنی کرے کہ آپ سنے اور غیر
نہ سنے تا اپنی ذات سے وحشت دفع کرے مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ بقصد فائدہ نظم قوافی اور فصیح اللسان ہونے کے واسطے تغنی مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر
لوگوں کے سنانے کے واسطے نکاح اور ولیمہ میں تغنی کرے مکروہ نہیں تو جواب اسکا یہ ہے کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کے واسطے تغنی میں فقہا کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا
کہ مکروہ نہیں مکروہ وہ تغنی ہے جو علی سبیل اللہو ہو بدلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے اور وہ زہاد صحابہ میں تھے اور وہ تغنی
کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہے اور بعض مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہے اور اس قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہے اور تمام حدیث براء بن مالک کا

پس اگر وہ اشعار پڑھے کہ جن میں فحش ہو یا کسی معین شخص کی ہجو ہو یا کسی عورت معروفہ کا ذکر ہو تو مکروہ ہیں اور جن میں ایسی غیر معروف کو کہتے ہیں
چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ بعض شعر حکمت ہیں اور قرآن مجید میں بھی اشعار کا ذکر ہے اور شعر پڑھنا صحابہ کی عادت تھی جیسا کہ حسان بن ثابت کا حال معلوم ہے اور جائز ہے کہ اس کا قصیدہ تعلیم وغیرہ کا
قائل ہے شیخ الاسلام کی مانند اگر کلام حکمت ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں اور جس کے الفاظ ایسے ہیں جو حلال نہیں جیسے فحش ہیں اور عورت معینہ زندہ کا وصف یا شراب
کی تعریف یا کسی مسلمان کی ہجو ہو تو مکروہ ہے اور اگر شعر میں حکمت یا فصاحت و بلاغت ہو اور اگر اشعار غیر معین عورت کے
وصف میں ہوں تو مباح ہیں جیسا کہ قصیدہ بانت سعاد کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اس پر انکار نہیں فرمایا اور
اگر ایسی ملاہی کہ جن میں شرع کی طرف سے حکم ممانعت ہو وہ حرام ہے اور جو مباح ہو جیسے مزامیر اور طنبور وغیرہ اور دوسرے
مباح وہ دف ہے نکاح اور ختنہ وغیرہ میں اور اس کے سوا اور بعض ملاہی کی آواز سننے کو غیر مشغول ہونے کی حالت میں اگر وہ سنتا ہو
تو سکوت کرے اور اگر اس کے سوا اور کچھ ہو تو اس سے پرہیز کرے اور جیسا کہ بعض شخص کا قول ہے کہ اپنے نفس کے ساتھ ترنم کرتا ہو
اور اگر ایسی شہادت کا مانع نہیں اور قرآن خوانی الحان سے بعضوں کے نزدیک مباح ہے اور بعضوں کے نزدیک حرام اور مختار یہ ہے کہ اگر الحان سے حروف
اپنی اصل سے خارج نہیں ہوتے ہوں تو مباح ہے اور نہیں تو مکروہ ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا ہے اور اس باب میں مذکور ہو چکے ہیں کہ تلحین بدون
تغیر مقتضیات حروف کے نہیں ہوتی تو تفصیل جو ہم نے کی ہے وہی اولیٰ ہے تاکہ اختلاف رفع ہو اور قال ولا تقبل شہادۃ من یجلس مجلس الفجور والمجانۃ والشرب
او مجلس الفجور والشرب وان لم یسکر لان اختلاطہم وترک الامر بالمعروف یسقط عدالتہ مصنف نے کہا اور مقبول نہیں گواہی اس شخص کی جو راگ
سنتا ہو یا راگ کی مجلس میں بیٹھتا ہو جیسے فسق و فجور یا شراب کی مجلس میں بیٹھتا ہو اگرچہ وہ نشہ نہ ہوتا ہو اس واسطے کہ اس کا اختلاط
ہونا ان کے ساتھ اور امر بالمعروف کا ترک کرنا اس کی عدالت کا ساقط ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اگرچہ وہ راگ نہ سنے یا ذکر الٰہی میں مشغول رہے
اور جو شخص راگ سنے اگرچہ راگ کی مجلس میں نہ بیٹھتا ہو کہ اس الحان ملاہی کا مرتکب ہے یا مرتکب کبیرہ قال المصنف وغیرہ یا اس کی
گواہی مقبول نہیں جو مرتکب ہو اس چیز کا جس کے سبب سے اس کو حد لگائی جاتی ہے یا فسق کے ساتھ اور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اس کی گواہی مقبول
نہیں جیسا کہ ہم نے مصنف وغیرہ نے کبیرہ کی حد میں اقوال مختلف ہیں اور قول صحیح وہ ہے جو شاہ ولی اللہ دہلوی نے قول جمیل میں اختیار کیا ہے یعنی
یہ کہ کبیرہ گناہ وہ ہے کہ جس پر وعید یا عذاب شدید کی وعید وارد ہو قرآن مجید میں یا حدیث صحیح میں جو اہل حدیث کے نزدیک مشہور ہو یا اس کے مرتکب کو کافر
کہا ہو جیسا کہ تارک صلوٰۃ متعمد کو یا اس کے مرتکب پر شرع میں حد مشروع ہو جیسا کہ زنا اور حد قذف اور قطع طریق اور شرب خمر یا امور مذکورہ کے برابر یا اس سے زیادہ ہو
اور ابن حجر مکی نے زواجر میں لکھا ہے کہ شرع میں کبیرہ گناہ وہ ہے کہ جس کی شرع نے تصریح کی ہے اور اس کے سوا دوسرے کبیرہ کا انکار ہے اور ایسا ہی شیخ ابو طالب مکی نے
قوت القلوب میں کہا کہ میں نے ان احادیث کو جمع کیا جن میں کبائر کا ذکر صریح وارد ہے تو سترہ کبائر پائے چار دل میں شرک اور اصرار معصیت اور ناامیدی رحمت الٰہی
اور بے خوفی عذاب الٰہی سے اور چار زبان میں شہادت زور اور قذف محصن اور یمین غموس اور سحر اور تین پیٹ میں شرب خمر اور کل مال یتیم اور کل ربوا اور دو شرمگاہ میں زنا
اور لواطت اور دو ہاتھ میں قتل ناحق اور چوری اور ایک پاؤں میں یعنی فرار من الزحف اور ایک گناہ سارے بدن سے یعنی عقوق والدین انتہی حق تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو اس سے
بچائے آمین اور مثل اس کے کھانا سود کا اور اس کا حرام ہونا اس کی گواہی مقبول نہیں جو حمام میں بلا ازار ننگا ہو جاوے اس واسطے کہ ستر کا کھولنا حرام ہے اور بلعب نرد اور طاب
مطلقاً قمار ہو یا نہ ہو اس کی گواہی مقبول نہیں جو کھیلے نرد یا طاب سے مطلقاً خواہ بازی ہو یا نہ ہو کہا فتح القدیر میں کہ طاب کھیل ہے جیسا کہ بلاد مصر وغیرہ میں نرد کے
اس کو بلا حساب اور بلا فکر پھینکتے ہیں جو کھیل ایسا ہو جس کو شیطان نے پیدا کیا اور اہل غفلت اس کو کرتے ہیں وہ مطلقاً حرام ہے انتہی معلوم ہوا کہ طاب ایک کھیل ہے جو مثل پانسوں
کی طرح اس کو پھینکتے ہیں اما شطرنج فلا شبہۃ لاختلاف مشہور واحد من سنۃ فلا تعال اولیقاء مر شطرنج اور شطرنج میں تو بسبب مجتہدین کے اختلاف کے سقوط عدالت کے واسطے

چھ چیزون سے کوئی ایک چیز مشہور ہو تو اسی واسطے مصنف نے کہا یا جو اسپ یعنی شطرنج سے تو اسکی گواہی مقبول نہین ہے امام مالک اور شافعی کے نزدیک شطرنج حلال ہے
اور اسی واسطے شطرنج کھیلنے کو مطلقاً مسقط عدالت نہ کہا اور تیسری یہ ہے اور وہ یہ ہے کہ فوت ہو وقت یا شطرنج کی بازی سے نماز ترک کرے یہان تک کہ نماز کا وقت
فوت ہو جاوے اور ترک نماز سے مراد ... مطلقاً نہین بلکہ نماز قضا کرنا اور ... یا کبھی شطرنج کھیلنے مین قسم بہت کھاتا ہو زیلعی نے اور اتقانی نے
... کی قید لگائی ہے ... اگر کثرت ... بلا کذب یا کذب بلا کثرت سے شہادت مردود نہین کیونکہ شہرت بدون کثرت نہین ہوتی کذا فی
... علی الطریق اور ... شطرنج سے کھیلنے یا اسکو ذکر کرے کذا فی الاشباہ یعنی وہ چیز ذکر
کرے جس سے فاسق مشہور ہے چنانچہ شمنی اور قہستانی اور ... مین ... ذکر ... الکافی والمعراج یا ہمیشہ شطرنج کھیلا کرتا ہو اسکی گواہی مقبول
نہین اسکو سعدی افندی نے کافی اور معراج سے نقل کیا ہے ... کی مداومت ... کی دلیل ہو اور غالباً بعض ضروریات ... یہان تک کہ ... شطرنج بازی
ترک کیا اور اسکی تجہیز و تکفین کے واسطے ... یا نرد ... مین ... العاصی او یا کل الربوا ... یا شہر ... الا
ان القاضی لا یثبت ... یا اسکی گواہی مقبول نہین جو بیاج کھاے بیاج کھانے مین علما نے شہرت کی قید لگائی ہے اور
یہ امر مخفی نہین کہ فسق واقع ہو شہادت کا شرعاً مگر یہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہین کرتا اگر ... ظاہر ہو ... فسق کے قاضی کے نزدیک تو سب گناہ اسمین برابر ہین کذا فی
البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ... اکل مال یتیم اور اکل ربوا مین ... فرق کیا ہے کہ اگر یتیم کا مال کھاے ایکبار تو گواہی اسکی مقبول نہین اور بیاج ضرور ہی مین
شہرت شرط ہے صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ دونون مین کچھ فرق نہین فسق ہونے مین دونون برابر ہین ... شہرت ... دونون یکسان ہین شہرت تو ...
شرط ہے کہ قاضی اسکو ثابت کرے تو اسمین سب گناہ برابر ہین ... بلا دلیل ہے اور ... یا کل علی الطریق وکذا اکل بالجمل بالمروۃ ...
... جانب البرکۃ والناس ... زمانہ فتح یا اسکی گواہی مقبول نہین جو پیشاب کرے یا کھاے راہ مین ... یا ایسا ہی وہ فعل جو کل
مروت ہو ازانجملہ اپنی ستر کا کھولنا تاکہ ... کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہین اور ہمارے زمانہ مین یہ فعل بکثرت ہو گیا کذا فی
الفتح فتح القدیر مین ہے اسکی گواہی مقبول نہین جو افعال مستحقرہ نالائق کرے اگرچہ فی نفسہا وہ حرام نہین جیسے لوگون کے روبرو راہ مین کھانا اور
فقط سراویل پہنے یا جامہ پہنکر چلنا پھرنا اور لوگون کے روبرو پاؤن پھیلانا اور وہان سر کھولنا جہان خفت اور بے ادبی اور قلت مروت اسکو شمار کرین اسواسطے
کہ جو شخص ایسا ہو اس سے بعید نہین کہ جھوٹی گواہی دے اور حدیث مرفوع مین وارد ہے کہ لوگون نے جو پہلے نبوت سے کلام پایا ہے وہ یہ ہے کہ جب تجکو حیا نہ ہو تو جو
تیرے دل مین آوے سو کر انتہی المطلاوی ... افعال خلاف مروت ... کے چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور ... کی صحبت
مین بیٹھنا اور لوگون کو ذلیل کرنا اور بازار مین ... شور کرنا مروت ... مین اور ... سے اور بعضون نے کہا کہ مروت ... روش نیک اور حفظ لسان سے
اور ... عقل ... گیری اور ارتفاع ہر خلق دنی سے انتہی اور ... السلف ... فاسق مستور علیٰ قال المصنف وزاد
بالسلف ... والافعال ... لیس المسقط للعدالۃ ... السلم وان لم یکن من السلف کما فی السراج والنہایۃ یا اسکی گواہی مقبول
نہین جو سلف کی بدگوئی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہونے اسکے فسق کے بخلاف اس شخص کے جو سب سلف کو مخفی رکھتا ہے اسواسطے کہ وہ
فاسق مستور ہے یعنی وہ مقبول الشہادۃ ہے کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ... سلف کی قید لگائی باتباع کلام فقہا کے مصنفین
اور نہین تو یون کہنا بہتر تھا کہ جو مسلمان کی بدگوئی ظاہر کرے وہ مقبول الشہادۃ نہین بسبب ساقط ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگوئی سے
اگرچہ وہ سلف مین سے نہو چنانچہ سراج اور نہایہ مین ہے ... سب یعنی دشنام اور گالی یہ ہے کہ انسان کی آبرو مین ایسی گفتگو کرنا جو ... مین ... ہو
... مین وارد ہے کہ سب المسلم فسق وقتالہ کفر وفیہا الفرق بین السلف والخلف ان السلف الصالح الصدر الاول من التابعین ... ابی حنیفۃ

رضی اللہ عنہ والخلف بالفتح من بعدہم فی الخیر وبالسکون فی الشر بحر اور نہایہ میں ہے کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق یہ ہے کہ سلف صالح سے مراد
تابعین کا صدر اول ہے انہیں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہیں جو تابعین کے بعد ہیں نیک لوگ ہیں اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہیں جنکو
عرف میں ناخلف کہتے ہیں کذا فی البحر ملخص صدر شریعت نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علما مجتہدین ہیں مثل تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین فیہ عن الغایۃ عن الکافی
لا تقبل شہادۃ من سب الصحابۃ واقبلہا ممن تبرأ منہم لانہ یعتقد دینا وان کان علی باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف الساب اور بحر الرائق میں غایہ سے ہے کہ ابو یوسف
سے مروی ہے کہ میں قبول نہیں کرتا گواہی اسکی جو صحابہ کرام کی ہجو گوئی کرے اور اسکی گواہی قبول کرتا ہوں جو ان سے بیزار اور ناراض ہو اسواسطے کہ
وہ ایک دین کا معتقد ہے کا خوارج والروافض اگرچہ وہ باطل پر ہے تو بیزاری سے اپنا فسق ظاہر نہیں کیا دل میں رہا بخلاف سب گو کے کہ اسنے اپنا فسق ظاہر کردیا
ظاہر یہ مسئلہ متفق علیہا ہے اور ابو یوسف کی طرف اسواسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہیں اسکے شہدا ان اباہما اوصی الیہ فان ادعاہ ای ادعی المشہود لہ الایصاء
کشہادۃ دائنی المیت ومدیونیہ والموصی لہما ووصییہ لثالث علی الایصاء دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے فلانے شخص کو وصی کیا ہے تو اگر شخص مذکور
اسکا دعوی کرے تو دونوں کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو قرضخواہوں کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے میں اور میت کے دو مدیونوں کی
گواہی کسی شخص کے وصی ہونے میں اور جن دو شخصوں کے واسطے میت نے وصیت کی انکی گواہی کسی کے وصی ہونے میں اور میت کے دو وصیوں کی گواہی تیسرے
شخص کے وصی کرنے میں صحیح ہے کذا فی الطحاوی وان انکر لا لان القاضی لا یملک اجبار احد علی قبول الوصیۃ یعنی اور اگر وہ شخص قبول وصیت سے انکار کرے تو گواہی
اشخاص مذکورین کی صحیح نہیں اسواسطے کہ قاضی مالک نہیں کسی کو زبردستی وصیت قبول کروانے کا کذا فی شرح العینی کما لا تقبل لو شہدا ان اباہما الغائب وکلہ
بقبض دیونہ وادعی الوکیل او انکر والفرق ان القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الغائب بخلاف الوصی جیسے قبول نہیں گواہی اگر دو بیٹے گواہی دیں کہ
ہمارے غائب باپ نے فلانے کو وکیل کیا ہے اپنے دیون کے قبض کرنے کا خواہ وکیل وکالت کا دعوی کرے یا انکار کرے اور فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ میں یہ ہے
کہ قاضی مالک نہیں غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنے کا بخلاف نصب وصی کے کہ اسمیں قاضی کو اختیار ہے شہد الوصی ای وصی المیت بحق المیت بعد ما عزلہ القاضی
عن الوصایۃ ونصب غیرہ او بعد ما ادرک الورثۃ لا تقبل شہادتہ للمیت فی مال او غیرہ خاصم او لا لحلول الوصی محل المیت ولذلک لا یملک عزل نفسہ
بلا عزل قاض فکان کالمیت لنفسہ فاستوی خصامہ وعدمہ گواہی دی وصی نے یعنی میت کے وصی نے میت کے حق میں بعد اسکے کہ
قاضی نے اسکو معزول کردیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی دی بعد بالغ ہونے ورثہ میت کے تو اسکی گواہی میت کے حق میں اسکے
مال اور غیر مال میں مقبول نہیں خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نکی ہو بسبب ہو جانے وصی کے بجائے میت کے اور اسی واسطے وصی اپنی ذات سے معزول کر
نہیں سکتا بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے ہو گیا تو اسکی خصومت اور عدم خصومت برابر ہوگئی علم در صورت ... وصی کا بجائے
میت کے ہونا ظاہر ہے اور در صورت معزولی ظاہر نہیں مگر باعتبار ما کان پھر جب بجائے میت کے ہوا تو گویا اسنے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہذا مقبول نہیں بخلاف
الوکیل فلذا قال ولو شہد الوکیل بعد عزلہ للموکل ان خاصم فی مجلس القاضی ثم شہد بعد عزلہ لا تقبل اتفاقا للتہمۃ بخلاف وکیل کے کہ اسکی خصومت اور عدم
خصومت برابر نہیں تو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دے وکیل اپنے معزول ہونے کے بعد موکل کے حق میں اگر اسنے خصومت کی ہو مجلس قاضی
میں پھر گواہی دی بعد اپنے معزول ہونے کے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہیں بسبب تہمت کے ... تہمت سے مراد تہمت الصدیق ہے یعنی وکیل جبکہ خصومت
کر چکا ہے تو اسمیں اپنی صداقت ظاہر کرتا ہے گواہی دیکر والا قبلت لعدمہا خلافا للثانی فجعلہ کالوصی بحر اور اگر خصومت نہیں کی تو گواہی وکیل کی موکل
کے حق میں بعد معزولی کے مقبول ہے بسبب نہ ہونے تہمت مذکورہ کے بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک وجود و عدم خصومت یکساں ہے مقبول نہیں تو ابو یوسف
نے وکیل کو وصی کے مانند ٹھہرایا کذا فی السراج وفی قسامۃ الزیلعی کل من صار خصما فی حادثۃ لا تقبل شہادتہ فیہا ومن کان بعرضیۃ ان یصیر خصما ولم ینتصب

خصما بعد ما قام مقام الاصل اتفاقا و تمامہ فیہ اور شرح زیلعی کی کتاب الشہادۃ میں ہے کہ جو شخص کہ خاصم ہو گیا کسی مقدمہ میں تو اُس مقدمہ میں
گواہی اُسکی مقبول نہیں اور جسکا خاصم ہونا درپیش ہو اور حالانکہ ہنوز وہ مخاصم نہیں ہوا تو اُسکی گواہی مقبول ہے اور یہ دونوں قاعدے بالاتفاق ہیں
اور پورا بیان اسکا اُسی شرح میں ہے ہم نے بھی اپنی شرح میں کہا تو اصل اول کی جنس سے وکیل بالخصومۃ ہے جبکہ اُسنے حاکم کے پاس خصومت کی پھر وہ
معزول ہو گیا تو اُسکی گواہی مقبول نہیں اور شفیع نے جب شفعہ طلب کیا پیش قاضی کے پاس یا مشتری سے خصومت کی پھر اسکو ترک کیا تو اُسکی گواہی بیع
میں مقبول نہیں اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہے جب کہ اُسنے خصومت نہ کی اور شفیع ہے جبکہ اُسنے شفعہ طلب کیا اور گواہی دی تو دونوں کی گواہی قبول ہے کذا
فی البحر اوی قید بمجلس القاضی لانہ لو خاصم فی غیرہ ثم عزل فشہد قبلت عندہما کما لو شہد فی غیر ما وکل فیہ او علیہ جامع الفتاوی قید لگائی ہے
مجلس قاضی کی اسواسطے کہ اگر وکیل نے غیر مجلس قاضی میں خصومت کی پھر موکل نے اُسکو وکالت سے معزول کیا پھر طرفین کے نزدیک گواہی قبول ہے
چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی اُس مقدمہ کے سوا میں جس میں وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی مضرت کی گواہی دی تو مقبول ہے کذا فی جامع الفصولین فی البزازیۃ
وکلہ بالخصومۃ عند القاضی فخاصم المطلوب بالالف عند غیر القاضی ثم عزلہ فشہد لہ علی المطلوب بالف قبل بخلاف ما لو وکلہ عند غیر القاضی و خاصم
و تمامہ فیہا اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو اُسنے جھگڑا کیا مدعا علیہ سے ہزار درم کا پھر موکل
نے وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اُسکے موکل کے مدعا علیہ پر دو ہزار ہیں تو گواہی مقبول ہے یعنی اسواسطے کہ یہ دوسرا مقدمہ ہے غیر متعلق اُس کا
بخلاف اُس صورت کے کہ اُسکو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اُسنے خصومت کی تو گواہی مقبول نہیں اور پورا بیان اسکا اُسی کتاب میں ہے وفی البحر بیان
بزازیہ اور کافی میں یوں ہے کہ اگر قاضی کو وکالت معلوم نہو اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہو اور وکیل اپنی وکالت گواہوں سے ثابت کرے پھر موکل اسکو
معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی اُسکی مردود ہے اور ایسا اُس حق میں جو وقت توکیل کے قائم ہو گیا کہ اُسکی گواہی دے
تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی مقبول ہو گی کذا فی البحر اوی کما قبلت عندہما خلافا للثانی شہادۃ اثنین بدین علی المیت لرجلین ثم شہد
المشہود لہما للشاہدین بدین علی المیت لان کل فریق یشہد بالدین فی الذمۃ وہی لا تقبل حقا فاشتراکہما فلم تقع الشرکۃ بخلاف الوصیۃ
کما فی وہبانیا الجمع و شرحہ جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہے دو شخصوں کی گواہی دو مردوں کے دین کی میت پر
پھر مشہود لہما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہے اسواسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہے کہ دین ثابت ہو ذمہ میت پر اور ذمہ حقوق قبول
کر سکتا ہے تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اُسمیں بخلاف اُس وصیت کے جو غیر معین ہو چنانچہ مجمع اور اُسکی شرح میں ہے اور اسکا ذکر
اور اسکا حصہ دین کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ میں ثابت نہیں بلکہ شرکت مقبوض میں بعد قبض ثابت ہوا اور وہ مانع شہادت نہیں بخلاف
وصیت غیر معین یعنی اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اُسکے واسطے ثلث میں وصیت کی ہے تو بالاتفاق گواہی مقبول نہیں
اسواسطے کہ اسکا حق ترکہ میں ہے یعنی ثلث میں اور وہ دونوں فریق میں مشترک ہے تو یہ گواہی ہوئی اُسمیں جو دونوں میں مشترک ہے اور اگر دو شخصوں نے
گواہی دی کہ میت نے اُن دو شخصوں کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی ہے پھر مشہود لہما نے شاہدین کے واسطے دوسری چیز معین کی گواہی دی
تو مقبول ہے کیونکہ اُسمیں شرکت نہیں وشہادۃ الوصیین لوارث کبیر علی اجنبی فی غیر مال المیت فانہا مقبولۃ فی ظاہر الروایۃ کما لو شہدا
علی اقرار المیت بشیء معین لوارث بالغ فتقبل بزازیہ اور جیسے گواہی دو وصیوں کی وارث کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا میں کہ
وہ مقبول ہے ظاہر الروایۃ میں چنانچہ اگر دو وصیوں نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی وارث بالغ کے واسطے تو وہ مقبول ہے کذا فی البزازیہ
ہم وارث بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہیں بسبب تہمت کے کذا فی البحر او فی و شہدا فی مال او فی المیت لا تقبل

اور صغیر لم یجز اتفاقا وصحح فی الوصایا اور اگر دو وصیون نے میت کے مال مین گواہی دی تو مقبول نہین بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے
گواہی دی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین اور یہ مسئلہ کتاب الوصایا مین آویگا کما لا تقبل الشہادۃ علی جرح بالفتح اخرج مجرد عن اثبات
حق اللہ تعالی او للعبد جیسے مقبول نہین گواہی جرح مجرد پر یعنے اس فسق کے اظہار پر جو خالی ہو اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے علم جرح بالفتح
اصطلاح شرع مین عبارت ہو اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ جیسا کہ حد اور حق العبد جیسا کہ قرضہ یا نقل قہستانی سے کہا جرح مجرد وہ ہو جسپر فسق محض
مشہود علیہ سے مترتب نہو فتح القدیر مین ہو کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہین ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہو حکم کے واسطے اور ہو کہ مشہود بہ تحت
حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہین اسواسطے کہ حکم الزام ہو اور قاضی کے اختیار مین نہین الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فاسق اسکے دفع پر فی الحال
قادر ہو توبہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہو کہ مجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہوجاتا ہو کیونکہ اشاعت فاحشہ نص قرآن سے ممنوع ہو اگر کوئی کہے کہ شہادت بفاحشہ
فاحشہ مقصود نہین بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہو اسکا جواب یہ ہو کہ دفع ضرر اشاعت مین منحصر نہین اسطرح ہو کہ پہلے قاضی کی پاس مین گواہی دے بلا اگر شہود
قاضی کو خبر کردے تو بھی مطلب حاصل ہو انتہی وان تضمنتہ قبلت والا لا تقبل اگر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول ہو اور نہین
مقبول نہین بعد التعدیل ولو قبلہ قبلت ای الشہادۃ قبل الاخبار ومن واحد علی الجرح المجرد وکذا اعتمدہ المصنف تبعا لما قررہ صدر الشریعۃ واقرہ
ملا خسرو وادخلہ تحت قولہم الدفع اسہل من الرفع وذکر وجہہ واطلق ابن الکمال ردہا تبعا لعامۃ الکتب وذکر وجہہ جرح مجرد پر گواہی مقبول نہین
بعد ثبوت عدالت مشہود دعوی کے اور اگر قبل ثبوت عدالت یعنی مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہو بلکہ اخبار مقبول ہو اگرچہ اخبار ایک ہی شخص سے ہو
جرح مجرد پر اسی قول پر اعتماد کیا ہو مصنف نے صدر الشریعہ کے قرارداد کی پیروی کرکے اور اسکو ثابت رکھا ہو ملا خسرو نے درر غرر مین اور داخل کیا ہو
اسکو فقہا کے اس قول کے نیچے کہ دفع سہل تر ہو رفع سے یعنے قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہو بعد ثبوت کے اٹھانے سے اور اسکی وجہ بیان کی ہو اور ابن کمال
نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقا مردود کہا ہو باتباع عامہ کتب فقہ اور اسکی وجہ مذکور کی ہو علم ملا خسرو نے وجہ یون بیان کی ہو کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر واحد
کیون مقبول ہو قبل تعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہین مگر نصاب شہادت در صورتیکہ غیر مجرد ہو اسکا جواب تحقیقی یہ ہو کہ جرح مشاہد قبل تعدیل دفع ہو شہادت کا
قبل ثابت ہونے شہادت کے اور دیانت کے باب سے ہو ولہذا اسمین خبر واحد مقبول ہو اور بعد تعدیل کے رفع ہو شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کے بیان کیسا
کہ قاضی پر عمل بشہادت واجب ہو جبتک کہ جرح معتبر موجود نہو اور قواعد مقررہ سے یہ قاعدہ ہو کہ دفع اسہل ہو رفع سے اور یہی سبب ہو کہ جرح مجرد کے مقبول ہونے مین قبل
تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہو بعد تعدیل کے بلا نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہو انتہی اور ابن کمال نے یون وجہ بیان کی ہو
کہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ تحت حکم داخل نہین اور گواہی اسمین مقبول ہوتی ہو جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار مین اسکا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے
یہ ہو یا بعد تعدیل کے انتہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام مین لفظی خلاف ہو نہ معنوی اسواسطے کہ ابن کمال نے یہ جو کہا ہو کہ شہادت فسق مجرد کی
مقبول نہین اگرچہ قبل تعدیل ہو تو مراد اسکی یہ ہو کہ وہ معتبر نہین بایں معنی کہ وہ ایسی شہادت نہین کہ مطعون کو حیز قبول سے خارج کردے اور بعد اسکے تعدیل مقبول
چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال اور جواب کے اس طرح بیان کیا ہو کہ اگر تو کہے کہ کیا یہ بات نہین ہو کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت قاضی کو مانع ہو
قبول شہادت سے اور اس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو مین جواب دونگا کہ ہان مانع ہو لیکن یہ منع اس سبب سے ہو کہ خبر فسق طعن ہو انکی عدالت مین اس
سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہوگیا جسنے شاہدون کو حیز قبول سے ساقط کردیا لہذا اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو انکی گواہی مقبول ہو اور اگر
شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد حیز شہادت سے ساقط ہوجاتے اور مجال تعدیل باقی نہ رہتی انتہی تو یہ قول ملا خسرو کے اس کلام کا منافی نہین کہ
فسق مجرد کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہو اسواسطے کہ ہر چند اسنے یہ کہا لیکن اسنے یہ بھی کہا ہو کہ اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو مدعی کے شہود کی گواہی

مقبول ہوگی تو خلاف لفظی ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا و ظاہر کلام الوانی وعزمی زادہ المیل الیہ اور علامہ مدانی اور عزمی زادہ کے ظاہر کلام سے ابن کمال کے
کلام کی طرف میلان ثابت ہوتا ہے اور علامہ دانی نے جو ابن کمال کی طرف سے جواب دیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ فسق مجرد کی شہادت قبل تعدیل
شہادت نہیں ہے خواہ قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو بلکہ وہ خبر محض ہے بدلیل قبول خبر واحد قبل تعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس باب سے اسکا تعلق نہ ہوا
اسی واسطے ہے انکا ذکر جنکی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہ قول کہ گواہی معتبر نہیں مطلب اسکا یہ ہے کہ وہ شہادت کے شمار میں نہیں اگرچہ قبل
تعدیل ہو یا نہ ہو اسواسطے کہا اگر وہ شہادت کے شمار میں ہوتی تو مدعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول ہوتی تو اس قول کا بھی حاصل خلاف لفظی کی طرف راجع ہوا کذا فی
الطحطاوی وکذا القہستانی حیث قال فیہ ان القاضی لم یلتفت الی ہذہ الشہادۃ ولکن یزکی الشہود سرا وعلانا فان عدلوا قبلہا وغیرہ کالمضمرات اور اسیطرح قہستانی کا بھی
میلان ابن کمال کے کلام کی طرف ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ قہستانی نے کہا اور اسمین ہے کہ نقایہ کے کلام میں اسکا اشارہ ہے کہ قاضی نہ التفات کرے
اس شہادت کی طرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کی طرف لیکن شہود مدعی کا تزکیہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر انکی عدالت ثابت ہو تو گواہی انکی قبول کرے
اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا اور ہم نقایہ کا کلام یہ ہے کہ فسق مجرد شاہد عدل ہے مقبول نہین انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل
مقبول ہے فقولہ لم یلتفت الاولی لا یلتفت کذا فی الطحطاوی ولہذا مترجم نے لم یلتفت کی طرف التفات نہ کیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا وعبارۃ البرجندی علی ما
لا قول النقایۃ اور برجندی نے قبول شہادت کو بصورت تعدیل صاحبین کا قول ٹھہرایا ہے نہ امام کا جو برجندی نے ایسا کیا اس کا علم ہوا کہ اسکی
حاجت نہیں اسواسطے کہ خلاف نقل ہو مثل ان یشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرد بانہم فسقۃ او زناۃ او اکلۃ الربوا او شربۃ الخمر چنانچہ
مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی یوں گواہی دین کہ شہود مدعی فاسق ہین یا زانی ہین یا سود خوار ہین یا شراب خوار ہین اور ہم جرح مرکب کی بھی مثالوں مین زنا اور اکل ربوا
اور شرب خمر مذکور ہو تو مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد مین بصیغہ اسم مجہول ہے اور جرح مرکب مین بصیغہ ماضی مجہول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر یہ وجہ فرق ہے کہ جرح مجرد
تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل کا صیغہ معنی استقبال ہوتا ہے تو یقین نہوا کہ شاہد بالفعل متصف بفسق ہین بخلاف جرح مرکب کے کہ وہان بصیغہ ماضی تفسیق ہے او علی
اقرارہم انہم شہدوا بزور او انہم اجراء فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی او انہ لا شہادۃ لہم علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل
بعد التعدیل بل قبلہ درر واستثناہ المصنف یا جرح کے گواہ شہود مدعی کے اس اقرار کی گواہی دین کہ انھون نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر ہین اس شہادت
مین یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعوی مین یا اس اقرار پر کہ شہود کی شہادت ثابت نہین مدعا علیہ پر اس حادثہ مین تو یہ گواہی مقبول نہین بعد تعدیل کے
بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ درر مین ہے اور اسپر اعتماد کیا ہے مصنف نے اور طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار محض ہے فیقبل
لو شہدوا علی الجرح المرکب کاقرار المدعی بفسقہم او اقرارہم بشہادۃ الزور او بانہ استاجرہم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہون نے
جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدون کی گواہی جھوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے انکی اجرت مقرر کی
اس گواہی پر ہم جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس جرح پر دو شہادت مترتب ہے تو گویا جرح اور جو اسپر مترتب ہوا اور وہ دو چیزین ہین اور فسق شہود کی گواہی باقرار مدعی
اسیلئے مقبول ہوئی کہ شاہدون نے اظہار فاحشہ کی گواہی نہین دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹھہرے اور اقرار
ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے اور قاضی بسبب اسکے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار توبہ کر لینے سے مرتفع نہین ہوتا خزانۃ الاکمل مین ہے کہ اثبات اقرار مدعی بفسق شہود
باسیطرح شہادت مقبول ہے اور یہ جرح اور طعن نہین بلکہ اس بات سے ہے کہ انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحطاوی او علی اقرارہم انہم لم یحضروا المجلس
الذی کان فیہ الحق عینی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نہ تھے اس مجلس مین جسمین مدعی کا حق تھا کذا فی العینی او انہم عبید او محدودون فی
القذف او ان ابن المدعی او ابوہ عنایہ او قاذف والمقذوف یدعیہ یا جرح مرکب کی یون گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہین یا محدود فی القذف ہین

یا گواہ مدعی کا بیٹا ہو یا اسکا باپ ہو کذا فی العنایۃ یا کہ شاہد قاذف ہو اور حالانکہ مقذوف اسکا مدعی ہو او انہم زنوا او شربوا الخمر ولم یتقادم العھد کما مر فی بابہ یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انھوں نے بیان کیا یا شہود نے سیر افلان کا مال چرایا اور مال مسروق کی اسنے تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقادم نہیں ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب میں ہم حد شرب میں مذکور ہو چکا کہ تقادم زنا و سرقہ یعنی پرانا ہو جانا ایک مہینہ سے ہوتا ہی اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے او قتلوا النفس عمداً یعنی یا گواہی دی کہ شاہدون نے آدمی کو مار ڈالا جان بوجھ کر او انھم شرکاء المدعی والمدعی مال یا گواہی دی کہ شہود شریک ہین مدعی کے اور حالانکہ جسمین دعوی ہی وہ مال ہی ہم مراد یہ ہی کہ شاہد شریک مفاوض ہی مدعی کا تو جو اس دعوی باطل سے مدعی کو حاصل ہوگا تو شاہد کو اسمین فائدہ ہوگا اور یہ مراد نہین کہ شاہد مدعی کا شریک ہی مدعی بہ مین ورنہ اسکا اقرار ہوگا کہ مدعی بہ مدعی اور شاہد کا مملوک ہی کذا فی فتح القدیر او انہ استاجرھم بکذا لیؤدا الشہادۃ واعطاھم ذلک مما کان لی عندہ من المال ولم یقل لم تقبل لعدم الاستیجار بغیرہ والولایۃ علیہ یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ مدعی نے شاہدون کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے اور انکو اجرت دی اس مال مین سے جو میرا تھا مدعی کے پاس اور اگر یہ نہ کہیگا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب دعوی کرنے استیجار کے غیر شخص کے واسطے اور حالانکہ اسکی ولایت نہین غیر شخص پر یعنی تو وہ خصم نہ ٹھہرا ہم یعنی جب یہ کہیگا کہ اجرت میرے مال سے دی اسوقت شہود مدعی کی گواہی مردود ہوگی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوی استیجار بلا قید مذکور جرح مجرد ہی تو مقبول نہین او انی صالحتھم علی کذا ودفعتہ الیھم ای رشوۃ والا فالصلح بالمعنی الشرعی لو قال لم ادفعہ لم تقبل علی ان لا یشھدوا علی زورا وقد شھدوا زورا وانا اطلب ما اعطیتھم یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ شہود مدعی سے مین نے صلح کی تھی بعوض اتنے مال کے اور وہ مال انکو بطور رشوت کے مین نے دیا تھا اس شرط پر کہ مجھپر جھوٹ گواہی نہ دین ساتھ اسکے انھون نے جھوٹ گواہی دی اور مین انسے طلب کرتا ہون وہ مال جو انکو مین نے دیا شارح نے کہا کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نکریگا تو صلح بمعنی شرعی ثابت نہوگی اور اگر کہے کہ صلح کر کے مین نے مال نہین دیا تو گواہی مقبول نہین وانما قبلت فی ہذہ الصور لانہا لحق اللہ او العبد مست الحاجۃ لاحیاء ہما اور ان صورتون مین تو گواہی اسی واسطے مقبول ہی کہ امور مذکورہ یا حق اللہ یا حق العبد ہین تو دونون حقون کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی شہد عدل فلم یبرح من مجلس القاضی ولم یطل المجلس ولم یکذبہ المشہود لہ حتی قال وہمت اخطات بعض شہادتی ولا مناقضۃ قبلت شہادتہ بجمیع ما شہد بہ ولو بعد القضاء وعلیہ الفتوی خانیۃ یعنی گواہی دی شاہد عادل نے سو ہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہین ہوا اور مجلس بھی دراز نہین ہوئی اور مدعی نے اسکی تکذیب نہین کی یہان تک کہ شاہد نے کہا کہ مین نے خطا کی بعض شہادت مین اور حالانکہ دونون قولون مین مناقضہ نہین تو اسکی گواہی قبول ہی سب چیز مین جسکی اسنے شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہوا گرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہوا اور اسی پر یعنی قبول بعد قضا پر فتوی ہی کذا فی الخانیۃ والبحر خطا بعض شہادت خواہ بزیادت ہو خواہ بنقصان زیادت اسطرح کہ ہزار درم کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا حقیقت مین پانسو درم ہین اور کمی کی یہ مثال ہی کہ پانسو کی گواہی دی پھر بولا کہ مین بھول گیا وہ تو ہزار درم ہین تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونون صورتون مین مقبول ہی اسواسطے کہ رعب مجلس قضا سے گاہے ایسا ہو جاتا ہی کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ در صورت تناقض شہادت چنانچہ اول یون گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہی پھر بولا کہ مین نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہی تو گواہی مقبول نہوگی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی قبول قولہ اوہمت وانہ یقضی بالبقی وہو مختار السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الاکمل والسعدی ترجیحہ فتنبہ وتبصر مین کہتا ہون لیکن عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہی کہ شاہد کا یون کہنا کہ مین نے خطا کی مقبول ہی اور اسکی کہ باقی کا حکم ہوگا اور یہ قول سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار ہی اور اکمل اور سعدی کا ظاہر کلام اس قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہی تو خبردار اور ہوشیار ہو جا ہم شارح کا یہ استدراک بے معنی ہی کیونکہ اس قول مین صریح اختلاف ہی ما بین اہل مذہب کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا اسکا حق تو پندرہ سو ہی تو اسمین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ سب کا حکم ہوگا یعنے پندرہ سو کا اور

بعضوں نے کہا فقط باقی کا حکم ہوگا یعنے ہزار کا یہاں تک کہ اگر ہزار کی گواہی دے پھر کہے میں نے غلط کہا وہ پانسو ہیں تو فقط پانسو کا حکم ہوگا اسواسطے کہ
جو حادث ہوا بعد شہادت کے وہ اسکے مانند ہے جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور اسی کی طرف شمس الائمہ سرخسی کا میلان ہے انتہی مختصراً وان قال الشاہد
بعد قیامہ عن المجلس لا تقبل علی الظاہر احتیاطاً اور اگر شاہد نے بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہیں بنابر
ظاہر الروایت کے بنظر احتیاط اھ وجہ احتیاط یہ ہے کہ زیادت میں شاید مدعی نے اور کمی میں مدعی علیہ نے اسکو ورغلانا ہو طمع دینا دیکر صدر الشریعۃ نے کہا کہ عدم
قبول اس صورت میں ہے جبکہ محل شبہہ ہو یعنے جیسا کہ زیادت یا نقصان میں اور اگر شبہہ کا مقام نہو تو باوجود تغایر مجلس گواہی مقبول ہے جیسا کہ لفظ شہادت کو
اسنے ذکر نکیا پھر دوسری مجلس میں اسنے لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہی اور اسی طرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کی طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کا نام نلیا تو
مقبول ہے اسواسطے کہ قصداً شبہہ نہیں بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لو وقع الغلط فی بعض الحدود والنسب ہدایہ اور اسی طرح گواہی مقبول ہے اگر غلطی واقع
ہوگئی بعض حدود یا نسب میں کذا فی الہدایہ اھ مثلاً حد غربی کے مکان کی شرقی ذکر کیا یا بعض نسب میں خطا کرگیا جیسا کہ پہلے محمد بن علی بن عمران
کے محمد بن احمد بن عمر بول گیا پھر اسی مجلس میں تدارک کیا تو مقبول ہے اور بعد مجلس مقبول نہیں کذا فی الفتح طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہدون نے ایک
حد یا دو حد میں غلطی کی پھر اسکا تدارک کیا اسی مجلس میں یا غیر مجلس میں تو درست ہے کما فی الفتح مقبول ہے جیسا کہ شاہد یون بولے کہ اسکا نام فلانا تھا پھر اسکا نام فلانا ہوگیا
بینۃ انہ ای المجروح مات من الجرح اولی من بینۃ الموت بعد البرء اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اولیٰ بالقبول ہے اس گواہی سے کہ بعد صحت
مرگیا اھ یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو اسکے اولیاء نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید نے دوسرے گواہوں سے گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے
چنگا ہو کر دس دن کے بعد مرگیا تو اولیاء مقتول کی گواہی اولیٰ ہے کذا فی الدرر ولو اقام اولیاء المقتول بینۃ علی ان زیداً جرحہ وقتلہ واقام زید
بینۃ علی ان المقتول قال ان زیداً لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولیٰ من بینۃ اولیاء المقتول مجمع الفتاوی اور اگر اولیاء مقتول نے
اسپر گواہی قائم کی کہ زید نے اسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہیں کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی
اولیٰ اور اقدم ہے اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوی اھ ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی پر ہے بلکہ قیام شہادت مقتول کے قول پر ہے وبینۃ
الغبن من یتیم بلغ اولیٰ من بینۃ کون القیمۃ ای قیمۃ ما اشتراہ من وصیہ فی ذلک الوقت مثل الثمن لانہا تثبت امراً زائداً ولان بینۃ الفساد ارجح من بینۃ
الصحۃ درر خلافاً لما فی الوہبانیۃ اور ثبوت نقصان کی گواہی اس یتیم کی جانب سے جو بالغ ہوگیا اولیٰ ہے اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تھی یعنے
جس قیمت سے مشتری نے مبیع کو یتیم کے وصی سے خرید کیا اس وقت میں یعنے وقت عقد اسواسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہے اور اسواسطے
کہ فساد کی گواہی راجح تر ہے صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے وہ ہے جو وہبانیہ میں ہے یعنے اسمین بینۂ صحت کی تقدیم بینۂ فساد پر مذکور ہے اھ درر میں جو صورت مسئلہ کی
مذکور ہے کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا مملوک تھا بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اسنے دعوی کیا کہ بیع میں غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس باغ
کی قیمت اس وقت میں مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ اولیٰ بالقبول ہیں انتہی اما بدون البینۃ فالقول لمدعی الصحۃ منیہ اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول
معتبر ہے کذا فی المنیۃ اھ شرح وہبانیہ میں ہے کہ جب بائع اور مشتری میں اختلاف ہوا ایک صحت بیع کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہوگا
اور صورت گواہی تو فساد کی گواہی مقدم ہے باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی وبینۃ کون المتصرف فی نحو تدبیر او خلع او خصومۃ ذا عقل اولیٰ من بینۃ الورثۃ
مثلاً کونہ مخلوط العقل او مجنوناً اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند تدبیر یا خلع یا خصومت کے تصرفات میں صاحب عقل تھا مقدم ہے وارثون کی
مثلاً اس گواہی سے کہ مورث متصرف مختلط العقل یا مجنون تھا اھ یعنے لونڈی نے گواہی قائم کی کہ اسکے مولی نے اسکو اپنے مرض الموت میں مدبر کیا اور حالانکہ
عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثون نے گواہی قائم کی کہ وہ مختلط العقل تھا تو لونڈی کی گواہی مقدم ہے اور اسی طرح اگر زوجہ سے خلع کیا پھر زوج نے گواہی

قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی تصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خریدنے کے وقت اور عورت نے گواہی قائم کی
کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر وقال الشھود لا ندری کان فی صحتہ او مرضہ فھو علی المرض اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم کو
معلوم نہیں کہ طلاق یا اعتاق صحت میں تھا یا مرض میں تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنے جبکہ مدعی صحت کا دعویٰ کرتا اور مدعی علیہ مرض کا کذا فی الطحطاوی
ولو قال الوارث کان یھذی یصدق حتی یشھدا انہ کان صحیح العقل بزازیہ اور اگر وارث نے کہا کہ مورث بدحواس ہذیان گو تھا تو اُسکے قول کی تصدیق ہوگی
یہاں تک کہ دو شاہد گواہی دیں کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البزازیہ وبینۃ الاکراہ فی اقرارہ اولی من بینۃ الطوع ان ارخا واتحد تاریخھما فان اختلفا او لم یورخا
فبینۃ الطوع اولی کاتقدم وغیرہ واعتمدہ المصنف وابنہ وعزمی زادہ اور اقرار مقر میں اکراہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدین نے
تاریخ مذکور کی اور دونوں کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملتقط
وغیرہ اور اسی قول پر مصنف نے اور اُسکے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے اعتماد کیا ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے بینۃ الفساد اولی من بینۃ الصحۃ
شیخ وھبانیہ فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوھبانیہ ھم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا مسئلہ غبن کے ساتھ وفی الاشباہ
اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ الا فی مسئلۃ الاقالۃ اور اشباہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے
اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع میں اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ میں
مدعی فساد کا قول معتبر ہے ھم مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعوے کیا کہ میں نے بیع کی بائع کے ہاتھ کمتر ثمن سے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا
دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اسکے بالعکس ہوتا تو دونوں قسم کھاتے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط اختلفا فی البیع والرھن فالبیع اولی
اور ملتقط میں ہے کہ دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع اور رہن میں تو بیع کا قول مقدم ہے اختلفا فی البتات والوفاء فالوفاء اولی استحسانا دو شخصوں نے اختلاف کیا
بیع کے لازم ہونے میں اور بیع الوفا میں تو بیع الوفا کا قول اولی اور اقدم ہے باعتبار استحسان کے شہادۃ قاصرۃ یتمھا غیرھم تقبل کان شھدا بالدار بلا ذکر انھا
فی ید الخصم شھد آخران شہادت قاصرہ کو پورا کر دیا اور شاہدوں نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدوں نے گھر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہے بدون اس بیان کے
کہ وہ گھر مدعی علیہ کے قبضہ میں ہے سو دو اور شاہدوں نے اسکی گواہی دی ھم دونوں گواہیاں ملکر مقبول ہیں اسواسطے کہ اثبات قبض مدعی علیہ کی حاجت ہے
کہ مدعی علیہ مخاصم ٹھہرے ملک مدعی کے اثبات میں کذا فی الدرر او شھدا بالملک فی المحدود وآخران بالحدود یا دو شخصوں نے ملک محدود کی گواہی دی یعنی بلا ذکر حدود اور
اُسکے سوا اور دو شاہدوں نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شھدا علی الاسم والنسب ولم یعرفا الرجل بعینہ فشھد آخران انہ المسمی بہ دو شاہدوں نے نام
اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونوں شاہد اس مرد کو بعینہ نہیں جانتے ہیں تو دو اور شاہدوں نے گواہی دی کہ فلانا شخص مسمی باسم ونسب مذکور ہے
کذا فی الدرر یعنے یہ نام اور نسب فلانے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شھد واحد فقال الباقون نحن نشھد کشھادتہ لم تقبل حتی یتکلم کل شاھد بشھادتہ علیحدہ
ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں اس شاہد کی گواہی کے مانند تو مقبول نہوگی تاوقتیکہ ہر شاہد اسکی سی گواہی کو نہ کہے
اور اسی قول پر فتوی ہے شھادۃ النفی المتواتر مقبولۃ نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے ھم یعنے اگر نفی متواتر ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں
کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعوے متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگا اور اسکے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اسکی تکذیب
لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا
میں مذکور ہیں اور نوادر میں ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ دو شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت
یا طلاق یا اعتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اُس دن

سو جو وہ تھا تو مقبول نہیں مگر جبکہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن ہے مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتی نفی سے اور پورا
بیان اسکا واشی اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی الشہادۃ اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل الا فی عبد بین مسلم ونصرانی فشہد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق
النصرانی فقط اشباہ جبکہ گواہی باطل ہوئی بعض میں تو کل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس غلام میں جو مشترک ہے مسلم و نصرانی میں سو دو نصرانیوں نے دونوں
مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ ثم بطلان البعض یعم بطلان الکل کی مثال یہ ہے کہ بھائی نے اپنے بھائی کا دعویٰ کیا تو
بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں شہادت باطل
اور باقی میں باقی رہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ قلت فرادہ شیخنا خمسۃ و نحوی میں اسپر اضافہ کرتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں
اور میں نقل کرکے ہم اس کیا ہے کہ قطعہ ہے کافر اور مسلم کے قبضہ میں سو صاحب بحر نے دو شاہد کافر اسپر قائم کیے تو فقط کافر کے حق میں شہادت ممنوع ہوگی اور ازانجملہ یہ ہے
کہ کافر مرگیا اور اسکے دو بیٹوں نے اسکا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہوگیا پھر دو کافروں نے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں ممنوع ہوگی اور ازانجملہ
یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کچھ مال کی چوری کی گواہی دی تو دونوں پر قطع قبول نہیں اور کافر پر ضمان کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الاختلاف فی الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کا ہم اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت و دعوے کے خلاف ہے یا شاہدین میں اختلاف ہو پہلے الباب کی اصول مقررہ اس باب کے
مسائل کی بنا احکام چند قواعد مقررہ پر ہے ہم نے مصدر یہی ہو نہ اسم مکان اسواسطے کہ ان تو قوہ باب ہو منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد لا تقبل بلا دعوی
بخلاف حقوقہ تعالی منجملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت قبول نہیں ہوتی بدون دعوے کے بخلاف اللہ تعالیٰ کے حقوق کے کہ وہ دعوے پر موقوف نہیں
ہم یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحطاوی ومنہا ان الشہادۃ باکثر من المدعی باطلۃ
الا فی للاتفاق فیہ اور ازانجملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعا سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے جو مدعا سے کمتر ہے کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے
اتفاق کے کمتر میں ہم جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اسکا تکذیب کرنے والا ہوا لہذا شہادت باطل ہے بخلاف اقل کے کہ اسمیں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے وبیان
الملک المطلق ازید من المقید لثبوتہ من الاصل والملک بالسبب مقتصر علی وقت السبب اور ازانجملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جسمیں ملک کا سبب بیان نہ ہو خرید یا ہبہ وغیرہ
وہ زیادہ تر ہے اس ملک سے جو مقید ہے سبب کے ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بسبب اسکا سبب کے وقت سے ہوتا ہے ہم ملک مطلق اسواسطے اکثر اور زائد ہے ملک مقید سے یعنی
کہ مطلق اولیت کے مفید ہے اور ملک سببی مفید حدوث ہے کذا فی الفتح یعنی اسکے پیدا ہونے کی اول سے نہ ہونا بخلاف مطلق طحطاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقل نہیں بلکہ
قاعدہ سابقہ کی فروع میں سے ہے ومنہا موافقۃ الشہادتین لفظا ومعنی وموافقۃ الشہادۃ الدعوی معنی فقط اور ازانجملہ موافقت شہادتین ہے یعنی ایک
شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ میں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعوے سے فقط معنی میں ضرور ہے اور یہ آگے
واضح ہوگا ہم شہادت اور دعوے کے مطابقت میں فقط معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتین کہ اسمیں تطابق لفظی اور معنوی دونوں ضرور ہیں
تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کا مقتضی نہیں کہ اسمیں موافقت شہادت کی دعوے کے ساتھ اتفاق شاہدین کے مانند لفظا اور معنی شرط ہے کذا
فی الدرر تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوقفہا علی مطالبتہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصم
فکان الدعوی موجودۃ مقدم ہونا دعوے کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے شہادت کے مطالبہ پر اگرچہ
اگرچہ مطالبہ وکالۃ ہو بلکہ وکالۃ ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اسمیں تقدم دعوے شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو
ہر مسلمان صاحب خصومت ہے تو گویا دعوی موجود ہے ہم جب اقامت حق شرع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اسمیں داخل ہے تو شاہد گویا مدعی ٹھہرا

باعتبار وجوب اقامت کے اور شاید ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقتها ای وافقت الشهادة الدعوى قبلت والا توافقها لا تقبل هذا احد الاصول المقررة
جبکہ شہادت دعوے کے مطابق ہوگئی تو مقبول ہوا اور اگر مطابق دعوی نہوئی تو مقبول نہیں اور یہ ایک قاعدہ ہے قواعد مقررہ سے ہم شارح نے تقدم
دعوی کو یہاں قاعدہ نہ کہا حالانکہ اول اسکو قاعدہ اعتبار کر چکا ہے باتباع صاحب درر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ تقدم دعوی کو اس باب میں دخل نہیں فلو ادعی ملکا
مطلقا فشهدا به بسبب کشراء او ارث قبلت لکونها بالاقل مما ادعی فطابقا معنی کما مر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا اور شاہدوں نے ملک بالسبب کی گواہی دی
چنانچہ خرید یا ارث یعنی مثلا مدعی نے دعوی کیا کہ میں اس گھر کا مالک ہوں اور سبب ملک کا بیان نکیا اور شاہدوں نے گواہی دی کہ مدعی نے اسکو خرید کیا یا ارث میں پایا ہے تو
گواہی مقبول ہے بسبب اسکے کہ شہادت کمتر دعوے سے ہے تو دعوی اور شہادت مطابق ہوگئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہو چکا قواعد مقررہ میں ہم شارح نے ارث کو
ملک مقید کی مثال میں ذکر کیا باتباع صاحب کنز اور حالانکہ قول مشہور یہ ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے فتح القدیر سے اور خود شارح اسکو عنقریب
ذکر کریگا تو اگر یہاں ارث کا ذکر نکرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلبی وعکسه بان ادعی بسبب وشهدا بمطلق لا تقبل لکونها بالاکثر کما مر اور برعکس اسکے اس طرح کہ دعوی کیا
ملک مقید کا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں بسبب اسکے کہ شہادت اکثر دعوی سے ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعوی سے
تو مقبول نہیں قلت وهذا فی غیر دعوی ارث ونتاج وشراء من مجهول کما سیذکره میں کہتا ہوں اور یہ یعنی ملک سببی کے دعوے میں ملک مطلق کی
شہادت کا مقبول نہونا دعوی ارث اور نتاج اور بائع مجہول سے خرید کرنے کے سوا میں ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں ہم اگر دعوی
کیا ملک بالارث کا اور شاہد نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی ہے بقول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوی
کیا یعنی یوں دعوے کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ مطلق اقل ہے نتاج سے
اسواسطے کہ مطلق مفید اولیت ہے بطریق احتمال اور نتاج بطریق یقین مفید اولیت ہے اور اگر دعوے کیا کہ میں نے اسکو خرید کیا اور بائع کا ذکر
نکیا یا یوں کہا کہ میں نے اسکو ایک شخص سے خرید کیا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے مگر اس میں اختلاف ہے کذا فی الفتح والحلبی بتصرف واستثنی فی البحر ثلاثة
وعشرین اور بحر الرائق میں تئیس صورتوں کو استثنا کیا ہے ہم یعنی اس قاعدے سے کہ شہادت مقبول ہے اگر دعوی سے موافق ہو اور اگر موافق نہو تو مقبول
نہیں بحر الرائق میں تئیس صورتیں مستثنے کی ہیں طحطاوی نے کہا حق عبارت یہ تھا کہ شارح اسکو متن کے اس قول کے بعد (فاذا وافقها قبلت والا لا) مذکور کرتا
چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہے منجملہ صور مذکورہ چار صورتیں وہ ہیں جو شارح (فی کل قول جمع مع فعل) کے تحت میں مذکور کریگا اور بائیسویں صورت شراء من المجهول
ہے جو مذکور ہو چکی انتہی مختصرا وکذا تجب مطابقة الشهادتين لفظا ومعنى اور اسی طرح مطابقت شہادتین کی لفظا اور معنی واجب ہے ہم امام اعظم رحمہ کے نزدیک
تطابق شہادتین لفظا اور معنی شرط ہے اور تطابق لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ افادہ معنی میں برابر ہوں خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اس لفظ کا
مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی دے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہے کذا فی الفتح الا فی اثنين واربعين مسئلة مبسوطة فی البحر زاد ابن المصنف فی حاشیته
علی الاشباه ثلاثة عشر آخر ترکتها خشية التطويل مگر بیالیس مسئلوں میں جو بحر الرائق میں مشرح مذکور ہیں مطابقت شرط نہیں اور مصنف کے فرزند شیخ صالح نے
اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے تیرہ مسئلے اور بڑھائے ہیں میں نے ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا ہم یعنی اس مقام میں بخوف تطویل مسائل مذکورہ کو ذکر
نہیں کیا والا مسائل مذکورہ تو کتاب الوقف کے اخیر میں شارح ذکر کر چکا ہے بطریق الوضع لا التضمن واکتفیا بالموافقة المعنوية وبه قالت الثلاثة تطابق مذکور بطریق وضع
واجب ہے نہ بطریق تضمن اور صاحبین رحمہ نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہے اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ باقیہ کا ہم وضع کی قید سے وہ صورت
نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیہ ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریہ کہا تو یہ گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ دونوں لفظ
متباین ہیں اگرچہ لازم واحد یعنی بینونت میں مشترک ہیں اسواسطے کہ لغت میں خلیہ کے معنے غیر معنی بریہ ہیں کذا فی البحر فلو شهد احدهما بالنكاح

والآخر بالتزویج قبلت لاتحاد معناهما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہو اسواسطے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنی ہیں ام
مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا اسکا مرادف یعنی ہم معنی وکذا الہبۃ والعطیۃ
ونحوهما اور اسی طرح ہبہ اور عطیہ اور انکے مانند کی گواہی مقبول ہے ام مانند ہبہ اور عطیہ کی یہ صورت ہے کہ مدیون نے ابرا دین کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے ابرا کی گواہی دی
اور دوسرے نے ہبہ یا تصدق یا تملیک کی كذا فی الطحطاوی ولو شهد احدهما بالف والآخر بالفين او مائة ومائتين او طلقة وطلقتين او ثلاث ردت لاختلاف المعنيين
اور اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک بار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے
نے دو بار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں مردود ہے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے ام صاحبین کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں شاہد کم پر
اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو متضمن ہیں اور ایک شاہد منفرد زیادہ پر رہتا ہے تو متفق علیہ ثابت ہو جو منفرد ہے اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں
شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظی اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہیں بولتے کما افادہ عزمی زادہ ادعی غصبا او قتلا فشهد احدهما به والآخر بالاقرار به
لم تقبل چنانچہ اگر دعوی کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں ہے ام اسواسطے کہ شاہدین کا
اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں فعل کے اندر بہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شهدا بالاقرار به قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول
ہے ام اسواسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعوی میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شہادتین میں اور شہادت اور دعوی میں تطابق ... جو شہادتین میں
شرط ہے كذا فی الطحطاوی وكذا لا تقبل فی كل قول جمع مع فعل بان ادعى الفا فشهد احدهما بالدفع والآخر بالاقرار به لاجمع بین قول وفعل ام اور اسی طرح
گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اس طرح کہ دعوی کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے
اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہیں بسبب جمع کرنے کے مابین قول اور فعل کے كذا فی القنیۃ ام جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہو اور دوسرے کے
لفظ میں فعل الا اذا اتحد لفظهما كشهادة احدهما ببيع او قرض او طلاق او عتاق والآخر بالاقرار به فتقبل لاتحاد صيغة الانشاء والاقرار فانه يقول فی الانشاء بعت واقرضت
وفی الاقرار كنت بعت واقرضت فلم يمنع القبول مگر جبکہ اقرار اور انشا متحد ہوجاویں باعتبار لفظ یعنی دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض
یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے
بسبب متحد ہونے صیغہ انشاء اور اقرار کے یعنی تفرقات مذکورہ میں انشاء اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہے اسواسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں عاقد کہتا ہے
بعت اور اقرضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت واقرضت تو قبول شہادت کا مانع نہوا ام اتحاد صیغہ انشاء اور اقرار باعتبار آخر صیغہ اقرار
کے ہے ورنہ اقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ اقرار میں بھی بعت اور مانند اسکے بولتے ہیں بقصد
اخبار كذا فی الطحطاوی بخلاف شهادة احدهما بقتله عمدا بالسيف والآخر بسكين لم تقبل لعدم تكرار الفعل بتكرار الآلة محيط وشرنبلالية بخلاف اس
گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عمدا تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب مکرر ہونے
فعل کے آلہ قتل کی تکرار سے كذا فی المحيط والشرنبلالية ام فعل واحد یعنی قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایکبار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور
دوسری بار چھری سے طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا شرنبلالیہ عن المحیط اسواسطے کہ شرنبلالیہ میں یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے وقبل
على الف فی شهادة احدهما بالف والآخر بالف ومائة ان ادعى المدعی الاكثر لا الاقل الا ان يوفق باستيفاء او ابراء ابن كمال اور گواہی قبول
ہو ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یعنی گیارہ سو کا
نہ اقل کا یعنی ہزار کا مگر اس صورت میں جبکہ مدعی توفیق کرے استیفا یا ابرا دین سے كذا ذكره ابن كمال ام یعنی اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعوی کیا

اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار میں دونوں کا اتفاق ہوا اور ایک شاہد سو میں
منفرد ہوا اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعوے کرتا ہو تو مقبول نہیں اسواسطے کہ مدعی نے تکذیب کی اس شاہد کی جسنے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر ہان اگر
مدعی اسطرح توفیق بیان کرے کہ واقع میں میرے گیارہ سو تھے سو میں نے سو درم لیے تھے یا میں نے اسکو معاف کر دیئے تو دعوے اقل میں گواہی
مقبول ہو وہذا فی الدین اور یہ یعنے شترط ہونا موافقت بین الشہادتین لفظاً بحسب وضع دین کے دعوے میں ہے تو اسم اشارہ اسکی طرف راجع
ہے جو اصول سابقہ سے معلوم ہے کذا فی الطحطاوی وفی العین تقبل علے الواحد کما لو شہد واحد ان ہذین العبدین لہ وآخر ان
ہذا القبلت علے العبد الواحد الذے اتفقا علیہ اتفاقا اور دعوے عین میں گواہی مقبول ہو ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے
کہ یہ دونوں غلام مدعی کے ہیں اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ ایک غلام مدعی کا ہے تو گواہی مقبول ہے اس ایک غلام پر جسپر دونوں شاہدوں کا
اتفاق ہوا باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر عن المحیط وفی العقد لا تقبل مطلقا سواء کان المدعی اقل المالین او اکثرہما عزمی زادہ
اور اثبات عقد میں کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہیں خواہ دعوے اقل المالین ہو یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع ہو
یا مشتری کذا فی الدرر ثم فرع علے ہذا الاصل بقولہ فلو شہد واحد بشراء عبد او کتابتہ علے الف وآخر بالف وخمس مائۃ ردت لان المقصود
اثبات العقد وہو یختلف باختلاف البدل فلم یتم العدد علے کل واحد پھر مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے کہ اگر ایک شاہد نے
گواہی دی غلام کی خرید یا اسکے مکاتب ہونے کی ہزار درم پر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہیں اسواسطے کہ یہاں مقصود اثبات
ہے عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہو جاتا ہے بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام نہوا یعنے نصاب شہادت تمام نہوا ہر واحد پر کہ عقد مختلف ہوتا ہے
اختلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار مغایر ہے اس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہے تو مشہود مختلف ہو گیا اثبات کے خلاف سے اور اسواسطے کہ مدعی
ایک شاہد کا مکذب ہے کذا فی الدرر ومثلہ العتق بمال والصلح عن قود والرہن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراہن والمرأۃ لف ونشر مرتب
اذ مقصودہم اثبات العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق میں اور قاتل مدعی
صلح میں اور راہن رہن میں اور عورت خلع میں مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن میں لف ونشر مرتب ہے عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہوا کہ مدعیوں کا مطلب
اثبات عقد ہے نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہوئی وان ادعی
الآخر کالمولی مثلا فکدعوی الدین اذ مقصودہم المال فتقبل علے الاقل ان ادعی الاکثر کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلا مولے مدعی ہو تو دعوی
دین کے مانند ہے اسواسطے کہ مدعیوں کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوے کرتا ہے
چنانچہ مذکور ہو چکا ہے توضیح دعاوی مذکورہ اس طرح ہے کہ غلام کے مولی نے کہا کہ میں نے تجکو پندرہ سو درم پر آزاد کیا اور غلام دعوے کرتا ہے کہ ہزار درم پر
یا ولی قصاص کہتا ہے کہ میں نے تجسے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوے کرتا ہے اسی طرح باقی دو صورتیں کذا فی الدرر والاجارۃ کالبیع
لو فی اول المدۃ للحاجۃ لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہے اگر اول مدت میں ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے ہے یعنی اگر مستاجر یا موجر نے
دعوے کیا کہ اس گھر کی اجرت ایکسال کی پندرہ سو ہیں سو ایک شاہد نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہوگا مانند
بیع کے اسواسطے کہ قبل استیفاء منفعت کے اجرت کا استحقاق نہیں تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو اجارہ ثابت نہوگا کذا فی الفتح
وکالدین بعدہا لو ادعی الموجر ولو المستاجر فدعوے عقد اتفاقا اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گذر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر مستاجر
مدعی ہو تو عقد کا دعوے ہے بالاتفاق ہم دعوی موجر میں بعد تسلیم عین موجر اثبات عقد کی حاجت نہیں خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو

یا نہ حاصل کی ہو تو یہ دعوے اجرت کا ہو تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دے اور دوسرا ڈیڑہ سو کی اور موجر مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اسواسطے کہ موجر کا کچھ مقصود
نہیں بجز اجرت کے سوا اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوے ہے کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہے تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اسکے اعتراف کے
خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف او عقد ثابت نہو گا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح وصح النکاح بالاقل اے بالف مطلقا استحسانا خلافا لہما
اور صحیح ہے نکاح اقل سے یعنی ہزار سے مطلقا خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کہ انکے نزدیک نکاح باطل ہے ہم وجہ استحسان
یہہ کہ مال تابع ہے نکاح مین اور مقصود اصلی نکاح مین حلت اور ملک ہے اور اسمین اختلاف نہین بلکہ تابع مین ہے جیسے بیع مین یعنی مال مین اختلاف ہو تو اقل کا لینا یہ
حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو اب ہزار روپیہ بالضرورۃ قضا بالنکاح لازم ہوگی کذا فی الفتح ولزم فی صحۃ الشہادۃ بالجر بشہادۃ ارث بان یقولا مات
وترکہ میراثا للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت مین جر میراث کا بیان کرنا لازم ہے اس طرح کہ شاہدین کہین کہ مورث مرگیا اور ترکہ کو اس مدعی کے واسطے میراث
چہوڑا ہم جر میراث یعنے ملک مورث کو وارث کی ملک کی طرف نقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہے متروکہ مین واسطے
مورث تو گویا مین وارث پر استبرا واجب ہے اور وہ وارث غنی کو حلال ہے جو مورث فقیر پر صدقہ تہا اور محتاج ہے نقل کا نا استصحابا للحال الثابت
اور نزدیک ابو یوسف کے جر میراث لازم نہین اسواسطے کہ وارث مالک ہوتا ہے بطور خلافت کے مورث سے اور اسی لیے عیب کے سبب رد کر سکتا ہے تو ملک مورث
کی گواہی بعینہ ملک وارث کی گواہی ہے الا ان یشہد بملکہ عند موتہ او یدہ او ید من یقوم مقامہ کمستاجر ومستعیر وغاصب ومودع لتغنی ذلک عن الجر
لان الاید عند الموت تنقلب ید ملک بواسطۃ الضمان فاذا ثبت الملک ثبت الجر ضرورۃ جر میراث لازم ہے مگر یہ کہ شاہدین گواہی دین مورث کے
ملک کی اسکے مرنے کے وقت یعنی یون کہین کہ مورث تا مرگ اسکا مالک تہا یا اسکے ہاتھ کی یعنی اسکے قبضہ اور تصرف کی گواہی دین یا اس شخص کے قبضہ اور تصرف کی
گواہی دین جو مورث کے قائم مقام ہو چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا غاصب یا امانتدار تو یہ یعنی شہادت ملک یا قبض مغنی ہے بیان جر میراث سے کیونکہ
قبض اور تصرفات موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہو جاتے ہین بواسطہ ضمان کے پہر جب وارث کی ملک ثابت ہوگی تو جر میراث ضرور ثابت ہوگی ہم ناقد
موت قبضہ ثابت ہونا مثبت ملک ہے اسواسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہے یعنی قبضہ غصب و قبضہ امانت اور قبضہ ملک لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضہ ملک کا
ہو جاتا ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ غاصب اور امانتدار اگر بلا بیان غصب اور امانت کے مر جاوے تو مغصوب اور ودیعت اسکی ملک ہو جاتی ہے اسپر ضمان واجب کر
شرعا کذا فی الفتح ملا خسرو نے درر مین کہا ہے موت قیام تصرف دلیل ملک میت ہے بواسطہ ضمان کے اسواسطے کہ ظاہر حال مسلم اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر مغصوب یا ودیعت
امانت اسکے پاس ہوتی تو اپنے وقت نازک مین بیان کر دیتا پہر جب اسنے بیان نہ کیا تو معلوم ہوا کہ جو اسکے تصرف مین تہا سو اسکا ملک تہا انتہی ملخصا
ولا بد مع الجر المذکور من بیان سبب الوراثۃ وبیان انہ اخوہ لابیہ وامہ او لاحدہما ونحو ذلک بحر اور شہادت میراث مین جر مذکور کے ساتھ
بیان کرنا سبب وراثت کا ضرور ہے یعنے سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بہائی ہے یا بیٹا اور یہ بیان ضرور ہے کہ مدعی میت کا سگا بہائی یا فقط پدری یا مادری ہے
یا مادری اور مانند اسکے کذا فی الظہیریۃ ہم اور مولی کی شہادت مین یون کہنا ضرور ہے کہ مدعی مولی ہے میت کا جسنے اسکو آزاد کر دیا اور کوئی اسکا وارث نہین
سوا اسکے اسواسطے کہ لفظ مولے مشترک ہے چند معانی مین کذا فی الطحطاوی وبقی شرط ثالث وہو قول الشاہد لا وارث او لا نعلم لہ وارثا غیرہ اور شہادت
ارث مین تیسری شرط باقی رہی وہ یہ قول ہے شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہین سوا مدعی کے یا مین کسی وارث کو نہین جانتا سوا اسکے والرابع
وہو ان یدرک الشاہد المیت والافشہادتہ باطلۃ لعدم معاینۃ السبب ذکرہما البزازی اور باقی رہی چوتہی شرط وہ یہ ہے کہ شاہد نے میت کو پایا ہو یعنی
دیکہا ہو اور نہین تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معائنہ سبب ملک کی شرط ثالث اور رابع کو بزازی نے ذکر کیا ہے وذکر اسم المیت لیس بشرط
اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت مین شرط نہین وان شہدا بید حی سوا رقا لا یشہد شہرا ہلا رد ستاتیا بہما ابجول المتنوع بدایۃ اور اگر شاہدین نے

شخص زندہ کے قبض اور تصرف کی گواہی دی خواہ شاہدین نے یون کہا کہ ایک مہینے یا ایک سال سے قبضہ تھا یا یون کہا تو گواہی مقبول نہیں کیونکہ سبب قائم ہونے
گواہی کا امر مجہول ہے سبب چند قسم ہونے قبض زندہ کے ہم یعنی مثلاً ایک گھر ایک مرد کے قبضہ میں ہے سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ میرا ہے اور گواہ ہون نے گواہی دی کہ
سابق میں مدعی کے قبضے میں تھا تو مقبول نہیں بسبب جہالت مشہود بہ کے اسواسطے کہ محتمل ہے کہ اسکا قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق ودیعت یا اجارہ یا غصب تو قاضی کس سبب
کے حکم دیگا کہ پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الدرر بخلاف ما لو شہدا انہا کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شاہدان انہ اقر انہ کان فی ید المدعی
دفع للمدعی لمعاوینہ الاقرار وجہالۃ المقر بہ لاتبطل الاقرار بخلاف اس صورت کے کہ اگر دو شاہدون نے گواہی دی کہ مثلاً گھر مدعی کا ملک تھا یا مدعا علیہ نے اسکا اقرار
کیا کہ وہ مدعی کی ملک تھا یا دو شاہدون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبض میں تھا تو وہ چیز مدعی کو دلائی جائیگی بسبب معلوم ہونے اقرار کے
اور جہالت مقر بہ مبطل اقرار نہیں ہم پہلے صورت میں دلانے کی وجہ یہ ہے کہ ملک مستقضی کی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اصل یہ ہے کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکھے تا عدم ثبوت
انتقال اور مقر یعنی جسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا اقرار مجہول ہے معلوم نہیں کہ اسکے قبضہ میں بطور امانت یا غصب کے تھا یا بطور ملک کے تو یہ جہالت
مبطل اقرار مدعا علیہ ویسے کے حق میں نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گھر سابق میں مدعی کے قبض میں تھا تو قاضی حکم کریگا کہ مدعی کو تسلیم کرے اسواسطے
انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے بعد اسکے اگر مدعا علیہ دعوی کرے کہ اسکے قبضے میں بطور امانت یا غصب کے تھا تو اسکو گواہی سے ثابت کرے کذا فی الطحطاوی مختصرا
والاصل ان الشہادۃ بالملک المنقضی مقبولۃ لا بالید المنقضیۃ لتنوع الید لا الملک بزازیۃ اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے
نہ قبض منقضی کی بسبب چند قسم ہونے قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البزازیۃ ہم قبض منقضی سے زندہ کا قبض مراد ہے نہ قبض میت کا اسواسطے کہ قبض
میت کی گواہی مقبول ہے چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی ولو اقر انہ کان بید المدعی بغیر حق ہل یکون اقرارا لہ بالید المفتی نعم جامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ
اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کے قبض میں ناحق تھی تو یہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہیں قول مفتی بہ یہ ہے کہ ہان یہ بھی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین
یعنے اگر بعد اسکے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی فروع مسائل لحقہ شارح کے شہدا بالف وقال احدہما قضی خمس مائۃ قبلت بالالف الا اذا شہد
معہ آخر دو شاہدون نے ہزار کی گواہی دی اور ایک اور گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانسو ادا کیے ہین تو ہزار مین گواہی مقبول ہوگی مگر جبکہ اس شاہد کے
ساتھ دوسرا شاہد بھی پانسو کے ادا کرنے کی گواہی دی تو اب پانسو مین مقبول ہوگی ہم اور رد کرنا مدعی کا تکذیب شاہد نہوگی ہزار کی شہادت مین بلکہ
تکذیب اس شہادت مین ہے جو اسکی حضرت مین واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہیں ولا یشہد من علمہ حتی یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دے اپنی
دانست سے یہان تک کہ مدعی اسکا اقرار کرے ہم تبیین اور کافی مین ہے کہ پورے ہزار کی گواہی نہ دے جب اسکو معلوم ہو کہ مدیون نے ان مین سے پانسو ادا
کیے ہین تا وقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنے کا اقرار نکرے تاکہ شاہد مدد گار ظلم کا نہو کذا فی العالمگیریۃ شہدا بسرقۃ بقرۃ واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما واستظہر
صدر الشریعۃ قولہما دو شاہدون نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اسکے رنگ مین تو سارق کا قطع ید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعۃ نے
صاحبین کے قول کو ظاہر کہا ہے ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ چوری بیشتر رات کو ہوتی ہے تو رنگت مین دھوکا پڑ سکتا ہے لہذا اسکا اختلاف مانع شہادت نہیں وہذا اذا لم
یذکر المدعی لونہا ذکرہ الزیلعی اور یہ یعنے عدم اعتبار رنگ اسوقت ہے جبکہ مدعی نے اسکی رنگت مذکور نہ کی کذا فی الزیلعی یعنے اگر مدعی رنگ ذکر کریگا تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا تکذیب ٹھہریگا ادعی المدیون الایصال متفرقا وشہدا بہ مطلقا او جملۃ لم تقبل وبہانیۃ مدعی نے ایصال مین کا
دعوے کیا بطریق ادائے متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارہ کی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی الوہبانیۃ شہدا فی دین الحی بانہ کان
علیہ کذا تقبل الا اذا سالہما الخصم عن بقائہ الآن فقالا لا ندری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا خلافا للثانی وہو علیہ بحر شاہد نے گواہی دی زندہ کے
وین میں اسی طرح کہ دوسرا شاہد میں تھا تو مقبول ہے مگر جبکہ مدعا علیہ نے شاہدون سے ابتک بقائے وین کا سوال کیا تو شاہدون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہیں

تو گواہی مقبول نہین اور میت کے دین مین مطلقاً مقبول نہین جب تک کہ شاہد یون نہ کہین کہ وہ مرگیا اور دین اُسپر موجود ہے کذا فی البحر قلت وبحثا لفظ
ما فی معین الحکام من ثبوتہ بمجرد بیان سببہ وان لم یقل لامات وعلیہ دین انتہی والاحتیاط لایخفی مین کہتا ہون بحرالرائق کے مخالف ہے وہ قول جو معین الحکام
مین ہے ثابت ہوجانے دین سے مجرد بیان سبب دین اگر چہ شاہدین نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ مرگیا اور دین اُسپر موجود ہے انتہی اور احتیاط مخفی نہین ہے میں لینے
بحرالرائق کے قول مین احتیاط ہے تا مال مین توفیر رہے وارثون کے واسطے علامہ مقدسی نے کہا کہ اول یعنی بحرالرائق کا قول ضعیف ہے اور احتیاط امر میت مین تقدر
کافی ہے کہ خصم سے قسم لیجاوے باوجود شہادت کے کذا فی الطحطاوی ادعی ملکا فی الماضی وشہدا بہ فی الحال لم تقبل فی الاصح کما لو شہدا بالماضی ایضا مبادع ہو کوئی شی
زمان گذشتہ کا دعوی کیا اور شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہین فی الاصح جیسا کہ اگر شاہدین ملک ماضی کی بھی گواہی دین تو مقبول نہین کذا فی جامع الفصولین
جم ادعائے ملک ماضی قرینہ ہے نفی ملک فی الحال کا اسواسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہین اشہاد ماضی مین باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین

باب الشہادۃ علی الشہادۃ

یہ باب ہے گواہی پر گواہی دینے کا معلوم شہادت علی الشہادۃ کو قیاساً متقضی نہین ہے کیونکہ وہ عبادت بدنی ہے اور نیابت جاری نہین ہوتی عبادت بدنیہ مین لیکن فقہانے بدلیل
استحسان اسکو جائز رکھا ہے بسبب شدت حاجت کے اسواسطے کہ اصل شاہد بسبب موت یا سفر وغیرہ کے ادائے شہادت سے عاجز ہوتا ہے تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی
جائز نہوتی تو اکثر حقوق ضائع ہوجاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہے اگرچہ کثرت ہو یعنی فروع کی شہادت پر شہادت ہو پھر انکی فروع کی شہادت پر شہادۃ ہو علی ہذا القیاس
کذا فی الدرر ملخصاً ہی مقبولۃ وان کثرت استحساناً فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود لسقوطہا بالشبہۃ شہادت پر شہادت مقبول ہے اگرچہ طبقات فروع
مین کثرت اور تعدد ہو مقبول ہے بطریق استحسان کے ہر حق مین بقول صحیح مگر حد اور قصاص مین مقبول نہین ہے کیونکہ ساقط ہوجاتے دونون کے شبہ سے
وجاز الاشہاد مطلقاً اور جائز ہے شاہد کرنا ہر طرح یعنی بعذر و بلا عذر ہم خزانۃ المفتین مین ہے کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصول کو کچھ عذر
نہوتا ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت سے عذر پیش آوے تو فروع گواہی دین لکن لاتقبل الا بشرط تعذر حضور الاصل بموت اوموت الاصل لکن فرع کی
گواہی مقبول نہین مگر بشرط تعذر حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنی اصل شاہد کے مرجانے سے ومانقلہ القہستانی عن قضاء النہایۃ فیہ کلام فانہ نقلہ
عن الخانیۃ عنہا وہو خطاء والصواب ما ہنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہے اسمین کلام ہے سو قہستانی نے اسکو نہایہ سے نقل کیا اور
نہایہ مین خانیہ سے اور جو خانیہ کی کتاب القضا مین ہے وہ خطا ہے اور ٹھیک وہ قول ہے جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ مین ہے ہم قہستانی نے
کہا لیکن نہایہ وغیرہ کی کتاب القضا مین ہے کہ اصل جب مرجاوے تو اُسکی فرع کی شہادت مقبول نہین تو حیات اصل کی شرط ہے انتہی حلبی نے کہا کہ تو نے
عبارت خانیہ کی دیکھی اسمین نقل نہایہ خانیہ سے نہین طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا فانہ نقلہ عنہا عن الخانیۃ چنانچہ خود شارح نے اسکی
تصریح کی ہے شرح ملتقی مین انتہی لہذا مترجم نے اسی طرح ترجمہ کیا او مرض او سفر واکتفی الثانی بغیبۃ بحیث یتعذر ان یبیت باہلہ واستحسنہ غیر واحد
وفی القہستانی والسراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہے
اس طرح کہ متعذر ہو اُسکو اپنے لوگون مین رات کا پہونچنا او پسند کیا ہے اس قول کو بہت علما نے اور قہستانی اور سراجیہ مین ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور ثابت رکھا ہے
اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم بیماری سے وہ بیماری مراد ہے کہ مجلس قضا مین حاضر نہو سکے اور سفر سے تین روز کی راہ کی غیبت مراد ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہے
تاتارخانیہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر صبح سے ادائے شہادت کے واسطے جاوے اور اپنے گھر مین رات تک آسکے تو اشہاد جائز ہے
اور یہ قول ہے فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ مین ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریۃ اوکون المرأۃ مخدرۃ لاتخالط الرجال وان خرجت لحاجۃ وحمام قنیۃ یا حضور اصل
متعذر ہو بسبب مخدرہ عورت کے مستورہ پردہ نشین جو مردون سے مخالطت نکرتی ہو اگرچہ حاجت اور حمام کے واسطے نکلتی ہو کذا فی القنیۃ وفیہا لایجوز الاشہاد ہسلطان وامیر

قنیہ میں ہی کہ سلطان اور امیر کو گواہ کرنا جائز نہیں ہے یعنے جبکہ سلطان اور امیر شہر میں ہوں تو انکو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہیں مگر
محمد کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وفی البحر المحبوس ان من غیر حاکم الخصومۃ فعلم ذکرہ المصنف فی الوکالۃ اور کہا محبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہی اگر اسکو غیر حاکم خصوم
نے حبس کیا ہو تو ہاں جائز ہی مصنف نے اسکو کتاب الوکالۃ میں ذکر کیا ہی ہم مصنف نے اپنی شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ انہیں کے زمانے کے مشائخ مختلف ہیں
بعضوں نے کہا کہ اگر کسی قاضی کے پاس وہ شخص محبوس ہو تو جائز نہیں کیونکہ قاضی اسکو حبس سے نکال کر گواہی سنکر پھر قید کر سکتا ہی اور اگر والی کے محبس میں ہو اور نکالنا
اسکا ممکن نہو تو جائز ہو انتہی کذا فی الطحطاوی وقولہ عند الشہادۃ عند القاضی قید للکل لا اطلاق جواز الاشہاد لا الاداء کما فہم المصنف کا یہ قول کہ قاضی کے روبرو ادا
شہادت کے وقت حضور اصل متعذر ہو یہ قید ہی سب عذرات مذکورہ یعنی موت اور مرض اور سفر اور پردہ نشینی عورت کی بسبب مطلق ہونے جواز اشہاد کے ادا شہادت کے
چنانچہ مذکور ہو چکا اس قول میں کہ جاز الاشہاد مطلقا وشرط شہادۃ عدد نصاب ولو رجلا وامرأتین اور گواہی پر گواہی مقبول ہی بشرط شہادت عدد یعنی بشرطیکہ
شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں وما فی الحاوی غلط بحر اور جو قول حاوی میں ہی غلط ہی کذا فی البحر ہم حاوی میں ہی کہ اصل کی شہادت پر عورتوں کی گواہی
مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی عن کل اصل ولو امرأۃ نصاب شہادت شرط ہی ہر اصل کی شہادت سے اگرچہ اصل شاہد عورت ہو لا تغایر فرعی ہذا وذاک
خلافا للشافعی نہ مغایرہ ہونا اس اصل کی دو فرع کا اور اس اصل کی دو فرع کا شرط ہی بخلاف شافعی ہم یعنے یہ واجب نہیں کہ ہر شاہد کے دو شاہد متغایر ہوں
بلکہ دو شاہدوں کی شہادت ہر اصل شاہد سے کافی ہی کذا فی الدرر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم ہیں خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہوں یا دونوں شاہد دونوں کے
ہوں اور امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہی کہ چار شاہد ہوں دو سے اور دو سے جدا جدا وکیفیتہا ان یقول الاصل مخاطبا للفرع ولو ابنہ بحر اشہد علی
شہادتی انی اشہد بکذا اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنی طریقہ اسکا یہ ہی کہ اصل کہے فرع سے مخاطب ہوکر اگرچہ فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاہد ہو میری
اس شہادت پر کہ میں ایسی شہادت دیتا ہوں ہم یہ ضرور ہی کہ اصل فرع کو گواہ کرے سو اسلئے کہ فرع کو اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں اگرچہ فرع نے اصل سے
گواہی سنی ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی ویکفی سکوت الفرع ولو ردہ ارتد قنیہ اور کافی ہی سکوت فرع کا اور اگر فرع اسکو رد کرے یعنے گواہ ہونا قبول نہ کرے
تو شہادت رد ہو گی کذا فی القنیہ یعنے بعد رد کرنے کے اگر گواہی دیگا تو مقبول نہو گی ولا ینبغی ان یشہد علی شہادۃ من لیس بعدل عندہ حاوی اور لائق نہیں
فرع کو گواہی دینا اس اصل کی گواہی پر جو اسکے نزدیک عادل نہیں کذا فی الحاوی ہم بحر الرائق میں خزانہ سے منقول ہی کہ فرع جبکہ اصل کی عدالت اور عدم
عدالت نجانے تو وہ شہادت علی الشہادۃ میں مسیء یعنی بدکار ہی بسبب ترک کرنے احتیاط کے ویقول الفرع اشہد ان فلانا اشہدنی علی شہادتہ بکذا وقال
لی اشہد علی شہادتی بذلک لانہ اوسط العبارات وفیہ خمس شینات والاقصر منہ ان یقول اشہد علی شہادتی بکذا ویقول الفرع اشہد علی شہادتہ بکذا وعلیہ
فتوی السرخسی وغیرہ ابن کمال وہو الاصح کما فی القہستانی عن الزاہدی اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اسکی کہ فلانے شخص نے مجھکو شاہد کیا ہی
اپنی اس شہادت پر اور اسنے مجھ سے کہا کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر شارح نے کہا یہ سب عبارتوں میں سے اوسط عبارت ہی اور اسمیں پانچ شین ہیں
ہیں اور اس سے مختصر زیادہ یہ عبارت ہی کہ اصل کہے کہ شاہد ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اسکی اس شہادت پر اور عبارت
مختصر پر سرخسی وغیرہ کا فتوی ہی چنانچہ ابن کمال نے ذکر کیا ہی اور یہی قول صحیح ہی چنانچہ قہستانی میں زاہدی سے منقول ہی ہم اوسط عبارت اسواسطے
اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر تحمیل ضرور ہی اور عبارت مذکورہ اسکے واسطے کافی ہی اور اوسط سے اطول یہ عبارت ہی کہ فرع قاضی کے
نزدیک کہے اشہد ان فلانا اشہد عندی ان لفلان علی فلان کذا من المال واشہدنی علی شہادتہ وامرنی ان اشہد علی شہادتہ وانا اشہد علی شہادتہ
بذلک اس عبارت میں آٹھ شین ہیں اور اوسط عبارت میں پانچ شین ہیں اور اقصر میں دو شین ہیں عنایہ میں ہی کہ اقصر عبارت فقیہ ابو اللیث
اور انکے استاد ابو جعفر کے نزدیک مختار ہی کذا فی الدرر ویکفی تعدیل الفرع لاصلہ ان عرف الفروع بالعدالۃ والا لزم تعدیل الکل اور کفایت کرتی ہی

اور گواہی دینا پر گواہی کا... بیان
کہ فلاں نے میرے سامنے گواہی دی اس بات کی کہ فلاں شخص کا فلاں پر اسقدر مال ہی اور مجھکو اپنی شہادت پر گواہ کیا ہی اور امر کیا مجھکو کہ گواہی دوں میں اسکی گواہی پر گواہی دینے کا... اور میں اسکی گواہی پر مال مذکور کے باب میں گواہی دیتا ہوں

۱۲

تعدیل فرع کی اپنی اصل کے واسطے اگر فرع مشہور بعدالت ہوں اور نہیں تو اصول و فروع سب کی تعدیل لازم ہوگی کما فی الکافی تعدیل احد الشاہدین صاحبہ فی الاصح
لان العدل لا یتہم بمثلہ جیسے کہ ثابت کرتی ہے ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد ساتھی کو قول اصح میں اسواسطے کہ عادل متہم نہیں ہوتا اپنے اسقدر دوسرے عادل کی
تعدیل سے ہم لیتے بعضوں کے نزدیک یہ جائز نہیں کیونکہ وہ متہم ہے اسواسطے کہ احد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہ چاہتا ہے کہ میری شہادت مقبول ہو اور قاضی
اسپر حکم دے لیکن بقول اصح جائز ہے اسواسطے کہ عادل تعدیل مثل سے متہم نہیں جیسے اپنی ذات کی شہادت میں متہم نہیں یعنی اسکی ذاتی شہادت میں بھی اس غرض کی تہمت ممکن
ہے کہ وہ مقبول القول ہو اور قاضی اسکی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے اسکی عدالت کے اس منفعت کو مانع شہادت معتبر نہیں کیا ویسے ہی تعدیل مثل میں بھی
کذا فی الفتح وان سکت الفرع عنہ نظر القاضی فی حالہ وکذا لو قال لا اعرف حالہ علی الصحیح شرنبلالیہ شرح الفتح وکذا لو قال لیس بعدل علی ما فی القہستانی عن المحیط
قنیہ اور اگر فرع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو نظر کرے قاضی اصل کے حال میں یعنی فرع کی گواہی جائز ہے پھر اگر غیر فرع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم دے
اور نہیں تو نہیں کذا فی الفتح اور اسی طرح حکم ہے بقول اصح اگر فرع کہے کہ میں اسکے حال کو نہیں جانتا کذا فی الشرنبلالیہ او شرح الفتح اور اسی طرح اگر فرع کہے کہ اصل
عادل نہیں چنانچہ قہستانی میں محیط سے ہے سوا آگاہ رہنا کہ تبطل شہادۃ الفرع بامور منہا ان ینہاہم عن الشہادۃ علی الاظہر خلاصہ اور باطل ہو جاتی ہے فرع کی
گواہی چند امور سے بسبب روک دینے فرع کے شہادت سے یعنی اصول نے فروع سے کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ دینا تو شہادت فرع باطل ہے بقول
اظہر کذا فی الخلاصہ اور آویگا متن میں مخالف اسکے ومنہا خروج اصلہا عن اہلیتہا کفسق وخرس وعمی اور باطل ہوتی ہے شہادت فرع کی بسبب نکل جانے اصل کے شہادت
کی اہلیت سے مانند فسق اور گنگی اور نابینائی کے یعنی اگر اصل شاہد فاسق یا گونگا یا اندھا ہو گیا تو فرع کی شہادت باطل ہے اسی طرح جنون اور ارتداد و
بانکار اصلہا الشہادۃ کقولہم مالنا شہادۃ او لم نشہدہم او شہدناہم وغلطنا اور فرع کی شہادت باطل ہے بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو چنانچہ اصول کا
یوں کہنا کہ ہم گواہ نہیں یا ہمنے انکو گواہ نہیں کیا یا ہمنے انکو گواہ کیا اور ہمنے غلط کہا کافی میں ہے صورت مسئلہ یہ ہے کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہیں
پھر وہ مر گئے یا غائب ہو گئے پھر فروع آئے اور انکی شہادت پر شہادت دی اس حادثہ میں اور اگر اصول موجود ہیں تو فروع کی شہادت کی طرف التفات نہیں
اگرچہ اصول منکر ہوں کذا فی الدرر ولو سئلوا فسکتوا قبلت خلاصہ اور اگر اصول سے فروع کی شہادت کا سوال ہوا اور انھوں نے سکوت کیا یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار
تو فروع کی گواہی مقبول ہے کذا فی الخلاصہ ہم اس مسئلہ میں سکوت مانند نطق کے ہے شہدا علی شہادۃ اثنین علی فلانۃ بنت فلان الفلانیۃ وقالا اخبرانا
بمعرفتہا وجاء المدعی بامراۃ لم یعرفاہا انہا ہی قیل لہ ہات شاہدین انہا ہی فلانۃ ولو مقرۃ دو شاہدوں نے گواہی دی دو شخصوں کی شہادت پر فلانی
عورت بنت فلان فلانی قوم والی پر اور فرعوں نے کہا کہ ہمکو اصلوں نے خبر دی اسکی معرفت کی یعنی شاہد اصل اس عورت کو جانتے تھے اور مدعی ایک عورت کو
لایا جسکو شاہد فرع نہیں پہچانتے کہ یہ عورت وہی ہے تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے اگرچہ عورت حاضرہ اقرار کرتی ہو کہ
میں وہی عورت ہوں ہم صدر الشریعۃ نے کہا کہ اس مسئلہ سے غرض یہ ہے کہ یہ شرط نہیں کہ فرع مشہود علیہ کو جانتے ہوں اور یہ غرض نہیں کہ نسبت پوری ہو گئی
اور گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ شاہدین نے جبکہ اسکے دادا کا ذکر نہ کیا تو اسکا نسب صرف یا قبیلہ مخصوصہ کی طرف نسبت کرنا طرفین کے نزدیک ضرور ہے تاکہ
نسبت پوری ہو انتہی ملا خسرو نے درر میں کہا کہ مدعی سے اسواسطے گواہ طلب ہونگے کہ التعریف بالنسبۃ ثابت ہو چکی دونوں کی شہادت سے اور مدعی
دعوے کرتا ہے کہ نسبت مذکورہ عورت حاضرہ میں ثابت ہے مگر یہ احتمال ہے کہ شاید اور عورت ہو غیر اسکی تو ضرور ہوا امر کا اثبات حاضرہ کے واسطے ہو گا انتہی
شہادت قاہرہ کے مانند ہے جو اور شاہدوں سے پوری ہوتی ہے انتہی ومثلہ الکتاب الحکمی وہو کتاب القاضی الی القاضی لانہ کالشہادۃ علی الشہادۃ
فلو جاء المدعی برجل لم یعرفاہ کلفہ لاثبات انہ ہو ولو مقرا لاحتمال التزویر پھر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند کتاب حکمی ہے یعنی ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو
اسواسطے کہ وہ مانند شہادت علی الشہادۃ کے ہے تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جسکو قاضی کے خط کے دو شاہد نہیں پہچانتے تو قاضی مکتوب الیہ مدعی کو

تکلیف دینے کے اسباب سے کہ اثبات کی کہ یہ مردود ہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کاتب کی مراد ہے اگرچہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو بسبب محتمل ہونے تزویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر
والزم مدعی الاشتراک البیان کما بسطہ قاضی خان اور اشتراک مدعی کو بیان کرنا لازم ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے قاضی خان نے ہم قاضی خان نے
کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اسمین مدعا علیہ کا نام اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلانی نسبت والا نہین ہون اور
قاضی مکتوب الیہ اسکو نہین جانتا تو مدعی سے کہے کہ تو گواہون سے ثابت کر کہ یہ فلان بن فلان ہے پھر اگر مدعا علیہ کہے کہ مین فلان بن فلان ہون اور اس محلہ
یا اس قبیلہ خاصہ یا اس شہر مین میرے سوا ایک اور شخص ہے اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اس سے مندفع ہوگی انتہی ملخصا کذا فی
الطحطاوی ولو قالا فیہا التمیمیۃ لم یجز حتی ینسباہا الی فخذہا الخاصۃ اور اگر شاہدین نے مسئلہ مذکورہ مین عورت مدعا علیہا کو تمیمیہ کہا تو جائز نہین یہان تک
کہ اسکو اسکے قبیلہ خاصہ کی طرف نسبت کرین چنانچہ اسکے دادا کی طرف ہم بنو تمیم مین بکثرت قبائل ہین لہذا انسے معرفت حاصل نہین ہوتی جب تک قبیلہ خاصہ
کی طرف نسبت نہو اور یہ مین فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلہ خاصہ کی ہے اور زیلعی نے جا بجا اعلی کی ہے خلاصہ یہ ہے الحاصل اعتبار تو حصول معرفت کا ہے اور ارتفاع اشتراک کا ایضاح
مین ہے کہ عجم یعنی غیر عرب مین ذکر منسوب بمنزلہ قبیلہ خاصہ کے ہے اسواسطے کہ عجم مین انساب ضائع ہین انتہی زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چھ طبقات ہین شعب بالفتح اور قبیلہ
اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فصیلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمیر اور مذحج شعب ہین اسواسطے کہ قبائل انسے منشعب ہوتے ہین اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور
قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور عباس فصیلہ کذا فی الطحطاوی ویکفی نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہے عورت کی نسبت اسکے زوج کی طرف اور مقصود
اعلام ہے یعنی جس طرح سے کہ حاصل ہو اشہدہ علی شہادتہ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای نہیہ فلہ ان یشہد علی ذلک درر واقرہ المصنف ہنا لکنہ قدم ترجیح خلافہ
عن الخلاصہ اصل شاہد نے فرع کو شاہد کیا اپنی شہادت پر پھر اسکو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہین یعنی منع کرنا صحیح نہین تو فرع کو جائز ہے کہ اسپر گواہی دے کذا فی الدرر
اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یہان لیکن اسکے خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اسکو عنقریب ذکر کر چکا کافران شہدا علی
شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم تقبل کذا شہادتہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافرون نے گواہی دی دو مسلمانون کی شہادت پر ایک کافر کے حق مین
دوسرے کافر پر تو مقبول نہین اسیطرح دو کافرون کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق مین دوسرے کافر پر مقبول نہین وتقبل شہادۃ رجل علی شہادۃ رجل
علی شہادۃ ابیہ وعلی قضاء ابیہ فی الصحیح درر خلافا للملتقط اور مقبول ہے گواہی ایک مرد کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضا پر قول صحیح مین کذا
فی الدرر بخلاف ملتقط کے یعنی اسمین عدم قبول مذکور ہے ومن ظہر انہ شہد بزور بان اقر علی نفسہ ولم یدع سہوا او غلطا کما حررہ ابن کمال جس شاہد کا حال ظاہر
ہوا کہ اسنے جھوٹی گواہی دی اس طرح ظاہر ہوا کہ اسنے اپنی ذات پر جھوٹی گواہی دینے کا اقرار کیا اور سہو کا دعوے نہ کیا اور نہ غلط کا چنانچہ ابن کمال نے اسکی
تحریر کی ہے ہم یا شہادت زور کے ظہور کی یہ صورت ہے کہ شاہد نے قتل ہونے ایک مرد یا اسکی موت کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رویت ہلال کی گواہی دی
اور تیس دن گذر گئے اور آسمان پر کچھ ابر اور غبار کی علت نہین اور چاند نہ دکھلائی دیا اور یا نہ اسکے کذا فی الدرر فقہا کے نزدیک شہادت زور عبارت ہے
شہادت باطلہ سے عمدا کذا فی الطحطاوی ولا یمکن اثباتہ بالبینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہین شہادت زور کا اثبات گواہون سے اسواسطے کہ وہ من قبیل
نفی ہے ہم اسواسطے کہ گواہ یہ کہینگے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور اسکی طرف التفات نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عزر بالتشہیر وعلیہ الفتوی سراجیہ جسکی
گواہی جھوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جاے تشہیر سے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم تشہیر کا یہ طریقہ ہے کہ اگر شاہد شخص بازاری ہو تو قاضی اسکو بازار
بھیجے اور اگر بازاری نہین تو اسکی قوم کی طرف عصر کے بعد جسوقت لوگ خوب جمع ہوتے ہون بھیجے اور قاضی کا آدمی کہے کہ ہمنے اسکو شاہد زور پایا
تم اس سے بچو اور لوگون کو اس سے بچاؤ قاضی شریح صحابہ کے وقت مین یہی کیا کرتے تھے لہذا امام اعظم نے اسی کو پسند کیا وزاد ضربہ وحبسہ مجمع اور صاحبین
نے اسکا مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کہا کذا فی المجمع ہم فتح القدیر مین اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ اعلم وفی البحر وظاہر کلامہم

ان للقاضی ان یتہم وجہہ اذ راہ سیاستہ اور بحر الرائق میں ہے اور ظاہر کلام فقہا یہی ہے کہ قاضی کو جائز ہے کہ جھوٹے گواہ کا منہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اسکو مصلحت دیکھے وقبل ان رجع مصرا ضرب اجماعا وان تائبا لم یعزر اجماعا اور بعضوں نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرے مصر ہوکر تو باجماع امام اور صاحبین کے اسکو مارینگے اور اگر توبہ کرکے رجوع کرے تو بالاتفاق اسپر تعزیر نہیں ہے اصرار کی یہ صورت ہے کہ شاہد کہے کہ مین نے یہ جھوٹی گواہی دی اور مین ایسی گواہی سے نہ پھرونگا کذا فی الفتح وتقدیرہ مدۃ توبتہ ولو رای القاضی علی الصحیح لو فاسقا ولو عدلا او مستورا لاتقبل شہادتہ ابدا اور شاہد زور کے توبہ کرنے کی مدت قاضی کی رائے پر مفوض ہے یہی قول صحیح ہے اگر شاہد فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور الحال ہو تو اسکی گواہی کبھی مقبول نہیں یعنی اسواسطے کہ اسکی توبہ معلوم نہیں ہوسکتی کذا فی الطحطاوی قلت وعن الثانی تقبل وبہ یفتی عینی وغیرہ مین کہتا ہون اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ شاہد زور عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول ہے اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی العینی وغیرہ ہم اسواسطے کہ کاسے اسکی توبہ ظاہر ہوسکتی ہے شہادت زور پر ندامت اور تاسف کرنے سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی دیکر پلٹنا اور پھر جانا اور اصطلاح فقہ مین عبارت ہے نفی کرنے اس چیز سے جسکو ثابت کر چکا کذا فی الطحطاوی ہو ان یقول رجعت عما شہدت بہ ونحوہ رجوع عن الشہادۃ یہ ہے کہ شاہد کہے کہ مین پھرا اور پلٹا اس چیز سے جسکی بابت گواہی دی اور مانند اسکے کلام کے ہم چنانچہ یون کہنا کہ مین نے جھوٹی گواہی دی یا مین جھوٹ بولا اپنی گواہی مین کذا فی الطحطاوی یا مین باطل تھا شہادت مین اپنی ناحق پر تھا اسمین کذا فی الدرر فلو انکرہا لا یکون رجوعا اور اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہ انکار رجوع عن الشہادۃ نہیں والرجوع شرطہ مجلس القاضی ولو غیر الاول لانہ فسخ او توبۃ وہی بحسب الجنایۃ کما قال علیہ الصلوۃ والسلام السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہے اگرچہ اول قاضی کے سوا دوسرے قاضی کے روبرو رجوع کرے مجلس قاضی اسواسطے شرط ہے کہ رجوع عبارت ہے فسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہے چنانچہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مخفی گناہ کی مخفی توبہ ہے اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنے شہادت زور گناہ ہے مجلس قضا مین تو اسکی توبہ بھی مقید بمجلس قضا ہوگی فلو ادعی المشہود علیہ رجوعہما عند غیرہ وبرہن او اراد یمینہما لاتقبل لفساد الدعوی تو اگر دعوے کیا مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے روبرو اور اسکو بگواہی ثابت کیا یا وصورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہین بسبب فاسد ہونے دعوی کے ہم یعنے بینہ اور یمین دعوی صحیح پر قائم ہوتی ہین اور یہ دعوے کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی مین رجوع کیا باطل ہے لہذا نہ بینہ مقبول ہے نہ تحلیف شاہد کذا فی الدرر بخلاف ما لو ادعی وقوعہ عند قاض وتضمینہ ایاہما المتقی بخلاف اسکے اگر دعوے کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتقی ہم یعنے اگر دعوی کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس رجوع عن الشہادۃ کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنے ضمان کا انپر حکم کیا اور اس دعوی پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہے بسبب صحیح ہونے دعوی کے کذا فی الدرر وبرہن انہما اقرا برجوعہما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال ابن ملک یا مدعا علیہ گواہ لایا اسپر کہ دونون شاہدون نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے روبرو اقرار کیا تو مقبول اور اقرار مذکور فی الحال کا انشا قرار دیا جائیگا کذا ذکرہ ابن الملک یعنے گویا بالفعل رجوع واقع ہوا فان رجعا قبل الحکم بہا سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اس سے پہلے کہ قاضی بموجب اس شہادت کے حکم کرے تو شہادت ساقط الاعتبار ہے قاضی اسپر حکم نکرے ولا ضمان وعزروا ولو عن بعضہا لانہ فسق نفسہ جامع الفصولین اور قبل حکم شاہدون پر ضمان نہیں اور اسکو تعزیر دیجاے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اسواسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو فسق سے منسوب کیا رجوع سے کذا فی جامع الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں کذا فی المنح ہم قبل حکم ضمان نہیں بسبب عدم اتلاف کے اور تعزیر سے یہی تعزیر مراد ہے جو شاہد زور کو

مذکور ہو چکی یعنے تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع جیسا کہ زمین اور اسکی عمارت کی اور گھوڑی اور اسکے بچہ
کی گواہی دی پھر عمارت اور بچے میں رجوع کیا ولیس المراد بالفسخ الحکم مطلقا ترجمہ بالقضاء اور یہ جو قضا کا حکم فسخ نہوگا کسی طرح خواہ شاہد کا حال عدالت میں رجوع کے
وقت برابر ہو اس حال کے جو شہادت کے وقت تھا یا ادنی یا اعلی ہو کذا فی المنح لیکن یہ جو یہ کہا کہ خبر اول کے قضا سے ہم اگر شارح توضیح کرتا لترجیح الخبر الاول بالاتصال
بالقضاء تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ ترجمہ کی ظاہر ضمیر حکم کی طرف راجع ہو اور وہ خلاف مقصود ہو حکم اسواسطے فسخ نہوگا کہ شاہدوں کی خبر ثانی مناقض ہو خبر اول کے
تو حکم منقوض نہیں ہو سکتا بسبب تناقض کے اور اسواسطے کہ خبر ثانی صدق پر دلالت کرنے میں خبر اول کے مانند ہو اور حالانکہ خبر اول ترجیح اور غالب ہو گئی اتصال قضا
بخلاف خبر ثانی کذا فی الطحطاوی بخلاف ظہور الشاہد عبدا او محدودا فی قذف فان القضاء یبطل ویرد ما اخذ وتلزم الدیۃ لو قصاصا ولا یضمن الشہود
لما مر ان الحاکم اذا اخطا فالغرم علی المقضی لہ شرح کملہ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذف اسواسطے کہ قضا اس صورت میں باطل
ہو جاتی ہو اور مقضی لہ پھیر دے جو اسنے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہو اگر قصاص کا حکم ہو گیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہیں اسواسطے
مذکور ہو چکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم میں تو تاوان مقضی لہ پر ہو کذا فی شرح التکملہ ہم صورت مذکورہ میں خطا سے حاکم یہ ہو کہ اسنے حال شہود کا تفحص کیا
تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہیں یا محدود فی القذف وضمنا ما اتلفاہ للمشہود علیہ لتسببہما تعدیا مع تعذر تضمین المباشر لانہ کالملجا الی القضاء اور شاہدین
راجعین تاوان دیں مشہود علیہ کے اس مال کا جس مال کو انھوں نے تلف کروایا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع ہوئے تعدی کی راہ سے ساتھ متعذر
ہونے تضمین مباشر یعنے قاضی کے اسواسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہو حکم دینے میں ہم امام شافعی کے نزدیک شہود پر ضمان نہیں جبکہ وہ رجوع کریں اسواسطے کہ شہود
سبب ہیں تلف مال کے اور قاضی مباشر ہو اور سبب کا اعتبار نہیں مباشر کے ہوتے اسکا جواب یہ ہو کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنی شہادت
باطلہ سے اور قاضی مباشر پر تضمین متعذر ہو اسواسطے کہ قاضی حکم دینے میں مضطر ہو کیونکہ قاضی پر حکم دینا واجب ہو جبکہ شہود کی عدالت ظاہر ہو تا اگر حکم نہ کرے تو
گنہگار اور مستحق عزل اور لائق تعزیر ہو بقبض المدعی المال ولا یفتی بحر و بزازیہ وخلاصہ وخزانۃ المفتیین شاہدین ضمان دیں مدعی نے مال کو قبض کیا یا نکیا ہو ہو یکا
فتوی ہو کذا فی البحر والبزازیہ والخلاصہ وخزانۃ المفتیین وقیدہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال لعدم الاتلاف قبلہ اور مقید کیا ہو ضمان کو وقایہ اور
کنز اور درر اور ملتقی الابحر میں ساتھ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہیں وقیل ان المال عینا فکالاول وان دینا
فکالثانی واقرہ القہستانی اور بعضوں نے کہا کہ اگر مال عین ہو یعنے غیر دین ہو تو اول قول کے مانند ہو یعنے قبض اور عدم قبض دونوں صورتوں میں ضمان ہو
اور اگر مال دین ہو تو قول ثانی کے مانند ہو یعنے بشرط قبض ضمان ہو اور اس قول مفصل کو ثابت رکھا ہو قہستانی نے ہم وجہ تفصیل مذکور یہ ہو کہ ضمان مقید بما تلف
ہو سو عین میں تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہو گئی قضا سے ولہذا مقضی علیہ کو اسمیں تصرف جائز نہیں اور مقضی لہ کو جائز ہو اور دین میں ملک اسکی زائل نہیں ہوتی
جبتک مقضی لہ قبض نہ کرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مانلت متحقق نہو کذا فی الحلبی والعبرۃ فیہ لمن بقی من الشہود لا لمن رجع اور
ضمان میں اسکا اعتبار ہو جو شاہد کہ باقی رہا نہ اس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا ہم یہ قاعدہ کلیہ ہو ضمان کے حساب کا فان رجع احدہما
ضمن النصف اور اگر شاہد پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے ہم اسواسطے کہ دو مردوں کی شہادت میں ہر شاہد کی شہادت سے
نصف حجت قائم ہو تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال میں حجت باقی رہی تو راجع پر اسکا تاوان واجب ہو جسمیں حجت باقی نہیں وہ نصف
ہو کذا فی الدرر وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن اور اگر تین شاہدوں میں سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان نہ دیگا ہم اسواسطے کہ دو شاہد باقی ہیں
جنکی شہادت سے کل حق باقی ہو وان رجع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدوں میں دوسرا بھی پھر گیا تو دونوں شاہدین راجعین نصف
مال کا تاوان دیں ہم اسواسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہو جس سے نصف مال باقی ہو یعنے ایک شاہد وان رجعت امراۃ من

رجل وامرأتین ضمنت الربع اور اگر ایک عورت پھر جائے ایک مرد اور دو عورتون سے تو وہ چوتھائی مال ضمان دے اسواسطے کہ
شہادت پر ابتک تین شخص باقی ہین جنسے تین چوتھائیان باقی ہین وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتون سے دونون عورتین شہادت سے پھر گئین
تو دونون نصف مال ضمان دین اسواسطے کہ وہ شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان رجع ثمان نسوة من رجل وعشر نسوة
لم یضمن اور اگر آٹھ عورتین پھر گئین ایک مرد اور دس عورتون سے تو کوئی تاوان نہ دے اسواسطے کہ اسقدر شاہد باقی ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے
کیونکہ نصاب شہادت دو مرد کا ایک مرد اور دو عورتین ہین فان رجعت اخری ضمن التسع ربعه لبقاء ثلثة ارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتین
چوتھائی مال کا ضمان دین بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیون کے اسواسطے کہ نصف حق مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذا فی
الدرر تو عورتون کی رجوع سے تلف ہوا مگر ربع فان رجعوا فالغرم بالاسداس اور اگر ایک مرد اور دسون عورتین سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک
تاوان ششم حصون کے حساب سے ہو یعنے چھٹا حصہ مرد پر ہو اور باقی عورتون پر ہو امام کی دلیل یہ ہے کہ دو عورتین بجاے ایک مرد کے ہین تو دس عورتین قائم مقام
پانچ مردون کے ہوئین تو ایسا ہوگا کہ گویا چھ مرد گواہی دیکر پھر گئے تو انپر ضمان بالاسداس ہوگا کذا فی الدرر یعنے ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا علیہن
النصف کالو رجعن فقط اور صاحبین نے کہا کہ دس عورتون پر نصف مال کا ضمان ہو چنانچہ اگر فقط دسون عورتین پھر جاتین تو انپر نصف تاوان ہو اور
صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ عورتین اگرچہ بکثرت ہون مگر شہادت مین قائم مقام ایک مرد کے ہین واسطے انکی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہین اور ایک
مرد کی شہادت سے نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی انکی شہادت سے کذا فی الدرر ولا ضمن راجع فی النکاح شہد بمہر مثل او اقل وان ادعاہ بعوض
کالاتلاف اور ضمان نہین دیتا شاہد راجع نکاح مین جسنے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی ہو یعنے مہر مسمی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہو یا کمتر اسواسطے کہ اتلاف بمقابلہ عوض
بمنزلہ اتلاف کے ہے ہم شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی ہے اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ ماتن خود اسکی تصریح کریگا صورت اسکی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعوی کیا
نکاح کا اور اسپر گواہ قائم کیے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا بشہادت پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دینگے
خواہ مہر مسمی مہر مثل کے برابر ہو یا اکثر یا اقل کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرۃ وان زاد علیہ ضمناها وهی المدعیة وهو المنکر قہستانی زادہ اور اگر مہر
زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونون شاہد بقدر زیادت تاوان دین زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا ذکرہ قہستانی زادہ صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے
اپنے نکاح کا مرد پر دعوے کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدین نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر اس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کے برابر ہو یا زیادہ تو شاہدون پر
کچھ ضمان نہین اور اگر اسکا مہر مثل کمتر ہو مسمی سے یعنے مہر مسمی اکثر ہو مہر مثل سے تو زوج کو زیادت کا ضمان دین کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اسواسطے کہ
شاہدون نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہے کہ راجع فی النکاح پر مطلقا ضمان نہین خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جبکہ عورت مدعی ہو
اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہو ولو شہدا باصل النکاح باقل من مہر مثلها فلا ضمان علی المعتمد لتعذر المماثلة بین البضع
والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی دی عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدون پر ضمان نہین بقول معتمد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان
شرمگاہ عورت کے اور مال کے ہم یہ ترکیب موہم ہے کہ مسئلہ اولی مین شہادت اصل نکاح پر نہ تھی حالانکہ وہان بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتن یون
کہتا ولو باقل فلا ضمان تو مختصر اور واضح تر ہوتا اور یہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنے منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہین تو تقوم سے ضمان
نہین ہو سکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت کی مستدعی ہے اور حالانکہ شرمگاہ اور مال مین مماثلت نہین اور زوج کے تملک سے جو ضمان اور تقوم ہوتا ہے تو اسکے
اظہار تعظیم کے واسطے کیونکہ اس سے نسل حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو شہدا علیها بقبض المهر او بعضه ثم رجعا ضمنا لها لاتلافهما المهر
بخلاف اس صورت کے کہ اگر شاہدین نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر [illegible] شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونون شاہد [illegible]

بسبب تلف کردینے کے شہدوا فی البیع والشراء بالنقص عن قیمۃ المبیع ثم رجعوا فالشہادۃ علی البائع اوزادوا الشہادۃ علی المشتری الا الاتلاف بالعوض اور دونون شاہد ضمان
دینگے بیع اور شراء مین اسیقدر کا جو کم ہوگیا ہے قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضمان دینگے اسیقدر کا جو زیادہ ہوگیا ہے قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو بسبب
اتلاف بلا عوض کے کیونکہ اتلاف بالعوض نقصان اور زیادتی دونون کی تعلیل ہو پہلی صورت یہ ہے کہ مشتری نے کہا کہ مینے اس غلام کو اس مرد سے بعوض ہزار درم کے لیا
اور وہ دو ہزار کا ہے سو شاہدون نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بائع کو ہزار درم ضمان دینگے کیونکہ انہون نے اسکے ہزار درم تلف کیے اور دوسری
صورت یہ ہے کہ بائع نے دعوے کیا کہ مشتری نے یہ غلام ہزار درم کو لیا اور اسکی قیمت پانسو ہے اور مشتری اسکا منکر ہے سو شاہدون نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام
دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایک ہزار کا ضمان دینگے اسواسطے کہ انہون نے مشتری کے ایک ہزار تلف کیے کذا
فی الدرر ولو شہدوا بالبیع وبنقد الثمن فلو فی شہادۃ واحدۃ ضمنا القیمۃ ولو فی شہادتین ضمنا الثمن یعنی اور اگر دو شاہدون نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور
نقد ثمن کے ساتھ ہی ایک ہی بار گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضمان دینگے اور اگر دو شہادت مین گواہی دی یعنی ایکبار بیع کی گواہی دی اور دوسری بار ثمن کی تو
ثمن کا ضمان دینگے کذا فی العینی یہ اسواسطے کہ پہلی صورت مین مقتضی بیع ہے ثمن اور دوسری صورت مین ثمن بالاستقلال مقتضی ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو شہدوا
علی البائع بالبیع بالفین الی سنۃ وقیمتہ الف فان شاء ضمن الشہود قیمتہ حالا وان شاء اخذ المشتری الی سنۃ وایہما اختار بری
الآخر وتمامہ فی خزانۃ المفتیین اور اگر شاہدون نے بائع پر دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت ایکسال اور حالانکہ قیمت بیع کی ایک ہزار ہے تو بائع چاہے شہود سے
فی الحال کی قیمت کا تاوان لے یعنے ہزار کا اور چاہے مشتری دو ہزار کا مواخذہ کرے تا ایکسال اور دونون مین سے جسکو بائع اختیار کریگا دوسرا اس سے بری
ہوگا بائع کے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا خزانۃ المفتیین مین ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مشتری نے دعوے کیا کہ مین نے اسکا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یکسال
اور قیمت اسکی ایک ہزار ہے سو شاہدون نے بھی گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہے دونون سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود
مشتری سے بمدت آنے کے وقت دو ہزار لے پھر لیوین انکو ایک ہزار حلال ہین اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کردین سو اگر مشتری غلام مین کوئی عیب پاوے اور اسکو پھیر دے
سو اگر اسنے بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے تو بائع سے وہ ہزار درم لے اور اسکا کچھ مواخذہ نہین شاہدین پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھیر دیا
تو یہ دو ہزار اسنے شاہدین کو دیئے ہین انکو پھیر لے اور جو شاہدون نے ایک ہزار درم بائع کو دیے تھے وہ بائع سے پھیر لیوین کذا فی العالمگیریۃ عن المضمرات شرح الطحطاوی
چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تھا خزانۃ المفتیین سے لہذا مترجم نے اسی کا ترجمہ مناسب تر دیکھا وفی الطلاق قبل وطی وخلوۃ ضمنا نصف المال المسمی
او المتعۃ ان لم یسم اور طلاق قبل وطی اور قبل خلوت کے شہادت اور رجوع مین شاہدین نصف مال مسمے کا تاوان دین یا متعہ کا ضمان دین اگر مہر سمے نہو ولو شہدوا
انہ طلقہا ثلثا وآخران انہ طلقہا واحدۃ قبل الدخول ثم رجعوا فالضمان نصف المہر علی شہود الثلث لا غیر للحرمۃ الغلیظۃ اور اگر شاہدین نے گواہی دی
کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ اسنے اسکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پھر چارون شاہد شہادت سے
پلٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہون پر ہوتا انکے غیر پر بسبب حرمت غلیظہ کے ہے اسواسطے کہ طلاق واحد کی شہادت پر قاضی حکم نہ کریگا کیونکہ وہ
مفید نہین اسواسطے کہ طلاق واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہے اور طلاقات ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہے کذا فی المنح حلبی نے کہا قبل دخول دونون گواہیون کی قید ہے ولو بعد
وطی او خلوۃ فلا ضمان اور اگر گواہی دی طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہادت پر ضمان نہین ہے یہ مسئلہ قدوری اور ہدایہ مین ہے اور
تحفہ مین ہے کہ ضمان نہین مگر اسکا جو مہر مثل پر زیادہ ہے کذا فی الفتح ولو شہدا بالطلاق قبل الدخول وآخران بالدخول ثم رجعوا ضمن شہود الدخول ثلثۃ ارباع المہر وشہود الطلاق
ربعہ اختیار اور اگر دو گواہون نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو شاہدون نے دخول کی گواہی دی پھر چارون شاہد گواہی سے پھر گئے تو دخول
کے گواہ مہر کے تین ربع یعنے پون مہر کا ضمان دین اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دین کذا فی الاختیار ولو شہدا بالعتق فرجعا ضمنا القیمۃ

سواۓ اطلاقاً ولو معسرین لانہ ضمان اتلاف اور اگر شاہدین نے غلام کے آزاد کرنے کی گواہی دی پھر دونوں گواہی سے پھر گئے تو غلام کے مولی کو اسکی قیمت کا ضمان دیں
مطلقاً اگرچہ شاہدین مفلس ہوں اسواسطے کہ وہ اتلاف کا تاوان ہے والولاء للمعتق لعدم تحول العتق الیہما بالضمان فلا یتحول الولاء ہدایہ اور ولا یعنے حق آزاد کرنے کا
مالک آزاد کرنیوالے کے واسطے ہے بسبب نہ پھر جانے عتق کے ضمان دینے سے شاہدوں کی طرف تو حق ولا انکی طرف منتقل نہوگا کذا فی الہدایہ وفی التدبیر ضمنا
ما نقصہ وہو ثلث قیمتہ اور تدبیر میں شاہدین ضمان دیں اسقدر کا جسکو تدبیر نے کم کر دیا یعنی اسکی تہائی قیمت کا ہم یعنے شاہدوں نے گواہی دی کہ مولی نے
اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضی نے اسکے مدبر ہونیکا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اسکے مولی کو تہائی قیمت کا تاوان دیں اسواسطے کہ مدبر غلام کی تہائی
قیمت کم ہوجاتی ہے قن سے ولو مات المولی عتق من الثلث ولزمہما بقیۃ قیمتہ وتمامہ فی البحر اور اگر مولی مرگیا تو آزاد ہوگا مدبر اسکی ثلث متروکہ سے اور شاہدین کو
اسکی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا بحرالرائق میں ہے ہم یعنے اگر مولی مرگیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہوجائیگا اور قیمت مدبر کا
ضمان لازم ہوگا شاہدوں پر وارثوں کے واسطے کذا فی البحر وفی الکتابۃ یضمنان قیمتہ کلہا وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت میں شاہد ضمان دیں اسکی
پوری قیمت اور اگر مولے چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے یعنے بدل کتابت کا تقاضا کرے ہم یعنے شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو ہزار
درم پر مکاتب کیا مدت ایک سال و قیمت غلام کی پانسو قاضی نے کتابت کا حکم کیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولی کو اختیار دیگا اگر
تضمین شاہدین اختیار نہ کرے تو اسکو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار رہیگا کہ ہے اور مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دیگا اور اگر مولی اتباع
مکاتب اختیار کرے تو شاہدوں سے ضمان نہ لیگا کا ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط مختصرا ولا یعتق حتی یؤدی ما علیہ وتصدقا بالفضل اور مکاتب آزاد نہ ہوگا
یہانتک کہ شاہدوں کو ادا کرے جو اسپر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کریں زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدوں نے مکاتب سے لیا ہے اس قیمت
سے جسکا وہ ضمان دے چکے ہیں مولی کو تو زائد کو خیرات کریں چنانچہ صورت مذکورہ میں پانسو انکو حلال طیب ہیں اور پانسو کو خیرات کریں یہ بسبب [illegible]
والولاء للمولی ولو عجز عاد للمولی ورد قیمتہ علی الشہود اور ولا مکاتب کی اسکے مولی کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا ادا کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدوں
تو پھر آویگا اپنے مولی کی طرف اور مولی اسکی قیمت جو شاہدوں سے لے چکا ہے وہ شاہدوں کو پھیر دیگا وفی الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتہا بان تقوم امۃ وام ولد
لو جاز بیعہا فیضمنان ما بینہما اور استیلاد میں شاہدین ضمان دیں ام ولد کی نقصان قیمت کا اس طرح پر کہ قیمت ٹھہرائی جاسکے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اسکی
بیع جائز ہوتی تو ضمان دیں شاہد اسقدر کا جو دونوں قیمتوں کے مابین ہے ہم صورت استیلاد یہ ہے کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولی نے اقرار کیا کہ میری لونڈی
میری ام ولد ہے اور مولی منکر ہے سو قاضی نے اسکے ام ولد ہونیکا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ لڑکا نہو اور مولی زندہ ہو تو نقصان
قیمت ضمان دیں کذا فی الطحطاوی عن العینی وکذا فی العالمگیریۃ عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلاً خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہے اور ام ولد کی [illegible]
جواز بیع دو سو قیمت ہے تو شاہدوں پر سو درم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولی عتقت وضمنا بقیۃ قیمتہا امۃ للورثۃ وتمامہ فی العینی اور اگر مولے مرگیا تو ام ولد آزاد
ہوگی اور شاہد وارثوں کا ضمان دیں اسکی باقی قیمت کا یعنے خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے وفی القصاص الدیۃ فی مالہما یعنی فی مال الشاہدین
وورثاہ اور قصاص میں دیت ہے شاہدین کے مال میں اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث ہونگے ہم یعنے شاہدین نے گواہی دی کہ مثلاً خالد نے محمود کو عمداً
قتل کیا سو قاضی نے اسکے قتل کا حکم دیا ہو سو خالد مقتول ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدوں پر دیت لازم ہوگی بحرالرائق میں [illegible] سے منقول ہے کہ
شاہدوں کے مال سے تین سال میں دیت لیجائیگی اور شاہدوں پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں یعنے اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہوں
تو دونوں اسکے وارث ہونگے کذا فی الطحطاوی ولم یقتصا لعدم المباشرۃ اور شاہدین سے قصاص نہ لیا جائیگا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدوں نے اپنے ہاتھ سے اسکو
قتل نہیں کیا جو قصاص آئے وکذا لو شہدا بالعفو لم یضمنا لان القصاص لیس بمال اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کردینے کی گواہی دی تو [illegible] ضمان

ہوگا اسواسطے کہ تلف اصول نہیں جو انپر ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار وضمن شہود الفرع برجوعہم لاضافۃ التلف الیہم اور ضمان لازم ہوگا شہود فرع پر بسبب
انکے رجوع کرنے کے بسبب منسوب ہونے تلف کے انکی طرف ہم اسواسطے کہ مجلس قاضی میں شہادت فروع سے صادر ہوئی نہ اصول سے اور قاضی کا حکم انہیں کی شہادت کی
بنی ہے کذا فی الطحطاوی لا شہود الاصل بقولہم بعد القضاء لم نشہد الفروع علی شہادتنا او اشہدناہم وغلطنا نہ ضمان دین شہود اصل اس قول سے بعد قضا کے
کہ ہمنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہیں کیا یا اس قول سے کہ ہمنے انکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کہا تھا ہم بعد قضا کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر قبل قضا
انکار اشہاد اصول کرینگے تو حکم نہوگا اسواسطے کہ انہوں نے تحمیل شہادت کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے کذا فی الدرر وکذا لو قالوا رجعنا عنہا لعدم اتلافہم
ولا الفروع لعدم رجوعہم وصحح اگر اصول کہیں کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو انپر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کی جانب سے اور نہ فروع پر
ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع ولا اعتبار بقول الفروع بعد الحکم کذب الاصول او غلطوا فلا ضمان اور اعتبار نہیں فروع کے اس قول کا بعد حکم کے
کہ اصول جھوٹ بولے یا انہوں نے غلط کہا تو فروع پر ضمان نہیں اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگیا وہ نہیں ٹوٹتا انکے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے
بھی نہیں پھرے بلکہ انہوں نے غیر پر رجوع کی گواہی دی کذا فی الطحطاوی ولو رجع الکل ضمن الفروع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھر گئے
تو فقط فروع ضمان دینگے ہم یہ قول شیخین کا اسواسطے کہ سبب اتلاف وہ شہادت ہے جو مجلس قضا میں قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور محمد رح کے نزدیک
مشہود علیہ مختار ہے چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے انہیں کی شہادت
معائنہ کی اور اصول کی شہادت سے واقع ہوئی اسواسطے کہ فروع نائب ہیں اصول کے نقل شہادت میں انکے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزکون الدیۃ بالرجوع
عن التزکیۃ مع علمہم بکونہم عبیدا خلافا لہما اور ضمان دینگے مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان دیت کا ہو بسبب پھر جانے کے تعدیل سے باوجود انکی
دانستگی کے کہ شہود غلام ہیں بخلاف صاحبین رح کے ہم امام رح کی یہ دلیل ہے کہ حکم مضاف ہو شاہد کی طرف اور شہادت حجت نہیں ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت
ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبین رح کی یہ دلیل ہے کہ مزکیوں نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے یعنی اس سے ضمان لازم
نہیں آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صورت ہے کہ مزکیوں نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا مجوس ہیں اور مزکیوں نے تزکیہ سے رجوع
کیا تو ضمان مزکیوں پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع کریں اور یہ زعم کریں کہ وہ آزاد ہیں تو انپر ضمان نہیں اور نہ شہود کذا فی الطحطاوی اما مع الخطاء فلا اجماعا بحر او خطاء
ساقہ تو مزکیوں پر ضمان نہیں باتفاق امام اور صاحبین رح کے ہم خطا کی یہ صورت ہے کہ مزکی کہے کہ ہمنے خطا کی تزکیہ شہود میں کذا فی الطحطاوی وضمن شہود التعلیق
قیمۃ القن ونصف المہر قبل الدخول اور ضمان دینگے شہود تعلیق کی قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج کے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے
غلام سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو آزاد ہے یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہیں ہوئی پھر اور
دو شاہدوں نے وجود شرط یعنی دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود یمین شہود علت
حکم ہیں اسواسطے کہ تلف حاصل نہیں ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور یمین کے شاہدوں نے یہ کلمہ ثابت کیا اور تعلیق بالشرط مانع تھی تو شرط پائی جانے کے نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی
علت کی طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفاء منافع نکاح کذا فی الطحطاوی لا شہود احصان
لانہ شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علۃ نہ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اسواسطے کہ احصان شرط ہے بخلاف تزکیہ کہ وہ علت ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ چار گواہوں نے زنا کی
گواہی دی اور دو گواہوں نے کہا کہ زانی محصن ہے پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہے اور شہود احصان پر
ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہے شرط حقیقی نہیں بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تزکیہ بمنزلہ علت ہے کیونکہ علت تو شہادت ہے کذا فی الطحطاوی واشہد
اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنی وجود شرط کے شہود پر چنانچہ اسکا بیان شہود تعلیق میں ہو چکا وہو وحدہم علی الصحیح یعنی اگرچہ فقط

شہود شرط کی شہادت سے پھر جائیں بالرجوع شہود تعلیق تو یہی قول صحیح ہے ضمان شہود شرط پر بھی نہیں کذا فی العینی اور شمس الائمہ نے کہا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ شہود شرط کسی حال میں ضامن نہیں چنانچہ زیادات میں منصوص ہے کذا فی فتح القدیر قال وضمن شاہد الایقاع لا التفویض لانہ علۃ والتفویض سبب عینی نے کہا اور ضامن ہو شاہد ایقاع کا نہ تفویض کا اسواسطے کہ ایقاع علت ہے اور تفویض سبب ہے بحر الرائق میں ہے شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دے کر اپنی ذات کو اور دو اور گواہوں نے کہا کہ عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی اور یہ ماجرا قبل دخول تھا پس شاہدین گواہی سے پھر گئے تو ضمان انہی شہود طلاق پر ہوگا انتہی اشباہ کے باب الحیلہ اور شرط اور علت میں فرق دریافت کرنا چاہیے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم میں موثر نہ ہو اور اسکی طرف مفضی ہو اور علت وہ ہے جو حکم میں موثر ہو اور سبب وہ ہے جو حکم کی طرف مفضی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہ ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم وبہ نستغفر اللہ الکریم

کتاب الوکالۃ

یہ کتاب ہے وکالت کے احکام میں وکالت بالفتح و کسر واو لغت میں اسم ہے توکیل سے اور توکیل کہتے ہیں اپنا کام کسی دوسرے کو سپرد کرنے اور اعتماد کرنے کو اپنی اشیاء پا امور میں کہا جاتا ہے اور وکیل وہ شخص ہے جو قائم بامر ہو یعنی جسکو کام سپرد کیا جاتا ہو اور وہ فعیل ہے بمعنی مفعول یعنی جسکی طرف امر موکول ہو کذا فی فتح القدیر بحر الرائق میں ہے کہ وکیل بمعنی فاعل بھی ہے یعنی حافظ ہو چنانچہ آیت میں ہے حسبنا اللہ ونعم الوکیل طحطاوی نے کہا اور یہی صحیح ہے کہ آیت میں وکیل بمعنی مفوض الیہ ہو مناسبت ان کلام میں شاہد اور وکیل ساعی فی تحصیل مراد غیرہ مناسبت کتاب الوکالۃ کی کتاب الشہادۃ سے یہ ہے کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنے والا ہے اپنے غیر کی تحصیل مراد میں یعنی شاہد مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد میں ساعی ہے والتوکیل صحیح بالکتاب والسنۃ قال اللہ تعالی (فابعثوا احدکم بورقکم) غیر کو اپنا وکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالی نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت میں سو بھیجو ایک شخص کو اپنے میں سے یہ روپیہ لیکر وجہ استدلال یہ ہے کہ بھیجنا بطریق توکیل تھا اور شرائع سابقہ ہمارے لیے حجت ہیں جبکہ اللہ اور اسکا رسول بیان کرے بلا انکار اور اسکا نسخ ظاہر نہو کذا فی المنح ووکل علیہ الصلوۃ والسلام حکیم بن حزام بشراء اضحیۃ اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کیا قربانی کی خرید میں ابو داود نے اسی سند سے روایت کی جس میں ایک راوی مجہول ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیکر بھیجا کہ آپ کے واسطے قربانی خرید کرے سو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خریدی اور اسکو بعوض دو دینار کے بیچا پھر ایک دینار سے دوسری قربانی خریدی اور ایک دینار اور قربانی رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور انکی تجارت کے واسطے برکت کی دعا کی اور مانند اسکے ترمذی میں ہے بالجملہ توکیل بنوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر وعلیہ الاجماع اور اسکی صحت پر اجماع اور اتفاق ہے وہو خاص وعام کانت وکیلی فی کل شیء عمم الکل حتی الطلاق قال الشہید وبہ یفتی وخصہ ابو اللیث رح بغیر طلاق وعتاق ووقف واعتمدہ فی الاشباہ وخصہ قاضی خان بالمعاوضات فلا یلی العتق والتبرعات وہو المذہب کما فی تنویر البصائر وزواہر الجواہر و یہی ان سے نقیہ واعتمدہ فی الملتقط فقال واما الہبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفۃ رح خلافا لمحمد رح اور توکیل خاص ہے اور عام ہے چنانچہ موکل کا یہ قول کہ تو میرا وکیل ہے ہر چیز میں یہ توکیل عام اور شامل ہے سب تصرفات کو یہانتک کہ طلاق کو بھی شہید نے کہا اور اسی عموم کا فتوی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو بغیر طلاق اور عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ میں اور قول مذکور کو قاضی خان نے معاوضات کے ساتھ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات میں وکیل تصرف نہ کر سکیگا اور یہی مذہب قوی ہے چنانچہ تنویر البصائر اور زواہر الجواہر میں ہے اور آگے آویگا کہ اسی قول کا فتوی ہے اور اسی پر ملتقط میں اعتماد کیا ہے سو کہا کہ ہبات اور عتاق میں تو وہ شخص وکیل نہوگا ابو حنیفہ رح کے نزدیک بخلاف محمد رح کے توکیل عام کی یہ بھی مثال ہے کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے اور تیرا امر جائز ہے ہر چیز میں اور توکیل خاص کی مثال یہ ہے کہ تو میرا وکیل ہے اس گھر کی خرید میں مثلا کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ ولو لم یکن للموکل صناعۃ معروفۃ فالوکالۃ باطلۃ اور شرنبلالیہ میں ہے کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور نہو

تو وکالت باطل ہے جیسے یہ قول کہ مین نے تجھکو وکیل کیا اپنے جمیع امور مین اور قائم کیا تجھکو بجاے اپنی ذات کے توکیل عام نہین ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو
چنانچہ تجارت مثلاً تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اسکا کوئی پیشہ مقرری نہین اور معاملات اسکے مختلف ہین تو وکالت باطل ہے کذا فی فتح القدیر وہو اقامۃ
الغیر مقام نفسہ ترفہا او عجزا فی تصرف جائز معلوم اور اصطلاح شرع مین توکیل قائم کرنا ہے غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر آسایش یا عاجزی کی
جہت سے اُس تصرف مین جو جائز اور معلوم ہے جائز کی قید سے یہ خارج ہوگیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے
ہبہ کرنے مین وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہوگئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز ہے اسمین تصرف معلوم نہین اسکا جواب یہ ہے کہ توکیل عام
فی الجملہ معلوم ہے تو اگر اصلا معلوم نہو چنانچہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہین تو توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی فاو جہل ثبت الادنی وہو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو
تو ادنی ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی ہے جیسے تصرف مجہول چنانچہ موکل نے وکیل سے کہا کہ مین نے تجھکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی المنح فتح القدیر مین ہے کہ اگر تصرف معلوم ہو تو
اوسے تصرفات کی توکیل ثابت ہوگی اور فقط حفظ ہے امام محبوبی نے کہا کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شی مین تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہی تو درر مین ہے کہ قول مذکور
مین فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ لغت مین وکالت بمعنی حفظ کے ہے ممن یملکہ ای التصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء بعارض النہی
یعنی کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے اپنے مقام پر اُس شخص کی جانب سے جو تصرف کا مالک ہے بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیا مین بسبب
عارضہ نہی شارح نے کذا ذکرہ ابن کمال ہے اصل تصرف کی ملک سے مراد یہ ہے کہ تصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہو تو تصرفات بعد قطع نظر حکم شرعی کے تو اسمین داخل
ہوگیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع مین اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اور یہ قول مبنی ہے اسپر کہ اصل اشیا مین اباحت ہے ملک تصرف موکل اسواسطے
شرط ہوئی کہ وکیل تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل مطلقا وصبی یعقل بتصرف ضار
نحو طلاق وعتاق وہبۃ وصدقۃ تو صحیح نہین وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونو کا محتمل ہو اور صحیح نہین
وکیل کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار مین چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ مین اما توکیل مجنون اور صغیر سو اسواسطے صحیح نہین کہ وہ تصرفات کی مالک نہین اور معلوم
ہوچکا کہ توکیل مین موکل کا مالک تصرف ہونا شرط ہے وصح بما ینفعہ بلا اذن ولیہ کقبول ہبۃ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اسکے ولی کے اُس تصرف مین
جو صغیر کو نافع ہے چنانچہ ہبہ قبول کرنا وصح بما تردد بین ضرر ونفع کبیع واجارۃ ان ماذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ کما لو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا
اُس تصرف مین جو ضرر اور نفع کا محتمل ہے چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرفات مسطورہ مین اور اگر اسکو اسکے ولی نے اذن ندیا ہو تو تصرف کا نفوذ کا
موقوف رہیگی اسکے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا ولا یصح توکیل
عبد محجور اور صحیح نہین وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وصح لو ماذونا او مکاتبا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا وتوقف توکیل مرتد فان اسلم
نفذ وان مات او لحق او قتل لا خلافا لہما اور موقوف رہیگا وکیل کرنا مرتد کا سو اگر وہ مسلمان ہوگیا تو توکیل نافذ ہے اور اگر بحالت ارتداد مین مرگیا معاذ اللہ یا دار الحرب
مین جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل نافذ نہین بخلاف صاحبین کے وصح توکیل مسلم ذمیا ببیع خمر او خنزیر او شرائہما کما مر فی البیع الفاسد ومحرم حلالا ببیع صید
وان امتنع عنہ الموکل لعارض النہی کما قدمناہ اور صحیح ہے وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور اُنکے خرید کرنے مین چنانچہ مذکور ہوچکا بیع فاسد
مین اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کے بیع مین اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممتنع ہے بسبب عارضہ نہی شارح کے چنانچہ پہلے مقدم ذکر کردیا توکیل کی تعریف مین
سو آگاہ ہوجا ثم ذکر شرط التوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پھر مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو یون کہا کہ جب وکیل عقد کو
سمجھتا بوجھتا ہو یعنی وکیل مین اتنی عقل شرط ہے کہ جانتا ہو کہ خرید کرنا جالب مبیع اور سالب ثمن ہے اور بیچنا جالب ثمن اور سالب مبیع ہے اور غبن فاحش کو
غبن یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہرا صغیر عاقل مین یعقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی ولو صبیا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل صغیر غیر ماذون یا غلام غیر ماذون

ہم مجھو رہی اور جب دونون کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ وکیل مین عقل شرط ہے بلوغ اور حریت شرط نہین لا یخفے ان الکلام الآن فی صحۃ الوکالۃ لا فی صحۃ بیع الوکیل
فلذا قال یعقل ویقصدہ بتعا للکنز یہ بات پوشیدہ نہین کہ اسوقت بحث وکالت مین گفتگو ہے نہ بیع وکیل کی صحت مین تو اسیواسطے مصنف نے یہان یون نہ کہا
کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز درحالیکہ ذکر ہم ہدایہ اور وقایہ اور درر وغیرہا مین وکیل کی شرط مین یون مذکور ہے کہ (یعقل العقد ویقصدہ یعنے وکیل مین
شرط یہ ہے کہ عقد کا انتقال کرے اور اسکا ارادہ کرے قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کریگا تو موکل کی طرف سے واقع نہوگا شارح
نے کہا کہ صورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہین لیکن یہان گفتگو صحت وکالت مین ہے نہ صحت بیع مین تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہین ہم ذکر نہ کیا
الوکیل فیہ فقال بکل ما یباشرہ الموکل بنفسہ پھر مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل مین ذکر کیا یعنے ہر وکیل کرنا ہر ایک ایسی چیز مین جسکو موکل بذات خود کرتا ہو
اپنی ذات کے واسطے ہم لنفسہ کی قید اسواسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہو جاے اسواسطے کہ وکیل کو جائز نہین کہ دوسرے کو وکیل کرنا اسرکام مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا
کیونکہ وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ یہ قاعدہ توکیل کا صحیح نہین اسواسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہے بذات خود اپنے واسطے
اور استقراض کے توکیل کا مالک نہین ہے اسکا جواب یہ ہے کہ صورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہے اسواسطے کہ زیادہ سے یہ ہے کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل نے
استقراض کو موکل کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کے واسطے ہوگا اور نہین تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی وشمل الخصومۃ تو توکیل شامل ہوئی
خصومت کو ہم مصنف کا یہ قول بکل ما یباشرہ بہتر ہے کنز وغیرہ کے اس قول سے بکل ما یعقدہ اسواسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد یعنے خصومت وغیرہ کو
شامل ہے خصومت لغت مین بمعنی جدل ہے اور شرع مین ہان یا نہین کا جواب ہے یعنے جب کوئی دعویٰ کرے کیا اور مدعا علیہ نے اسکے جواب مین اقبال یا انکار
حقیقت شرعی ہے خصومت کی اور جو ہر وہ مین ہے کہ خصومت عبارت ہے دعوے صحیح اور جواب صحیح سے کذا فی الطحطاوی فلذا قال فصح بخصومۃ فی حقوق العباد
برضی الخصم تو اسیواسطے مصنف نے کہا صحیح ہے وکیل کرنا خصومت مین جو حقوق العباد مین ہے مخاصم کی رضامندی سے وجوب ذبلا رضاہ وجہ قالا لیقبیہ
اور صاحبین نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ہم امام رح اور صاحبین رح کا خلاف لزوم توکیل مین ہے نہ جواز مین
یعنے امام کے نزدیک اگرچہ بدون رضا کے مخاصم جائز ہے لیکن بدون اسکے راضی ہونے کے لازم نہین بخلاف صاحبین مذہب صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ خصومت مین
وکیل کرنا اپنے خالص حق مین تصرف کرنا تو موقوف نہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام رح کی دلیل یہ ہے کہ جواب مستحق ہے مخاصم پر اور لوگون کی عادت خصومت مین متفاوت
ہوتی ہے تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہون تو مخاصم کا ضرر ہوگا لہذا اسکی رضا پر موقوف ہے کذا فی الطحطاوی وعلیہ فتوی ابی اللیث رح وغیرہ واختارہ العتابی وصححہ
فی النہایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحاکم درر اور صاحبین رح کے قول پر فقیہ ابو اللیث کا فتوی ہے اور پسند کیا ہے اسکو عتابی نے اور صحیح کیا ہے اسکو نہایہ مین اور فتوی
کیواسطے یہ ہے کہ اسکو حاکم کی راے پر تفویض کرنا چاہیے کذا فی الدرر اور درر مین ہے کہ اگر قاضی کو تعنت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول وکالت مین معلوم ہو تو مخاصم کو
دخل نہ دے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر رسانی مخاصم کی مراد ہے تو توکیل قبول نہ کرے بدون رضا خصم اور یہی مختار شرح کا ہے در منتقیٰ مین
کافی مین ہے انتہی طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ تفویض الی الحاکم بنظر سابق تھا جبکہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانہ کے قاضیون کے اختیار دینے مین
تو فساد ہے انتہی واللہ تعالی اعلم الا ان یکون الموکل مریضا لا یمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ بن کمال توکیل بدون رضا خصم لازم نہین مگر یہ کہ موکل بیمار ہو
کہ اسکو حاضر ہونا مجلس حکم مین اپنے قدمون سے ممکن نہو تو اب توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے ہم خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائبا مدۃ سفر یا موکل
غائب بقدر مدت سفر ہو یعنے اگر تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضا خصم لازم ہے ہم یہ مسئلہ دو صورتون مین ہے جبکہ مخاصم انتظار نہ کرے واللہ اعلم ہے کہ اگر موکل مریض یا
مسافر ہو تو توکیل دونون صورتون مین لازم نہین بدون رضا خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہے تو صبر کر تا ارتفاع عذر اور اگر صبر
نہین کرتا تو توکیل سے راضی ہو پھر جبکہ وہ راضی ہو جاے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایۃ مین انتہی مدت سفر کی قید اسواسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کم غائب ہو

بہتر ہو مشہور ہے کہ کذا فی الطحطاوی اور مرید المرض کہ [illegible] قولہ او ارید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہے اور کفایت کرتا ہے موکل کا
اتنا کہنا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کذا ذکرہ ابن کمال ثم [illegible] اس صورت پر محمول ہے جبکہ خصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق میں ہے کہ ارادہ
سفر امر باطنی ہے تو اسپر دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول کا استبعاد نہیں کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کیونکہ [illegible]
کرے اور اسکے بیان میں احتمال ہے کہ مسافر کا سامان [illegible] نہیں جیسا کذا فی الطحطاوی او مخدرۃ لم تخالط الرجال کامر یا عورت پردہ نشین ہو جو مردوں سے ملاقات
نہیں رکھتی ہے چنانچہ باب الشہادات میں ذکر ہو چکا کہ مخدرہ کی شہادت [illegible] پردہ نشینی [illegible] توکیل استحسان [illegible] اگر پردہ نشین
کچہری میں حاضر بھی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نہ کر سکے گی [illegible] تو اسکا توکیل لازم ہے اگرچہ مخاصم راضی نہ ہو کذا فی الطحطاوی او حائضا او نفساء والحاکم
بالمسجد ولم یرض الخصم بالتاخیر بحر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد میں ہو تو توکیل لازم ہے جبکہ مخاصم تاخیر پر راضی نہ ہو کذا فی البحر اور اگر تاخیر پر
راضی ہو تو حیض و نفاس عذر نہ ہوگا اور ہم توکیل میں کذا فی البحر ایضا او محبوسا من غیر حاکم ہذہ الخصومۃ فلو منہ فلیس بعذر بزازیۃ یا موکل محبوس ہو اس حاکم
کی جانب سے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع نہیں تو اگر مقدمہ اسی حاکم کی طرف سے ہے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع ہے تو حبس عذر نہیں کذا فی البزازیۃ [illegible] عذر نہیں کیونکہ محبوس
حاکم کے اختیار میں ہے اسکو حبس سے نکالے اور دعویٰ کا جواب لے پھر محبوس کرے اور اگر محبوس مدعی ہو تو دعویٰ کرے اگر [illegible] دعویٰ سے راضی ہو پھر اسکو قید کرے کذا
فی البحر او لا یحسن الدعوی خانیہ یا موکل دعویٰ خوب نہ کر سکتا ہو تب بھی توکیل لازم ہے کذا فی الخانیہ یعنی اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل [illegible] خصومت [illegible] وکالت قبول
کرے اگرچہ خصم راضی نہ ہو لا یکون من الاعذار ان کان الموکل شریفا فخاصمہ من دونہ بل الشریف وغیرہ سواء بحر لیکن توکیل میں عذر نہیں اگر موکل شریف ہو خصم کم درجہ
شخص ہے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہے کذا فی البحر ولہ الرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعوی لا بعدہ قنیہ اور مخاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی
رضامندی حاکم کے دعوی سننے سے پہلے اور پلٹ جانا جائز نہیں سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیہ ہم رجوع جائز ہے اگرچہ بعد مدت کے ہو اور قنیہ میں ایک دن کی قید اتفاقی ہے
کذا فی البحر ولو اختلفا فی کونہا مخدرۃ ان من بنات الاشراف فالقول لہا مطلقا ولو ثیبا غیر سلیمۃ لعلہا سے شاہد ہے بحر واقعہ صحت اور اگر اختلاف میں
کریں عورت کے پردہ نشین ہونے میں تو اگر عورت امرا یا اشراف کی بیٹیوں میں ہے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ نہ ہو ثیبہ ہو تو قاضی اپنا امین دو مردوں کے
ساتھ اسکے پاس بھیجے جاکر اسکو دیکھیں کذا فی البحر اور نہایت میں ہے اسکو حفاظت اپنی طرح ہیں کہ امین کے ساتھ دو شاہد [illegible] تاکہ امین کو اطلاع کریں کہ ہاں یہی عورت
ہے دوسری عورت نہیں طحطاوی نے کہا اور وہ دو شاہد گواہی دیں اسکے بعد یا ان کا قول پیر وان من الاوساط فالقول لہا لو بکرا او اتہا من الاسافل فی
الوجہین عملا بالظاہر بزازیہ اور اگر عورت متوسط لوگوں کی بیٹیوں سے ہے تو عورت کا قول معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہے اور اگر عورت کمینوں اور رذالوں سے ہو تو اسکا قول پردہ نشینی میں
معتبر نہیں دونوں صورتوں میں خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر پر عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ ہم عمل بالظاہر مسائل ثلثہ کی علت ہے یعنی ظاہر حال یہ ہے کہ اشراف کی بیٹیاں
مطلقا پردہ نشین ہوتی ہیں اور اوساط کی بیٹیاں در صورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہیں اور کمینوں میں مطلقا پردہ نہیں طحطاوی نے کہا ظاہر اشراف سے
عرفی اشراف مراد ہیں تو اغنیائے دنیاوی بھی داخل ہیں کہ انکی بیٹیاں نہیں نکلتی ہیں اگرچہ علماء اور سادات کی بنات سے نہوں وصح بایفائہا وکذا باستیفائہا
الا فی حد وقود بغیبۃ موکلہ عن المجلس ملتقی اور صحیح ہے توکیل کرنا حقوق کے لینے دینے میں اور اسیطرح حقوق کے لینے میں مگر حد اور قصاص کے لینے میں وکالت صحیح نہیں
در صورت غائب ہونے موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقی ہم ایفا سے مراد یہاں دینا ان حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادا ہیں اور استیفا سے قبض یعنی لینا حقوق موکل کا
مراد ہے اور حد اور قصاص میں ایفا کی وکالت [illegible] صحیح نہیں کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سو وہ موکل ہے اسکا توکیل اور استیفا سے حد اور قصاص موکل کی
غیبت میں اسواسطے صحیح نہیں کہ حدود مثل جانے میں شبہات سے اور شبہہ معاف کر دینے کا موکل کی غیبت میں موجود ہے اسلیئے اگر شاید موکل حاضر ہوتا
تو معاف کر دیتا کذا فی الطحطاوی وحقوق عقد لابد من اضافتہ ای ذلک العقد الی الوکیل کبیع واجارۃ وصلح عن اقرار تتعلق بہ

مادام حیا ولو غائبا ابن ملک اور جس عقد کی نسبت وکیل کی طرف ضرور ہو جیسا کہ بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اسکے حقوق وکیل سے متعلق ہیں جب تک
وہ زندہ ہو اگرچہ وہ غائب ہو کیونکہ اصح ابن ملک ھم اضافت الی الوکیل سے مراد فی الصیغہ مراد ہے جیسا کہ وکیل کا یوں کہنا کہ میں نے اس گھر کو بیچا یا موکل کا
فلاں نا تکتہ میں نے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کی طرف نسبت کریگا بطور پیام رسانی کے کہ میرے موکل نے بیچا تو وکیل نہ رہیگا فضولی ہو جائیگا محیط میں ہے اگر وکیل مر گیا
امام فضلی نے کہا تو عقد کے حقوق اسکے وصی کی طرف منتقل ہونگے نہ موکل کی وارث اور اگر وصی نہ ہو تو حاکم وصی قائم کرے اور یہی قول اصح قول ہے اور بعضوں نے کہا کہ بعد
ارث وکیل قبض کی ولایت موکل کی طرف منتقل ہوگی تو فتوی کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے انتہی کذا فی الطحطاوی والمراد ان لم یکن محجورا بشرطیکہ وکیل محجور یعنی ممنوع
التصرف نہو ھم یہ احتراز ہے صغیر محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ انکی وکالت جائز ہے لیکن دونوں کے حقوق عقد موکل کی طرف راجع ہونگے کذا فی الدرر کتسلیم
مبیع وقبضہ وقبض ثمن ورجوع بہ عند استحقاق وخصومۃ فی عیب بلا فصل بین حضرۃ موکلہ وغیبتہ لانہ العاقد حقیقۃ وحکما حقوق عقد کے
جیسے مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبض کرنا اور ثمن کا قبضہ کرنا اور ثمن کا پھیر لینا یا پھیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا سبب عیب میں بدون
فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اسکے غائب ہونے کے یعنی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو لیکن حقوق عقد وکیل ہی سے متعلق ہیں اسواسطے کہ وکیل
ہی تو عاقد ہے حقیقۃ وحکما ھم عقد قائم ہوتا ہے کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت میں عاقد ٹھہرا اور احکام عقد کے وکیل ہی کی طرف راجع
ہوتے ہیں تو وہی حکما عاقد ہوا لکن فی الجوہرۃ لو حضرا فالعہدۃ علی الآخذ من العاقد فی اصح الاقاویل لکن جوہرہ میں ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونوں حاضر ہوں تو
عہدہ حقوق عقد کا ثمن کے لینے والے پر ہے نہ عاقد پر اصح الاقاویل میں ولو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقا ابن ملک فقولہ
لابد فیہ ما فیہ ولذا قال ابن الکمال یکتفی بالاضافۃ الی نفسہ فافہم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کی طرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہونگے
بالاتفاق کذا صرح ابن ملک سو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف کے اس قول میں کہ نسبت عقد کی وکیل کی طرف ضرور ہو وہ خلل ہے جو اسمیں ہے اور اسیواسطے
ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کرے اپنی ذات کی نسبت پر یعنی اسوقت حقوق عقد متعلق بوکیل ہونگے سو اسکو سمجھ لے ھم خلاصہ اعتراض شارح یہ ہے کہ وکالت
میں نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کی طرف ضروری نہیں چنانچہ ابن ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لابد کہنا بے محل ہے طحطاوی نے کہا بزازیہ وغیرہ
میں ابن ملک کے مخالف ہے یعنی غیر بعید کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام کے مالک نے کہا کہ یہ غلام میں نے موکل کے ہاتھ بیچا اور وکیل نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو
یہ بیع موکل کو لازم نہیں اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ اسکا امر یہ تھا کہ عہدہ اسکی طرف راجع نہ ہو سو راجع کر دیا اور ابو القاسم صفار نے کہا کہ صحیح
قول یہ ہے کہ وکیل وکیل نہ رہا فضولی ہو گیا اور عقد موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر انتہی تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل نہ رہیگا مگر جبکہ عقد کو اپنی ذات کیطرف نسبت کرے اور اگر
موکل کی طرف نسبت کریگا تو اسمیں خلاف مذکور ہے اور منح الغفار میں ہے کہ وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ رسول کی طرف حقوق عقد راجع نہیں ہوتے اور رسول کی شرط یہ ہے
کہ اپنے بھیجنے والے کی طرف عقد کو نسبت کرے انتہی ما فی الطحطاوی مختصرا تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لابد کہنا لابد تھا وشرط الموکل عدم تعلق الحقوق بہ ای بالوکیل
لغو باطل جوہرہ اور شرط کرنا موکل کا نہ متعلق ہونا حقوق کا وکیل سے لغو اور باطل ہے کذا فی الجوہرہ والملک یثبت للموکل ابتداء فی الاصح اور وکیل کے عقد سے
موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے سرے سے قول اصح میں ھم یہ قول ابو طاہر کا ہے اور کرخی کا یہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے
فلا یعتق قریب الوکیل بشرائہ ولا یفسد نکاح زوجتہ بہ تو آزاد نہوگا قرابت دار وکیل کا اسکے خرید کر لینے سے اور نہ فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل
کے خرید کرنے سے ھم یعنی اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسی کی لونڈی تھی اور اسنے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو نہ بھائی آزاد ہوگا نہ زوجہ
کا نکاح فاسد ہوگا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہے سو ملک یہاں ابتدا سے موکل کی ثابت ہے نہ وکیل کی یہ وجہ بقول ابو طاہر کے
اور کرخی کے قول پر بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہے نہ ملک منتقل سے اور اگر موکل غلام کو آزاد کرے قبل

تبعض تو اعتاق نافذ ہو اسواسطے کہ اسنے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بحر الرائق میں کہا کہ ابوطاہر اور کرخی کے قول کے خلاف کا کچھ ثمرہ نہیں ہو اسواسطے کہ حکم
مذکورہ میں دونوں کا اتفاق ہو ولکن ہما ثابتان علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ او زوجتہ لان الموجب للعتق والفساد الملک المستقر
ولیکن دونوں یعنے عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہیں اگر موکل کے وکیل نے موکل کی قرابت دار یا اسکی زوجہ کو خرید کیا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا
موجب ملک مستقر ہی ہم تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہو نہ ابوطاہر کے قول کے چنانچہ شرح مذکور میں ہو چکا وفی کل عقد لا بد من اضافتہ الی موکلہ یعنی
لا یستغنی عن الاضافۃ الی موکلہ حتی لو اضافہ الی نفسہ لم یصح ابن کمال ترجمہ ہر عقد میں کہ نسبت کرنا اسکا وکیل کے موکل کی طرف ضرور ہو یعنے موکل کی طرف
نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہیں تو اگر وکیل اس عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کریگا تو صحیح نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ہم عدم صحت عقد سے مراد یہ ہو
کہ باعتبار وکالت صحیح نہیں نہ باعتبار اصالت یعنی اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہوجائیگا تو اب
تفریع آیندہ سے منافات باقی نہ رہی یعنے قولہ حتی لو اضافہ الی نفسہ وقع النکاح له) کنکاح وخلع وصلح عن دم عمد او انکار وعتق علی مال وکتابۃ وہبۃ
وتصدق واعارۃ وایداع ورہن واقراض وشرکۃ ومضاربۃ یعنی یتعلق بموکلہ لانہ یکون فیہا سفیرا محضا حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح له
فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضرور ہو چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد سے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور کتابت
اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے متعلق
ہوتے ہیں نہ وکیل سے بسبب اسکے کہ وکیل کے عقود مذکورہ میں محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا تو وکیل
رسول کے مانند ہوگیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بمہر وتسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہیں وکیل پر نکاح میں مہر اور تسلیم زوجہ کا ہم یعنے جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہو
تو وکیل سے مطالبہ نہیں اگر وکیل زوج کی طرف سے ہو تو اس سے مہر کا مطالبہ نہیں اور اگر زوجہ کیطرف سے ہے تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہیں وللمشتری الاباء عن
دفع الثمن للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہو موکل کو ثمن دینے سے ہم چونکہ بیع میں حقوق عقد وکیل سے متعلق ہیں نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے
کوئی چیز خریدی اور موکل اس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ میں تجکو ثمن نہیں دیتا تو جائز ہے طحطاوی نے عزمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل
کردے تو مشتری کا منع ثمن سے تمادی نہیں وان دفع له صح ولو مع نہی الوکیل استحسانا ولا یطالبہ الوکیل ثانیا لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن
دیدے تو صحیح ہو اگرچہ دینا وکیل کے روک دینے کے ساتھ ہو بنابر استحسان اور وکیل دوبارہ ثمن کا مطالبہ نکرے بواسطے عدم فائدہ کے ہم وجہ استحسان یہ ہو کہ ثمن مقبوض
موکل کا حق ہو تو اسکو پہنچ گیا اور اسمیں کچھ فائدہ نہیں کہ اس سے لیا جاوے پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی نعم تقع المقاصۃ بدین الوکیل وحدہ وبدینہ لموکلہ
ہاں واقع ہوتا ہی باہم مجرا کرلینا ثمن کا وکیل کے دین سے مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا او ضمان دے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو ہم یعنی اگر فقط وکیل بیع کا مدیون ہو
مشتری کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھ واقع ہوگا دونوں برابر ہوگئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہیں کرسکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہوگا اسواسطے کہ وکیل نے
اپنا دین موکل کے مال سے ادا کیا اور اگر فقط مدیون مشتری کا ہو موکل اور وکیل دونوں مدیون ہوں مشتری کے تو دونوں صورتوں میں موکل سے مقاصہ واقع ہوگا
کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ بخلاف وکیل یتیم وصرف یعنی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی ہم یہ متعلق ہو ماتن کے اس قول سے وان دفع له صح یعنی اگر
مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہو مگر ان دو صورتوں میں موکل کو دینا صحیح نہیں یعنی میں سے ایک یہ کہ وکیل یتیم وصی یتیم ہو صورت اسکی یہ ہو کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور
مشتری نے یتیم کو اسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہوگا بلکہ اسکو واجب ہو کہ دوسرے بار وصی کو ثمن دے اسواسطے کہ یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے میں
اختیار نہیں تو اسکا دینا تضییع ہو اور وکیل فی الصرف سے جبکہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہوگیا بسبب
افتراق احد العاقدین کے بلاقبض کذا فی الطحطاوی ومثلہ ای مثل الوکیل عبد ماذون لا دین علیہ مع مولاہ فلا یملک قبض دینہ وقبض استحسانا ما لم یکن علیہ دین لانہ

لاقرار لہ برانتہ اور مثل اسکے یعنی توکیل کے مانند وہ عبد ماذون فی التجارۃ ہے جسپر قرضہ نہیں اپنے وسیلے کے ساتھ تو مرسل یعنی مالک اپنے عبد سے قبض کرنے کا نہیں اور اگر قبض کریگا تو صحیح ہوگا پلیل استحسان [illegible] کہ غلام پر دین نہ ہو [illegible] کہ غلام کے دین میں [illegible] کا حق ہو کذا فی البحر یعنی اگر غلام ماذون مدیون ہوگا تو اسکے دیون پر قبض ہونے کا صحیح نہیں ہے کیونکہ اسمیں ماذون کے دائنون کا حق ہے فرع مسئلہ المحتاج کا التوکیل بالاستقراض باطل لا الرسالۃ [illegible] قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہے نہ رسالت کذا فی الدرر [illegible] توکیل بالاعتراض [illegible] باطل ہے کیونکہ مالک غیر میں امر [illegible] کرنا جائز نہیں اور استقراض کی رسالت باطل نہیں ہے کیونکہ اسمین [illegible] صحیح ہے اور [illegible] کہ توکیل بالاقرار یعنی قرض دینے میں وکیل کرنا صحیح ہے [illegible] اسمین [illegible] اپنی مالک میں [illegible] قرض دینے کا [illegible] اور [illegible] قرض دینا قبول کیا تو وہ [illegible] [illegible] یا وہ [illegible] باطل ہے [illegible] اور قرض کے قبض میں بھی صحیح ہے [illegible]

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

یہ باب ہے بیع اور شراء کی وکالت میں الاصل انہا ان عمت او علمت او جہلت جہالۃ یسیرۃ وہی جہالۃ النوع المحض [illegible] یہ ہے کہ اگر وکالت عام ہو یا معلوم یا مجہول بجہالت یسیرہ ہو اور جہالت یسیرہ نوع خالص کی جہالت ہے چنانچہ فرس ہو وکالت صحیح ہو [illegible] کے کہ خرید کر جو چاہو جب معلوم ہو کیونکہ اسنے تفویض امر اسکی رائے پر کی ہے جو چیز کہ وہ خرید کریگا امتثال امر ہوگا یا معلوم [illegible] کردی ہو جیسے کہا کہ جو چیز معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اس میں کسی چیز کی حاجت نہیں [illegible] چنانچہ غلام حبشی یا ہندی یا اسکی جنس اور مقدار ثمن کا ذکر ضرور ہے تاکہ [illegible] امتثال امر ممکن ہو [illegible] تا اس نوع سے احتراز ہو جو متعدد ہو اس جنس النوع ہے چنانچہ عبد اور دار [illegible] اور اگر جہالت فاحشہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہے چنانچہ دابہ تو وکالت باطل ہے [illegible] دابہ لغت میں ہر جاندار کا نام ہے [illegible] اور خچر اور گدھے کو کہتے ہیں تو اسمیں چند اجناس جمع ہوئیں [illegible] کو شامل ہے [illegible] اور [illegible] فان بین الثمن او الصفۃ [illegible] اور اگر جہالت [illegible] جنس اور نوع کے چنانچہ غلام ہو اگر [illegible] بیان کرے یا اسکی صفت مذکور کرے جیسا چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہے اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہ ہو تو وکالت باطل ہے [illegible] حقیقۃ [illegible] ایک جنس ہیں اور اگر حقیقت مختلف ہو یا متقاصد تو وہ دو جنس ہیں [illegible] اگر جہالت جنس کی [illegible] اجناس ہوں چنانچہ تحقیق کردہ [illegible] ہو مرد اور عورت کی طرف اور مرد [illegible] غلام سے کا [illegible] مقصود ہوتی ہے چنانچہ ترکی غلام [illegible] چنانچہ [illegible] شرح الوقایہ و [illegible] الشبر ابلوب ہروی او فرس [illegible] صحیح [illegible] الزیلعی [illegible] [illegible] یا گھوڑے یا خچر کی خرید کا تو صحیح ہے بقدر احتمال حال آمر کذا فی الزیلعی تو اس کتاب کی طرف مراجعت کر [illegible] کیا ہو اسواسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہے یعنی جہالت یسیرہ کہ عبارت ہے نوع خالص کی جہالت سے [illegible] تفاوت مابین نوع قلیل ہے تو مانع امتثال امر کی نہیں ہے لیکن وکالت [illegible]

حال مرکے احتمال کی شبہ اسواسطے کہ احتمال کہ وکیل قادر ہوگا مقصود موکل کی تحصیل پر اسطرح کہ موکل کے حال کو دیکھے یعنے اسکے مقدور اور حوصلے کے موافق خرید کرے کذا فی الطحطاوی ولشراء دور او عبید بلا بیان ثمن التی الموکل ثمنا یخصص نوعا ولا بحر او نوعا یخصص زاد فی البزازیۃ او قدرا الکن تفقیرا وکیل کیا گھر یا غلام کی خرید کا تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کر دیا جیسا کہ غلام حبشی ہو اور جیسا کہ نقدار زیادہ کیا یا وکیل نے مقدار کو معین کر دیا جیسا کہ استے قفیز گیہون یا جو اسم یہ جہالت متوسطہ کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کی بیان سے وکالت صحیح ہو جاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار یعنے گھر کو جہالت فاحشہ مین شمار کیا ہے اسواسطے کہ گھر مین اختلاف فاحش ہوتا ہے باعتبار اختلاف اغراض اور پڑوسیون اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو یہ مثال متعذر ہوا اور شرح صاحب مانند صاحب فتح قاضی خان کا تابع ہے اور صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اس ملک پر محمول کیا ہے جہان گھرون مین اختلاف فاحش ہوتا ہو اور بعض نے ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا ہے فتح الغفار مین ہے کہ بیان مقدار مانند بیان کرنے ثمن کے ہو جیسا کہ نقد اثر یہ مین ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہون خرید کر تو صحیح نہین جب تک گیہون کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحطاوی والا یسمہ ذلک لا یصح والحق بجہالۃ الجنس مما لو وکلہ لشراء ثوب او دابۃ لا یصح وان سمی ثمنا للجہالۃ الفاحشۃ اور اگر اسکو معین نکرے یعنے ثمن یا نوع یا مقدار کو نہ تو وکیل صحیح نہو گی اور ملحق بجہالت جنس ہوگی اور جہالت جنس وہ ہے کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہین اگرچہ موکل نے اسکا ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے قسم ثانی ہے اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہ ہے کہ جسکی خرید کے واسطے وکالت ہوئی اگر اسکی جنس اور نوع اور صفت بیان کر دے تو اتفاقاً وکالت صحیح ہے اور اگر سب ترک کیا اس طرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہین بسبب کمال نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اسکے ساتھ نوع یا ثمن کے بیان کو ملایا تو صحیح ہے اور نہین تو صحیح نہین اور اسی طرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت جیسا کہ ہو چکا کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولشراء طعام وبین قدرہ او دفع ثمنہ وقع فی عرفنا علی المعتاد المہیا للاکل من کل مطعوم یمکن اکلہ بلا ادام کلحم مطبوخ او مشوی وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وغیرہ اعتبار اللعرف کما فی الایمان وکیل کیا طعام کی خرید کا اور اسکی مقدار بیان کر دی یا اسکا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنے صاحب نازیہ کے عرف مین اس طعام پر جو مہیا ہے کھانے کے واسطے ہر ایک اس طعام سے جسکا کھانا بدون سالن کے ممکن ہے جیسے پختہ گوشت یا بھنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی کا فتوی ہے کذا فی العینی وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم مین عرف اور رواج معتبر ہے اسم اور کوفہ کے عرف مین طعام عبارت ہے گیہون اور اسکے آٹے سے اور مصر کے عرف مین طعام کہتے ہین پختہ گوشت شوربا دار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہ ہے کہ شراء طعام کی وکالت باطل ہو اسواسطے کہ طعام ہر مطعوم پر واقع ہے تو اسکی جنس مین جہالت فاحشہ ہے وفی الوصیۃ لہ اے للشخص بطعام یدخل کل مطعوم ولو دوا بہ علاوۃ سکنجبین بزازیۃ اور کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت مین داخل ہے ہر مطعوم اگرچہ وہ دوا ہو جس مین شیرینی ہے جیسا کہ سکنجبین کذا فی البزازیۃ اسم بزازی نے سکنجبین کو کتاب الایمان مین ذکر کیا ہے نہ وصیت مین اور شاید کہ شارح نے یہ ارادہ کیا کہ آگاہ کر دے اسپر کہ وصیت بحکم یمین ہے کذا فی الطحطاوی وللوکیل الرد بالعیب ما دام المبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ ولوارثہ او وصیہ ذلک بعد موتہ موت الوکیل فان لم یکونا فلموکلہ ذلک ای الرد بالعیب وکذا الوکیل بالبیع اور وکیل کو جائز ہے پھیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے جب تک کہ مبیع اسکے ہاتھ مین ہے بسبب متعلق ہونے حقوق کے وکیل سے اور اسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہے بعد مرنے وکیل کے سو اگر وکیل کا وارث اور وصی نہو تو اسکے موکل کو وہ درست ہے یعنے بسبب عیب کے پھیر دینا اور اسی طرح بیع کے وکیل کا حکم ہے اسم یعنے وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور مبیع مین عیب نکلا تو مبیع اسکو پھیر دی جائیگی جب تک وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہے اور اگر محجور ہوگا تو موکل پر پھیر دی جائیگی اور موکل اجنبی ہے خصومت بالعیب مین

کذا فی الطحطاوی عن البحر عن البزازیہ وہذا اذا لم یسلمہ فلو سلمہ الی موکلہ امتنع ردہ الا بامرہ لانتہاء الوکالۃ بالتسلیم اور یہ یعنے رد بالعیب اسوقت ہے جبکہ
وکیل نے موکل کو مبیع تسلیم نہین کردی اور اگر اُسنے مبیع اپنے موکل کو سپرد کردی تو اب اُسکو پھیر دینا ممتنع ہے مگر موکل کے امر سے بسبب آخر ہوجانے وکالت کے
تسلیم موکل سے بخلاف وکیل بائع فاسد فان لہ الفسخ مطلقا لحق الشرع قنیہ بخلاف اس وکیل کے جسنے کوئی شے خریدی یا بیع فاسد کے تبھی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہے
مطلقا بسبب حق شرع کے کذا فی القنیہ یعنی مطلقا یعنے اگرچہ مبیع مشتری کو دے چکا ہو اور اگر ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اُسکو فسخ بیع کا اختیار ہے
بلا اذن موکل اور ثمن اس سے پھیر لے بدون اُسکی رضامندی کے کذا فی الطحطاوی والوکیل بحبس المبیع بثمن دفعہ الوکیل من مالہ او لا بہ ولی لانہ کالبائع اور وکیل کو
جائز ہے روک رکھنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولے حبس جائز ہے اسواسطے کہ وکیل
بائع کے مانند ہے مطالبہ ثمن مین ولو اشتراہ الوکیل بنقد ثم اجلہ البائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالا وہی الحیلۃ خلاصۃ اور اگر وکیل نے اُسکو ثمن حال
خرید کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فی الحال جائز ہے اور یہی حیلہ ہے کذا فی الخلاصۃ یعنی تعجیل ثمن کا
وکیل پر اور تاجیل ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہے کہ وکیل ثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی مدت ٹھیراوے کذا فی الطحطاوی ولو وہبہ کل الثمن رجع بکلہ ولو
بعضہ رجع بالباقی لانہ حط بحر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کر دیا تو وکیل اپنے موکل سے تمام ثمن پھیر لے اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کر دیا
تو باقی ثمن پھیر لے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کر دینا ہے اصل ثمن کا کذا فی البحر فلو ہلک المبیع من یدہ قبل حبسہ ہلک من مال موکلہ ولم یسقط
الثمن لان یدہ کیدہ پس اگر مبیع ہلاک ہوگئی وکیل کے ہاتھ سے قبل حبس مبیع تو موکل کے مال سے ہلاک ہوگئی اور ثمن ساقط نہوگا موکل کے ذمہ سے
اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہے ھ اور اگر ثمن ہلاک ہوا وکیل کے ہاتھ مین تو بھی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل خرید کر چکا پھر موکل نے
دیا سو ہلاک ہوگیا بائع کو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا مال ہلاک ہوا کذا فی الطحطاوی ولو ہلک بعد حبسہ فہو کمبیع فیہلک بالثمن وہذا عند الثانی
کرہن اور اگر مبیع ہلاک ہوئی بعد اُسکے حبس کے تو وہ مبیع کے مانند ہے تو ہلاکی مبیع کی ثمن سے ہے یعنے اُسکا ثمن ساقط ہوگیا موکل کے ذمہ سے اور امام ثانی
کے نزدیک مانند رہن کے ہے ھ مبیع کے مانند ہے یعنے اُس مبیع کے مانند ہے جو بائع کے پاس ہلاک ہوگئی اور بائع جبکہ حبس مبیع کریگا استیفا کر ثمن کے واسطے
تو اُسکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہوگا اسی طرح وکیل کے پاس ہلاک ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہوگا اب وکیل موکل سے نہین لے سکتا اور امام ابو یوسف کے
نزدیک جبکہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہوگا قیمت سے تو وکیل بقدر فضل موکل سے پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی والاعتبار بمفارقۃ الموکل ولو حاضرا کما اعتمدہ
المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک اور صرف اور سلم مین اعتبار نہین موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے
بحر الرائق کی پیروی سے برخلاف عینی اور ابن ملک کے ھ عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہے پھر جب اصل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہین حموی نے اسکا جواب
دیا کہ وکیل نائب ہے اصل عقد مین اور حقوق عقد مین وہ اصیل ہے تو اب کچھ اعتبار نہین حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقۃ الوکیل ولو صبیا فی صرف
وسلم فیبطل العقد بمفارقۃ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم مین مفارقت وکیل کا اعتبار ہے اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہوگا صاحب عقد
کی مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہے یعنے چونکہ عاقد وکیل ہے اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہوگا قبل قبض تو عقد باطل ہوگا اسواسطے کہ
احد العاقدین کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہے والمراد بالسلم الاسلام لا قبول السلم لانہ لا یجوز ابن کمال اور مراد سلم سے اسلام ہے نہ قبول سلم اسواسطے کہ
قبول سلم کی توکیل جائز نہین کذا ذکرہ ابن کمال ھ اسلام کی یہ صورت ہے کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تا وکیل راس المال مسلم الیہ کو دے اور قبول سلم کی
یہ صورت ہے کہ مسلم الیہ کسیکو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والرسول فیہما ای الصرف والسلم لا یعتبر مفارقتہ بل مفارقۃ المرسل
لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم مین مفارقت رسول کی معتبر نہین بلکہ اسکے بھیجنے والے کی مفارقت معتبر ہے اسواسطے کہ پیام رسانی

عقد میں ہو نہ قبض میں جو استفید ضمنہ التوکیل بہا اور مستفاد اور معلوم ہوئی تو وکیل صرف اوسلم کی صحت یعنی مسئلہ عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ بیع صرف
اور سلم میں وکیل کرنا صحیح ہو بہتر یہ تھا کہ شارح اسکا قبل مسئلہ سول ذکر کرتا وکلہ بشراء عشرۃ ارطال لحم بدرہم فاشتری ضعفہ بدرہم مما یباع عشرۃ
بدرہم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصف درہم خلافا لہما والثلاثۃ قلنا انہ ما مور بارطال مقدرۃ فینفذ الزائد علی الوکیل وکیل کیا دس رطل گوشت کے
خریدنے کا ایک درم سے سو وکیل نے دو چند گوشت اسکا خرید کیا یعنے بیس رطل ایک درم سے اس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہو تو لازم
ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض نصف درم کے بخلاف صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے یعنے انکے نزدیک بیس رطل موکل کو لازم ہے اسواسطے کہ وکیل نے
اسکے حق میں بہتر کیا ہم کہتے ہیں جواب میں امام کی طرف سے کہ وکیل ما مور ہے ارطال معینہ کا یعنے دس رطل کا تو اس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی ہم
خلاصہ جواب یہ ہے کہ وہ دس رطل کی خرید کا مامور ہے نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو اشتری مالا یساوی ذلک وقع للوکیل اجماعا کغیر موزون
اور اگر وہ گوشت خرید کیا جو اسکے برابر نہیں یعنے مثلاً جو گوشت کہ بیس رطل ایک درم کو بکتا ہے اسکو دو درم سے خرید کیا تو یہ بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی باتفاق
امام اور صاحبین کے جیسے غیر موزون کی بیع ہم غیر موزون کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض سو درم کے تو اسنے ایسے دو غلام
خرید لئے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہے تو یہ بیع موکل کو لازم نہ ہوگی اسواسطے کہ ہر ایک کا ثمن مجہول ہے اسواسطے کہ ثمن معلوم نہیں ہو سکتا
مگر اٹکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہے تو ثمن اسکے اجزا پر منقسم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی یتصرف ولو وکلہ بشراء شئ بعینہ بخلاف الوکیل
بالنکاح اذا تزوجہا لنفسہ صح منیہ والفرق فی الوافی بغیر الموکل لا یشتریہ لنفسہ ولا لموکل آخر بالاولی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا دفعا للغرر اور اگر کسیکو
وکیل کیا اس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہو تو وکیل اس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولے خریدے موکل کی
غیبت میں جبکہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت نہ کی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی نیت سے ہے بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا
نکاح کریگا تو صحیح ہوگا کذا فی المنیہ اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ وانی کے حاشیہ درر میں مذکور ہے ہم غیر موکل کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جائے
جسمیں چیز معین نفس موکل ہو جیسا کہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا تو یہ خرید وکیل ہی
کے واسطے واقع ہوگی چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شئ معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید کرے
تو صحیح ہے اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہے کہ موکل کے حضور میں اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہ ہے کہ نکاح ان عقود سے ہے
جنکی اضافت موکل کی طرف ضروری ہے اور اسکا ثبوت نہیں ہوتا موکل کے واسطے مگر جبکہ اسی کی طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ بدون
موکل کے واسطے ثابت ہے اگرچہ وکیل اسکی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی مختصراً فلو اشتراہ بغیر النقود او بخلاف ما سمی الموکل
من الثمن وقع الشراء للوکیل لمخالفتہ امرہ وینعزل فی ضمن المخالفۃ عینی تو اگر وکیل نے شئ معین کو خرید کیا بغیر نقود یا بخلاف اس ثمن کے جسکا موکل نے
نام لیا وکیل سے تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا وکالت سے درضمن مخالفت
امر کذا فی العینی ہم یہ تفریع ہے حیث لم یکن مخالفا پر وان لشراء شئ بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء او شراہ بمالہ
ای بمال الموکل اور اگر اسکو وکیل کیا غیر معین چیز کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جبکہ موکل کے واسطے اسکی نیت کریگا خرید کرنے کے وقت
یا اسکو موکل کے مال سے خرید کریگا ولو تکاذبا فی النیۃ حکم بالنقد اجماعا اور اگر مابین وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت میں تو نقد پر
حکم ہوگا بالاتفاق یعنے اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہے اور نہیں تو وکیل کے واسطے ولو توافقا انہا لم تحضرہ فروایتان اور اگر دونوں میں
اتفاق ہے اس بات پر کہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو اسمیں دو روایتیں ہیں ہم تفصیل اس مسئلہ کی تبیین اور بحر الرائق میں اس طرح ہے کہ

اگر وکیل نے عقد کی اضافت اور نسبت ایک شخص کے مال کی طرف خواہ وکیل کے مال کی طرف یا موکل کے مال کی طرف تو وہ چیز اسی شخص کی ہوگی اور اگر مطلق مال کی طرف نسبت کی تو اگر وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اسی کی ہوگی اور اگر نیت مین اختلاف واقع ہوا تو نقد پر حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونون کا اتفاق ہوا تو محمد رح کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک وہ چیز بحکم ہوگا انتہی جب یہ معلوم ہوا تو مصنف کے اس قول کو (الا اذا نواہ للموکل) واجب ہے کہ اس صورت پر محمول کیجیے جبکہ وکیل عقد کو اپنے مال کی طرف نسبت نہ کرے خواہ اسکو موکل مال کی طرف نسبت کرے یا مطلق مال کی طرف خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے اور یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خریدے مراد یہ ہے کہ موکل کے مال کی طرف اسکو نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہ مین صریح ہے خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ ادا ثمن اپنے مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے اور نیت مین تکاذب اور توافق اسوقت کا مراد ہے جبکہ عقد مطلق مال کی طرف مضاف ہوا اور درر والے [illegible] کا قول مراد ہے کذا فی الحلبی زعم انہ اشتری عبدا للموکل فہلک قال موکلہ بل شریتہ لنفسک فان کان العبد معینا وھو حی قائم فالقول للمامور اجماعا مطلقا نقد الثمن او لا لاخبارہ عن امر یملک استینافہ وکیل نے کہا کہ اسے غلام اپنے موکل کے واسطے خریدا سو ہلاک ہوگیا اور موکل نے کہا بلکہ تو نے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خریدا تھا تو اگر غلام معین ہے اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق مامور کا قول معتبر ہوگا مطلقا خواہ اسنے ثمن ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو اسواسطے کہ وکیل نے اسکی خبر دی جسکے استیناف کا وہ مالک ہے یعنی استیناف عقد یعنی سر نو عقد خرید جدید کر سکتا ہے یعنی اگر وکیل اسکو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اسکو اعادہ اور استیناف کا اختیار ہے اس طرح پر کہ کہے کہ مین نے اسکو موکل کے واسطے خرید کیا [illegible] کی خرید مین وکیل کو اختیار نہین کہ اپنے واسطے خرید کرے وان معینا والحال ان الثمن منقود فکذلک الحکم اور اگر غلام معین اور زندہ ہو اور ثمن نقد ہو تو یہی حکم ہے یعنی مامور کا قول معتبر ہے والا یکن منقودا فالقول للموکل لانہ منکر الرجوع علیہ اور اگر ثمن نقد نہ ہو تو موکل کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ [illegible] رجوع ثمن کا منکر ہے اور انکار کے لائق منکر کا قول ہے وان العبد غیر معین وھو حی او میت فکذا ای یکون للمامور ان الثمن منقودا لانہ امین اور اگر غلام غیر معین ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ تو ایسا ہی حکم ہے یعنی مامور کا قول معتبر ہوگا اگر ثمن نقد ہے اسواسطے کہ مامور امین ہے والا فللآمر [illegible] اور اگر ثمن نقد نہو تو آمر کا قول معتبر ہے بسبب تہمت کے بخلاف صاحبین کے تہمت یہ ہے کہ شاید مامور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب اسمین نقصان دیکھا تو آمر پر ڈال دیا قال بعنی ہذا لعمرو فباعہ ثم انکر الآمر ای انکر المشتری ان عمرا امرہ بالشراء اخذہ عمرو لغا انکارہ الآمر لمناقضۃ لاقرارہ بتوکیلہ بقولہ بعنی لعمرو ایک شخص نے کہا کہ اسکو بیچ مجھ سے عمرو کے واسطے پھر اسنے امر کرنے والے کا انکار کیا یعنی مشتری نے اسکا انکار کیا کہ عمرو نے اسکو خرید کرنے کا امر کیا تو عمرو اس مبیع کو لیگا اور اسکا انکار آمر کے لیے لغو ہوگا بسبب متناقض ہونے اسکے انکار کے اسکی توکیل کے اقرار سے یون کہنے سے کہ مجھ سے بیچ عمرو کے واسطے یعنی جب اسنے اول یون کہا کہ فلانے کے واسطے بیچ تو یہ اقرار ہوا اسکا کہ مین اسکا وکیل ہون پھر اسنے وکالت کا انکار کیا تو اب یہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہے الا ان یقول عمرو لم آمرہ بہ ای بالشراء فلا یاخذہ عمرو لان اقرار المشتری ارتد بردہ مگر یہ کہ عمرو کہے کہ مین نے اسکو خرید کرنے کا امر نہین کیا تو اب اسکو عمرو نہ لیگا اسواسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہوگیا اسکے رد کر دینے سے الا ان یسلمہ المشتری الیہ ای الی عمرو لان التسلیم علی وجہ البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن للعرف مگر یہ کہ مشتری مبیع عمرو کو تسلیم کرے تو عمرو اسکو لے اسواسطے کہ دینا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہے اگرچہ ادا کے ثمن نہ پایا جاوے کہ بسبب عرف اور رواج کے یعنی تراضی ثمن مروج ہے امرہ بشراء شیئین معینین او غیر معینین [illegible] نواہ فللموکل کما مر بحر امر کیا موکل نے وکیل کو دو معین چیزون کی خرید کا یا دو غیر معین چیزون کی خرید کا جبکہ وکیل نے اسکی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی البحر [illegible] مذکور یہ ہے کہ اگر غیر معین چیز کی

خریدنے کا وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہوگا جبکہ موکل کے واسطے نیت کرے گا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحال انہ لم یسم ثمنا فاشتری احدہما بقدر
قیمتہ او بزیادۃ یسیرۃ یتغابن الناس فیہا صح عن الآمر والا لا اذ لیس لوکیل الشراء الشراء بالغبن الفاحش اجماعا بخلاف وکیل البیع کما یجی
معین دو چیزون کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اسکا ثمن مذکور نکیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو مین سے ایک چیز خرید کی بقدر اسکی قیمت کے
یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھ جسقدر مین لوگون کو خسارہ ہو جاتا ہی تو وہ خرید صحیح ہی موکل کی طرف سے اور اگر ایسا نہین یعنی کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ
خرید موکل کیطرف سے صحیح نہین اسواسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالاتفاق جائز نہین بخلاف وکیل بیع کے اسکو غبن فاحش کے ساتھ بیچنا
جائز ہی چنانچہ مذکور ہوگا وکذا الشراء انہما بالف وقیمتہما سواء فاشتری احدہما بنصفہ او اقل صح اور اسیطرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کے خرید کرنے کا بعوض ہزار
کے اور دونون کی قیمت برابر ہی سو وکیل نے ان دو مین سے ایک چیز خرید کی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہی هم کمتر قیمت کی خرید مین اگرچہ مخالفت امر ہی لیکن اسمین
موکل کو فائدہ ہی لہذا صحیح ہو ولو بالاکثر ولو بیسیر لا یلزم الآمر الا ان یشتری الثانی من المعینین بما بقی من الالف قبل الخصومۃ لحصول
المقصود اور ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خرید کی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہین مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلا دونون معین چیزون مین سے ہزار کی باقی سے
قبل خصومت کے خرید کرلے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے هم مثلا دو غلام کے خرید کرنے کا بعوض ہزار درم کے امر کیا سو اسنے ایک غلام
پانسو اور دو درم کو خرید کیا تو یہ خرید موکل کو لازم نہین ہان اگر دوسرے غلام کو وہ کم پانسو درم سے خرید کریگا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول
مقصود کے یعنے حاصل ہونا دونون غلامون کا ہزار درم سے وجوازہ ان بقی ما یشتری بمثلہ الآخر اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہی اگر باقی رہی اتنی قیمت
جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہوسکے ولو امر رجل مدیونہ لشراء شیء معین بدین لہ علیہ وعینہ او عین البائع صح وجعل البائع وکیلا بالقبض دلالۃ
فیبرا الغریم بالتسلیم الیہ اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اس دین کے جو اسکا اسپر ہی اور مبیع کو اسنے معین کردیا یا بائع کو
معین کردیا تو خرید صحیح ہی اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جائیگا قبض دین مین باعتبار دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہوجائیگا بائع کو دینے سے
بخلاف غیر المعین لان توکیل المجہول باطل لذا قال م الا یعین فلا یلزم الآمر ونفذ علی المامور فہلاکہ علیہ خلافا لہما بخلاف غیر معین مبیع یا
بائع کے اسواسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہی اور اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مبیع یا بائع کو وہ معین نہ کرے تو خرید موکل کو لازم نہوگی
اور مامور پر نافذ ہوگی تو اسکی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑے گا بخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک امر پر خرید لازم ہی مامور کے قبض کرنے سے
کذا فی الطحطاوی وکذا الخلاف لو امرہ ان یسلم ما علیہ او یصرفہ بناء علی تعیین النقود فی الوکالات عندہ وعدم تعینہا فی المعاوضات عندہما اور
اسی طرح امام رح اور صاحبین کا خلاف ثابت ہی اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف کرے بعوض اس دین کے جو اسپر ہی
بنا سے خلاف ہی نقود کے متعین ہونے پر وکالت مین امام کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات مین صاحبین کے نزدیک هم چونکہ
صاحبین رح کے نزدیک دراہم اور دنانیر معاوضات مین متعین نہین خواہ دین ہوون یا عین تو توکیل صحیح ہی اور آمر کو لازم ہی اسواسطے کہ تصرف مامور کا
آمر کے تصرف کے مانند ہی اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالت مین متعین ہین تو وکالت باطل ٹھہری تو درصورت تعیین نقود غیر مدیون کو یہ تملیک
دین ٹھہری بدون اس بات کے کہ اس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجیے اور یہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو امرہ ای امر رجل مدیونہ بالتصدق
بما علیہ صح امرہ بجعلہ المال للہ تعالے وہو معلوم اور اگر اسنے اسکو امر کیا یعنے ایک مرد نے اپنے مدیون کو اس دین کی خیرات کرنے کا امر کیا جو
اسکے ذمے پر ثابت ہی تو اسکا امر صحیح ہی بسبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالے کے واسطے اور وہ معلوم ہی نہ مجہول کہ توکیل بقبض دین صحیح نہو
هم یعنے جب مدیون سے کہا کہ دین کو تصدق کرے تو گویا اسنے حق تعالے کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور تقریر بالا سابق مین ثابت ہی خدا جل شانہ کا کما حقہ

لو امر الآجر المستاجر بمرمتہا استاجرہا علیہ من الاجرۃ وکذا لو امرہ بشراء عبد یسوق الدابۃ وینفق علیہا من الاجرۃ فانفقا فالقول قولہ لانہ لا یجب للآمر کل شئ بقول الموجر کالموجر فی القبض جیسے صحیح ہو امر اسکا اگر کرے اجارہ دینے والا مستاجر کو اسکی مرمت کا جسکو اسنے اجارہ لیا اُس اجرت سے جو مستاجر پر ہے اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر کو امر کیا غلام کے خریدنے کا جو غلام کو اجارہ کے جانور کو ہانکے اور اسپر خرچ کرے تو امر اسکا باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہے بسبب قرض مستاجر کے جو مستاجر پر ہے پس اگر روپیہ نہیں پایا تو اجارہ والی چیز قبض اجرت میں اجارہ دینے والے کے مانند قرار دی گئی ہے ہم موجر قبض جیسا کہ مستاجر سے اور موجر کی جیسی اجارہ دینے والا قبض وفی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان ان کان ذلک قبل وجوب الاجرۃ لا یجوز وبعد الوجوب قبل القبض الی آخرہ فرا جعہ میں کہتا ہوں اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ اگر یہ امر بعد اجرت واجب ہونے اجرت کے ہو تو جائز نہیں اور بعد وجوب کے قبض کے بعد کی صورت میں بحسب اختلاف امام اور صاحبین کے ہے الخ ہم نے اسکی طرف مراجعت کر کے بیان ملاحظہ ہو کہ امر موجر کا بعد وجوب اجرت امام کے نزدیک صحیح ہونا چاہئے لیکن بیع بالکل کے اور بلا تعیین بیع کے اس امر کا نفاذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک یہ صورت امر نافذ ہوگی کذا فی الطحاوی ولو امرہ بشراء الدابۃ بالف فاشتری وقیمتہا کذلک فقال الآمر اشتریتہا بنصفہ وقال المامور بل بکلہ صدق لانہ امین اور اگر اسکو امر کیا اسکی خرید کا ہزار اور اسنے ہزار روپیہ سے وکیل نے اسکو خریدا اور قیمت اسکی ہزار ہی ہے موکل کہتا ہے کہ تو نے پانسو سے خریدا اور وکیل نے کہا کہ پورے ہزار سے خریدا تو وکیل ہی کے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہے وان کان قیمتہا نصفہ فالقول للآمر بلا یمین عندنا حتی لکمال انہا العبد الشری حیث قال صدق فی الکل الی ذکر کلفظ المصنف لکن جزم الوانی بانہ تحریف وصوابہ لعدم الالف اور اگر قیمت اسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہوگا جیسا کہ صاحب درر اور کمال نے ذکر کیا ہے صدر الشریعہ کے تابع ہو کر صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا ہے کہ وکیل کی تصدیق ہوگی در صورتیکہ واقع اور عدم قیمت دونوں صورتوں میں ہو اور مصنف تابع ہو ہے وفاصل بانہ ناکر رہ کا لکن والی محشی درر نے یقین کیا ہے کہ قول اسکا عدم علاقہ تحریف ہے اور ٹھیک بات یہ ہے کہ جبکہ اصل موکل کی تصدیق ہوگی ہم طحطاوی نے کہا کہ محشی درر نے تحریف کی نسبت میں کوئی نص صریح بیان نہیں کی تو وصاحب تحریف درجتی [illegible] یہ کافی ہے اور تخطیہ نیشنل ہے وان لم یدفع الالف وقیمتہا نصفہ فالقول للآمر بلا یمین قالہ المصنف تبعا للدرر کما مرقلت لکن فی الاشباہ القول للوکیل بیمینہ الا فی اربع فیما لبینہ فیتہ اگر موکل نے ہزار درہم وکیل کو نہیں دیے اور حالانکہ قیمت اسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہے بدون قسم کہ ایسا ہی کہا ہے مصنف نے درر کا تابع ہو کر جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے میں کہتا ہوں لیکن اشباہ میں ہے کہ وکیل کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ مگر چار صورتوں میں اگر گواہی ہو قول اسکا معتبر ہو تو غیر وارد ہے اس اختلاف سے ہم طحطاوی نے کہا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے ما قبل پر کیونکہ وہ موکل میں ہے اور یہ وکیل میں ہے تو اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اسکے اشباہ میں تصدیق قول وکیل مذکور ہے تو نفی یمین اسکو لازم نہیں انتہی ملخصا وان کان قیمتہ الفا تحالفا ان لم یسلم المبیع فیلزم المبیع المامور اور اگر قیمت اسکی ہزار ہو تو موکل اور وکیل دونوں قسم کھائیں پھر دونوں میں عقد فسخ کیا جائے تو مبیع وکیل کو لازم ہوگی ولو امرہ بشراء شئ معین من غیر بیان ثمن فقال المامور اشتریتہ بکذا وان صدقہ بالعہ علی الآمر وقال الآمر بنصفہ تحالفا لو وقع الاختلاف فی الثمن وموجب التحالف اور اسی طرح اگر اسکو امر کیا چیز معین کے خریدنے کا بدون بیان کرنے ثمن کے سو وکیل نے کہا کہ میں نے اسکو اتنے ثمن کو خریدا [illegible] بائع اسکا وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تو نے اسکو نصف ثمن سے خریدا تو دونوں قسم کھائیں بسبب واقع ہونے اختلاف کے ثمن میں اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کھانا ہے ہم تصدیق بائع کی تصحیح میں اختلاف ہے قول اظہر کو ابو منصور کا قول ہے اور قاضی خان نے باتباع فقیہ ابو جعفر اسکی تصحیح کی ہے کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان اختلفا فی مقدارہ امر بالثمن فقال الآمر امرتک بشرائہ بمائۃ وقال المامور بالف فالقول للآمر بیمینہ فان برہنا قدم برہان المامور لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں یعنے تسمیہ مقدار ثمن میں

تو وکیل نے کہا کہ مین نے تجکو اُسکی خرید کرنے کا امر کیا سو درہم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم سے خرید کرنے کو کہا تو موکل کا قول معتبر ہو اُسکی قسم کے ساتھ
پھر اگر دونون گواہ لاوین تو وکیل کے گواہ مقدم ہین باعتبار کثرت اثبات کے ولو امرہ بشراء اخیہ فاشتری الوکیل فقال الآمر لیس المشتری
باخی فالقول لہ بیمینہ ویکون الوکیل مشتریا لنفسہ والاصل ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع کما مر فی خیار الشرط
اور اگر موکل نے اُسکو امر کیا اپنے بھائی کے خرید کرنے کا سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ جسکو خرید کیا ہے میرا بھائی نہین تو موکل کا قول اُسکی قسم کے ساتھ
معتبر ہوگا اور وکیل اُسکا مشتری ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ خریداری جبکہ موکل پر نافذ نہو تو وکیل پر نافذ ہوتی ہو بخلاف بیع کے
چنانچہ کتاب البیع خیار الشرط کے باب مین مذکور ہو چکا یعنے درصورت بطلان بیع ملک کل باقی رہیگی وعتق العبد علیہ ای علے الوکیل لزعمہ عتقہ علی موکلہ
فیؤاخذ بہ خانیہ اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اُسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اُس گمان پر کذا فی الخانیہ ولو امرہ عبد
بشراء نفس الآمر من مولاہ بکذا ودفع المبلغ فقال الوکیل لسیدہ اشتریتہ لنفسہ فباعہ علی ہذا الوجہ عتق علی المال وولاؤہ لسیدہ
وکان للوکیل سفیرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنے کا اپنے مالک سے بعوض اتنے مال کے اور مبلغ اُسکو دیا سو وکیل نے اُسکے
مالک سے کہا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اُسکی ذات کے واسطے سو مالک نے اُسکو بیچا اسی طرح پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اُسکے مالک کا ہو
اور وکیل درمیانی ہو محض جب وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اُسکی طرف راجع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہو نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہو آزاد اسواسطے ہوا کہ غلام
بیچنا غلام سے اعتاق ہو اور غلام کا خرید کرنا قبول عتاق بعوض مال ہو کذا فی الطحطاوی وان قال الوکیل اشتریتہ ولم یقل لنفسہ فالعبد ملک للمشتری
والالف للسید فیہما لانہ کسب عبدہ وعلی العبد الف اخری فی الصورۃ الاولی بدل الاعتاق کما علی المشتری الف مثلہا فی الثانیۃ لان الاول
مال المولی فلا یصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار
دونون صورتون مین مالک کا مال ہو اسواسطے کہ وہ اُسکے غلام کی کمائی ہو اور غلام پر دوسرے ہزار درم پہلی صورت مین واجب ہین عوض اعتاق کے
جیسے مشتری پر ہزار ہین مانند اُسکے دوسری صورت مین اسواسطے کہ اول ہزار مال ہو مولے کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہین رکھتا وشراء العبد
من سیدہ اعتاق فتلغو احکام الشراء فلذا قال فلو شری العبد نفسہ ای لنفسہ الی العطاء صح الشراء ہو اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے
مالک سے اعتاق ہو نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہو جاینگے تو اسی واسطے مصنف نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہو
کذا فی البحر اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے کذا فی الطحطاوی کما صح فی حصتہ اذا اشتری لنفسہ من مولاہ
ومعہ رجل آخر وبطل الشراء فی حصۃ شریکہ جیسے صحیح ہو خرید غلام کے حصہ مین جبکہ غلام نے اپنی ذات کو مول لیا اپنے مولے سے اور حالانکہ غلام
کے ساتھ دوسرا مرد مشتری ہو اور باطل ہوگی خریداری غلام کے ساتھی کے حصے مین ہم مراد یہ ہو کہ غلام اور اُسکے شریک نے بصفقہ واحدہ خریداری کی
چنانچہ التعلیل الآتی مشیر دال ہو بخلاف ما لو شری الاب ولدہ مع رجل آخر فانہ یصح فیہما بیوع الخانیہ من بحث الاستحقاق والفرق انعقاد البیع فی الثانی
لا الاول لان الشرع جعلہ اعتاقا ولذا بطل فی حصۃ شریکہ للزوم الجمع بین الحقیقۃ والمجاز بخلاف اُس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک
اور مرد کے ساتھ شریک ہو کر یہ خریداری دونون شریکون کے حق مین صحیح ہو چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع مین ہو استحقاق کی بحث سے اور دونون
صورتون مین وجہ فرق یہ ہو کہ بیع منعقد ہو جاتی ہو دوسری صورت مین یعنے باپ کی شرکت مین نہ پہلی صورت مین یعنے غلام کی شرکت مین اسواسطے کہ
شرع نے غلام کی خریداری کو اعتاق قرار دیا ہو و لہذا بیع باطل ہو غلام کے شریک کے حصے مین بسبب لازم ہونے جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے
ہم یہ شارح نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہو کیا وجہ ہو کہ بیع مذکور حق غلام مین اعتاق اور اُسکے شریک حق مین مفید ملک نہوئی خلاصہ

جواب یہ ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ ایک لفظ کا استعمال کرنا معنی مجازی یعنے اعتاق میں اور معنی حقیقی یعنے ثبوت
ملک اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہیں ہے قال لعبد اشتر لی نفسک من مولاک فقال لمولاہ بعنی نفسی لفلان
ففعل فہو للآمر علی ہذا الوجہ فہو للآمر فان وجد بہ عیبا ان علم بہ العبد فلا رد وان لم یعلم الوکیل یعلم الموکل وان لم یعلم فالرد للعبد اختیار کہا
ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے شخص کے
واسطے سو اسنے کہا یعنے مالک نے اسکو اسی طرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہے سو اگر موکل نے اسمیں کوئی عیب پایا اگر اس عیب کو غلام
جانتا تھا تو پھیر دینا جائز نہیں اسواسطے کہ دانستگی وکیل کی موکل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اسکو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار ہے
کذا فی الاختیار شرح المختار غلام کو رد بیع کا اسواسطے اختیار ہے کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع میں اصل وکیل ہے وان لم یقل لفلان
عتق لانہ اتی بتصرف آخر فینفذ علیہ وعلیہ الثمن فیہما لزوال الحجر بالعقد باشرہ باذن المولی اور اگر غلام نے یوں کہا کہ بیچ مجھکو فلانے
شخص کے واسطے بلکہ یوں کہا کہ مجھکو بیچ میرے ہاتھ یا یوں کہا کہ مجھکو بیچ ڈال کذا فی الطحطاوی تو غلام آزاد ہو گا اسواسطے کہ وکالت کے سوا اسنے
دوسرا تصرف کیا تو اسپر نافذ ہو گیا اور غلام پر ثمن لازم ہے دونوں صورتوں میں یعنے دونوں صورت وکالت اور عدم وکالت میں کیونکہ اسپر سے زائل ہو گئی
منع تصرف غلام کی اس عقد کے سبب سے جسکا وہ مباشر اور فاعل ہوا باذن مالک کے ساتھ متصل ہو کر کذا فی الدر المختار یہ جواب ہے سوال مقدر کا
تقریر اسکی یہ ہے کہ وکیل یہاں غلام ہے اور غلام محجور التصرف ہے تو چاہیے کہ حقوق بیع اسکی طرف راجع نہوں مسئلہ شارح کا الخ وان خالف
ان خالف فان خالف فی غیر الجنس کبیع بالف درہم فباع بالف ومائۃ نفذ ولو بمائۃ دینار لا ولو خیرا افادہ صدر الشریعۃ وکیل نے جبکہ امر موکل کی مخالفت کی
اگر مخالفت موکل کی بہتری کی طرف ہو اور ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درہم کے سو وکیل نے گیارہ سو درہم کو بیچا تو بیع نافذ
اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہیں اگرچہ موکل کے حق میں سو دینار بہتر ہوں ہزار درہم سے کذا فی الخلاصہ والدر المختار یہ مسئلہ در مختار میں جو
منقول ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر اختصار کرتا واللہ اعلم

فصل یہ فصل ہے بیع اور شرا اور غیرہا کی وکالت کے احکام میں لا یعقد وکیل البیع والشراء او والاجارۃ والصرف والسلم
ونحوہا مع من ترد شہادتہ لہ للتہمۃ وکیل بیع اور شرا اور اجارہ اور صرف اور سلم اور انکی مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نہ کرے اس شخص
کے ساتھ جسکی گواہی وکیل کے حق میں مردود ہے بسبب تہمت کے مثلاً اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نہ کرے نہ اجارہ دے کیونکہ محل
تہمت ہے اور اسواسطے کہ منافع مابین اصول اور فروع کے متصل ہیں تو گویا اسنے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی
کہ اگر اسکے ہاتھ بیع کریگا جسکی گواہی موکل کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدیون یا مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہے
اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولی معلوم ہو گیا کذا فی الطحطاوی وعن الحجر وجوزاہ بمثل القیمۃ الا من عبدہ ومکاتبہ اور صاحبین نے
عقد کو جائز کہا ہے قیمت کے مانند سے نہ اپنے غلام اور مکاتب سے الا اذا اطلق لہ الموکل کبیع ممن شئت فیجوز بیعہ لہم بمثل القیمۃ اتفاقا وکیل کو
اشخاص مذکورین کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں مگر جبکہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یوں کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھ تیرا جی چاہے تو جائز ہو گا اسکا
بیچنا ان لوگوں کے ہاتھ بمثل قیمت باتفاق امام اور صاحبین کے کما یجوز عقدہ معہم باکثر من القیمۃ اتفاقا ای بیعہ لہم او باکثر منہا اتفاقا جیسے جائز ہے عقد
وکیل کا انکے ساتھ درصورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنے بیع وکیل کی دونوں صورتوں اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اسکی اکثر قیمت دیکر بالاتفاق شارح نے
بیع کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہی محل تقیید میں کما لو باع باقل منہا بغبن فاحش لا یجوز اتفاقا وکذا بیسیر عندہ خلافا لہما

ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اسیطرح بنقصان قلیل بیع جائز نہیں
امام رحمہ کے نزدیک بخلاف صاحبین رحمہ کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ فی السراجیۃ وصح بیعہم جاز اجماعا الا من نفسہ وطفلہ وعبدہ غیر المدیون اور سراجیہ مین ہے
کہ اگر موکل نے تصریح کردی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون
سے جائز نہیں وصح بیعہ بما قل او کثر وبالعرض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت یا کثیر قیمت سے اور بعوض اسباب کے ھ یعنی امام رح کے نزدیک
بیع ہر صورت صحیح ہے اگرچہ غبن فاحش ہو اسواسطے کہ توکیل مطلق ہے تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور کا ہے نقصان بیع سے عاجز ہو جاتا ہے یعنی نقصان
قبول کرکے بیچتا ہے کذا فی الطحاوی وخصاہ بالقیمۃ وبالنقود ھ یعنی بزازیہ اور صاحبین رح نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور
اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ھ ومحل الخلاف فی صورۃ عدم تقییدہ موکل ہو سو موکل اگر قیمت یا نقد کی تعیین کر دیگا تو اسکا خلاف جائز نہو گا کذا فی الطحاوی
ولا یجوز فی الصرف کبیع دینار بدرہم بغبن فاحش اجماعا لانہ بیع من وجہ وشراء من وجہ بغیر فیہ اور جائز نہیں عقد صرف میں جیسے ایک دینار کی بیع ایک
درم سے بنقصان کثیر بالاجماع امام رح اور صاحبین رح کے اسواسطے کہ عقد صرف بیع ہے ایک وجہ سے خرید ہے دوسری وجہ سے کذا فی العصیر فیہ ھ اور معلوم
ہو چکا کہ خرید بغبن فاحش جائز نہیں وصح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع للتجارۃ وان کان للحاجۃ لا یجوز کالمرأۃ اذا دفعت غزلا الی رجل
لیبیعہ لہا وتعین النقد بہ یفتی قہستانی اور صحیح ہے بیع ادھار سے اگر بیع میں وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادھار
سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت نے جبکہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اسے بیچ دے عورت کے واسطے اور اس صورت میں نقد ثمن سے بیچنا متعین ہو گا
اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخلاصہ ھ اسواسطے کہ دفع حاجت نہیں ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی الحاجۃ کما
افادہ المصنف اور اسی طرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہو گا ہر ایک ایسے مقام میں جس میں دلالت حال قائم ہو حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہے مصنف نے
اپنی شرح میں وہذا ایضا ان باع بیع الناس نسیئۃ فان طول المدۃ لم یجز بہ یفتی ابن ملک اور یہی یعنی تجارت میں ادھار سے بیچنا اس صورت میں
جائز ہے اگر وکیل نے بیچ کی اتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ ادھار بیچتے ہیں سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہوگا اسی کا فتوی ہے کذا فی
ابن ملک وتتعین الآمر تعیینا الا فی بیعہا بالنسیئۃ بالف فباع بالنقد بالف جاز بحر اور جبکہ موکل کوئی چیز مقرر کر دیگا تو وہ متعین ہو جائیگی مگر
اس صورت میں کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درم ادھار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درم نقد سے بیچا تو جائز ہے کذا فی البحر ھ اور اگر موکل نے کہا کہ بیچ مدت
مقرر کرکے اور تعیین ثمن سو اسکو نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ بالاجماع جائز نہیں کذا فی الطحاوی قلت وقدمنا انہ ان خالف الی خیر فی ذلک
الجنس جاز کالا میں کہتا ہوں اور ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی کی بہتری کے ساتھ اسی جنس میں تو جائز ہے اور غیر جنس میں تو جائز نہیں وانہا
تتقید بزمان ومکان اور بیع وکالت مقید ہوتی ہے زمان اور مکان کے ساتھ لکن فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدہا فی الاصح وکذا الکفیل
لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزازیہ میں ہے کہ دس دن تک کا وکیل دس دن میں اور بعد اسکے بھی وکیل ہے اور اسی طرح
دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواہر الجواہر قال لہ بعہ بشہود او برای فلان او بعلمہ او بمعرفتہ
فباع بدونہم جاز بخلاف لا تبع الا بشہود او بحضر فلان بہ یفتی قلت وبہ علم حکم واقعۃ الفتوی دفع لہ مالا وقال اشتر لی زیتا بمعرفۃ فلان فذہب
واشتری بلا معرفتہ فہلک الزیت لم یضمن بخلاف لا تشتر الا بمعرفۃ فلان فلیحفظ اور زواہر الجواہر میں ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہوں
کے روبرو یا بیچ اسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اسکی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو
جائز ہے بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہوں کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے روبرو کہ بدون انکے بیع جائز نہوگی اسی کا فتوی ہے

ہین کہتا ہون اور اس قول سے معلوم ہوگیا اس واقعہ فتوے طلب کا حکم کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر
فلان شخص کی معرفت سو وکیل گیا اور اُسنے بدون معرفت اُس شخص کے خرید کیا پھر روغن مذکور تلف ہوگیا تو وکیل پر تاوان نہین بخلاف اس قول کے
کہ خرید نہ کرنا مگر فلان شخص کی معرفت تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر موکل نے ایسی شرط لگائی جو اصلا مفید نہین بلکہ
اُسکو مضر ہے تو وکیل پر اُسکی مراعات واجب نہین خواہ اُسکی تاکید نفی سے کرے یا نہ کرے چنانچہ اُسنے کہا کہ بعوض ہزار درہم کے اُدھار بیچ یا یون کہا کہ نہ بیچنا
مگر اُدھار ہزار درہم سے سو اُسنے ہزار نقد سے بیچ دی تو بیع موکل پر جائز ہے اور اگر موکل نے ایسی شرط لگائی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہین تو اگر
اُسکی تاکید نفی سے کریگا تو مراعات اُسکی واجب ہے اور اگر نفی سے تاکید نہ کی ہو تو مراعات واجب نہین چنانچہ یون کہا کہ اُسکو فلانے بازار مین بیچنا سو اُسنے
دوسرے بازار مین بیچا تو اگر اُسنے تاکید نفی نہ کی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہے اور اگر تاکید نفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہوگی کما فی الذخیرۃ اور قسم ثالث جو چوتھی ہے
وہ یہ ہے کہ شرط مفید محض ہو اور ظاہر اُنکی تصریحات سے اسوقت مین تعیین شرط معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی (فتح اخذہ رہنا او کفیلا بالثمن
فلا ضمان علیہ ان ضاع الرہن فی یدہ او توی المال علی الکفیل) لان الجواز الشرعی ینافی الضمان اور وکیل کو صحیح ہے کہ ثمن مین رہن لینا او کفیل
لینا تو اُسپر تاوان نہین اگر رہن ضائع ہوگیا اُسکے ہاتھ مین یا مال ہلاک ہوگیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کی منافی ہے ہم ہلاک مال کی صورت
یہ ہے کہ مقدمہ رجوع کرے اُس قاضی کے پاس جسکے نزدیک یہ مذہب ہے کہ کفیل بری الذمہ ہوجاتا ہے ضمانت سے بسبب ضامن مفلس ہو کر مرجانے کے اور بعضون نے کہا
کہ کفالت سے یہان حوالہ مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ کفالت اپنے معنی حقیقی پر ہے تو ہلاک کی صورت یہ ہوگی کہ کفیل اور مکفول عنہ مفلس ہو کر مرجاوے کذا فی
الطحطاوی عن الحموی عن شرح الہدایۃ (وتقید شراءہ بمثل القیمۃ وغبن یسیر وہو ما یقوم بہ مقوم) اور وکیل کی خرید مقید بمثل قیمت ہے یا غبن قلیل کے ساتھ
غبن قلیل وہ ہے کہ اُسکے برابر کوئی قیمت کرنے والا اوقات کا قیمت کرتا ہو کذا فی الدرر (وغبن یسیر کا دہ نیم) اور غبن یسیر کی یہی تعریف مذکور ہے
ہے کذا فی الطحطاوی (وہذا اذا لم یکن سعرہ معروفا وان کان سعرہ معروفا بین الناس کخبز ولحم وموز وجبن لا ینفذ علی الموکل وان قلت
الزیادۃ ولو فلسا واحدا بہ یفتی بحر وبنایہ) اور یہ یعنی وکیل کی خرید جائز ہونا غبن یسیر کے ساتھ اُسوقت ہے جبکہ نرخ اُسکا مشہور نہو اور اگر نرخ اُسکا معروف
او مشہور ہو لوگون مین جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلے اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھ بیع نافذ نہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسہ ہو
اسی کا فتوے ہے کذا فی البحر والبنایۃ (وکلہ ببیع عبد فباع نصفہ صح لاطلاق التوکیل وقالا ان باع الباقی قبل الخصومۃ جاز والا لا وہو استحسان ملتقی
وہدایۃ وظاہرہ ترجیح قولہما والمفتی بہ خلافہ بحر) وکیل کیا اُسکو غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین نے
نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچ ڈالا قبل خصومت کے تو بیع جائز ہے اور نہین تو جائز نہین اور یہ استحسان ہے کذا فی الملتقی والہدایۃ اور ظاہر ہدایہ مین
قول صاحبین رح کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ اُسکے مخالف ہے کذا فی البحر ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہے
کہ شرکت ایسا عیب ہے کہ قیمت کو کم کر ڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہوگا خلاصہ یہ ہے کہ امام رح کے نزدیک توکیل بالبیع مین عموم اور اطلاق مراد ہے اور توکیل بالشراء
مین وہ متعارف مراد ہے جسمین ضرر او تہمت نہین اور صاحبین رح کے نزدیک دونون برابر ہین (وقید ابن الکمال الخلاف بما یتعیب بالشرکۃ والا جاز اتفاقا
فلیراجع) اور ابن کمال نے امام رح اور صاحبین کے خلاف مین اسکی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہوجاے اور اگر شرکت سے معیوب نہو تو بالاتفاق جائز ہے
تو اس قید کو تلاش کرنا چاہیے کتب فقہ مین ہم بحر الرائق مین ہے کہ غلام سے مراد وہ ہے جسکی تبعیض مین ضرر ہے تو احتراز واقع ہوا اُس سے جسکی تبعیض مین
ضرر نہین جیسے گیہون اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہے چنانچہ معراج مین ہے کذا فی الطحطاوی (وفی الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومۃ اتفاقا
اور نصف غلام کی خرید مین خرید موقوف ہے اُسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے بالاتفاق امام رح اور صاحبین رح کے یعنی اگر قبل

خصومت کرے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید کر لیا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ولو رد مبیع بعیب علی وکیلہ بالبیع ببینۃ او بنکولہ او اقرارہ فیما لا یحدث
مثلہ فی ہذہ المدۃ ردہ الوکیل علی الآمر اور اگر مبیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اسکی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہوں کے یا قسم نہ کھانے وکیل کے یا اقرار سے ایک
اس عیب میں کہ ویسا عیب اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوتا تو وکیل اسکو پھیر دے گا موکل پر ولو باقرارہ فیما یحدث لا یردہ ولزم الوکیل اور اگر رد بیع ہوا
وکیل کے اقرار سے اس عیب میں کہ پیدا ہو سکتا ہے اتنی مدت میں تو موکل پر نہ پھیریگا اور وکیل کو وہ لازم ہے الاصل فی الوکالۃ الخصوص وفی
المضاربۃ العموم قاعدہ کلیہ وکالت میں خصوص ہے اور مضاربت میں عموم ہے ولہذا وکالت بیان جنس سے صحیح نہیں بلکہ بیان نوع یا ثمن ضرور ہے بخلاف
مضاربت کے ولہذا مضارب ابداع کا مالک ہے وفرع علیہ بقولہ فان باع الوکیل نسیئۃ فقال امرتک بنقد وقال اطلقت صدق الآمر اور مصنف نے
قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول سے اگر وکیل نے بیع کی ادھار اور موکل نے کہا کہ میں نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق
کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنے اسواسطے کہ وکالت میں خصوص اصل ہے وفی الاختلاف فی المضاربۃ صدق المضارب عملا بالاصل اور مضاربت کے
اختلاف میں مضارب کی تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنے مضارب نے ادھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ میں نے نقد سے بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے
کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت میں عموم ہے لا ینفذ تصرف احد الوکیلین معا کوکلتکما بکذا وحدہ ولو الآخر
عبدا او صبیا او مات او جن نافذ نہیں تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلوں میں سے جنکو موکل نے ساتھ ہی وکیل کیا چنانچہ یوں کہا موکل نے کہ میں نے
تم دونوں کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہے یا مر گیا یا دیوانہ ہو گیا ہو اسواسطے ایک وکیل کا تصرف نافذ نہیں کیونکہ موکل دونوں
وکیلوں کی رائے سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی رائے سے اور یہ اس تصرف میں ہے جسمیں اجتماع سے کوئی مانع نہیں اور اسمیں رائے کی حاجت ہے
اور توکیل بلفظ واحد ہو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکلہما علی التعاقب بخلاف الوصیین کما سیجیئ فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اس صورت میں نافذ ہے
جبکہ موکل نے دو شخصوں کو وکیل کیا علی التعاقب یعنے ساتھ ہی بلفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف
بدون دوسرے کے نافذ نہ ہوگا چنانچہ باب الوصایا میں آویگا وفی خصومۃ بشرط رأی الآخر لا حضرتہ علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ
نہیں مگر خصومت میں نافذ ہے بشرط شرکت رائے وکیل ثانی کے نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنا بر قول صحیح کے مگر خصومت میں تصرف ایک وکیل کا
اسواسطے نافذ ہوا کہ وہاں اجتماع متعذر ہے کہ شور و شغب کا موجب ہوگا مجلس قضا میں کذا فی الدرر شرح الغفار میں عینی سے مذکور ہے کہ خصومت میں
وکیل ثانی کی رائے مشروط ہے تو اگر بدون رائے ثانی وہ مباشر ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں الا اذا انتہیا الی القبض کذا فی الجوہرہ
خصومت میں احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونوں وکیل منتہی ہوں قبض کی طرف یعنے جب خصومت منتہی لقبض ہو تو جائز نہیں یہاں تک
کہ دونوں وکیل مجتمع ہوں کذا فی الجوہرہ وعتق معین وطلاق معینۃ لم یعوضا بخلاف معوض وغیر معین اور تصرف احد الوکیلین نافذ
نہیں مگر غلام معین کے عتق اور زوجہ معینہ کی طلاق میں جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے عتق اور طلاق معینہ
بلا عوض میں رائے کی حاجت نہیں لہذا فقط ایک وکیل کا تصرف کافی ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ اسمیں ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے
کے کافی نہیں وتعلیق بمشیتہما ای الوکیلین فانہ یلزم اجتماعہما بالتعلیق قالہ المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلین اسواسطے کہ اجتماع وکیلین لازم ہے تعلیق کی
عمل کرنے سے ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے ہم چنانچہ موکل نے کہا دونوں وکیلوں سے کہ تم اسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق میں دونوں کا فعل شرط ہے
اسواسطے کہ جو چیز دو شئی کے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہیں ہوتی ایک شئی کے وجود کے ساتھ اور یہی حکم ہے عتق معلق کا قلت ظاہرہ عطفہ علی لم یعوضا
لیکالم من العینی والدرر نحو العبارۃ ولا علقا بمشیتہما فتدبر میں کہتا ہوں اور ظاہر اعطف تعلیق بمشیتہما کا لم یعوضا پر ہے چنانچہ عینی اور درر سے

معلوم ہوتا ہے تو یون عبارت یون تھا ولا علقا لیشیتہا سے تامل کرو ہم تو اسکا ترجمہ یون ہوگا کہ تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر عتق معین اور طلاق معینہ مین
جنکا بدلا نہین لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونون معلق کیے گئے ہون فی تدبیر ورد معین کو ودیعۃ وعاریۃ ومغصوب و بیع فاسد خلاصہ اور تصرف
احد الوکیلین نافذ نہین مگر مدبر کرنے اور رد عین مین چنانچہ ودیعت اور عاریت او مغصوب اور بیع فاسد کے پھیر دینے مین کذا فی الخلاصہ بخلاف استرداد کہ وہ
قبض احدہما ضمن کالہلاک امر المقبوض فیضمنہ وحدہ سراج بخلاف استرداد عین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور بیع فاسد کو پھیر لیگا
تو اسکے پورے کا تاوان دیگا لیفیہ صورت ہلاکی شیٔ مستقر بسبب ہونے امر موکل کے اسمین سے کچھ قبضہ کرنے کا تنہا لیفیہ موکل نے یہ کہا تھا کہ
ایک وکیل تنہا بعض شیٔ پر قبضہ کرے کذا فی السراج ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ مستقر کے پورے کا تاوان ہونے کی کیا وجہ ہے
اتنی تو یون تھا کہ وکیل پر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ ہر وکیل نصف شیٔ کے قبض پر مامور تھا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اسکو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا
امر نہ تھا بلکہ اجتماع کیساتھ امر تھا پھر جب اسنے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اسپر لازم آیا و فی تسلیم ہبۃ بخلاف قبضہا کو وہ
اور تسلیم ہبہ لیفیہ موہوب مین احد الوکیلین کافی ہے بخلاف قبض موہوب کے کہ اسمین اجتماع وکیلین ضرور ہے کذا فی لوالبیہ و قضاء دین
بخلاف اقتضائہ عینی اور دین کے ادا مین ایک وکیل کافی ہے بخلاف دین کے تقاضے کے کہ اسمین انفراد کافی نہین کذا فی العینی ہم استرداد عین کا قبض
ہبہ اور اقتضا سے دین مین ایک وکیل کا تصرف اسواسطے کافی نہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہے اور اسمین موکل کی غرض صحیح ہے اسواسطے کہ حفظ دو شخصون کا
ایک شخص کا حفظ کی بہ نسبت بہتر ہے و بخلاف الوصایۃ للاثنین وکذا المضاربۃ والقضاء والتحکیم والتولیۃ علی الوقف فان ہذہ الستۃ کالوکالۃ
فلیس لاحدہما الانفراد بحر اور بخلاف دو شخصون کے وصی ہونے کے اور اسیطرح دو شخصون کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونے کے
یہ چھ چیزین وکالت کے مانند ہین تو ایک شخص کو دو شخصون مین سے انفراد اور تنہائی جائز نہین کذا فی البحر ہم اشیا مذکورہ پانچ ہین نہ چھ تو شاید کہ
شارح نے وصایت مین دو صورتین ٹھہرائین ایک صورت یہ کہ دونون کو ساتھ ہی وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہ کہ علی التعاقب کیا چونکہ اشیا مذکورہ
مین رائے اور تجویز کی حاجت ہے لہذا انفراد کافی نہین مثلاً بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ مین دو قاضی مقرر کیے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہوگا
کذا فی الطحطاوی مختصراً بتصرف الا فی مسئلۃ ما اذا شرط الواقف النظر لہ او الاستبدال مع فلان فان للواقف الانفراد دون فلان اشباہ مگر اس مسئلہ
مین جبکہ واقف کرنیوالے نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص کے ساتھ تو واقف کو نظارت یا استبدال مین انفراد
جائز ہے نہ فلانے شخص کو کذا فی الاشباہ والوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذا لم یکن للموکل علی الوکیل دین وہی واقعۃ الفتوی
کما بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور ادا سے دین کا وکیل خواہ ادا سے دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اسپر زبردستی نکیجائیگی ادا سے
دین مین بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہو اور یہ واقعہ بھی فتوے طلب تھا چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا
ہم اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہے چنانچہ اسمین یون ہے کہ وکیل پر جبر نہین اگر وہ باز رہے اس فعل سے جسمین وہ وکیل ہوا مگر تین مسائل مین انتہی
اور بیانات مین علت اسکی یہ مذکور ہے کہ اسکا کرنا اسپر واجب نہین لیکن تنویر البصائر مین ہے کہ وکیل پر جبر ہوگا رفع دین مین جبکہ اسکے پاس موکل کا مال ہے
کذا فی الطحطاوی قال ومفادہ ان الوکیل ببیع عین من مال الموکل لو فار وبنیہ لا یجبر علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق وولطابہا علی المعتد وعتق وہبۃ
من فلان وبیع منہ لکونہ متبرعا مصنف نے کہا اور عدم جبر وکیل کا مفاد یہ ہے کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہے موکل
کے اور سے دین کے واسطے تو اسپر جبر نہوگا بیچنے پر چنانچہ وکیل پر جبر نہین مثل طلاق اگرچہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول
معتمد کے اور جبر نہین عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے پر اور اسکے ہاتھ بیچنے پر کیونکہ وکیل افعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہے لیکن

افعال مذکورہ پر اسپر لازم الفعل نہیں الا فی ثلث مسائل اذا وکلہ ببیع عین ثم غاب او ببیع رہن شرط فیہ او بعدہ فی الاصح او بخصومۃ بطلب المدعی وغاب
المدعی علیہ اشباہ خلافاً لما افتی بہ قاری الہدایہ مگر تین مسئلون مین وکیل پر جبر کیا جائیگا جبکہ موکل نے اسکو وکیل کیا بیع عین کا پھر موکل غائب ہو گیا
یا اُس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جبکہ عقد رہن مین بیع مشروط ہے یا بعد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح مین یا اُسکو وکیل کیا خصومت مین
مدعی کے طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہو گیا کذا فی الاشباہ بخلاف فتوی قاری ہدایہ ھم بیان شارح ظاہر دلالت کرتا ہے کہ قاری ہدایہ مسائل
ثلثہ مین مخالف ہے حالانکہ مخالفت اُسکی فقط تین کے مسئلے مین ہے کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہے در صورت امر موکل بدفع دین و ثبوت مال موکل بدست
وکیل چنانچہ منح الغفار مین صریح مذکور ہے کذا فی الحلبی قلت وظاہر الاشباہ ان الوکیل بالاجر یجبر فیتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر اشباہ یہ ہے کہ وکیل بالاجر
جبر ہو سو تامل کر اُسکو ھم اشباہ مین ہے کہ وکیل پر جبر نہیں بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر انتہی ملخصاً اور ابن ضیاء کی شرح مجمع مین ہے کہ جو اجرت لیکر
بیچتا ہے جیسے بیاع اور سمسار اُسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ اُسکو پہونچ گیا بدلا اُسکے عمل کا مانند مضارب کے در صورت حصول نفع کذا
فی الطحطاوی ولاتنس مسئلۃ واقعۃ الفتوی وراجع تنویر البصائر فلعلہ اوفی اور نہ بھولنا واقعۃ الفتوے کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ
اشباہ کی طرف کہ اُسنے پورا اُسکو بیان کیا ہے ھم واقعۃ الفتوے یہ ہے کہ جب وکیل ہوا اُس دین کی قضا کا جو موکل پر ہے تو اُسپر جبر ہوگا تو مسائل اجبار
وکیل ان دو مسئلون کے ساتھ ملا کر پانچ مسئلے ہوے خلاصہ تنویر البصائر یہ ہے کہ اگر وکیل مامور ہو قضا سے دین پر اپنے مال سے تو اُسپر جبر نہین
اور اگر آمر کے مال سے مامور ہو تو اُسپر جبر ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً فی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لا یجوز عند الامام الا ان یکون الموکل
حاضراً بنفسہ او مسافراً او مریضاً او مخدرۃ اور اشباہ کے فروق مین ہے وکیل کرنا بدون رضامندی مخاصم کے جائز نہین امام کے نزدیک مگر یہ کہ
موکل بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو ھم یہ مسئلہ مکرر ہو گیا کہ اول کتاب الوکالۃ مین مذکور ہو چکا الوکیل لا یوکل الا باذن
آمرہ لوجود الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہین کرسکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود رضامندی کے ھم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا
اسواسطے جائز نہوا کہ اُسکو تصرف مفوض ہے نہ توکیل اور موکل تصرف مین وکیل کی راے سے راضی ہوا اور لوگ راے مین مختلف ہوتے ہین
اور مراد یہ ہے کہ جس کام مین وہ وکیل ہوا اُسمین دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہو گئی مثلاً بیع کا وکیل دوسرے کو
بیع مین وکیل نہین کرسکتا لیکن تقاضاے ثمن مین بلا اذن موکل کرسکتا ہے اسواسطے کہ حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہے الا اذا وکلہ فی دفع زکوۃ
فوکل آخر ثم وثم فدفع الاخیر جاز ولا یتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ خانیۃ وکیل دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا مگر جبکہ وکیل کو دفع زکوۃ مین وکیل کیا
سو اُسنے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وعلے ہذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو دی تو جائز ہے
اور یہ جواز موقوف نہ رہیگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی اضحیۃ الخانیۃ یعنی موکل نے زید کو قربانی خریدنے پر وکیل کیا اور زید
خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اُسنے جائز رکھی تو جائز ہے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی
والا التوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ صح ابن ملک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا وکیل جبکہ وکیل کرے
اُسکو جو اُسکے عیال مین ہے تو صحیح ہے کذا ذکرہ ابن ملک والا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لہ ای للوکیل فیجوز بلا اجازۃ لحصول المقصود
درر اور وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹھہرا دینے ثمن کے موکل اول کی جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہے بلا اجازت وکیل اول کے بسبب
حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدرر ھم اسواسطے کہ راے کی طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہے سو یہان حاصل ہے بخلاف اُس صورت
کے جبکہ دو وکیل مقرر کیے اور ثمن ٹھہرا دیا اسواسطے کہ جب دو شخصون کی طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہو گیا کہ غرض موکل اجتماع راے وکیلین ہے

زیادہ ثمن اور اختیار مشتری ہیں کذا فی الہدایہ والتفویض الی رایہ کالعمل برایک کالاذن فی التوکیل الا فی طلاق وعتاق لانہما یحتاجان [illegible]
غیرہ مقاصہ قنیہ اور سپرد کرنا وکیل کی رائے کی طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یون کہنا کہ عمل کر اپنی راے اور تجویز سے اذن کے مانند ہی وکیل کرنے میں مگر طلاق
اور عتاق میں اذن کے مانند نہیں اسواسطے کہ طلاق اور عتاق منجملہ ان امور کے ہی کہ انسے قسم کھائی جاتی ہی تو غیر وکیل بجاے وکیل نہیں ہوسکتا کذا فی
القنیہ هم یہ حکم بشرط تفویض کے ہی اور اگر وکیل کو صریح اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل میں تو بلا شبہ صحیح ہی کذا فی الطحاوی فان وکل الوکیل غیرہ
بدون اذن وتفویض ففعل الثانی بحضرتہ او غیبتہ فاجازہ الوکیل الاول صح وتتعلق حقوقہ بالعاقد ہی اگر وکیل نے اپنے غیر کو
وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اسکو جائز رکھا تو صحیح ہی اور
حقوق عقد عاقد سے یعنے وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول راے وکیل اول ہی سو یہان حاصل ہی الا فی ما لیس
بعقد نحو طلاق وعتاق لتعلقہما بالشرط فکان الموکل علقہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اس تصرف میں جو عقد نہیں جیسے طلاق اور عتاق
وکیل ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کی شرط سے یعنے دونون تعلیق بالشرط کی قابل ہین
تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے وابراء الدین قنیہ وخصومۃ وقضاء دین فلا الا فی
الحضرۃ ابن ملک خلافا للخانیۃ اور دین سے ابراء کرنے میں کذا فی القنیہ اور خصومت اور ادا سے دین میں تو کافی نہیں حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ
ابن ملک برخلاف خانیہ کے هم خلاف خانیہ فقط خصومت میں ہی اسمین یون ہی کہ اگر وکیل ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہی تو جائز ہی اسواسطے کہ
جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اسنے خصومت کی بذات خود مانند وکیل بیع کذا فی الطحاوی وان فعل اجنبی فاجازہ الوکیل الاول جاز الا فی شراء
فانہ ینفذ علیہ ولا یتوقف متی وجد نفاذا اور اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اسکو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہی مگر خرید کرنے میں کہ وہ اجنبی پر
نافذ ہوگا اور موقوف نہ رہیگا جبکہ وہ نفاذ پاوے وان وکل بہ ای بالامر او التفویض فہو ای الثانی وکیل الآمر وحینئذ فلا ینعزل بعزل الوکیل
او موتہ وینعزلان بموت الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی آمر یعنے موکل
اول کا وکیل ہی اور اسوقت مین تو وہ معزول نہوگا اپنے موکل یعنے وکیل اول کے معزول کرنے اور مرجانے سے اور دونون وکیل معزول ہونگے موکل
اول کی موت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب القضاء میں وفی البحر عن الخلاصۃ والخانیۃ لہ عزلہ فی قولہ اصنع ما شئت لرضاہ بصنعہ وعزلہ من صنعہ بخلاف
اعمل برایک قال المصنف فعلیہ توکیل القاضی اصنع ما شئت فلہ عزل نائبہ بلا تفویض العزل صریحا لان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق
میں خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہی کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہی موکل کے اس قول میں کہ جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل
کے وکیل اول کی صنعت سے اور اسکا معزول کرنا بھی اسکی صنعت سے ہی بخلاف اس قول کے کہ عمل کر اپنی راے پر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو
بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جاوے کہ جو تیرا جی چاہے تو اسکو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہی بدون اس بات کے کہ اسکو معزول کرنا
صریحا مفوض ہوا اسواسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہی واعلم ان الوکیل وکالۃ عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یملک المعاوضات الا الطلاق والعتاق
والتبرعات بہ یفتی زواہر الجواہر وتنویر البصائر اور دریافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہیں مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق
اور تبرعات کا اسی کا فتوے ہی کذا فی زواہر الجواہر وتنویر البصائر قال لرجل فوضت الیک امر امرأتی صار وکیلا بالطلاق
وتقید طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلتک فی امر امرأتی فلا یتقید بہ درر اگر ایک مرد نے کسی سے کہا مین نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا
امر تو وہ وکیل ہو گیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا اسکا مجلس میں یعنے اگر اسی مجلس میں طلاق دیگا تو صحیح ہی نہین تو صحیح نہیں بخلاف

اس قول سے کہ میں نے تجھکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر میں تو طلاق مقید نہوگی اسی مجلس کے ساتھ کذا فی الدرر یعنے اگر بعد اس مجلس کے طلاق دیگا تو صحیح ہوگا
مسئلہ لا ولایۃ لغیرہ ولم یجز تصرفہ فی حقہ ونفذ فاذا باع عبد او مکاتب او ذمی او حربی یعنی مال صغیرۃ الحر المسلم
او شری واعادہ منہم بہ او زوج صغیرۃ کذلک ای حرۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہیں اسکے غیر پر
تو اسکا تصرف جائز نہیں اس غیر کے حق میں اور اسوقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فی العینی اسکے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال
یا کوئی شخص ان میں سے بعوض اس مال کے کچھ خرید کرے یا نکاح کرے اسی طرح کی صغیرہ کا یعنے آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے ولایت
کے یعنے غلام کی ولایت آزاد پر نہیں اور ذمی اور حربی کی ولایت مسلمان پر ثابت نہیں تو تصرفات مذکورہ بھی جائز نہیں والولایۃ فی مال الصغیر
الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ وان بعد ثم الی الجد اب الاب ثم الی وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من
نصبہ القاضی ثم وصی وصیہ اور صغیر کے مال میں اسکے باپ کی ولایت ہے پھر باپ کے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ وصی کا کام ہے دوسرے
وصی کرنے کا پھر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنے جد فاسد مراد نہیں پھر دادا کے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی پھر ولایت قاضی کی پھر
اسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا پھر اسکے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام ووصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الام مع حضرۃ الاب
او وصیہ او وصی وصیہ او الجد اب الاب اور ماں کے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنیکی نہیں ماں کے ترکہ میں اور اسی بھائی کے
ترکہ میں باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اسکے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہے وان لم یکن واحد مما ذکرنا فلہ
ای لوصی الام الحفظ اور اگر کوئی نہو اشخاص اربعہ مذکورہ سے تو اسکو یعنے ماں کے وصی کو ان کے ترکہ میں حفاظت کی ولایت ہے ولہ بیع المنقول
لا العقار اور ماں کے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیر منقول کی ہم بیع منقول اسواسطے جائز ہے کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے والشراء الا الطعام
والکسوۃ لانہا من جملۃ حفظ الصغیر خانیۃ اور ماں کا وصی کوئی چیز خرید نہ کرے سوا طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونوں منجملہ حفظ صغیر کے ہیں کذا فی الحاشیہ

فروع مسائل ملحقہ شتی ہے کہ وصی القاضی کوصی الاب الا اذا قید القاضی بنوع تقیید بہ وفی الاب یعم الکل عمادیہ قاضی کا وصی باپ کے وصی کے مانند ہے مگر جبکہ
قاضی وصی کو ایک قسم کے تصرف کے ساتھ مقید کرے تو اسکا وصی ہونا اسی قسم کے ساتھ مقید ہوگا اور باپ کے وصی میں جمیع انواع تصرفات کا عموم ہے کذا فی العمادیہ
یعنے اگر باپ نے ایک نوع میں وصی کیا ہو تو بھی وہ جمیع انواع میں وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی او امینہ لا یتعلق حقوق عقدہ اشتراہ للیتیم الیہما بخلاف
وکیل ووصی واب فلو ضمن القاضی او امینہ ثمن ما باعہ للیتیم لعد بلوغہ صح بخلافہم اور بحر الرائق کی متفرقات میں ہے کہ قاضی یا اسکے امین کی طرف
اس عقد کے حقوق راجع نہیں ہوتے جسکے وہ فاعل اور مباشر ہوں بخلاف وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اسکا امین تاوان دے بعد بالغ ہونے
یتیم کے اس چیز کے ثمن کا جسکو قاضی یا اسکے امین نے یتیم کے واسطے بیچا تو صحیح ہے بخلاف ان لوگوں یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے ہم قاضی اور
امین کا تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ دونوں حقوق عقد سے اجنبی ہیں بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ انکے واسطے حق استیفا ثابت ہے تو انکا ضمان دینا اپنی ذات
کے واسطے صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ جاز التوکیل بکل ما یعقدہ الوکیل لنفسہ الا الوصی فلہ ان یشتری مال الیتیم لنفسہ لا لغیرہ بوکالۃ اور اشباہ
میں ہے کہ وکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اس چیز میں جسکو وکیل عقد کر سکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوا وصی کے کہ اسکو مال یتیم کا خرید کرنا اپنے واسطے جائز
ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم طحطاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخہ پر مفتی ابو سعود نے حاشیہ لکھا ہے اسمیں بجاے وکیل کے موکل کا
لفظ ہے اور یہی صواب ہے بالتقدم سے انتہی جاز التوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنیکے واسطے وکیل کرنا جائز ہے ہم تو جب ایک شخص کو وکیل کیا اسبات کا
کہ وہ فلانے شخص کو خرید کرنے میں وکیل کرے سو اسنے اسکو وکیل کیا اور وکیل نے خرید کی تو وہ ثمن مامور سے بھر نیکے اور مامور اپنے آمر سے

اور وکیل امر اول سے نہ لیگا کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

یہ باب ہے خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام مین علم مصنف نے زائد از ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضے وغیرہا کے بھی مسائل ذکر کیے ہین خصومت عبارت ہے دعوی صحیح یا جواب صحیح سے اسطرح کہ ان باتون پہنچنا چنانچہ سابق مذکور ہو چکا (عنوان ۱۲) وکیل الخصومۃ والتقاضی ای اخذ الدین لا یملک القبض عند زفر و بہ یفتی لفساد الزمان واعتمدہ فی البحر العرف وکیل خصومت اور تقاضی کا لینے دین کے لینے کا مالک نہین بعض ین کا زفر کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب فساد زمانے کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہین اور بحر الرائق مین عرف پر اعتماد کیا ہو ھو تقاضا بمعنی اخذ دین باعتبار اصل لغت کے ہے لیکن عرف مین تقاضا بمعنی مطالبہ ہے نہ قبض او عرف مقدم ہے لغت پر اور امام ۱۲ او صاحبین ۱۲ کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے خواہ وہ کچھ بھی ہو یا دین صاحب بحر نے فتاوی غیرہ سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا مین عرف کا اعتبار ہے اگر ایسے شہر مین ہو جہان کہ ان دونون کا عرف ہے کہ تقاضا کرنیوالا ہی قابض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا ورنہ نہین تو نہین مینح الغفار مین سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی لا الصلح اجماعا بحر اور نہ خصومت اور تقاضی کا وکیل صلح کرنیکا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر اسواسطے کہ صلح مغائر ہے اسکی جسکے واسطے وہ وکیل ہوا اور رسول التقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنیکا رسول مالک ہے قبض کا نہ خصومت کا بالاتفاق کذا فی البحر ارسلتک او کن رسولی بمعنی ارسال وامرتک بقبضہ توکیل خلافا لا یدل علی ... یون کہا کہ ارسلتک یعنی مین نے تجھکو پیامبر بنایا یا یون کہا کہ کن رسولی یعنی تو میری طرف سے رسول ہو یعنی پیامبر ان ہے یہ رسول قرار پایا اور یون کہا کہ مین نے تجھکو امر کیا اسکے قبض کرنیکا یہ توکیل ہے بخلاف زیلعی یعنی زیلعی نے امرتک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل و لا یملکہا ای الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مالک نہین خصومت اور قبض کا ہم ملازمت عبارت ہے ساتھ پیچھے نہ چھوڑنے سے سوا اسکو خصومت اور قبض لازم نہین کذا فی المنح کما لا یملکہا ای الخصومۃ وکیل الصلح ... بالا نہین خصومت کریگا کذا فی البحر و وکیل قبض الدین یملکہا ای الخصومۃ خلافا لہما فلو وکل الدائن ولو وکیل القاضی لا لا یملکہا اتفاقا ... وکیل مالک ہے خصومت کا برخلاف صاحبین کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو بالاتفاق امام رح اور صاحبین کے وہ خصومت کا مالک نہین وکیل القبض العین اتفاقا جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہین ہے اسواسطے کہ وکیل کو امین محض ہے تو وہ شبیہ رسول کے ہوا اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا سو ذوالید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ موکل نے اسکو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہیگا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحطاوی واما وکیل قسمۃ واخذ شفعۃ ورجوع ہبۃ ورد بعیب فیملکہا مع القبض اتفاقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پھیرنے اور رد بالعیب کا وکیل تو مالک ہے خصومت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ بقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ الا درہما لم یجز قبضہ المذکور علی الآمر لمخالفتہ لہ فلم یصر وکیلا والامر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا لا یقبض درہما دون درہم جبکہ موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور کہا کہ نہ قبض کرے مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوا ایک درم کے تو اسکا قبض مذکور جائز نہین موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی نہوا اور موکل کو جائز ہے اپنے دین کا پھر لینا مدیون سے پورا اور اسی طرح نہ قبض کرے ایک درم سوا ایک درم کے کذا فی البحر فلو لم یکن للغریم بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین وقبضہ الوکیل فہلاک منہ ہم برہن المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل للمدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لان یدہ کیدہ وغیرہ تو اگر مدیون پاس گواہ نہون ادا سے دین موکل پر پھر مدیون پر قاضی کا حکم ہوا ادا سے دین کا اور وکیل نے قبضہ کیا سو اسکے پاس تلف ہو گیا پھر مدیون

سطلاق نے ابرا دین سے موکل پر گواہ قائم کیے تو دین کی کوئی سبیل نہیں کیونکہ برادرہ تو موکل سے بھر لیگا جو اُسنے وکیل کو دیا ہو اسواسطے کہ وکیل کا قبض اور نہ وہ
موکل کے قبض کے مانند ہے کذا فی الذخیرۃ الوکیل بالخصومۃ اذ ابی الخصومۃ لایجبر علیہا الا اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب الطالب المدعی وغاب المدعی علیہ فی الاشباہ
لایجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی مسئلۃ کما مر خصومت کا وکیل جبکہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہوگی
مگر اس صورت میں کہ وکیل بالخصومۃ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہوگیا ہو اشباہ میں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں جبکہ وہ باز رہے
اس سے جسمیں وہ وکیل مقرر ہوا بسبب متبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلوں میں جبر کیا جائیگا چنانچہ مذکور ہو چکا اس باب کے پہلے بخلاف الکفیل
فانہ یجبر علیہا الالتزام بخلاف ضامن کے کہ اسپر جبر ہوگا خصومت پر بسبب التزام کے یعنی جو ضامن ہوا خصومت کا اسپر جبر ہوگا اور تصویر اسکی
یون ممکن ہے کہ ضامن ہوا ایک شخص کا جو اسپر ثابت ہو سو طالب نے پانسو کا اقرار کیا اور مطالبہ ہزار کا مدعی ہو تو ضامن خصومت کیا جائیگی اس مال میں جو بدینہ
ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی وکلہ بخصوماتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لایکون وکیلا فیما یدعی علی الموکل جاز فلو اثبت التوکیل فلو اثبت
الموکلہ المال لہ الوکیل اخر اراد الخصم الدفع لایسمع علی الوکیل لانہ لیس بوکیل فیہ در موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات میں اور اپنے
حقوق کے لینے میں لوگون سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہوگا اسمیں جو موکل پر دعوے کیا جاوے تو یہ توکیل جائز ہے سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا
پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اُسکا دعوی وکیل پر مسموع نہوگا اسواسطے کہ وہ اسمیں وکیل نہیں کذا فی الدرر تو مدعا علیہ مال کے دینے کا حکم ہوگا پھر مخاصم کو
اختیار ہے کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ لا الغیر بالخصومۃ مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ عند القاضی
دون غیرہ استحسانا اور صحیح ہے خصومت کے وکیل کا اقرار سوا حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کی
رو سے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقا نہ قاضی نہ غیر قاضی کے نزدیک یعنے وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہیں وان انعزل
الوکیل بہ ای بہذا الاقرار حتی لا یدفع الیہ المال وان برہن بعدہ علی الوکالۃ للتناقض درر وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہے اگرچہ وکیل معزول ہو جاتا
اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائیگا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا فی الدرر صورت اسکی یہ ہے کہ موکل نے اُسکو وکیل
کیا اسکا کہ خصومت کرے موکل کی جانب سے دعوی بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اُسنے بیع کی ہے تو وہ اس اقرار سے معزول ہوگیا وکالت سے تو ابا
خریدکا ثمن مدعی سے نہیں لے سکتا کذا فی الطحطاوی وکذا استثنی الموکل اقرارہ بان قال وکلتک بالخصومۃ غیر جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاہر
بنازیہ اور اسیطرح جبکہ موکل نے اپنا اقرار مستثنے کر لیا اس طرح کہ میں نے تجھکو خصومت غیر جائز الاقرار میں وکیل کیا تو توکیل اور استثنا صحیح ہے قول ظاہر پر
کذا فی البزازیہ بحر الرائق میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ وکالت پانچ طرح ہے ایک یہ ہے کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونون کا وکیل ہوگا ۲ یہ کہ
اقرار کو مستثنے کرے تو فقط انکار کا وکیل ہوگا نہ اقرار کا ۳ یہ کہ انکار کو مستثنے کرے تو فقط اقرار کا وکیل ہوگا ظاہر الروایۃ میں ۴ یہ کہ خصومت جائز الاقرار میں
وکیل کرے تو خصومت اور اقرار میں وکیل ہوگا ۵ یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار میں وکیل کرے اسمیں متاخرین کا اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی فلو اقر عندہ ای القاضی
لا یصح وخرج بہ عن الوکالۃ فلا تسمع خصومتہ در تو بعد استثناء اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح نہوگا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جاتا
تو اسکا خصومت کرنا مسموع نہوگا کذا فی الدرر وصح التوکیل بالاقرار ولا یصیر بہ ای بالتوکیل مقرا بحر اور صحیح ہے موکل کو اپنے اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس
توکیل بالاقرار سے مقر نہ ہو جائیگا کذا فی البحر طحطاوی نے اسکی توجیہ یون ذکر کی ہے کہ ممکن ہے کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب
اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اُسپر کچھ حق واجب نہوگا اسواسطے کہ ہر شخص خصومت پر قادر نہیں سو اگر مخاصم اُسپر اثبات مال کا ارادہ کرے
بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اسپر حکم نہ کرے گا وبطل توکیل الکفیل بالمال لئلا یصیر عاملا لنفسہ اور باطل ہے مال ضامن کو وکیل کرنا

بسبب

تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل نہو جاوے ھم سو یہ مسئلہ کی ہے کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اسکا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے ہدایہ میں ہے تو وکیل صحیح نہوگی اسواسطے کہ وکیل وہ ہے جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنے واسطے عامل غیر سے یعنی وہ ساعی ہوگا اپنے بری الذمہ ہونے میں تو رکن وکالت منعدم ہوگیا پس وکالت باطل ہوگئی کذا
فی العینی کما لا یصح توکیلہ بقبضہ ای الدین من نفسہ او عبدہ لان الوکیل من یعمل لغیرہ فیطلت الا اذا وکل المدیون بابراء نفسہ فیصح ویتقید
بالمجلس ابراء نفسہ اشباہ جیسے صحیح نہیں توکیل اگر موکل وکیل کرے قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اسکے غلام ماذون مدیون سے
اسواسطے کہ وکیل نے جبکہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہوگئی مگر جبکہ دائن مدیون کو ابراء ذات مدیون کا وکیل کرے تو
توکیل صحیح ہے اور صحیح ہے مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل اس بات کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فی الاشباہ ھم قولہ اذا وکل
ھم سو یہ ضمیر فاعل ہے راجع دائن کی طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہے منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر وکیل ابراء نفس مدیون کا وکیل کرے تو صحیح ہے
اگرچہ وہ عامل ہے اپنے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنے کے اسواسطے کہ وہ عمل کرتا ہے صاحب دین کے واسطے اسکے دین کے ساقط کرنے
اور وکالت کی شرط یہ ہے کہ غیر کے واسطے عامل ہونے یہ کہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو انتہی جب یہ معلوم ہوا تو شارح کا یون کہنا کہ وکیل جب اپنے واسطے
عمل کرے تو وکالت باطل بلا وجہ ہے مگر یہ کہ اپنی ذات کے عمل کو غالب انفسہ عمل پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی او وکل المحتال المحیل بقبضہ من المحال علیہ
او وکل المدیون کفیل الطالب بالقبض لم یصح لانہ تولیہ قاضیا و مقتضیا یا اگر وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون
طالب کے وکیل کو تو صحیح نہیں اسواسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال کذا فی القنیہ ھم اگر کوئی کہے کہ محیل کے ذمہ سے
دین منتقل ہوگیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہوگیا تو اسکی توکیل کیون صحیح نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ محیل ساعی ہے اپنی براءت نفس میں اسواسطے کہ
اگر محال علیہ مفلس مرجاوے یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہوگا خلاصہ عبارت قنیہ یہ ہے کہ اگر دائن نے کسی اپنے مدیون کو دین لینے کا
وکیل کیا سو مدیون نے اس وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہ اسپر اپنا بیع کرے صاحب دین کا دین ادا کرے سو اسنے بیچا اور ثمن لیا اور وہ تلف ہوگیا تو
مدیون کا مال تلف ہوگیا کیونکہ اسکا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہیں رکھتا کہ مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور اقتضا میں
کذا فی الطحطاوی بخلاف الوکیل بالشراء والرسول ووکیل الامام ببیع الغنائم والوکیل بالتزویج حیث یصح ضمانہم لان کلا منہم سفیر بخلاف
حاضر ضامن کے اور رسول بقبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہے اور تزویج کے وکیل کے کہ انکا ضامن ہونا صحیح ہے اسواسطے کہ ہر ایک ان میں سے
سفیر اور معبر محض ہے یعنی حقوق عقد انکی طرف راجع نہیں ہونگے کا ضمان صحیح نہو الوکیل بقبض الدین اذا کفل صح وبطل الوکالۃ لان الکفالۃ اقوی
للزومہا فتصلح ناسخۃ قبض دین کا وکیل جبکہ ضامن ہو جاوے مدیون کا تو صحیح ہے اور وکالت باطل ہوگی اسواسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب لازم ہونے
ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہوسکتی ہے وکالت کی بخلاف العکس بخلاف عکس یعنی جبکہ دین کا ضامن ہو کر قبض دین کا وکیل ہو تو
وکالت صحیح نہیں اور ضمانت باطل نہوگی یہی مطالب ہے مصنف کے قول سابق کا کہ الضامن کی توکیل باطل ہے وکذا کلما صحت الکفالۃ من الوکیل بالقبض بطلت
وکالتہ تقدمت الکفالۃ او تاخرت لما قلنا اور ایسا ہی جبکہ وکیل بقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اسکی باطل ہو جاویگی خواہ ضمانت مقدم ہو
وکالت پر یا موخر ہو بسبب اسی دلیل کے جسکو ہم کہہ چکے یعنی ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اسکی ناسخ ہوگی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن
المشتری لم یجز کما مرانہ یصیر عاملا لنفسہ بیع کا وکیل جبکہ بائع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا
کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہے یعنی اور شرط وکیل یہ ہے کہ عامل بغیرہ ہونہ اپنی ذات کے واسطے فان ادی بحکم الضمان

رجع لبطلانہ وبہ یوجہ لا التبرع پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پھیر لے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدون حکم ضمان ادا کیا تو مشتری
سے نہ پھیر لے بسبب ہونے اسکے تبرع اور احسان کے ادعی انہ وکیل الغائب بقبض دینہ فصدقہ الغریم امر بدفعہ الیہ عملا باقرارہ ولا یصدق ان ادعیٰ
الایفاء دعوے کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اسکے دین کے قبضہ کرنے مین سو مدیون نے مدعی وکالت کی تصدیق کی تو اسپر ادا دین کا حکم کیا جاویگا
بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہوگی اگر وہ ایفاے دین کا دعوے کریگا یعنی بمجرد دعوے ایفاے دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب فصدقہ
فی الوکیل فیہا ونعمت والا امر الغریم بدفع الدین الیہ ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکارہ مع یمینہ پھر اگر غائب آیا سو اسنے اسکے وکیل
کرنے کی تصدیق کی تو بہتر او رخوب ہوا اور نہین تو مدیون کو حکم کیا جائیگا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہوجانے ادا سے اول کے اسکے
اول منکر ہونے سے قسم کے ساتھ یعنی جب غائب نے قسم کھائی کہ یہ شخص میرا وکیل نہین تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹھہرا لہذا اسپر دوبارہ ادا
دین لازم ہوگا ورجع الغریم بہ علے الوکیل ان باقیا فی یدہ ولو حکما بان استہلکہ فانہ یضمن مثلہ خلاصۃ اور مدیون وکیل سے دین پھیر لے اگر دین
اسکے ہاتھ مین باقی ہو اگرچہ بقاے دین حکمی ہو نہ حقیقی اس طرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کرڈالا ہو تو اسپر ضمان مثل لازم ہوگا کذا فی الخلاصۃ وان
ضاع لا اعلا بتصدیقہ اور اگر دین ضائع ہوگیا وکیل کے پاس تو مدیون اسکو نہین لے سکتا اسکی تصدیق پر عمل کرنے سے یعنی جب اسنے دین دیا
اسکی وکالت کو تصدیق کرکے تو مدیون کا قصور ٹھہرا لہذا رجوع نہین کرسکتا الا اذا کان قد ضمنہ عند الدفع لقدر ما یاخذہ الدائن ثانیا لا اخذہ
الوکیل لانہ امانۃ لا تجوز بہا الکفالۃ زیلعی وغیرہ مگر یہ کہ مدیون اسوقت وکیل سے دین پھیر لے جبکہ وکیل دفع دین کے وقت ضامن ہوا ہو مال کا بقدر اسکے
جسکو دائن دوسرے بار لے نہ اس مال کا جسکو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامنی جائز نہین کذا فی الزیلعی وغیرہ ہم مال ضامنی کی صورت
یہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ہان تو اسکا وکیل ہے لیکن میری خاطر جمع نہین کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجھ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل
ضامنی داخل کرے مال ماخوذ کی کذا فی الطحطاوی او قال لہ قبضت منک علی انی ابرأتک من الدین فہو کما لو قال الاب للختن اخذ
مہر بنتہ اخذ منک علے انی ابرأتک من مہر بنتی فان اخذتہ البنت ثانیا رجع الختن علے الاب فکذا ہنا بزازیہ یا وکیل نے مدیون سے کہا کہ مین نے
تجھ سے مال لیا اسی شرط پر کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کردیا دین سے تو وہ ایسا ہے جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی کے مہر لینے کے وقت کہ مین اس شرط پر
تجھ سے لیتا ہون کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کردیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ لیگی تو داماد باپ سے پھیر لیگا سو اسی طرح یہ مسئلہ
ہے کذا فی البزازیہ وکذا یضمنہ اذا لم یصدقہ علے الوکالۃ یعم صورتی السکوت والتکذیب ودفع لہ ذلک علی زعمہ انہ وکالۃ فہذہ اسباب
للرجوع عند الہلاک اور اسیطرح وکیل نے مال ضامنی کی جبکہ موکل اسکی تصدیق نہ کرے وکالت پر اور مدیون نے اسکو دین دیا وکالت کے
گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتون مین سکوت اور تکذیب کو تو یہ اسباب ہین رجوع دین کے جبکہ دین ہلاک ہوجاے وکیل کے
پاس ہم رجوع کے تین سبب ہین ایک یہ کہ عند الدفع وکیل مال کا ضامن ہوا دوسرا یہ کہ قبض کرے بشرط ابراے مدیون تیسرا یہ کہ ضامن ہو
درصورت عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل ہلاکہ او دفعہ لموکلہ صدق الوکیل بحلفہ پھر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اپنے موکل کے دینے کا
دعوے کرے تو اسکی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھ ہم تصدیق وکیل سواے مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ مین ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی
الوجوہ المذکورۃ کلہا الغریم لیس لہ الاسترداد حتے یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ مین مدیون کو پھیر لینا دین کا وکیل سے جائز
نہین تا حضور موکل غائب وان برہن انہ لیس بوکیل او علے اقرارہ بذلک او اراد استحلافہ لم یقبل لسعیہ فی نقض ما اوجبہ للغائب اور اگر مدیون
گواہ لایا اسپر کہ وہ شخص وکیل نہین دائن کا یا گواہ لایا وکیل کے اس اقرار پر یعنی عدم وکالت اقرار پر یا اسنے وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا

تو مقبول نہین بسبب سعی کرنے مدیون کے اُس چیز کے توڑنے مین جسکو آپنے واجب کیا غائب کے واسطے یعنے مال مدفوع حق ہو غائب کا اور واقع ہو سکا
پھیر لینا چاہتا ہو کذا فی الطحطاوی نعم لو برہن ان الطالب جحد الوکالۃ واخذ منی المال تقبل بحر ہان اگر مدیون گواہ لاوے اسپر کہ موکل طالب وکالت کا
انکار کر چکا ہو اور وکیل نے مجھ سے مال لیا ہو تو برہان مقبول ہو کذا فی البحر یعنے اسواسطے مقبول ہو کہ نقض موکل کیجانب سے ہو کیونکہ ثابت بالبیان
ثابت بالعیان کے مانند ہو کذا فی الطحطاوی ولو مات الموکل وورثہ غریمہ او وہبہ الدین فیدہ قائما او لو ہالکا ضمنہ الا اذا صدقہ علی الوکالۃ اور اگر
موکل مرگیا اور مدیون اسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ کر دیا تو مدیون مال کو وکیل سے لیگا اگر مال قائم ہو اور اگر ہلاک ہو گیا ہو تو
اسکا تاوان لیگا مگر جبکہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق کر چکا ہو تو قائم مال کو لیلیگا ہلاک کا نہیں ولو اقر بالدین وانکر الوکالۃ حلف ما علم انہ
وکلہ یعنی اور اگر مدیون نے دین کا اقرار کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کہائی کہ اسکو معلوم نہین کہ دائن نے اسکو وکیل کیا ہو کذا فی العینی
قال انی وکیل بقبض الودیعۃ فصدقہ المودع لم یؤمر بالدفع الیہ علی المشہور خلافا لابن الشحنۃ کہا مین وکیل ہون
قبض امانت کا سو امانت دار نے اسکی تصدیق کی تو اسکو وکیل کے دینے کا حکم نہوگا بنا بر قول مشہور بخلاف ابن شحنہ کے جلبی نے کہا ابن شحنہ
نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی ہو اور بیان مذکور ہو تو کچھ اعتراض نہین ولو دفع لم یملک الاسترداد مطلقا اور اگر امانت دار نے وکیل کو
دیدیا تو پھیر لینے کا مالک نہ رہیگا کسی طرح خواہ اُسنے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت جیسا کہ گذشتہ و کذا الحکم لو ادعی
شراہا من المالک فصدقہ المودع لم یؤمر بالدفع لانہ اقرار علی الغیر اور یہی حکم ہو اگر ودیعت کی خرید کا دعوےٰ کیا اور امانتدار
نے اسکی تصدیق کی تو اسکے دینے کا حکم نہوگا کیونکہ وہ اقرار ہو غیر شخص پر یہی علت ہو دونون مسئلون کی ولو ادعی انتقالہا
بالارث او الوصیۃ منہ وصدقہ امر بالدفع الیہ لاتفاقہما علی ملک الوارث اذا لم یکن علی المیت دین مستغرق
ولا بد من التلوم فیہا لاحتمال ظہور وارث آخر اور اگر دعوےٰ کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت
کے اور امانت دار نے اسکی تصدیق کی تو اسکو اسکے دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانت دار کے وارث کی ملک پر
جبکہ میت پر دین مستغرق ترکہ نہو اور ضرور ہو انتظار سے دونون صورتون ارث اور وصیت مین دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے
احتمال سے یا دوسرے موصی لہ کے احتمال سے ولو انکر موتہ او قال لا ادری لا یؤمر بالدفع بحر ہان اور اگر امانت دار نے اسکی موت کا
انکار کیا یا بولا کہ مین نہین جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہوگا جبتک وارث گواہ نہ لاوے موت پر دعوے الایصاء کوکالۃ فلیس
لمودع میت ومدیونہ الدفع قبل ثبوت انہ وصی اور دعوے ایصا کا وکالت کے دعوے کے مانند ہو تو میت کے امانت دار اور اسکے مدیون کو
جائز نہین دینا ودیعت اور دین کا قبل اسکے ثابت ہونے کے کہ مدعی وصی ہو میت کا یا وکیل ولو لا وصی فدفع الی بعض الورثۃ بری من حصتہ
فقط اور اگر وصی نہو سو مدیون نے بعضے وارثون کو دیا یعنے سب دین دیا تو مدیون فقط اسی وارث کے حصہ سے بری الذمہ ہو جائیگا یعنی باقی وارثون کا
سوا حصہ اسپر باقی رہیگا ولو وکلہ بقبض مال فادعی الغریم ما یسقط حق موکلہ کاداء او ابراء او اقرارہ بانہ ملکی دفع الغریم المال لو نقادا الیہ
اذ الوکیل لا رجعہ لعدم تسلیم بالمہ برہن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوےٰ کیا جو اسکے موکل کے حق کو ساقط کر دے جیسا کہ ادا کرنا
یا ابرا دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری ملک ہو یعنے مدیون کی ملک ہو تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ زمین ہوا سو اسواسطے کہ مدیون کا جواب قبول کرنا
دین اور وکالت کا جبتک گواہ نہ لاوے اپنے دعوے پر یعنے جب مدیون نے ادا سے دین کا دعوےٰ کیا اسنے گویا دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اسپر
دینا لازم ہوا سید حموی نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونے کے لائق نہین تعلیل وہ ہو جسکو فقہا نے ذکر کیا ہو کہ دعوی مذکور سے وکالت ثابت ہوئی اور ادا کے دین کا بمجرد

دعوے ثابت نہوا تو اُسکے حق مین تاخیر نہوگی ولا تحلیف الموکل لا الوکیل لان النیابۃ لا تجری فی الیمین خلافاً لزفر رح اور مدیون کو جائز ہے قسم لینا مثلاً ادا سے
دین کے انکار مین موکل سے نہ وکیل سے اسواسطے کہ نیابت جاری نہین ہوتی قسم مین بخلاف زفر رح کے ولو وکلہ بالعیب فی امۃ وادعی البائع ان
المشتری رضی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلف المشتری والفرق ان القضاء ہنا فسخ لا یقبل النقض بخلاف ما مر خلافاً لہما اور اگر ایک شخص کو خریدی
لونڈی کے عیب مین وکیل کیا اور بائع نے دعوے کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب پر راضی ہوگیا تھا تو وکیل بائع پر رد مبیع نکرے جب تک مشتری قسم
کھائے اور فرق اس مسئلہ مین اور مسائل سابقہ مین یہ ہے کہ قضا یہان وہ فسخ ہے کہ نقض کو قبول نہین کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہو چکا بخلاف مذہب صاحبین رح کہ
اُنکے نزدیک رد مبیع ہوگا ہم یعنی اگر رد مبیع کے ہم قائل ہون تو قضا فسخ ٹھہریگا کیونکہ رد ہر عیب کا اور اسطرح کا رد فسخ عقد ہے اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے
صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام رح کے نزدیک قضا نافذ ہو ظاہر اور باطن دونون مین بخلاف مسائل دین کے کہ ان مین تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل کے
استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم نہ کھانے کے وقت اسواسطے کہ قضا یہان باطن مین نافذ نہین کیونکہ حکم نہین مگر بمجرد تسلیم تو قضا عقود اور فسوخ مین
نہ ٹھہری کذا فی الحلبی فلو ردہا الوکیل علی البائع بالعیب فحضر الموکل وصدقہ علی الرضی کانت لہ لا للبائع اتفاقاً فی الاصح لان القضاء
لا عن دلیل بل للجہل بالرضی فلم یظہر خلافہ فلا ینفذ باطناً نہایۃ پھر اگر وکیل نے لونڈی پھیر دی بائع کو یعنی بحکم قاضی پھر موکل آیا اور اسنے بائع کی تصدیق کی
اپنے راضی ہو جانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے قول اصح مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہین بلکہ
ناواقفی رضامندی سے ہے پھر اسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ نہوگا باطن مین کذا فی النہایۃ والمامور بالانفاق علی اہل ونباء او القضاء لدین
او الشراء او التصدق عن زکوٰۃ اذا امسک ما دفع الیہ ونقد من مالہ ناویاً الرجوع کذا قیدہ الخاستہ فی الاشباہ حال قیامہ لم یکن متبرعاً
بل یقع التقاص استحساناً او لم یضف الی غیرہ اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل یا بنا سے عمارت پر یا مامور ہو اسکی ادا سے دین کا یا خریداری کا
یا زکوٰۃ کے تصدق کرنے کا جبکہ وہ رکھ چھوڑے وہ مال جو اسکو موکل نے دیا اور دے اپنے مال سے موکل کے موجود ہونے کے وقت رجوع کی نیت کرکے اسی طرح
نیت رجوع کی قید لگائی ہے مسئلہ خامسہ یعنی زکوٰۃ مین اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہوگا بلکہ مقاصہ واقع ہوگا یعنی مجرا ہو جائیگا بطریق استحسان کے جبکہ مامور نے
اس مال کو غیر موکل کی طرف نسبت نہ کیا ہو یعنی صرف کے وقت یون نہ کہا ہو کہ یہ مین اپنے مال سے دیتا ہون یا یہ موکل کی طرف نسبت کیا یا مطلقاً دیا
ہم رجوع کی نیت یون ہوگی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اسکو عوض ٹھہرادے اس مال کا جو اسنے صدقہ دیا اپنے مال سے طحطاوی اور حلبی نے کہا کہ زکوٰۃ کی
قید ظاہر اتفاقی ہے فلو کانت عرفت انفاقہ مستہلکۃ ولو لعصر فہا لدین لنفسہ او اضاف العقد الی دراہم نفسہ ضمن وصار مشتریاً لنفسہ متبرعاً
بالانفاق لان الدراہم تتعین فی الوکالۃ نہایۃ وبزازیہ پھر اگر مامور کے خرچ کرنے کے وقت موکل کے دراہم مستہلک ہو ان اگرچہ انکا استہلاک مامور کے
دین ذاتی کی طرف صرف کرنے سے ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کی طرف نسبت کیا ہو یعنی یون کہا ہو خریداری کے وقت مثلاً کہ مین اسکو
اپنے دراہم سے مول لیتا ہون تو مامور پر تاوان لازم ہوگا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھہر جائیگا اور اہل وعیال کے خرچ کرنے مین متبرع اور متطوع
ہو جائیگا یعنی موکل کے مال سے مجرا نکر سکے گا اسواسطے کہ یہ دراہم وکالت مین متعین ہو جاتے ہین کذا فی النہایۃ والبزازیہ ہم انفاق کے
مانند شراء اور صدقہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہے جبکہ وکالت مین دراہم متعین ٹھہرے اور قبل انفاق یا قبل شرا ہلاک ہوگئی تو وکالت
باطل ہوگئی پھر اگر مامور صرف کریگا اپنے مال سے تو متبرع ہوگا تو اُسکو موکل سے نہین لے سکتا کذا فی الطحطاوی لنعم فی الملتقی لو امرہ ان یقضی
من مدیونہ الفا ویتصدق فتصدق بالف لیرجع علی المدیون جاز استحساناً ہان ملتقی مین ہے کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا کہ میرے مدیون سے
ہزار درم لے اور صدقہ کرے سو اُسنے ہزار صدقہ کیا اپنے مال سے تاکہ پھیر لے اُسکے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان کے ہم بحر الرائق مین یہ روایت

نتیجۃ بالنون کی طرف منسوب ہی اور اسی طرح درمختار کے بعض نسخون مین ہی اور اسیطرح منح الغفار مین ہی پار استدراک اور وجہ اسکی یہ ہو کہ ودائع کے دیوان مین دین
ہین گویا قائم اور موجود ہین توکیل متبرع ہوگا کذا فی الطحطاوی وصی انفق من مالہ والحال ان مال الیتیم غائب فھو ای الوصی کالاب متطوع الا ان یشھد انہ
قرض علیہ او انہ یرجع علیہ جامع الفصولین وغیرہ وعللہ فی الخلاصۃ بان قول الوصی وان اعتبر فی الانفاق لکن لا یقبل فی الرجوع فی مال الیتیم
الا بالبینۃ ایک وصی نے خرچ کیا اپنے مال سے اور حالانکہ مال یتیم اسوقت موجود نہین تو وصی باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہو مگر یہ کہ وصی خرچ
کے وقت گواہ کرے اسکے کہ وہ خرچ کرنا بطریق قرض کے ہی یا کہ وہ پھیر لیگا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اسکی خلاصہ مین یون بیان کی ہی
کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے مین معتبر ہی لیکن مال یتیم سے پھیر لینے مین مقبول نہین بلا شہادت ہم غائب ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر
ہوگا تو بطریق اولے متبرع ٹھہریگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے الوکالۃ المجردۃ لا تدخل تحت الحکم وبیانہ فی الدرر وکالت مجردہ یعنی جو وکالت حقوق و اداے
سے خالی ہو وہ تحت حکم حاکم داخل نہین اور بیان اسکا درر مین ہی ہم درر مین منقول ہی کہ قبض دین کے وکیل نے جب مدعا علیہ کو حاکم
کے پاس لیجاکے توکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت نہوگی تو اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ لانا چاہے تو مقبول نہین یعنی قاضی
اسکو سماعت نہ کریگا انتہی بقدر الضرورۃ وصح التوکیل بالسلم اور صحیح ہی توکیل بیع سلم کرنے مین ہم صورت اسکی یہ ہی کہ کچھ روپے کسی آدمی کو دے تاکہ
وہ مثلاً گیہون پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہی مانند بیع اور شرا کے کذا فی الطحطاوی لا بقبولہ عقد السلم صحیح نہین وکیل کرنا عقد سلم کے قبول
کرنے مین ہم صورت اسکی یہ ہی کہ کسیکو وکیل کیا کہ روپے لے طعام کے لیے سو وکیل نے روپے لیے اور موکل کو دیے تو طعام وکیل پر ہی نہ موکل پر اور روپے
وکیل کے موکل کے ذمہ پر قرض ٹھہرینگے اسواسطے کہ توکیل باطل ہی کذا فی الطحطاوی پھر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فقال فلو اذن الناظر فی السلم لم یصح لی زید
وغیرہ تو وقف کے ناظر کو جائز ہی کہ عقد سلم کرے وقف کے محاصل سے مسجد یا مدرسہ کے تیل اور چٹائیون مین ہم یعنی اگر وقف سے دراہم یا دنانیر حاصل
ہوے اور اسنے مسجد کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم کیا تیل مین یا فرش کے واسطے چٹائیون مین سلم کیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ ناظر وکیل وقف کا
اور توکیل بالسلم صحیح ہی ولیس لہ ان یوکل بہ من جعلہ امینا ـــ علی القریۃ فیامرہ بعقد السلم لیسلم منہ علی ما قرر لہ باطنا لانہ وکیل الواقف والوکیل انما
لا یبیع بیعا وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور جائز نہین ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اس شخص کو جسکو اسنے امین مقرر کیا ہی قریہ وقف پر کچھ مال
معین کرکے کہ ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اس اناج مین جو وقف کی زمین مین پیدا ہوا اور راس المال سلم کا اس امین سے لے باطنا یعنی اس
وظیفے کے جو ناظر کے واسطے مال وقف سے مقرر ہوا ہے اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وکیل ہی واقف کا اور وکالت امانت ہی جسکی بیع صحیح نہین اور پورا بیان
اسکا شرح وہبانیہ مین ہی ہم امین کو جب ارض وقف مین عقد سلم اسواسطے جائز نہین کہ توکیل بالقبول عقد سلم صحیح نہین اور ناظر کو امین سے مال لینا
اسواسطے جائز نہین کہ ناظر واقف کا وکیل ہی محاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو
اسنے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا

باب عزل الوکیل

یہ باب ہی معزولی وکیل کے احکام مین الوکالۃ من العقود الغیر اللازمۃ کالعاریۃ فلا یدخلہا خیار شرط وکالت ان عقود مین سے ہی جو لازم نہین جیسے
عاریت تو وکالت مین خیار الشرط داخل نہین ہوتا ہم عقد لازم مین خیار شرط کی حاجت ہی تا صاحب خیار فسخ عقد کرسکے اور وکالت خود عقد غیر لازم ہی تو اسمین خیار شرط کی
کچھ حاجت نہین ولا یصح الحکم بہا مقصودا وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحۃ علی غریم وبیانہ فی الدرر اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہین
ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہین ہوتا مگر ضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اسکا درر مین ہی ہم قبل اس باب کے مذکور ہوئے اور درر سے کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقر ہوا اور دین کا

مثلاً تو وکالت ثابت نہین ہوتی عدم حکم کی وجہہ ہی کہ حکم سے وکالت لازم ہوجاتی ہی اور جہان کہ وکالت شرعاً غیر لازم ہی پس مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آئندہ
قول مین فللموکل العزل متی شاء مالم یتعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومۃ بطلب الخصم یعنی تو موکل کو اختیار ہی وکیل کے معزول کرنے کا جب چاہے تاوقتیکہ اس سے
حق غیر متعلق نہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آویگا ہم یعنے اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اسکو
معزول نہین کرسکتا اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ رہے تو اسکا حق فوت ہوجاتا ہے اور اگر مدعا علیہ موجود ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہین موکل کو اسکے
معزول کرنیکا اختیار ہی ولو الوکالۃ دوریۃ فی طلاق وعتاق علی ما صححہ البزازی وصحح عن العینی خلافہ فتنبہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہین اگرچہ وکالت دوریہ
طلاق یا عتاق مین بنابر اس قول کے جسکی تصحیح کی ہی بزازی نے اور عنقریب اسکے مخالف آویگا عینی سے تو خبردار رہنا ہم وکالت دوریہ یہ کہ موکل کہے
وکیل سے کہ مین نے تجکو فلانے کام کا وکیل کیا جبکہ مین تجکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہی کذا فی الدرر بشرط علم الوکیل ای فی القصدی اما الحکمی فیثبت بدون
قبل العلم کالرسول موکل کو معزولی کا اختیار ہی بشرط معلوم ہونے وکیل کے یعنے عزل قصدی مین علم وکیل شرط ہی اور عزل حکمی چنانچہ موکل کی موت مین تو
عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہوجائیگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہوجاتا ہی رسالت سے قبل علم کے وہو نظیر قبل وجود الشرط فی المعلق
ای بالشرط بہ یفتی شرح وہبانیہ اگرچہ اسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اس وکالت مین جو معلق بشرط ہی اسی قول کا فتوے ہی کذا فی شرح الوہبانیہ
ویثبت ذلک ای العزل بمشافہتہ بہ وبکتابتہ بکتوب بعزلہ وارسالہ رسولا ممیزا عدلا او غیرہ اتفاقا حرا او عبدا صغیرا او کبیرا
صدقہ او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء اور وہ یعنے معزول کرنا بالمشافہہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہی اور معزولی کے خط لکھنے سے
اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اسکی تصدیق کرے رسالت مین یا تکذیب
ذکر کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین متفرقات قضا کے مسائل مین ہم ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہوگیا اذا قال الرسول
الموکل ارسلنی الیک لابلغک عزلہ ایاک عن وکالتہ عزل ثابت ہوتا ہی جبکہ پیام رسان یون کہے کہ موکل نے مجکو تیرے پاس بھیجا ہی تاکہ مین
تجکو تیرے معزول کردینے کی وکالت سے خبر پہونچاؤن ولو اخبرہ فضولی بالعزل فلا بد من احد شطری الشہادۃ عددا او عدالۃ کاخواتہا
المتقدمۃ فی المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی معزولی کی خبر کرے تو ضرور ہی ثبوت عزل مین شہادت کے دو جزون مین سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے
یا عدالت کے چنانچہ اسکے مانند اور مسائل مین جو اول مذکور ہوچکے ہین ابواب متفرقہ مین ایک جز شہادت کا شرط ہی ہم اخواتہا المتقدمۃ اخبار مولی بجنایۃ عبدہ
شفیع کو بیع کی خبر پہونچنا اور باکرہ کو نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر قاصد شرا کو اور حجر ماذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضی اور
متولی وقف کی خبر ان سب امور مذکورہ کی اخبار مین یہ شرط ہی کہ یا دو شخص خبر کرین یا ایک عادل وقدمنا انہ متی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقا ابن ملک
اور پہلے مقدم ذکر کیا کہ جب وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اسکی خبر مقبول ہی اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک وفرع علی عدم لزومہا من
الجانبین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونون طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی اپنے قول آئندہ سے فللوکیل ای بالخصومۃ وشراء المعین
لا الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق وبیع مالہ وشراء شئ بغیر عینہ کما فی الاشباہ عزل نفسہ بشرط علم موکلہ خصومت کے وکیل اور شئ معین کی خرید
کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہی بشرط واقفیت اپنے موکل کے نہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور مال موکل کی بیع اور شئ غیر معین کی خرید کے وکیل کو
کذا فی الاشباہ یعنے نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہی اگرچہ اسکا موکل معزولی کو نجانے وکذا یشترط علم السلطان بعزل قاض وامام نفسہما
والا لا کما بسط فی الجواہر اور اسیطرح دانست بادشاہ کی قاضی اور امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنیکی شرط ہی اور نہین تو معزولی ثابت نہین
چنانچہ جواہر الفتاوے مین اسکو شرح بیان کیا ہی یعنے اگر قاضی نے آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام جمعہ یا عید نے آپ کو امامت سے

معزول کیا تو صحیح نہیں بدون علم سلطان کے وکلہ بقبض الدین ملک عزلہ ان بغیر حضرۃ المدیون وان وکلہ بحضرتہ لا لتعلق حقہ بہ کیا ہو
کسی کے قبضہ دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہے اگر اسکو موکل نے بلا حضور مدیون کے وکیل کیا ہو اور اگر اسکو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو
اپنے معزول کرنے کا مالک نہیں بسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ اسکے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہو جاتی ہے
ہم تعلق حق مدیون یون ہے کہ اگر معزول بلا علم مدیون صحیح ہو تو مدیون معذور یعنے فریب خوردہ ہو جائیگا درصورتیکہ ادا کرے دین وکیل کو الا اذا علم بالعزل
المدیون فحینئذ ینعزل ثم فرع علیہ بقولہ مگر جبکہ مدیون معزولی کو معلوم کر جاوے تو اسوقت البتہ وکیل معزول ہو جائیگا پھر مصنف نے اس قاعدہ پر
قول آئندہ کو متفرع کیا فلو دفع المدیون دینہ الیہ الوکیل قبل علمہ ای المدیون بعزلہ یبرا وبعدہ لا لدفعہ لغیر وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو
دیا قبل واقف ہونے مدیون کے بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہوگیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہوگا بسبب دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنے جب
اسکو معلوم ہوگیا کہ وکیل نے آپکو وکالت سے معزول کیا اور پھر اسکو دین دیا تو بری الذمہ نہوگا کیونکہ اسنے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل کے دینے سے
دین ادا نہیں ہوتا ولو عزل العدل المسلط ببیع الرہن نفسہ بحضرۃ المرتہن ان رضی بہ بالعزل صح والا لا لتعلق حقہ [illegible]
ابطال المدعی عند غیبتہ کما مر اور اگر عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہے رہن کا امر ہون کی بیع کے واسطے اپنی ذات کو معزول کیا مرتہن کے سامنے اگر مرتہن
راضی ہوگیا معزولی سے تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتھ اسکے اور اسی طرح ہے خصومت کی وکالت مدعی کی طلب پر
غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب [illegible] طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا قید عدالت وکیل کی [illegible] سے اتفاقی ہے والا فالوکیل ببیع
رہن کی عدالت پر موقوف نہیں ولیس منہ [illegible] لانہ لا حق لہا فیہ ولا قولہ کلما عزلتک فانت وکیلی [illegible]
معزول یعنی اور نہیں ہے اس قسم سے جسمین حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے [illegible]
کچھ نہیں اور نہیں ہے قسم مذکور سے موکل کا یون کہنا کہ ہر بار کہ مین تجکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے بسبب اسکے معزول ہونے کے اس قول سے
کہ ہر بار کہ مین تجکو وکیل کرون تو تو معزول ہے کذا فی العینی [illegible] طحطاوی نے کہا [illegible] عزل ثابت ہوتا ہے [illegible]
حق وکیل متعلق نہیں وقول الوکیل بعد القبول بحضرۃ الموکل الغیب توکیلی او انا بری من الوکالۃ لیس بعزل کجحود الموکل [illegible]
الوکالۃ لا یکون عزلا الا ان یقول الموکل للوکیل واللہ لا اوکلک بشئ فقد عرفت تہاونک فعزل زیلعی اور وکیل کا یون کہنا [illegible]
قبول وکالت کے موکل کے سامنے کہ مین نے تیری توکیل کو لغو کر دیا یا کہ مین بری ہوا ہون وکالت سے معزول کرنا نہیں ہے جیسے کہ موکل کا یون انکار کرنا کہ مین نے تجکو
وکیل نہیں کیا عزل نہوگا مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ مین تجکو کسی چیز کا وکیل نہیں کرتا سو البتہ مین نے تیری سستی اور کاہلی معلوم کی تو عزل ثابت ہوگا
کذا فی الزیلعی لکنہ ذکر فی الوصایا ان جحودہ عزل وحملہ المصنف علی ما اذا وافقہ الوکیل علی الترک لکن زیلعی نے کتاب الوصایا مین ذکر کیا کہ موکل کا انکار
عزل ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو اسپر محمول کیا ہے جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت کرے ترک وکالت پر ہم یعنی انکار موکل اسی صورت مین
عزل ہے جبکہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن اثبت القہستانی اختلاف الروایۃ وقدم الثانی وعلیہ فان جحود ما عدا النکاح فسخ ثم قال فی روایۃ
لم ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا ثابت کیا ہے اور قول ثانی یعنے عزل ہونا انکار کا اسکو مقدم ذکر کیا ہے اور وہ جیسے
یون بیان کی ہے کہ ما ورائے نکاح کے انکار فسخ ہے پھر قہستانی نے کہا اور دوسری روایت مین وکیل معزول نہیں ہوتا انکار سے انتہی کلام القہستانی
تم اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور [illegible] حموی نے اختلاف روایت ثابت کیا ہے چنانچہ [illegible] سے نقل کیا ہے کہ اگر وصایت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہے
اور جامع کبیر مین ہے کہ یہ رجوع نہیں تو اسمین دو روایتین ہین اور [illegible] وکالت مین [illegible] موکل سے [illegible] شرکت اور جحود [illegible]

مجبور ہو تا یعنی یا مستاجرین مین خلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ مجبور بوجع ہی اسواسطے کہ مجبور فسخ ہی انتہی علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہی کہ تصحیح خاص وصیت بر ہو باب مین انتہی اور ظاہر اجمیع کی تصحیح متبادر ہی چنانچہ تعلیل قہستانی کی اسکی موید ہی کذا فی الطحطاوی وینعزل الوکیل بلا عزل بنہایۃ الشیء الموکل فیہ کما لو وکلہ بقبض دین فقبضہ بنفسہ او وکلہ بنکاح فزوجہ الوکیل بزازیہ اور معزول ہوجاتا ہی وکیل بدون معزول کرنے کے اس چیز کے منتہی ہونے سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اپنے بذات خود قبضہ کر لیا یا اسکو نکاح کا وکیل کیا سو موکل نے وکیل کے ساتھ نکاح کر دیا کذا فی البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی عند محمد وعند ابی یوسف یشترکان ویخیران کما فی الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھی بیع کی اور معلوم نہین کہ پہلی بیع کونسی ہی تو موکل کی بیع مقدم ہی محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک دونون مشتری بیع مین شریک اور مختار ہین چاہین بیع قایم رکھین چاہین فسخ کرین کذا فی الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدہما وجنونہ مطبقا بالکسر ای مستوعبا سنۃ علی الصحیح درر وغیرہا لکن فی الشرنبلالیۃ عن المضمرات شہر وبہ یفتی وکذا فی القہستانی والباقانی وجعلہ قاضی خان فی فصل فیما یقضی بالمجتہدات قول ابی حنیفۃ وان علیہ الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہی وکیل اور موکل دونون مین سے ایک کے مر جانے سے اور ایسے ایک سال بھر کے جنون سے بنا بر قول صحیح کذا فی الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ مین ہی مضمرات سے کہ مہینہ بھر کے جنون سے معزول ہوتا ہی اسیکا فتوی ہی اور اسیطرح قہستانی اور باقانی مین ہی اور قاضی خان نے اس فصل مین جسمین قضا بالمجتہدات کا مذکور ہی جنون شہری کو ابو حنیفہ کا قول قرار دیا ہی اور یہ کہ اسی قول پر فتوی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مطبق بالکسر بمعنی مستوعب ہی اور بعضون نے بمعنی دائم تفسیر کیا ہی بحر الرائق مین مصباح سے منقول ہی کہ عوام مطبق بالفتح بولتے ہین وہ بالحکم بلحوقہ مرتدا ثم لا تعود بعودہ مسلما علی المذہب ولا بافاقتہ بحر اور وکیل معزول ہوجاتا ہی وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہوکر پھر وکالت عود نہین کرتی اسکی پھر آنے سے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر اور نہ اسکے جنون جاتے رہنے سے بنا بر مذہب صحیح کذا فی البحر ہم یعنی جبکہ مرتد ہوگیا پھر وکیل ٹھہرا پھر دار الحرب مین جا کر مل گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب پر حکم کر دیا تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تصرفات قبل حکم لحوق موقوف ہین امام کے نزدیک تو اسی طرح وکالت مرتد بھی موقوف ہی اگر مسلمان ہوگیا تو نافذ ہی اگر مقتول ہوا یا دار الحرب مین جا ملا تو وکالت باطل ہی کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع واعلم ان الوکالۃ اذا کانت لازمۃ لا تبطل بہذہ العوارض فلذا قال الا الوکالۃ اللازمۃ اذا وکل الراہن العدل او المرتہن ببیع الرہن عند حلول الاجل فلا ینعزل بالعزل ولا بموت الموکل وجنونہ اور شرح مجمع مین ہی کہ جان لے کہ وکالت جب لازم ہوتی ہی تو ان عوارض سے باطل نہین ہوتی تو اسی وجہ سے مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنے مثلاً جب راہن نے شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت کے آتے وقت تو وہ معزول نہوگا معزول کرنے سے اور نہ موکل کی موت اور نہ اسکے جنون سے ہم مرتہن عطف ہی عدل پر اور راہن پر اسکا عطف کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ مرتہن بیع کا مالک نہین کذا فی الطحطاوی او وکیل بالامر بالید والوکیل ببیع الوفاء لا ینعزلان بموت الموکل بخلاف الوکالۃ بالخصومۃ او الطلاق بزازیہ جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول نہین ہوتے دونون موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے کذا فی البزازیہ ہم یعنے وکالت بالخصومۃ اگرچہ لازم ہی لیکن وکیل معزول ہوجاتا ہی اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہی قلت والحاصل کما فی البحر ان الوکالۃ ببیع الرہن لا تبطل بالعزل حقیقیا او حکمیا ولا بالخروج عن الاہلیۃ بجنون وردۃ وفیما عداہا من اللازمۃ لا تبطل بالحقیقی بل بالحکمی وبالخروج عن الاہلیۃ قلت فالطلاق الدر فیہ نظر مین کہتا ہون اور خلاصہ یہ ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی کہ بیع رہن کی وکالت باطل نہین ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت توکیل سے بسبب جنون اور ارتداد کے اور اسکے سوا وکالت لازمہ باطل نہین ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہی عزل حکمی سے اور اہلیت کے خارج ہوجانے

میں کہتا ہوں تو درر کے اطلاق میں بحث ہے ہم درر میں یوں کہا ہے کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہیں ہوتا انتہی اور تعلق حق غیر وکالت بالخصومۃ بالتماس
طالب کو بھی شامل ہے اور حالانکہ اسمیں ایسا حکم نہیں کذا فی المنح و ینعزل بافتراق احد الشریکین ولو بتوکیل ثالث بالتصرف وان لم یعلم الوکیل لانہ
عزل حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہے احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت بتوکیل ثالث ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہو اسواسطے کہ وہ عزل
حکمی ہے ہم اطلاق ماتن اسکو شامل ہے کہ دونوں شریکوں میں افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونوں مال یا ایک مال ہلاک ہو جاتا قبل خرید کے تو
وکالت ضمنیہ بھی باطل ہوگی اور ہم اسکو شامل ہے کہ دونوں یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کریں تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا و ینعزل بعجز
موکلہ لو مکاتبا و حجرہ ای موکلہ لو ماذونا کذلک ای علم او لا لانہ عزل حکمی کما مر اور وکیل معزول ہوتا ہے اپنے موکل کے عاجز ہونے سے ادائے بدل کتابت سے
اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے محجور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون فی التجارۃ ہو اسی طرح معزول ہو جاتا ہے یعنے اسکو علم ہو عزل کا یا نہو اسواسطے کہ
وہ عزل حکمی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و ہذا اذا کان وکیلا فی العقود والخصومۃ اما اذا کان وکیلا فی قضاء دین و اقتضائہ و قبض ودیعۃ
فلا ینعزل بالعجز والحجر اور یہ یعنی عزل بسبب عجز اور حجر کے اسوقت ہے جبکہ وہ وکیل ہو عقود اور خصومت میں اور جبکہ وکیل ہو ادائے دین اور طلب دین
اور قبض ودیعت میں تو معزول نہیں ہوتا عجز مکاتب اور حجر ماذون سے ولو عزل المولی وکیل عبدہ الماذون لم ینعزل اور اگر مولی نے اپنے غلام
ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہوگا و ینعزل بتصرفہ ای الموکل بنفسہ فیما وکل فیہ تصرفا یعجز الوکیل عن التصرف معہ الا کما
لو طلقہا واحدۃ والعدۃ باقیۃ فللوکیل تطلیقہا اخری لبقاء المحل اور معزول ہوتا ہے وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اس فعل میں جس میں
وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہے کہ وکیل اسکے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو جاوے اور اگر وکیل عاجز نہو تو وہ معزول نہیں ہوتا چنانچہ
اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایکبار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہے تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہے بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے تصرف
کے ساتھ وکیل تصرف نہیں کر سکتا اسواسطے معزول ہو جاتا ہے کہ وکالت کی حاجت باقی نہیں رہتی چنانچہ عتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پھر اسکو موکل
نے خود آزاد کر دیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کر لیا یا مول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اسکو تین بار طلاق دی یا ایکبار طلاق دی
اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کر لیا ولو ارتد الزوج او لحق وقع طلاق وکیلہ ما بقیت العدۃ اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا دار الحرب میں لاحق ہوا
تو اسکے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہے ہم بحر الرائق وغیرہ میں یوں ہے کہ اگر زوج مرتد ہو جاوے تو وکیل کی طلاق عورت پر تا بقاء
عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اسکی موت کے ہے انتہی تو شارح کے کلام میں لحوق اس لحوق پر محمول ہے جسپر قاضی کا حکم نہیں ہوا اور صاحب بحر
وغیرہ کا کلام اس لحوق پر ہے جسپر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہے کذا فی الطحطاوی ولا تعود الوکالۃ اذا عاد الیہ ای الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ ببیع
فباع موکلہ ثم رد علیہ بما ہو فسخ بقی علیہ وکالتہ اور پھر آتی ہے وکالت جبکہ موکل کی طرف اسکی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیع کا وکیل
کیا سو اسکو بیچ ڈالا اسکے موکل نے پھر وہ چیز پھیر دی گئی موکل کو اس سبب سے کہ وہ فسخ ہے چنانچہ بحکم قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی
رہیگا اپنی وکالت پر او لیبقی اثرہ ای اثر ملکہ کمسئلۃ العدۃ یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے یعنے زوج نے طلاق کا وکیل کیا
پھر ایک طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہے تو وکیل باقی طلاق دے سکتا ہے بخلاف ما لو تجدد الملک بخلاف اسکے اگر ملک جدید
حاصل ہو ہم چنانچہ ایک چیز کی بیع کا وکیل کیا پھر آپ اسکو بیچ ڈالا پھر اسکو مشتری سے خرید کیا تو وکالت عود نکریگی اسواسطے کہ یہاں قدیم ملک
نے عود نہیں کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی فروع من مسائل ملحقہ شارح کے فی الملتقط عزل وکیلہ لا ینعزل ما لم یصل الیہ الکتاب
کہ معزول کیا اور معزولی لکھ بھیجی تو معزول نہوگا جب تک اسکے وکیل کو خط نہ پہنچیگا یعنے اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہے اسمیں علم وکیل شرط ہے اور

بھیجنے سے ہو وکل غائبا ثم عزلہ قبل قبولہ صح وبعدہ لا وکیل کیا شخص غائب کو پھر اسکو معزول کیا قبل اسکے قبول کرنے کے تو صحیح ہے اور بعد قبول کے
صحیح نہیں یعنے قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہے اور بعد قبول صحیح نہیں بدون علم کے درصورت عزل قصدی کذا فی الطحطاوی دفع الیہ دراہم لیدفعہا
الی انسان لیصلحہا فدفعہا ونسی لا یضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو روپیہ تا اس آدمی کو دے جو اسکو درست کر دے سو وکیل نے اسکو دیا اور بھول گیا
کہ کسکو دیا تو وکیل پر دینے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ اسنے موافق اسکے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی اسکی ثابت نہیں ابراہ عما لہ
علیہ برئ من الکل قضاء واما فی الآخرۃ فلا الا بقدر ما یتوہم ان لہ علیہ صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کر دیا اس دین سے جو اسپر ہے تو وہ
بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر حکم میں اور آخرت میں تو بری الذمہ نہوگا مگر اسقدر دین سے جتنا صاحب دین گمان رکھتا ہے کہ اسکا
اتنا ہے اسپر ہے یعنے سمجھا اسنے دین معاف کر دیا لیکن اسکا گمان یہ ہے کہ میرے دس درم ہیں پھر ظاہر ہوا کہ اسکے سو درم ہیں تو باعتبار قضا
سب دین سے بری ہوگیا بنظر اطلاق برائت اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ قال لمدیونہ من جاءک بعلامۃ
کذا او من اخذ اصبعک او قال لک کذا فادفع الیہ لم یصح لانہ توکیل مجہول فلا یبرأ بالدفع الیہ اور اشباہ میں ہے کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے پاس
آوے فلانی نشانی لیکر یا جو تیری انگلی پکڑے یا تجھ سے فلانی بات کہے تو اسکو دیجیو تو صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ توکیل مجہول ہے تو مدیون بری الذمہ نہوگا
اسکے دینے سے وفی الوہبانیۃ ۵ ومن قال اعط المال قابض خنصر ٭ فاعطاہ لم یبرأ وبالمال یخسر ٭ اور وہبانیہ میں ہے اور جسکے دائن نے کہا کہ دے مال
چھنگلی کے پکڑنے والے کو سو دیا اسکو تو مدیون بری الذمہ نہوگا اور مال میں اسکو خسارہ ہوگا یعنے دوبارہ اسکو دینا پڑیگا وبعہ وبع بالنقد او بع لخالد فخالفہ
قالوا یجوز التغییر ٭ اور جس موکل نے کہا بیچ اسکو اور بیچیو نقد یا یوں کہا کہ بیچ اسکو اور بیچیو خالد کے ہاتھ سو وکیل نے اسکے خلاف کیا یعنی ادھار بیچا یا زید کے ہاتھ بیچا
تو علماء نے کہا کہ اتنا تغییر کرنا وکیل کو جائز ہے ہم لبعہ وبع بالنقد یہ ایک صورت ہے ولبعہ وبع لخالد یہ دوسری صورت ہے وکیل کو مخالفت مذکورہ اسواسطے جائز ہے کہ کلام
مشورہ پر محمول ہے چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہ مال بطور مضاربت کے لے اور اس سے گیہوں خرید کرنا تو اسکو جو خرید کرنا جائز ہے کیونکہ یہ کلام مشورہ ہے اسکا بخلاف ہے
قول کے کہ لبعہ بالنقد یا یوں کہا کہ بعہ من فلان تو اب اسکو مخالفت کرنا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وفی الدفع قل قول الوکیل مقدم ٭ وکذا قول الدین
والخصم یجبر ٭ اور مال دینے میں وکیل کا قول مقدم ہے اسی طرح صاحب دین کا قول مقدم ہے اور خصم یعنی موکل پر جبر کیا جائیگا صورت اسکی یہ ہے کہ موکل نے وکیل کو مال دیا
اور کہا کہ اسسے میرا دین ادا کر سو وکیل نے کہا کہ میں نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کہ مجھے اسنے نہیں دیا تو وکیل کا قول معتبر ہے بری الذمہ ہونے میں یعنی وکیل پر تاوان
دینا لازم نہوگا اور وکیل کا قول مقدم ہے موکل کے اس قول پر کہ اسنے صاحب دین کو نہیں دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ میں نے کچھ نہیں پایا لیکن فقط
درحق برائت ہے نہ درحق سقوط حق دائن تو وہ اپنا دین موکل سے لیگا اور دائن کا قول موکل اور وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق میں اور موکل سے
زبردستی حق اسکا دلایا جائیگا بعد اسکے اگر موکل طالب کا مکذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لیجاوے سو اگر اسنے قسم کھائی تو قبض دین ثابت نہوا اور اگر
قسم نہ کھائی تو حق اسکا ساقط ہوگیا اور اگر بالعکس ہے یعنی موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لیجا کذا فی الطحطاوی وقبض الدلال الثمن کی
یسلمہ منہ وضاع شطر ٭ اور اگر دلال نے مال مبیع یعنے ثمن لیا مشتری سے تا بائع کو تسلیم کرے اور ثمن ضائع ہوگیا تو دلال اور بائع میں نصفا نصف کیا جا ہم یعنی مصالحہ
بالنصف ہوگا درمیان دلال و بائع کے ناظم نے کہا یوں تفصیل کرنا لائق ہے کہ اگر بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہیں اور نہیں تو بائع
چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے اگر مشتری سے لے تو وہ دلال سے پھر لے تا وقتیکہ دلال اسکا فرستادہ ہو بائع کی طرف ثمن پہنچانے میں کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الدعوے

یہ کتاب ہے دعوے کے احکام میں لا یخفے مناسبتہا للوکالۃ بالخصومۃ مناسبت دعوے کی خصومت کی وکالت سے پوشیدہ نہیں

یہ ہے کہ خصومت کے وکیل کو دعوے کی طرف حاجت ہے اِلّا کہ کاتب غیر خصومت کا وکیل بھی دعوے کی طرف حاجتمند ہوتا ہے ہی لغۃً قول یقصد به الانسان ایجاب
حق علیٰ غیرہ لغت میں دعوے وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنے بلا قید منازعت و مسالمت اور آئین دفع عن حق نفسہ
سے کچھ تعرض نہیں والفہا للتانیث فلا تنون اور لفظ دعوے کا الف تانیث کے واسطے ہے تو اسپر تنوین داخل نہیں کیجاتی وجمعها دعاوی بفتح الواو کفتوی
وفتاوی دُرر اور جمع دعوے کی دعاوی ہے بفتح واو مانند فتوی اور فتاوی کے کذا فی الدرر لکن جزم فی المصباح بکسرہا ایضا فیہا محافظۃ علی الف التانیث
لیکن مصباح العلوم میں واو کے کسرہ پر یقین کیا دونوں میں یعنے دعاوی اور فتاوے میں الف تانیث کی محافظت کے واسطے ہم عبارت مختلف
ہے مصباح میں یوں ہے کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو ہے اسواسطے کہ یہی اصل ہے اور بفتح واو ہے الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی الطحطاوی وفی الصلاح
وشرعا قول مقبول عند القاضی بقید بطلب حق قبل غیرہ خرج الشہادۃ والاقرار اور اصطلاح شرع میں دعوے عبارت ہے اس قول سے جو
قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اس سے طلب حق اپنے غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار ہم قول مقبول سے قول لازم مراد ہے تو غیر لازم
خارج ہوگیا قاضی کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعوے مسموع نہیں اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہوگئی دعوی کی تعریف سے کہ
شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اس سے اثبات حق غیر مقصود ہے اور اصطلاح اقرار بھی او دفع ای دفع الخصم عن حق نفسہ دخل دفع دعوی التعرض
فتسمع به یفتی بزازیہ دعوے عبارت ہے دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اسمیں داخل ہوا تعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہوگا
اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البزازیہ ہم دفع تعرض کی صورت یہ ہے کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہے اور میں اسکے دفع تعرض کا
مطالب ہوں تو یہ دعوے مسموع ہے قاضی اسکو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جب تک اسکے پاس حجت نہیں ہے تو وہ تعرض سے روکا جاوے اور جب اسکو حجت ملے تو
تعرض کرے کذا فی الطحطاوی بخلاف دعوے قطع النزاع فلا تسمع سراجیہ بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہیں کذا فی السراجیہ ہم صورت اسکی یہ ہے کہ قاضی کے
پاس جاوے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھپر کچھ ہو تو دعوے کرے اور نہیں تو ابرا کرے تو اس شخص پر جبر نکیا جائیگا دعوے میں اسواسطے کہ وہ حق اسکا ہے
کذا فی الطحطاوی وہذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یہ یعنے تعریف دعوے میں او دفعہ عن نفسہ کا قول زیادہ کرنا اسوقت ہے جبکہ تعریف
مذکور میں حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجیے ہم جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی چنانچہ دفع کو تعریف شامل نہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنے کی حاجت
ہوئی تا دفع بھی دعوے کی تعریف میں داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ دفع عدمی نہیں کیونکہ دفع سے کف
عن المنازعۃ مراد ہے فلو ارید مایعم الوجودی والعدمی لم یحتج لہذا القید سو اگر حق سے وہ ارادہ کیجیے جو کہ وجودی اور عدمی دونوں کو شامل ہو تو اس قید کے
زیادت دفع کی حاجت نہیں والمدعی من اذا ترک دعواہ ترک ای لا یجبر علیہا اور مدعی وہ شخص ہے کہ جبکہ وہ اپنا دعوے ترک کرے تو چھوڑا جاوے
یعنے حاکم اس سے زبردستی دعوے نکرواوے والمدعی علیہ بخلافہ ای یجبر علیہا اور مدعا علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنے جو ترک خصومت
چھوڑا نہ جاوے بلکہ اس سے زبردستی خصومت کروائی جاوے فلو فی البلدۃ قاضیان کل فی محلۃ فالخیار للمدعی علیہ عند محمد بہ یفتی بزازیہ ولو القضاۃ فی المذاہب
الاربعۃ علی الظاہر وبہ افتیت مرارا بحر تو اگر ایک شہر میں دو قاضی ہوں ہر ایک قاضی ہو علیحدہ علیحدہ محلے کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہے جس قاضی کے پاس چاہے
حاضر ہو محمد رح کے نزدیک اسی قول کا فتوے ہے کذا فی البزازیہ اگرچہ وہاں چاروں مذہب کے قاضی ہوں بنا بر قول ظاہر کے اور اسی کا میں نے فتوی دیا ہے کئی بار کذا فی
البحر ہم علامہ مقدسی نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف رح کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہے یعنے مدعی کو اختیار ہے اسواسطے کہ ابو یوسف رح کا قول ہی
مدعا علیہ کی تعریف کے موافق ہے قال المصنف ولو الولایۃ لقاضیین فاکثر علی السواء فالعبرۃ للمدعی لکن لو امر السلطان باجابۃ المدعی علیہ لزم اعتبارہ
لعزلہ بالنسبۃ الیہا کما مر اور اگر کہا مصنف نے اپنی شرح میں اور اگر دو قاضیوں کی یا زیادہ کی ولایت برابر جمیع محلات شہر میں ہو تو مدعی کا اعتبار کر

ہان اگر سلطان نے اجابت مدعا علیہ کا حکم دیا ہو تو اُسکا معتبر رکھنا لازم ہوگا بسبب معزول ہونے اُس قاضی کے جسکو مدعا علیہ نے پسند نہین کیا اس دعوی کی
سمت کے اعتبار سے چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ قضا قبیلہ پذیر ہے کذا فی الطحطاوی تحلت وہذا الخلاف فیما اذا کان کل قاض علی محلۃ علیحدۃ اما اذا کان فی المصر
حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی فی مجلس واحد والولایۃ واحدۃ فلا ینبغی ان یقع الخلاف فی اجابۃ المدعی لما انہ صاحب الحق کذا بخط المصنف علی حاشیۃ البزازیۃ
فلیحفظ مین یہ کہتا ہون اور یہ خلاف محمد اور ابو یوسف کا اُس صورت مین ہے جبکہ ہر ہر قاضی علیحدہ علیحدہ محلہ کا حاکم ہوا اور جبکہ شہر مین حنفی اور شافعی
اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس مین ہون اور ولایت ایک لیعنی حکومت عامہ ہو تو لائق نہین کہ اجابت مدعی مین خلاف واقع ہوا سواسطے کہ بلاشک
مدعی ہی تو صاحب حق ہے اسی طرح لکھا ہے مصنف کے خط سے بزازیہ کے حاشیہ پر تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے هم اتحاد مجلس قید نہین بلکہ عموم ولایت پر دار ہے
چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر شارح عموم ولایت پر کفایت کرتا تو خوب ہوتا وركنها اضافۃ الحق الی نفسہ لو اصیلا کلی علیہ کذا او اضافۃ الی
من ناب المدعی منابہ کوکیل او وصی عند النزاع متعلق باضافۃ الحق اور دعوے کا رکن نسبت کرنا ہے حق کا اپنی ذات کی طرف نزاع کے وقت
اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرا مال اُس پر اتنا ہے یا نسبت کرنا حق کا اُسکی طرف جسکے مدعی قائم مقام ہے مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند النزاع
اضافت حق سے متعلق ہے واہلہا العاقل الممیز ولو صبیا لو ماذونا فی الخصومۃ والا الاشباہ اور دعوے کا اہل وہ شخص ہے جو ہوشیار با تمیز ہو اگرچہ لڑکا ہو
بشرطیکہ اُسکے ولی نے اُسکو خصومت کی اجازت دی ہو اور اگر اُسکو اجازت نہ دی ہے تو وہ اہل دعوے نہین کذا فی الاشباہ وشرطہا ای شرط جواز
الدعوے مجلس القضاء وحضور خصمہ فلا یقضی علی غائب اور دعوے کی شرط لیعنی جواز دعوے کی شرط قاضی کی مجلس ہے اور موجود ہونا اُسکے
مخاصم کا تو حکم نہ کیا جاوے مدعا علیہ غائب پر ولا یحضرہ بمجرد الدعوے ان بالمصر او بحیث یبیت بمنزلہ النعم والا یحضرہ بمن او بحلیف بینۃ اور کیا قاضی
مدعا علیہ کو مجرد دعوے کرنے مدعی کے حاضر کرے اگر مدعا علیہ اسی شہر مین یا شہر سے باہر ہو اس طرح پر کہ جواب دہی کر کے اپنے گھر رات کو جا پہونچے تو وہان
مجرد دعوے حاضر کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو اُسکو نہ بلاوے تا وقتیکہ مدعی گواہ لاوے یا قسم کھائے کذا فی المنیہ هم مدعا علیہ بعید کے حضار مین دو قول مین بعضون
کے نزدیک اعتبار نہین مگر بعد شہادت اور بعضون کے نزدیک بعد قسم قاضی خان نے کہا یہ گواہی مدعا علیہ کے بلانے کے واسطے ہے نہ حکم دینے کے واسطے شبلی نے کہا کہ
ہمارے زمانے کے قاضیون کا عمل برخلاف ما تقدم ہے کہ مجرد دعوے مدعا علیہ کو طلب کرتے ہین اور دریافت نہین کرتے کہ دعوی صحیح ہے یا فاسد اور یہ انکی غفلت ہے
فقہا کے کلام سے یا جہالت کذا فی الطحطاوی ومعلومیۃ المال المدعی اذ لا یقضی بمجہول اور دعوی کی شرط معلوم ہونا اُس مال کا ہے جسکا مدعی نے دعوی کیا اسواسطے کہ
مال مجہول کا حکم نہین دیا جاتا ولا یقال مدعی فیہ وبہ الا ان یتضمن الاخبار اور مال کو مدعا فیہ اور مدعا بہ نہین کہتے مگر جبکہ لفظ ادعا بمعنی اخبار کے متضمن ہو اسلئے مدعا بہ
بولنا درست ہے هم مدعا فیہ اور مدعا بہ بولنا درست نہین اگرچہ متفقہین بولتے ہین مگر یہ مشہور ہے تو وہ بہتر ہے صواب مہجور سے کذا فی الحموی وشرطہا ایضا کونہا ملزمۃ
شیئا علی الخصم بعد ثبوتہا والا کان عبثا اور یہی دعوی کی شرط ہے ہونا دعوی کا لازم کر دینے والا کسی چیز کا مخاصم پر بعد ثابت ہونے دعوی کے اور اگر لازم نہوتا تو
بیفائدہ ہوتا هم جب ملزم ہونا دعوی کی شرط ٹھہرا تو وکیل کو اپنے موکل حاضر پر توکیل کا دعوے کرنا صحیح نہین امکان عزل کے سبب سے کذا فی البحر وکون المدعی
مما یحتمل الثبوت فدعوی ما یستحیل وجودہ عقلا او عادۃ باطلۃ لتیقن الکذب فی المستحیل العقلی کقولہ لمعروف النسب او لمن لا یولد مثلہ لمثلہ ہذا ابنی
وظہورہ فی المستحیل العادی کدعوے معروف بالفقر اموالا عظیمۃ علی آخر انہ اقرضہا ایاہ دفعۃ واحدۃ او غصبہا منہ فلا یسمع لظاہر عدم سماعہا بحر وبہ جزم
ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ اور دعوے کی شرط ہے ہونا اس چیز کا جسکا دعوے کیا اس قسم سے جو محتمل الثبوت ہے تو اُسکا دعوے جسکا
وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہے باطل ہے بسبب یقینی ہونے کذب کے محال عقلی مین چنانچہ یون کہنا معروف النسب کو کہ یہ میرا بیٹا ہے
یا اُسکو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اُس جیسے آدمی سے پیدا نہین ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی مین چنانچہ مفلس مشہور کا

دعوے اموال عینیہ کا دوسرے شخص پر ایسے آنسے اسکو مال قرض وغیرہ میں ایک ہی وقت یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اس سے غصب کر لیا تو ظاہر اً یہ دعوے غیر مسموع ہے کذا فی البحر اور اسی پر یقین کیا ہے ابن الغرس نے فوائد بدیہ میں وحکمہا وجوب الجواب علی الخصم وہو المدعی علیہ بلا وبنعم حتی لو سکت کان انکارا فتسمع البینۃ علیہ الا اذا کان اخرس اختیار و تحقیقہ اور دعوے کا حکم واجب ہونا جواب کا ہے مدعا علیہ پر نعم یا لا ان کرے کہ اگر وہ چپ رہا نہ نعم بولا نہ لا تو یہ سکوت انکار ہوگا تو گواہی سنی جاویگی مگر یہ کہ مدعا علیہ گونگا ہو تو اسکا سکوت انکار نہ ہوگا کذا فی الاختیار اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے یعنی قضا میں بیکو لکی شئ میں وسببہا تعلق البقاء المقدر بتعاطی المعاملات اور دعوے کا سبب متعلق ہونا بقاء مقدر کا ہے معاملات کے کرنے سے یعنے اور معاملات میں زیادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور تکمیل وغیرہ کے جاری ہونے تو دعوے کرنا اسی قسم سے ٹھہرا جو بقا سے عالم مکلفین کا مقتضی ہے اسواسطے کہ اگر دعوے نہ کیجیے تو اکثر حقوق ضائع ہو جاویں ولکون ما یجب مقصود اثنی یدہ لصم ذکر المدعی انہ فی یدہ بغیر حق لاحتمال کونہ مرہونا فی یدہ او محبوسا بالثمن فی یدہ اور اگر وہ مال جسکا دعوے کرتا ہے وہ مال منقول مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہو تو مدعی یہ بیان کرے کہ وہ مال مدعا علیہ کے ہاتھ میں ناحق ہے بسبب احتمال ہونے اس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتھ میں یا یہ کہ محبوس ہو واسطے ثمن کے ہو اسکے پاس وطلب احضارہ ان امکن فعلی الغریم احضارہ لیشار الیہ فی الدعوی والشہادۃ والاستحلاف اور مطالبہ کرے مدعی اسکے حاضر کرنے کا اگر ہے ممکن اسکا حاضر کرنا بلا مشقت تو مدیون پر احضار اسکا واجب ہے تا اسکی طرف اشارہ کیا جاوے دعوے اور شہادت اور استحلاف میں وذکر المدعی قیمتہ ان تعذر ذلک بان کان فی نقلہا مؤنۃ وان قلت ابن کمال معزیا للخزانۃ اور مدعی اسکی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو حاضر کرنا اس طرح کہ اسکے لانے میں محنت ہو اگرچہ محنت قلیل ہو ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہے نسبت خزانہ کی کہ کلام ابن کمال کی اور ڈھیر وغیرہ میں ہے ہلاک میں جس میں تو شارح کا بیان ہے ذکر کرنا سہو ہے کذا فی البحر اور ہمارا کہنا ان قیمتہ الا بمثل ہذا قیمت بیان کرے اگر احضار اسکا متعذر ہو اسکے ہلاک ہو جانے سے یا اسکے غائب ہونے اسواسطے کہ قیمت اسکی یا ناخذ اسکے بتقاضا مدعی کے لیے قیمت اسکی حالانکہ معنوی ہے وان تعذر احضارہ مع بقائہا کرحی و صبرۃ طعام وقطیع غنم بعث القاضی امینہ لیشار الیہا اور اگر احضار اسکا متعذر رہے باوجود اسکے موجود ہونے کے جیسے چکی اور گیہوں کا ڈھیر اور بکریوں کا گلا تو قاضی اپنا امین بھیجے تاکہ اسکی طرف اشارہ کیا جاوے والا یکن باقیۃ اکتفی فی الدعوے بذکر القیمۃ اور اگر وہ چیز باقی نہیں ہے تو دعوے میں ذکر قیمت کفایت کرے وقال الزیلعی … کذا ولم یذکر قیمتہا تسمع فیحلف خصمہ ویجبر علی البیان درر وابن ملک ولہذا لو ادعی اعیانا مختلفۃ الجنس والنوع والصفۃ وذکر قیمۃ الکل جملۃ کفی ذلک الاجمال علی الصحیح وتقبل بینتہ ویحلف خصمہ علی الکل مرۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر دعوے کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے فلانی چیز غصب کی ہے اور اسکی قیمت نہ بیان کی ہو تو دعوے مسموع ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی درصورت انکار یا اسپر بیان قیمت پر زبردستی ہوگی درصورت اقرار کذا فی الدرر وابن ملک اور اسی واسطے لیعنی بسبب سماع دعوے غصب اگرچہ مدعی اسکی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی نے اشیاء مختلفۃ الجنس والنوع والصفۃ کا دعوے کیا اور سب چیزوں کی قیمت بلا تفصیل مجمل بیان کی تو یہ اجمال کافی ہے صحت دعوے میں القول الصحیح اور مدعی کے گواہ بیان قیمت میں مقبول ہونگے یا اسکے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی سب چیزوں پر ایکبارھم اعیان مختلف الجنس جیسا کہ اناج و مختلف النوع جیسا کہ گیہوں اور جو ومختلف الصفۃ جیسا کہ عمدہ گیہوں اور ناقص وان لم یذکر قیمۃ کل عین علیحدۃ لان الصحیح دعوے الغصب بلا بیان فلان یصح او بین قیمۃ الکل جملۃ اولی اور قیمت کل کا دعوے مسموع ہے اگرچہ قیمت ہر چیز کی علیحدہ نہ بیان کرے اسواسطے کہ جب دعوے غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہے تو اگر صحیح ہے جبکہ کل شیئا کی قیمت مجملا بیان کرے تو بطریق اولے وقیل فی دعوی السرقۃ یشترط ذکر القیمۃ لیعلم کونہا نصابا فانا فی غیرہا فلا تشترط عمادیہ اور بعضوں نے کہا کہ چوری کے دعوی میں قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے تا اسکا نصاب ہونا معلوم ہو اور جو سکی سوا میں تو

بیان قیمتہ شرط نہین کذا فی العمادیۃ وہذا کلہ فی دعوے العین لا الدین فلو ادعی قیمۃ شئی مستہلک اشترط بیان جنسہ ونوعہ فی الدعوی والشہادۃ
لیعلم القاضی بما ذا یقضی اور یہ سب یعنی اکتفا بذکر قیمت عین کے دعوی مین ہے نہ دین کے دعوی مین تو اگر مدعی نے شئی مستہلک کا دعوی کیا تو اسکی جنس اور نوع کا بیان
شرط ہے دعوی اور شہادت مین تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلف فی بیان الذکورۃ والانوثۃ فی الدابۃ فشرطہ ابو اللیث ایضا واختارہ فی
الاختیار وشرط الشہید بیان السن ایضا وتمامہ فی العمادیۃ اور فقہا کے اندر اختلاف ہے جانور کی نری اور مادگی کے بیان مین تو فقیہ ابو اللیث نے بیان قیمت کے ساتھ اسکو
بھی شرط کیا ہے اور اسی قول کو اختیار شرح مختار نے پسند کیا ہے اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہے اور پورا بیان عمادیہ مین
ہے وفی دعوے الایداع لا بد من بیان مکانہ ای مکان الایداع سواء کان لہ حمل او لا اور ودیعت رکھنے کے دعوی مین مکان ایداع کا بیان کرنا
ضرور ہے خواہ وہ چیز بار برداری کے لائق ہو یا نہو ہم بیان مکان اسواسطے شرط ہے کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیہ لازم نہین مگر اسی مکان مین جہان ودیعت
رکھی گئی اور اسمین بیان قیمت کا اعتبار نہین کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہے نہ اسکی قیمت وفی الغصب ان لہ حمل ومؤنۃ فلا بد لصحۃ الدعوی من بیانہ
والا حمل لہ لا اور غصب کے دعوے مین اگر مغصوب لائق بار برداری او مشقت کے ہو تو ضرور ہے اسکی صحت دعوے کے واسطے بیان مکان غصب اور اگر بار برداری
کے لائق نہو تو بیان مکان ضرور نہین وفی غصب غیر المثلی یبین قیمتہ یوم غصبہ علی الظاہر عمادیہ اور غیر مثلی کے غصب مین روز غصب کی اسکی قیمت بیان کرے
بنا بر قول ظاہر کذا فی العمادیہ ویشترط التحدید فی دعوی العقار کما یشترط فی الشہادۃ علیہ ولو کان العقار مشہورا خلافا لہما اور گھر اور باغ وغیرہ
غیر منقول کے دعوے مین حدود کا بیان کرنا شرط ہے جیسے اسکی گواہی مین تحدید شرط ہے اگرچہ غیر منقول مشہور ہو بخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک
در صورت شہرت تحدید شرط نہین ہم عقار بروزن سلام لغت مین عبارت ہے ہر ملک ثابت الاصل سے چنانچہ گھر اور کھجور کا درخت اور گاہے متاع
بھی عقار بولتے ہین انتہی اور مشائخ نے تصریح کی ہے کہ عمارت اور نخل منقولات سے ہے اور اسمین شفعہ نہین جبکہ اسکی بلا عرصہ بیع ہو کذا فی الطحطاوی
عن البحر الا اذا عرف الشہود الدار بعینہا فلا یحتاج الی ذکر حدودہا غیر منقول کی تحدید ضرور ہے مگر جبکہ شہود گھر کو بالخصوص جانتے ہون تو اسکے
حدود کے بیان کی حاجت نہین ہم اسمین گفتگو ہے اسواسطے کہ تحدید سے مقصود اعلام قاضی ہے اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی
کما لو ادعی ثمن العقار لانہ دعوی الدین حقیقۃ بحر چنانچہ اگر زمین وغیرہ کے ثمن کا دعوی کیا تو تحدید شرط نہین اسواسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا دعوے ہے
نہ عین کا کذا فی البحر ولا بد من ذکر بلدۃ فیہا الدار ثم المحلۃ ثم السکۃ فیبدأ بالاعم ثم الاخص فالاخص کما فی النسب اور ضرور ہے اس شہر کے بیان
جسمین وہ گھر ہے پھر محلہ پھر کوچہ کے بیان سے تو پہلے عام تر کو بیان کرے پھر خاص تر بعد خاص تر کو چنانچہ نسب مین ہم یعنی یون کہے کہ وہ گھر فلانے
شہر فلانے محلہ فلانے کوچہ مین ہے پھر حدود بیان کرے اور نسب کی یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعوے کیا جسکا نام مثلا جعفر ہے تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو
بہتر ورنہین تو خاص تر کی طرف ترقی کرے تو یون کہے کہ جعفر بن محمد سو اگر معلوم ہو گیا تو بہتر نہین تو دادا کی طرف ترقی کرے اسطرح کہ جعفر بن محمد بن عبد اللہ
ویکتفی بذکر ثلثۃ فلو ترک الرابع صح وان ذکرہ وغلط فیہ لا لتفی لان المدعی یختلف بہ ثم انما یثبت الغلط باقرار الشاہد فصولین اور تین حدون کے
ذکر مین کفایت ہے تو اگر چوتھے کو ترک کرے تو صحیح ہے اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اسمین غلطی کرے تو صحیح نہین بلتفی اسواسطے کہ مدعا اس سے مختلف
ہوجاتا ہے پھر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے کذا فی الفصولین ہم زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضرور ہے اسواسطے کہ تعریف پوری نہین ہوتی
مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد رابع کی غلطی مقبول نہین اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی وذکر اسماء اصحابہا ای الحدود
واسماء آبائہم ولا بد من ذکر الجد لکل منہم ان لم یکن الرجل مشہورا والا اکتفی باسمہ لحصول المقصود اور ضرور ہے اہل حدود کے نام ذکر کرنا اور انکے
باپون کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہے انمین سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر صاحب حد مشہور نہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اسکا نام کافی ہے بسبب

حاصل ہونے مقصود کے ہم ملتقط مین ہے کہ اگر دار امعروف نہو تو احتیاطاً حاصل ہوگا مگر اسکے موالی کے ذکر سے یا اسکے پیشہ یا وطن یا اسکی دکان یا اسکے حلیہ سے
مقصود تعین ہے خواہ قول سے حاصل ہو یا اکثر سے و ذکر انہ ای العقار فی یدہ لیصیر خصماً اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ گھر یا باغ مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے تاکہ وہ خصم
ٹھہرے ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ مین برابر ہین اور تخصیص عقار اسواسطے کی کہ بیان بیان تھا عقار کا کذا فی العمادی وشرح الوقایہ بغیر حق
ان کان المدعی منقولاً لما مر اور زیادہ کرے اسپر بغیر حق کی قید اگر منقول ہو جسکا دعوی کیا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم مذکور ہو چکا کہ تصرف ناحق اسواسطے
ذکر کرے کہ شاید وہ چیز اسکے پاس رہن ہو یا محبوس بثمن ہو ولا تثبت یدہ فی العقار بتصادقہما بل لا بد من بینۃ او علم قاضی لاحتمال تزویرہما
بخلاف المنقول لمعاینۃ یدہ اور ثابت نہین ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین مین متخاصمین کے باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہے گواہی سے یا قاضی
کے علم سے بسبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اسمین تصادق متخاصمین مثبت قبض ہے بسبب معائنہ ہونے قبض منقول کے ہم احتمال تزویر
یہ ہے کہ شاید متخاصمین نے پرایا مال لینے کے واسطے اپنے آپکو مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو وہذا الحکم علی اطلاقہ فی ادعی العقار ملکاً مطلقاً اما ہہنا
اشتراط بینۃ او علم قاضی قبض مدعا علیہ پر علی الاطلاق نہین بلکہ جب زمین مین ملک مطلق کا دعوے کرے ہم ملک مطلق وہ ہے جسمین ملک کا سبب مذکور نہو جیسا
خرید یا میراث یا ہبہ اما فی دعوی الغصب ودعوی الشراء من ذی الید فلا یفتقر لبینۃ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضاً بزازیہ اور جب کہ
دعوے اور قابض سے خرید کرنے کے دعوی مین تو حاجت نہین گواہی کی اسواسطے کہ فعل کا دعوی جیسا کہ قابض پر صحیح ہو ویسا غیر قابض پر بھی صحیح ہے کذا فی البزازیہ
ہم شارح نے دلیل سے اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعوی مین اور فعل کے دعوی مین فرق ہے فعل جیسے غصب و خرید ہو وذکر انہ یطالبہ بہ لتوقفہ علی طلبہ ولاحتمال
کونہ
او حبسہ بالثمن وبہ استغنی عن زیادۃ بغیر حق فافہم اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ مدعی اسکا مطالبہ کرتا ہو مدعا علیہ سے بسبب موقوف ہونے حق مدعی کے اسکی طلب پر
اور اسکے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونے کے احتمال سے اور شرط مطالبہ سے بغیر حق کے زیادہ کرنے کی حاجت نہی سو اسکو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا
کہ عقار اور منقول مین بغیر حق کا ذکر لازم نہین کیونکہ شرط مطالبہ غنی ہے اس سے ولو کان ما یدعیہ دیناً مکیلاً او موزوناً نقداً او غیرہ ذکر وصفہ لانہ لا یعرف
الا بہ اور جسکا مدعی دعوے کرتا ہے اگر دین ہو یا کیل ہو یا موزون نقد ہو یعنی چاندی سونا ہو یا سوا اسکے تو اسکے وصف کا ذکر کرے اسواسطے کہ کیلی یا موزون پہچانا
نہین ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہ کہ گیہون مثلاً عمدہ یا ناقص چاندی کھری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اسوقت حاجت ہے جبکہ شہر مین کئی قسم کے روپیے
یا اشرفیان رائج ہون اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہین کذا فی الحموی ولا بد فی دعوی المثلیات من ذکر
الجنس والنوع والصفۃ والقدر وسبب الوجوب فلو ادعی کر بر دیناً علیہ ولم یذکر سبباً لم تسمع اور ضرور ہے مثلیات کے دعوی مین بیان کرنے جنس اور
نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب سے تو اگر مدعا علیہ پر ایک کر گیہون کے دین ہونے کا دعوے کیا اور اسکا سبب نہ ذکر کیا تو دعوے مسموع نہو گا
ہم جنس جیسے گیہون اور نوع جیسے سرخ گیہون یا سفید اور صفت جیسے جید یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب جیسے قرض
یا ثمن یا غصب وإذا ذکرہ ففی السلم انما المطالبۃ فی مکان عینہ او رجبکہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع سلم مین اسکو مطالبہ جائز نہین گا
اسی مکان مین جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا وفی نحو قرض وغصب واستہلاک فی مکان القرض ونحوہ بحر بحثاً اور مانند قرض اور
غصب اور استہلاک مثلیات کے دعوے مین مطالبہ نہین مگر قرض کے مکان مین اور مانند اسکے یعنی غصب اور استہلاک کے مکان مین
کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویسال القاضی المدعی علیہ عن الدعوی فیقول انہ ادعی علیک کذا فما ذا تقول لبعد صحتہا
والا تصدر صحیحۃ لا یسال لعدم وجوب جوابہ اور قاضی مدعا علیہ سے دعوے کو پوچھے تو یون کہے کہ فلانے مدعی نے تجھ پر ایسا
دعوے کیا ہے سو تو کیا کہتا ہے سوال کرے بعد صحیح ہونے دعوے کے اور اگر صحیح دعوے صادر نہین ہوا تو مدعا علیہ سے سوال کرے

لیسے ہی نہ وجہ جو نہ معلوم ہو سکے جواب سکے ہم قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہو اور قول مشہور یہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اسکی طلب
مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی البحر **فان اقر فیہا وان انکر فبرہن المدعی قضی علیہ** بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوے کا اقرار کرے تو
خوب ہے یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ پر بغیر اسکے کہ مدعی درخواست کرے اور مدعی کو چاہیے طلب حق کے ہم اگر مدعا علیہ
کہے کہ میں مدعی کے دعوے کو دفع کر سکتا ہوں تو قاضی اسکو تین دن کی مہلت دے اور بعد اسکے حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبر دار کرنا
ہم تجھ پر حکم کرینگے یہ مستحب ہے لازم نہیں کذا فی الطحاوی **والا بان عجز حلفه الحاکم بعد طلبه اذ لا بد من طلبه الیمین فی جمیع الدعاوی الا عند الثانی فی**
اربع مسائل فی البزازیہ اور اگر مدعی گواہوں سے اپنا دعوے ثابت نہ کر سکے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اسواسطے کہ جمیع دعاوی
میں مطالبہ قسم کا جانب مدعی سے ضرور ہے مگر ابو یوسف رح کے نزدیک چار صورتوں میں طلب مدعی ضرور نہیں کذا فی البزازیہ ہم وہ رد فی العیب ایک یہ کہ
مشتری خدا کی قسم کھاوے کہ میں راضی نہیں ہوا عیب سے شفیع قسم کھاوے کہ میں نے شفعہ باطل نہیں کیا عورت جبکہ نفقہ طلب کرے اپنے شوہر غائب
سے تو یوں قسم کھاوے کہ زوج نے اسکو نفقہ نہیں دیا اور نہ کچھ اسکے واسطے چھوڑ گیا ہم مستحق قسم کہ اوسکو نہیں ہے کذا فی الحلبی عن البحر قال وزاد
علی التحلیف بلا طلب فی دعوی الدین علی المیت بزازی نے کہا اور ابو یوسف رح بلا طلب قسم کیا میت پر دعوی دین میں
ہم صورت تحلیف بیان یوں ہے کہ قاضی اسکو قسم دے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق میت سے نہیں پایا اور نہ کسی نے اسکی طرف سے تجکو ادا کیا اور نہ تیری طرف
کسی نے اسپر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ تو نے اسپر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اسکی کوئی چیز رہن ہے کذا فی
الحلبی عن البحر **واذا قال المدعی علیه لا اقر ولا انکر لا یستحلف بل یحبس لیقر او ینکر** درر اور جبکہ مدعی علیہ نے کہا کہ دعوی مدعی کا میں نہ اقرار کرتا
نہ انکار تو حاکم قسم نہ لے بلکہ اسکو قید رکھے تا کہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر یہ امام محمد کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اس میں قسم لینا چاہیے
وکذا لو لزم السکوت بلا آفة عند الثانی خلاصة قال فی البحر وبه افتیت لما ان الفتوی علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن السید ان
الاشبه انه انکار فیستحلف اور اسیطرح مدعا علیہ قید کیا جاوے اگر سکوت لازم پکڑے بدون کسی آفت اور مرض کے ابو یوسف رح کے نزدیک کذا فی الخلاصة
بحر الرائق میں کہا اور اسی کا میں نے فتوی دیا اسواسطے کہ متعلقات قضا میں ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہے انتہی ما فی البحر پھر صاحب بحر نے بدائع سے نقل کیا
کہ مشابہ تر بحق یہ ہے کہ عدم اقرار اور عدم انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی ہم عبارت یہ ہے کہ قول بدائع کی ضمیر مسئلہ سکوت کی طرف راجع ہے حالانکہ ایسا
نہیں بلکہ وہ مسئلہ متن کی طرف راجع ہے اور وہ صاحبین رح کے قول کی تصحیح ہے اسواسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الحلبی ملخصا **قیدنا التحلیف**
بالحاکم لانهما لو اصطلحا علی ان یحلف عند غیر قاض ویکون بریئا فهو باطل لان الیمین عند القاضی مع طلب الخصم ولا عبرة بیمین ولا نکول
عند غیر القاضی ہم نے تحلیف حاکم کی قید لگائی اسواسطے کہ دونوں اگر آپس میں اتفاق کرلیں کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہیں اور قسم کھاوے اور
بری الذمہ ہوجاوے تو وہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتھ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہیں قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس
فلو برهن علیه ای علی حقه یقبل والا یحلفه ثانیا عند قاض بزازیه **الا اذا کان حلفه الاول عنده فیکفی** درر سو اگر غیر حاکم کے پاس قسم
کھائی پھر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نہ لایا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجاوے قاضی کے پاس کذا فی البزازیہ مگر
جبکہ پہلی قسم قاضی کے پاس لے گئی تو کافی ہے پس دوبارہ قسم کی حاجت نہیں کذا فی الدرر **ونقل المصنف عن القنیة ان التحلیف حق القاضی فما لم یکن**
باستحلافه لم یعتبر اور مصنف نے اپنی شرح میں قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جبتک تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہوگی معتبر
نہوگی ہم یہ مسئلہ مغائر ہے متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ میں یہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کھانا باطل ہے اور یہاں مطلب یہ ہے کہ قاضی کے

پاس قسم کھالی مدعی کے استحلاف سے قاضی کے استحلاف سے کذا فی الحلبی وکذا لو طلب ان المدعی لو حلف فالخصم ضامن للمال وان نکل المدعی لم یضمن الخصم
لان فیہ تغییر الشرع اور اسی طرح اگر متخاصمین نے اسپر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کھاوے تو مدعا علیہ ضامن ہو مال کا اور مدعی نے قسم کھالی تو مدعا علیہ
ضامن نہو سے اسواسطے کہ اسمین بگاڑنا ہے شرع کا اور وجہ تغییر شرع یہ ہے کہ قسم مدعا علیہ پر ہے نہ مدعی پر طحطاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اسشرط پر مال
ادا کرے تو پھیر لے کیونکہ یہ شرط باطل ہے والیمین لانہ وعلی ما مع حدیث البینۃ علی المدعی اور قسم پھیری نہیں جاتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل
سے جسمیں لکھے گواہ مدعی پر ہے یہ پوری حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی مین بروایت ابن عباس یون ہے البینۃ علی المدعی
والیمین علی من انکر کذا فی التیسیر یعنی گواہی مدعی پر ہے اور قسم اسپر ہے جو انکار کرتا ہے طحطاوی نے کہا وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے متخاصمین مین قسمت فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہے اسواسطے کہ لام تعریف
استغراق پر محمول ہوتا ہے اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہے جبکہ وہان عہد و نہو تو مطلب یہ ہوا کہ تمام ایمان منکرین پر ہین تو اگر مدعی پر بھی یمین ہو تو
اس نص کی مخالفت لازم آوے وحدیث الشاہد والیمین ضعیف بل ردہ ابن معین بل انکرہ الراوی یعنی اور حدیث شاہد اور یمین کی ضعیف ہے
بلکہ اسکو یحییٰ بن معین نے رد کیا ہے بلکہ اس حدیث کے راوی نے اسکا انکار کیا ہے کذا فی العینی اور مسلم اور ابو داؤد مین ابن عباس سے روایت ہے
قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمین وشاہد کذا فی التیسیر یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شاہد پر
کفایت کی طحطاوی نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا سہیل بن ابی صالح ہے اور سہیل اپنی روایت کا منکر ہے تو حدیث ذکور حجت باقی نہیں رہی اور
منکر ہونے سے اسکے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارض کیونکر ہوسکیگی انتہی ویمین المدعی علی دعواہ وطلب من القاضی ان یحلف
المدعی انہ محق فی الدعوے وعلی ان الشہود صادقون ومحقون فی الشہادۃ لا یجیبہ القاضی الی طلبہ لان الخصم لا یحلف مرتین فکیف
الشاہد لان لفظ اشہد عندنا یمین فلا یکرر الیمین لانا امرنا باکرام الشہود وکذا لو علم الشاہد ان القاضی یحلفہ یقبل بالنسخ لہ الامتناع عن
اداء الشہادۃ لانہ لا یلزمہ نیز اگر گواہ لایا مدعی اپنے دعوے پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم طلب کرے کہ اس دعوے
مین حق پر ہے یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کھاوین کہ وہ سچے ہین یا اس گواہی مین وہ حق پر ہین تو قاضی اسکی خواہش کو نہ مانے اسواسطے کہ مدعا علیہ
متخاصم سے دو بار قسم نہیں لیجاتی تو شاہد سے دو بار کیونکر قسم لیجائیگی اسواسطے کہ اشہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہے اور دو بار قسم نہیں لیجاتی اسواسطے کہ
ہم تعظیم اور تکریم شہود کے مامور ہین اور اسیواسطے اگر شاہد جانے کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور منسوخ پر عمل کریگا تو اسکو ادائے شہادت سے باز رہنا جائز ہے
اسواسطے کہ ایسا حکم سکو ادائے شہادت لازم نہین کذا فی البزازیہ ہم اب ہندوستان مین زمانے کی کچہریون مین شاہدون پر حلف معمول ہے تو اگر شاہد بلا حلف
ادائے شہادت مین پہلو تہی کرین تو بموجب اس روایت کے عند اللہ گنہگار نہونگے واللہ اعلم وبینۃ الخارج فی الملک المطلق وہو الذی لم یذکر لہ
سبب احق من بینۃ ذی الید لانہ المدعی والبینۃ لہ بالحدیث اور گواہ شخص خارج غیر قابض کے ملک مطلق مین اولی بالقبول ہین قابض کے
گواہون سے اسواسطے کہ وہ خارج مدعی ہے اور گواہ اسی کے واسطے ہین موافق حدیث کے ملک مطلق وہ جسکا سبب مذکور نہو مانند خرید یا میراث ہم صورت اسکی یہ ہے
شخص غیر قابض نے ایک گھر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوے کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونون گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونون
ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول نہونگے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کے واسطے حکم ہوگا اور ظہیریہ مین
ہے کہ اگر خارج نے ملک مؤرخ کا دعوے کیا اور قابض نے ملک مقید بمورخ کا دعوے کیا اور تاریخ قابض مقدم ہے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی
ملخصا بخلاف المقید بسبب کنتاج ونکاح فالبینۃ لذی الید اجماعا کما یجئ بخلاف دعوے اس ملک کے جو مقید بسبب ہو جیسا کہ نتاج اور نکاح تو

قابض کے گواہ اوسکے بالقبول ہیں بالاجماع چنانچہ آگے آویگا اور صورت نتاج یہ ہو کہ ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ گھوڑی میرے پاس جنی تو قابض کے گواہ
مقدم ہیں اسواسطے کہ دونون کے گواہ ثبت ملک میں اور قابض کے ساتھ ترجیح ہو قبض کی اور نکاح کی صورت یہ ہو کہ دونون نے گواہ اسپر قائم کیے کہ اسنے
نکاح کیا اس عورت سے تو قابض کے گواہ اوسکے بالقبول ہیں تو ملک سے مراد وہ ہو جو ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہو وقضی القاضی علیہ بنکولہ مرۃ
لو نکولہ فی مجلس القاضی حقیقۃ بقولہ لا احلف او حکما کان سکت وعلم انہ من غیر آفۃ کخرس وطرش فی الاصح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضا
احوط او حکم کرے قاضی مدعا علیہ پر ایکبار کے نہ قسم کھانے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس میں ہو فی الحقیقۃ مدعا علیہ کے یون کہنے سے کہ میں نہیں
قسم کھاتا یا انکار قسم حکما ہو چنانچہ وہ چپ ہو رہا بعد مخاطبت اور یہ معلوم ہوا کہ سکوت اسکا آفت سے نہیں مانند گونگے اور بہرے ہونے کے قول صحیح میں کذا فی
السراج اور قسم کے واسطے تین بار کہنا پھر حکم دینا قریب تر باحتیاط ہو نہ یہ مستحب ہو نہ واجب وہل یشترط القضاء علی فور النکول خلاف ودرر
ترجیحا قالہ المصنف قلت قد منا انہ یفترض القضاء فورا الا فی ثلث اور کیا شرط ہو حکم دینا انکار قسم کے بعد فورا اسمین خلاف ہو علما کا کذا فی الدرر
اور اس خلاف میں میں نے کسی قول کی ترجیح نہیں دیکھی یہ کہا ہو مصنف نے اپنی شرح میں میں کہتا ہون ہم پہلے مذکور کرچکے کہ حکم دینا فورا فرض ہو
مگر تین صورتون میں ہم پہلی صورت یہ ہو کہ قاضی کو شک پڑے طرق قضا میں چنانچہ گواہون میں ۲ یہ کہ مدعی مہلت مانگے ۳ یہ کہ امید صلح ہو اقارب میں
کذا فی الطحاوی فقضی علیہ بالنکول ثم اراد ان یحلف لا یلتفت الیہ والقضاء علی حالہ ماض درر فبلغت طرق القضاء ثلاثا قاضی نے حکم کیا
مدعا علیہ پر انکار قسم سے پھر مدعا علیہ نے قسم کھانے کا ارادہ کیا تو اسکی طرف التفات نکیا جائیگا اور حکم بحال خود جاری اور ثابت ہو کذا فی الدرر تو طریقے
قضا کے تین ہوگئے یعنے برہان اور یمین اور نکول وعدہا فی الاشباہ سبعا بینۃ واقرار ویمین ونکول عنہ وقسامۃ وعلم قاض علی المرجوح والسابع
قرینۃ قاطعۃ کان ظہر من دار خالیۃ انسان خائف بسکین متلوث بدم فدخلوھا فورا فرأوا مذبوحا لحینہ اخذ بہ اذ لا یمتری احد انہ قاتلہ اور اشباہ
مین طرق قضا سات شمار کیے ہین گواہ اور اقرار اور قسم اور انکار اور قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بقول ضعیف اور ساتوان یقینی قرینہ
چنانچہ خالی گھر سے ایک آدمی خوفناک خون سے لتھری چھری لیے نکلا پھر اس گھر مین فورا لوگ داخل ہوے تو اسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکھا
تو شخص خارج خائف اسکے خون مین ماخوذ ہوگا اسواسطے کہ اسکے قاتل ہونے مین کوئی شک اور تردد نہین کرتا ہم اسمین گفتگو ہو اسواسطے کہ
اقرار کو قضا کہنا مجاز ہو کیونکہ اقرار خود حجت ملزمہ ہو بلا حاجت قضا اور قسامہ یمین مین داخل ہو اور علم قاضی قول ضعیف ہو اور قرینہ قاطعہ کو
تو فقط ابن غرس نے مذکور کیا ہو تو معلوم ہوا کہ طرق قضا تین ہی ہین فتامل کذا فی الطحطاوی شک فیما یدعی علیہ ینبغی ان یرضی
خصمہ ولا یحلف تحرزا عن الوقوع فی الحرام مدعی کو شک پڑا اسمین جسکا اسنے دعوے کیا مدعا علیہ پر تو لائق یہ ہو یعنے واجب ہو کہ اپنے
مخاصم کو راضی کرے اور قسم نہ لے تاکہ امر حرام مین واقع ہونے سے بچے وان ابی خصمہ الا حلفہ ان اکبر رایہ ان المدعی مبطل
حلف والا فان غلب علی ظنہ انہ محق لا یحلف بزازیہ اور اگر اسکا مخاصم نمانے سوا سے قسم کے اگر اسکا ظن غالب یہ ہو کہ مدعی باطل پر
ہو تو مدعا علیہ قسم کھالے اور اگر ایسا نہو اس طرح کہ اسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہو تو قسم نہ کھائے کذا فی البزازیہ ہم یہ مسئلہ مناسب ہو
مسئلہ شک کے خلاصہ یہ ہو کہ مدعی کو اگر اپنے دعوے کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اور اگر شک ہو تو قسم نہ لے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان
مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کھالے اور نہین تو قسم نہ کھائے وتقبل البینۃ لو اقامہا المدعی وان قال قبل الیمین لا بینۃ لی ہ
خلافا لما فی شرح المجمع عن المحیط اور گواہ مقبول ہونگے اگر مدعی نے انکو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہچکا ہو کہ میرے گواہ نہین کذا فی
السراج برخلاف اس قول کے کہ جو شرح مجمع میں ہو محیط سے ہم شرح مجمع مین محیط سے منقول ہو کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین

اس دعوے پر پھر وہ گواہ لایا تو امام رح کے نزدیک مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ خود اپنے گواہوں کی تکذیب کر چکا اور صاحبین کے نزدیک مقبول ہیں انتقال
سے کہ اسکے گواہ ہونگے پر وہ قبول کیا انتہی اسمین خلاف تو مذکور ہے لیکن قسم کا اسمین تعرض نہیں مگر شرح مجمع کے حاشیہ میں صراحۃ ہے قول محمد رح کی
ترجیح مذکور ہے کذا فی الطحاوی لعدم تمکین المدعی علیہ کما تقبل البینۃ بعد القضاء بالنکول خانیہ گواہ مقبول ہیں مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ
مقبول ہیں بعد قضا بالنکول کذا فی الخانیہ عند العامۃ وہو الصحیح لقول شریح الیمین الفاجرۃ احق ان ترد من البینۃ العادلۃ ولان الیمین
کالخلف عن البینۃ فاذا جاء الاصل انتہی حکم الخلف کانہ لم یوجد اصلا پھر گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہیں اور یہی قول صحیح ہے بدلیل
قول شریح کہ جھوٹی قسم رد و دفع کرنے کے لائق تر ہے عادل گواہوں سے اور اسواسطے کہ قسم گواہوں کے خلیفہ کے مانند ہے تو جب اصل کا حکم آیا
خلیفہ کا حکم ہو چکا گویا کچھ نہ تھا کذا فی البحر ولیظہر کذبہ باقامتہا ای البینۃ لو ادعاہ ای المال بلا سبب فحلف المدعی علیہ ثم اقامہا
حتی یحنث فی یمینہ وعلیہ الفتوی ملاقی الخانیۃ خلافا لاطلاق الدرر اور ظاہر ہو جاتا ہے کذب مدعا علیہ کا گواہوں کے قائم کرنے سے اگر مدعی
نے مال کا دعوے بلا اظہار سبب کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اسی قول پر
فتوے ہے کذا فی کتاب الطلاق من الخانیہ برخلاف اطلاق درر کے جو کہا واسطے ہے کہ اسکا کذب ظاہر ہوگا تو وہ حانث بقسم ہوتا
شاید نہ ہوگا انتہی تو صاحب درر کا کلام عام ہے خواہ دعوے سبب کے ساتھ ہو یا بلا سبب ہو وان ادعاہ بسبب فحلف انہ لا دین علیہ
ثم اقامہا المدعی علی السبب لا یظہر کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الابراء او الایفاء وعلیہ الفتوی فصولین وسراج وشمنی وغیرہم اور اگر
مدعی نے سبب ظاہر کر کے دعوے کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اسپر دین نہیں ہے پھر مدعی نے سبب مثلاً قرض وغیرہ پر گواہ قائم کیے تو
مدعا علیہ کا کذب ظاہر نہوگا اسواسطے کہ جائز ہے کہ اول قرض پایا گیا پھر ابرا از قرض یا ادا سے قرض پایا گیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی
الفصولین والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ہو او ہی ورجعۃ جحدہا ہو او ہی بعد عدۃ وفی ایلاء انکرہ احدہما بعد المدۃ
واستیلاد تدعیہ الامۃ ولا یتاتی عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجہول انہ قنہ او ابنہ وبالعکس وولاء عتاقۃ او موالاۃ ادعاہ
الاعلی او الاسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہیں نکاح میں خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہیں رجعت میں خواہ مرد منکر ہو
رجعت کا یا عورت بعد عدت کے اور ایلا میں جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے اور نہ استیلاد میں جسکا دعوے لونڈی کرتی ہو
اور اسکا بالعکس یعنی ادعا سے استیلاد مولے قابل نہیں ہو سکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے ہو چکنے کے اقرار سے اور رقیت اور نسب میں بھی
قسم نہیں اس طرح کہ دعوے کیا شخص مجہول پر کہ وہ اسکا غلام ہے یا بیٹا یا اسکے بالعکس یعنی مجہول الحال اپنے پر دعوے کرے کہ وہ مولے ہے یا بیٹا
اور وہ منکر ہو اور ولا سے عتاقت یا ولاء موالات میں بھی قسم نہیں ولا کا دعوے کیا شخص اعلی نے یا اسفل نے یعنی معروف نے مجہول پر دعوی کیا یا مجہول
نے معروف پر اور حد اور لعان میں بھی قسم نہیں ہے ان اشیاء سبعہ میں امام رح کے نزدیک تحلیف نہیں خلافا لہما اور رجعت میں بعد عدت کے
قید لگائی کہ قبل عدت رجعت ثابت ہو جائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اسکی تکذیب کرے اور ایلا میں بعد مدت کے قید اسواسطے لگائی کہ ایلا کی
مدت میں ایلا ثابت ہوگا زوج کے دعوے سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا میں تو وہ [illegible] خلاف ہے والفتوی علی انہ یحلف المنکر
فی الاشیاء السبعۃ ومن عدہا ستۃ الحق امومیۃ الولد بالنسب او الرق والاصل ان المفتی بہ تحلیفہ فی الکل الا فی الحدود اور فتوی اسپر ہے کہ
قسم دیجائیگی منکر سے اشیاء سبعہ مذکورہ میں اور جسنے انکو چھ شمار کیا ہے استیلاد ام ولد ہونے کو نسب میں ملا لیا ہے یا رق میں قاعدہ یہ ہے کہ قول مفتی بہ
تحلیف ہے کل امور مذکورہ میں سوا اسکے حدود کے ومنہا حد قذف ولعان فلا یمین اجماعا الا اذا تضمن حقا بان علق عتق عبدہ بزنی فقال العبد

تحلیفه فان نکل ثبت العتق لا الزنی اور یہاں جاری ہو حد یعنی حد قذف اور لعان کی حد ہو تو استحلاف یعنی قسم نہیں باجماع امام اور صاحبین کے مگر جبکہ مدعا علیہ
کی تضمین ہو اس طرح پر کہ موسیٰ نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی ہو تو غلام کو قسم لینا موسیٰ کا درصورت انکار جائز ہے سو اگر موسیٰ
قسم نہ کھاوے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا ہم غلام یوں کہے کہ مولیٰ نے وہ فعل کیا جس پر میری آزادی معلق کی تھی اور یہ نہ کہے کہ آپ نے زناکاری کی
تا اپنے مولیٰ کا قاذف نہ ٹھہرے کذا فی الطحاوی وکذا یستحلف السارق لاجل المال فان نکل ضمن ولم یقطع وان اقر بها قطع اور یہی قسم لیا
سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم نہ کھاوے تو تاوان دے مال کا اور اسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جاویگا
وقالوا یستحلف فی التعزیر کما بسطه فی الدرر اور علما نے کہا ہے قسم لیجاویگی تعزیر میں چنانچہ اسکو درر میں بشرح بیان کیا ہے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ تعزیر
حق العبد ہے واسطے اسکے ساقط ہو سکتا ہے معاف کر دینے سے کذا فی الدرر و فی الفصول ادعی نکاحها فحیلة دفع یمینها ان تتزوج فلا تحلف
اور فصول میں ہے کہ مرد نے عورت سے نکاح کا دعوے کیا تو عورت کے دفع یمین کا حیلہ یہ ہے کہ وہ نکاح کرلے تو اس سے قسم نہ لیجاویگی وفی الخانیة
لا استحلاف فی احد و ثلاثین مسئلة اور خانیہ میں ہے کہ قسم لینا اکتیس مسئلوں میں نہیں ہے ہم یہ مسائل کتاب الوقف کے آخیر میں مفصل مذکور ہو چکے
النیابة تجری فی الاستحلاف لا الحلف وفرع علی الاول بقوله فالوکیل والوصی والمتولی واب الصغیر یملک الاستحلاف فله طلب یمین خصمه
نیابت جاری ہوتی ہے قسم لینے میں نہ قسم کھانے میں اور مصنف نے تفریع کی اول یعنی جواز استحلاف پر اپنے اس قول سے تو وکیل اور وصی اور متولی وقف
اور طفل صغیر کا باپ مالک ہے قسم لینے کا تو اسکو مطالبہ اپنے مخاصم کی یمین کا جائز ہے ہم اسکا مخاصم کہنا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت میں تو وہ مخاصم ہے
اصیل کا یعنی وکیل موکل کے مدعا علیہ اور وصی یتیم کے اور متولی واقف کے اور باپ اپنے طفل صغیر کے مدعا علیہ سے قسم لے ولا یحلف احد منهم الا اذا
ادعی علیه العقد او صح اقراره علی الاصیل فیستحلف حینئذ کالوکیل بالبیع فان اقراره صحیح علی الموکل فکذا نکوله اور وکیل اور وصی اور متولی اور
صغیر کے باپ سے قسم نہ لیجاویگی مگر جبکہ اسپر عقد کا دعوے کیا جاوے یا اسکا اقرار صحیح ہو اصیل پر تو اب اسوقت قسم لیجاویگی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اسکا
اقرار صحیح ہے اپنے موکل پر تو اسی طرح اسکا قسم نہ کھانا بھی صحیح ہے و فی الخلاصة کل موضع لو اقر لزمه فاذا انکره یستحلف الا فی ثلثة ذکرها والصواب فی اربع
وثلثین لما مر عن الخانیة وزاد ستة اخری فی البحر وزاد اربعة عشر فی تنویر البصائر حاشیة الاشباه والنظائر لابن المصنف ولولا خشیة التطویل
لسردتها کلها اور خلاصہ میں ہے کہ جس مواضع میں کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اسکو اقرار لازم آوے پھر جب اسکا منکر ہو تو اس سے قسم لیجاویگی سوا
تین صورتوں کے جسکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہے اور ٹھیک بات تو یہ ہے کہ چونتیس صورتوں میں حلف نہیں چنانچہ خانیہ سے مذکور ہو چکا
یعنی اکتیس صورتیں خانیہ کی اور تین صورتیں خلاصہ کی مل کر چونتیس ہوئیں اور چھ صورتیں اور بحر الرائق میں زیادہ کی ہیں اور چودہ صورتیں
تنویر البصائر ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ اور نظائر میں زیادہ کی ہیں اور اگر تطویل کا خوف نہوتا تو میں ان سب صورتوں کو مفصل بیان کرتا ہم
تو سب چون صورتیں ہوئیں جنمیں منکرین پر قسم نہیں اور ان سب کو شارح کتاب الوقف میں مذکور کر چکا ہے اب یہاں مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے
اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہے نہ ابن مصنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا تو زواہر الجواہر نام ہے چنانچہ شارح بارہا ذکر کر چکا ہم
تو یہ غلط افلاط کاتب سے ہے والله اعلم التحلیف علی فعل نفسه یکون علی البتات ای القطع بانه لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر قطع
ہوا کرتا ہے یعنی یقین ہو اس طرح کہ دعوے مدعی کا ایسا نہیں ہم منکر اپنے ذاتی فعل پر یقینی قسم کھاوے چنانچہ مدعی نے دعوے کیا کہ زید نے
میری حویلی ناحق چھین لی اور اسکے گواہ نہیں تو زید یوں قسم کھاوے کہ والله میں نے اسکی حویلی نہیں چھینی اسواسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلا
بالیقین جانتا ہے والتحلیف علی فعل غیره یکون علی العلم ای انه لا یعلم انه کذلک لعدم علمه بما فعل غیره ظاهرا اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہے

علم پر یعنے نفی علم پر یعنے یون قسم کھاے کہ وہ نہین جانتا ہے کہ دوسرے مدعی کا ایسا ہے غیر کے فعل پر نفی علم کی اسواسطے قسم ہوئی کہ اسکو
ظاہرا علم حاصل نہین کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا اللھم الا اذا کان فعل الغیر شیأ یتصل بہ ای بالحالف وفرع علیہ بقولہ فان ادعی مشتری
العبد سرقۃ العبد او اباقہ وثبت ذلک یحلف البائع علی البتات مع انہ فعل الغیر وانما صح باعتبار
وجوب تسلیمہ سلیما فرجع الی فعل نفسہ فحلف علی البتات لانہا اکد ولذا یعتبر مطلقا در عن الزیلعی غیر کے فعل مین نفی علم پر قسم ہے
البتہ اگر ایسا ہو جبکہ غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالف سے متصل اور متعلق ہو اور مصنف نے اسپر تفریع کی اپنے اس قول سے تو اگر غلام کے
مشتری نے غلام کی چوری یا بھاگنے کا دعوے کیا اور ثابت ہوگیا تو بائع یقین پر قسم کھاے باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہے اور قطع
اور یقین پر اس اعتبار سے صحیح ہوا کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہے تو غیر کا فعل اسکے ذاتی فعل کی طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کھائی اسلیے کہ
علی القطع موکد ہے نفی علم کی قسم سے ولہذا وہ معتبر ہے مطلقا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اسکے عکس کے یعنی یمین علم کا اپنے فعل پر
کافی نہین کذا فی الدر عن الزیلعی ثم ہذا الحق مین ہے کہ جس مقام مین کہ یمین علی العلم واجب ہو وہاں اگر اسنے یقین پر قسم کھائی تو کافی ہے اور اسکی یمین ساقط
ہوگئی اور بالعکس اسکے نہین ہے یعنی جہاں حلف علی البتات ہے حلف علی العلم کافی نہین اور حلف اسپر واجب نہین اسکے نکول سے قاضی حکم دیگا انتہی فتح
وجمع عنہ ہذا اذا قال المنکر لا علم لی بذلک ولو ادعی العلم حلف علی البتات کمودع ادعی قبض ربہا اور شرح مجمع مین زیلعی سے منقول ہے یعنے
یمین علی العلم اسوقت ہے جبکہ منکر کہے کہ مجھکو اس دعوے کا علم نہین ہے اور اگر اسکی درستی کا دعوے کرے تب تو یقین پر قسم کھاے چنانچہ امانتدار
نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوے کیا ہم یعنے قبض صاحب ودیعت ہر چند فعل غیر ہے لیکن جبکہ مدعی نے اسکے علم کا دعوی کیا تو اسپر یمین
علی القطع لازم ہوگی وفرع علی قولہ وفعل غیرہ علی العلم بقولہ ولو ادعی بکر سبق الشراء له علی شراء زید ولا بینۃ یحلف خصمہ وہو بکر علی العلم
ای انہ لا یعلم انہ اشتراہ قبلہ کما مر اور مصنف نے اپنے اس قول پر وفعل غیرہ علی العلم تفریع کی اس قول سے اور جبکہ بکر نے دعوے کیا کہ اسنے بیشتر خرید
کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہین تو اسکا مخاصم یعنے بکر قسم کھاے علم پر یعنے وہ یون قسم کھاے کہ وہ نہین جانتا کہ مدعی نے اسکو خرید کیا قبل
اسکے بدلیل گذشتہ یعنے غیر کے فعل مین علم پر قسم ہوتی ہے ہم اور لکھنا تھا کہ شارح بجاے وہو بکر کے وہو زید کہتا اسواسطے کہ وہ خصم کی تفسیر ہے کذا
فی الطحطاوی کذا اذا ادعی دینا او عینا علی وارث اذا علم القاضی کونہ میراثا او اقر بہ المدعی او برہن الخصم علیہ فیحلف علی العلم
اسی طرح جبکہ دعوے کیا دین کا یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اسکی میراث ہونے کو جانتا ہو یا مدعی نے اسکی میراث ہونے کا اقرار کیا ہو یا خصم
یعنے مدعا علیہ اسکی میراث ہونے پر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کھاے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مدعی کہے کہ یہ غلام جسکا تو وارث ہوا ہے فلانے مورث
سے وہ میرا مملوک ہے اور تیرے پاس ناحق ہے اور مدعی کے گواہ نہین تو وارث قسم کھاے کہ مین نہین جانتا کہ وہ تیرا مملوک ہے علم قاضی اسلیے شرط ہوا
کہ اگر قاضی کو میراث کا علم نہو گا تو یقین پر قسم لیگا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر مین مذکور ہو چکی اور برہان خصم کی اسطرح صورت ممکن ہے
کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعوے کیا کہ یہ چیز اسکی ہے اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہوا اور اسکی یمین علی القطع کا طالب ہوا سو مدعا علیہ
نے کہا کہ وہ میراث ہوا اور اسنے یمین علی العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اسکا انکار کیا تو وارث نے گواہ قائم کیے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کھاے گا
خلاصہ یہ ہے کہ دعوے عین مین تحلیف وارث علی العلم کی یہ شرط ہے کہ ان ثلثہ مین سے ایک امر ہو کذا فی الطحطاوی ولو ادعاہا ای الدین او العین
الوارث علی غیرہ یحلف المدعی علیہ علی البتات کموہوب وشراء اور اگر دعوے کیا دونون کا یعنے دین اور عین کا وارث نے غیر پر
تو مدعا علیہ یقین پر قسم کھاے کہ اسمین وارث کا حق نہین چنانچہ موہوب اور خرید کذا فی الدر ہم ہبہ اور خرید کی صورت یہ ہے کہ اگر ایک مرد

دوسرے کو غلام ہبہ کیا اور اُسنے اُسپر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خرید کیا پھر ایک مرد آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ وہ اُسکا غلام ہے اور اُسکے پاس
گواہ نہین تو مدعا علیہ یقین پر قسم کہائے نہ علم پر جیسا اوپر بیان ہوا کہ امین کا دعوی اوپر کہا لانہ یحلف و یحلف جاحد القود اجماعا اور قسم کہلائے قصاص کا
منکر باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے هم خانیہ مین ہے کہ قتل کی تحلیف کی کیفیت مین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ قاتل پر قسم کہائے کہ واللہ
مجہپر فلانے کا خون نہین اور نہ میرے اوپر کوئی حق ہے اُس خون کا جسکا وہ مدعی ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ سبب پر قسم کہائے یعنی یون کہے واللہ فلان
بن فلان کو عمداً قتل نہین کیا اور سوائے قتل کے قطع اور جراحات مین حاصل پر قسم کہائے یعنی سبب پر انتہی فان نکل فان کان فی النفس حبس
حتی یقر او یحلف سو اگر منکر قصاص قسم نہ کہائے تو اگر قتل نفس مین دعوی ہو تو قید کیا جاوے یہان تک کہ اقرار کرے یا قسم کہائے و فیما دونہ یقتص لان
الاطراف خلقت وقایۃ للنفس کالمال فیجری فیہا البذل خلافا لہما اور قتل نفس کے سوا یعنی قطع اور جراحات مین درصورت نکول قصاص لیا جاوے اسواسطے
کہ اطراف آدمی کے یعنی مثلاً ہاتھ پانون حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوئے مین مال کے مانند تو اُسمین ابتذال جاری ہے برخلاف صاحبین رح کے هم
ایک نسخہ مین بذل ہے بجائے ابتذال کے اور بذل اوضح ہے ابتذال سے صاحبین نے کہا ما دون النفس مین نکول سے قصاص لازم نہین اسواسطے کہ نکول وہ
اقرار ہے جسمین شبہہ ہے تو قصاص اس سے ثابت نہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فی البحر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب یمین خصمہ
لم یحلف خلافا لہما مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین شہر مین اور اُسنے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہی تو وہ قسم نہ کہائے برخلاف صاحبین رح کے امام کی
دلیل یہ ہے کہ ثبوت حق قسم مین مرتب ہے عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکان برہان کیونکر قسم لیجاوے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یمین مدعی کا
حق ہو تو جب اُسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقا ولو غائبۃ عن المصر حلف اتفاقا ابن ملک قدر فی المجتبی الغیبۃ
بمدۃ السفر اور اگر گواہ مجلس حکم مین حاضر ہون تو قسم نہ کہائے بالاتفاق اور اگر غائب ہون شہر سے تو قسم کہائے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک اور
مجتبی مین غائب ہونے کو مدت سفر کے ساتھ معین کیا ہے یعنی اگر تین منزل پر گواہ دور ہون تو مدعا علیہ پر قسم ہے گواہون کا فقط شہر مین حاضر نہین
ویاخذ القاضی فی مسالۃ المتن فیما لا یسقط بالشبہۃ کفیلا ثقۃ یومن ہروبہ بنفسہ من خصمہ ولو وجیہا والمال حقیرا فی ظاہر المذہب یعنی بنفسہ
ثلثۃ ایام فی الصحیح مسالہ متن یعنی جبکہ مدعی کہے کہ میرے گواہ شہر مین حاضر ہین اس دعوے مین جو شبہہ سے ساقط نہین ہوتا یعنی غیر حدود مین قاضی معتمد
ضامن لے کہ اُسکے بہاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کذا فی البحر تو اُسکو یاد رکہنا چاہیئے تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن تین دن کا قول صحیح مین اگرچہ
مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ہو ظاہر مذہب مین کذا فی العینی و عن الثانی الی مجلسہ الثانی وصحح اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ قاضی کی
مجلس ثانی تک حاضر ضامن لے اور یہ قول بھی صحیح ہے فان امتنع من اعطاء ذلک الکفیل لازمہ بنفسہ او امینہ مقدار مدۃ التکفیل لئلا یغیب
سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اُسکا اُسکے ساتھ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنی تین دن یا مجلس ثانی تک تاکہ
مدعا علیہ غائب نہو جاوے الا ان یکون الخصم غریبا ای مسافرا فیلازمہ او یکفل الی انتہاء مجلس القاضی دفعا للضرر حتی لو علم وقت
سفرہ یکفل الیہ و ینظر فی زیہ او یخبر رفقاءہ لو انکر المدعی بزازیہ مگر یہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی مسافر ہو تو مدعی اُسکے ساتھ پہرے یا حاضر ضامن لے
تا انتہائے مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہان تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم ہو تو اسوقت تک ضامنی لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس
دیکہے کہ مقیمانہ ہے یا مسافرانہ یا اُسکے سفر کے رفیقون سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اُسکی مسافری کا منکر ہو کذا فی البزازیہ هم شارح نے
غریب کی تفسیر مسافر سے اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ مقیم مرید سفر کا بھی حکم غریب کے مانند ہے قال لا بینۃ لی وطلب یمینہ فحلفہ القاضی ثم برہنا
علی دعواہ بعد الیمین قبل ذلک البرہان عند الامام صفحہ مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور مدعا علیہ سے قسم چاہی سو قاضی نے

اس سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا اپنے دعوے پر قسم کے بعد تو یہ برہان مدعی کی جانب سے امام رح کے نزدیک مقبول ہوگی وکذا لو قال المدعی کل بینة
اتی بہا فہی شہود زور او قال اذا حلفت فانت بری من المال فحلف ثم برہن سمعا لکن قبل خانیہ وجزم فی السراج کما مر اور اسیطرح اگر مدعی نے
کہا کہ جو گواہ میں لاؤنگا تو وہ کاذب گواہ ہیں یا بولا کہ جب تو قسم کھالے تو تو بری الذمہ ہے مال سے پھر اسنے قسم کھائی پھر مدعی گواہ لایا اپنے
حق پر تو مقبول ہے کذا فی الخانیہ اور اسی پر یقین کیا ہے سراج میں چنانچہ مذکور ہو چکا لا تقبل البینة ولو اقامہا بعد یمینہ کی شرح میں وقیل لا یقبل
قالہ محمد کما فی البحر وحکمہ ابن ملک اور قول ضعیف یہ ہے کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہیں قائل اس قول کے محمد بن حسن ہیں چنانچہ
بحر میں ہے اور اسکا بالعکس کہا ہے ابن ملک نے یعنی قبول کو محمد رح کی طرف نسبت کیا ہے اور عدم قبول کو امام رح کی طرف وکذا الخلاف لو قال
لا دفع لی ثم اتی بدفع او قال الشاہد لا شہادة لی ثم شہد والاصح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر واقرہ المصنف اور اسیطرح اختلاف
ہے اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفع دعوے کی وجہ نہیں پھر وہ دفع دعوے کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میری گواہی نہیں پھر اسنے
گواہی دی اور قول صحیح تر یہ ہے کہ مقبول ہو بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے سے کذا فی الدرر اور مصنف نے اسکو اپنی
شرح میں ثابت رکھا ہے ادعی المدیون الایصال فانکر المدعی ذلک ولا بینة لہ وطلب یمینہ فقال
المدعی اجعل حقی فی الختم ثم استحلفنی لہ ذلک قنیہ مدیون نے ایصال دین کا دعوے کیا سو مدعی اسکا منکر ہوا
اور مدیون کے پاس گواہ نہیں اسکے مدعا پر سو مدیون نے اسکی قسم کی درخواست کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم میں کر لینے حاضر کر پھر
مجھ سے قسم لے تو اسکو یہ اختیار ہے کذا فی القنیہ ثم طحطاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد واللہ اعلم نقد ہے اسواسطے کہ قاموس میں ہے
کہ ختم پر زر مہر شدہ کو کہتے ہیں اور مقصود احضار حق ہے انتہی اور ممکن ہے کہ اجعل حقی کا یہ مطلب ہو کہ میرا حق تھیلی میں بند مہر
کرکے حاضر کر پھر قسم لے واللہ اعلم والیمین باللہ تعالیٰ لیس بحث من کان والفاجر باللہ تعالیٰ اولیس ہو قول واللہ خزانہ
وظاہرہ انہ لو حلفہ بغیرہ لم یکن یمینا ولم ارہ صریحا ہے اور قسم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے جل وعلی بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کھانے والا ہو تو
چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا نہ قسم کھائے اور یمین باللہ یہ قول ہے واللہ کذا فی الخزانہ اور ظاہر اس کلام کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر بغیر اسم
پاک کے قسم کھائے تو یمین نہوگی اور میں نے اسکو صریحا نہیں دیکھا کذا فی البحر لا بطلاق وعتاق وان الح الخصم وعلیہ الفتوی تاتارخانیہ لان التحلیف
بہما حرام خانیہ قسم نہیں طلاق و عتاق سے اگرچہ مدعی اسپر الحاح کرے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ طلاق و عتاق کی
قسم دینا حرام ہے کذا فی الخانیہ وقیل ان مست الضرورة فوض الی القاضی اتباعا للبعض اور بعضوں کا قول ضعیف یہ ہے کہ اگر طلاق و عتاق کی قسم
کی ضرورت آلگے تو یہ قسم قاضی کے اختیار میں ہے باتباع بعض فقہا فلو حلفہ القاضی بہ فنکل فقضی علیہ بالمال لم ینفذ قضاءہ علی قول الاکثر کذا فی خزانة
المفتین وظاہرہ انہ مفرع علی قول الاکثر اما علی القول بالتحلیف بہما فیعتبر نکولہ ویقضی بہ والا فلا فائدة بحر واعتمدہ المصنف سو اگر قاضی نے اسکو طلاق
یا عتاق کی قسم دی پھر اسنے قسم نہ کھائی تو اسپر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہوگا اکثر علما کے قول پر کذا فی خزانة المفتین اور ظاہر اسکا کلام متفرع ہے اکثر کے
قول پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ثم علامہ مقدسی نے کہا کہ اسمیں فائدہ تحلیف
یہ ہے تا خاطر مدعی مطمئن ہو جاوے جبکہ مدعی پر دعوی مشتبہ ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پھر جب مدعا علیہ طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تو مدعی اسکی تصدیق
کریگا تو تحلیف بطلاق و عتاق باوجود عدم قضا بنکول کے فائدہ نہوگی وقلت ولو حلف بالطلاق انہ لا مال علیہ ثم برہن المدعی علی المال ان شہدوا علی السبب
کالاقراض لا یفرق وان شہدوا علی قیام الدین یفرق لان السبب لا یلزم قیام الدین میں کہتا ہوں اور اگر طلاق کی قسم کھائی کہ اسپر نہیں پھر مدعی اور لایا اگر

اگر شاہدون نے سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقراض پر تو فرق نہ کیا جائیگا اور اگر قیام دین پر گواہی دی تو فرق کیا جائیگا اسواسطے کہ سبب تازم
نہین قیام دین کا ھم اسواسطے کہ شاید مدیون دین کو ادا کر چکا ہو یا مدعی نے اسکو معاف کر دیا ہو یا ہبہ کر دیا ہو اور یہی تفصیل منفتی بہ ہے کما فی
الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ للعلامۃ عبد البر وقال محمد فی الشہادۃ علی قیام المال لا یحنث لاحتمال صدقہ خلافا لابی یوسف کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی وقدم
تقدم اور محمد رح نے کہا کہ قیام مال کی گواہی مین حانث نہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف رح کے کہ انکے نزدیک حانث ہوگا چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ
مین ہے اور الغنیۃ مسئلہ مقدم مذکور ہو چکا وتغلیظ بذکر اوصافہ تعالی اور سخت اور شدید ہوجاتی ہے قسم حق تعالی کے اوصاف مقدمہ کے ذکر کرنے سے ھم از انجملہ ایک
یہ مثال ہے کہ قاضی کہے مدعا علیہ سے کہ تجھکو قسم ہے اس اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین جو عالم ہے غیب اور شہادت کا الخ سے لیکر اس شخص کا مال نہین ہے وقیل
بعضہم لفاسق ومال خطیر اور بعضے فقہا نے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی تو معروف بالصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہین ہے والخیار فیہ ای فی صفتہ
الی القاضی وقسم مین اور قسم کی صفت یعنی تشدید مین قاضی کا اختیار ہے ھم یعنے تعیین قسم مین قاضی کو اختیار ہے جیسے اسکو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار
کرے چنانچہ یون کہے مدعا علیہ سے کہ واللہ یا باللہ یا رحمن کی قسم یا قادر کی قسم ویجتنب العطف کیلا یتکرر الیمین اور پرہیز کرے عطف سے
تا کہ قسم مکرر نہو جاوے ھم یعنے یون نہ کہے قاضی کہ باللہ والرحمن والقادر اسواسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہو اور عطف مین مکرر قسم ہوگی فلو حلفہ باللہ
ونکل عن التغلیظ لا یقضی علیہ بہ ای بالنکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زیلعی سو اگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اسنے تغلیظ
یمین سے انکار کیا تو قاضی اسپر نکول سے حکم نہ کرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہے اور وہ تو حاصل ہو چکا کذا فی الزیلعی لا یستحب تغلیظہا علی
المسلم بزمان ولا بمکان کذا فی الحاوی فظاہرہ انہ مباح مستحب نہین مسلمان پر تشدید قسم کی زمان سے اور نہ مکان سے کذا فی الحاوی فظاہر اس
کلام کا یہ ہے کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہے یعنے اسواسطے کہ نفی استحباب نفی اباحت کو مستلزم نہین تغلیظ زمان یہ کہ ماہ رمضان یا جمعہ کے دن
قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم لے ویستحلف الیہودی باللہ الذی انزل التوریۃ علی موسی والنصرانی باللہ الذی انزل
الانجیل علی عیسی والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیغلظ علی کل بمعتقدہ فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور قسم لے یہودی سے اسطرح کہ
قسم ہے اس اللہ کی جسنے موسی علیہ السلام پر توریت اتاری اور نصرانی سے اسطرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جسنے عیسی علیہ السلام پر انجیل اتاری اور مجوسی
اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جسنے آگ پیدا کی تو قسم مین تشدید کرے ہر دین والے پر اسکے اعتقاد کے موافق ہو اگر کفارہ مذکورین سے
فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہے کذا فی الاختیار ھم مجوسی سے آگ کی قسم نہ لے اسواسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہین بلکہ آگ کے خالق کی
قسم لے تو اسی طرح ہنود سے گنگا کی قسم نہ لے بلکہ اللہ کی جسنے گنگا پیدا کی والوثنی باللہ تعالی لانہ یقر بہ وان عبد غیرہ اور بت پرست
سے قسم لے اللہ تعالی کے نام پاک کی اسواسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہے اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہے ھم مصباح اللغات مین
ہے کہ وثن صنم ہے لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سوا اسکے وجزم ابن الکمال بان الدہریۃ لا یعتقدونہ تعالی قلت وعلیہ فبماذا یحلفون اور یقین
کیا ہے ابن کمال نے اسکا کہ دہریہ آدمی حق تعالی کا اعتقاد نہین رکھتے مین کہتا ہون اور بموجب اسکے تو یہ لوگ کسکی قسم کھاوین دلتی تحلیف
الاخرس ان یقول لہ القاضی علیک عہد اللہ ومیثاقہ ان کان کذا وکذا فاذا اومی براسہ ای نعم صار حالفا اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اسکا
طریقہ یہ ہے کہ قاضی اس سے کہے کہ تجھپر عہد ہے خدا کا اور اسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو وہ
حالف ہو جائیگا ھم اور اگر انکار کا اشارہ کریگا تو نکول ہوگا اور دعوے ثابت ہوگا کذا فی القنیۃ اور قاضی گونگے سے یون نہ کہے کہ خدا کی
قسم کھا کہ تیرے اوپر اسکا حق نہین کہ یہ قسم نہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان اسواسطے کہ اسکا اشارہ گویا یون ہوگا

کہ مین قسم کہا تا ہون اور حالانکہ یہ قسم نہین کذا فی الطحطاوی عن التتارخانیۃ ولو صمم ایضا کتب لیجیب بخطہ ان عرف والا فباشارتہ اور گونگا بہرا بھی ہو تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اسکا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہوا ور نہین تو اسکے اشارہ سے قسم لے ولو اعمی ایضا فابوہ او وصیہ او من نصبہ القاضی شرح وہبانیہ اور اگر گونگا اور بہرا اندھا بھی ہو تو اسکا باپ قسم کھائے یا اسکا وصی یا جسکو قاضی نے منصوب کیا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم شارح کہتے ہین کہنا لازم تھا ثم من نصبہ القاضی اسواسطے کہ قاضی اسکی طرف سے نائب کو اسوقت قائم کریگا جبکہ باپ یا اسکا وصی نہو چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے اور قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق الغیر ہے یا البتات پر اسکو تحریر کرنا چاہیے پھر معلوم کر کہ قول المتقدم کے نا اتفاق کیا بابت استحلاف مین جاری ہوتی ہے خلاف اسکے کذا فی الطحطاوی ولا یحلفون فی بیوت عبادتھم لان فیہ تعظیما لھا یعنی ہندو اور یہود اور نصاری وغیرہ قسم نلیجاوے انکے عبادت خانون مین وہان کے جانے کی کراہت سے کذا فی البحر یعنی قاضی وغیرہ کو کفار کے معابد مین جانا مکروہ ہے کذا فی مجمع الفتاوی مین اور ظاہر الکراہت تحریمی ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور ہین نے فتوی دیا ہے اس مسلم کی تعزیر کیا جاوے کنیسہ یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق ویحلف القاضی فی بیع سبب یرتفع علی الحاصل ای علی الصورۃ التی المنکر ان الحاصل ایسا ہے کہ جو زائل اور اٹھ سکتا ہے قاضی قسم دے حاصل پر یعنی انکار منکر کی صورت پر ہم حاصل کی تفسیر یعنی لفظی بیان کرتے ہین اور حاصل کا بیان جو ہر چیز سے باقی ہے اور ثابت رہے اور اسکا جاتا رہنا چنانچہ قاموس مین ہے انکار منکر کی صورت ہے اسواسطے قسم ہوگی کہ منکر یون کہتا ہے کہ ہمارے مابین بیع اور طلاق اور غصب واقع نہین کذا فی الطحطاوی وفسرہ بقولہ ای باللہ ما بینکما نکاح قائم وما بینکما بیع قائم وما یجب علیک ردہ وہ لوٹا نا اور بدلہ انکا دینا بھی باین مشابک وقولہ الآن متعلق بالجمیع مسکین فی دعوی نکاح وبیع وغصب وطلاق فیہ لف ونشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کیا اپنے اس قول سے کہ تجھکو اللہ کی قسم کہ تم دونون کے مابین مین نکاح قائم نہین اور تم دونون کے درمیان بیع قائم نہین اور تجھپر اسکا پھیر دینا واجب نہین اگر وہ قائم ہو یا اسکے عوض کا پھیر دینا اگر وہ ضائع ہوگیا ہو اور وہ عورت تجھ سے بائن نہین ہے عدم نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کے دعوی کے کلام مین لف ونشر مرتب ہے علامہ مسکین نے کہا کہ الآن کا لفظ سب سے متعلق ہے یعنی نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق عدم ثابت نہین لا علی السبب ای باللہ ما نکحت وما بعت خلافا للثانی نظرا للمدعی علیہ ایضا لاحتمال طلاقہ واقالتہ نہ قسم سبب مرتفع پر چنانچہ تجھکو اللہ کی قسم کہ تو نے نکاح نہین کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم نہ لینے نظر مدعا علیہ کے بھی اس احتمال سے کہ شاید اسنے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو ہم ابو یوسف کے نزدیک یمین توحقیقۃ سے حق مدعی کے واسطے ہو تو یمین کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہے اور وجہ توسبب کا ہر طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم مین صادق ہوگا کہ واللہ ما نکحت اور اسیطرح بعد اقالہ بیع واللہ ما بایعت اور بعد رد غصب واللہ ما غصبت اور بعد بائنت تجدید نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے مین صادق ہوگا الا اذا لزم من تحلیفہ علی الحاصل ترک النظر للمدعی فیحلف بالاجماع علی السبب ای علی صورۃ دعوی المدعی کدعوی شفعۃ بالجوار ونفقۃ مبتوتۃ والخصم لا یراھما لکونہ شافعیا فیصدق حلفہ علی الحاصل فی معتقدہ فیتضرر المدعی مگر جبکہ حاصل پر قسم کھانے سے مدعی کے جانب سے ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر قسم کھاوے یعنے دعوے مدعی کی صورت پر چنانچہ شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ کے دعوے مین اور حالانکہ مدعا علیہ دونون کو واجب نہین کہتا بسبب شافعی مذہب ہونے کے کیونکہ جب وہ حاصل پر قسم کھاوے گا تو اپنے اعتقاد مین صادق ہوگا اور مدعی کا ضرر ہوگا ہم شافعی مذہب مین شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ واجب نہین تو اگر مدعا علیہ شافعی المذہب یون قسم کھاوے کہ واللہ مجھپر شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہین تو اس مین سچا ہے مدعی کا ضرر ہے تو بیان سبب پر اس طرح قسم کھائے کہ واللہ مین نے اس گھر کو نہین خریدا اور یہ عورت میری طلقہ بطلاق بائن مدت عدت مین ہے

شفعہ جوار اور ثبوت کی اسواسطے قید لگائی کہ شفعہ شرکت اور نفقہ رجعی مین بالاصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر قلت وافادہ انہ لا اعتبار بمذہب المدعی علیہ
وانما بمذہب المدعی وفیہ خلاف والاوجہ ان یسأل القاضی ہل تعتقد وجوب شفعۃ الجوار اولا واعتمدہ المصنف یعنی کہتا ہون اور قول سابق سے مستفاد
ہوا کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہین تحلیف مین اور مدعی کے مذہب مین اختلاف ہے علما کا اور قول اوجہ یہ ہے کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعہ
جوار کا معتقد ہے یا نہین اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین الخ تو اگر مدعی کہے کہ مین وجوب کا معتقد ہون تو حاصل پر قسم ہے اور اگر معتقد نہو
تو سبب پر قسم ہے کذا فی الطحطاوی وکذا ای وتجب اتفاقا علی السبب اجماعا فی سبب لا یرتفع برافع بعد ثبوتہ کعبد مسلم یدعی علی مولاہ عتقہ لعدم تکرر
رقہ اور اسیطرح یعنے سبب پر بالاجماع قسم ہے اس سبب مین جو مرتفع نہین ہوتا کسی رافع سے بعد اپنے ثابت ہونے کے مانند اس غلام مسلمان کے
جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعوے کرتا ہے بسبب نہ مکرر ہونے اسکی رقیت کے واما فی الامۃ ولو مسلمۃ والعبد الکافر فلتکرر رقہما بالحاق ولمن
مولاہما علی الحاصل اور لونڈی مین اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام مین تو بسبب مکرر ہونے انکی رقیت کے لحوق دار الحرب سے قاضی قسم دے
دونون کے مالک کو حاصل پر ہم یعنے مولے کو یون قسم دے کہ تم دونون کے درمیان اب عتق قائم نہین نہ یون کہ مین نے اسکو آزاد نہین کیا اس
احتمال سے کہ شاید اسنے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب مین جا ملا ہو پھر وہ دار السلام مین پھر آیا ہو پھر رقیت کی طرف اسنے عود کیا ہو تو اس یمین
کی صورت سے اسکو ضرر ہوگا اور یہی حال ہے لونڈی کا کذا فی الطحطاوی والحاصل اعتبار الحاصل الا لضرر ویعتبر السبب بغیر متکرر اور حاصل کلام یہ ہے کہ
تحلیف مین حاصل کا اعتبار ہے مگر بسبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہے وصح فداء الیمین والصلح منہ لحدیث ذبوا عن اعراضکم
باموالکم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی آبرو بچاؤ ہم فدیہ یمین ہوتا ہے بقدر دعوے یا اقل سے
اور صلح ہوتی ہے اقل سے حذیفہ رضی اللہ عنہ پر جب قسم آئی تھی تو انھون نے مال دیا قسم نہ کھائی تھی اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے چالیس
درہم کے دعوے مین قسم کے عوض مال دیا اور قسم نہ کھائی لوگون نے کہا کہ آپ تو سچے ہین کیون نہین قسم کھاتے ہین جواب دیا کہ شاید
میری قسم کو کوئی یمین کاذبہ گمان کرے انتہی اور اسواسطے کہ مال دینے اور قسم نہ کھانے مین حفظ آبرو ہے اور وہ مستحسن ہے عقلا وشرعا
کذا فی الحموی ملخصا وقال الشہید الاحتراز عن الیمین الصادقۃ واجب قال فی البحر ای ثابت بدلیل جواز الحلف صادقا اور کہا شہید نے کہ
سچی قسم سے بچنا واجب ہے بحر الرائق مین کہا کہ واجب ہے یعنے ثابت ہے بدلیل درست ہونے سچی قسم کے ہم یعنے واجب سے واجب شرعی مراد
نہین کہ سچی قسم کھانا جائز نہو بلکہ واجب بمعنی ثابت ہے ولا یحلف المنکر بعدہ ابدا لانہ اسقط حقہ اور منکر کو قسم نہ دیجائیگی کبھی بعد فدیہ
دینے اور صلح کرنے کے اسواسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کر دیا مال لیکر وقید بالفداء والصلح لان المدعی لو اسقطہ ای الیمین قصدا بان
قال برئت من الحلف او ترکتہ علیہ او وہبتہ لا یصح ولہ التحلیف بخلاف البراءۃ عن المال لان التحلیف للحاکم بزازیہ اور مصنف نے
سقوط یمین مین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اسواسطے کہ مدعی اگر یمین کو بالقصد ساقط کردے اسطرح کہ کہے مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہوگیا
قسم سے یا مین نے اسکو چھوڑ دیا یا اسکو ہبہ کر دیا تو صحیح نہین اور اسکو قسم لینا جائز ہے بخلاف براءت عن المال کے اسواسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے
مخصوص ہے یعنے بطلب مدعی کذا فی البزازیہ ہم براءت عن المال یعنے مال کا معاف کر دینا مدعی کے اختیار مین ہے بلا دخل حاکم وکذا اذا اشتری
یمینہ لم یجز لعدم رکن البیع درر اور اسیطرح جبکہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہین بسبب معدوم ہونے رکن بیع کذا فی الدرر
ہم رکن بیع یہ ہے کہ مبیع مال ہو اور حالانکہ یمین مال نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا استحلف خصمہ فقال حلفتنی مرۃ ان عند حاکم او محکم
وبرہن تقبل والا فلہ تحلیفہ مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اسنے کہا کہ تو مجھکو قسم دے چکا ہے ایکبار اگر تحلیف حاکم یا محکم کے

پاس ہوئی اور وہ اُسپر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہوا اور نہیں تو مدعی کو اُسکی تحلیف کا اختیار ہو کذا فی الدر قلت ولم ار ما لو قال انی قد حلفت بالطلاق انی لا احلف میں کہتا ہون اور مین نے نہیں دیکھا یہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر مین اسپر طلاق کی قسم کھا چکا کہ البتہ مین قسم نہ کھاونگا تو اسکے حکم کی تنقیح کرنا چاہیے کہ حاکم اسکو قسم دیگا یا نہ دیگا ھم ثابت ہو چکا ہو کہ استحلاف احد المتداعیین کے الحاق ضرر سے قاضی ناچار ہو اور رعایت جانب مدعی اولےٰ ہو تو بموجب اسکے حلف بالطلاق کے دعوے مین مدعا علیہ عند ورنہ ہوگا اور قسم نہ کھانے سے اسپر مال کا حکم کیا جائیگا کیونکہ اسنے خود اپنی ذات کو ضرر پہنچایا بالطلاق کی قسم کھا کر اور اگر اسکی قسم کو لحاظ کیجیے تو ابطال حکم شرع لازم آتا ہو واللہ تعالےٰ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب التحالف

یہ باب ہو دو شخصون کے باہم قسم کھانے مین لما قدم الیمین الواحد ذکر الیمین الاثنین جبکہ مصنف ایک شخص کی یمین اولًا ذکر کر چکا تو اسنے دو کی یمین کو ذکر کیا اختلفا ای المتبایعان فی قدر ثمن او وصفه او جنسه او فی قدر مبیع حکم من برھن لانه نور دعواه بالحجة متبایعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار مین یا اسکے وصف یا جنس مین یا مبیع کی مقدار مین تو اسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا سو واسطے کہ اسنے اپنے دعوے کو حجت ظاہر کرنا یا حجت اور برہان سے مقدار ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے کہ ثمن دس درم تھا اور مشتری کہے کہ پانچ تھا اور وصف ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے کہ ثمن ہر درم وجبہ تھا اور مشتری کہے کہ درہم کاسدہ تھا اور جنس ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع دعوے کرے کہ ثمن دینار تھا اور مشتری نے کہا درم تھا وان برھنا فلمثبت الزیادة اذ البینات للاثبات اور اگر دونون برہان لاوین اپنے دعوے پر تو مثبت زیادت کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہین جو مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت ہے اسواسطے حکم ہوگا کہ زیادت مین معارضہ نہین ہے ان برھنا فیہما ای الثمن والمبیع جمیعا قدم برهان البائع لو الاختلاف فی الثمن اور اگر متبایعین نے ثمن اور مبیع سب دونون مین اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن مین اختلاف ہو صورت اختلاف یہ ہو کہ بائع کہتا ہو کہ مین نے یہ لونڈی تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہو کہ تو نے اسکو اور دوسری لونڈی کو ساتھ پچاس درم کو بیچا اور دونون گواہ لائے تو بائع کے گواہ اسلیے ثمن مین اور مشتری کے گواہ اولی ہین بیع مین بنظر اثبات زیادت تو دونون لونڈیان مشتری کی ہونگی سو درم کو کذا فی الطحطاوی عن العنایہ وبرهان المشتری لو فی المبیع نظر الاثبات الزیادة اور برہان مشتری کی مقدم ہو اگر اختلاف مبیع مین ہو بنظر اثبات زیادت وان عجز فی الصور الثلث عن البینة فان رضی کل بمقالة الآخر فبها اور اگر متبایعین تینون صورتون مین عاجز ہوئے گواہ لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہو گیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہو کہ جھگڑا نہ رہا ھم مسئلہ مین ایک صورت یہ ہو کہ ثمن مین اختلاف ہو دوسری یہ کہ مبیع مین اختلاف تیسری یہ کہ ثمن اور مبیع دونون مین اختلاف ہو وان لم یرض واحد منہما بدعوی الآخر تحالفا ما لم یکن فیہ خیار فیفسخ من له الخیار اور اگر متبایعین مین سے کوئی راضی نہو دوسرے کے دعوے سے تو دونون قسم کھاوین جب تک کہ مبیع مین خیار نہو اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع کرے جسکو خیار ہو ھم دونون پر قسم اسلیے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعوے کا منکر ہو خلاصہ یہ ہو کہ اگر مشتری کو خیار رویت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونون پر قسم نہین آتی حموی نے کہا اور خیار مین بائع مشتری کے مانند ہو وبدا بیمین المشتری لانه البادی بالانکار اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اسواسطے کہ وہی تو شروع کرنے والا ہو انکار کا کیونکہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہو ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہو وہذا لو کان بیع عین بدین اور یہ لینے مشتری کی قسم سے شروع کرنا اسوقت ہو جبکہ عین کی بیع ہو دین کے لینے اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے والا بان کان مقایضة او صرفا فهو مخیر وقیل یقرع ابن ملک اور اگر عین کی بیع نقد سے نہو اس طرح پر کہ اسباب کی بیع ہو اسباب سے یا نقد کی بیع ہو نقد سے تو قاضی مختار ہو چاہے اول مشتری سے قسم لے چاہے بائع سے اور قول بعض

یہ ہے کہ قاضی فرمد دا سے کذا فی البحر عن ابن ملک ہم بیع مقابضہ اور صرف مین اسواسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد منہا یعنی ہر ایک مشتری ہے من وجہ ویقتصر علی النفی فی الاصح
اور فقط نفی پر اقتصار کرے بقول اصح ہم یہ بیان ہو کیفیت یمین کا ان مسائل مین تو بائع یون قسم کھائے کہ واللہ مین نے بعوض ہزار نہین بیچا اور مشتری قسم کھائے
کہ واللہ مین نے بعوض دو ہزار کے نہین خریدکیا اور قول غیر اصح وہ ہے جو زیادت مین ہے کہ نفی کے ساتھ اثبات کو بھی ضم کرے تاکیدکیواسطے وفسخ القاضی البیع بطلب
احدہما او بطلبہا اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونون کی طلب سے ولا ینفسخ بالتحالف ولا بفسخ احدہما بل بفسخہما بحر اور بیع فسخ نہین ہوجاتی دونون
کے قسم کھانے سے اور نہ احد المتبایعین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع او مشتری دونون کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہے کذا فی البحر یعنی درصورت فسخ متعاقدین
کے قاضی کو فسخ کرنے کی حاجت نہین ومن نکل منہا لزمہ دعوی الآخر بالقضاء واصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف المتبایعان والسلعۃ قائمۃ
بعینہا تحالفا وترادا اور جو دونون مین سے قسم نہ کھائے اسکو دوسرے قسم کھانے والے کا دعوے لازم ہو جائیگا قاضی کے حکم کر دینے سے
اور تحالف متبایعین کے مسائل کی یہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع او مشتری اختلاف کرین اور جنس مبیع ہو بہو موجود ہو تو دونون قسم کھا وین اور
باہم رد بیع کرین وہذا کلہ لو الاختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شئ کاختلافہما فی الزق فالقول للمشتری فی انہ الزق ولا تحالف اور یہ سب یعنی
تحالف اور فسخ اس شرط پر ہے جبکہ اختلاف بدل مین مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن مین ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک
مین تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسمین کہ یہ وہی مشک ہے اور تحالف نہوگا صورت اسکی یہ ہے کہ مشتری نے گھی خرید کیا مشک مین جسکا وزن
رطل ہے مثلاً تو مشتری مشک لایا پھیر دینے کو جسکی تول بیس رطل ہے تو بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہین اور اسنے کہا کہ میری مشک کی تول دس رطل تھا
تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے ضمن مین اختلاف ثمن لازم ہے تو بائع اسکا نوسے ٹھہراتا ہے اور مشتری اسی کذا فی البحر کما لو اختلفا فی وصف المبیع
کقولہ اشتریتہ علی انہ کاتب او خباز وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظہیریۃ چنانچہ اگر دونون نے وصف مبیع مین اختلاف کیا جیسا کہ
مشتری کا یون کہنا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پز ہے اور بائع کہتا ہے کہ مین نے یہ شرط نہین کی تو بائع ہی کا
قول معتبر ہوگا اور قسم نہین دونون پر کذا فی الظہیریہ تتمہ خلاصہ یہ ہے کہ اگر وصف ثمن مین اختلاف ہو تو تحالف ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا اور اگر
وصف مبیع مین اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تحالف نہین وقید باختلافہما فی ثمن ومبیع لانہ لا تحالف فی غیرہما لکونہ لا یختل بہ قوام العقد
نحو اجل وشرط رہن او خیار او ضمان وقبض بعض ثمن اور تحالف مقید ہوا ثمن اور مبیع کے اختلاف کے ساتھ اسواسطے کہ ان دونون
کے سوا مین تحالف نہین اسواسطے کہ غیر ثمن اور مبیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہین ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا شرط
خیار یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے ہم شرط رہن یعنی بائع کہے کہ مین نے مشتری سے یہ شرط کرلی ہے کہ وہ تاادا
ثمن کوئی چیز میرے پاس گرو رکھے اور مشتری اسکا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہ صورت کہ بائع کہے کہ مین نے اس شرط سے بیع کی ہے کہ مشتری
ثمن کا کسیکو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہے یعنے قبول قول
بائع والقول للمنکر بیمینہ وقال زفر والشافعی یتحالفان اور اختلاف مدت وغیرہ مین منکر کا قول مقبول ہے اسکی قسم کے ساتھ اور زفر
اور شافعی نے کہا نہین بھی دونون قسم کھاوین ولا تحالف اذا اختلفا بعد ہلاک المبیع او خروجہ عن ملکہ او تعیبہ بما لا یرد بہ اور قسم دونون پر نہین جبکہ
متعاقدین اختلاف کرین بعد تلف ہوجانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اسکے خارج ہو جانے سے اسکی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے اس
عیب کے ساتھ کہ اسکے سبب رد بیع نہین ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے ہم ہلاک مبیع مین مشتری کے پاس ہونے کی قید ہوا سواسطے
لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہوجانے سے بیع فسخ ہو جاویگی کذا فی الظہیریہ وحلف المشتری الا اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور قسم کھاوے

فقال المشتری مگر جبکہ مبیع کو بائع کے پاس [illegible] اور اگر مشتری مبیع کو طلب کرے بائع
کے پاس تو وہ قابض ٹھہرے گا اور تقایل ... [illegible] وقال محمد والشافعی ... الفسخ علی قیمۃ الہالک
اور محمد اور شافعی نے کہا کہ ... [illegible] ... بیع ہالک کی قیمت پر ... والثمن دینا ...
تقایلا اجماعا لان المبیع کل منہما ... [illegible] ... اور اگر ...
تو دونوں قسم کھاوین بالاتفاق ... [illegible] ... اگر ہالک مثلی ہو یا اسکی قیمت ...
اگر ہالک قیمت والی چیز ہو کما لو تقایلا ... [illegible] ... المشتری ...
سراج چنانچہ اگر متعاقدین نے ... [illegible] ...
کما ذا شرط تو دونوں قسم کھاوین ... [illegible] ...
بات احدہما عند المشتری ... [illegible] ...
کے باقی ہونے کے مشتری سے ... [illegible] ... اور
مشتری نے اختلاف کیا ثمن ... [illegible] ... ابوحنیفہ ... الا ان یرضی البائع ... حصۃ الہالک
اصلاح محیط ... [illegible] ...
نہیں مگر یہ کہ بائع راضی ہو ... [illegible] ... اور
مشائخ بلخ نے ... [illegible] ...
کہ قدوری کے کلام میں ... [illegible] ... الا ان یرضی البائع ... حصۃ الہالک ...
نزدیک ... [illegible] ... المشتری الا ان یرضی
البائع ... [illegible] ... اور تحالف نہیں ...
اختلاف میں ... [illegible] ... القول للعبد ...
راس المال میں ... [illegible] ... اور مسلم الیہ کا قول ...
وان اختلفا ای المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالۃ ... اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں بعد اقالہ
بیع اور حالانکہ گواہ موجود نہیں تو دونوں قسم کھاوین ... بائع کا حق ثمن میں ہوگا اور مشتری کا
حق مبیع میں چنانچہ قبل اقالہ ... [illegible] ...
عود نہ ہوگا کذا فی الحلاوی لو کان کل من المبیع والثمن مقبوضا ولم یردہ المشتری الی بائعہ بحکم الاقالۃ فان ردہ الیہ بحکم الاقالۃ
تحالف خلافا ... [illegible] ...
اقالہ کی وجہ سے ... [illegible] ... وان اختلفا ای الزوجان فی قدر المہر ...
لمن اقام البرہان ... [illegible] ... وان کان مہر المثل شاہدا للزوج ... وان کان شاہدا لہا
بان کان کما قالت ... [illegible] ... اور اگر زوجین نے اختلاف کیا ...

حکم ہوگا جو گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لادین تو عورت کے گواہ اولےٰ ہین جبکہ اُسکا مہر مثل زوج کا شاہد ہو اس طرح پر کہ مہر مثل زوج کے قول
کے برابر ہو یا اُس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے قول کا شاہد ہو اس طرح پر کہ اُسکے دعوے کے برابر ہو یا زیادہ تر تو زوج کے گواہ اولےٰ بالقبول
ہین اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہین وان کان غیر شاہد لکل منہما بان کان بینہما فالتہاتر للاستواء ویجب مہر المثل
علی الصحیح اور اگر مہر مثل زوجین مین سے کسیکا شاہد نہو اس طرح پر کہ قول زوجین کے مابین مین ہو تو دونون کے گواہ ساقط الاعتبار ہین کیونکہ برابر ہوئے
کے اثبات مین اور اس صورت مین مہر مثل واجب ہوگا بقول صحیح ہم مابین قول زوجین کے ہونے سے یہ مراد نہین کہ مہر مثل دونون قول کے درمیان ہو
بلکہ مراد یہ ہو کہ مہر مثل زوجہ کے دعوے سے کمتر ہو اور زوج کے دعوے سے اکثر ہو کذا فی الدرر وان عجزا عن البرہان تحالفا ولم یفسخ النکاح لتبعیۃ المہر
بخلاف البیع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہون تو دونون قسم کھاوین اور نکاح فسخ نہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح مین بخلاف بیع کے یعنی ہر ایک کی
قسم نے دوسرے کے دعوے کو توڑا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہین اسواسطے کہ مہر تابع ہو نکاح مین بخلاف بیع کہ اسمین عدم تسمیۂ ثمن مفسد ہو
کذا فی الدرر ویبدأ بیمینہ لان اول التسلیمین علیہ فیکون اول الیمینین علیہ ظہیریہ اور زوج کی قسم سے ابتدا کیجاے اسواسطے کہ دو تسلیمون مین سے
پہلی تسلیم زوج پر ہو تو دو قسمون سے پہلی قسم اسپر ہوگی کذا فی الظہیریہ ہم تسلیمین سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم مہر زوجہ ہو اور دونون مین تسلیم مہر معجل مقدم اور سابق ہوا ور
یہ تحالف عند العجز کرخی کی تخریج ہے خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا زوجہ کے موافق ہو یا اقل یا اکثر یا مابین قولین ہو اور رازی کی تخریج یہ تحالف نہین مگر ایک ہی
مین وجوہ خمسہ مذکورہ سے وہ صورت یہ ہے کہ مہر مثل کسیکے قول کا شاہد نہو اور باقی صورتون مین زوج کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ اگر مہر مثل اُسکے موافق ہو یا اقل ہو
اور زوجہ کا حق قسم کے ساتھ مقبول ہے اگر مہر مثل اُسکے موافق ہو یا اکثر اور شراح ہدایہ ترجیح قولین مین مختلف ہین کذا فی الطحطاوی ویحکم بالتشدید ای یجعل ہم
مثلہا حکما لسقوط اعتبار التسمیۃ بالتحالف فیقضی بقولہ لو کان کمقالتہ او اقل وبقولہا لو کمقالتہا او اکثر وبہ لو بینہما ای بین ما ادعیاہ بیمینہ
اور زوجہ کا مہر مثل حکم ٹھہرایا جائیگا بسبب ساقط ہوجانے تسمیۂ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر اُسکے قول کے موافق ہو یا کمتر اور
زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اسکے قول کے مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل پر حکم ہوگا اگر مہر مثل مابین دعوے زوجہ اور دعوی زوج ہو ولو اختلفا ای الموجر
والمستاجر فی بدل الاجارہ او فی قدر المدۃ قبل الاستیفاء للمنفعۃ تحالفا وترادا و بدی بیمین المستاجر لو اختلفا فی البدل و الموجر لو فی المدۃ
ولو برہنا فالبینۃ للموجر فی البدل والمستاجر فی المدۃ اور اگر اختلاف کیا موجر و مستاجر نے بدل اجارہ مین یا مدت اجارہ کی مقدار مین منفعت
حاصل کرنے سے پہلے تو دونون قسم کھائین اور اجارے کو زائل کرین اور مستاجر کی قسم سے شروع کیجاے اگر دونون بدل اجارہ مختلف ہون اور موجر کی
قسم سے ابتدا کیجاے اگر مدت مین مختلف ہون اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ بدل مین مقبول ہین اور مستاجر کے گواہ مدت مین مقبول ہین ہم استیفاء منفعت
سے مراد یہ ہے کہ استیفاء منفعت پر قادر ہو مدت کے اندر اور عدم استیفاء سے عدم قدرت استیفا مراد ہو اسواسطے کہ قدرت علی الاستیفا بجاے استیفاء ہو وجوب اجرت مین
یعنی درصورت صحت عقد کذا فی البحر و بعدہ لا والقول للمستاجر لانہ منکر الزیادۃ اور بعد استیفاے منفعت تحالف نہین اور مستاجر کا قول مقبول ہے
اسواسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہے ہم بعد استیفا ے منفعت تحالف اسواسطے نہین کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہے اور بعد استیفاے منافع
فسخ عقد متصور نہین کذا فی الدرر اور اگر مدت مین اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علما نے یہ مسئلہ مذکور نہین کیا اسواسطے کہ ظاہر تھا کذا فی
الطحطاوی عن ابی السعود ولو اختلفا بعد التمکین من استیفاء البعض من المنفعۃ تحالفا وفسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمستاجر
لانعقادہا ساعۃ فساعۃ فکل جزء کعقد بخلاف البیع اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا استیفاے بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونون قسم کھاوینا
اور عقد اجارہ فسخ کردیا جاوے باقی مین اور ماضی مین مستاجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارے کے دم بدم تو ہر جز اُسکا مانند عقد ہے

یعنی معقود علیہ کے ہلاک ہونے کے بعد بیع کے حکم یعنی عقد اجارہ و سلم میں منعقد ہوتا ہے جبکہ منفعت تو مر جی منفعت کا بعض معقود علیہ کی بابت اقالہ تھی باقی کی معقود بالعقد ہے لہذا اسمیں تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض مبیع اسلئے کہ ہر جز مبیع کا معقود بالعقد نہیں بلکہ بالکل معقود بالعقد واحد ہے تو جب فسخ متعذر ہو البعض مبیع میں تحالف ہونے سے کیونکہ بالضرور کل مبیع میں متعذر ہوگا وان اختلف الزوجان ولو مملوکین او مکاتبین او صغیرین او ذمیین ولو بعد موتہما قائم النکاح اولا فی متاع البیت فالقول لہا لان العبرۃ للید لا للملک اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا صغیر ہوں اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہو یا ذمی ہوں یا زوج مسلم کے ساتھ خواہ نکاح کے وقت قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اس گھر میں ہوا ہو جو دونوں کا مملوک ہو یا ایک شخص کا نہیں سے کذا فی خزانۃ الاکمل ہم یہ بیت اسواسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا فی متاع ہو ہذا لکان فی البیت لو ذہبا او فضۃ فالقول لکل واحد منہما فیما صلح لہ یعنی زوجین نے اختلاف کیا اس متاع میں متاع سے مراد یہاں وہ چیز ہے جو گھر میں ہو اگرچہ سونا یا چاندی ہو تو زوجین میں سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ جو اسکے لائق ہو پس زوج کے لائق اسباب پگڑی اور تاج اور قبا اور ہتھیار اور کمربند اور کتابیں اور گھوڑا اور زرہ ہے اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور مانند اسکے اور چیزیں ہیں لغت میں متاع عبارت ہے اس اسباب سے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ غلہ اور کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام میں متاع چاندی سونے کو بھی شامل ہے الا اذا کان کل منہما یفعل او یبیع ما یصلح للآخر فالقول لہا الظاہر مگر جبکہ زوجین میں سے ہر شخص بناتا یا بیچتا ہو اس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ہونے دونوں ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہا مثلاً زوج زرگر ہو کہ زیور عورتوں کے بناتا ہے اور زیور میں اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہے کہ میرا ہے تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونوں ظاہر دونوں میں تعارض ہوا تو دونوں ظاہر ساقط الاعتبار ہوگئے تو اب اعتبار تصرف مرجح ٹھہرے گا یعنی زوجہ اور جو زوجہ کے قبض میں ہے وہ زوج کے قبض و تصرف میں ہے لہذا اس صورت میں زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی البحر اذا وقع بمعرفۃ و القول فی المصالح لہما لانہا وما فی یدہا فی یدہ والقول لذی الید اور زوج کا قول مقبول ہے اس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اسواسطے کہ زوجہ اور جو اسکے ہاتھ میں ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنی تصرف میں ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہے اس اسباب لائق زوجین کے جیسا کہ فرش اور ظروف اور مواشی اور نقد اور لونڈی غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف ما یختص بہا لان ظاہر الاظہر فی ظاہرہ و ہو ید الاستعمال بخلاف اس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہے تو وہ زوجہ کا ظاہر اظہر ہے زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنی ظاہر زوجہ تصرف استعمال ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنی جبکہ دعوی میں ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اسکے تصرف میں ہے وہ زوج کے تصرف میں ہے تو چاہیے کہ متاع مختص بزوجہ میں بھی زوج ہی کا قول مقبول ہو نہ زوجہ کا اسکا جواب یوں دیا کہ ید استعمالی زوجہ اظہر اور اقوی ہے زوج کے ید سے ولو اقاما بینۃ یقضی لبینتہا لانہا خارجۃ حکماً والبیت للزوج الا ان یکون لہا بینۃ بحر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہوں پر حکم ہوگا اسواسطے کہ عورت خارج ہے یعنی ذی الید نہیں کذا فی الخانیہ اور گھر زوج کا ہے مگر یہ کہ زوجہ کے گواہ ہوں اسپر کہ گھر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہونگے کذا فی البحر و ہذا فی الحیین وان مات احدہما واختلف ارثہ مع الحی فی المشکل الصالح لہما فالقول فیہ للحی ولو رقیقا وقال الشافعی و مالک رحمہما اللہ الکل بینہما وقال ابن ابی لیلی الکل لہ وقال الحسن البصری الکل لہا فہی السبعۃ وعدہا فی الخانیۃ تسعۃ اقوال اور یہ جو مذکور ہو چکا اس صورت میں تھا جبکہ زوج اور زوجہ دونوں زندہ ہوں اور اگر ایک ان میں سے مر گیا اور میت کے وارث نے زندہ کے ساتھ مشکل میں یعنی اس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اختلاف کیا تو اسمیں زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعی رح اور مالک رح نے کہا کل مال دونوں کا برابر ہے اور ابن ابی لیلی نے کہا سب مال زوج کا ہے اور حسن بصری نے کہا تمام متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلے میں سات قول ہیں سات مجتہدوں کے اور خانیہ میں نو قول شمار کیے ہیں ہم اقوال تسعہ میں سے پہلا قول الاکل

جو متن میں مذکور ہو چکا یعنے متاع مشکل میں زندہ کا قول مقبول ہی ۳- ابو یوسف رح کا قول کہ زوجہ کو واسطے اقدر جہیز مثل زوجہ ہی اور باقی زوج کا ہی
۴- ابن ابی لیلے کا قول کہ سب متاع زوج کی ہی ۵- قول ابن معن او شریک کا کہ دونون مین ثالث برابر ہی ۶- حسن بصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہی مگر قمیص جسم پر ہی
مگر کہ عورت کا ہی ۷- قول محمد رح کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت مین زوج کی ہی ۸- قول زفر رح کا کہ متاع مشکل دونون مین برابر ہی ۹- قول مالک رح کا کہ کل مال دونون میں
ہی ایسا ہی کذا فی البحر عن خزانة الاکمل ملخصا ولو احدهما مملوكا ولو ماذونا او مكاتبا فالحر اولا فالقول للحر في الحيوة وللحي في الموت
لان يد الحر اقوى ولا يد للميت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ماذون یا مکاتب ہو تو حر کا قول زندگی مین معتبر ہی اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک
موت مین مقبول ہی حر کا قول زندگی مین اسواسطے معتبر ہوا کہ تصرف حر کا قوی ہی مملوک سے اور زندہ کا قول موت مین اسواسطے مقبول ہوا کہ میت
کو واسطے تصرف نہیں اور صاحبین اور شافعی نے کہا کہ زوجین مملوک اور حر حکم مین برابر ہین عتقت الامة او المکاتبة او المدبرة واختارت نفسها فما
في البيت قبل العتق فهو للرجل وما بعده قبل ان تختار نفسها فهو على ما وصفنا في الطلاق جو آزاد ہو گئی لونڈی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اپنے اپنی
ذات کو اختیار کیا یعنے زوجیت سابقہ سے راضی نہی تو جو اسباب گھر مین ہو قبل آزاد ہونے کے سو وہ مرد کا ہی اور جو اسباب کہ بعد آزاد ہونے کے اور قبل اختیار کرنے
اپنی ذات کے ہو اسطرح پر ہو گا جیسے کتاب الطلاق مین مذکور ہوا یعنے دونون حر کا برابر حکم مین کذا فی المنح وفيه طلقها ومضت العدة فالمشكل للزوج وورثته
بعده لانها صارت اجنبية الا اذا ادعت اور بحر الرائق مین ہو کہ زوج نے طلاق دی اور عدت گذر گئی تو متاع مشکل زوج کی ہی اور اسکے وارثون کی زوج کے بعد ہو
کہ زوجہ غیر شخص ہو گئی جسکا کچھ تصرف ثابت نہین ولما ذكرنا ان المشكل للزوج في الطلاق وكذا لوارثه اور جبکہ متاع مشکل کا طلاق مین ذکر کیا کہ وہ
زوج کی ہی تو اسی طرح زوج کے وارث کی ہی ہم طحطاوی نے کہا المشتر مثل ہی اور اسکا جواب لکھا کہ اوس لوارثہ ہی اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہین
اور بحر الرائق کی عبارت اس سے خالی ہی ولو مات في العدة فالمشكل لها كانه لم يطلقها بدليل ارثها اور اگر زوج مر گیا اور زوجہ عدت مین ہی تو متاع
مشکل زوجہ کی ہی گویا اسنے اسکو طلاق ہی نہین دی اسکے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف الموجر والمستاجر في متاع البيت فالقول للمستاجر
بيمينه لان اليد للموجر الا اذا عليه من ثياب بدنه اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب مین تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہی
اسکے قسم کہانے کے ساتھ اور موجر کا کچھ نہین مگر جو اسکے بدن پر کپڑے ہین ولو اختلف اسكاف وعطار في الآلات الاسافكة وآلات العطارين هي
في ايديهما فهي بينهما بلا فرق لما بينا ينظر الى ما يصلح لكل منهما فتاوى في السراج اور اگر کفشگر اور عطار نے جھگڑا کیا کفشگرون اور عطارون کے ہتھیارون مین اور حالانکہ
دونون طرح کے ہتھیار دونون شخصون کے قبض اور تصرف مین ہین تو وہ دونون کے ہین بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنے رعایت نہوگی کہ کفشگرون
کے ہتھیار کفشگر کے ٹھہرین اور عطارون کے آلات عطار کے ہون اور پورا بیان اسکا سراج مین ہی ہم الآلات مذکورہ دونون مین اسواسطے برابر ہو
کہ گاہے ایک پیشہ ور دوسرے پیشے کے ہتھیار رکھتا ہی اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہین ہو سکتی رجل معروف بالفقر
والحاجة صار بيده غلام وعلى عنقه بدرة وذلك بدار فادعاه رجل عرف باليسار وادعاه صاحب الدار فهو للمعروف
باليسار ایک مرد مفلسی اور محتاجی مین مشہور ہو اسکے ہاتھ ایک غلام لگ گیا جسکی گردن مین روپے یا اشرفیون کی تھیلی معلق ہی اور وہ مفلس کسی کے
کے گھر مین ہی سو اس غلام کا اس مرد نے دعوے کیا جو بالداری اور تونگری مین مشہور ہی اور صاحب خانہ نے بھی اسکا دعوے کیا تو وہ غلام
اس شخص کا ہی جو بالداری مشہور ہی ہم بدرہ اس تھیلی کو کہتے ہین جسمین ہزار یا دس ہزار درہم ہون یا سات ہزار دینار ہون کذا فی القاموس وكذا
كناس في منزل رجل وعلى عنقه قطيفة يقول الذي هو على عنقه هي لي وادعاه صاحب المنزل فهي لصاحب المنزل اور
اسی طرح ایک جاروب کش ہی ایک مرد کے گھر مین اور اسکی گردن پر مخمل کا بالاپوش ہی جسکی گردن پر ہی وہ کہتا ہی کہ یہ میرا ہی اور صاحب خانہ کہتا ہی

کہ میرا ہی تو وہ صاحب خانہ کا ہی ہم کہتے ہیں اور مسئلہ سابقہ میں فقہا نے ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی الطحطاوی رجلان فی سفینۃ بہا دقیق فادعی کل واحد
السفینۃ وما فیہا فاحدہما یعرف ببیع الدقیق والآخر بانہ ملاح فالدقیق للذی یعرف ببیعہ والسفینۃ لمن یعرف انہ ملاح عملا بالظاہر
دو مرد ہیں ایک ناؤ میں جس میں آٹا ہی سو ہر ایک نے ناؤ اور آٹے کا دعوی کرتا ہی اور ایک شخص ان میں سے آٹا بیچنے میں مشہور ہی اور دوسرا ملاحی میں تو آٹا اسکا ہو گا جو آٹا
بیچنے میں مشہور ہی اور ایک ناؤ اسکی ہی جو ملاح مشہور ہی بنا بر عمل لظاہر حال ولو فیہا راکب وآخر ممسک وآخر یجذبہا وآخر یمدہا کلہم یدعونہا فہی بینہم اثلاثا
لا شئ للماد اور اگر ایک ناؤ میں ایک شخص سوار ہی اور دوسرا شخص اسکو پکڑے ہی اور تیسرا اسکو اپنی طرف کھینچتا ہی اور چوتھا اسکو بہاتا ہی اور سب اسکا دعوی کرتے ہیں
تو وہ کشتی تینوں شخصوں میں تین تہائی ہو اور بہانے والے کا اس میں کچھ نہیں ہم شاید کہ اسواسطے بہانے والے کا حصہ نہیں کہ وہ مزدور ہی کذا فی الطحطاوی رجل یقود
قطارا ابل وآخر راکب ان علی الکل متاع للراکب کلہا له وان القائد ابعیرہ وان لا شئ علیہا فللراکب ما ہو راکبہ والباقی للقائد بخلاف البقر والغنم لعدم العادۃ فی قطر
الاکل ایک شخص اونٹوں کی قطار کھینچتا ہی اور دوسرا شخص سوار ہی اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہو تو سب اونٹ اسکے ہیں اور قطار کھینچنے والا اسکا
مزدور ہی اور اگر اونٹوں پر اسباب نہیں تو سوار کا وہ اونٹ ہی جس پر وہ سوار ہی اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہیں بخلاف گائے بیل اور بکری کے کہ اونکا
پورا بیان اسکا خزانۃ الاکمل میں ہو یعنی اگر گائے بیل یا بھیڑ بکری کو ایک شخص کھینچتا ہو اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کے ہیں کذا فی البحر وغیرہ

فصل فی دفع الدعاوی

یہ فصل ہی دعووں کے دفع کرنے میں لیکن مدعی علیہ نے اپنے اوپر سے دعوی کا دفع کیا ہم جیسے دفع دعوی قبل بیان کے صحیح
ہو ویسے ہی بعد بیان کے بھی صحیح ہو اور اسی طرح قبل حکم کے صحیح ہی جیسے بعد حکم کے صحیح ہی اور دفع الدفع اور دفع الدفع کا دفع صحیح ہی اگرچہ کثیر ہو قول المختار میں اور غیر مدعی علیہ کا دفع
مسموع نہیں اور دفع احد الورثہ کا مسموع ہی اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعوی کیا ہو کذا فی البحر لیکن ما قدم میں یوں ہی اذکر من الایکون خصما جبکہ مدعی نے پہلے
اسکے ذکر کیا اسکو خصم ہوتا ہی اور پھر شروع کیا اسکا خصم نہیں ہوتا قال ذو الید ہذا الشئ المدعی منقولا کان او عقارا اودعنیہ او اعارنیہ او اجرنیہ
او رہننیہ زید الغائب او غصبتہ منہ من الغائب علی ما ذکروا اتین فانہ لا ... وقال الشہود نعرفہ باسمہ ونسبہ او بوجہہ
بوجہہ ایضا فلو حلفوا لا نعرفہ فلانا وجہلا لا نعرفہ الا بوجہہ لا یندفع ذکرہ الزیلعی وفی الاشباہ ... عن البزازیۃ ان القول الائمۃ
علی قول محمد انتہی فلیحفظ کہا ذی الید نے کہ یہ شئ جسکا مدعی دعوی کرتا ہی خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول میرے پاس ودیعت رکھی یا مجکو عاریت
دی یا اجارہ رکھی یا وہ گرو رکھی ہی زید نے جو غائب ہی یہاں سے یا میں نے اسکو شخص غائب سے غصب لیا ہی اور اسوجہ مذکورہ پر وہ گواہ
لایا اور حالانکہ وہ شئ متنازع فیہ قائم ہی نہ ہالک اور گواہوں نے کہا کہ ہم شخص غائب کو اسکے نام اور نسب یا اسکی صورت سے پہچانتے ہیں اور حضرت نے ہم اور
نسب کے ساتھ اسکی روشناسی بھی شرط کی ہی تو بموجب قول امام کے اگر قسم کھا لے کہ ہم فلانے کو نہیں پہچانتا اور حالانکہ وہ اسکو نہیں پہچانتا اگر اسکی صورت
سے تو دفع نہ ہو گا ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے اور اشباہ میں بزازیہ سے علامہ مقدسی کے خط سے بزازیہ سے مذکور ہی کہ ائمہ ثلثہ کا اعتماد محمد کے قول پر ہی انتہی تو اسکو یاد
رکھنا چاہیے دفعت خصومۃ المدعی للمالک المطلق لان ید ہؤلاء لیست ید خصومۃ ذی الید کے قول مع البرہان سے دفع ہو جائیگی خصومت اس مدعی کی
جو ملک مطلق کا دعوی کرتا ہی اسواسطے کہ قبضہ ان لوگوں کا یعنی مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مرتہن اور غاصب کا قبضہ خصومت نہیں ہم اور اگر ملک مقید کا
مدعی ہو اس طرح کہ ذی الید نے اسکو خرید کیا یا پھر آزاد کر دیا اور ذی الید نے اسکو بکر کو ودیعت یا غصب یا رہن غائب پر دفع کیا تو خصومت دفع نہ ہوگی اور ذی الید پر
اسکے آزاد کردہ شدہ کا حکم ہو گا کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف ان عرف ذو الید بالحیل لا تندفع وبہ یؤخذ ملتقی واختارہ فی المختار وابو یوسف نے
کہا کہ اگر ذی الید حیلہ گری میں مشہور ہو تو خصومت اس سے دفع نہ ہو گی اور یہی قول ماخوذ ہی کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار میں پسند کیا ہم حیلہ گری
اس طرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کر لیتا ہی پھر مخفی کسی مسافر کو دیتا ہی اور مسافر گواہوں کے سامنے اس مغصوب کو غاصب کے

پاس ودیعت رکھتا ہو تاکہ جب مالک آوے اور اپنی مالک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید پر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اسکو میرے پاس ودیعت رکھا ہو تو مالک کا حق باطل ہو جاوے زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہو کہ لوگون کے حالات دیکھتا رہے اور آنکہ مال کے موافق عمل کرے ابو یوسف اسکے قائل اسوقت ہوے جبکہ قاضی ہوے اور لوگون کی حیلہ گری دریافت کرنے کے اولی الخیر کا الملتقی نماش الطلاوی و مذہ خمسۃ کتاب الدعوے ولان فیہا اقوال خمسۃ علمائنا کما بسط فی الدرر والنح وسراج عینی وغیرہ اور یہ یعنے مسئلہ دفع خمسہ ہو کتاب الدعوے کا اسکو لئے کہ اسمین پانچ عالمون کے قول ہین چنانچہ درر اور منح مع ہو اور خمسہ ہونیکی یہ وجہ ہو کہ اس مسئلہ کی پانچ صورتین ہین یعنے ودیعت اور اعارہ اور اجارہ اور رہن اور غصب کذا فی العینی وغیرہ ہم اقوال خمسہ جو اوپر سے پہلا قول وہ ہو جو متن مین مذکور ہو دوسرا قول ابو یوسف کا تیسرا قول محمد کا کہ معرفت شہود اونسب کے ساتھ شناسی کچھ ضروری ہو چوتھا قول ابن شبرمہ کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصومت دفع نہین ہوتی پانچوان قول ابن ابی لیلی کا کہ بدون گواہون کے خصومت دفع ہو جاتی ہو کہ آسپر شیر آنکا اقرار کیا کذا فی الطلاوی قلت

وفیہ نظر اذ الحکم کذلک لو قال وکلنی صاحبہ بحفظہ او اسکنیہ فیہا زید الغائب او سرقتہ منہ او انتزعتہ منہ او فصل عنہ فوجدتہ اشتراہ الخ فی بعد ہذا ثم رتبہ البزازیہ

فالصور احدی عشرۃ قلت لکن الحق فی البزازیۃ المزارعۃ بالاجارۃ وا لودیعۃ فال فلا تزید و سبعۃ اخمس قد حرر ہ فی شرح الملتقی مین کرتا ہون اور عینی کے قول مین گفتگو ہو اسواسطے کہ حکم اسی طرح کا ہو اگر ذی الید نے کہا کہ اسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجھکو وکیل کیا یا اس گھر مین مجھکو زید غائب نے رکھا یا مین نے اسکو غائب سے بطور سرقہ لیا یا مین نے اسکو نکال لیا یا اسکے پاس سے وہ چیز گم ہو گئی تھی سو مین نے اسکو پایا کذا فی البحر یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہو تو اب سب گیارہ صورتین ہوئین مین کہتا ہون لیکن حق یا ستادہ ہو جو بزازیہ مین ہو کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے ساتھ ملحق ہو بزازی نے کہا تو پانچ صورتون سے زیادہ نہین اور البتہ مین نے اسکی شرح ملتقی مین تحریر کی ہو و ان کان ہالکا او قال الشہود

اودعہ من لا نعرفہ او قر ذو الید بید الخصومۃ کان قال ذو الید شریتہ او اتہبتہ من الغائب او لم یدع الملک المطلق بل ادعی علیہ الفعل بان قال المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی و بناہ للمفعول للستر علیہ فکانہ قال سرقتہ منی بخلاف غصب منی او غصبہ منی فلان الغائب کما یجی

حیث تندفع اور اگر مدعی بہ ہالک ہو یا گواہون نے کہا کہ اسکو ودیعت رکھا ہو ایسے شخص نے کہ ہم نہین پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ ذی الید نے یون کہا کہ مین نے اسکو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نکیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا اسطرح پر کہ مدعی نے کہا کہ تو نے اسکو غصب کر لیا مجھسے یا یون کہا چرا لیا گیا مجھسے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کے واسطے تو گویا مدعی نے یون کہا کہ تو نے اسکو مجھسے چرا لیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کر لیا گیا مجھسے یا اسکو غصب کر لیا مجھسے فلانے غائب نے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا کہ ان صورتون مین خصومت مدعا علیہ سے دفع ہو جائیگی وہل تندفع بالمصدر الصحیح لا بزازیہ اور کیا خصومت دفع ہوگی بصیغہ مصدر غصب قول صحیح یہ ہو کہ خصومت دفع نہوگی کذا فی البزازیہ ہم یعنے اگر مدعی نے یون کہا کہ یہ چیز میری ملک ہو اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہو اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہو تو بقول صحیح دعوے مدعی کا مندفع نہوگا وقال ذو الید فی الدفع اودعنیہ فلان و برہن علیہ لا تندفع فی الکل لما قلنا اور ذی الید نے دعوے غصب اور سرقہ کے دفع مین کہا کہ اسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہو اور اسپر گواہ لایا تو کل مسائل مذکورہ مین خصومت مندفع نہوگی اس دلیل سے جو ہم کہ چکے ہم یعنے ہالک وغیرہ مین اسواسطے خصومت دفع نہوئی کہ دفع خصومت کے واسطے قیام بینہ اور معرفت شہود کو شارح شرط کر چکا ہو اور دعوے خریداری اور ہبہ مین اقرار قبض ملک ہو اور غصب اور سرقہ مین مدعی کا دعوی ہو مدعا علیہ کے فعل کا قال ذو الید غیر مجلس الحکم انہ ملکی ثم قال فی مجلسہ انہ ودیعۃ عندی اور ہن من فلان تندفع مع البرہان علی ما ذکر کہ ذی الید نے مجلس حکم کے سوا اور مکان مین کہ وہ میری ملک ہو پھر مجلس حکم مین بولا کہ وہ ودیعت ہو میرے پاس یا رہن ہو فلانے کی جانب سے تو خصومت دفع ہوگی

گواہی کے ساتھ اپنے دعوے مذکور سے یعنے اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوی مدعی کا دفع ہو جائیگا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول ہوگا مگر جبکہ مدعی
اسکو بگواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اسکی آگے تصریح کرتا ہے ولو برہن المدعی علی مقالتہ الاولی یجعلہ خصما ویحکم علیہ لسبق اقرارہ یمنع الدفع
بزازیہ اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنی اسکے دعوی مالک پر تو قاضی اسکو خصم قرار دیگا اور اسپر حکم کرے بسبب سابق ہونے اس اقرار کے
جو مانع ہے دفع خصومت کا کذا فی البزازیہ وان قال المدعی اشتریتہ من فلان الغائب وقال ذو الید ای الدافع اودعنیہ فلان ذلک ای بنفسہ
فاد بوکیلہ لم تندفع بلا بینۃ دفعت الخصومۃ وان لم یبرہن لتوافقہما ان اصل الملک للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے اسکو فلانے
شخص غائب سے خرید کیا اور ذی الید نے اسکے دفع میں کہا میرے پاس اسے فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی
اگرچہ ذی الید گواہ نہ لاوے بسبب متفق ہونے دونوں کے اسپر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہے پھر اگر ذی الید یوں کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے وکیل نے اسکو
ودیعت رکھا ہے تو خصومت مندفع نہوگی بدون گواہ لانے ذی الید کے الا اذا قال اشتریتہ ووکلنی بقبضہ وبرہن مگر جبکہ مدعی نے کہا کہ میں نے اسکو غائب سے
خرید کیا اور اسنے مجکو وکیل کیا ہے اسکے قبضہ کرنے پر تیرے پاس سے لیکر اور اسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع ہوگی یعنی ذی الید سے مدعی اسکو لیگا اسواسطے کہ
مدعی احق بالقبض ہے کذا فی العینی ولو صدقہ فی الشراء لم یومر بالتسلیم لئلا یکون قضاء علی الغائب باقرارہ وہی عجیبۃ اور اگر ذی الید نے مدعی کی تصدیق کی
خرید کرلینے میں تو اسکو دینے کا حکم نہوگا تاکہ قضا علی الغائب لازم آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ مسئلہ عجیب ہے یعنے انکار میں تو تسلیم ہو اور تصدیق میں
تسلیم نہیں ہم طحطاوی نے کہا اسمیں ہرگز کچھ مقام تعجب نہیں اسواسطے کہ ذی الید کا اقرار حجت قاصرہ ہے مالک غائب پر سرایت نہیں کرسکتا اور اسی طرح
علامہ ابو السعود نے کہا کہ کچھ عجب نہیں اسواسطے کہ اسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہیں ثم اقتصار الدرر وغیرہا علی دعوی الشراء اتفاقی فلذا قال ولو ادعی
انہ لہ غصبہ منہ فلان الغائب وبرہن علیہ وزعم ذو الید ان ہذا الغائب اودعہ عندہ اندفعت لتوافقہما ان الید لذلک الرجل بحر
اختصار کرنا صاحب درر وغیرہا کا خرید کے دعوے پر قید اتفاقی ہے سو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اسکی ہے اس فلانے غائب نے
غصب کرلی اور اسپر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اسکے پاس اسکو ودیعت رکھا تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی بسبب موافق ہونے
دونون کے اسپر کہ قبضہ اسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہے ولو کان مکان دعوی الغصب دعوی سرقۃ لا تندفع وان زعم ذو الید ایداع ذلک الغائب استحسانا
بزازیہ اور اگر بجائے دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع نہوگی ذی الید کے یون زعم کرنے سے کہ اس غائب نے میرے پاس اسکو ودیعت رکھا
ازروئے استحسان کے کذا فی البزازیہ وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی لو ادعیا علی المالک انہ وکل یدعی الاجارۃ منہ لم یکن الثانی خصما للاول علی
الصحیح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر دو شخص متفق ہوئے زید کی ملک پر اور ہر شخص اس سے اجارہ لینے کا مدعی ہے تو مدعی ثانی مدعی اول کا
خصم نہوگا بقول صحیح ہم مالک کے آنے تک اسواسطے خصم نہوگا کہ دعوے اجارہ بمنزلہ دعوے استعارہ کے ہے کیونکہ ہر واحد ملک عین کا مدعی نہیں
اور یہی علت ہے مسئلہ لاحقہ کی ولا المدعی رہن او شراء اور نہ مدعی ثانی رہن او شراء کے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتری فخصم للکل مشتری تو سب کا
خصم ہے یعنے جو خرید کا دعوے کرتا ہے وہ گواہ لانے کے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور مدعی خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ
شارح کے قال المدعی علیہ لی دفع یمہل الی المجلس الثانی صغرے اور مدعی علیہ نے کہا کہ میرے پاس دعوے مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہے تو اسکو
قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دیجائے کذا فی الصغرے لا یدعی تحلیف مدعی الایداع علی البتات درر مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر
جائز ہے کذا فی الدرر یعنے اگر مدعی کے گواہ نہون تو ذی الید سے یقین پر نہ علم پر قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہے لیکن اسکا تمام
ہونا یعنے قبول ایداع اس سے متعلق ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ ذی الید پر قسم نہیں اسواسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہے اور حالانکہ مدعی پر قسم نہیں انتہی

تو یہ کلام وقوع خلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی و تحلیف المدعی علیہ العلم حتی عن الیہ فی الیہ اور اسکو مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور پورا بیان اسکا بزازیہ میں ہے ہم جبکہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوے مدعی کا بانکار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہوگیا اور مدعی نے دفع میں اسکی تصدیق نکی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کھائے کہ اس طرح کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہو کیونکہ ایداع غیر کا فعل ہے اور مدعی سے متعلق نہیں کذا فی البحر وکل قول بعد شبہہ فقبل البینۃ الایتمام بالمدعی علیہ الی ان الکاف انکو کیا ابنی ہمکی نہیں ایجائے کا دکیل یا مودعی گواہ لاوے اسپر کہ مولی نے اسکو آزاد کردیا تو دعوی عتق کے واسطے یہ مقبول ہوگا اور قبضہ کے ساتھ مولی تک آوے کذا ذکرہ ابن مالک

باب دعوی الرجلین

یہ باب ہے دو مردوں کے دعوی کرنے میں اپنی تیسرے شخص پر دعوی کرین یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے تقدم حجۃ خارج فی ملک مطلق اور وہ ملک ہے کہ سبب کا ذکر نہ ہو علی حجۃ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق میں ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہے جسمیں سبب ملک کا ذکر نہ ہو چنانچہ گذر چکا اور خارج وہ شخص ہے جو ذی الید او قابض نہو اور وجہ تقدیم یہ ہے کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث میں برہان مقبول نہیں مگر مدعی کا برہان وان وقت احدھما فقط حجت خارج مقدم ہے اگرچہ دونوں میں سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے ہم یعنی خواہ دونوں تاریخ ملک بیان نکرین یا دونوں ایک ہی تاریخ کو ذکر کرین یا فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونوں تاریخ کو بیان کرین اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اسی کی حجت مقدم ہوگی کذا فی العلمی وقال ابو یوسف رح ذو الوقت احق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنی جسنے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہے تقدیم حجت میں وثمرتہ

فیما لو قال فی دعواہ ہذا العبد لی غاب عنی منذ شہر وقال ذو الید لی منذ سنۃ فیقضی للمدعی لان ماذکرہ تاریخ غیبۃ لا ملک فلم یوجد التاریخ

من الطرفین فیقضی ببینۃ الخارج اور ثمرہ خلاف امام ابو یوسف رح اس صورت میں ہے کہ خارج نے کہا کہ یہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہوگیا ہے ایک مہینہ سے اور ذی الید نے کہا کہ یہ غلام ہے سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اسکے غائب ہونے کی تاریخ ہے نہ مالک ہونے کی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کی طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام رح کے نزدیک تاریخ حالت انفراد کی معتبر نہیں تو اسی واسطے حجت خارج پر حکم ہوگا وقال ابو یوسف رح یقضی للمورخ ولو حالۃ الانفراد اور ابو یوسف رح نے کہا کہ تاریخ بیان کرنیوالے کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفراد ہو ہم شرح انفار میں جامع الفتاوی سے یون منقول ہے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ انکے نزدیک حالت انفراد میں تاریخ کی ترجیح ہے انتہی تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لو ساقط کرتا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفراد میں ہے اور شارح کے کلام سے نکلتا ہے کہ قضا مورخ کے واسطے ہے خواہ دونوں سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ درصورت صدور تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچھ معنے نہیں اسواسطے کہ تاریخ تو دونوں سے ثابت ہے بلکہ بیان قضا للسابق ہوگی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یقضی بقولہ لانہ اوفق واظہر کذا فی جامع الفصولین واقرہ المصنف اور لائق یون ہے کہ بقول ابو یوسف رح کے حکم کیا جاوے اسواسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہے چنانچہ جامع الفصولین میں ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ہم شرح انفار میں بجاے یقضی یفتی ہے بہو الاظہر ولو برہن خارجان علی شئ قضی بہ لہما اور گواہ لاوین دو شخص خارج ایک چیز پر جو تیسرے شخص کے قبضہ میں ہے تو دونوں کے واسطے اس چیز کا حکم ہوگا ہم دلیل اسکی وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد میں ابو موسی اشعری سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک اونٹ کا دعوے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو دونوں میں نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ شہادت حجت شرعیہ ہے

میں جتنی الامکان [illegible] اب ہے اور بیان عمل ممکن ہے اسواسطے کہ تبدل ایدی شہود احدیہ اوقات مختلفہ میں ہو سکتا ہے تو گواہی

دعوی الرجلین (حاشیہ)

دیکھنے کے واسطے ہر فریق اسپر اعتقاد کرتا ہے جو اسنے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزیلعی فان برہنا فی دعوی نکاح سقطا لتعذر الجمع وحینئذ پھر اگر دو شخص گواہ
لائے نکاح کے دعوے میں تو دونوں کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہو ہم یعنی اگر عورت زندہ ہے نکاح کا دعوی دونوں نے ساتھ ہی
کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسیکا دعوے ثابت نہوگا اسواسطے کہ محل قابل شرکت کے نہیں ہے تیت برہان کی قید سے اسواسطے لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت
نکاح ہے اور اسکے واسطے حکم ہوگیا ثبوت نکاح کا پھر دوسرے شخص نے اپنے نکاح پر گواہ لایا تو گواہ اسکے مقبول نہونگے چنانچہ خریداری کے دعوی میں برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول
نہیں کذا فی الطحطاوی ولو میتۃ قضی بہ بینہما وعلی کل نصف المہر ویرثان میراث زوج واحد ولو ولدت یثبت النسب منہما وتمامہ فی الخلاصۃ اور اگر عورت میت ہو
تو دونوں مدعیوں کے واسطے نکاح کا حکم ہوگا اور ہر شخص پر نصف نصف مہر لازم آویگا اور دونوں شخص ایک زوج کی میراث کے وارث ہونگے اور اگر عورت حاملہ یعنی
بچہ جنکے مرگئی تو اولاد کا نسب دونوں شخصوں سے ثابت ہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ میں ہے ہم خلاصہ میں باقی بیان یوں ہے کہ ولد مذکور دونوں شخصوں کی
میراث میں کامل کا وارث ہوگا اور دونوں والد اسکے متروکہ سے ایک والد کی میراث پاوینگے کذا فی البحر وہی لمن صدقتہ اذا لم تکن فی ید من کذبتہ ولم یکن
دخل من کذبتہ بہا اور عورت اسکی زوجہ ہوگی جس مدعی کی عورت نے تصدیق کی لیکن بشرطیکہ عورت اسکے پاس نہو جس مدعی کی عورت نے تکذیب کی اور جسکی اسنے تکذیب
کی اسنے عورت کی وطی نکی ہو ہم خلاصہ یہ ہے کہ جب دو شخصوں نے ایک عورت میں نزاع کیا اور دونوں گواہ لائے تو اگر تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ مقدم ہو تو وہ
اولی ہے اور اگر تاریخ بیان نکی یا دونوں کی تاریخ برابر ہے تو اگر ایک کا قبضہ ثابت ہو چنانچہ وطی یا اپنے مکان کا لیجانا تو وہی شخص اولی ہے اور اگر کچھ نہو تو عورت کی
تصدیق کا اعتبار ہوگا مثال سبقت تاریخ کی جیسے قبضہ ہو وطی کا پھر اقرار پر صاحب تاریخ مقدم ہو حکم یہ ہے کہ اگر ایک کیلئے تاریخ پائی گئی اور دوسرے کے گواہ ہوں تو صاحب تاریخ
اولی ہے کذا فی الطحطاوی ہذا اذا لم یورخا فان ارخا فالسابق احق بہا اور یہ حکم باعتبار تصدیق عورت اسوقت ہے جبکہ دونوں نے تاریخ بیان نکی ہو اور اگر تاریخ
بیان کی تو صاحب تاریخ سابق اس عورت کا احق ہے یعنی سبقت تاریخ کے ساتھ قبضہ اور دخول کا کچھ اعتبار نہیں اسواسطے کہ صریح دلالت پر فائق ہے فلو ارخ احدہما فہی لمن
صدقتہ او لذی الید بزازیۃ قلت وعلی ما مر عن الثانی ینبغی اعتبار تاریخ احدہما ولم ار من نبہ علیہ فتامل ہم اگر ایک مدعی نے تاریخ بیان کی تو عورت اسکی زوجہ
ہے جسکی اسنے تصدیق کی یا ذی الید کی کذا فی البزازیہ میں کہتا ہوں اور یہ جو ابھی قول امام ابو یوسف رح سے منقول ہو چکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار کرنا
لائق ہے اور میں نے نہیں دیکھا اسکو جسنے اسپر آگاہ کر دیا ہو تو غور کر ہم میں ہم طحطاوی نے کہا البحر الرائق نے اسپر آگاہ کر دیا ہے کہ ایک شخص کی تاریخ
موجبات رجحان سے ہے وان اقرت لمن لا حجۃ لہ فہی لہ وان برہن الآخر قضی لہ اور اگر عورت نے اقرار کیا اس مدعی کے واسطے جسکے پاس گواہ نہیں
تو وہ اسی مدعی کی زوجہ ہے اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا یعنی جبکہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہو گیا اسکے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب
برہان کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ برہان قوی تر ہے تصادق سے کذا فی المنح ولو برہن احدہما وقضی لہ ثم برہن الآخر لم یقض لہ الا اذا ثبت سبقہ
لان البرہان مع التاریخ اقوی منہ بدونہ اور اگر گواہ لایا ایک مدعی اور اسکے واسطے حکم ہو گیا پھر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اسکے واسطے حکم نہوگا مگر اس صورت
میں جبکہ مدعی ثانی کی سبقت تاریخ ثابت ہو اسواسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہے اس برہان سے کہ بدون تاریخ کے ہو ہم ہر چند برہان دونوں
دعووں میں تاریخ ثابت ہو اسواسطے کہ سبقت نہیں ہو سکتی بدون تاریخ کے لیکن جبکہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہو دوسرے مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا
اسنے اصلا تاریخ ذکر نہ کی یا مع التاریخ سے تاریخ سابق مراد ہے کذا فی الطحطاوی کما لم یقض ببرہان خارج علی ذی ید ظہر نکاحہ الا اذا ثبت
سبقہ ای الخارج جیسے حکم نہوگا شخص خارج کی برہان سے اس ذوالید کی برہان پر جسکا نکاح ظاہر ہو چکا مگر اس صورت میں برہان
خارج سے حکم ہوگا جبکہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنی یہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق ہے ذی الید کے نکاح سے وان ذکر سبب الملک بان
برہنا علی شراء شیٔ من ذی الید فلکل نصفہ بنصف الثمن ان شاء او ترک الخیار لتفریق الصفقۃ علیہ اور اگر دونوں

مدعیوں نے سبب ملک کا ذکر کیا اس طرح پر کہ دونوں گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر ایک کے واسطے نصف نصف شئی کا حکم ہوگا بعوض نصف نصف
ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اسکو چھوڑ دے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا یعنے لینے میں کہ اسپر صفقہ متفرق ہوگیا یعنے پوری چیز اسکے واسطے باقی نہ رہی اور شاید
اسکی غبت پوری چیز میں ہو اور دعوی پر وان ترک احدہما بعد ما قضی لہما لم یاخذ الآخر کلہ لانفساخہ بالقضاء فلو قبلہ فلہ اور اگر ایک مدعی نے نصف
لینے کو چھوڑا دونوں کے واسطے حکم ہو جانے کے بعد تو دوسرا مدعی اسکو پورا نہیں لے سکتا بسبب فسخ ہو جانے بیع کے نصف باقی میں قاضی کے حکم سے اگر
قبل حکم کے ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا لیوے تو اسکو جائز ہے وہو ای الاخر ادعیا شراءہ للسابق تاریخا ان ارخا فیرد البائع ما قبضہ من الآخر الیہ
سراج اور وہ یعنے جسکی خرید کا دونوں نے دعوی کیا اس مدعی کا ہے جسکی تاریخ سابق ہے اگر دونوں نے تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھیرے جو ثمن لئے دوسرے
یا کذا فی السراج ہم سبقت تاریخ کا اسوقت اعتبار ہے جبکہ بائع ایک ہو اور اگر دونوں کے بائع مختلف ہوں تو اسی کے واسطے کچھ ترجیح نہیں اور نہ فقط سبق تاریخ
کے واسطے کذا فی الطحطاوی وہو لذی ید ان لم یورخا او ارخ احدہما او استوی تاریخہما اور وہ یعنے متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونوں مدعیوں نے
تاریخ خرید کی بیان نہ کی یا ایک نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہو وہو لذی وقت ان وقت احدہما فقط والحال انہ لا ید لہما
وان لم یوقتا فقد مران لکل نصفہ بنصف الثمن اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہے اگر دونوں میں سے ایک نے توقیت کی اور حالانکہ دونوں کا اسپر قبضہ
نہیں اور اگر دونوں نے وقت نہ کیا تو اسکا حکم مذکور ہو چکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاویگا نصف نصف ثمن دیکر والشراء احق من ہبۃ وصدقۃ
ورہن ولو مع قبض اور دعوے خرید احق ہے ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوے سے اگرچہ رہن قبض کے ساتھ ہو ہم وجہ ترجیح خرید یہ ہے کہ معاوضہ ہو تا
سے بخلاف ہبہ وصدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہے اسواسطے کہ ہبہ بعوض در حکم بیع ہے اور رہن پر خرید اسواسطے مقدم ہے کہ خرید مفید ملک ابدی فی الحال ہے
بخلاف رہن وہذا ان لم یورخا فلو ارخا واتحد المالک فالاسبق احق لقوتہ اور یہ یعنی تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اسوقت ہے جبکہ دونوں مدعیوں نے
تاریخ مذکور نہ کی ہو سو اگر تاریخ بیان کریں اور مالک کر دینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہے اپنے قوی ہونے کے سبب
ولو ارخت احدہما فقط فالمورخۃ اولے اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوے میں فقط ایک کی تاریخ مذکور ہو تو تاریخ والی چیز
مقدم ہے ولو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کر دینے والا مختلف ہو تو دونوں برابر ہیں یعنے اس صورت میں خرید ہبہ اور صدقہ پر مقدم نہیں
وہذا فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنے برابر ہونا اس چیز میں جو قابل قسمت نہیں مانند چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہے واختلف التصحیح فیما یقسم کالدار
والاصح ان الکل لمدعی الشراء لان الاستحقاق من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری ہبۃ الدرر اور تصحیح علما مختلف ہے اس چیز میں جو قابل
قسمت ہے جیسا کہ گھر اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہے اسواسطے کہ استحقاق یعنے استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن کے
ہے نہ قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبۃ من الدرر ہم یہ ردہے عمادی پر کہ اسنے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکسان قرار دیا ہے اور اس مسئلہ میں شیوع
طاری ٹھہرایا ہے جو مفسد ہبہ اور صدقہ نہیں کذا فی الطحطاوی والشراء والمہر سواء فیتنصف وترجع ہی بنصف القیمۃ وہو بنصف الثمن او یفسخ لما مر
اور خرید اور مہر برابر ہیں تو دونوں مدعیوں میں انصافا نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اس چیز کی پھیرے اور مدعی خرید نصف ثمن پھیر لے یا
بیع کو فسخ کرے بدلیل گذشتہ ہم یعنے جبکہ ایک مدعی نے دعوے کیا کہ میں نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے
میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے مہر میں مقرر کیا یا دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونوں قوت میں یکسان ہیں کیونکہ ہر ایک یعنی خرید اور مہر معاوضہ
مثبت ملک ہے مشتری کو فسخ بیع میں اختیار ہوا بسبب تفرق صفقہ کے کما مر ہذا اذا لم یورخا او ارخا واستوی تاریخہما فان سبق تاریخ احدہما کان
احق یہ یعنی استوا سے خرید اور مہر اسوقت ہے جبکہ دونوں کی تاریخ مذکور نہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونوں کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو

یہی احق ہے قید بالشراء لان النکاح احق من ہبۃ او رہن او صدقۃ عمادیہ والمراد من النکاح المہر کما حررہ فی البحر فظاہر اسلئے مصنف نے خرید کی قید
لگائی اسواسطے کہ نکاح احق ہے ہبہ اور رہن اور صدقہ سے کذا فی العنایہ اور نکاح سے مراد اس مقام میں مہر ہے چنانچہ بحر الرائق میں اسکی تحریر کی ہے صاحب
جامع الفصولین کی طرف غلطی کی نسبت کرکے صاحب جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور ہبہ اور رہن اور صدقہ برابر ہیں وجہ غلط کاری صاحب جامع الفصولین
کی یہ ہے کہ وہ یوں سمجھا کہ دو شخصوں نے ایک لونڈی میں تنازع کیا ایک کہتا ہے کہ میں اسکا مالک ہوں بعوض ہبہ کے اور دوسرا کہتا ہے کہ میں نے اس سے نکاح کیا اور حالانکہ
یہ قضا کی مراد نہیں بلکہ جہاں تقدیم نکاح کی ہبہ اور صدقہ پر بیان کی ہے وہاں نکاح سے مہر مراد ہے یعنی عقد چنانچہ یہ امر کلام محیط اور عمادی سے پر دلالت کرتا ہے کذا فی البحر الرائق
فہم صاحب النکاح والشراء او تنازعا فی الامۃ من رجل واحد ولا مرجح فقال ان [illegible] برابر ہیں نکاح اور خرید اگر دو شخصوں نے تنازع کیا ایک
مرد کی لونڈی میں اور کوئی مرجح مانند سبقت تاریخ کے نہیں تو لونڈی دونوں مدعی شریک کی مملوکہ ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوحہ ہوگی غور کرنا چاہئے اسکا وجہ یہ ہے کہ
خرید اور نکاح میں منافات نہیں ہے جیسا صاحب جامع الفصولین کی کذا فی البحر اور ہبہ مع قبض احق من رہن بلا عوض ای استحسانا اور رہن مع قبض
احق ہے ہبہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان اور وجہ استحسان یہ ہے کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہے اور مقبوض بحکم ہبہ مضمون نہیں ہے الا انکا عقد ضمان اولیٰ ہے
اور قیاس یہ ہے کہ ہبہ اولیٰ ہو رہن سے اسواسطے کہ ہبہ مثبت ملک ہے بخلاف رہن کے اور یہی احق لانہ بیع انتہاء والبیع ولو بوجہ اقوی من الرہن اور اگر ہبہ
بعوض ہو تو ویسے ہی وہ رہن سے اسواسطے کہ ہبہ بعوض آخر کار بیع ہے اور بیع اگرچہ کسی وجہ سے ہو قوی تر ہے رہن سے ولو ارخا وہما استویا ما لم یورخا
واحدہما اسبق اور اگر شہود تنازع فیہ دونوں مدعیوں کے قبضہ میں ہو تو رہن اور ہبہ دونوں برابر ہیں تاوقتیکہ دونوں کی تاریخ مذکور نہو اور ایک کی تاریخ
سابق نہ ہو یعنی درصورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ اسبق اولی اور اقدم ہوگا اور ان یرہنا خارجان علی ملک مورخ او شراء مورخ من واحد غیر ذی ید او
بیرہن خارج علی ملک مورخ وذو ید علی ملک مورخ اقدم فالسابق احق اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج نے اپنی ملک مورخ پر یا شراء مورخ پر
ایک ہی بائع سے جو ذی الید نہیں یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مورخ پر اور اقدم ہے تاریخ خارج سے تو سابق احق اور اولی ہے اور بائع میں غیر ذی الید کی قید شارح
نے اسواسطے لگائی کہ ذی الید سے خرید کرنا جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا کچھ فائدہ نہ تھا انہیں میں وان برہنا علی شراء متفق تاریخہا او مختلف تاریخہا
وکل یدعی الشراء من رجل آخر او وقت احدہما فقط استویا ان تعدد البائع وان اتحد فذو الوقت احق فلا بد من ذکر المدعی وشہوده
انہ اشتراہ من فلان وہو یملکہ ان لم یکن المبیع فی ید البائع واو شہدوا انہ ملک فقد قال ان ہذا انہ یدہ اور اگر خارجین گواہ لائے کہ اس نے خرید کی جسکی دونوں تاریخ متفق ہیں
یا مختلف ہیں کذا فی العینی اور ہر مدعی دعویٰ کرتا ہے دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونوں برابر ہیں اگر بائع
متعدد ہیں اور اگر ایک ہی بائع ہو تو صاحب وقت احق اور اولیٰ ہے پھر یہ ضرور ہے کہ مدعی اور اسکے گواہ وہ چیز ذکر کریں جو مثبت ملک ہو اسکا بائع کی
درصورتیکہ مبیع بائع کے ہاتھ میں نہو اور اگر گواہوں نے گواہی دی بائع کے قبض کی یعنی درصورتیکہ بالفعل بائع کا قبضہ نہیں قبضہ سابق کی
گواہی دی بلا ذکر اسکی ملک کے تو اسمیں دو قول ہیں کذا فی البزازیہ ہم بزازیہ میں ہے کہ گواہوں نے اگر گواہی دی خرید اور نقد ہیراو قبض کی
ذکر کیا اور نہ تسلیم کو اور نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوے اور شہادت مقبول نہیں اور اگر قبض بائع کی گواہی دی نہ اسکی ملک
کی تو اسمیں فقہا مختلف ہیں کذا فی المحیط وان برہن خارج علی الملک وذو الید علی الشراء منہ او برہنا علی سبب
ملک لا یتکرر کالنتاج وما فی معناہ کنسج لا یعاد وغزل قطن وحلب لبن وجز صوف ونحو ما ولو عند بائعہ ورد فذو الید احق من خارج
اجماعا سو اگر گواہ لایا خارج ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اور ذی الید گواہ لائے ایسے سبب ملک پر جو
ایک ہی بار ہوتا ہو نہ مکرر چنانچہ نتاج یعنی پیدائش بچہ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکرر ہو جیسا کہ نسج [illegible] یعنی شال [illegible]

قبلیہ کی پیداوارث جو دوبارہ نہیں ہوتی اور سوئی کا کاتنا اور دودھ کا دوہنا اور صوف کا تراشنا اور مانند ان اسباب غیر مکرر کے اگر چہ اسباب مذکورہ اسکے بائع کے پاس واقع ہوے ہوں تو ذی الید اولی ہو خارج سے بالاتفاق ھم نتاج سے مراد یہ ہو کہ مدعی کی ملک میں نتاج ہوا ہو یا اسکے بائع کی ملک میں یا اسکے مورث کی ملک میں جامع الفصولین میں ہو کہ خارج گواہ لایا کہ مثلاً یہ اونٹنی میری بائع کے پاس جنی اور ذی الید بھی اسی طرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ ہر مدعی اپنے بائع کی طرف سے مخاصم ہو تو گویا دونوں کے بائع حاضر ہوے اور یہ اسباب نتاج ملک کے مثل ہوے کذا فی الطحطاوی الا اذا ادعی الخارج علیہ فعلا کغصب و ودیعۃ و اجارۃ و نحوھا فی روایۃ درر و کان سببا یتکرر کبناء و غرس و نسج خز و زرع بر و نحوہ او اشکل علی اہل الخبرۃ فہو للخارج لانہ الاصل وانما عدلنا عنہ بحدیث النتاج دعوے نتاج میں ذی الید اولی ہو مگر جبکہ خارج ذی الید پر فعل کا مدعی ہو چنانچہ غصب ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اسکے وغیرہ کی روایت میں کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعوے ہو جو مکرر ہوسکتا ہو چنانچہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہوں وغیرہ کا کھیت بونا یا سبب ملک کا کرر معلوم ہونا مشکل ہو دانشمندوں اور واقف کاروں پر تو وہ خارج کے واسطے ہو نہ ذی الید کے اسواسطے کہ مدعی خارج ہیں اصل ہو اور ہمنے جو بیان مدول کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے ھم فی روایۃ اسواسطے کہا کہ حمادیہ میں بعد نقل کلام ذخیرہ اسکے خلاف مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر تکرر عمارت کی یہ صورت ہو کہ ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ میری اینٹ ہو میں نے اس سے دیوار بنائی اور خارج نے بھی اسی طرح دعوی کیا تو دعوی خارج مقدم ہو بسبب امکان تکرار اور گیہوں کا بونا بھی مکرر ہوسکتا ہو اسواسطے کہ انسان گاہے اسکو ایک زمین میں بوتا ہو پھر اسکو مٹی سے چھان لیتا ہو اور دوسرے کھیت میں بوتا ہو تو اگر خارج اور ذی الید نے دعوے کیا کہ یہ گیہوں میں نے بوئے ہیں اور دونوں گواہ لائے تو خارج مقدم ہو اور حدیث نتاج جابر بن عبداللہ سے مروی ہو کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبضہ میں اور گواہ لایا کہ یہ اونٹنی اسکی ہو اسکے پاس جنی ہو اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہو اور قابض کے پاس جنی ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دی اور یہ حدیث مشہور ہو لہذا اسکا نتاج منصوص ہوا چنانچہ محیط میں ہو کذا فی الطحطاوی وان برہن کل من الخارجین او ذوی الایدی او الخارج و ذو الید عینی علی الشراء من الآخر بلا وقت سقطا و ترک المال المدعی بید من معہ اور اگر ہر شخص گواہ لاوے دو شخصوں میں سے خواہ دونوں شخص خارج ہوں یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونوں برہان ساقط الاعتبار ہونگے اور جس مال کا دعوے ہو وہ اسکے قبضہ میں چھوڑا جاوے گا جسکے پاس وہ ہو ھم وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں مدعی وقت کو ذکر کرینگے تو صاحب وقت اخیر کے واسطے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل وقال محمد یقضی للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ اور کہا محمد نے کہ صورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہوگا ہم جواب میں کہتے ہیں شخص کی طرف سے کہ خریداری پر پیشقدمی کرنا اقرار ہو اسکی طرف سے دوسرے کی ملک کا ھم تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوے اور شیخین بالاجماع تساقط ہو بواسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضا تہاترا اتفاقا درر اور اگر فریقین کے گواہ خرید کے ساتھ قبض بھی ثابت کرینگے تو باتفاق شیخین اور محمد رح کے ساقط الاعتبار ہونگے ولا یرجح بزیادۃ عدد الشہود فان الترجیح عندنا بقوۃ الدلیل لا بالکثرۃ اور ترجیح نہیں دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اسواسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہو دلیل کی قوت سے نہ اسکی کثرت سے ھم قوت دلیل کی یہ صورت ہو کہ ایک دلیل متواترہ ہو اور دوسری از قسم احاد یا ایک دلیل مفسر اور دوسری مجمل کو تو مفصل کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کی احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے نہیں لہذا ایک آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہیں ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلو اقام احد المدعیین شاہدین والآخر اربعۃ فہما سواء فی ذلک پھر مصنف نے اس قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول

سے اگر ایک مدعی نے دو گواہ قائم کیے اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کیے تو دونوں برابر ہیں آپس میں یعنے اقامت شہادت ما فوق میں اسواسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہیں وکذا لا ترجیح بزیادۃ العدالۃ لان المعتبر اصل العدالۃ ولا حد للا مدلیۃ اور اسی طرح ترجیح نہیں عدالت کے زیادہ ہونے سے اسواسطے کہ شہادت میں اصل عدالت معتبر ہے اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچھ حد نہیں ہے یعنے اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہوں اور دوسرے مدعی کے گواہ اعدل ہوں تو ترجیح واقع نہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص اُس سے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا ہو تو حکم مستقر نہوسکیگا ایک جا

کذا فی الحمادی دار فی ید آخر ادعی رجل نصفہا وآخر کلہا وبرہنا فللاول ربعہا والباقی للآخر بطریق المنازعۃ وہو ان النصف سالم لمدعی الکل بلا منازعۃ ثم استوت منازعتہما فی النصف الآخر فینصف ایک گھر ہے ایک شخص کے قبض میں سو ایک مرد نے اسکے نصف کا دعویٰ اور دوسرے مرد نے تمام گھر کا اور دونوں مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چہارم گھر ثابت ہوگا اور باقی گھر یعنے تین چوتھائی دوسرے مدعی کی ہے بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہ ہے کہ نصف دار مدعی کل کے واسطے سالم ہے بلا منازعت اسواسطے کہ مدعی اول نصف کا دعویٰ کرتا ہے تو نصف باقی مدعی کل کو پہنچا اسکے اقرار سے پھر دونوں کی منازعت دوسرے نصف میں برابر قائم رہی تو وہ نصف دونوں میں نصفا نصف ہوگا یعنی تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع مدعی ثانی کے وقالا الثلث لہ والباقی للثانی بطریق العول لان فی المسئلۃ کلا ونصفا فالمسئلۃ من اثنین وتعول الی ثلثۃ اور صاحبین کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا ہے اور باقی دو تہائیاں مدعی ثانی کی ہیں بطریق عول کے اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ میں کل اور نصف جمع ہوے تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنی اسواسطے کہ نصف کا مخرج دو ہیں اور دو عول کرینگے تین کی طرف یعنی تو مدعی کل کے دو سہم ہوے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت الاثلاث ہے عول یہ ہے کہ مخرج میں سہام کی گنجائش نہو بسبب کثرت کے تو ہر سہم کم کر ڈالا جائے چنانچہ اسکا مشرح بیان کتاب الفرائض میں اور بکار الظہور ان انواع القسمۃ اربعۃ ما یقسم بطریق العول اجماعا وہی ثمانیۃ میراث ودیون ووصیۃ ومحاباۃ ودراہم مرسلۃ وسعایۃ وجنایۃ رقیق اور معلوم کر کہ اقسام قسمت کی چار ہیں ایک قسم وہ ہے جسمیں بطریق عول قسمت ہوتی ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسکی آٹھ صورتیں ہیں قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور جنایت رقیق ہم میراث کی یہ صورت ہے کہ جب فرائض کے سہام اتنے جمع ہوں کہ ترکہ میں انکے پورے ہونے کی گنجائش نہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلاً ایک عورت مرگئی اور ایک شوہر اور ایک سگی بہن اور ایک مادری بہن چھوڑ گئی تو مسئلہ چھ سے ہے اور بطریق عول کے سات سے اور دیون کی صورت یہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہوگئے کہ ترکہ سے ادا نہیں ہوسکتے تو ارباب دیون میں بطریق عول کے ترکہ تقسیم ہوگا مثلاً ایک شخص کی میت پر سو درم ہیں اور دوسرے کے پچاس درم اور کل ترکہ سو درم ہے اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت نے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کی اور تیسرے کے واسطے سدس مال کی اور وارثوں نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تا اینکہ مرجع وصیت ثلث ترکہ ٹھہرا تو تینوں شخصوں میں ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات یعنے محابات کی وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہے وہ اس مرد کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا جاے اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے وہ دوسرے مرد کے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچا جاے سو دونوں شخصوں کے واسطے تین ہزار کی محابات ہوئی تو ثلث مال دونوں میں بطریق عول کے تقسیم ہوگا اور دراہم مرسلہ کی قسمت کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے دو ہزار کی تو دونوں کے فیما بین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہ صورت ہے کہ یہ وصیت کی کہ یہ غلام نصف آزاد کیا جاے اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جاے اور ثلث متروکہ اس وصیت کو کفایت نہیں کرتا تو ثلث مال دونوں کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سے بقدر اسکے حصے کے سعایت ساقط ہوجائیگی اور جنایت رقیق شارح نے اسمیں دونوں صورتیں داخل کردیں ایک صورت جنایت کی عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہ ہے کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونوں جنایتوں میں غلام دے ڈالا گیا تو عبد جانی کی دونوں میں

بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہ ہے کہ غلام مدبر نے جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت
اسکی اولیا جنایت کو دی گئی تو دونوں میں قیمت بطریق عول کے تقسیم ہوگی کذا فی الطحطاوی و بطریق المنازعۃ اجماعا وہی مسئلۃ الفضولیین اور دوسری قسم
قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امام رح اور صاحبین رح کے اور وہ فضولیین کا مسئلہ ہے ہم مسئلہ فضولیین یہ ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ
غلام بیچا ہزار درہم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور کو بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درہم کے عوض اور مولے نے دونوں بیعوں کو جائز رکھا تو دونوں
مشتریوں کو اختیار ہے اگر لینا اختیار کریں تو تین ربع مشتری کل کے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحطاوی و بطریق المنازعۃ عندہ والعول
عندہما وہو ثلث مسائل مسئلۃ الکتاب واذا ادعی الرجل الکل والاخر النصف والوصیۃ بعبد واخرى بنصف ذکر ان تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے
امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین رح کے نزدیک اور اسکے تین مسئلے ہیں ایک مسئلہ اس کتاب کا ہے یعنے مسئلہ دار جو متن میں مذکور ہو چکا اور
جبکہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف
معین کی وصیت کی ہم کل او نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے اور کل و نصف غلام کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے بحر الرائق میں ہے کہ کل و نصف مال کی وصیت
میں اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملیگا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک دو ثلث صاحب
کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت میں اگر ثلث مال اسکو کفایت نہ کرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکھیں تو غلام کے تین
ربع صاحب کل کو ملینگے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا
فی الطحطاوی و بطریق العول عندہ والمنازعۃ عندہما وہو خمس کما بسطہ الزیلعی والعینی وتمامہ فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امام رح
کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین رح کے نزدیک اور اسکے پانچ مسئلے ہیں چنانچہ اسکو زیلعی اور عینی نے مشرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اسکا
بحر الرائق میں ہے ہم پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہے دو مالکوں میں ایک نے اسکو سو درہم دیے یعنی کوئی چیز اسکے ہاتھ سو درہم کو بطریق نسیہ
بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اسکو سو درہم بطریق دین کے دیے پھر عبد ماذون بیچا گیا سو درہم کو تو امام رح کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی میں بطور اثلاث
منقسم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اسواسطے کہ ادائیت ہوے (حق نصف دینا ۱۲) اسکے شریک کے نصف میں صحیح ہے نہ خود اسکے نصف میں دوسرا
مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درہم دین دیے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درہم اور غلام بیچا گیا تو دونوں میں ثمن کی تقسیم اثلاث سے ہوگی اور
صاحبین رح کے نزدیک ارباع ہوگی یعنی سو درہم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو از راہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمدا
قتل کیا اور مقتول عمدا کے وارث ہیں سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فدا عبد میں اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے
پانچہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت میں خود غلام کو دے (عوض ۱۲) تو دونوں شخصوں میں اثلاث تقسیم ہوگی امام
کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبین رح کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو صورت مذکورہ میں اور مولی اسکی قیمت دے پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ
ام ولد نے اپنے مولی اور اجنبی کو عمدا قتل کیا اور ہر مقتول کے دو دو وارث ہیں سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع
میں سعی کرے تو اجنبی کے وارث ساکت کو چوتھائی قیمت کی ہے اور نصف قیمت دونوں میں تقسیم اثلاثا بطریق عول کے ہوگی امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک
تقسیم ارباع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحطاوی عن البحر والاصل عندہ ان القسمۃ متی وجبت لحق ثابت فی عین او ذمۃ شائعا فعولیۃ او ممیزا او لاحدہما
شائعا وللاخر فی الکل فمنازعۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں امام رح کے نزدیک یہ ہے کہ جب قسمت واجب ہو گئی بواسطہ اس حق کے جو ثابت ہے کسی عین
یا ذمہ میں بطور شیوع کے یعنے بلا امتیاز تو اس مسئلہ میں قسمت بطریق عول کے ہے یا حق ثابت ہے بطریق تمیز کے یا ایک کا حق بعض میں شائع ہے اور دوسرے کا حق کل میں

تو وہان قسمت بطریق منازعت کے ہے ہم بہتر یون تھا کہ شارح یون کہتا فی ذمته او عین شائعًا انتہی کرہ مین تشبیہ معقول نہین یا دیون کہنا بہتر تھا شائعًا فی المعقر
دون الکل چنانچہ بحر الرائق مین صحیح ہو کذا فی الطحطاوی و عندہما تقسم اثلاثا علی المشرع فولیتہ والا فمنازعة فلیحفظ اور حقائق مین ہے کہ ترکہ جبکہ دو حق ساقط کے بطریق
شیوع کے ثابت ہون تو قسمت بطریق عول کے ہو اور نہین تو بطریق منازعت کے یعنے اگر دونون حق دو وقت مختلف مین یا علی وجہ التمیز ثابت ہون تو قسمت
بطریق منازعت کے ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی دونون قاعدے موجب اتفاق اور اختلاف امام رہ اور صاحبین رح کے ہین جنکی مثل مذکورہ بالا ولو الدار
فی ایدیہما فہی للثانی نصف لا بالقضاء و نصف بہ لانہ خارج اور اگر گھر دو شخصون کے قبضہ مین ہو یعنے ایک شخص نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گھر مدعی
ثانی کا ہو نصف بلا قضا اور نصف باقی بواسطہ قضا اسواسطے کہ وہ خارج ہو ہم مدعی ثانی کو نصف بلا قضا انتہی لا کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف مین ہو تو
مدعی ثانی کے واسطے نصف دار مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اسکو نصف ملا بلا قضا انتہی کہ قاضی کا حکم نہین ہوتا بدون دعوی او منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کے
قبضہ مین ہو اسمین خارج اور ذی الید کے گواہ جمع ہوے تو خارج یعنے مدعی کل کے گواہون کی تقدیم ہوگی ذی الید یعنی مدعی نصف کے گواہون پر کذا فی الطحطاوی
ولو فی ید ثلثة وادعی احدہم کلہا و آخر نصفہا و آخر ثلثہا و برہنوا قسمت عندہ بالمنازعة وعندہما بالعول وبیانہ فی الکافی اور اگر گھر تین شخصون کے
قبضہ مین ہو اور ایک شخص انمین سے کل دار کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینون گواہ قائم کرین تو وہ گھر امام رح کے
نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی مین ہے ہم امام رح کے نزدیک قسمت از سطیل چو
سہم سے ہے پندرہ سہم مدعی کل کے اور چھ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین رح کے نزدیک اٹھاوی سہم سے قسمت ہو ایک [illegible] سہم
مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے چار سہم اور مدعی ثالث کے [illegible] سہم اور اسکا بیان شرح طحاوی [illegible] بخوف تطویل ہم نے
اسکو ترک کردیا و لو برہنا علی نتاج دابة فی ایدیہما او احدہما او غیرہما او رخا قضی لمن وافق سنہا تاریخہما وہو الظاہر اور اگر دو مدعی گواہ لاے
ایک جانور کے نتاج پر دونون کے قبضہ مین یا ایک مدعی کے قبضہ مین یا مدعیون کے سوا اور شخص کے قبضہ مین ہو اور دونون مدعیون نے نتاج یعنی جانور کی
پیدائش کی تاریخ بیان کی تو اس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جسکی تاریخ اس جانور کی عمر کے موافق ہوگی بواسطہ شہادت ظاہر حال ہم یعنی جسکی تاریخ جانور کی
عمر کے موافق ہو اسکے صدق کی علامت ظاہر ہو اور دوسرے کے کذب کا نشان صحیح ہو فلو لم یورخا قضی بہا للذی الید سو اگر دونون مدعیون نے
تاریخ نتاج بیان نکی تو اس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا ولہما ان فی ایدیہما او فی ید ثالث اور دونون مدعیون کے واسطے حکم ہوگا اگر جانور
دونون کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وان لم یوافقہا بان خالف اشکل فلہما ان کانت فی ایدیہما او کانا خارجین فان فی ید احدہما
قضی بہا لہ ہو الاصح قلت وہذا اولی مما وقع فی الکنز والدرر والملتقی فتبصر اور اگر تاریخ دونون مدعیون کے موافق نہو اس طرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتھ
مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہوتی ہو تو وہ جانور دونون مدعیون کا ہے اگر انکے قبضہ مین ہو یا دونون خارج ہون سو اگر ایک مدعی کے
قبضہ مین ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہوگا یہی قول اصح ہے مین کہتا ہون اور یہ یعنے مصنف کی تعبیر وان لم یوافقہا بہتر ہے اس تعبیر سے
جو کنز اور درر او ملتقی مین واقع ہے کتب ثلثہ کی یون تعبیر ہے وان اشکل سو اسکو دیکھ لے اہم وجہ اولویت یہ ہے کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال دونون کو
شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اسمین فقط اشکال مذکور ہے نہ مخالفت برہن احد الخارجین علی الغصب من زید و الآخر علی الودیعة منہ استویا
لانہا بالجحد تصیر غصبا گواہ لایا ایک خارج اس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے پاس اسنے ودیعت رکھی
تو دونون برابر ہین یعنے اس چیز کا دونون مدعیون مین نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے غصب ہو جاتی ہے ہم اسواسطے
مسئلے مین مدعا علیہ غصب اور ودیعت کا زید ہے ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب ہوا اسواسطے ہو جاتی ہے کہ اسپر ضمان واجب ہوتا ہے اور [illegible]

ساقط نہین ہوتا اگر منکر ولدیت ہونے کا اقرار کرے اور بیان مدعا علیہ منکر ولدیت ہو تو گویا دونون مدعیون نے زید پر شے کا دعوے کیا لہذا دونون
شاہدی ہوے الناس احرار بالبیان الا فی اربع الشہادۃ والحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخۃ المصنف وفی نسخۃ بالعقل وعبارۃ
الاشباہ والدرر یعنی لوگ آزاد ہین بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزون مین آزادی بلا اثبات معتبر نہین شہادت اور حدود اور قصاص اور
قتل مین اسی طرح ہو مصنف کے نسخے مین اور دوسرے نسخہ متن مین بجاے قتل کے عقل ہو اور عبارت اشباہ والدرر مین ہی ہم وجہ یہ ہے کہ لوگ اولاد
ورثہ ہیں اور یہ اسواسطے کہ لوگ آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہین اور وہ دونون حضرات آزاد تھے جب شہادت مین حریت اصل نہ ٹھہری تو قاضی ظاہر
حریت پر کفایت نہ کرے بلکہ اگر خصم شاہدون پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اسکو دریافت کرے لوگون سے اور باطن تفتیش کرے اور جبکہ ایک
شخص نے دوسرے کی تہمت کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہو تو اسپر حد قذف ماری نجاوے گی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نکرے
اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہو تو تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہوگا اور جبکہ ایک شخص دوسرے آدمی کو
از راہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہین کہ مقتول غلام ہو تو اہل محلہ پر دیت کا حکم نہوگا تا وقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہو اور نسخہ ثانیہ یعنی قتل اور
عقل اور دیت کا ایک ہی مطلب ہو اسواسطے کہ قتل سے خطا مراد ہو جو موجب دیت ہو کذا فی الطحطاوی اقتضاء بتصرف وشیخنا فاوجدی علی مجہول الحال حرام
انہ عبدہ فانکر وقال انا حر الاصل فالقول له لتمسکه بالاصل اور اسوقت یعنے جبکہ حریت اصلی ٹھہری تو اگر شخص مجہول الحال جسکی حریت یا رقیت
معلوم نہین یہ دعوے ہوا کہ وہ غلام ہو سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ مین حر اصلی ہون تو اسکا قول قابل تصدیق کے ہی بسبب تمسک ہونے اس شخص کے اصل بات
یعنے حریت سے واللابس للثوب احق من آخذ الکم اور کپڑے کا پہننے والا احق ہو آستین کے پکڑنے والے سے ہم بیان سے وہ مسائل شروع ہوے
جنمین واضع یدکی تصدیق بدون گواہون کے ثابت ہو جاتی ہین کما کہ جس موضع مین ایک شے کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ سے کہ متنازع فیہا اسکے قبضہ مین
ہو تو اسپر قسم واجب ہوگی بشرط الطلب جانب ثانی پھر اگر اسنے قسم کھائی تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتیگا
بعنی لابس ثوب اسواسطے احق ثوب ہوا کہ اسکا تصرف ظاہر تر ہو آخذ آستین سے کہ وہ مقتضی ملک ہو تو لابس ہی ذی الید ٹھہرا اور آخذ خارج اور ذی الید
اولی ہو خارج سے اور اگر آخذ آستین گواہ قائم کریگا تو اب وہی احق ثبوت ہوگا اور یہی علت جاری ہو مابعد کے مسائل مین کذا فی الطحطاوی والراکب احق
من آخذ اللجام اور جانور کا سوار احق ہو لگام کے پکڑنے والے سے یعنے جانور پر ایک شخص سوار ہو اور دوسرا لگام پکڑے ہو اور دونون دعوے کرتے ہین
کہ یہ جانور میرا ہی تو سوار احق ہو بسبب ظاہریت تصرف ومن فی السرج اولی من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹھا ہو وہ احق ہو اس شخص سے جو اسکے پیچھے بیٹھا ہو یعنی
اسواسطے کہ تمکن اسکا اس موضع مین تقدم کی دلیل ہو وذو حملہا ممن علق کوزہ بہا لانہ اکثر تصرفا جسکا بوجھ جانور پر لدا ہو اس شخص سے جسنے اپنا
کوزہ اسپر لٹکا دیا ہو اسواسطے کہ اسکا تصرف یعنے لابس اور راکب اور بوجھ والے کا تصرف زیادہ تر ہو دوسرے کے تصرف سے ہم حمل کسرحا کون
ہیم اس بوجھ کو کہتے ہین جو پیٹھ یا سر پر لادا جاوے کذا فی الحموی والجالس علی البساط والمتعلق بہ سواء کجالسیہ وراکبی سرج اور جو فرش پر
بیٹھا ہو اور جو فرش کو پکڑے دونون تصرف مین برابر ہین مانند ان دو شخصون کے جو فرش پر بیٹھے ہین اور ایک زین پر سوار ہین ہم تو فرش
جالس اور متعلق مین نصفا نصف ہو اسواسطے کہ فرش پر بیٹھنا فرش کا قبضہ نہین بلکہ قبضہ اسوقت ہوتا جب فرش اسکے گھر مین ہوتا یا
وہ فرش اٹھا لیا جاتا کذا فی الدرر کمن معہ ثوب وطرفہ مع الآخر لا ہدبتہ ای طرفہ الغیر منسوج لانہا لیست بثوب جالس اور دونون
برابر ہین مانند ان شخصون کے کہ ایک کے پاس کپڑا ہو اور دوسرے کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہو نہ وہ شخص برابر ہو جسکے ہاتھ مین
کپڑے کا ہدبہ یعنے جھیر ہو ہم ہدبہ یعنے کپڑے کا طرہ بے بنا اسواسطے کہ طرہ غیر منسوج کپڑا نہین ہو بخلاف جالسی دار تنازعا فیہا

حیث لا یقضی لہا لاحتمال انہا فی ید غیرہا وہنا علم انہ لیس فی ید غیرہما یعنی بخلاف ان دو شخصون کے جو ایک گھر مین جالس ہین اور گھر مین
جھگڑا کرتے ہین کہ یہان دونون کے واسطے گھر کا حکم نصفا نصف نہوگا کیونکہ جلوس دار ملک کی دلیل نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر ان دو
شخصون کے سوا کسی اور کے قبضہ مین ہو اور یہان یعنی مسئلہ جلوس فرش مین معلوم ہو چکا ہے کہ فرش دونون شخص کے سوا اور کسی کے قبضہ مین
نہین ہے کذا فی العینی والحائط لمن جذوعہ علیہ او متصل بہ اتصال تربیع بان تتداخل انصاف لبناتہ فی لبنات الآخر ولو من خشب فبان تکون
الخشبۃ مرکبۃ فی الاخری لدلالتہ علی انہما بنیا معا ولذا سمی بذلک لانہ حینئذ یبنی مربعا دیوار اس شخص کی ہے جسکی کڑیان دیوار پر رکھی ہون
یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اس طرح پر کہ ایک دیوار کی آدھی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل
ہون اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اس طرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیان دوسری دیوار مین مرکب اور پیوستہ ہون بسبب دلالت کرنے اتصال
تربیع کے اس پر کہ دونون دیوارین ساتھ ہی بنی ہین اور اسی واسطے اسکا نام تربیع رکھا گیا کیونکہ اسوقت مین دیوار مربع بنائی جاتی ہے اور اتصال
دو طرح ہے ایک اتصال ملازقت وہ یہ ہے کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارہ سے ملا ہو لیکن دونون دیوارون کا جوڑ معلوم ہوتا ہے
اور دوسرا اتصال تربیع وہ یہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹین آدھی آدھی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹون مین متداخل ہون اور اگر لکڑی
کی دیوار ہے تو ایک دیوار کی لکڑیان دوسری مین مرکب ہون کذا فی الدر طحطاوی نے کہا اتصال تربیع کی حقیقت مین اختلاف ہے اور قول ظاہر یہی
یہ قول ہے کہ اتصال تربیع یہ ہے کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو اس مدعی کی دو دیوارون سے دونون طرف سے اور دونون دیوارین متصل ہون اسکی دیوار
مقابلہ دیوار متنازع فیہ تاکہ دیوار مربع ہو جائے قبہ کے مانند تو اسوقت مین کل مجموعہ واحد کے حکم مین ہوگی انتہی الا من لہ اتصال ملازقۃ او نقب
وادخال او ہرادی کقصب وطبق یوضع علی الجذوع اسکی دیوار نہین جسکی دیوار مین اتصال ملازقت ہے یعنی لگا ہوا ہے یا ادخال لبنات یا چوبی دیوار مین نقب یا ادخال
ہے یعنی سوراخ کرکے لکڑی اسمین داخل کرنا یا اسکی دیوار نہین جسکے بنگے ہین مانند بانس و طبق کے جو کڑیون پر رکھی جاوین ہرادی جمع ہے ہردیۃ
کی بکسر ہا مع الغفار اور در مین ہے کہ ہرادی وہ لکڑیان ہین جو دھنیون پر رکھی جاوین اور انپر مٹی ڈالی جاوے انتہی اہل ہند انکو بنگا یا پرگہ یا تختہ یا چھپا
کہتے ہین خلاصہ یہ ہے کہ دھنیان رکھنا دیوار پر دلیل ملک ہے نہ بنگے رکھنا بلکہ ان مین الجار یعنی تنازعا والاخر صاحب الہرادی بل صاحب الجذع الواحد
احق منہ خانیۃ بلکہ بنگے والی دیوار دونون پڑوسیون مین مشترک ہے اگر دونون اسمین جھگڑا کرین اور وہ دیوار بنگے والے کی مخصوص نہوگی بلکہ ایک
دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اس سے زیادہ حقدار ہے دیوار کا کذا فی الخانیۃ ولو لاحدہما جذوع وللآخر اتصال فلذی الاتصال وللآخر حق الوضع وقیل لذی
الجذوع ملتقی وتمامہ فی العینی وغیرہ اور ایک شخص کی دھنیان ہون دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال ہو یعنی اتصال تربیع تو وہ
دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسرے شخص کو دھنی رکھ لینے کا حق ہے اور بعضون نے کہا کہ وہ دیوار دھنیون والے کی ہے کذا فی الملتقی اور پورا
بیان اسکا عینی وغیرہ مین ہے ہم کہتے ہین ہے کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہے اتصال تربیع اتصال ملازقت و مجاورت اور وضع جذوع و محاذات
بنا تو سب سے احق صاحب تربیع ہے پھر اگر وہ نہو تو صاحب جذوع ہے پھر اگر وہ بھی نہو تو صاحب محاذات ہے کذا فی الطحطاوی والا حق المطالبۃ برفع
جذوع وضعت تعدیا فلا یسقط بابراء ولا صلح وعفو وبیع واجارۃ اشباہ من احکام الساقط لا یعود فلیحفظ اور جو دھنیان ظلم سے رکھی گئی ہون
انکے اٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا ابراکر دینے سے اور صلح اور عفو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط لا یعود
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم کہتے ہین اگر دھنیون کا مالک انکا اٹھا لینے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا ہے کہ ابرا عیان
مین صحیح نہین ہوتا بلکہ اس حق سے جو کسی کے ذمے پر ثابت ہو اور اگر دھنیان رکھنے والا یا جسکی دیوار پر دھنیان ہین وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو

سطح البیت رفع کا حق ثابت ہی اور اگر صاحب دیوار دھنیاں رکھنے واسطے کے پاس وہ مکان اجارہ پر تھا تو حق مذکور ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی ذو بیت من دار فیہا بیوت کثیرۃ کذی بیوت منہا فی حق ساحتہا فہی بینہما نصفین کالطریق اور ایک کوٹھری اور دالان والا جس گھر کے بیچ مین بہت کوٹھریان اور دالان ہین اس شخص کے مانند ہی جسکی بہت کوٹھریان اور دالان ہین اس گھر مین پس اسکے صحن کے حق مین تو صحن گھر کا دونون ہین نصفا نصف ہی راہ کے مانند بخلاف الشرب یعنی صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال مین برابر ہین چلنے پھرنے مین اور سوار ہونے مین اور لکڑیان چیرنے مین وغیرہ ذلک کے پس صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور مین برابر ہین بخلاف الشرب اذا تنازعا فیہ فانہ یقدر بالارض بقدر سقیہا بخلاف پانی پینے کی باری کے جبکہ دو شخص اسمین جھگڑا کرین تو اسکا اندازہ ہوگا زمین سے بقدر اسکے سینچنے کے ہم یعنے اب پانی مین تھوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہین اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے واسطے ہی تو جسکی زمین زیادہ اتنی پانی لینے کی حاجت زیادہ تو اسکا اندازہ بقدر اراضی کے ہی بہنا ای الخارجان علے ید کل منہا فی ارض قضی بیدیہما فتنصف دو شخص غیر قابض گواہ لائے اسپر کہ دونون کا قبضہ زمین مین تھا تو دونون کے ثبوت قبضہ کا حکم ہوگا تو وہ زمین دونون مین نصفا نصف ہوگی ولو برہن علیہ ای علی الید احدہما او کان تصرف فیہا بان لبن او بنی قضی بیدہ لوجود تصرفہ اور اگر زمین کے قبضہ پر دو مدعیون مین سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اسمین تصرف کرتا تھا اس طرح پر کہ اسنے اسمین اینٹین پاتھین یا عمارت بنائی تو اسی کے واسطے قبضہ کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اسکے تصرف کے ہم یعنے ممکن اشیاء مذکورہ اسکے قبضہ کی دلیل ہی ادعی الملک فی الحال وشہد الشہود ان ہذا العین کان ملکہ تقبل لان ما ثبت فی زمان یحکم ببقاءہ ما لم یوجد المزیل اور ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوے کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تھی یعنے زمانہ ماضی مین تو گواہی مقبول ہی یعنے فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایک زمانہ مین تو اسکے باقی رہنے کا حکم رہتا ہی جب تک وہ چیز پائی نجائے جو اسکے ثبوت کو دور کرے کذا فی الدرر صبی یعبر علے نفسہ ای یعقل ما یقول قال انا حر فالقول لہ لانہ فی ید نفسہ کالبالغ ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کر سکتا ہی یعنی جو کہتا ہی اسکو سمجھتا ہی وہ بولا کہ مین آزاد ہون تو اسکا قول مقبول ہی اسواسطے کہ صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف مین بالغ کے مانند ہی یعنے اگر اسکی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو بدون اسکے انکار کے بدون شہادت معتبر نہین کذا فی الدرر فان قال انا عبد لفلان لغیر ذی الید قضی بہ لذی الید کمن لا یعبر عن نفسہ لاقرارہ بعدم یدہ سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون یعنی اسکا جو ذی الید نہین تو وہ ذی الید کو دلایا جاویگا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاویگا جو عاقل نہین کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر ہم یعنے جبکہ اسنے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اسکی مملوکیت ذی الید کے ہم اس دعوی سے ثابت ہوئی جو خالی ہی معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہ کوئی نہین کہ سکتا کہ اقرار صغیر صغیر کے حق مین معتبر نہین علی الخصوص کہ اسکا تارک بدعوی حریت ممکن ہی کذا فی الطحطاوی فلو کبر وادعی الحریۃ تسمع مع البرہان لما تقرر ان التناقض فی دعوے الحریۃ لا یمنع صحۃ الدعوے پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اسنے آزادی کا دعوے کیا تو مسموع ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ دعوے حریت مین تناقض صحت دعوی کا مانع نہین ہم علی الخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت مین ہوا ہم

باب دعوے النسب

یہ باب جو نسب کے دعوے مین ہی الدعوۃ نوعان دعوۃ استیلاد وہو ان یکون اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت دو قسم ہی ایک استیلاد کی دعوت وہ یہ ہی کہ اصل علوق یعنے نطفہ ٹہرنا مدعی کی ملک مین ہو ہم اکثر عرب اور عام مین دعوت بفتح دال بولتے ہین اور نسب مین بکسر دال کہتے ہین ودعوۃ تحریر وہو بخلافہ دوسری قسم تحریر کی یعنے آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلاد کے مخالف ہی یعنے مدعی کی ملک مین نطفہ نہ ٹہرا ہو والاولی اقوی لسبقہ واستنادہا

بوقت العلوق و الاتصال و دعوة التحریر علی الحال فتنفع اور اول یعنے دعوت استیلاد قوی تر ہو بسبب اسکے سابق ہونے کے اور اسکے مستند ہونے کے وقت
علوق سے اور مقصود ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب بیان واضح ہوگا بیعت ولدت لاقل من ستة اشہر منذ بیعت فادعاہ البائع
ثبت نسبه منه استحسانا لان العلوق فهالی ملکه ومبنی النسب علی الخفاء فیعفی فیه التناقض یعنی لونڈی جنی چھ مہینے سے کمتر میں جسوقت سے
کہ اسکی بیع ہوئی پھر اس ولد کا بائع نے دعوے کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا از روے استحسان کے بسبب اسکے علوق رہنے کے بائع کی ملک میں
اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہو تو اسمیں تناقض معاف ہوگا ہم بیان قیاس یہ تھا کہ بائع سے نسب ثابت نہو اور یہی قول ہے زفر رح اور امام شافعی رح کا اسلئے
کہ بائع کا بیچنا یہ اقرار ہے اسکی جانب سے کہ وہ لونڈی ہے ام ولد نہیں تو اب دعوے نسب کا صریح تناقض ہے بیان استحسان یہ ہے کہ بنا نسب کی پوشیدگی پر ہے تو اسمیں
تناقض معاف ہے جبکہ یقین ہوا ولادت سے کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اسواسطے ہوئی کہ آدمی کا سے گمان کرتا ہے کہ یہ اسکے نطفہ سے نہیں
پھر ظاہر ہوتا ہے کہ نطفہ اسیکا ہے تو یہ عذر ہوسکتا ہے واعتبار تناقض کے مقابلہ میں اذ صحت فصارت ام ولده فیفسخ البیع ویرد الثمن اور
جبکہ دعوے نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا لا محالہ بائع کے زمانہ کی طرف تو لونڈی بائع کی ام ولد ہو گئی تو بیع لونڈی کی فسخ کیجائیگی اور ثمن اسکا مشتری کو
پھیر دیا جائیگا ولکن اذا ادعاه المشتری قبله ثبت نسبه منه لوجود ملکه وانتفائه باقراره وقیل یحمل علی انه نکحها ثم استولدها ثم اشتراها لیکن جبکہ
ولد کا دعوے کیا مشتری نے بائع کے دعوے سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائے جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کی ام ولد
ہونا اسکے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ مشتری کا دعوے اسپر محمول ہوگا کہ مشتری نے اس لونڈی سے نکاح کر لیا تھا بائع کی ملک میں پھر
استیلاد کیا پھر اسکو خرید کر لیا ولو ادعاه معه ای مع ادعاء البائع او بعده لا لان دعوته تحریر والبائع استیلاد فکان اقوی کما مر اور اگر مشتری نے
بائع کے دعوے کے ساتھ دعوے کیا یا بعد اسکے دعوے کے دعوے کیا تو اسکا دعوی صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ دعوت تحریر ہے اور بائع کی دعوت استیلاد
ہے تو دعوت استیلاد ہی قوی تر ٹھہرے گی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب میں وکذا ثبت من البائع لو ادعاه بعد موت الام بخلاف موت الولد
لفوات الاصل اور اسی طرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مرجانے اسکی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہوجانے اصل کے یعنی ولد ہی تو یہاں
اصل ولد ہے اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہوگیا نسب سے ویاخذه البائع بعد موت امه ویرد
المشتری کل الثمن وقالا حصته اور بائع ولد کو لے گا اسکی ماں کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیرے اور صاحبین رح نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیرے
واعتاقهما ای اعتاق المشتری الام والولد کموتهما فی الحکم اور دونوں کا اعتاق یعنے مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو ان دونوں کی موت مانند ہے حکم میں
هم قوله الولد واو لیفیه اونہم جمع بین المعطوف والمعطوف علیه جائز ہے جب اعتاق موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے
دعوے کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوے صحیح ہے اور اسکا نسب اس سے ثابت ہے اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماں کو تو دعوے صحیح نہیں حق ولد میں اسواسطے کہ اگر صحیح ہو
تو اعتاق باطل ہو اور عتق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہیں رکھتا اور نہ ماں کے حق میں دعوے صحیح ہے اسواسطے کہ ماں ولد کی تابع ہے پھر جب اصل میں صحیح نہوا
تو تابع کے حق میں بالضرور صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی عن النهر والتدبیر کالاعتاق لانه ایضا لا یحتمل الابطال ویرد حصته اتفاقا ملتقی وغیره وکذا حصتها
ایضا علی الصحیح من مذهب الامام کما فی القهستانی والبرهان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہے اسواسطے کہ تدبیر بھی اعتاق کے مانند محتمل ابطال
نہیں ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پھیر دے باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے یعنے جبکہ مشتری ماں کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدون ولد کے
کذا فی الملتقی وغیرہ اور اسی طرح ماں کا بھی حصہ پھیر دے بموجب قول صحیح کے امام رح کے مذہب سے چنانچہ قہستانی اور برہان میں ہے ونقله فی الدرر والمنح
عن الهدایة علی خلاف ما فی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہے اسکو درر اور منح الغفار میں ہدایہ سے برخلاف اس قول کے جو کافی میں مبسوط سے نقل

ھم ۔ اور یہی ہدایہ سے بھی منقول ہے کہ جب مشتری ماں کو آزاد کرے یا مدبر کرے تو بائع حصۂ ثمن ولد مشتری کو پھیر دے صاحبین کے نزدیک یا امام کے نزدیک قول صحیح تمام ثمن پھیر دے چنانچہ موت میں انتہی اور کافی میں ایسا ہی ہے اور طرف سے منقول ہے کہ حصہ ولد پھیر دے اسکی ماں کا حصہ باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے کذا فی الدر والطحطاوی نے کہا اتفاقی نے ہدایہ میں اعتراض کیا ہے کہ محمد رح نے امام رح سے جامع صغیر اور اصل یعنی مبسوط میں تصریح کی ہے کہ حصۂ ثمن ولد پھیرا جاویگا اور اسیطرح کرخی اور طحطاوی نے اپنے مختصروں میں اور اسیطرح شمس الائمہ سرخسی نے شامل اور کفایہ میں اور ابواللیث نے شرح جامع صغیر میں تو ظاہر ہوا کہ ہدایہ کا قول مرجوح ہے اگرچہ اسنے اسکی تصحیح کی ہے چنانچہ عزمی زادہ نے اسکو بیان کیا ہے انتہی وعبارۃ المواہب وان ادعاہ بعد عتقہا ودبرہا ثبت منہ وعلیہ رد الثمن وانتفیا برد حصتہ وقیل الا بردحصتہا وفی الاعتاق بالاتفاق انتہی یعنی مواہب الرحمن کی یہ روایت ہے اور اگر بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کر دینے اسکی ماں کے یا اسکی موت کے بعد تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور اسپر ثمن پھیر دینا لازم آویگا اور صاحبین رح نے حصہ ولد کے پھیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ماں کا حصہ ثمن اتفاق میں بالاتفاق پھیر اسجا سے انتہی کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیئے ھم جس قول کو مواہب میں ضعیف کہا ہے وہی قول معتمد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو ولدت الامۃ المذکورۃ لاکثر من حولین من وقت البیع وصدقہ المشتری ثبت النسب بتصدیقہ وھی ام ولدہ علی المعنی اللغوی نکاحا حملا لامرہ علی الصلاح اور اگر لونڈی مذکورہ جنی دو برس سے زیادہ مدت میں بیع کے وقت سے اور بائع نے اسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی یعنی لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کر کے ھم ثبوت نسب میں مشتری کی تصدیق کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک میں بالیقین واقع نہیں ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہیں ہوتی بائع کا ام ولد یعنی اصطلاحی اسواسطے وہ لونڈی نہوئی کہ استیلاد بائع کی ملک میں نہیں ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنی مشتری نے لونڈی کا نکاح کر دیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خرید کرنے کے تو ولد مشتری کا مملوک ٹھہریگا اور نسب اسکا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر بعد بیع پورے دو سال میں لونڈی جنی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا الحق لو ولدت فیما بین الاقل والاکثر ان صدقہ فحکمہ کالاول لاحتمال العلوق قبل بیعہ والا لا باقی رہا یہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین میں یعنی سات مہینے سے تیئیس مہینے تک تو اگر مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اسکا حکم اول کے مانند ہے یعنی ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد یعنی اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نکی اسطرح پر کہ اسکی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوی کیا یا نکیا یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتری اتفاقا وکذا البینۃ لہ عند الثانی خلافا للثالث شرنبلالیۃ وشرح مجمع اور اگر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے اس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد میرا ہے اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت ہو چکی بیع کی اور ولد تیرا نہیں ہے تو مشتری کا قول درصورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسیطرح گواہ بھی اسی کے مقبول ہیں ابو یوسف کے نزدیک برخلاف مذہب محمد کذا فی الشرنبلالیہ وشرح المجمع وفیہ لو ولدت عند المشتری ولدین احدہما لدون ستۃ اشہر والآخر لاکثر ثم ادعی البائع الاول ثبت نسبہما بلا تصدیق المشتری اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کم مدت میں اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت میں پھر بائع نے اول ولد کا دعوی کیا تو دونوں لڑکوں کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ھم اسصورت میں نسب دونوں کا ثابت ہوگا جبکہ دونوں کی ولادت میں چھ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اسواسطے کہ وہ دونوں توامین ہیں کہ ایک نطفے سے پیدا ہوئے پھر جب اول میں دعوی بائع کا بلا تصدیق متحقق ہوگیا تو دوسرے میں بھی مشتری کی تصدیق کی کچھ حاجت نہوگی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن پھیر دیا جائیگا باع من ولد عندہ وادعاہ بعد بیع مشتریہ ثبت نسبہ لکون العلوق فی ملکہ ورد بیعہ لان البیع یحتمل النقض بائع نے اس ولد کو بیچا جو اسکے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اسکو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اسکا نسب

ثابت ہوگا بسبب ہونے علوق کے بائع کی ملک میں اور بیع ٹوٹ جائیگی اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہے یعنے اور حق دعوت محتمل
نقض نہیں لہذا بیع بلحاظ حق دعوت منقوض ہوگی وکذا الحکم لو کاتب الولد او رہنہ او آجرہ او کاتب الام او رہنہا
او آجرہا او زوجہا ثم ادعاہ فیثبت نسبہ وترد ہذہ التصرفات بخلاف الاعتاق کما مر اور اسی طرح بیع کے مانند حکم ہے اگر بائع نے
ولد کو مکاتب کیا یا اسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اسکی ماں کو مکاتب کیا یا اسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اسکا کسی سے نکاح کردیا پھر بائع نے اسکی
فرزندی کا دعوے کیا تو اسکا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور یہ تصرفات مذکورہ یعنے کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاوینگے بخلاف
اعتاق چنانچہ مذکور ہوچکا یعنے اگر مشتری ولد کو آزاد کردیگا تو رد نہوگا اسواسطے کہ اعتاق محتمل ابطال نہیں باع احد التوأمین المولودین عندہ
علقا وولدا عندہ واعتقہ المشتری ثم ادعی البائع الولد الآخر ثبت نسبہما وبطل عتق المشتری بامر فوقہ وہو حریۃ الاصل لانہما علقا فی ملکہ
حتی لو اشتراہا حبلی لم یبطل عتقہ لانہا دعوۃ تحریر فیقتصر عینی وغیرہ وجزم بہ المصنف بیچا ایک توام کو توامین مولودین سے یعنے وہ
توامین جنکا علوق اور تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اسکو بیچ ڈالا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جسکی بیع واقع نہیں ہوئی دعوی کیا تو
دونوں کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہوجائیگا اس امر کے سبب جو بڑا اور اونچا ہے عتق سے وہ اصلی حریت ہے یعنی
اور عتق حریت عارضی ہے دونوں کا نسب ایک کے دعوی سے اسواسطے ثابت ہوگیا کہ دونوں کا علوق بائع کی ملک میں رہا تھا اگر لونڈی کو حاملہ خرید کیا اور
اسکے وہ دو توام جنی اور مشتری نے ان میں سے ایک لڑکے کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اسکو آزاد کردیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی کیا تو مشتری
ثانی کا عتق باطل نہوگا اسواسطے کہ یہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلاد اسواسطے کہ علوق اسکی ملک میں نہ تھا تو دعوت تحریر فقط ولد ثانی پر مقصور رہیگی کذا
فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ثم قال وحیلۃ اسقاط دعوی البائع ان یقر البائع انہ ابن عبدہ فلان فلا تصح دعواہ ابدا کما بینا
پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہ ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز مبیعہ کا ولد میرے فلاں غلام کا بیٹا ہے تو بعد اس اقرار کے
بائع کا دعوے صحیح نہوگا کبھی کذا فی المجتبی یعنے اسواسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار محتمل نقض نہیں وقد افادہ بقولہ قال عمرو لصبی معہ او مع غیرہ عینی
ہو ابن زید الغائب ثم قال ہو ابنی لم یکن ابنہ ابدا وان جحد زید بنوتہ مثلا فالحاصل ان النسب لا یحتمل النقض بعد ثبوتہ حتی لو صدقہ
بعد تکذیبہ صح اور البتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلا کہا اس صغیر کو جو اسکے ساتھ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھ ہے کہ وہ زید
غائب کا بیٹا ہے پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اسکا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید مذکور اسکی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ نسب بعد اپنے ثابت
ہونے کے محتمل نقض کا نہیں یہانتک کہ اگر زید عمرو کی تصدیق کرے بعد اسکی تکذیب کے تو صحیح ہے ہم صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ دعوت مقر بعد انکار مقر لہ صحیح
نہیں اسواسطے کہ جب اسکا اقرار باطل ہوگیا مقر لہ کے انکار سے تو گویا اسنے اقرار ہی نہ کیا تھا ولذا لو قال لصبی ہذا الولد منی ثم قال لیس منی لا یصح نفیہ لانہ
بعد الاقرار بہ لا ینتفی بالنفی فلا حاجۃ الی الاقرار بہ ثانیا ولا سہو فی عبارۃ العمادی کما زعمہ ملا خسرو وکما افادہ الشرنبلالی اور اسی واسطے یعنے چونکہ
نسب محتمل نقض نہیں اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہیں ہے تو اسکی نفی صحیح نہیں اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہیں ہوسکتی نفی کرنے سے
تو اب کچھ حاجت نہیں دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھ سہو نہیں عمادی کی عبارت میں چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہے ملا خسرو نے جیسے کہ
بیان کیا ہم اسکو یعنے عدم سہو کو شرنبلالی نے وہم ملا خسرو وصاحب درر نے کہا عمادیہ میں یوں ہے کہ قال ہذا الولد لیس منی ثم قال ہو منی صح ظاہرا
یہ سہو ہے کاتب اول کا اسواسطے کہ تعلیل عمادی اسکو مقتضی ہے کہ یہاں تین عبارتیں ہوں پہلی عبارت مفید اثبات فرزندی ہو اور دوسری
عبارت اسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ میں فقط دو ہی عبارتیں ہیں انتہی شرنبلالی نے کہا کہ ہذا الثانی یعنی اقرار ثانی کا

ظاہر امیرے نزدیک کچھ فائدہ مندی نہین ثبوت نسب مین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے اسکی نفی کرنے سے نہین بدلتی کذا فی الطحطاوی مختصراً وہذا اذا صدقہ الابن فلو

فلا الا اذا عاد الابن الی التصدیق لبقاء اقرار الاب اور یہ یعنی ثبوت نسب صغیر اس صورت مین ہے کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اسکے تصدیق

کرنے کے نسب ثابت نہوگا مگر اس صورت مین جبکہ بیٹا دوبارہ اسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ہم تفصیل یہان جاری ہے جہان غیر اپنا حال

بیان کرسکتا ہے ولو انکر الاب الاقرار فبرہن علیہ الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اسکے اقرار پر تو مقبول ہو واما الاقرار بانہ

اخوہ فلا یقبل لانہ اقرار علے الغیر اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے سو مقبول نہین ہے اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہے یعنے تو بلا تصدیق اسکے کیونکر مقبول ہو

فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو قال لست وارثہ ثم ادعی انہ وارثہ وبین جہتہ الارث صح اذ التناقض فی النسب عفو اگر ایک شخص نے

کہا کہ مین اسکا وارث نہین ہون پھر اسنے دعوے کیا کہ مین اسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوے صحیح ہے اسواسطے کہ نسب مین

تناقض معاف ہے ہم جامع الفصولین مین ہے کہ اثبات وراثت صحیح نہین جب تک جہت ارث بیان نہ کرے انتہی یعنے وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ

ولو ادعی بنوۃ العم لم یصح مالم یذکر اسم الجد اور چچا کی فرزندی کا دعوے کیا یعنے یون کہا کہ وہ میرا چچیرا بھائی ہے تو دعوے صحیح نہین جب تک دادا کا

نام بیان نہ کرے ولو برہن انہ اقر انی ابنہ تقبل لثبوت النسب باقرارہ ولا یصح الا بحضرۃ خصم ہو وارث او دائن او مدیون او موصی لہ اور اگر

گواہ لایا اسپر کہ اسنے اقرار کیا ہے کہ مین اسکا بیٹا ہون تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اسکے اقرار سے اور گواہی میراث کی مسموع نہین

مگر خصم پر یعنے وارث یا دائن یا مدیون یا موصی لہ پر یعنے جسکے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر رجلا لیدعی علیہ حقا لابیہ وہو مقر بہ او لا فلہ

اثبات نسبہ بالبینۃ عند القاضی بحضرۃ ذلک الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اسپر اپنے باپ کے کسی حق کا دعوے کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو

یا منکر تو اسکو چاہیے کہ اپنے نسب کا اثبات کرے گواہون سے قاضی کے نزدیک اس مرد کے سامنے ولو ادعی ارثا عن ابیہ فلو اقر بہ امر بالدفع

الیہ ولا یکون قضاء علے الاب حتے لو جاء حیا یاخذہ من الدافع والدافع علے الابن اور اگر میراث کا دعوے کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر

مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا یعنے اسکی فرزندی کا تو اسکو امر کیا جائے مدعی کے دینے کا اور یہ امر قضا نہین اسکے باپ پر یہان تک کہ اگر مدعی کا

باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع بیٹے سے لے ولو انکر قیل للابن برہن علے موت ابیک وانک وارثہ ولا یمین واصح

تحلیفہ علے العلم بانہ ابن فلان وانہ مات لم یکلف الابن للبینۃ بذلک وتمامہ فی جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین اور اگر مدعا علیہ

مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائے کہ گواہ قائم کر اپنے باپ کی میراث پر اور اسپر کہ تو اسکا بیٹا ہے اور در صورت عدم شہادت مدعا علیہ

قسم نہین اور قول صحیح یہ ہے کہ اسکی تحلیف ہے علم پر اس طرح کہ وہ فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا یعنے مدعا علیہ یون قسم کھائے کہ مین نہین جانتا کہ تو

فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا ہے پھر قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اسپر گواہ لانے کے لیے یعنے جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اسپر اقامت بینہ اپنے

دعوے پر لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہے ستائیسوین فصل سے ہم جامع الفصولین مین باقی بیان یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار

کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹھہرے گا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یقینی قسم لیجاویگی نہ علم کی انتہی ملخصا اور یہ بیان اٹھائیسوین فصل مین

ہے نہ ستائیسوین مین کذا فی الطحطاوی ولو کان الصبی مع مسلم وکافر فقال المسلم ہو عبدی وقال الکافر ہو ابنی فہو حر ابن الکافر لینال الحریۃ

حالا والاسلام مالا اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہتا ہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا

اسکے حاصل کرنے کے آزادی کو بالفعل اور حصول اسلام انجام کار کو ہم یعنے دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہین تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہے اور اگر بالعکس ہوتا

یعنے مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام تو اسکو بالتبع حاصل ہوتا لیکن اسکو آزادی حاصل نہوتی وجزم ابن الکمال بانہ یکون للمسلمان لحکمہ حکم

دار الاسلام وعزاہ للتحفۃ قلت فلیحفظ لہ ابن کمال نے یقین کیا ہے اسپر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اسکا حکم دار الاسلام کا حکم ہے اور نسبت کیا ہے اسکو
تحفے کی طرف تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے قال زوج امرأۃ لصبی معھما ھو ابنی من غیرھا وقالت ھو ابنی من غیرہ فھو ابنھما ان ادعیا معا
والا ففیہ تفصیل ابن الکمال عورت کے شوہر نے کہا اس لڑکے کو جو زوجین کے ساتھ ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ
میرا بیٹا ہے اسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے اگر دونوں نے ساتھ دعوی کیا اور اگر ساتھ دعوی نہیں کیا تو اسمیں تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال تفصیل
مذکور یہ ہے کہ اگر زوج نے اول دعوے کیا تو وہ اسکا بیٹا ٹھہریگا اور عورت سے تو اگر اسکی زوجہ بعد اسکے دعوی کرے تو اس سے نسب ثابت نہوگا اور اگر عورت نے اول
دعوی کیا پھر زوج نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور عورت سے تو اگر دونوں میں نکاح ظاہر ہو تو عورت کا قول مقبول نہیں اور وہ دونوں کا بیٹا ہے اور اگر دونوں کا نکاح
ظاہر نہیں تو عورت کا قول معتبر ہے اور اسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہ اس صورت میں ہے جبکہ لڑکا اپنا حال بیان کرسکتا ہو اور اگر بیان نہ کرسکتا
اور وہاں رقیت ظاہر نہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا اسی سے اسکا نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن السراج ملخصا ولو غیر
معبر والا بان کان معبرا فھو لمن صدقہ اور یہ یعنی دونوں کا ولد ہونا اسوقت ہے جبکہ طفل اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر ایسا ہو یعنی بیان کرسکتا ہو تو
وہ لڑکا اسکا ہے جسکو وہ سچا کہے لان قیام ایدیھما وفراشھما یفید انہ ابنھما اسواسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونوں کا قیام فراش یعنی زوجیت اسکی
مفید ہے کہ وہ لڑکا دونوں کا ہے طحطاوی نے کہا یہ علت ہے مصنف اس قول کی فھو ابنھما اور بہتر یہ تھا کہ علت مذکورہ اس قول کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت
امۃ اشتریت الا فاستحقت غرم الاب قیمۃ الولد یوم الخصومۃ لانہ یوم المنع اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جنی پھر وہ لونڈی
مستحق مالک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اسکی خصومت کے دن ٹھہرے اسواسطے کہ یوم خصومت منع کا دن ہے یعنی مشتری
بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو نہ دیگا وھو حر لانہ مغرور والمغرور من یطأ امرأۃ معتمدا علی ملک یمین او نکاح فتلد منہ ثم تستحق اور وہ لڑکا
آزاد ہے اسواسطے کہ مشتری مغرور یعنی فریب خوردہ ہے مغرور وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اپنی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پھر وہ عورت
اس سے جنے پھر وہ مستحق غیر نکلی فلذا قال وکذا الحکم لو ملکھا بسبب آخر بای سبب کان ثمنی کما لو تزوجھا علی انھا حرۃ فولدت لہ ثم استحقت
غرم قیمۃ ولدہ سو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر عورت کا مالک ہوا کسی اور سبب سے سوا خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ
عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اسکا لڑکا جنی پھر مستحق مالک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دے اسکے مالک کو
فان مات الولد قبل الخصومۃ فلا شئ علی ابیہ لعدم المنع کما مر وارثہ لہ لانہ حر الاصل فی حقہ فیرثہ اگر مغرور کا لڑکا مر گیا قبل خصومت کے تو
کوئی چیز اسکے باپ پر لازم نہیں بواسطہ عدم منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اسکے وارث کو ہے اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے باپ کے حق میں تو وہ اسکا
وارث ہوگا فان قتلہ ابوہ او غیرہ وقبض الاب من دیتہ قدر قیمتہ غرم الاب قیمتہ للمستحق کما لو کان حیا سو اگر لڑکے کو اسکے باپ نے قتل کیا یا
سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اسکا خون بہا بقدر اسکی قیمت کے لیا تو تاوان دے باپ اسکی قیمت کا مستحق کو چنانچہ تاوان لازم تھا در صورت حیات
ولد ولو لم یقبض شیئا لا شئ علیہ وان قبض اقل لزمہ بقدرہ عینی اور اگر باپ نے قتل غیر میں کچھ خون بہا نہ لیا تو اسپر کچھ تاوان نہیں اور اگر اسکا
خون بہا اسکی قیمت سے کمتر لیا تو اسپر تاوان اسکی مقدار کے موافق لازم آویگا کذا فی العینی ورجع بھا ای بالقیمۃ فی الصورتین کما یرجع بثمنھا
ولو ھالکۃ علی بائعھا اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت پھیر لے دونوں صورتوں میں یعنی ایک ملک اور تزویج میں جیسے لونڈی کا
ثمن بائع سے پھیر لے اگرچہ لونڈی مر گئی ہو یعنی اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اسنے مستحق کو اسکی قیمت اور اسکے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو بائع
سے اسکا ثمن اور ولد کی قیمت پھیر لے ولو کان استولدھا المشتری الثانی لکن انما یرجع المشتری الاول علی البائع الاول بالثمن فقط کما فی البحر

دے پھیر یگا اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیر لیگا لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیریگا نہ قیمت لڑکی
کذا فی المواہب غیر یا لا لعقر یا الذی اخذہ منہ المستحق للزومہ باستیفاء منافعہا کما مر فی باب المرابحۃ والاستحقاق مع مسائل التناقض وغالبہا مر فی متفرقات
القضاء ویجئ فی الاقرار یعنی نہ پھیریگا مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے
حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا باب المرابحۃ والاستحقاق میں تناقض کے مسائل کے ساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضاء کی متفرقات میں گذر گئے
اور کتاب الاقرار میں بھی اسکا ذکر آویگا فروع مسائل ہاتھ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان میں معاف ہے منجملہ مواضع
مخفیہ اقرار رضاعی ہے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ میری رضیعہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اسکا دعوی خطا میں صحیح ہے اور بعد اسکے اسکا نکاح اس سے جائز ہے بشرطیکہ
اپنے اقرار پر ثابت نہ رہے یا اقرار گواہوں سے ثابت نہوا ہو اور ازانجملہ یہ کہ ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پر پھر اسکے بعد طلاق میراث کا
دعوے کیا بحکم طلاق جو مانع ہے میراث کا تو دعوی مسموع ہے کہ انکا عذر بواسطہ استصحاب حال زوجیت اور نہ جاننا طلاق کی ... ظاہر ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ
ایک کپڑا اسے مال میں لپٹا کر اسکو لیا پھر جب اسکو کھولا تو بولا یہ میرا ہے تو دعوی مسموع ہے باوجود تناقض و اسکی شہادت مقبول ہے بقول راجح مفتی بہ کذا فی الطحطاوی
عن حواشی الاشباہ لا تسمع الدعوی علی غریم میت دعوی مسموع نہیں میت کے غریم پر غریم بمعنی دائن اور مدیون ہے علامہ بیری کے کلام سے یہ متبادر
ہوتا ہے کہ غریم سے مراد یہاں دائن میت ہے اور حموی نے اسکو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وہب جمیع مالہ لاجنبی وسلمہ
فانہا تسمع علیہ لکونہ زائدا لغریم میت پر دعوی مسموع نہیں مگر جبکہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کرے اور اسکے قبضہ میں کر دے تو اسپر دعوی مسموع ہوگا
ثلث مال پر زیادہ ہونے سے ہم یہ استثناء منقطع ہے بزازیہ میں ہے کہ جبکہ واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو وہ خصم ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی
ولا یجوز للمدعی علیہ الانکار مع علمہ بالحق الا فی دعوی العیب لیبرہن فیتمکن من الرد وفی الوصی اذا علم بالدین مدعا علیہ کو جائز نہیں انکار کرنا باوجود دریافت
ہونے حق مدعی کے مگر مبیع کے عیب میں انکار جائز ہے تا مدعی گواہوں سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اسکے پھیر دینے پر یعنی مدعا علیہ اس
مبیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دوسرے وصی میں انکار جائز ہے جبکہ وہ دین کو جانتا ہو خلاصہ ابو السعود نے کہا کہ دونوں مسئلوں میں ظاہر دو قول ان
یعنی ہیں انکار اور عدم جواز واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی لا تحلیف مع البرہان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق مبیع ودعوی ابق
قسم نہیں برہان کے ساتھ مگر تین مسئلوں میں دعوی دین میں میت پر اور استحقاق مبیع میں اور دعوے عبد آبق میں ہم تنویر الاذہان میں بزازیہ
سے ہے کہ جسنے میت پر دین کا دعوے کیا اور گواہوں سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا طلب وصی اور وارث کے یوں قسم لے کہ واللہ میں نے
دین نہیں پایا مدیون سے اور نہ کسی نے اسکی طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اسکی میرے پاس گرو ہے اور نہ میری طرف سے کسی قابض نے کچھ قبض کیا
میرے امر سے اور نہ میں نے اسکو معاف کر دیا کل نہ بعض اور نہ میں نے کسی کو اسپر حوالہ کیا انتہی اور جبکہ مبیع مشتری کے پاس مستحق نکلی گواہوں سے
تو مستحق علیہ یعنی مشتری کو مستحق سے یوں قسم لینا جائز ہے کہ واللہ میں نے اسکو نہیں بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے
نکلی اور دعوت آبق کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اسنے اسکا دعوے کیا اور گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ اسکا
غلام ہے تو اس شخص سے قسم لیجائیگی کہ وہ غلام ہنوز اسکی ملک میں باقی ہے یا ہبہ سے اسکی ملک سے خارج نہیں ہوا پھر جب قسم کھاوے تو اسکو دیا جاوے
اور باوجود برہان قسم اسواسطے مدعی پر لازم آئی تا کہ حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہے اپنی بھلائی سے اسکی رعایت حال ہو کذا فی الطحطاوی
الاقرار لا یجامع البینۃ الا فی اربع وکالۃ ووصایۃ واثبات دین علی میت واستحقاق عین من مشتری ودعوی الآبق اقرار جمع نہیں ہوتا بینہ
کے ساتھ یعنی جب مدعا علیہ نے دعوے کیا اقرار کا تو اب گواہ لانے کی کچھ حاجت نہیں ثبوت دعوے میں مگر چار صورتوں میں اقرار جمع

ہوتا ہو گواہون کے ساتھ وکالت مین اور وصایت مین اور دین کے اثبات مین میت پر استحقاق مین مین مشتری سے اور غلام کر نیکے دعوی مین هم یہ چار صورتین نہین بلکہ پانچ ہین وکالت کی یہ صورت ہو کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ شخص اس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہو جو میرے اوپر ہو تو وکیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر بدون گواہون کے اسکو دین دیگا تو مدعا علیہ کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہوگا اگر موکل قابض کی وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ فلان بن فلان نے مجکو وصی کیا اور وہ مرگیا اور اسکا میرے اوپر اتنا ہو پھر مدعا علیہ نے اسکی تصدیق نکی تو قاضی اسکی وصایت کو ثابت نکرے اسکے اقرار سے جب تک وصی گواہ نلاوے اسواسطے کہ اگر اسکو مال دیگا تو بری الذمہ نہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہو سو وارث نے دین کا اقرار کیا تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اسکے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہو کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لاوے تاکہ اسکا حق تمام متروکہ سے متعلق ہوجا اور اگر سب وارث اقرار کرین تو بھی گواہ اسکے مقبول ہین وارثون کے اور دوسرے دائنون کے حق مین اور استحقاق عین کی یہ صورت ہو کہ مشتری نے جب کہ مستحق تھا کا اقرار کیا مستحق کے واسطے تو وہ ثمن پھیر نہین سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو ثمن پھیر لیگا بائع سے اور قرض بیٹے کو ہو چکا کہ انکار مع العلم جائز ہو تاکہ اسپر رجاع پر قدرت حاصل ہو اور عبد آبق کے دعوے کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص پر دعوے کیا کہ جو غلام اسکے پاس ہو وہ میرے پاس سے بھاگ آیا ہو اور اسنے اسکا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہو اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہو گئی غلام کے مدعی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی

لا تحلیف علی حق مجہول الا فی ست اذا اتہم القاضی وصی یتیم ومتولی وقف وفی رہن مجہول ودعوی سرقۃ وغصب وخیانۃ مودع قسم لینا حق مجہول پر مین پر نہین مگر چھ صورتون مین جبکہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم جانے اور رہن مجہول مین اور سرقہ اور غصب اور خیانت مودع کے دعوی مین هم ایک شخص نے دعوے کیا کہ اسنے میرا مال کچھ تلف کیا یا مدیون نے کہا کہ مین نے کچھ دین ادا کیا مگر مجکو یاد نہین کہ کتنا تھا اور مدعا علیہ سے قسم چاہی تو قاضی اسکی طرف التفات نکرے تو جیسی جہالت قبول شہادت کی مانع ہو ویسی استحلاف کی مانع ہو لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف مین کچھ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوے حق معلوم دونون سے قسم لے برعایت حال یتیم و وقف رہن مجہول کی یہ صورت ہو کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوی کیا مثلاً ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اسکا انکار کیا تو مرتہن سے قسم لیجائے بعض علما نے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علما نے کہا کہ ان مسائل مین سماع دعوے مع الجہالۃ متفق علیہ ہو مگر ودیعت اور غصب اور سرقہ کے دعوے مین بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصاً

لا یحلف المدعی اذا حلف المدعی علیہ الا فی مسئلۃ فی دعوی البحر قال وہی غریبۃ یجب حفظہا اشباہ قلت وہی ما لو قال المغصوب منہ کانت قیمۃ ثوبی مائۃ وقال الغاصب لم ادر ولکنہا لا تبلغ مائۃ صدق بیمینہ والزم ببیانہ فلو لم یبین یحلف علی الزیادۃ ثم یحلف المغصوب منہ ایضاً ان قیمتہ مائۃ ولو ظہر خیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ فلیحفظ مدعی قسم نہ کھائے جبکہ مدعا علیہ قسم کھاچکے مگر ایک مسئلہ مین جو بحر الرائق کی کتاب الدعوے مین مذکور ہی قسم ہو مدعی پر صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہو اسکا یاد رکھنا واجب ہو کذا فی الاشباہ مین کہتا ہون اور مسئلہ مذکورہ یہ ہو کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو اشرفی تھی اور غاصب نے کہا کہ مین اسکو نہین جانتا و لیکن اسکی قیمت سو تک نہ پہنچی تھی تو غاصب کی تصدیق ہوگی اسکی قسم کھانے کے ساتھ اور اسپر بیان قیمت لازم کیا جائیگا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کھائے یعنی یون کہے کہ واللہ اسکی قیمت سو درہم نہ تھی پھر مغصوب منہ سے بھی قسم لیجائے کہ اسکی قیمت سو درہم تھی اور اگر ثوب مغصوب لینے کے بعد اسکے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا چاہے وہ کپڑا لے یعنی بعوض دراہم مدفوعہ چاہے اسکی قیمت دے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے هم اگر مدعی قسم کھائے کہ واللہ اسکی قیمت سو درہم تھی تو غاصب سے سو درہم لیگا اور غاصب خواہ قسم کھائے یا نہ کھائے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت نہوگا جب تک کہ مغصوب منہ قسم نکھائے کذا فی الطحطاوی

کتاب الاقرار

یہ کتاب ہے اقرار کے احکام میں اور اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ (و لیملل الذی علیہ الحق) فرمایا حق تعالیٰ نے چاہیے کہ اقرار کرے
وہ شخص جسپر حق ثابت ہے تو اگر اقرار مقبول نہ ہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تھا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق میں مناسبتہ
ان المدعی علیہ اما منکر او مقر وہو اقرب لغلبۃ الصدق مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوے سے یہ ہے کہ مدعا علیہ یا منکر دعوے مدعی ہے
یا مقر اور وہ یعنی اقرار حق قریب تر بجانب سلم ہے بواسطہ غلبہ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعوی میں اور مقر کا صدق اپنے اقرار میں اقوی کہ عاقل اپنی ذات
پر کاذب اقرار نہیں کرتا ہے یعنی اسپر یا اسکے مال پر ضرر ہو تو جہت صدق فی حق نفسہ راجح ہے بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اقرار کے جو
غیر شخص کے حق میں کرے وہو لغۃ الاثبات یقال قر الشیء اذا ثبت وہ یعنی اقرار لغت میں معنی اثبات ہے عرب بولتے ہیں قر الشیء جبکہ شے ثابت اور مقرر ہو
اخبار بحق علیہ للغیر من وجہ انشاء من وجہ قید اعلیہ لانہ لو کان لنفسہ یکون دعوے لا اقرارا اور اصطلاح شرع میں اقرار عبارت ہے غیر شخص
کے اس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہے اقرار اخبار ہے ایک راہ سے اور انشا ہے دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو باخبر علیہ جو مفید
ضرر مقر ہے مقید کیا اسواسطے کہ اپنی ذات کے حق کے واسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوے ہوگا نہ اقرار ہم اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہے
ثم فرع علی کل من الشبہین پھر مصنف نے تفریع کی دونوں شبہوں پر ہم یعنی چونکہ اقرار اخبار اور انشا دونوں کے مشابہ تھا لہذا بعض جزئیات اقرار میں اخبار کا
حکم دیا گیا اور بعضے جزئیات میں انشا کا حکم دیا گیا فللوجہ الاول وہو الاخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغیر ومتی اقر بملک الغیر یلزمہ تسلیمہ
الی المقر لہ اذا ملکہ برہۃ من الزمان لنفاذہ علی نفسہ ولو کان انشاء لما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنی اخبار کے صحیح ہے اقرار مقر کا غیر
شخص کے مال مملوک کا اور جبکہ اسنے ملک غیر کا اقرار کیا تو اسکو تسلیم کرنا اس مال کا مقر لہ کو لازم ہوگا جبکہ مقر اس مال کا اندک مدت بھی مالک ہو بسبب
نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح نہوتا بسبب نہ موجود ہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقر اس مال کا مالک نہ تھا کہ اقرار صحیح ہوتا ہم مثلاً
زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہے پھر زید اسکا مالک ہوا کسی وقت میں تو اسپر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس مسئلہ سے نکلتا ہے
کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعوی کیا غیر کے قبضہ میں پھر ایک شخص نے اسکی گواہی دی اور کسی وجہ سے مقبول نہوئی پھر شاہد اس چیز کا مالک ہوا تو اسکو تسلیم کرنے
کا حکم ہوگا وفی الاشباہ اقر بحریۃ عبد ثم شراہ عتق علیہ ولا یرجع بالثمن او بوقفیۃ دار ثم شراہا او ورثہا صارت وقفا مواخذۃ لہ بزعمہ اور اشباہ میں
ہے کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار کیا پھر اسکو خرید کیا تو وہ غلام اسپر آزاد ہوجائیگا اور اسکا ثمن بائع سے نہ پھیر سکیگا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا
اقرار کیا پھر اسکو خرید لیا یا اسکا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہوجائیگا اسکے زعم پر مواخذہ کرکے ہم رجوع ثمن اسواسطے نہوگا کہ اقرار فقط مقر پر
حجت ہوتا ہے نہ غیر پر ولا یصح اقرارہ بطلاق وعتاق مکرہا ولو کان انشاء صح لعدم التخلف اور صحیح نہیں اسکا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی سے
اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بجہت عدم تخلف کے ہم طلاق اور عتاق کا اقرار از راہ زبردستی اسواسطے صحیح نہیں کہ دلیل کذب یعنی اکراہ موجود ہے اور اقرار
اخبار ہے احتمال رکھتا ہے صدق اور کذب کا تو اسکے مدلول لفظی وضعی کا تخلف اس سے جائز ہے اور اگر انشا ہوتا تو تخلف صحیح نہوتا اسواسطے کہ انشا میں
مدلول لفظی وضعی کا تخلف ممتنع ہے وصح اقرار العبد الماذون بعین فی یدہ والمسلم بخمر وبنصف دارہ مشاعا والمراۃ بالزوجیۃ من
غیر شہود ولو کان انشاء لما صح اور صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اس عین میں جو اسکے پاس ہے اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب میں اور اپنے گھر میں نصف مشاع
اقرار صحیح ہے اور زوجیت کا اقرار عورت کی جانب سے بلا شہود صحیح ہے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو مسائل مذکورہ میں صحیح نہوتا ہم بصورت انشا ہونے کے عبد ماذون
اقرار اسواسطے صحیح نہوتا کہ اسکا اقرار تبرع ہوتا اسکی جانب سے اور عبد ماذون تبرع کا نہیں اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اسکو حکم ہوگا کہ مقر لہ کو تسلیم کرے اور اگر

انشا ہوتا اقرار تو لازم آتا کہ ایک مشاع کی جانب سے ہبہ ہوتا اور ہبہ لائق ہو مسلم بنفسہ اسکا مالک ہو سکتا ہو نہ غیر کو مالک کر سکتا ہو اور نصف دار مشاع کا اقرار صحیح ہوا بسبب اسکے کہ اخبار ہو
کے اور اگر انشا ہوتا تو ہبہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قسمت تمام نہیں ہوتا اور وجہ دوم یہ ہے کہ بغیر گواہوں کے اقرار زوجیت کا اقرار اخبار ہونے کی جہت سے صحیح ہوا ورنہ
بلا شہود صحیح نہ ہوتا ولا تسمع دعواہ علیہ بانہ اقر لہ بشیء معین بناء علی الاقرار لہ بل لو ادعی الملک بہ فی المقر بہ لانہ اخبار یحتمل الکذب یعنی لو اقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار
لیس سببا للملک کذا فی الاشباہ وہو الاوجہ ہٰذا اور مسموع نہیں دعوے مقر لہ کا اس طرح کہ اسنے اسکے واسطے شی معین کا
اقرار کیا بنا بر اس اقرار کے اسی قول کا فتویٰ ہے اسواسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہے یہانتک کہ اگر جھوٹا اقرار کرے تو مقر لہ کو وہ چیز حلال نہیں یعنی
اسکو زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہیں اسواسطے کہ اقرار ملک ہونیکا سبب نہیں ہاں اگر مقر اپنی خوشی مقر لہ کو وہ چیز تسلیم کرے تو ابتداء
ہبہ ہوجائیگا اور یہی قول وجیہ اور مدلل ہے کذا فی البزازیہ الا ان یقول فی دعواہ ہو ملکی واقر لی بہ او یقول لی علیہ کذا وکذا اقر بہ
اجماعا لانہ لم یجعل الاقرار سببا للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعوے میں یوں کہے کہ وہ شی میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اسکا اقرار بھی کیا ہے یا میرے واسطے یا یوں
کہے کہ میرا اسپر اتنا ہے اور اسنے اسکا اقرار بھی کیا ہے تو اب دعویٰ صحیح ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہیں ٹھہرایا ہے تو
انکر الاقرار ہل یحلف الفتوی انہ لا یحلف علی الاقرار بل علی المال پھر بعد دعوی ملک اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اس سے
قسم لیجائیگی یا نہیں فتوی یہ ہے کہ اس سے اقرار پر قسم نہ لیجائیگی بلکہ مال مدعا بہ پر قسم لیجائے گی وان ادعی الاقرار فی الدفع تسمع عند البعض اور
اقرار کا دعوے تو دفع میں جمہور فقہا کے نزدیک مسموع ہے یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ اسکا حق جانب مدعا علیہ کچھ نہیں
یا یہ کہ مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک ہے تو دعویٰ مسموع اور گواہ مقبول ہیں وللوجہ الثانی وہو الانشاء لو رد المقر لہ اقرارہ ثم قبل
لا یصح ولو کان اخبارا لصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشا ہونے کے اگر مقر لہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اسکے قبول کیا تو صحیح نہیں اور اگر
اقرار اخبار ہوتا تو صحیح ہوتا ہم اقرار بعد رد کے وہاں صحیح نہیں جہاں اقرار رد ہو جاتا ہے رد کر دینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کر دینے سے رد
نہیں ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو ان میں اگر اقرار کریگا اور بعد رد کرنے کے مقر لہ اسکا دعویٰ کریگا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ مانند نکاح رد نہیں ہوتے
رد کرنے سے تو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے کل نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہیں پھر بولی کہ ہاں اور مرد بولا کہ نہیں تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اسواسطے
کہ مرد کا اقرار باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ نکاح عقد لازم ہے کہ مجرد انکار احد الزوجین سے باطل نہیں ہوتا تو عورت کی تصدیق بعد تکذیب کے صحیح ہے تو نکاح ثابت ہوگا
اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی واما بعد القبول فلا یرتد بالرد اور بعد قبول کر لینے کے تو اقرار رد نہیں ہوتا رد کر دینے سے ولو اعاد المقر
اقرارہ فصدقہ لزمہ لانہ اقرار آخر اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے جو مقر لہ نے اسکی تصدیق کی تو اسکو لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ دوسرا
اقرار ہے جسکی تصدیق ہوئی اور اقرار مردود ہو چکا ولو انکر اقرارہ الثانی لا یحلف ولا تقبل علیہ بینۃ قال البدائع والاشبہ قبولہا واعتمدہ ابن الشحنۃ
واقرہ الشرنبلالی پھر اگر مقر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اس سے قسم نہ لیجائیگی اور مقر لہ کے گواہ اسپر مقبول نہ ہونگے قاضی بدیع استاد
صاحب قنیہ نے کہا اور اشبہ بقواعد فقہ قبول بینہ ہے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسپر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اس قول کو ثابت
رکھا ہے والملک الثابت بالاقرار لا یظہر فی حق الزوائد المستہلکۃ فلا یملکہا المقر لہ ولو اخبارا لملکہا اور جو ملک کہ اقرار سے
ثابت ہو ظاہر نہیں ہوتی زوائد مستہلکہ کے حق میں تو زوائد مذکورہ کا مقر لہ مالک نہ ہوگا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو انکا مالک ہوتا ہم مثلاً زید نے
کہا کہ یہ باغ خالد کا ہے اور پھل اس باغ کے تیار ہونے سے پہلے توڑ کے اور اپنے تصرف میں لایا تو زید پر اسکا ضمان لازم نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں
اقرار انشا ہے گویا اسنے فی الحال خالد کو مالک کیا اقر حر مکلف یقظان طائعا او عبد او صبی او معتوہ ماذون لہم ان اقروا بتجارۃ کا اقرار

محجور بحجر دقود یدہ الا بعد عتقہ ونائم ومغمی علیہ کمجنون وصبی الا سکران ومرالمکرہ بحق معلوم او مجہول صح حق معلوم یا مجہول کا اقرار کیا آزاد بالغ عاقل
بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ماذون یا صغیر ماذون یا معتوہ ماذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ماذونین کا اقرار متعلق بسوداگری ہو تو صحیح ہے عبد محجور
غیر ماذون کا اقرار حد اور قصاص میں صحیح ہے اور اگر عبد محجور کا اقرار مال کا ہو نہ حد اور قصاص کا تو بعد عتق کے صحیح ہوگا یعنے اسکا مواخذہ بعد آزادی کے ہوگا
آزادی کے ہوگا اور سوتا آدمی اور مغمی علیہ مجنون کے مانند ہے جسکا اقرار صحیح نہیں اور مست کا اقرار آگے مذکور ہوگا اور مکرہ کا اقرار
عنقریب مذکور ہوگا کہ طلاق اور عتاق میں بھی زبردستی کا اقرار صحیح نہیں ہم عبد اور صغیر اور معتوہ ماذونین کا اقرار مال میں صحیح ہے اسواسطے کہ یہ
ضروریات تجارت سے ہے اور اگر انکا اقرار صحیح نہو تو کوئی شخص انسے معاملہ نکرے تو جو امر متعلق بتجارت ہے وہ اذن میں داخل ہے چنانچہ دیون اور عواری
اور مضاربات اور غصوب اور جو امر متعلق تجارت نہیں چنانچہ مہر اور جنایت اور ضمانت اسمیں انکا اقرار صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی لان جہالۃ المقر بہ
لا تضر الا اذا بین سببا تضرہ الجہالۃ کبیع واجارۃ اقرار حق مجہول کا اسواسطے صحیح ہوا کہ جہالت مقر بہ کی ضرر نہیں کرتی مگر جبکہ مقر ایسا سبب
بیان کرے جسکو جہالت ضرر کرتی ہے چنانچہ بیع اور اجارہ ہم اقرار مجہول اسواسطے صحیح ہوا کہ سبب مقر پر حق مجہول لازم آجاتا ہے اس طرح کہ کسی شے
کچھ مال تلف کر ڈالا جسکی قیمت اسکو معلوم نہیں ہاں بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ ضر ہے مثلاً اقرار کیا کہ اسنے فلانے سے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ
رکھی یا کوئی چیز خریدی تو اقرار صحیح نہیں اور مقر پر جبر نہوگا تسلیم کا واما جہالۃ المقر فتضر کقولہ لی علی احدنا الف درہم لجہالۃ المقضی علیہ الا اذا جمع
بین عبدہ ونفسہ فیصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت تو مضر ہے چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ ہم لوگون میں سے ایک شخص پر ہزار درم تیرے ہیں بسبب نامعلوم
ہونے اس شخص کے جسپر ہزار درم کا حکم کیا جاسے مگر جبکہ مقر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہے ہم مثلاً ایک شخص نے
یون اقرار کیا کہ تیرے پانچ درم ہین مجھپر یا میرے غلام پر تو صحیح ہے اسواسطے کہ بہر صورت مولے پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر وکذا تضر جہالۃ المقر ان
تفحشت کلواحد من الناس علی کذا اور اسیطرح مقر لہ کی جہالت ضرر کرتی ہے اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یون اقرار کرنا کہ لوگون میں سے ایک شخص کا مجھپر اتنا
مال ہے والا لا کلاحد ہذین علی کذا فیصح ولا یجبر علی البیان لجہالۃ المدعی بحر ونقلہ فی الدرر لکن باختصار مخل کما بینہ عزمی زادہ اور اگر مقر لہ کی جہالت
فاحش نہو تو ضرر نہیں کرتی چنانچہ یہ اقرار کہ ان شخصون میں سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہے تو صحیح ہے اور مقر پر جبر نہ کیا جائیگا بیان کرنے پر
بسبب مجہول ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اسکو درر مین نقل کیا ہے لیکن باختصار مخل چنانچہ عزمی زادہ نے بیان کیا ہے ہم مثال مذکور میں اسواسطے
اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہیں دو شخصون سے اور ایسی صورت میں امر ہوگا یاد کرنے کا اسواسطے کہ صاحب حق کو کبھی مقر بھول بھی جاتا ہے صاحب درر
کی نقل میں خلل یہ واقع ہوا کہ اسنے جبر علی البیان ذکر کیا ہے اور عزمی زادہ کا حاصل بیان یہ ہے کہ مقر پر جبر اس صورت میں ہے جبکہ مقر بہ مجہول ہو نہ کہ مقر لہ کی
جہالت میں اسواسطے کہ جبر ہوتا ہے صاحب حق کے واسطے اور وہ یہان مجہول ہے کذا فی الطحطاوی ولزمہ بیان ما جہل کشیء وحق بذی قیمۃ کفلس
وجوزۃ لا بما لا قیمۃ لہ کحبۃ حنطۃ وجلد میتۃ وصبی حر لانہ رجوع فلا یصح اور مقر کو لازم ہوگا اس مقر بہ کا بیان کہ جسکو اسنے مجہول بیان کیا مانند شیء اور
حق کے بیان چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ ایک دانہ گیہون کا اور مردار کی کھال اور
صغیر آزاد اسواسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہے اقرار سے تو صحیح نہوگا ہم جبکہ مقر نے حق مجہول کا اقرار اس طرح کیا کہ زید کی مجھپر کچھ چیز ہے یا حق
تو اسپر بیان لازم ہے قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زیلعی میں ہے کہ اگر مقر نے یون بیان کیا کہ میں نے حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اسکی تصدیق
نہوگی اسواسطے کہ اسکو عرف میں حق نہیں بولتے اور یہی حق لائق اعتماد کے ہے والقول للمقر مع حلفہ لانہ المنکر ان ادعی المقر لہ اکثر منہ ولا بینۃ
اور مقر کا قول مقبول ہے اسکی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ منکر ہے زیادت کا اگر مقر لہ اسکے بیان کرنے سے زیادہ تر کا دعوے کرے اور

جیسے گواہ ہونا۔ ولا یصدق فی اقل من درہم فی علی مال اور تصدیق نہوگی مقر کی ایک درہم سے کمتر مین اسلئے کہ اس اقرار مین کہ میرے اوپر مال ہے یعنی ہو واسطے کے درہم سے کمتر کو عرف مین مال شمار نہین کرتے ومن النصاب ای نصاب الزکوۃ فی الاصح اختیار وقیل ان المقر فقیرا فنصاب سرقۃ وصحح فی مال عظیم لو بینہ من الذہب او الفضۃ اور اگر کسی نے اقرار کیا کہ مجھپر مال عظیم ہے سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنے نصاب زکوۃ سے کمتر کے بیان مین اسکی تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضون نے کہا کہ اگر مقر محتاج ہے تو نصاب سرقہ سے کمتر مین تصدیق نہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے ہم نصاب زکوۃ کو مال عظیم اسواسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہے شرعا لہذا صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور واجب ہوا اسپر فقرا کو دینا واجب ہوگی اور عرف مین بھی اسکو غنی کہتے ہین ومن خمس وعشرین من الابل لانہا ادنی نصاب یوخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمتر مین اسکی تصدیق نہوگی اگر یون بولا کہ مجھپر مال عظیم ہے اونٹون سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہے جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر نصاب پانچ اونٹ ہین جسمین ایک بکری لیجاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ پچیس سے کمتر مین زکوۃ ہم نصاب نہین لیجاتی ہان پچیس سے ایک اونٹ لیا جاتا ہے تو باعتبار اخذ مجانس پچیس ہی ادنے نصاب ٹھہری ومن قدر النصاب قیمۃ فی غیر مال الزکوۃ اور بقدر نصاب کی قیمت سے کمتر مین تصدیق نہ ہوگی غیر مال زکوۃ مین ہم یعنی جس مال مین زکوۃ واجب نہین اسکو مال عظیم کے بیان مین ذکر کیا اس طرح کہ مجھپر مال عظیم ہے ثیاب اور کتب سے تو بیان نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنے اگر اسنے اتنے ثیاب یا اتنی کتابین ذکر کین جنکی قیمت دو سو درہم چاندی یا ساڑھے بیس مثقال سونا نہین تو اسکی تصدیق نہوگی ومن ثلثۃ نصب فی اموال عظام ولو فسرہ بغیر مال الزکوۃ اعتبر قیمتہا کما مر اور تین نصابون سے کمتر مین تصدیق نہوگی اس قول مین کہ علے اموال عظام یعنے مجھپر بڑے مال ہین اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوۃ یعنے ثیاب وغیرہا سے کریگا تو تین نصابون کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا ہم اموال عظام مین تین نصابین اسواسطے معتبر ہوئین کہ تین ادنی جمع ہین وفی دراہم ثلثۃ اور دراہم مین تین درہم سے کمتر مین تصدیق نہوگی یعنے اگر یون اقرار کیا کہ مجھپر دراہم ہین تو تین دراہم سے کمتر مین تصدیق نہوگی بدلیل گذشتہ وفی دراہم او دنانیر او ثیاب کثیرۃ عشرۃ لانہا نہایۃ اسم الجمع اور اس اقرار مین کہ مجھپر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہین دس درہم یا دس دینار یا دس کپڑے سے لازم ہونگے اسواسطے کہ دس منتہا ہے اسم جمع کا تو وہی اکثر ٹھہرا باعتبار لفظ کے ہم عشرہ نہایت جمع قلت کی ہے نہ جمع کثرت کی تو اگر شارح یون کہتا لانہا اقل مدلول جمع الکثرۃ تو بہتر ہوتا اور یہ مبنی ہے احد القولین پر کذا فی الطحطاوی وکذا درہما درہم علی المعتمد اور اس اقرار مین کہ علی کذا درہما ایک درہم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضہ لزمہ مائۃ درہم اور درہم کو بعد لفظ کذا کے کسرہ دیا اس طرح کہ علی کذا درہم تو سو درہم (مجھپر اتنے درہم ہین ۱۲) لازم ہونگے وفی دریہم او درہم عظیم درہم والمعتبر الوزن المعتاد الا بحجۃ زیلعی اور اس اقرار مین کہ علے دریہم بلفظ تصغیر یا یون کہا کہ علے درہم عظیم ایک درہم لازم ہوگا اور درہم کا وزن وہ معتبر ہے جو اس شہر مین رائج اور معتاد ہے مگر حجت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی ہم یعنے تصغیر اور تعظیم مین پورا درم باعتبار وزن کے معتبر ہے نہ کم نہ زیادہ وکذا کذا درہما احد عشر اور اس اقرار مین کہ علے کذا کذا درہما گیارہ درم لازم ہین ہم اسواسطے دو عدد مبہم (یعنی کذا کذا ۱۲) بغیر حرف عطف کے مقر نے مذکور کیے اور اس طرح کا اقل عدد مفسر احد عشر (گیارہ ۱۲) ہے اور اکثر تسعۃ عشر (انیس ۱۲) اور اقل بلا بیان لازم ہے اور زیادتی اسکی بیان پر موقوف ہے کذا فی المنح وکذا وکذا احد وعشرون لان النظیرہ بالواو احد وعشرون اور اس اقرار مین کہ علی کذا وکذا درہما اکیس درم لازم ہین اسواسطے کہ اس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر سے واو کے ساتھ احد وعشرون ہے ہم اگر شارح یون کہتا لانہ اقل النظیر لکان اتم ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو ثلث بلا واو فاحد عشر اذ لا نظیر لہ فیحمل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو بغیر واو کے تین بار بولا اس طرح کہ علی کذا کذا کذا تو احد عشر یعنے گیارہ لازم ہین اس عدد مبہم کا مفسر کوئی مانند نہین تو تکرار لفظ پر محمول ہوا ومعہا فمائۃ واحد وعشرون اور اگر

کذا کذا کا لفظ تین بار بولا واو کے ساتھ اس طرح کہ علےّ کذا و کذا و کذا تو مائۃ و احد و عشرون لازم ہین یعنی ایکسو اکیس ہم اسواسطے کہ اقل تمیز عدد کی واو کے ساتھ
مائۃ واحد و عشرون ہی کذا فی الدرر و ان ربع مع الواو زید الف اور کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھ اسطرح کہ علےّ کذا و کذا و کذا و کذا تو عدد سابق پر الف کا
لفظ زیادہ کیا جاوے اسطرح کہ الف و مائۃ و احد و عشرون یعنی گیارہ سو اکیس لازم ہونگے اسواسطے کہ یہی اسکا نظیر ہی عدد مفسر سے کذا فی الدرر و لو
خمس فعشرۃ الآف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اس طرح کہ علےّ کذا و کذا و کذا و کذا و کذا تو عدد سابق پر عشرۃ الآف زیادہ ہونگے اسطرح کہ عشرۃ الآف و الف
و مائۃ و احد و عشرون یعنی گیارہ ہزار ایکسو اکیس و لو سدس زید مائۃ الف اور اگر لفظ کذا چھہ بار بولا تو عدد سابق پر مائۃ الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ مائۃ الف
و عشرۃ الآف و الف و مائۃ و احد و عشرون یعنی ایک لاکھ گیارہ ہزار ایکسو اکیس لازم ہونگے و لو سبع زید الف الف اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد
سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ الف الف و مائۃ الف و عشرۃ الآف و الف و مائۃ و احد و عشرون یعنی گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایکسو اکیس و کذا یعتبر
نظیرہ ابدا اور اسیطرح عدد مبہم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا و لو قال لہ علیّ او قبلی فہو اقرار بدین لان علےّ للایجاب و قبلی
للضمان غالبا اور یوں بولا کہ اسکا علےّ یعنی اسکا مجہپر یا یون بولا کہ لہ قبلی یعنی اسکا میری جانب تو یہ قول دین کا اقرار ہی اسواسطے کہ لفظ علی ایجاب کے واسطے ہی اور
لفظ قبلی ضمان کے واسطے غالبا مستعمل ہی ہم قول اول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ شے ایجاب مین متعلق ہوتا ہی اور محل ایجاب فقط ذمہ ہی اور ذمہ ہی مین ثابت ہوتا ہی دین
اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونون مین مستعمل ہوتا ہی لیکن ایجاب مین اسکا استعمال غالب ہی اور مطابق غالب الاستعمال کے ایک طرف منصرف ہوتا ہی کذا فی
الاتقانی و صدق ان وصل بہ ہو ودیعۃ لانہ یحتملہ مجازا اور اسکی تصدیق ہوگی اگر اسنے اس کلام سے ہو ودیعۃ کو ملا یا اسواسطے کہ لفظ علی او قبلی کا مجازا
ودیعت کا بھی احتمال رکھتا ہی ہم اسواسطے کہ علی او قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہی اور وجوب ودیعت مین بھی متحقق ہی اسواسطے کہ ودیعت کا حفظ واجب ہی اور قبلی کا
استعمال معلوم ہوچکا کہ امانت مین بھی ہوتا ہی و ان فصل لا یصدق لتقررہ بالسکوت اور اگر ہو ودیعۃ کو علےّ یا قبلی سے جدا کیا تو اسکی تصدیق نہوگی بسبب
ثابت ہونے دین کے سکوت بین الکلامین سے عندی او معی او فی بیتی او فی کیسی او فی صندوقی اقرار بامانۃ عملا بالعرف اور لفظ عندی یا معی
یا فی بیتی یا فی کیسی یا فی صندوقی اسکا اقرار ہی کہ وہ چیز امانت ہی عرف پر عمل کرنے سے یعنی اسکی چیز میرے نزدیک ہی یا میرے ساتھ یا میری کوٹھری مین یا میری
تھیلی مین یا میرے صندوق مین ہی جمیع مالی او ما املکہ لہ او من مالی او من دراہمی کذا فہو ہبۃ لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب مال اسکا ہی یا جسکا مین مالک ہون
اسکا ہی اور میرے مال سے یا میرے دراہم سے اسکے اتنے ہین تو یہ قول ہبہ ہی نہ اقرار و لو عبر بفی مالی او فی دراہمی کان اقرارا بالشرکۃ اور اگر یون تعبیر کیا کہ
میرے مال مین یا میرے درمون مین اسکا اتنا ہی تو یہ شرکت کا اقرار ہی فلا بد لصحۃ الہبۃ من التسلیم بخلاف الاقرار تو ضرور ہی ہبہ صحیح ہونیکے واسطے
تسلیم جمیع مال مین بخلاف اقرار کے کہ اسکی صحت کے لیے تسلیم ضرور نہین ہم جبکہ جمیع مالی لہ یا ما املکہ لہ ہبہ ٹھہرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے اسنے اپنا
مال اسکو دے دیا تو ہبہ صحیح ہوگا و الا فغیر صحیح و الاصل انہ متی اضاف المقر بہ الی ملکہ کان ہبۃ اور قاعدہ کلیہ یہان یہ ہی کہ جب مقر نے مقر بہ کو اپنی
ملک کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہوگا ہم اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنا اسکے منافی ہی کہ اسکو حمل کیجیے اقرار پر کہ وہ اخبار ہی نہ
انشا پھر جب انشا ہوا تو قول مذکور ہبہ ہوگیا تو اسمین وہ شرط ہوگی جو ہبہ مین شرط ہی اگر اسکو اپنی ذات کی طرف مضاف نکیا مثلا یون کہا کہ ہذا المال
لفلان یعنی یہ مال فلانے شخص کا ہی تو یہ اقرار ہی نہ ہبہ و لا یرد دار بیتی لانہا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدہ مذکورہ پر اعتراض وارد نہوگا دار
بیتی کا اسواسطے کہ یہ نسبت اضافت ہی نہ ملک کی ہم حاصل اعتراض یہ ہی کہ دار بیتی مین اضافت بیت کی مقر کی طرف موجود ہی اور باوجود اسکے
یہ اقرار ہی نہ ہبہ خلاصہ جواب یہ ہی کہ یہ ملک مقر کی اضافت ملک نہین بلکہ نسبت کی اضافت ہی چنانچہ لکہنو کا مثلا رہنے والا کہے کہ لکہنو میرا شہر ہی تو یہ
سکونت شہر کی اضافت ہی نہ ملک کی و لا الارض التی حدودہا کذا لطفل فلان فانہ ہبۃ و ان لم یقبضہ لانہ فی یدہ الا اذا کان مما یحتمل القسمۃ فیشترط

قبضہ مفرزۃ انتہی للاضافۃ تقدیرا بدلیل قول المصنف اقر الآخر معین ولم یضفہ لکن من المعلوم لکثیر من الناس انہ ملکہ فھل یکون اقرارا او تملیکا
ینبغی الثانی فیراعی فیہ شرائط التملیک فراجعہ اور نہ اعتراض وارد ہوگا قاعدہ مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی اسمی حدیں ہیں وہ میرے
فلانے طفل کی ہو اسواسطے کہ یہ قول ہبہ ہے اگرچہ طفل نے اسپر قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ طفل صغیر باپ کے پاس ہو تو باپ کا قبضہ بعینہ
صغیر کا قبضہ ہے مگر یہ کہ موہوبہ اس قسم سے ہو جسمین قسمت کا احتمال ہے یعنے اور باپ صغیر کو اسمین سے بعض ہبہ کرے نہ سب تو اسکا جدا گانہ
قبضہ شرط ہوگا انتہی الاعتراض اسواسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد نہوگا کہ اضافت زمین کی متکلم کی طرف تقدیری ہے مصنف کے اس
قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے واسطے شئ معین کا اقرار کیا اس شئ کو اپنی طرف مضاف نکیا لیکن اکثر لوگون کو معلوم ہے کہ وہ شئ مقر کی ملک ہے
تو کیا یہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسب فقیہ یہ ہے کہ یہ قول تملیک ہوگا تو اسمین شرائط تملیک کی مرعی ہونگی سو اسکی طرف مراجعت کرو ہم قاعدہ
مذکورہ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جب مقر بہ کو مقر اپنی طرف اضافت نکرے تو وہ اقرار ہوا نہ ہبہ تو ملاحظہ کے اسکا ارض جبکا مع ارض اضافۃ اقرار ہوا حالانکہ
وہ ہبہ ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس مسئلہ مین اضافت صریح نہین ہے لیکن اسمین اضافت تقدیری ہے گویا اسنے یون کہا کہ میری وہ زمین جسکی اسمی
حدین ہین وہ میرے فلانے طفل صغیر کی ہے اور اضافت تقدیری پر دلیل یہ ہے کہ مالک اس زمین کی لوگون کو معلوم ہے اصل اضافت الی نفسہ مقتضی
تملیک ہے خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہو چنانچہ لوگون مین مشہور ہے تا وقتیکہ متکلم کی ملک ہے کذا فی الطحطاوی لغنا قال لی علیک
الف فقال اتزنہ او انتقدہ او اجلنی بہ او قضیتکہ او ابراتنی منہ او تصدقت بہا علی او وہبتہا لی او احلتک بہا علی زید ونحو
ذلک فہو اقرار لہ بہا لرجوع الضمیر الیہا فی کل ذلک عزمی زادہ فکان جوابا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجپر ہزار درم ہین سو مخاطب نے کہا
کہ انکو وزن کرلے یا انکو پرکھ لے یا انکی مجکو مہلت دے یا مین تجکو وہ دے چکا ہون یا تو نے مجکو وہ معاف کردیے ہین یا تو نے مجکو وہ خیرات دیے ہین یا
انکو تو نے مجکو ہبہ کردیا ہے یا مین نے تجکو وہ زید سے دلائے ہین اور مانند ایسے کلمات کے سو یہ اقرار ہے مقر لہ کے واسطے ہزار کا بسبب پھرنے ضمیر کے ہزار
کی طرف ان مثالون مین کذا ذکرہ عزمی زادہ تو یہ جواب ٹھہرا کلام اول کا یعنے اثبات اسکا نہ انکار اور نہ کلام جدا گانہ وہذا اذا لم یکن علی سبیل
الاستہزاء فان کان وشہد الشہود بذلک لم یلزمہ شئ اور یہ یعنے اقرار اسوقت ہوگا جبکہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہو سو اگر بطور خوش طبعی
ہو اور گواہ خوش طبعی کے گواہی دین تو اسپر کوئی چیز لازم نہوگی اما لو ادعی الاستہزاء لم یصدق اور اگر مخاطب مذکور خوش طبعی کا دعوی کرے بلا شہود
تو اسکی تصدیق نہوگی وبلا ضمیر مثل اتزن الخ وکذا اتحاسب وما استقرضت من احد سواک او غیرک او قبلک او بعدک لا یکون اقرارا لعدم انصرافہ
الی المذکور فکان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے جیسے وزن کرلے یا پرکھ لے الخ اور اسیطرح حساب کر یا مین نے کسی سے قرض نہ لیا
سوا تیرے یا غیر تیرے یا قرض نہ لیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہ اقرار نہوگا بسبب نہ پھرنے ضمیر کے ہزار مذکور کی طرف تو یہ کلام جدا گانہ ٹھہرا
نہ جواب کلام اول والاصل ان کل ما یصلح جوابا لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لہما یجعل ابتداء لئلا یلزمہ المال بالشک اختیار
اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہے کہ جو کلام کہ صلاحیت رکھتا ہے جواب ہونے کی نہ ابتدا سے کلام ہونے کی تو وہ جواب ٹھہرایا جاتا ہے
اور جو لیاقت رکھتا ہے ابتدا سے کلام ہونے کی نہ کلام سابق پر بنا یعنے جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونون کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ
یہ قول کہ وزن کرلے تو وہ ابتدا یعنے کلام جدا گانہ ٹھہرایا جاتا ہے تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا فی الاختیار وہذا اذا کان الجواب
مستقلا فلو غیر مستقل کقولہ نعم کان اقرارا مطلقا اور یہ یعنے تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اسوقت ہے جبکہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو
یعنے اپنے مطلب مین پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہان تو اقرار ہوگا مطلقا یعنے ضمیر مذکور ہو یا نہ

عدم ضمیر کی مثال یہ کہ نعم ہو علی اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم اس قول کے بعد کہ لی علیک الف اذ حتی لو قال اعطنی ثوب عبدی ہذا او افتح لی باب داری ہذا او جصص لی داری ہذہ او اسرج فرسی ہذہ او اعطنی سرجہا او لجامہا فقال نعم کان اقرارا منہ بالعبد والدار والدابۃ کافی تو اگر کہا کہ مجکو میرے اس غلام کا کپڑا دے یا میرے لیے اس گھر کا دروازہ کھول دے یا میرے لیے اس گھر کی چونہ کاری کر دے یا زین باندہ دے میرے اس گھوڑے پر یا مجکو اس گھوڑے کا زین یا اسکی لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ ہان تو یہ اسکی طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گھر اور جانور کا مقر لہ کے واسطے کذا فی الکافی یعنے غلام کا اقرار ہوگا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتھ قال الیس لی علیک الف فقال بلی فہو اقرار لہ بہا وان قال نعم لا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھ پر ہزار نہین ہین سو وہ بولا بلے یعنی کیون نہین تو یہ اقرار ہوگا اسکے واسطے ہزار کا اور اگر جواب مین بجاے بلے نعم یعنے ہان بولا تو اقرار نہوگا وقیل نعم لان الاقرار یحمل علی العرف لا علی دقائق العربیۃ کذا فی الجوہرۃ اور بعضون نے کہا نعم یعنی ہان کہنے سے بھی اقرار ہوگا اسواسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہی یعنی عرف مین بلے اور نعم دونون برابر ہین نہ عربی کی باریکیون پر کذا فی الجوہرۃ والفرق ان بلے جواب الاستفہام المنفی بالاثبات ونعم جوابہ بالنفی اور فرق بلے اور نعم کا عربی مین یہ ہی کہ بلے استفہام منفی کا جواب ہی نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفہام منفی کا جواب ہی اسکے نفی کر دینے سے والایماء بالراس من الناطق لیس باقرار بمال وعتق وطلاق وبیع ونکاح واجارۃ وہبۃ اور سر سے اشارہ کرنا بولتے آدمی کا اقرار نہین مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور اجارہ اور ہبہ کا قید ناطق کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ سماعت یعنی گونگے آدمی کا اشارہ کرنا امور مذکورہ مین سر سے قائم مقام اسکے بولنے کے بقول معتبر ہی سوائے حد کے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا فی الطحاوی بخلاف افتاء ونسب واسلام وکفر وامان کافر واشارۃ محرم لصید والشیخ براس فی روایۃ الحدیث والطلاق فی انت طالق ہکذا واشار بثلاث اشارۃ الاشباہ وزاد العینی لحلفہ لا یستخدم فلانا او لا یظہر سرہ او لا یدل علیہ واشار حنث عمادیۃ فتحرر بطلان اشارۃ الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارہ ناطق کے فتوے دینے مین اور نسب اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے اشارے مین شکار کی طرف اور استاد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت مین اور طلاق کا اشارہ اس قول مین کہ تو طالق ہی اس طرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کی گئی چنانچہ اسکا یون قسم کہانا کہ فلانے شخص سے خدمت نلیگا یا اسکو بھید ظاہر نکریگا یا اسپر دلالت نکریگا اور پھر اسپر اشارہ کیا تو حانث ہوگا کذا فی العمادیۃ تو تحقیق ہوا اشارۂ ناطق کا باطل ہونا مگر نو صورتون مین باطل نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وان اقر بدین مؤجل وادعی المقر لہ حلولہ لزمہ الدین حالا وعند الشافعی مؤجلا بیمینہ کاقرارہ بعبد فی یدہ انہ لفلان انہ استاجرہ منہ فلا یصدق فی تاجیل واجارۃ لانہ دعوے بلا حجۃ اور اگر اقرار کیا دین موجل کا اور مقر لہ نے دعوے کیا بلا مدت دین کا تو اسپر دین بلا مدت لازم آویگا اور امام شافعی کے نزدیک دین موجل لازم ہوگا مقر کے قسم کہانے کے ساتھ چنانچہ اسکا اقرار اس غلام کا جو اسکے پاس ہی کہ وہ غلام ہی ایک مرد کا اور اسنے اسکو بطریق اجارے کے اس سے لیا ہی تو مقر کی تصدیق نہوگی تاجیل دین اور اجارۂ غلام مین اسواسطے کہ وہ دعوے ہی بدون حجت کے علم اسواسطے کہ مقر نے دوسرے کے حق مین اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوی کیا مقر لہ پر تو اسکا اقرار حجت ہی اور اسکا دعوے بلا حجت مقبول نہین کذا فی الحموی وحینئذ یحلف المقر لہ فیہما اور اسوقت مین قسم کہائیگی مقر لہ سے دونون مین یعنے تاجیل اور اجارے مین یعنے درصورت عدم گواہ مقر بخلاف ما لو اقر بالدراہم السود فکذبہ فی صفتہا حیث یلزمہ ما اقر بہ فقط لان السود نوع والاجل عارض لثبوتہ بالشرط والقول للمقر فی النوع وللمنکر فی العوارض بخلاف اسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درمون کا سو مقر لہ نے اسکی تکذیب کی درمون کی صفت مین یعنے اسکے سیاہ ہونے مین اسواسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہونگے جسکا اسنے اقرار کیا اسواسطے کہ سیاہ قسم ہی درمون کی اور مدت دین مین عارض ہی بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم مین مقبول ہی اور منکر کا

عوارض مین مقبول ہو یعنے مدت عارض ہو کہ نفس عقد تابت نہین ہوتی ہو بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہو اور عارض مین منکر کا قول مقبول ہو کذا فی الحموی
کاقرار الکفیل بدین موجل فان القول لہ فی الاجل لثبوتہ فی کفالۃ المؤجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین موجل کا اسواسطے کہ مدت مین ضامن
ہی کا قول مقبول ہو بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت موجل مین بدون شرط کرنے کے ہم اسواسطے کہ ضمانت مین مدت نوع ہو عارض کہ شرط پر اسکا
ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی وشراء امۃ متنقبۃ اقرار بالملک للبائع کثوب فی جراب اور نقاب والی لونڈی کا خرید کرنا مالک بائع کا اقرار ہو
جیسے گٹھری کے اندر کپڑے کا خرید کرنا مالک بائع کا اقرار ہو وکذا الاستیام والاستیداع وقبول الودیعۃ بحر والاعارۃ والاستیہاب
والاستیجار ولو من وکیل فکل ذلک اقرار بالملک لذی الید فیمنع دعواہ لنفسہ ولغیرہ بوکالۃ او وصایۃ للتناقض اور اسیطرح مول لگانا اور خرید مول
چکانا اور ودیعت رکھنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور اعارہ اور طلب گاری ہبہ اور طلب گاری اجارہ اگرچہ ذی الید کے وکیل سے ہو تو
یہ سب امور مذکورہ مالک ذی الید کے اقرار ہین تو اب طلبگار مذکور کو اسکا دعوے کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے
جائز نہوگا بسبب تناقض کے یعنے پہلا وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اسمین دعوی کرنا صریح تناقض ہو بخلاف
ابرائہ عن جمیع الدعوے بعدم التناقض ذکرہ فی الدرر وقیل لا اقرار وصحح فی الجامع خلافا لتصحیح الوہبانیۃ بخلاف اسکا ابرا کرنے کے
جمیع دعاوی سے پھر دعوے کرنے کے بواسطہ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ ابرا کرنا شخص کا اپنے مال کے جمیع دعاوی
سے اسکا مقتضی نہین کہ غیر کی طرف سے بھی امیر وہ ہو جسکو درر مین کتاب الاقرار سے پہلے ذکر کیا ہو اسکو جامع صغیر مین برخلاف
تصحیح وہبانیہ کے جامع صغیر مین اسکی تصحیح کی ہو کہ استیام اور استیجار اور استعارہ وغیرہ اقرار ملک ذی الید کا نہین ہے
بعض مین ہو کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہین ہے اسواسطے کہ جیسے مثلاً شاید بائع کے ہاتھ مین بطور عاریت یا غصب ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو بائع
کی ملک ثابت نہوگی اور یہ روایت زیادات کے موافق ہو کذا فی الطحطاوی وفی شارح الشرنبلالی بانہ ان قال بعنیہ کان اقرارا وان قال اتبیع
ہذا لا یکون اقرارا وعلیہ یحمل ما فی البیع فالیس باقرار بعدم الملک اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات مین اسطرح توفیق
کی ہو کہ اگر یون بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اسکو تو یہ قول اقرار ہوگا یعنے اسواسطے کہ وہ جازم ہو اسکی ملک کا اور طالب خرید ہو اور اگر یون بولا کہ کیا تو اسکو بیچتا ہو
تو اقرار نہوگا یعنے اس احتمال سے کہ اسکو سمجھنا حال منظور ہو کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہو یا نہین اور یہ قول شرنبلالی ہو اسکی کتابت اور
بیعنامے پر مہر کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیعنامہ لکھنا اور اسپر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہین ہو توکاتب اور خاتم کو بعد اسکے اسکا دعوی کرنا اپنے واسطے
یا غیر کے واسطے جائز ہو تو یون پوچھنا کہ تو اسکو بیچتا ہو بطریق اولے عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی ولہ علی مائۃ ودرہم کلہا دراہم
وکذا المکیل والموزون استحسانا اور اس قول مین کہ اسکے میرے اوپر سو اور ایک درہم ہو وہ تمام درہم ہین یعنے سو درہم اور ایک درہم اور اسیطرح مکیل اور
موزون از روے استحسان کے ہم قیاس یہ ہو کہ مقر کو فقط معطوف یعنے ایک درہم لازم ہوا اور سو کی تفسیر اس سے کروائی جاوے کہ سو درہم مراد ہو یا
کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی رح نے لیا ہو وجہ استحسان یہ ہو کہ درہم بیان ہو مائۃ کا عادت مین اسواسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہین درہم کو دو بار کہنا
اور کفایت کرتے ہین ایکبار کے بولنے پر اور یہ وہان ہو جو بکثرت مستعل ہو مانند مکیل اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہین سلم اور قرض اور ثمن بنا
بخلاف ثیاب اور غیر مکیل اور غیر موزون کے کہ انکا وجوب ذمے پر اس طرح بکثرت نہین کذا فی الطحطاوی وفی مائۃ وثوب او مائۃ وثوبان یفسر
المائۃ لانہا مبہمۃ اور اس قول مین کہ اسکا میرے سو اور ایک کپڑا ہو اور سو اور دو کپڑے ہین سو کو دریافت کیا جاوے کا کہ کیا اسکی مراد ہو اسواسطے
کہ وہ مبہم ہو بخلاف مائۃ وثلثۃ اثواب کلہا ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف العطف فانصرف التفسیر الیہا لاستوائہا فی الحاجۃ

اور اِس قول مین کہ مجھپر ایک سو اور تین کپڑے ہین وہ سب کپڑے لازم ہونگے یعنے سو کپڑے اور تین کپڑے برخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک تین کپڑے لازم ہونگے اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجائیگی ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ اثواب بعد لفظ ثلثہ کے مجرور عطف مذکور نہین تو تفسیر اُنکے اور ثلثہ دونون کی طرف پھر گئی اسواسطے کہ تفسیر کی طرف محتاج ہونے مین معطوف اور معطوف علیہ دونون برابر ہین والاقرار بدابۃ فی اصطبل تلزمہ الدابۃ فقط اور جانور کا اقرار اصطبل مین فقط جانور ہی متکلم کو لازم کریگا نہ اصطبل ہم یعنے یون اقرار کیا کہ یہ جانور اصطبل مین ہے فلانے شخص کا ہے تو جانور کا اقرار ہے نہ اصطبل کا اسواسطے کہ غیر منقول مین شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہین ہوتا والاصل ان ما یصلح ظرفا ان امکن نقلہ لزماہ والا لزم المظروف فقط فلذا قال محمد وان لم یصلح لزم الاول فقط کاقرار بدرہم فی درہم قدر اور قاعدہ کلیہ اِس قسم کے مسائل مین یہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونیکی لیاقت رکھتی ہو اگر اُس چیز کا اُٹھا لیجانا ممکن ہے تو مقر کو ظرف اور مظروف دونون لازم ہونگے اور اگر نقل اُسکا متصور نہین جیسے اصطبل کا تو فقط مظروف لازم ہے مقر کو چنانچہ جانور برخلاف محمد کہ اُنکے نزدیک ظرف اور مظروف دونون لازم ہین اور اگر وہ چیز ظرف ہونیکی صلاحیت نہین رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون کہنا کہ مجھپر ایک درم ہے درم کے اندر کذا فی الدرر یعنی اِس صورت مین درم اول لازم ہوگا نہ ثانی اسواسطے کہ اسمین ظرف ہونیکی لیاقت نہین اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری مین اور طعام کشتی مین اور گیہون گون مین کذا فی الدرر قلت ومفادہ انہ لو قال دابۃ فی خیمۃ لزماہ ولو قال ثوب فی درہم لزمہ الثوب فقط میں کہتا ہون اور اِس قاعدہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کہا مجھپر جانور ہے خیمہ مین تو جانور اور خیمہ دونون لازم ہونگے اُسکو لیکن اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہے اور اگر بولا کپڑا درم مین مجھپر ہے تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور یہ کو مین نے صریح نہین دیکھا تو اُسکی تحریر کرنا چاہیے علامہ طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب قاعدہ سے ظاہر ہے انتہی یعنی تو اب تحریر کی کیا حاجت ہے وبخاتم تلزمہ حلقتہ وفصہ جمیعا اور انگوٹھی کے اقرار مین اُسکو اُسکا حلقہ اور اُسکا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ خاتم عبارت ہے حلقہ اور نگین سے وبسیف جفنہ وحمائلہ ونصلہ اور تلوار کے اقرار مین اُسکا میان اور پرتلا اور کوشتی لازم ہے وبحجلۃ بحاء مہملۃ فجیم مفتوحتین بیت مزین بستور ودسرر العیدان والکسوۃ اور حجلہ کے اقرار مین لکڑیان اور کپڑے لازم ہونگے حجلہ بحاء مہملہ پھر جیم عبارت ہے اُس کوٹھری سے جو آراستہ ہے پردون اور چارپائیون سے علامہ طحطاوی نے کہا موجب اِس تفسیر کے کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی مین ہے کہ بعضون نے کہا کہ حجلہ وہ ہے جو لکڑی اور کپڑون سے بنایا جاوے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو موجب اِس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ ہے اور اب اصطلاح انصاری سے اسکو مسہری بھی بولتے ہین وبتمر فی قوصرۃ او بطعام فی جوالق او فی سفینۃ او ثوب فی منديل او فی ثوب یلزمہ الظرف کالمظروف لما قدمناہ اور اِس اقرار مین کہ مجھپر کھجور ہے ٹوکری مین یا طعام ہے گون مین یا کشتی مین یا کپڑا ہے رومال مین یا کپڑے مین اُسکو ظرف مظروف کے مانند لازم ہوگا اُس دلیل سے جسکو پہلے ہمنے ذکر کیا یعنی ظرف منقول مین ظرف اور مظروف دونون لازم ہو جاتے ہین وبتمر من قوصرۃ مثلا لا تلزمہ القوصرۃ ونحوہا اور کھجور کے اقرار مین ٹوکری سے مقر پر ٹوکری اور مانند اُسکے کوئی ظرف لازم نہوگا ہم اسواسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہے تو منتزع کا اقرار ہوگا نہ منتزع منہ کا کذا فی الطحطاوی کثوب فی عشرۃ وطعام فی بیت فیلزمہ المظروف فقط لما مر اذ العشرۃ لا تکون ظرفا لواحد عادۃ جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑون مین اور طعام کا اقرار کوٹھری مین تو اُسکو فقط مظروف لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہین ہوتے عادت مین وبخمسۃ فی خمسۃ وعنی معنی علی او الضرب خمسۃ لما مر والزمہ زفر بخمسۃ وعشرین اور یون اقرار کیا کہ مجھپر خمسۃ فی خمسۃ اور لفظ فی کو بمعنی علی قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا تو پانچ لازم ہونگے اسوجہ سے جو کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکی اور زفر نے مقر پر پچیس لازم کئے ہم چونکہ لفظ علی مقتضی الفصال اور تیسیر ہے نہ مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوے کتاب الطلاق مین یہ مذکور ہو چکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ

کرتی ہے مال کو توجب اقرار کیا کہ اسکے ذمہ خمسہ فی خمسہ ہے کہا تو اس سے تو نے یہ ارادہ کیا کہ پر درہم کے درہم خمسہ سے مثلاً پانچ پانچ جزء ہیں اور لوالحبہ ہیں ہر کہ
حساب اسکا کیا کہ اسکے علی عشرۃ فی عشرۃ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکثیر اجزا کا قصد کیا تو اسپر لازم ہونگے گر دس ہو اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم
ہونگے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نہ کی یعنی تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نہ کی تو اسکو دس لازم ہونگے اجزا کی نیت پر محمول کرکے انتہی آپ
معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں خلاف ہو فقہا کا کذا فی الطحطاوی و عشرۃ ان عنی مع کما مر فی الطلاق اور دو لازم ہونگے اگر فی معنی مع مراد رکھے گا جیسا کہ
مذکور ہو چکا طلاق میں ومن درہم الی عشرۃ او ما بین درہم الی عشرۃ تسعۃ لدخول الغایۃ الاولی ضرورۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد بدونہ بخلاف
الثانیۃ وما بین الحائطین اور یوں اقرار کیا کہ مجھپر ایک درہم سے دس درہم تک یا ما بین ایک درہم کے دس تک ہے تو نو درہم لازم ہونگے بسبب داخل ہونے پہلی حد یعنی
ایک درہم کے بطریق ضرورت کے اسواسطے کہ ما فوق الواحد یعنی ایک سے زیادہ درہم کا وجود ہو نہیں سکتا بدون پہلے درہم کے بخلاف دوسری حد کے یعنی دسکے اور بخلاف
ما بین الحائطین کے وہاں دونوں حدیں داخل ہونگی نہیں حکم امام کے نزدیک جو دونوں حدود داخل نہیں ہوتیں اسواسطے کہ بنا امر محدود ہی لیکن یہاں پہلی حد کے
داخل کرنے میں ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درہم متحقق نہیں ہو سکتی بدون پہلی درہم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے داخل ہوئی اور دوسری
حد کے داخل کرنے میں کوئی ضرورت داعی نہیں کذا فی الدر رقال الزیلعی ولو قال لہ من شعیر الی کر حنطۃ لزماہ جمیعا الا قفیز الاخیر الغایۃ الثانیۃ سوا
سبب یعنی مخالفت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اسیطرح اقرار میں کہ اس شخص کے میرے اوپر ایک کر گیہوں ہیں جو کے ایک کر تک تو اسپر دونوں کر لازم ہونگے
سوا ایک قفیز کے اسواسطے کہ قفیز دوسری حد ہو کم کیا جائیگا اسی طرح ہو جیسا کہ قفیز ہیں قفیز ہیں اور قفیز کو ہیں جیسا پہلے ہو الطحطاوی نے قدوری
سے نقل کیا کہ امام نے مثال مذکور میں تمام کر کو غایت اقرار نہیں دیا اسواسطے کہ عادت میں غایت زیادہ نہیں ہوتی شی مقصود سے اور نہ مقصود اسکی ابتدا
قفیز کو غایت ٹھہرایا ولو قال لہ علی عشرۃ دراہم الی عشرۃ دنانیر لزمہ الدراہم وتسعۃ دنانیر عند ابی حنیفۃ لما مر نہایۃ اور اگر یوں اقرار کیا کہ اسکے
مجھپر دس درہم ہیں دس دینار تک تو اسکو دراہم اور نو دنانیر لازم ہونگے ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایۃ یعنی اسواسطے کہ غایت
ثانیہ داخل نہیں ہوتی وفی درس داری ما بین ہذا الحائط الی ہذا الحائط لہ ما بینہما فقط لما مر اور اس قول میں کہ اسکا میرے گھر میں سے
ما بین اس دیوار کے ہے اس دیوار تک تو مقر لہ کے واسطے دونوں دیواروں کا فقط ما بین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ ہم یعنی من درہم الی عشرۃ میں
پہلی حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہاں کچھ ضرورت نہیں لہذا دونوں دیواریں محدود ہیں داخل نہونگی فقط ما بین الحائطین لازم ہوگا
وصح الاقرار بالحمل المحتمل وجودہ وقتہ ای وقت الاقرار بان تلد لدون نصف حول لو مزوجۃ او لدون حولین لو معتدۃ لثبوت نسبہ اور صحیح ہے
اقرار اس حمل کا جسکا موجود ہونا محتمل ہو اقرار کے وقت اس طرح پر کہ لونڈی جنی نصف سال سے کمتر مدت میں اگر وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے
کمتر میں اگر وہ معتدہ ہو بسبب ثابت ہونے اسکے نسب کے عدت تک سم یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صحیح ہو اسطرح کہ
میری کا اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنی بچہ اسکا فلانے شخص کا ہو اگرچہ اسکا سبب بیان نکرے اسواسطے کہ اسکی تصحیح کی یہ وجہ موجود ہو کہ کسی شخص نے مقر لہ
کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مرگیا پھر اسکے وارث نے اسکا اقرار کیا کذا فی الدرر والطحطاوی ولو الحمل غیر آدمی ویقدر بادنی مدۃ یتصور
ذلک عند اہل الخبرۃ زیلعی لکن فی الجوہرۃ اقل مدۃ حمل الشاۃ اربعۃ اشہر واقلہا لبقیۃ الدواب ستۃ اشہر حمل کا اقرار صحیح ہو اگرچہ غیر انسان کا حمل ہو
اور جانور کے حمل کا اندازہ ہوگا اس کمتر مدت سے جو اسکے واسطے متصور ہو تجربہ کاروں کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ میں ہو کہ بھیڑ بکری کا
اقل مدت حمل چار مہینے ہیں اور باقی جانوروں کی اقل مدت چھ مہینے ہیں وصح لہ ان بین المقر سببا صالحا یتصور للحمل کالارث والوصیۃ
کقولہ مات ابوہ فورثہ او اوصی لہ بہ فلان فیجوز والا فلا کما یاتی اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے یعنی یوں کہنا کہ یہ مال اس حمل کا

جو اس عورت کے پیٹ میں ہے صحیح ہے بشرطیکہ مقر اسکے مالک ہونے کا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اسکا دراصل ممکن اور متصور ہے چنانچہ ارث اور وصیت
جیسے مقر کا یون کہنا کہ اس جنین کا باپ مر گیا سو وہ اسکا وارث ہوا یا اس مال کی اسکے واسطے فلانے شخص نے وصیت کی تو اقرار جائز ہوگا اور
اگر سبب صالح بیان نکرے تو اقرار جائز نہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا فان ولدتہ حیا لاقل من نصف حول مذ اقر فلہ ما اقر وان ولدت
حیین فلہما نصفین ولو احدہما ذکرا والاخر انثی فکذلک فی الوصیۃ بخلاف المیراث ای فانہ یعطے للذکر مثل حظ الانثیین سو اگر عورت جنی اسکو زندہ
نصف سال سے کمتر میں جس وقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اسکا ہے جسکا اسنے اقرار کیا اگر وہ زندہ لڑکے جنی تو دونوں کے واسطے نصف
نصف مال ہوگا اور اگر ایک نر ہے اور دوسرا مادہ تو اسی طرح نصف نصف مال دونوں کو ملیگا بخلاف میراث کے یعنے نر کو مادہ کے دو حصے
ملین گے ھم اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنے گی تو اسکو کچھ نملیگا مگر درصورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کمتر میں کذا فی الحموی
وان ولدت میتا فیرد لورثۃ ذلک الموصی والمورث لعدم اہلیۃ الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اس موصی اور مورث کے وارثوں کو
پھیر دیا جاوے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنے مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہیں رکھتا وان فسرہ بما لا یتصور کہبۃ او بیع او اقراض
او ابہم الاقرار ولم یبین سببا لغا وحمل محمد المبہم علے السبب الصالح وہی الحالۃ الثالثۃ اور اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن اور متصور
نہیں چنانچہ ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو مبہم رکھا اور اسکا سبب بیان نکیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد رحمہ نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے اور
یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ھم چونکہ ہبہ اور بیع اور قرض دینا جنین سے محال تھا اسواسطے کہ امور مذکورہ اس سے متصور نہیں نہ حقیقۃً اور نہ توضیح ہو اور
نہ سکتا اس طرح کہ اسکی طرف سے کوئی اسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اسواسطے کہ اسپر کسی کی ولایت نہیں لہذا اقرار مذکور لغو ٹھیرا اور سبب مبہم کے اقرار
کی یہ صورت ہے کہ میرے اوپر فلانی عورت کے حمل کی فلانی چیز ہے کذا فی الدرر واما الاقرار للرضیع فانہ صحیح وان بین المقر سببا غیر صالح منہ حقیقۃ
کالاقراض او ثمن مبیع لان ہذا المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملۃ اشباہ اور شیرخوار لڑکے کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہے اگرچہ مقر شیرخوار کے جانب سے
سبب غیر صالح فی الحقیقت بیان کرے چنانچہ قرض دینا یا ثمن مبیع کا اسواسطے کہ یہ مقر ثبوت دین صغیر کا فی الجملہ ہوسکتا ہے کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار
تجارت کرنے اسکے ولی کے بخلاف جنین کے اقر بشرط الخیار ثلثۃ ایام لزمہ بلا خیار لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصلیۃ صدقہ المقر لہ
فی الخیار لم یعتبر تصدیقہ اقرار کیا بشرط تین دن کے اختیار کے تو اسکو مقر بہ لازم ہوگا بلا خیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہے تو خیار کو نہ قبول کریگا اگرچہ مقر لہ اسکی
تصدیق کرے خیار میں تو بھی اسکی تصدیق معتبر نہوگی ھم قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار میں تین دن کے خیار کی گنجایش اسواسطے نہیں کہ شرط خیار
متصور فسخ ہے اور جبکہ اقرار ہے اسوجہ سے کہ وہ صیغہ ملزمہ ہے احتمال فسخ کا نہیں لہذا اسمین شرط خیار جائز نہیں اور مال مقر بہ لازم ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا اقر
بعقد بیع وقع بالخیار لہ فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او برہن فلذا قال الا ان یکذبہ المقر لہ فلا یصح لانہ منکر والقول لہ اقرار قابل خیار نہیں مگر جبکہ
مقر نے اس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط اختیار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہے باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ اسکی تصدیق کرے یا مقر اسپر
گواہ لاوے سو اسواسطے مصنف نے کہا مگر یہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ مقر لہ منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے یعنی درصورت
عدم برہان ھم عقد بیع کا اقرار یعنے اس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اسپر لازم آیا یعنے یون کہے کہ میرے اوپر ہزار درم ثمن مبیع بالخیار کے ہیں
کاقرارہ بدین بسبب کفالۃ علے انہ بالخیار فی المدۃ ولو المدۃ طویلۃ او قصیرۃ فانہ یصح اذا صدقہ لان الکفالۃ عقد ایضا بخلاف مامر لانہ افعال
لا تقبل الخیار یعنی جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے باین شرط کہ اسکو اختیار ہے مدت میں اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہے جبکہ مقر لہ
اسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ ضامنی بھی عقد ہے بخلاف اسکے جو مذکور ہوچکا اسواسطے کہ وہ یعنے قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت افعال ہیں

مگر شرط خیار کے قابل نہیں کذا فی الزیلعی الامر بکتابۃ الاقرار اقرار حکما فانہ کما یکون باللسان یکون بالبنان فلو قال للصکاک اکتب خط اقراری
بالف علی او اکتب بیع داری او طلاق امرأتی صح کتب او لم یکتب وحل للصکاک ان یشہد الا فی حد وقود خانیہ امر کرنا اقرار کے لکھنے کا اقرار حکمی ہے
اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہے ویسے ہی انگلیوں کے پوروں کے لکھنے سے ہوتا ہے تو اگر ایک شخص نے قبالہ نویس سے کہا کہ خط لکھ میرے
اس اقرار کا کہ مجھ پر ہزار درہم ہیں یا لکھ میرے گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہے خواہ قبالہ نویس اسکو لکھے یا نہ لکھے اور قبالہ نویس کو
حلال ہے اسکی گواہی دینا سوا حد اور قصاص کے کذا فی الخانیہ امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہوا نہ اقرار حقیقی اسواسطے کہ امر انشا ہے اور اقرار اخبار تو
دونوں ایک نہوں گے حقیقت میں بلکہ مراد یہ ہے کہ امر کتابت اقرار جب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہوگیا کذا فی الدرر وقدمنا فی الشہادۃ عدم اعتبار مشابہۃ الخطین
امر کتابت اشہاد است نہیں بلکہ عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوے کیا اور مدعا علیہ کے ہاتھ کا لکھا
اقرار نامہ ظاہر کیا اور مدعا علیہ منکر ہو اسکا سوا اس سے کچھ لکھایا گیا اور اسنے لکھا تو وہ خط اقرار نامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اسپر ثبوت نہوگا بدون
گواہوں کے حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور بعضوں کے نزدیک حکم ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی [illegible] اقر [illegible] بالدین [illegible]
علی مورثہ وجحد الباقون یلزمہ الدین کلہ یعنی ان وفی ما ورثہ بہ برہان وشرح مجمع ایک وارث نے اس دین کا اقرار کیا جو اسکے مورث پر تھا
مدعی نے دعوے کیا اور باقی وارثوں نے اسکا انکار کیا تو وارث مقر پر وہ سب دین لازم ہوگا یعنی بشرطیکہ وہ مال جو اسنے میراث میں پایا ہے
وہ ادا کے دین میں کفایت کرے کذا فی البرہان وشرح المجمع مثلا سو درہم کا دعوے ہے اور سو درہم یا زیادہ وارث مقر کو میراث میں ملے تو وارث کو
سو درہم دینے پڑینگے اور لزوم کل دین کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ دس درہم میراث میں پاوے تو بھی اسپر سو درہم لازم ہونگے قیل حصتہ واختارہ ابو اللیث نفیا للضرر
اور بعضوں نے کہا کہ وارث پر بقدر اسکے حصے کے دین لازم ہوگا اور اس قول کو پسند کیا ہے فقیہ ابو اللیث نے ضرر کے دفع کرنے کے واسطے یعنی اسنے اس دین کا اقرار
کیا ہے جو کل ترکہ سے متعلق ہے تو اسپر لازم نہوگا مگر بقدر اسکے حصے کے ولو شہد ہذا المقر مع آخر ان الدین کان علی المیت قبلت وبہذا علم ان لا یحل الدین فی
نصیبہ بمجرد اقرارہ بل بقضاء القاضی علیہ باقرارہ فلیحفظ ہذہ الزیادۃ درر اور اگر وارث مقر نے دوسرے گواہ کے ساتھ اسکی گواہی دی کہ میت پر دین تھا
تو گواہی مقبول ہے اور اس سے یعنی قبول شہادت مقر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ وارث مقر کے حصے میں دین حلول نہ کرے گا بمجرد اسکے
اقرار کرنے کے بلکہ قاضی کے حکم کرنے سے بموجب اسکے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو یعنی عدم لزوم اقرار الا بالقضا کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر
مجرد اقرار سے دین لازم نہ آیا اسواسطے کہ اگر اسکے اقرار سے سب دین اسپر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی مقبول نہوتی اور شاید
مقر پر بقدر اسکے حصے کے لازم ہوتا تو اسکی گواہی میں اسپر سے دفع مضرت ثابت ہوتی اور جس گواہی ہو تو وہ مقبول نہیں پھر اسکی گواہی کا مقبول ہونا
اسپر دلیل ہے کہ اسکا اول اقرار معتبر نہیں اور اس اقرار سے دین لازم نہیں مگر یہ مشکل ہے اسواسطے کہ آدمی کا اقرار حجت ہے اسکی ذات کے حق میں بے قاضی کے
حکم کرنا حاجت ہے نہ مثبت اور اگر یہ مسئلہ فقیہ ابو اللیث کے قول پر متخرج ہو تو ظاہر ہے اسواسطے کہ مقر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت
نہیں کی کذا فی الطحطاوی واشہد علی الف فی مجلس واشہد رجلین آخرین فی مجلس آخر بلا بیان السبب لزمہ الالفان کما لو اختلف السبب
مقر نے دو گواہوں کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس میں اور دو اور مردوں کو گواہ کیا دوسری مجلس میں بدون بیان کرنے سبب کے تو دونوں مجلسوں کی
دونوں مال یعنی دو ہزار اسپر لازم ہونگے چنانچہ اگر سبب مختلف ہو تو دو ہزار لازم ہونگے کہ بلا بیان سبب کی یہ صورت ہے کہ اقرار کرے کہ مجھپر
زید کے مثلا ہزار درہم دینا ہیں دونوں مجلسوں میں اور اختلاف سبب کی یہ شکل ہے کہ ایک مجلس میں اقرار کرے کہ مجھپر ہزار درہم ثمن اس [illegible] کے ہیں اور دوسری مجلس میں
کہے کہ مجھپر ہزار درہم ثمن اس غلام کا ہے بخلاف ما لو اتحد السبب والشہود واشہد علی صک واحد او اقر عند الشہود ثم عند القاضی او بالعکس [illegible]

بخلاف اسکے کہ اگر سبب دین کا ایک ہی ہو یا دونون لکھے ہوئے ہون اور گواہ متحد ہون یا چارون شاہدون کو ایک دستاویز پر شاہد کرے یا شاہدون کے روبرو اقرار کرے پھر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس یعنی پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدون کے سامنے تو ایک ہی ہزار لازم ہونگے کذا صح ابن الکمال اتحاد سبب کی یہ صورت ہے کہ دونون اقرارون مین غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہ صورت ہے کہ جو اول مجلس کے شاہد ہین وہی دوسری مجلس کے بھی شاہد ہون والاصل ان المعرفۃ اذا اعیدت معرفۃ کان الثانی عین الاول ونکرۃ فغیرہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ معرفہ یا نکرہ جبکہ معرفہ ہو کر دوسری بار ذکر ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہو کر دوبارہ ذکر ہو تو ثانی اول کے مغائر ہوگا ہم اول و ثانی کی معرفہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ دین کا ایک ہی سبب ہو دونون اقرارون مین ذکر کرے اسطرح کہ لہ علی الف ثمن ہذا العبد پھر اسی کو دوسری بار اقرار کرے اور اول کے نکرہ اور ثانی کے معرفہ ہونے کی یہ صورت ہے کہ اول ہزار کو مطلق کہے اسطرح کہ لہ علی الف پھر یون کہے لہ علی الف ثمن ہذا العبد اور اعادہ نکرہ کی صورت یہ ہے کہ کہے لہ علی الف پھر دوسرا اقرار کرے کہ لہ علی الف اور پہلا معرفہ ہوا اور دوسرا نکرہ اسکی صورت یہ ہے کہ اول یہ اقرار کرے کہ لہ علی الف ثمن ہذا العبد پھر دوسری بار کہے لہ علی الف تمامہ فی الاشباہ والنظائر والمعتبر الشہود فی مواطن ام مواطن فیما اذا ان لم یعلم اتحادہ وقیل واحد وتمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ بھول جاوین کہ اقرار ایک مجلس مین تھا یا دو مجلسون مین تو وہ دو مال لازم ہونگے جبتک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ ایک ہی مال لازم ہے اور پورا بیان اسکا خانیہ مین ہے اقر ثم ادعی المقر انہ کاذب فی الاقرار یحلف المقر لہ ان المقر لم یکن کاذبا فی اقرارہ عند الثانی وبہ یفتی ورا اقرار کیا پھر مقر نے دعوی کیا کہ وہ جھوٹا ہے اپنے اقرار مین تو قسم لیجاوے مقر لہ سے اسکی کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا نہین ابو یوسف رح کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور طرفین کے نزدیک اسکے قول پر التفات نہوگا وکذا الحکم یجری لو ادعی وارث المقر فیحلف اور اسی طرح کا حکم جاری ہے اگر مقر کا وارث دعوی کرے یعنی مورث کے اقرار مین اسکے کذب کا مدعی ہو تو مقر لہ سے قسم لیجاوے اسکی کہ مورث کاذب نہ تھا اپنے اقرار مین وان کانت الدعوی علی ورثۃ المقر لہ فالیمین علیہم بالعلم انا لا نعلم انہ کان کاذبا صدر شریعۃ اور اگر مقر یا اسکے وارث کا دعوی مقر لہ کے وارثون پر ہو تو وارثون پر علم کی قسم آوے گی اس طرح کہ واللہ ہم نہین جانتے ہین کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا تھا کذا فی صدر الشریعۃ

باب الاستثناء

وما فی معناہ فی کونہ مغیرا کالشرط ونحوہ یہ باب ہے احکام استثناء مین اور جو استثناء کے ہم معنی ہے اقرار کے بدل ڈالنے مین جیسا کہ شرط اور مانند اسکے جب مصنف نے اقرار بلا تغییر کا ذکر کر لیا تو اب اقرار مع التغییر کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہ مثال ہے کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اس غلام کا ثمن جو میرے قبضہ مین نہین آیا ہے عبارۃ التکلم بالباقی بعد الثنیا باعتبار الحاصل من مجموع الترکیب ونفی واثبات باعتبار الاجزاء فالقائل لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ لہ عبارتان مطولۃ وہی ما ذکرناہ ومختصرۃ وہی ان یقول ابتداء لہ علی سبعۃ وہذا معنی قولہم تکلم بالباقی بعد الثنیا ای بعد الاستثناء وہ یعنی استثناء ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہے باقی کے بولنے سے بعد استثناء کرنے کے مجموع ترکیب مستثنی منہ اور مستثنی کے حاصل کے اعتبار سے نفی اور اثبات ہے باعتبار اجزاء کے لفظ لیے کے تو اس قائل کے کہ لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتین ہین عبارت طویل وہ جسکو ہمنے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ اور دوسری عبارت مختصر وہ یہ ہے کہ ابتدا سے یون کہے کہ اسکے میرے اوپر سات درم ہین اور یہی مطلب ہے فقہا کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہے بعد استثناء کرنے کے وشرط فیہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ کنفس او سعال واخذ فم یعنی اور صحت استثناء مین متصل ہونا مستثنی کا مستثنی منہ سے شرط ہے مگر عند الضرورۃ جیسے مقر کا دم لینا یا کھانسی کا آنا یا منہ بند کر لینا یعنی کوئی شخص مقر کا منہ بند کر دے اس قول پر فتوی ہے والندا بینہما لا یضر لانہ للتنبیہ والتاکید اور پکارنا مقر کا مقر لہ کو

ہا ہین مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے فصل نہیں کرتا اسواسطے کہ ندا منادی کے آگاہ کرنے کے واسطے ہی اور تاکید کے واسطے ہی بواسطہ تعیین مقر لہم جبکہ
مین ہو کہ اگر منادی مقر لہ نہو بلکہ غیر ہو تو مفسد ہی کذا فی الطحطاوی کقولہ لک علی الف درہم یا فلان الا عشرۃ ندا کی مثال چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ تیرے
میرے اوپر ہزار درم ہین اے فلانے مگر دس درم بخلاف ذلک الف فاشہدوا الا کذا و نحوہ مما یعد فاصلا لان الاشہاد یکون بعد اتمام
الاقرار فلم یصح الاستثناء بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہین سو گواہ رہو مگر اتنے اور مانند اسکے اس قسم سے جو فاصل شمار ہو
اسواسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونے کے بعد ہوتا ہی تو حیلولت اشہاد سے استثنا صحیح نہوگا فمن استثنی بعض ما اقر بہ صح استثناءہ ولو الاکثر عند
الاکثر تو جو شخص کہ استثنا کرے بعض اس چیز کو جسکا اقرار کیا ہی یعنی بعض کو نکال دے تو اسکا استثنا کرنا صحیح ہی اگرچہ مستثنیٰ اکثر مستثنیٰ منہ
سے اکثر علماء کے نزدیک اور بعض نحو کے نزدیک بعض فرا کے نزدیک استثناء اکثر جائز نہیں اور جواز کی دلیل حق تعالی کا یہ قول ہے (قم اللیل الا قلیلا نصفه او انقص منه
قلیلا او زد علیه) کذا فی الطحطاوی ولزمہ الباقی ولو ما لا یقسم کھذا العبد لفلان الا ثلثه او ثلثیه صح علی المذہب اور مقر کو باقی بعد الاستثناء لازم
ہوگا اگرچہ مقر بہ اس قسم کا ہو جو قسمت پذیر نہیں ہوتا چنانچہ یہ قول کہ یہ غلام فلانے شخص کا ہی مگر اسکا سوم حصہ یا دو ثلث اسکا صحیح ہونا مذہب
قوی ہے و الاستثناء المستغرق باطل ولو فیما یقبل الرجوع کوصیة لان استثناء الکل لیس برجوع بل ہو استثناء فاسد [illegible]
اور وہ استثناء جو کل مقر بہ کو مستغرق کرے باطل ہی اگرچہ اس چیز میں ہو جو قابل رجوع ہی چنانچہ وصیت اسواسطے کہ تمام کا استثنا کرنا رجوع
نہیں بلکہ وہ فاسد استثنا ہی یہی قول صحیح ہی کذا فی الجوہرۃ اور بعضون کے نزدیک استثناء کل رجوع ہی اور بعضون کے نزدیک رجوع
نہیں استثناء فاسد ہی اسواسطے کہ اگر وصی تمام موصی بہ کا استثنا کرے تو استثنا باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی
اسواسطے کہ وصیت مین رجوع کرنا جائز ہی کذا فی الطحطاوی وہذا ان کان الاستثناء بعین لفظ الصدر او مساویه کما یاتی اور یہ حکم استثنا
مستغرق کا باطل ہونا اس شرط سے ہی کہ صدر کے لفظ سے ہو بعینہ یا اسکے برابر سے ہو چنانچہ اسکا ذکر آویگا تم استثنا بلفظ صدر کی مثال (نسائی طوالق الا
نسائی) اور لفظ مساوی کی مثال (نسائی طوالق الا زوجاتی یا عبیدی احرار الا ممالیکی) فان بغیرہما کعبیدی احرار الا ہولاء او الا سالما وغانما
وراشدا وہم الکل صح الاستثناء اور اگر استثنا مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے مغائر
ہو چنانچہ یہ قول کہ میرے غلام آزاد ہین سوا ان غلامون کے یا سوا سالم اور غانم اور راشد کے اور مانند اسکے یہ مثال ہی کہ میری عورتین طلاق ہین
سوا ان عورتون کے یا سوا زینب اور عمرہ اور ہند کے اور حالانکہ یہی مشار الیہم یا مسمیون اسکے سب غلام یا سب عورتین ہین تو استثنا صحیح ہی وکذا
مالی لزید الا الف و ثلث الف صح فلا یستحق شیئا اذ الشرط ایہام البقاء لا حقیقته حتی لو طلقہا ستا الا اربعا صح و وقع ثنتان اور اسی طرح [illegible]
یہ قول کہ میرا تمامی مال زید کا ہی سوا ہزار کے اور حالانکہ اسکا تمامی ہزار ہی تو باوجود استغراق استثنا صحیح ہی اور زید کسی چیز کا مستحق نہوگا اسواسطے
کہ صحت استثنا کی شرط ایہام بقاء بعض مستثنیٰ منہ ہی نہ حقیقت بقا یہان تک کہ اگر کسی نے زوجہ کو طلاق دی چھ طلاقین مگر چار طلاقین تو طلاق واقع
ہوگی اور طلاقین واقع ہونگی جس ایہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہی اسواسطے کہ استثنا تصرف لفظی ہی تو معنی کا احتمال اسکو مضر نہین خلاصہ یہ ہی کہ
(عبیدی احرار الا سالما وغانما) مین تکلم بالباقی بعد الاستثناء ممکن ہی باعتبار لفظ کے اسواسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہی لیکن سالم
اور غانم اور راشد اسواسطے کل عبید ٹھہرے کہ انکے سوا مقر کسی اور غلام کا مالک نہین تو یہ کیفیت باعتبار لفظ کے نہوئی تو لفظ ایہام ہوا بلا شک ٹھہرا
وکما صح استثناء الکیلی والوزنی والمعدود الذی لا تتفاوت آحادہ کالفلوس والجوز من الدراہم والدنانیر ویکون المستثنی
القیمة استحسانا لثبوتہا فی الذمة فکانت کالثمنین جیسے صحیح ہی استثنا کیلی اور وزنی اور جس معدود کا بعض افراد متفاوت نہین درہم سے چنانچہ

فلوس اور اخروٹ کا دراہم اور دنانیر سے اور اس صورت میں قیمت مستثنیٰ ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود ذکر کئے
ذمہ میں چاندی اور سونے کی طرح تو اشیاے مذکورہ دراہم اور دنانیر کے مانند ہو گئیں اس واسطے کہ کیلی و وزنی اور معدود مذکور اور دراہم اور دنانیر مقدار اپنی
تو باعتبار معنی کے جنس واحد ٹھہرے اگرچہ صورت میں اجناس مختلفہ ہیں اسواسطے کہ یہ سب ثمن ہو کر ثابت فی الذمہ ہوتے ہیں تو ثمن استثنا کرنا باعتبار معنی کے
تکلم بالباقی ہو نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثنا ثوب کے درم سے اسطرح کہ لہ علی مائۃ درہم الا ثوبا کہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ ثوب کی قیمت معلوم نہیں کیونکہ تفاوت
القیمۃ ہی فی نفسہ تو مجہول کا استثنا ٹھہرا معلوم سے پس قیاسا اور استحسانا دونوں صحیح نہیں کذا فی الاتقانی مانعما و ان استغرقت القیمۃ جمیع ما اقر بہ
لاستغراقہ بغیر المساوی کیلی وغیرہ کا استثنا درم اور دینار سے صحیح ہے اگرچہ اسکی قیمت تمام مقر بہ کو مستغرق ہو اسواسطے کہ یہ غیر مساوی کا استغراق
ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ موہم بقا ہے بخلاف لہ علی دینار الا مائۃ درہم لاستغراقہ بالمساوی فیبطل لان استثناء الکل ہکذا فی الجوہرۃ وغیرہا
مائۃ درہم الا عشرۃ دنانیر وقیمتہا مائۃ او اکثر لا یلزمہ شئ فیحرر بخلاف اس قول کے کہ اسکا میرے اوپر ایک دینار ہے مگر سو درم کہ یہ صحیح نہیں بسبب
استغراق استثنا کے مساوی سے تو استثنا باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقر بہ کا استثنا ہے کذا فی الجوہرہ یعنی تب تو مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور
استثنا لغو ٹھہرے گا لیکن جوہرہ وغیرہا میں ہے کہ یہ قول کہ مجھپر سو درم ہیں مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دیناروں کی سو درم ہے یا زیادہ تو
مقر پر کچھ لازم نہوگا یعنی تو استثنا صحیح ٹھہرا باوجود استغراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے میں جلی نے کہا کہ ظاہرا اسکے لیے
میں دو قول ہیں مبنی دو روایتوں پر کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہیں یا دو جنس واللہ تعالی اعلم و اذا استثنی عددین بینہما حرف الشک
کان الاقل مخرجا نحو لہ علی الف درہم الا مائۃ درہم او خمسین درہما فیلزمہ تسعمائۃ وخمسون علی الاصح بحر اور اگر ان دو عددوں کو استثنا
کرے جنکے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہے تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول میں کہ میرے اوپر ہزار درم ہیں مگر سو درم یا پچاس درم تو اسکو
نوسو اور پچاس درم لازم ہوں گے بقول اصح کذا فی البحر اسواسطے کہ کمتر شک استثنا میں کمتر کا مثبت ہے و اذا کان المستثنی مجہولا ثبت الاکثر
نحو لہ علی مائۃ درہم الا شیئا او الا قلیلا او الا بعضا لزمہ احد وخمسون لوقوع الشک فی المخرج فیحکم بخروج الاقل اور جبکہ مستثنی مجہول
یعنی عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد مثبت ہوگا چنانچہ اس مثال میں کہ اسکے میرے اوپر سو درم ہیں مگر کچھ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکاون لازم ہونگے
بسبب واقع ہونے شک کے مخرج میں تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا اور قلت ثابت ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو جبکہ نصف یعنی
پچاس سے ایک درم گھٹایا تو اکاون باقی رہگئے ولو وصل اقرارہ بان شاء اللہ تعالی او فلان او علقہ بشرط علی خطر لا بکائن کان تنجیزا بطل اقرارہ
اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا یا فلانی شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اس شرط سے معلق کیا جو یقینی نہیں محتمل الوجود ہے تو اقرار باطل ہے نہ
تعلیق شرط متحقق یقینی کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں مرجاؤں تو یہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنی فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مرجاوے یا زندہ رہے
اسواسطے کہ موت بلا شک واقع ہونے والی ہے کذا فی البحر قلت لو ادعی المشیئۃ ہل یصدق لم ارہ وقدمناہ فی الطلاق ان المعتمد لا یمکن الاقرار کذلک لتعلق
حق العبد قالہ المصنف باقی رہی یہ بات کہ در صورت تعلیق بالمشیۃ کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اسکی تصدیق ہوگی یا نہیں میں نے اسکو صریح نہیں
دیکھا اور ہمنے کتاب الطلاق میں پہلے ذکر کیا ہے کہ در صورت ادعاے مشیت قول معتمد یہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہوگی تو چاہیے کہ اقرار بھی ایسا ہی
بسبب متعلق ہونے حق العبد کے یہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح میں وصح استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء منہا
لدخولہ تبعا فکان وصفا و استثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہے استثنا کرنا کوٹھری کا گھر سے نہ استثنا کرنا عمارت کا دونوں سے یعنی کوٹھری
اور گھر سے اسواسطے کہ عمارت بیت اور دار میں بالتبع داخل ہے تو عمارت وصف ٹھہری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہیں [illegible]

حتی لو قال البناء لی والعرصة لفلان فکما قال لان العرصة ہی البقعة لا البناء ولو قال ارضہا وبناؤہا لی والعرصة لفلان فکما قال
کو اسکا غلام ہوگا اسکی بنیاد مقر کی نہیں ہے اور اگر یون اقرار کیا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اسکا عرصہ فلان کا ہے
کان لہ البناء ایضا لانہ اقر بہا الا اذا قال بناؤہا لی والارض لعمرو فکما قال اور اگر یون اقرار کرے گا کہ گھر کی
تو ویسا ہوگا جیسا اسنے کہا اسواسطے کہ عرصہ بقعہ ہے نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہے بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یون اقرار کرے گا کہ گھر کی
عمارت میری ہے اور اسکی زمین تیری ہے تو عمارت بھی مقر لہ کی ٹھہرے گی اسواسطے کہ عمارت گھر مین بالتبع داخل ہے مگر جب یون کہے کہ گھر کی
عمارت زید کی ہے اور زمین عمرو کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اسنے کہا ہے اسواسطے کہ جب پہلے عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اسکی ملک ہوگئی تو اب
زمین کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اسکی ملک سے خارج نہوگی اسواسطے کہ اقرار مقر کا غیر شخص کے حق مین حجت نہین بخلاف مسئلہ مقدمہ کے
کہ عمارت مقر کی ملک ہے جب اسنے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اسکی تابع ہوگئی کذا فی البحر واستثناء فص الخاتم ونخلة البستان
وطوق الجاریة کالبناء فیما مر واستثناء کرنا انگوٹھی سے نگین کا اور کھجور کے درختون کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت کے مانند ہے اور گھر مین
هم اسواسطے کہ نگین انگوٹھی مین اور درخت باغ مین اور طوق جاریہ مین عمارت کے مانند بالتبع داخل ہے تو استثناء صحیح نہوگا بنا بہین ہو ولیت سے وغیرہ
بحیلہ مراد ہے اور اگر استثناء الا استثناء وصل کے ساتھ ہو تو استثناء صحیح ہے اسواسطے کہ وصل لانے کا اقرار قصداً اور صحیح ہے تبعا وان قال لہ علی الف
من ثمن عبد ما قبضتہ ... وقال المقر لہ ... اقرار ... فی الجامع ... اور یہ ... العبد ... المقر لہ فان سلم اسکا
المقر لہ ... الالف والا لا ... اور اگر یون اقرار کیا بالغ عاقل نے کہ اسکے میرے ہزار درہم ہین اس غلام کا ثمن جسپر مینے قبضہ نہیں کیا
عدم قبض کو اقرار کے ساتھ ملا کے یا اور غلام کو معین کر دیا اور حالانکہ وہ غلام مقر لہ کے پاس ہے تو اگر مقر لہ غلام کو تسلیم کرے تو مقر پر ہزار درہم لازم ہونگے
اور نہین تو لازم نہونگے صفت عدم قبض پر عمل کرنے سے شارح نے کہا ما قبضتہ کا جملہ صفت ہے غلام کی اور موصول کا قول ما واقع ہوا ہے جملہ مذکورہ
یہ مذکور ہے جادی ... اسکو یاد رکھنا چاہیے تا کہ اسم مطلب مین خطا نہو وان لم یعین العبد لزمہ الالف مطلقا وصل ام فصل وقولہ ما قبضتہ
لغو لانہ رجوع اور اگر مقر مذکور نے غلام کو معین نہ کیا تو اسکو ہزار لازم ہونگے ہر طرح سے خواہ عدم قبض کو ملا کر کہے یا اسکو جدا کر کے کہے اور اسکا
یہ قول کہ مین نے اسپر قبضہ نہین کیا لغو ہوگا اسواسطے کہ رجوع ہے اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنی اور رجوع جائز نہین کقولہ من ثمن خمر
او خنزیر او مال قمار او حر او میتة او دم فیلزمہ مطلقا وان وصل لانہ رجوع الا اذا صدقہ او اقام بینة فلا یلزمہ جیسا کہ اسکا قول ہو
کہ اسکے مجھپر ہزار درہم ہین شراب یا سور کا ثمن یا قمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا ثمن تو اسپر مطلقا لازم ہوگا اگرچہ اسکو اقرار کے ساتھ ملا کر
کہے اسواسطے کہ یہ اقرار کرکے پھر جانا ہے مگر جبکہ مقر لہ اسکی تصدیق کرے اور مذکورہ مین یا مقر گواہ قائم کرے تو اب ہزار اسکو لازم نہونگے ولو قال لہ
علی الف درہم حرام او ربوا فہی لازمة مطلقا وصل ام فصل لاحتمال حلہ عند غیرہ اور اگر یون اقرار کیا کہ اسکے میرے ہزار درہم حرام
یا بیاج کے ہین تو درہم مذکورہ مقر پر لازم ہونگے ہر طرح خواہ ملا دے اقرار سے یا جدا کہے اسکے حلال ہونے کے احتمال سے غیر مقر کے نزدیک ہم
اپنے جسکو مقر حرام یا بیاج کہتا ہے شاید اور کے مذہب مین حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خریدی اور ہنوز اسپر قبضہ نہین کیا اور اسکو بائع مذکور کے
ہاتھ بیچا اپنی خرید سے کمتر ثمن سے تو یہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعی رح کے نزدیک صحیح جائز ہے اور زیادت احد العوضین کی نزدیک امام
نہین اور نہ بیاج ہے اور اسی تاویل کا ظاہر اسکو مقتضی ہے کہ اگر مقر اور مقر لہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقر پر کچھ لازم نہ آوے کذا فی البحر ولو قال علی زور
او باطل لزمہ ان کذبہ المقر لہ والا یاں صدقہ لا یلزمہ اور اگر یون اقرار کرے کہ میرے اوپر فلانے کا ہزار درہم ناحق یا باطل ہے تو اسپر لازم
ہونگے اگر مقر لہ اسکی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نہ کرے اس طرح کہ اسکی تصدیق کرے تو اسپر کچھ لازم نہین والاقرار بالبیع تلجئة ای ان یلجئک ان

تاکہ امر باطنہ علی خلاف ظاہرہ فانہ علی ہذا التفصیل ان کذبہ لزم البیع والا لا اور بیع تلجیہ کا اقرار کرنا اسی تفصیل پر ہے کہ اگر مقر لہ اسکی تکذیب کرے
تو بیع لازم ہے اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہیں بیع تلجیہ یہ ہے کہ کسی کو مضطر کرے اسکے اظہار کرنے پر جسکا باطن اسکے ظاہر کے مخالف ہو صورت
اضطرار یہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لیگا تو اُس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا حال بتا کر بیچ ڈالے ظاہر میں نہ باطن میں تو حقیقت
یہ بیع نہیں ہزل کے مانند ہے ولو قال لہ علی الف درہم زیوف ولم یذکر السبب فکما قال علی الاصح بحر اور اگر بولا کہ اسکے مجھپر ہزار درم
زیوف ہیں اور اسکا سبب ذکر نہ کیا کہ ثمن بیع ہیں یا غصب یا ودیعت تو جیسا اُسنے کہا زیوف ہی لازم ہونگے بنا بر قول اصح کے ہم زیوف جمع ہے
زیف کی یعنے کھوٹے درم جو خزانہ سلطانی میں نہ لیے جاویں ولو قال لہ علی الف من ثمن متاع او قرض وہی زیوف مثلا لم یصدق مطلقا
لانہ رجوع اور اگر بولا کہ اسکے مجھپر ہزار درم ہیں متاع کے ثمن سے یا قرض سے اور حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں مثلا تو اسکی مطلقا تصدیق نہوگی کیونکہ
وہ اقرار سے پھرتا ہے ولو قال من غصب او ودیعۃ الا انہا زیوف او نبہرجۃ صدق مطلقا وصل ام فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درم
ہیں غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا نبہرجہ تو اسکی مطلقا تصدیق ہوگی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کے ہم اسواسطے کہ غصب اور ودیعت
مقتضی سلامت اور عیب نہیں اسواسطے کہ غاصب جو پاتا ہے غصب کرتا ہے اور اسیطرح مودع نبہرجہ وہ درم ہیں جنکو سوداگر نہ لیتے ہوں اور غیر تجار لیتے ہوں
وان قال ستوقۃ او رصاص فان وصل صدق وان فصل لا لانہا دراہم مجازا اور اگر بولا کہ مجھپر ہزار درم ہیں مگر دراہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہیں تو اگر
استثنا اقرار سے ملا کر بولا تو اسکی تصدیق ہوگی اور اگر اقرار سے جدا بولے گا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہیں نہ حقیقی ہم ستوقہ وہ
دراہم ہیں جنکے دونوں طرف پتر چاندی کے ہوں اور بیچ میں تانبا یا سیسہ وصدق بیمینہ فی غصبتہ او اودعتنی ثوبا اذا جاء بمعیب
ولا بینۃ اور اسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس قول میں کہ میں نے اس سے کپڑا غصب کیا یا اُسنے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا جبکہ مقر کپڑے کو عیب دار
لادے اور حالانکہ مقر لہ کے پاس گواہ نہیں یعنے اسواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کی مقتضی نہیں وصدق فی لہ علی الف من ثمن متاع مثلا
الا انہ ینقص کذا ای الدراہم وزن خمسۃ لا وزن سبعۃ اور مقر کی تصدیق ہوگی اس قول میں کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہیں اگرچہ مثلا متاع کے ثمن سے
ہوں مگر دراہم مذکورہ وزن میں استقدر کم ہیں یعنے وزن خمسہ کے دراہم ہیں نہ وزن سبعہ کے ہم یعنے اس ہزار درم سے ہر دہائی پانچ مثقال کے وزن کے
برابر ہو نہ سات مثقال کے کذا فی الطحطاوی متصلا وان فصل بلا ضرورۃ لا یصدق لصحۃ استثناء القدر لا الوصف یعنے مقر مذکور کی تصدیق ہوگی اگر
استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا کہے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہوگی بسبب صحیح ہونے مقدار کے استثنا کے نہ وصف کے استثنا کے چنانچہ
کھوٹا ہونا ولو قال لآخر اخذت منک الفا ودیعۃ فہلکت فی یدی بلا تعد وقال الاخر بل اخذتہا منی غصبا ضمن المقر لاقرارہ
بالاخذ وہو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھسے ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لیے سو وہ تلف ہوگئے بدون میری
تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تو نے مجھسے دراہم مذکورہ غصب کے طریق سے لیے تو مقر پر تاوان لازم ہوگا اسکے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا
سبب ہم جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برأت کا مدعی ہوا یعنے اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا فی
الطحطاوی وفی قولہ اعطیتنیہ ودیعۃ وقال الآخر بل غصبتہ منی لا یضمن بل القول لہ لانکارہ الضمان اور اس قول میں کہ تو نے مجھکو درہم بطور
ودیعت کے دیے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غصب کیے مجھسے تو مقر پر ضمان لازم نہوگا بلکہ اُسی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے ہم اسلیے کہ
اُسنے سبب ضمان کا اقرار نہیں کیا یعنے اپنے لینے کا بلکہ اسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے یعنے مقر لہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہیں تو وہ اپنی ذات پر سبب
ضمان کا مقر نہوا اور مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہے اور مقر اسکا منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے کذا فی المنح وفی ہذا کان ودیعۃ او قرضا لی عندہ

فاخذتہ منک فقال المقر له بل ہو لی اخذہ المقر له لو قائما والا فقیمتہ لاقرارہ بالید له ثم بالاخذ منہ وہو سبب الضمان اور اس قول میں کہ چیز
میری ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو میں نے اسکو تجھسے لیا سو مقر له نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقر له مقر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو
اور اگر موجود نہو تو اسکی قیمت لے اسواسطے کہ مقر نے مقر له کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب ہے تاوان کا یعنی
جب اسنے اسکے ذی الید ہونے کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعوی کیا تو بلا برہان اسکی تصدیق نہوگی وصدق من قال اجرت فلانا فرسی ہذہ او
ثوبی ہذا فرکبہ او لبسہ او اعرتہ ثوبی او اسکنتہ بیتی وردہ او خاط فلان ثوبی ہذا بکذا فقبضتہ منہ وقال فلان بل ذلک لی فالقول
للمقر استحسانا لان الید فی الاجارۃ ضروریۃ بخلاف ما مر اور اس مقر کی تصدیق ہوگی جسنے کہا کہ میں نے فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا یا اپنا یہ کپڑا کرایہ دیا
سو وہ گھوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا یا اسکو میں نے کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اسکو میں نے اپنے گھر میں رکھا اور فلانے شخص نے اس بات کو مانا
یا یوں اقرار کیا کہ فلانے شخص نے میرا یہ کپڑا سیا اتنی مزدوری پر سو میں نے اس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا
بطور استحسان کے اسواسطے کہ قبض اور تصرف اجارے میں ضروری امر ہے بخلاف ودیعت کے کہ اجارے میں قبض بتقاضائے معقود علیہ کے واسطے ضروری ہے
استعمال و منافع کے واسطے تو مستاجر کے قبض کا اقرار اسکی ملک کی دلیل نہیں ہو سکتی بخلاف ودیعت اور اقرار اسکے ہذا الالف ودیعۃ فلان لا بل ودیعۃ
فلان فالالف للاول وعلی المقر مثلہ للثانی بخلاف ہی لفلان لا بل لفلان بلا ذکر ایداع حیث لا یجب علیہ للثانی شیء لانہ ما اقر بہ
یہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہیں نہیں بلکہ فلانے کی ہیں تو ہزار درم مثلا پہلا اول مقر له کے ہیں اور مقر پر مانند اسکے اور ہزار درم ثانی مقر له کے لازم ہونگے
بخلاف اس قول کے کہ وہ ہزار درم فلانے کے ہیں نہیں بلکہ فلانے کے ہیں بلا ذکر ایداع کہ اس صورت میں مقر پر مقر له ثانی کے واسطے کچھ واجب نہ ہوگا اسواسطے کہ
اسکی ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہیں کیا وہذا ان کانت معینۃ وان کانت غیر معینۃ لزمہ ایضا اور یہ اسوقت ہے جبکہ درم معین ہوں لیکن
اگر غیر معین ہوں تو مقر له ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہونگے کقولہ غصبت فلانا مائۃ درہم ومائۃ دینار وکر حنطۃ لا بل فلانا
لزمہ لکل واحد منہما کلہ وان کانت بعینہا فہی للاول وعلیہ للثانی مثلہا مانند اس قول مقر کے کہ میں نے فلانے سے سو درم
اور سو دینار اور ایک کر گیہوں غصب کیے نہیں بلکہ فلانے سے چھین لیے تو مقر پر دونوں میں سے ہر شخص کے واسطے اشیاء مذکورہ کے برابر
لازم ہونگے ولو کان المقر له واحدا لزمہ اکثرہما قدرا وافضلہما وصفا کقولہ الف درہم لا بل الفان والف درہم جیاد لا بل زیوف
او عکسہ اور اگر مقر له ایک ہی شخص ہو یعنی اور اتحاد اقرار میں مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونوں اقراروں میں سے مقدار
میں اکثر اور وصف میں افضل ہو چنانچہ اس کی مثال یہ ہے کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہیں نہیں بلکہ دو ہزار ہیں یا یوں اقرار کیا کہ اسکے ہزار کھرے
درم ہیں نہیں بلکہ کھوٹے درم ہیں یا بالعکس اسکے اقرار کیا یعنی اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کھوٹے درموں کا اقرار کیا پھر کھروں کا ولو قال
الدین الذی لی علی فلان لفلان او الودیعۃ التی عند فلان ہی لفلان فہو اقرار له وحق القبض للمقر ولکن لو سلم الی المقر له بری
خلاصہ اور اگر یوں کہا کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہے وہ فلانے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلانے کے پاس ہے وہ فلانے شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے مقر له کے واسطے
اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے لیکن اگر مدیون یا مودع مقر له کو تسلیم کریگا تو ادائے دین اور ودیعت سے بری الذمہ
ہو جائیگا کذا فی الخلاصۃ لکنہ مخالف لما مر انہ ان اضاف لنفسہ کان ہبۃ فیلزم التسلیم ولذا قال فی الحاوی القدسی ولو لم یسلط علی القبض لان
قال واسمی فی کتاب الدین عاریۃ صح وان لم یقل لم یصح قال المصنف وہو المذکور فی عامۃ المعتبرات فلا فالخلاصۃ فتامل عند الفتوی سے لیکن یہ
قول مخالف ہے اس قول کے جو کہ یہ مذکور ہو چکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھہریگا تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی

اور اسیواسطے حاوی قدسی مین کہا ہی اور اگر مقر لہ کو قبضہ دینا ہی پسا نہ کرے تو اگر یون کہے کہ میرا نام کتا بالدین مین عاریت ہی تو اقرار صحیح ہی
اور اگر یہ نہ کہے تو صحیح نہین مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ مین ہی یہ خلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اسیطرح منیہ مین
فتوے دینے کے وقت حکم شرح وہبانیہ مین تتمہ سے منقول ہی کہ جب یہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانے کا دین ہی اور مقر لہ اسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی اور حق
قبض اول کے واسطے ہی نہ ثانی کے واسطے لیکن باوجود اسکے اگر مدیون ثانی کو دے گا بری الذمہ ہوجائیگا اور اول وکیل کے مانند ٹھہر یگا اور ثانی
موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہر انجیر دتصادق کے دین مقر لہ کا ہوگا اگرچہ مقر یون نہ کہے کہ میرا نام عاریت ہی اور اسکا قبض بھی سپرد نہ کرے تو بھی تصادق
ملک مقر لہ کا مثبت ہی اور اگر حاوی کا قول اسپر محمول کیجیے کہ مقر لہ الگ تھا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلہ کو جو خلاصہ کے موافق ہی تصدیق
مقر لہ پر محمول کیجیے تو توافق بین القولین حاصل ہوگا اور تخالف اور اضطراب زائل ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب اقرار المریض

یعنی مرض الموت وحدہ مر فی طلاق المریض وسیجئی فی الوصایا یہ باب ہی اقرار مریض کے احکام مین یعنی وہ مریض جو مرض الموت کا بیمار ہی اور تعریف
مرض الموت کی مذکور ہو گئی طلاق مریض مین اور آگے آویگی کتاب الوصایا مین اقرارہ بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ یعنی مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث
کے واسطے نافذ ہی اسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ ھو فاروق سے مروی ہی اذا اقر المریض بدین جاز ذلک علیہ فی جمیع
ترکتہ یعنے جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اسپر جائز ہی اسکے تمام متروکہ مین اور ایسی صورت مین اثر صحابی سے حدیث ہی کیونکہ وہ مقدرات سے ہی جسمین
قیاس کو گنجایش نہین تو سماع شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی والعینی فکذلک الا اذا علم تملیکہ لہ فی مرضہ فیتقید
بالثلث ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بھی اسیطرح کا حکم ہی یعنے جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جب کہ تملیک مریض کی اسکے قرائن
معلوم ہو یعنے قرائن سے معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہی اپنی بیماری مین تو یہ تملیک مقید بثلث مال ہوگی اپنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی تمام
متروکہ سے بیان کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی کتاب المعین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم چونکہ مرض کی تملیک وصیت ہی لہذا مقید ہوگی ثلث مال سے حموی مین ہی
عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہی اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی العمادیۃ اقرار ابتدائی سے مراد یہ ہی
کہ اسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت مین ابتدا سے تملیک ہو تاکہ وارثون کو حسد نہو اور اقرار حکایۃ تو حقیقی اقرار ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً
واخر الارث عنہ اور میراث پیچھے ڈالی جائیگی ادا سے دین مذکور سے یعنے اسواسطے کہ قضاء دین مقدم ہی میراث پر تا اسیر آخرت کا مواخذہ باقی نہ رہے
ودین الصحۃ مطلقاً والزمہ فی مرضہ بسبب معروف ببینۃ او بمعاینۃ قاض قدم علے ما اقر بہ فی مرض موتہ اور حالت صحت کا دین مطلقاً
خواہ گواہون سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار ہو یا دین کا اور جو دین کہ اسکو مرض لازم ہو یا سبب معروف سے گواہون
یا قاضی کے سامنے سے معلوم ہو مقدم ہوگا اس دین پر جسکا مریض نے اپنے مرض الموت مین اقرار کیا ولو المقر بہ ودیعۃ دین صحت کا مرض کے
اقرار پر مقدم ہی اگرچہ مرض کا مقربہ ودیعت ہو وعند الشافعی الکل سواء اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہین بلا تقدم
والسبب المعروف مالیس تبرع کنکاح مشاہدان بمھر المثل اما الزیادۃ فباطلۃ وان جاز النکاح عنایہ اور دین کا سبب معروف وہ ہی
جو تبرع نہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدون کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح مین باطل ہی اگرچہ
نکاح جائز ہی کذا فی العنایہ ھم زیادت مہر مثل سے باطل ہی بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحطاوی وبیع مشاہد واتلاف کذلک اور شاہد اور چنانچہ
بیع مشاہد اور اسیطرح اتلاف مشاہد یعنے کسی کا مال تلف کرنا شاہدون کے سامنے والمریض لیس لہ ان یقضی دین بعض الغرماء دون

بعض ولو کان ذلک اعطاء مہر وایفاء اجرۃ اور مریض کو یہ جائز نہیں کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوا بعض کے اگرچہ یہ دین مہر کا دینا اور
اجرت کا ادا کرنا ہو اسواسطے کہ مریض کے مال میں سب دین والوں کا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے میں اوروں کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے
معلوم ہوا کہ غیر مجبور کو اس طرح کی تخصیص ممنوع نہیں فلا یسلم لهما الا فی مسئلتین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا سلامت نہ رہیگا مگر دو مسئلوں میں
ادا سے بعض دین جائز ہے اذا قضی ما استقرض فی مرضه او نقد ثمن ما اشتری فیه لو بمثل القیمة کما فی البرهان وقد علم ان ذلک اذا ثبت کل
منهما بالبرهان لا بالاقرار للتهمة دونوں مسئلے یہ ہیں جبکہ مریض اس قرض کو ادا کرے جو اسنے اپنی بیماری میں لیا یا ادا کرے اس چیز کا ثمن
جو اسنے مرض میں خریدی یا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان میں ہے اور حالانکہ یہ معلوم ہو چکا یعنی ثابت ہو چکا ہے قرض اور خرید گواہوں سے
نہ اسکے اقرار سے بسبب تہمت کے کم قیمت ہے کیونکہ شاید اسکو اس اقرار سے وارثوں کا حصہ گھٹانا منظور ہو بخلاف اعطاء المهر ونحوه وما اذا لم یؤد
حتی مات فان البائع اسوة للغرماء فی الثمن اذا لم یکن العین المبیعة فی یده ای ید البائع فان کانت کان اولی بخلاف اعطاء مہر
وغیرہ کے اور بخلاف استقراض کے جبکہ مریض نے اسکا ثمن ادا نہ کیا یہاں تک کہ مر گیا تو اسکا بائع اور دین والوں کے برابر ثمن پانے میں ہے یعنی شئ مبیع
بائع کے ہاتھ میں نہو اور اگر بائع کے ہاتھ میں ہو تو وہی مقدم ہے تو مبیع مذکور نہ بیچی جاوے اور اسکے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اسکے
دین سے ثمن کچھ زیادہ ہو تو زیادت متروکہ میں ملائی جاوے اور اگر ثمن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور باقی دیون کے برابر ہوگا کذا فی
الطحطاوی واذا اقر المریض بدین ثم اقر بدین تحاصا لاستوائهما اور جبکہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونوں
متروکہ میں حصہ رسد پاوینگے خواہ دونوں اقراروں کو اسنے ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونوں اقراروں کے ولو اقر بدین ثم بودیعة تحاصا اور اگر
مریض نے دین کا اقرار کیا پھر ودیعت کا اقرار کیا تو دونوں متروکہ میں حصہ رسد پاوینگے ولو بعکسه فالودیعة اولی اور اسکے بالعکس میں ودیعت اولی اور مقدم ہے یعنی اگر
اول ودیعت کا اقرار کیا تو ودیعت کی تقدیم ہے اسواسطے کہ جب اسنے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقر لہ اسکا مالک ہو گیا پھر اسنے دین کا اقرار غیر کے مال میں جائز ہوگا
کذا فی الطحطاوی وابراؤه مدیونه وهو مدیون غیر جائز ان لا یجوز ان کان اجنبیا وان کان وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المریض مدیونا
اولا للتهمة اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مریض خود مدیون ہے غیر جائز ہے یعنی ابرا جائز نہوگا اگر اسکا مدیون غیر شخص ہے اور اگر مدیون
وارث ہو مریض کا تو ابرا مطلقاً جائز نہیں برابر ہے کہ مریض مدیون ہو یا نہو تہمت کے سبب سے وحیلة صحته ان یقول لا حق لی علیه کما افاده بقوله وقولهم لیس
لی علی هذا المطلوب شئ یشمل الوارث وغیره صحیح قضاء لا دیانة فیرتفع به مطالبة الدنیا لا مطالبة الآخرة حاوی الا المهر فلا یصح علی الصحیح
بزازیة ای لظهور انه علیه غالبا اور صحت ابرا کا مدیون حیلہ یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرا اسپر کچھ حق نہیں چنانچہ اسکو مصنف نے بیان کیا ہے اپنے اس
قول سے اور مریض کا یوں کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھ نہیں صحیح ہے قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے تو مدیون مطلوب سے
دنیا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سوا سے دین مہر کے کہ اسکا ابرا حیلۂ مذکورہ سے صحیح نہوگا بقول صحیح کذا فی البزازیہ بسبب
ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الادا رہتا ہے یعنی اگر زوجہ مرض الموت میں کہے کہ میرا مہر نہیں زوج پر تو یہ ابرا صحیح نہوگا بخلاف اقرارها
فی مرضها بان الشئ الفلانی ملک ابی او امی لا حق لی فیه او انه کان عندی عاریة فانه یصح ولا تسمع دعوی زوجها فیه کما بسطه فی الاشباه بخلاف
بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت میں کہ فلانی چیز میرے باپ یا ماں کی ملک ہے میرا اسمیں کچھ حق نہیں یا وہ چیز میرے پاس عاریۃ
تھی تو یہ ابرا صحیح ہوگا اور اسکے زوج کا دعوی اسمیں مسموع نہوگا چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے اشباہ میں اس طرح کہا کہ غنیمت جان اس تحریر کو
کہ یہ میری کتاب کی مخصوصات سے ہے اور اس قول کو اشباہ کے محشیوں مانند حموی و شیخ صالح وغیرہما نے مسلم نہیں رکھا اسواسطے کہ یہ اقرار ہے عین کا

وارث کے واسطے بصیغۂ نفی اور اسکی عدم صحت مین اختلاف نہین اور صاحب اشباہ جسکی سند لایا ہی وہ مفروض ہی دین مین نہ عین مین خلاصہ یہ کہ اگر
بہ لفظ نفی البتہ جائز ہی دین مین اور عین کا اقرار وارث کے واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہی وتمامہ فی الطحطاوی وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ او مع
اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی ولنا حدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے
یا اجنبی کے ساتھ عین کا اقرار کیا یا دین کا باطل ہی برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہی کہ وصیت جائز نہین وارث کے واسطے اور نہ
دین کا اقرار ہم اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہی کذا فی الطحطاوی الا ان یصدقہ لبقیۃ الورثۃ تو وارث کے واسطے اقرار باطل ہی مگر اس
صورت مین باطل نہین جبکہ باقی وارث مریض کی تصدیق کرین فلو لم یکن وارث آخر واوصی لزوجتہ او ہی لہ صحت الوصیۃ واما غیرہا فیرث الکل فرضا
ورداً فلا یحتاج لوصیۃ شرنبلالیہ تو اگر دوسرا وارث نہو اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے زوج کے واسطے وصیت کی
تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو مورث کے وصیت کرنے کی کچھ حاجت نہین کذا فی الشرنبلالیہ
وفی شرح الوہبانیۃ اقر بوقف ولا وارث لہ فان کان لجہۃ عامۃ صح تصدیق السلطان او نائبہ وکذا الوقف خلافا لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور
شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین ہی کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا یعنی بطور حکایت کے اور حالانکہ اسکا کوئی وارث نہین تو اگر وقف بجہت عامہ
جیسا کہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہی بادشاہ یا اسکے نائب کی تصدیق اور اسیطرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض مین تو صحیح ہی برخلاف زعم
طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جب کوئی وارث نہو تو اسکا وارث بیت المال ہی اور سلطان کو بیت المال سے پل وغیرہ بنوانا صحیح ہی اسلئے
تصدیق سلطان صحیح ٹھہری طرسوسی نے کہا کہ جب وارث نہوگا تو وقف ثلث مال مین صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہوگی شرنبلالی نے شرح
وہبانیہ مین کہا کہ جو طرسوسی نے سمجھا ہی وہ معمول بہ نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو کان ذلک اقرار القبض وثیقۃ او غصبہ او رہنہ ونحو ذلک علیہ ای
علی وارثہ او عبدہ وارثہ او مکاتبہ لا یصح لوقوعہ لمولاہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہو اور مانند
اسکے اپنے وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہوگا عبد اور مکاتب کا اقرار اسکے مولے کے واسطے واقع ہوگا ہم
یعنے اگر مریض نے یون اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اسکو مین نے اس سے پا لیا یا جو میرے وارث نے میری چیز غصب کی تھی یا اسکے پاس گرو تھی
وہ مین نے پالی تو یہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعل ثم برئ ثم مات جاز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیار اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر صحیح و سالم ہو گیا
بعد اسکے مرگیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہو جائیگا بسبب عدم مرض الموت کذا فی الاختیار یعنے جب اقرار کے بعد چنگا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اقرار
مذکور مرض الموت مین واقع نہوا تھا لہذا صحیح ہوگا ومات المقرلہ ثم المریض وورثتہ المقرلہ من ورثۃ المریض جاز اقرارہ کاقرارہ الاجنبی بجر وسیجی
عن العمیر فیۃ اور اگر پہلے مقرلہ مرا پھر مریض مرگیا اور مقرلہ کے وارث مریض کے بھی وارثون سے ہین تو اس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی
کے واسطے اقرار جائز ہی کذا فی البحر اور آگے آویگا صیرفیہ سے ہم صورت اسکی یہ ہی کہ دادا نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا
باپ چھوڑ کر مرگیا پھر دادا اقرار کرنے والا اپنے اس فرزند کو جو مقرلہ کا باپ ہی چھوڑ کر مرگیا تو یہ اقرار جائز ہی ہماجین اسکے نزدیک ہو واسطے کہ پوتا اپنے
باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تھا تو اقرار صحیح ہوتا کذا فی الطحطاوی بخلاف اقرارہ لہ ای لوارثہ بودیعۃ مستہلکۃ فانہ جائز وصورتہ ان یقول کانت
عندہ ودیعۃ لہذا الوارث فاستہلکتہا جوہرہ بخلاف ودیعت مستہلکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستہلکہ کا اقرار کرے
سو وہ جائز ہی اور صورت اسکی یہ ہی کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تھی سو وہ مین نے تلف کر ڈالی کذا فی الجوہرہ والحاصل ان الاقرار
للوارث موقوف الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ منہا اقرارہ بالامانات کلہا ومنہا النفی کلا حق لی قبل ابی والی وہذہ الحیلۃ فی ابراء المریض وارثہ منہ

هذا الشيء الفلاني ملك ابي وامي كان عندي عارية وهذا حيث لا قرينة وتمامه فيها فليحفظ فانه مهم اور خلاصہ یہ ہے کہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے
باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے مگر تین مسئلوں مین جو اشباہ مین مذکور ہین از انجملہ اقرار مریض ہے تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے اور
از انجملہ نفی ہے چنانچہ یون کہنا کہ میرا کچھ حق نہین میرے باپ اور ماں کی جانب اور یہی نفی حیلہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی حق مریض
یہ قول ہے کہ یہ چیز فلانی میرے باپ اور میری ماں کی ملک ہے میرے پاس عاریت تھی اور یہ وہان ہے جہان قرینہ نہو اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
کہ یہ امر ضروری ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ ملک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور جب یہ اقرار صحیح ہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی
کچھ حاجت نہین رہی اقر فيه اي في مرضه وهو لوارثه ثم صح في الحال بتسليمه الى الوارث فاذا امانت يرده بزازيه وفي القنية تصرفات المريض نافذة
وانما ينتقض بعد الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت مین اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پھر جب مریض مرجاتا تو وارث مقر به
کو پھیر دے کذا فی البزازیہ اور قنیہ مین ہے کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہین اور وہ تو موت کے بعد توڑ دئے جاتے ہین والعبرة لكونه وارثا
وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخيه مثلا ثم ولد له صح الاقرار لعدم ارثه اور اعتبار اسکے وارث ہونے کا موت کے وقت کا ہے نہ اقرار کے وقت
تو اگر مریض نے اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب وارث ہونے اسکے بھائی کے یعنی ہر چند اقرار کے وقت بھائی
وارث تھا لیکن تولد فرزند مریض سے موت کے وقت وہ وارث نہ رہا الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جديد كالتزوج وعقد الموالاة فيجوز
كما ذكره بقوله لكن جبکہ مقر له وارث ہوگیا موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزوج اور عقد موالات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہے چنانچہ
مصنف نے اسکو اپنے آئندہ قول مین ذکر کیا فلو اقر لها اي لاجنبية ثم تزوجها صح بخلاف اقراره لاخيه المحجوب بكفر او ابن اذا زال حجبه
باسلامه او بموت الابن فلا يصح لان ارثه بسبب قديم لا جديد تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا تو اقرار صحیح ہے بخلاف
اسکے اقرار کے اپنے اس بھائی کے واسطے جو محجوب ہے بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونے سے جبکہ اسکا محجوب ہونا زائل ہو بھائی کے اسلام
لانے سے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ بھائی کی میراث قدیم سبب سے ہے نہ جدید سبب سے وبخلاف الهبة لها اي في مرضه والوصية لها ثم
تزوجها فلا تصح لان الوصية تمليك بعد الموت وهي حينئذ وارثة اور بخلاف اجنبی عورت کے ہبہ کرنے کے اپنے مرض الموت مین اور اسکے واسطے وصیت
کرنے کے پھر اسکے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت تملیک ہے بعد موت کے اور اسوقت تو عورت مذکورہ وارث ہے متى اقر فيه انه كان
له على ابنه الميت عشرة دراهم قد استوفيتها وله اي للمقر ابن ينكر ذلك صح اقراره لان الميت ليس بوارث مرض الموت مین اقرار کیا کہ اسکے بیٹے
مردہ پر اسکے دس درہم تھے سو مین انکو لے چکا اور اس مقر کا ایک بیٹا ہے جو اسکا انکار کرتا ہے تو اسکا اقرار صحیح ہے اسواسطے کہ میت وارث نہین كما لو اقر لامرأة
في مرض موته بدين ثم ماتت قبله وترك منها وارثا صح الاقرار وقيل لا قائله بديع الدين صيرفيه چنانچہ اپنے مرض الموت مین اپنی عورت
کے واسطے اقرار کیا دین کا پھر زوجہ مر گئی قبل زوج مقر کے اور مقر نے ایک وارث چھوڑا عورت مذکورہ کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ صحیح نہین قائل اس قول کا بدیع الدین ہے كذا في الصيرفية ولو اقر فيه لوارثه ولاجنبي بدين لم يصح خلافا لمحمد عمادية اور اگر مرض الموت مین اپنے
وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہین برخلاف محمد بن حسن کے کذا فی العمادیہ وان اقر لاجنبي مجهول النسب انه ابنه
وصدقه وهو من اهل التصديق ثبت نسبه مستندا لوقت العلوق واذا ثبت بطل اقراره لما مر اور اگر اس اجنبی کے واسطے اقرار
کیا جسکا نسب معلوم نہین ہے مقر نے اسکی فرزندی کا اقرار کیا اور مقر له نے اسکی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکھتا ہے یعنی
حال بیان کرسکتا ہے تو اسکا نسب ثابت ہوگا اسکی ابتدا سے پیدایش سے مستند ہوکر اور جب نسب ثابت ہوا تو اسکا اقرار باطل ہوگیا

یعنے جو وارث ہو موت کے وقت تو حکم معتبر ہے تو اسکے واسطے اقرار صحیح نہیں دلم یثبت بان کذبہ او عرف نسبہ صح الاقرار لعدم ثبوت النسب شرنبلالیہ عن ینابیع
الینابیع اور اگر نسب نہ ثابت ہوا اس طرح پر کہ مجہول النسب مقر کی کذیب کرے یا اسکا نسب معروف ہو غیر شخص سے تو اقرار صحیح ہو کیونکہ ثابت ہونے
نسب کے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے ینابیع سے ولو اقر لمن طلقہا ثلثا یعنے بائنا فیہ ای فی مرض موتہ فلہا الاقل من الارث والدین ویدفع لہا بالکل
حکم الاقرار لا بحکم الارث حتی لا تصیر شریکۃ فی اعیان الترکۃ شرنبلالیہ اور اگر اس عورت کے واسطے اقرار کیا جسکو تین بار طلاق بائن دی اپنے
مرض الموت میں تو جو کمتر ہوگا میراث اور دین میں وہ اسکو ملیگا اور کمتر اسکو دیا جائیگا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے تو وہ شریک
نہ ٹھہرے گی متروکہ کی اشیا میں کذا فی الشرنبلالیہ ھم طلاق بائن کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی میں وہ زوجہ ہوگی اور یہ بھی شرط ہی کہ اثنا ہے
عدت میں مقر مرجاے اور اگر بعد عدت مرے گا تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی وہذا اذا کانت فی العدۃ وطلقہا بسؤالہا فاذا انقضت العدۃ
جاز لعدم التہمۃ غرمیہ اور یہ حکم مذکور اسوقت ہے جبکہ مطلقہ عدت میں ہو اور زوج نے اسکو طلاق دی ہو اسکی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی تو اقرار
جائز ہوگا بسبب عدم تہمت کے کذا فی الغرمیہ ھم تہمت یہ تھی کہ زوج نے شاید اسواسطے طلاق دی ہو تا کہ اسکا اقرار صحیح ہو زوجہ کے واسطے تا کہ اسکو
میراث سے زیادہ ملے پھر جب عدت گذر گئی تو یہ تہمت بھی باقی نہ رہی وان طلقہا بلا سؤالہا فلہا المیراث بالغا ما بلغ ولا یصح الاقرار لہا لانہا
وارثۃ اذ ہو فار واہملہ اکثر المشائخ لظہورہ من کتاب الطلاق اور اگر اسکو طلاق دی بدون اسکی طلب کے تو اسکو میراث ملیگی جس مقدار کو وہ پہونچے
اور اسکے واسطے اقرار صحیح نہوگا کیونکہ وہ وارثہ ہے اسواسطے کہ زوج اسکا فار ہے اور اس قول کو اکثر مشائخ نے یہاں مذکور نہیں کیا بسبب اسکے ظاہر
ہونے کے کتاب الطلاق سے وان اقر لغلام مجہول النسب فی مولدہ او فی بلد ہو فیہا وہانی اسن بحیث یولد مثلہ لمثلہ انہ ابنہ وصدقہ
الغلام ان ممیزا والا لم یحتج لتصدیقہ کما مر ثبت نسبہ ولو المقر مریضا واذا ثبت شارک الغلام الورثۃ اور اگر اس صغیر یا بالغ کے
واسطے جسکا نسب معلوم نہیں اسکے وطن میں یا اس شہر میں جس میں وہ وارد ہے اور حالانکہ مقر او مقر لہ اس عمر میں واقع ہیں کہ ویسی عمر والے کا
ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہے یہ اقرار کیا کہ وہ لڑکا اسکا بیٹا ہے اور لڑکے نے اسکی تصدیق کی اگر وہ باتمیز ہوا اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اسکی تصدیق کی کچھ حاجت
نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسوقت میں یعنے صورت مذکورۂ شرائط مذکورہ اسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مریض ہو اور جبکہ اسکا نسب ثابت ہوا
تو لڑکا باقی وارثوں کا شریک ہوگا فان انتفت ہذہ الشروط لم یواخذ المقر من حیث استحقاق المال کما لو اقر باخوۃ غیرہ کما مر عن الینابیع کذا
فی الشرنبلالیہ قلیحرر عند الفتوی تو اگر یہ شروط مذکورہ نہ پائی جائیں تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بھائی ہونے کا اقرار
کرے جیسے کہ مذکور ہو چکا ینابیع سے کذا فی الشرنبلالی تو فتوے دینے کے وقت تحریر او تنقیح چاہیے ھم اگر شروط ثلثہ سے یعنے جہالت نسب
اور پیدا ہونا مثل مقر لہ کا مثل مقر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جاوے یعنے نسب نہ پائی جاوے تو نسب ثابت نہوگا اور یہ جو شارح نے
کہا کہ من حیث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت میں ظاہر نہیں اسواسطے کہ بیان فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ میں ہے
یعنے جبکہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اسکے فرزندی کا دعوے کرے تو اگر شروط مذکورہ منتفی ہوں تو اسکو مال لازم آویگا اگرچہ نسب ثابت نہوگا اور
شرنبلالیہ میں ینابیع سے یہ عبارت منقول ہے ولو کذبہ او کان معروف النسب من غیرہ لزمہ ما اقر بہ ولا یثبت النسب کما فی الینابیع انتہی اور شارح کی عبارت
ٹھیک ہے تو اگر یوں کہتا فلو انتفی احد ہذہ الشروط وقد اقر لہ بمال یواخذ بالمقر بہ البتہ واضح تر ہوتا اسواسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہی پھر جب
نسب ثابت نہوا تو مقر بہ لازم ہوگیا اور یہی تقریر تحریر ہے اس مقام کی کذا فی الطحطاوی مختصرا و الرجل صح اقرارہ ای المریض بالولد والوالدین
قال فی البرہان وان علیا قال المقدسی وفیہ نظر لقول الزیلعی لو اقر بالجد او ابن الابن لا یصح لان فیہ حمل النسب علی الغیر بالشروط الثلثۃ

المنتقیٰ فی الابن اور بیمار مرد کا اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہے ان تینوں شرطوں سے جو پہلے مذکور ہو چکیں فرزند میں بیان میں کہ ابا الدین کا اقرار
صحیح ہے اگرچہ والدین اوپر کے ہوں یعنی دادا پردادا مقدسی نے کہا اور اس میں اعتراض ہے بدلیل قول زیلعی کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار کرے تو صحیح نہیں
اسواسطے کہ اس اقرار سے غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہے یعنی پہلی صورت میں باپ پر اور دوسری صورت میں بیٹے پر وصح بالزوجۃ بشرط خلوہا عن زوج وعدۃ
وخلوہ ای المقر عن اختہا مثلا ورابع سواہا اور یوں اقرار کرنا کہ یہ عورت میری زوجہ ہے صحیح ہے بشرطیکہ خالی ہونے اس عورت کے زوج اور اسکی عدت
اور بشرط خالی ہونے مقر کے اس عورت کی بہن سے مثلاً اور بشرط خالی ہونے مقر کے چار عورتوں سے سوا اس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار اسوقت صحیح ہے
جبکہ وہ عورت کسیکی زوجہ نہو اور کسی کی عدت میں ہو اور جبکہ اس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقر کی منکوحہ یا معتدہ نہو اور جبکہ سوا اس عورت کے چار
عورتیں اسکے پاس نہوں حموی نے کہا یہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسی اور بت پرست نہو اور حاشیہ زیلعی میں ہے بشرطیکہ وہ عورت رضاعت سے
حرام نہو مقر پر وصح بالمولی من جہۃ العتاقۃ ان لم یکن ولاؤہ ثابتا من جہۃ غیرہ ای غیر المقر اور صحیح ہے مولی کا اقرار یعنی یوں کہنا کہ یہ شخص میرا
مولی ہے آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اسکا ولا غیر مقر سے ثابت نہو والمراۃ صح اقرارہا بالوالدین والزوج والمولی اور صحیح ہے عورت کا یوں
اقرار کرنا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ میرا زوج اور مولی ہے لان الاصل ان اقرار الانسان علی نفسہ حجۃ لا علی غیرہ اور قاعدہ کلیہ سابق کو دیکھ لیں
یہ ہے کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر قلت وما ذکرہ من صحۃ الاقرار بالام کالاب ہو المشہور الذی علیہ الجمہور وقد ذکر الامام العتابی فی
فرائضہ ان الاقرار بالام لا یصح وکذا فی ضوء السراج لان النسب للاباء لا للامہات وفیہ حمل النسب علی الغیر فلا یصح انتہی ولکن الحق صحتہ
بجامع الاصالۃ فکانت کالاب قلت میں کہتا ہوں اور یہ جو مصنف نے اقرار کی صحت ذکر کی ہے مانند باپ کے یہی قول مشہور ہے جس پر اکثر
علما ہیں اور امام عتابی نے اپنے فرائض میں ذکر کیا ہے کہ ماں کا اقرار صحیح نہیں اور اسیطرح ضوء السراج میں ہے اسواسطے کہ نسب باپوں سے ہوتا ہے
نہ ماؤں سے اور اسمیں حمل نسب بھی ہے غیر شخص پر یعنی مقر کے باپ پر تو صحیح نہوگا انتہی لیکن صحت اقرار کا حق ہے بسبب جامعیت اصالت کے
یعنی اصل ہونے میں ماں اور باپ دونوں برابر ہیں تو ماں باپ کے مانند ہوگی پس اسے یاد رکھنا چاہیئے وکذا صح بالولد ان شہدت امراۃ ولو قابلۃ
بتعیین الولد اما النسب فبالفراش شمنی اور اسیطرح عورت کا یہ اقرار صحیح ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی جنائی تعیین لڑکے کی
گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الشمنی ثم عورت کی گواہی اسوقت شرط ہے جبکہ تجاحد ہو اور شہادت قابلہ بتعیین ولد میں
اسوقت شرط ہے جبکہ ولادت پر تصادق ہو اور تعیین ولد میں اختلاف والتوضیح فی الطحاوی ولو معتدۃ جحدت ولادتہا فحجۃ تامۃ کما مر فی
باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار پوری حجت سے صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت نسب کے
باب میں مذکور ہو چکا او صدقہا الزوج ان کان لہا زوج او کانت معتدۃ منہ یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہے اگر زوج اسکی تصدیق
کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اسکی معتدہ ہو وصح مطلقا ان لم تکن کذلک ای مزوجۃ ولا معتدۃ او کانت مزوجۃ وادعت انہ
من غیرہ فصار کما لو ادعاہ منہا لم یصدق فی حقہا الا بتصدیقہا اور صحیح ہے اقرار ولد مطلقا اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نپائی جائے
اگر عورت ویسی نہو یعنی نہ شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہو اور یہ دعوے کرے کہ وہ لڑکا اسکے سوا اور مرد کا ہے تو یہ اقرار ویسا ہو جیسا کہ
اگر مرد دعوے کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو عورت کے حق میں اسکی تصدیق نہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت بقی لو لم یعرف لہا
زوج غیرہ لم ارہ قلت میں کہتا ہوں باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوا اس زوج کے اور وہ یہ دعوی کرے
کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے تو اسکی تفسیر اور تنقیح چاہیئے ہم اس صورت میں ظاہر وہ لڑکا عورت ہی کا ٹھہرے گا کیونکہ شوہر معلوم نہیں تحمیل النسب نہ ہوگی

تو وہ اسکا عورت ہی کا وارث ہوگا مفتی ابو السعود نے کہا نہایت الامر یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں صرف زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا وولد اللعان
فقط ان کا وارث ہوتا ہے تو اسمیں توقف کی کچھ وجہ نہیں کذا فی الطحطاوی ولا بد من تصدیق ہؤلاء اور صحت اقرار میں ان اشخاص مذکورین کی تصدیق
ضرور ہے یعنی جب مرد نے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے یا والدین ہیں یا یہ میری زوجہ ہے اور عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ زوج اور یہ میرا مولی ہے عتاقۃ
تو ان لوگوں کی تصدیق ضرور ہے اسواسطے کہ ہر شخص انمیں سے اپنی ذات کے تصرف میں ہے تو غیر کا اقرار انکو لازم نہیں الا فی الولد اذا کان لا یعبر
عن نفسہ لما مر انہ حینئذ کالمتاع مگر ولد میں تصدیق شرط صحت اقرار نہیں جبکہ اقرار ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کرسکتا ہو اسلئے کہ مذکور ہوچکا
کہ لڑکا اس حالت میں متاع اور اسباب کے مانند ہے یعنی تو جسکے پاس ہوگا اسی کا ٹھہریگا ولو کان المقر لہ عبد الغیر اشترط تصدیق مولاہ
لان الحق لہ اور اگر مقر لہ غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار میں اسکے مولی کی تصدیق ہوگی شرط اسواسطے کہ حق اسی کا ہے وصح التصدیق من المقر لہ
بعد موت المقر لبقاء النسب والعدۃ بعد الموت اور صحیح ہے تصدیق مقر لہ کی بعد مرجانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے
الا تصدیق الزوج بعد موتہا مقرۃ لانقطاع النکاح بموتہا ولہذا لیس لہ غسلہا بخلاف عکسہ مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ کے مرنے
کے بعد صحیح نہیں بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہیں غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف
اسکے عکس کے یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوج کے صحیح ہے اور اسکو زوج کا غسل دینا بھی صحیح ہے اسواسطے کہ علاقہ نکاح کے بسبب
باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہیں ولو اقر رجل بنسب فیہ تحمیل علی غیرہ لم یقبل من غیر ولاد کما فی الدرر لفسادہ بالجد لابن الابن قال
کالاخ والعم والجد وابن الابن لا یصح الاقرار فی حق غیرہ الا ببرہان اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اس نسب کا جسمیں غیر پر نسب
ڈالنا ہو چنانچہ یوں کہا کہ یہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہے تو اقرار صحیح نہیں غیر شخص کے حق میں مگر شہادت سے مصنف نے نسب میں
غیر اولاد کی قید نہ لگائی چنانچہ درر میں ہے بسبب فاسد ہونے اس قید کے جد اور ابن الابن سے ومنہ اقرار اثنین کما مر فی باب ثبوت النسب
فلیحفظ اور اسی قبیل سے ہے اقرار دو شخصوں کا چنانچہ مذکور ہوچکا ثبوت النسب کے باب میں تو یاد رکھنا چاہیئے یعنی غیر کے حق میں اقرار نسب صحیح نہیں مگر برہان
سے ہو اسی قسم سے مقر علیہ کے وارثوں سے دو شخصوں کا اقرار کرنا ہے نسب کا تو باقی وارثوں پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر مقر ایک شخص
ہوگا تو فقط اسی پر حکم اقرار مقصور رہیگا اور مقر لہ کے وارثوں کا اقرار مثبت نسب نہیں جیسے مقر لہ کی تصدیق مثبت نہیں کذا فی الطحطاوی
وکذا لو صدقہ المقر علیہ والورثۃ وہم من اہل التصدیق اور اسیطرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اسکے وارث اور حالانکہ وہ تصدیق
کرنے کی لیاقت رکھتے ہوں مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جسپر مقر نسب کو محمول کرے ہر چند تصدیق ورثہ مقر علیہ قول ماتن میں مندرج ہے لیکن دونوں میں
یوں تفرقہ ہوسکتا ہے کہ پہلی صورت میں مقر علیہ کے دو وارثوں کا اقرار مثبت نسب ہے اور دوسری صورت میں اقرار مقر اور مقر علیہ کے دو وارثوں کی تصدیق
مثبت ہے اور لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہے کہ وارث عاقل بالغ ہوں اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی ویصح فی حق نفسہ حتی یلزمہ ای المقر
الاحکام من النفقۃ والحضانۃ والارث اذا تصادقا علیہ ای علی ذلک الاقرار لان اقرارہما حجۃ علیہما اور نسب کا اقرار مقر کی ذات کے
حق میں صحیح ہے تو مقر کو لازم ہونگے نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جبکہ مقر اور مقر لہ دونوں اس اقرار پر باہم تصادق کریں اسواسطے کہ دونوں کا
اقرار دونوں پر حجت ہے ہم نفقہ اسوقت ہے جبکہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مقر سے لیکن پرورش مشکل ہے اسواسطے کہ پرورش نہیں مگر صغیر کی
اور صغیر لائق تصدیق کے نہیں لیکن یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ حضانت سے مراد ضم ہے یعنی اپنے پاس رکھنا جبکہ بنت بالغہ ہو اور اسکی بے حرمتی کا خوف ہے
کذا فی الطحطاوی فان لم یکن لہ ای لہذا المقر وارث غیرہ مطلقا لا قریبا کذوی الارحام ولا بعیدا کالمولی الموالاۃ یعنی وغیرہ ورثہ سو اگر اس مقر کے

سوا اسکے مقر لہ کے کوئی وارث مطلقاً نہو خواہ وارث قریب ہو جیسا کہ ذوی الارحام اور بعید جیسا کہ مولا سے تحقیق کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اسکا وارث ہوگا اسلئے کہ وراثت فقط مقر لہ کے مقصور ہوتا اسکی اصل اور فرع کی طرف میراث منتقل نہوگی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ وصیت ہو کذا فی الطحطاوی والا لا لانہ نسب لم یثبت فلا یزاحم الوارث المعروف والمراد غیر الزوجین لان وجودھما غیر مانع قالہ ابن الکمال اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقر لہ اسکا وارث نہوگا اسواسطے کہ اسکا نسب ثابت نہیں تو وہ مزاحمت نہیں کرسکتا وارث مشہور سے اور مراد اس وارث سے جو مانع ارث مقر لہ ہو وہ وارث ہو جو زوجین سوا ہو اسواسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہو مقر لہ کی ارث سے کہا اسکو ابن الکمال ثم للمقر ان یرجع عن اقرارہ لانہ وصیۃ من وجہ زیلعی ای ولو صدقہ المقر کما فی البدائع لکن نقل المصنف عن شرح السراجیۃ ان بالتصدیق یثبت النسب فلا ینفع الرجوع فلیحرر وعند الفتوی سے پھر یہ بات کہ مقر کو اپنے اقرار سے پھرنا جائز ہو اسواسطے کہ یہ اقرار ایک راہ سے وصیت ہو کذا فی الزیلعی یعنی رجوع اقرار سے جائز ہو اگرچہ مقر کی مقر لہ تصدیق بھی کرے کذا فی البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ کی شرح سے نقل کیا کہ مقر لہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہو جاتا ہو تو رجوع عن الاقرار فائدہ بخش نہیں تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہیے فتوے دینے کے وقت اھ ظاہر زیلعی کا کلام حق ہو جیسا کہ القائل او مثبتہ لہ الا بہ سے ثابت ہوتا ہو اور یہ تعلیل بالاتفاق ہو کہ نسب ثابت نہیں تو تحریر مقام یہ ہو کہ اقرار ہیں اگر غیر پر تحمیل النسب ہو اور تصدیق مقر لہ کی پائی جاوے تو اسمیں رجوع جائز نہیں اور اگر تحمیل غیر پر نہو مقر لہ تصدیق کرے تو رجوع جائز ہو غرض کہ یہاں کلام ہو وہ مقام میں فتدبر کذا فی الطحطاوی فمن مات ابوہ فاقر باخ شارکہ فی الارث فیہ ستحق نصف نصیب المقر ولم یثبت نسبہ کما القران اقرارہ مقبول فی حق نفسہ فقط اور جس شخص کا باپ مر گیا سو اس شخص نے اقرار کیا کہ یہ شخص میرا بھائی ہو مقر لہ اسکا شریک ہوگا ارث میں تو وہ نصف حصہ مقر کا مستحق ہوگا اور اسکا نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ اسکا اقرار فقط اسی کے حق میں مقبول ہو قلت بقی لو اقر الاخ بابن ہل یصح قال الشافعیۃ لا لانہ ادی وجودہ الی نفیہ فتنفی من اصلہ ولم ار الائمتنا صریحا وظاہر کلامہم نعم فلیراجع میں کہتا ہوں باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنی میت کا بھائی کہے کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہو تو یہ اقرار صحیح ہو یا نہیں علما سے شافعیہ نے کہا کہ یہ اقرار صحیح نہیں اسواسطے کہ جسکا وجود باعث ہو اسکی نفی کا یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہو جاتا ہو یعنی شافعیہ کے نزدیک صحت اقرار کی یہ شرط ہو کہ مقر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس راہ سے کہ وہ وارث ہو تصحیح کیجیے تو صحت اقرار کا ابطال لازم آوے کیونکہ بھائی وارث نہیں رہتا بیٹے کے ہوتے اور میں نے اپنے اماموں کے کلام میں صریح نہیں دیکھا اور انکے ظاہر کلام سے یہ جواب معلوم ہوتا ہو کہ ان کا اقرار مذکور صحیح ہو تو اسکی تلاش چاہیے کتب مذہب میں ھ و صحت یہ ہو کہ مقتضا سے کلام حنفیہ یہاں یہ ہو کہ اگر مقر میں نصاب شہادت موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگر نصاب شہادت نہ ہو اور اگر نصاب ہو تو اقرار پر عمل کیا جاوے گا فقط مقر کے حق میں اگرچہ نسب ثابت نہوگا کذا فی الطحطاوی وان ترک ابنین ولہ علی آخر مائۃ فاقر احدھما بقبض ابیہ خمسین منہا فلا شئی للمقر لان اقرارہ ینصرف الی نصیبہ وللاخر خمسون بعد حلفہ انہ لا یعلم ان اباہ قبض شطر المائۃ قالہ الاکمل قلت وکذا الحکم لو اقر ان اباہ قبض کل الدین لانہ ہنا یجاحد حق الغریم زیلعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑ کر مر گیا اور اسکے دوسرے شخص پر سو درم ہیں سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اسکا باپ پچاس درم انمیں سے لے چکا تو فرزند مقر قبض کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اسکا اقرار اسکے حصہ کی طرف پھر جائیگا اور دوسرے فرزند کو پچاس درم ملینگے یوں قسم کھانے کے بعد کہ واللہ اسکو معلوم نہیں کہ اسکے باپ نے سو درم نصف پائے یہ قول ہو اکمل کا میں کہتا ہوں اور اسیطرح کا حکم ہو اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اسکے باپ نے تمام دین قبض کر لیا لیکن یہاں مدیون کے حق کے واسطے قسم لیجاوے گی کذا فی الزیلعی ھ پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کے واسطے ہو نہ خصم کے واسطے اسواسطے کہ اسپر اس سے زیادہ مطالبہ نہیں جو اسپر واجب الادا ہو اور اگر بھائی قسم نہ کھاوے تو مقر پچاس درم میں اسکا شریک ہوگا اور دوسری صورت میں اگر غیر مقر بھائی قسم نہ کھاوے

تو مدیون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کھا گیا کہ میرے باپ نے کچھ نہیں لیا تو اسکا حصہ دیا جائیگا یعنی پچاس درم کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل شتی یہ فصل ہے کتاب اقرار کے چند مسائل متفرقہ میں **اقرت الحرۃ المکلفۃ بدین لآخر فکذبہا زوجہا صح**
اقرارہا فی حقہا ایضا عند ابی حنیفۃ فتحبس المقرۃ و تلازم وان تضرر الزوج وہذہ احدی المسائل الست التی خرجت من قاعدۃ الاقرار حجۃ قاصرۃ
علی المقر ولا یتعدی الی غیرہ وہی فی الاشباہ عورت آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اسکے زوج نے اسکی تکذیب کی تو اسکا
اقرار اسکے زوج کے حق میں بھی صحیح ہے امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک تو مقرہ دین کی بابت حبس کیجائیگی اور اسکا ساتھ نچھوڑا جائیگا اگرچہ حبس
اور ملازمت میں زوج کو ضرر ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل ستہ سے جو اس قاعدے سے خارج ہیں کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر اور غیر مقر کی طرف
متعدی نہیں ہوتا اور وہ مسائل اشباہ میں ہیں ہم منجملہ مسائل ششگانہ ایک مسئلہ وہ ہے جو متن میں مذکور ہو چکا ۲ اگر مستاجر نے اس دین کا اقرار کیا
جسکے ادا کا ٹھکانا نہیں مگر عین مستاجرہ کے ثمن سے تو دائن کو اسکی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب
عورت نے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اسکی تصدیق کی تو دونوں میں نکاح فسخ ہوگا ۴ اپنی بچی لونڈی سے ولد کا دعوی
کیا اور بیٹی ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جبکہ ولد حرہ کا دعوی کیا اپنے بھائی
کی زندگی میں تو دعوے صحیح ہوگا اور میراث اسکے ولد کو ملیگی نہ بھائی کو ۶ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیع تلجیہ تھی اور مشتری نے اسکی تصدیق کی
تو مشتری کو رد بیع اسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے **وینبغی ان یخرج القیاس کان فی اجارۃ غیرہ فاقر لآخر بدین فان لہ حبسہ وان تضرر المستاجر ہی
واقعۃ الفتوی ولم نرہا صریحۃ** اور لائق یوں ہے کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکورہ سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری میں ہو پھر وہ شخص دوسرے
شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقر لہ کو اسکا حبس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ حادثہ فتوے سے طلب ہوا تھا اور میں نے اسکو صریح
کسی کتاب منقولہ میں نہیں دیکھا **و عندہما لا تصدق فی حق الزوج فلا تحبس ولا تلازم** قلت وینبغی ان یعول علی قولہما افتاء او قضاء لان الغالب
ان الاب یعلمہا الاقرار لہ او لبعض اقاربہا لیتوصل بذلک الی منعہا بالحبس عندہ عن زوجہا کما وقفت علیہ مرارا حین ابتلیت بالقضاء
کذا ذکرہ المصنف اور صاحبین رحمہ کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہوگی زوج کے حق میں تو وہ محبوس اور ملازم نہوگی کذا فی
الدر میں کہتا ہوں اور لائق یوں ہے کہ صاحبین رحمہ کے قول پر اعتماد کیا جائے فتوے دینے اور حکم کرنے میں اسواسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا
باپ اسکو تعلیم کرتا ہے کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تا کہ اس توسل سے اسکو روک رکھے اپنے پاس آنے سے شوہر سے چنانچہ
میں چند مرتبہ اس حیلہ گری پر واقف ہوا ہوں جبکہ میں مبتلا بقضا ہوا تھا ایسا کچھ ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم اس تعلیل میں اعتراض ہے
اسواسطے کہ علت خاص ہے اور مدعا عام ہے اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہو تو علت مذکورہ ظاہر نہیں علاوہ اسکے یہ حیلہ اپنے
پاس رکھنے کا نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ حبس مدیون کا قاضی کے پاس ہوتا ہے نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹھہرا کیونکہ مصنف نے اس
تصحیح میں ائمہ ترجیح سے کسی کی سند بیان نہیں کی کذا فی الطحطاوی **مجہولۃ النسب اقرت بالرق لانسان وصدقہا المقر لہ ولہا
زوج واولاد منہ ای الزوج وکذبہا زوجہا صح فی حقہا خاصۃ فولد علق بعد الاقرار رقیق خلافا لمحمد** عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک
ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکی تصدیق کی اور اس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اس شوہر سے اور اسکے زوج نے
اسکی تکذیب کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق میں صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا نطفہ رہیگا اب بعد اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقر لہ کا برخلاف
قول محمد رحمہ کے اور ولد مذکور بھی رقیق نہوگا **الا فی حقہ یرد علیہ انتقاص طلاقہا لما حققہ فی الشرنبلالیہ** شوہر کے حق میں اسکا اقرار صحیح نہوگا اس قول پر انتقاص

طلاق مقرہ کا اعتراض وارد ہوتا ہے جیسا کہ اسکی تحقیق شرنبلالیہ میں مذکور ہے اور مبسوط میں ہے کہ اس عورت کی طلاق دو طلقہ ہیں اور عدت اسکی دو حیض
ہیں بالاجماع اسواسطے کہ یہ لونڈی ہو گئی اور یہ حکم اسی عورت کو خاص ہے انتہی اور جواب اعتراض مذکور کا اسی قول میں نکلتا ہے کہ وہ لونڈی ہو گئی اور یہ حکم
اسی کو خاص ہے اسواسطے کہ طلاق میں ہمارے نزدیک عورتوں کا اعتبار ہے اور اسیطرح حیض میں تو انتقاص طلاق عورت مذکورہ کے خصائص غیر متخالفہ سے ہے
کذا فی الطحطاوی وحق الاولاد وان ولدت اولاد کہ حق میں اسکا اقرار صحیح ہے دو فرع پر علیحدہ بقولہ فلا یبطل النکاح وعلی حق الاولاد بقولہ ولا وانحصلت قبل الاقرار
ومافی بطنہا وقتہ اقرار سے معلوم قبل اقرار یا بارق اور یہ مصنف نے حق زوج پر تفریع کی اسیطرح اس قول سے تو نکاح باطل نہوگا اقرار مذکور سے اور
حق اولاد پر تفریع کی اس قول سے اور جو اولاد کہ حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اس عورت کے پیٹ میں ہو اقرار کے وقت وہ سب آزاد ہیں کیا نکے
حامل ہونے کے مالکیت کے اقرار سے پہلے مجہول النسب حرہ عبدہ ثم اقر بالرق لانسان وصدقہ المقر لہ صح اقرارہ فی حقہ فقط دون
ابطال العتق مخصوص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر اپنے اوپر یہ کہا کہ ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکے اقرار کی تصدیق کی تو اسکا
اقرار صحیح ہوگا فقط اسکے حق میں یعنی عتق کے باطل کرنے میں فان مات العتیق بعدہ وارثہ ان کان لہ وارث یستغرق الترکۃ والا فیرثہ کلہ او الباقی
کما فی شرح الشرنبلالیہ المقر پھر اگر غلام آزاد مر گیا تو اسکا وارث اسکی میراث پاوے گا اگر اسکا کوئی ایسا وارث ہو جو تمام متروکہ کو میراث میں لے سکے اور اگر ایسا نہو
یعنی اسکا کوئی سلالۃ وارث نہو یا وارث ہو مگر کل متروکہ نہ پاسکے جیسا کہ احد الزوجین تو مقر لہ کل متروکہ کا یا باقی متروکہ کا وارث ہوگا فان مات المقر ثم العتیق فارثہ
لعصبۃ المقر سو اگر پہلے مقر مر گیا پھر غلام آزاد تو اسکی میراث مقر کا عصبہ پاویگا ولو جنی ہذا العتیق سعی فی جنایتہ لانہ لا عاقلۃ لہ اور اگر یہ غلام آزاد جنایت
کرے تو اپنی جنایت میں سعی کرے یعنی محنت مزدوری کرکے دیت ادا کرے اسواسطے کہ اسکا کوئی کنبہ و قبیلہ نہیں جس پر دیت لازم آوے ولو جنی علیہ یجب ارش
العبد وہو کالمملوک فی الشہادۃ لان حریتہ بالظاہر وہو یصلح للدفع لا للاستحقاق اور اگر اسپر جنایت کیجاوے یعنی کوئی اس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام
کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہے گواہی دینے میں اسواسطے کہ اسکی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہے اور ظاہر حال [illegible] کی لیاقت رکھتا ہے
نہ استحقاق کی قال رجل لآخر لی علیک الف فقال فی جوابہ الصدق او الحق او الیقین او نکرہ کقولہ حقا ونحوہ او کرر لفظ الحق او
الصدق کقولہ الحق الحق او حقا حقا ونحوہ او قرن بہا البر کقولہ البر الحق او الحق بر الخ فاقرار ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تجھ پر میرے ہزار درہم ہیں
سو اسنے جواب میں کہا الصدق یا الحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ نکرہ کہے بدون الف لام کے جیسا کہ یوں بولا کہ حقا اور مانند اسکے یا لفظ حق یا صدق کو مکرر
بولا جیسا کہ الحق الحق یا حقا حقا اور مانند اسکے یا حق وغیرہ کے ساتھ بر کا لفظ لا کر بولا جیسا کہ البر الحق یا الحق بر الخ تو یہ اقرار ہے ہزار درہم کا مثلا ولو قال الحق
حق او الصدق صدق او الیقین یقین لا یکون اقرارا لانہ کلام تام بخلاف ما مر لانہ لا یصلح للابتداء فجعل جوابا فکانہ قال ادعیت الحق الخ او نحوہا
یوں بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین یقین تو یہ اقرار نہوگا اسواسطے کہ یہ پورا کلام ہے بخلاف ان الفاظ کے جو اول مذکور ہو چکے کہ وہ کلام تام
نہیں اسواسطے کہ وہ الفاظ ابتداء سے کلام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہر گئے تو گویا اسنے یوں کہا کہ تونے حق بات کا
دعوے کیا الخ قال لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا آبقۃ او قال ہذہ السارقۃ فعلت کذا وباعہا فوجد بہا احدہا
ای من ہذہ العیوب لا ترد بہ لانہ نداء او شتم لا اخبار مولے نے اپنی لونڈی کو کہا او چوٹی او چھنال او دیوانی او بھاگڑ یا یوں کہا کہ اس چوٹی نے
ایسا کیا اور بعد اسکے اسکو بیچ ڈالا پھر اس لونڈی میں عیوب مذکورہ میں سے کوئی عیب پایا گیا تو مولے کے قول مذکور سے اسکی رد بیع نہوگی اسواسطے
کہ وہ پکارنا یا گالی دینا ہے خبر دینا نہیں ہے جو اقرار عیب کا ثابت ہو ہم قول اخیر گالی ہے اور باقی ندا ہے بخلاف ہذہ سارقۃ او ہذہ آبقۃ او ہذہ
زانیۃ او ہذہ مجنونۃ حیث ترد بواحدۃ لانہ اخبار وہو تحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے کہ یہ چوٹی ہے یا بھگوڑی ہے

یا یہ زانیہ ہے یا یہ دیوانی ہے کہ اس صورت میں اسکی بیع رد ہوگی اگرچہ عیب پانے کے بعد جاننے سے انکار کرے کیونکہ قول اخبار ہے اور اخبار دونوں طرح کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ
ہوتا ہے ہم یعنی جو شخص بلا علم اخبار کرے وہ لونڈی کا عیب پا کر اس سے پھر اخبار کا اسکو علم ہوا تو وہ بیع کو رد کر سکتا ہے بخلاف طلاق یا طلاق اور آزاد المطلقة
فعلت کذا حیث تطلق امرأته کذا فی الاشباہ یعنی اسکی بیع رد ہوگی بخلاف الاول اقرار در بخلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ سے
کہا کہ یا طالق یا یوں کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اسکی عورت کو طلاق ہو جاوے گی بسبب اقرار ہونے زوج کے اثبات طلاق پر کلام
مذکور ایجاب ٹھہر گیا تاکہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذا فی الدرر ہم یعنی سوائے اقرار نہیں جنون وغیرہ اور صادق اثبات پر لونڈی کا عیب اقرار کے اسکان
بطریق محظور ای ممنوع محرم صحیح فی کل حق اس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ سے مست ہوا ہے صحیح ہے ہر حق میں اللہ تعالی نے فرمایا
(لا تقربوا الصلوٰة وانتم سکارٰی) یعنی نماز کے قریب نہ جاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستوں سے اور انکو مستی کی حالت میں منع فرمایا
تو معلوم ہوا کہ مستی تکلیف شرعی کی مسقط نہیں فسکر بر فلو اقر بقود اقیم علیہ الحد فی سکرہ وفی السرقة یضمن المسروق کما بسطه سعدی
افندی فی باب حد الشرب تو اگر مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اسپر حد قائم ہوگی اسکی مستی کی حالت میں اور اگر اقرار کیا چوری کا تو اسپر مسروق
تاوان لازم ہوگا چنانچہ اسکو واضح بیان کیا ہے سعدی افندی نے حد شرب کے باب میں الا فی ما یقبل الرجوع کالردة وحد الزنی وشرب الخمر
کہ مست مذکور کا اقرار صحیح نہیں ان چیزوں میں جو رجوع عن الاقرار کے قابل ہیں چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد ہم یعنی اگر مستی میں اقرار کیا
کہ اسنے شراب پی ہے تو اسکا اقرار صحیح نہیں تو اسپر حد قائم نہوگی بلکہ ترتیب احکام گواہی پیشتر موقوف ہوگا کذا فی الطحطاوی وان سکر بطریق مباح
کشرب مکره لا یعتبر بل هو کالاغماء الا فی سقوط القضاء وتمامه فی حکایات الاشباه اور اگر مست ہو گیا مباح طریق سے چنانچہ نشہ والی چیز کو جبر سے پیا
تو اسکا اقرار معتبر نہوگا بلکہ وہ مستی اغما یعنی بیہوشی کے مانند ہے مگر نماز کے قضا کے ساقط ہونے سے اغما کے مانند نہیں اور پورا بیان اسکا اشباه کے
احکامات میں ہے ہم یعنی اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی زیادہ رہے تو نماز کا قضا کرنا اس سے ساقط ہے اور مستی سے قضا وصلوٰة ساقط نہیں المقر
اذا کذب المقر بطل اقراره ملاقه مراده المقر له جبکہ مقر له مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اقرار رد ہو جاتا ہے رد کرنے
ہم یعنی جب مقر له مقر کی تکذیب کرے پھر اسکی تصدیق کرے تو اسکی تصدیق پر عمل نہوگا مگر جب واضح آئندہ میں تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا کذا فی الطحطاوی
والا فی ستة علی ما هنا تبعا للاشباه تکذیب مقر له مبطل اقرار ہے مگر چھ صورتوں میں بموجب اسکے جسکو مصنف نے بیان اشباه کی پیروی سے
ذکر کیا ہے الاقرار بالحریة والنسب وولاء العتاقة والوقف منجملہ مواضع ستہ آزادی کا اقرار ہے اور نسب اور ولاء عتاقت اور وقف کا اقرار
ہم اقرار حریت کی یہ صورت ہے کہ جسکے پاس غلام ہو اسنے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہے تو اسکی حریت ثابت ہوگی اگرچہ غلام اسکی تکذیب کرے دعوی نسب کے
باب میں پہلے مذکور ہو چکا کہ تصدیق مقر له کی ضرور ہے صحت اقرار میں اور تصدیق مولا سے عتاقت بھی شرط ہے اور بیان اسکے خلاف ہے مگر یہ کہا ہے
محمول کیجئے کہ جب مقر له تصدیق کی طرف عود کرے بعد تکذیب کے تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور اس حمل پر قرائن
بحر الرائق کی یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا میں غلام ہوں سو مقر له نے اسکو رد کیا پھر اسنے اسکی
تصدیق کی تو وہ اسکا غلام ٹھہرے گا اور رقیت کا اقرار رد کرنے سے باطل نہوگا جیسے موسے کے انکار سے باطل نہیں ہوتا بخلاف عین و دین کے
اقرار کے کہ وہ رد کرنے سے باطل ہوتا ہے اور طلاق اور عتاق رد کرنے سے باطل نہیں ہوتی اسواسطے کہ وہ اسقاط ہیں فقط اسقاط سے ساقط ہو جاتی ہیں انتہی
اشباه میں اسعاف سے منقول ہے کہ جب مقر له وقف کو رد کرے پھر اسکی تصدیق کرے تو تصدیق صحیح ہے انتہی تو بیان کے مسائل مذکورہ کی تصویر مثل تصویر رق ہوگی سوا
طلاق اور عتاق کے اسقاط کی علت سے کذا فی الطحطاوی مختصرا فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبله ثم رده لم یرتد وان رده قبل القبول ارتد

اسعاف میں ہے کہ اگر وقف کیا ایک مرد پر سو اسنے وقف کو قبول کیا پھر اسکو رد کیا تو وقف مردود نہوگا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد کریگا تو پھر جائیگا
والطلاق والرق فکلہا لا ترتد اور طلاق اور رق کا اقرار تو تینوں مسائل ستہ کا اقرار مردود نہیں ہوتا مقر لہ کے رد کرنے سے و زاد المصنف براءتہ اور مسائل ستہ
مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البزازیہ یعنے اگر وارث اس میراث کو جو مورث سے حاصل ہو رد کرے تو مردود نہوگی والنکاح کما فی متفرقات قضاء
البحر قاسم ثمہ اور نکاح زیادہ کیا گیا ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات میں مذکور ہے اور پورا اسکا بیان وہیں ہے ہم یعنی اگر احد الزوجین نکاح
رد کرے پھر تصدیق کرے تو صحیح ہے بحر الرائق کے متفرقات میں یہ عبارت ہے واما الاقرار بالنکاح فلم اره الآن انتہی یعنے نکاح کا اقرار تو میں نے ابتک
نہیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحر الرائق کو نکاح میں توقف ہے کذا فی الطحطاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ جزم مناسب نہ تھا واستثنے مسئلتین
من الابراء وہما ابراء الکفیل لا یرتد وابراء المدیون بعد قولہ ابرئنی فابراہ لا یرتد فالمستثنی عشرة فلتحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے ابرا سے مستثنی کیے ہیں
اور وہ دونوں یہ ہیں کہ ضامن کا ابرا کرنا کفیل سے نہیں پھرتا اور مدیون کا ابرا کرنا اسکے یوں کہنے کے بعد کہ مجھکو بری الذمہ کرو دین سے
سو اس نے اسکو بری الذمہ کر دیا نہیں پھرتا تو مستثنی دس مسئلے ہوئے انکو یاد رکھنا چاہیے ہم [illegible] مسائل [illegible] متن میں مذکور ہیں اور چار
صورتیں شارح نے بڑھائی ہیں لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح میں توقف ہے تو درحقیقت نو صورتیں [illegible] کے رد کرنے سے رد نہیں ہوتی ہیں و فی
وکالة الوہبانیة وشرحہا صدقة فیما ثم رد لا یرتد بالرد اور وہبانیہ کی کتاب الوکالة میں ہے اور جبکہ اسنے تصدیق کی وکالت وغیرہ میں پھر اسکو رد کیا
تو اسکے رد کرنے سے رد نہیں ہوتا ھم [illegible] کہا فیما کا مرجع [illegible] یا دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت اور وقف ہے معلوم ہوتا ہے علامہ ابن الشحنہ
کی شرح وہبانیہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہے تو رد کرنے سے کیونکر نہ پھرے گی مگر تصویر وکالت یوں سمجھے کہ شراء معین کا وکیل کیا اور وکیل نے
وکالت قبول کی پھر [illegible] معین خرید کی پھر رد وکالت کا دعوی کیا تو یہ رد وکالت مقبول نہیں انتہی [illegible] الابراء خلاف اور کیا رد
ابرا کے صحیح ہونے کے لیے مجلس ابرا شرط ہے یا نہیں اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک نہیں والضابط ان
ما فیہ تملیک مال من وجہ یقبل الرد والا فلا کابطال الشفعة والطلاق والعتاق لا یقبل الرد وہذا ضابط حسن فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد و عدم
صلاحیت کا یہ ہے کہ جس عقد میں مال کی تملیک ہے کسی طرح سے ہو وہ قابل رد ہے اور اگر تملیک مال نہیں وہ قابل رد نہیں چنانچہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا
باطل کر دینا رد کو قبول نہیں کرتا اور یہ قاعدہ عمدہ ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صالح احد الورثة وابراء ابراء عاما او قال لم یبق لی حق
من ترکة ابی عند الوصی او قبضت الجمیع ونحو ذلک ثم ظہر فی ید وصیہ من ترکة شیٔ لم یکن وقت الصلح وتحققہ تسمع دعوی
حصتہ منہ علی الاصح صلح البزازیة ولا تناقض لحمل قولہ لم یبق لی حق ای مما قبضتہ علی ان الابراء عن الاعیان باطل وحینئذ
فالوجہ عدم صحة البراءة لما افادہ ابن الشحنة واعتمدہ الشرنبلالی وحققہ فی الصلح مصالحہ کیا ایک وارث نے مدعا علیہ سے اور اسکو
ابراء عام کر دیا یا یوں بولا کہ میرا کچھ حق باپ کے متروکہ سے وصی کے پاس باقی نہیں رہا یا یوں کہا کہ میں نے اپنا سب حصہ پا لیا یا مانند
اسکے کچھ اور لفظ بولا پھر اسکے باپ کے وصی پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح کے وقت نہ تھی یعنے اسکا ذکر نہ آیا تھا اور وارث نے
اس چیز کو ثابت کر دیا برہان سے تو اسکے حصہ کا دعوی اس چیز سے مسموع ہے بنا بر قول صحیح کذا فی صلح البزازیہ اور کچھ تناقض نہیں ادعا
بعد الابرا میں بسبب محمول کرنے اسکے اس قول کو کہ میرا کچھ حق باقی نہ رہا یعنے اس متروکہ سے حق باقی نہ رہا جسکو میں نے قبضہ میں کیا علاوہ یہ کہ
اعیان سے ابرا کرنا یعنے وارث کا وصی سے باطل ہے بلکہ ابرا مخصوص مدیون ہے اور اسوقت یعنا عدم صحت برائت کی توجیہ اوجہ ہے دعوی مسموع ہونے میں
چنانچہ ابن شحنہ نے یہ فائدہ بیان کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو معتمد جانا ہے اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے کتاب الصلح میں ہم سب تحقیق [illegible]

ہو کہ وارثوں نے اقرار کیا کہ جو میرے والد کا متروکہ لوگوں پر تھا اسکو میں نے پایا پھر ایک مرد پر اپنے باپ کا قرضہ کیا تو دعوی اسکا مسموع ہے کذا فی المنح عن الخانیۃ طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہو گیا اور حالانکہ حکم سے وصی اور غیر وصی دونوں کو شامل ہے تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا وقت الصلح تک پھر یون کہتا او ادعی فی ید الوصی شیئا وقال ہذا من ترکۃ والدی او ادعی علی رجل دینا لوالدہ تسمع دعواہ فیما ذکر تو مناسب تھا

اقر رجل بمال فی صک واشہد علیہ بہ ثم ادعی ان بعض ہذا المال المقر بہ قرض وبعضہ ربوا علیہ فان اقام علی ذلک بینۃ تقبل وان کان متناقضا لانا نعلم انہ مضطر الی ہذا الاقرار شرح وہبانیۃ قلت وجزم شارحہا الشرنبلالی انہ لا یفتی بہذا الفرع لانہ لا عذر لمن اقر غایتہ ان یقال بانہ یحلف المقر لہ علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی ہذہ ونحوہا انتہی قلت وبہ جزم المصنف فیما مر فتنبہ اقرار کیا ایک مرد نے اس مال کا جو دستاویز میں مرقوم ہے اور اسپر گواہ کر دیا پھر اسنے دعوے کیا کہ بعض مال مقربہ قرض ہے اور بعض بیاج ہے پھر اگر گواہی قائم کرے گا اسپر تو مقبول ہو گی باوجود تناقض اسواسطے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ شخص اس اقرار کرنے میں مضطر ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ میں کہتا ہوں وہبانیہ کے دوسرے شارح شرنبلالی نے تحریر کی ہے کہ اس مسئلہ پر فتوی نہ دیا جاوے اسواسطے کہ مقر مذکور کے واسطے کچھ عذر صحیح نہیں بعد اقرار مذکور کے نہایت کار یہ ہے کہ کہا جاوے کہ یہی اسکا فتوی دیا جاوے کہ مقرلہ سے اسکی قسم لیجاوے بموجب قول ابی یوسف رح کے جو فتوی دینے کے واسطے اس مسئلہ میں اور مانند میں مختار ہے میں کہتا ہوں اور اسی قول پر یقین کیا ہے مصنف نے جو مذکور ہو چکا تو سوچ لے اقر بعد الدخول انہ طلقہا قبل الدخول لزمہ مہر بالدخول ونصف بالاقرار لعدم... نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح... اقرار کیا کہ اسنے اسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اسکو پورا مہر لازم ہو گا بسبب دخول کے اور نصف مہر لازم ہو گا بسبب اقرار کے یہاں سے کتاب الصلح تک متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہے اقر المشروط لہ الریع او بعضہ انہ ای الریع الوقف یستحقہ فلان دونہ صح وسقط حقہ ولو کتاب الوقف بخلافہ کیونکہ واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہے اسنے اقرار کیا کہ ریع حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہے نہ میں تو اقرار صحیح ہے اور اسکا حق ساقط ہو گا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو ولو جعلہ لغیرہ او اسقطہ لا لاحد لم یصح اور اگر اسنے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے مقرر کر دیا یا اسکو ساقط کر دیا بلا تعیین مستحق تو اقرار صحیح نہیں ہم جعل سے مراد انشاء جعل ہے یا اسقاط تا اسقاط اسقاط سے خوب سمجھ اور آگے معلوم ہو گا کہ جعل سے مراد انشاء ہے کذا فی الطحطاوی وکذا المشروط لہ النظر علی ہذا کما مر فی الوقف وذکرہ فی الاشباہ ثمہ وہنا فی القاعدۃ الساقط لا یعود فراجعہ اور ایسا ہی جسکے واسطے وقف کی نظارت مشروط ہے اسکا حکم بھی علی ہذا القیاس ہے چنانچہ کتاب الوقف میں مذکور ہو چکا اور اشباہ میں بیان کیا کتاب الوقف میں اور بیان کیا کتاب الاقرار میں اس قاعدے میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی اسکو ذکر کیا ہے تو اشباہ کی طرف مراجعت کر القصص المرفوعۃ الی القاضی لا یؤاخذ رافعہا بما کان فیہا من اقرار وتناقض لما قدمنا فی القضاء انہ لا یؤاخذ بما فیہا الا اذا اقر بلفظہ صریحا جو رقعے کہ قاضی کی طرف پیش ہوں تو انکا پیش کرنے والا ماخوذ ہو گا اس مضمون سے جو انمین مندرج ہے اقرار اور تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضا میں مذکور کر چکے ہیں کہ انکے مضامین مندرجہ کا مواخذہ نہیں مگر جبکہ پیش کرنے والا بلفظ صریح اسکا اقرار کرے تو ماخوذ ہو گا قال لہ علی الف فی علمی او فیما اعلم او احسب او اظن لا شیء علیہ خلافا للثانی فی الاول قلنا ہی للشک عرفا فلو قال علمت لزمہ اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اسکے مجھ پر ہزار درم ہیں میری دانست میں یا میرے علم میں یا جس میں علم ہے یا جس میں گمان ہے تو اسپر کچھ لازم نہ ہو گا بخلاف ابو یوسف رح کے اول میں یعنی فی علمی کہنے میں ہزار درم لازم ہوں گے ہم جواب میں کہتے ہیں طرفین کی طرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہیں عرف عرب میں ہاں اگر علمت کا لفظ کہے یعنی معلوم کر چکا کہ اسکے مجھ پر ہزار درم ہیں تو اسکو اقرار لازم ہو گا باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے قال غصبنا الفا من فلان ثم قال کنا عشرۃ انفس

وقال سراحہ ای المغصوب کما عبر بہ فی الشرح وادعی الطالب وھو اولی کذا فی نسخ الشرح وقد علمت سقوط ذلک من نسخ المتن کذا فی نسخ ادعی الغاصب

وادعی الغاصب انہ ... ولزمہ الالف کلھا ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہم نے ہزار درم فلانے شخص سے غصب کیے پھر مقر بولا کہ دس شخص غاصب تھے مثلاً اور میں ... غصب کیے وہ کہتا ہے کہ فقط مقر ہی نے ہزار درم غصب کیے ہیں تو سب ہزار درم مقر ہی کو لازم ہوں گے شارح

کہا متن کے نسخوں میں ادعی الغاصب ہے اور تو معلوم کر چکا ہے کہ مصنف کی شرح کے نسخوں سے یہ عبارت ساقط ہے اور بجائے ادعی الغاصب کے ادعی الطالب

... ہے چنانچہ مجمع کی تعبیر ہے اور مجمع کے شارحوں نے طالب کی شرح مغصوب منہ کی ہے والزمہ زفر بعشرہا اور زفر نے مقر مذکور پر ہزار کا دسواں حصہ لازم

کیا ہے اسواسطے کہ مقر نے ہزار درم کے غصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کی طرف کی ہے تو اسپر بقدر اسکے حصے کے لازم ہوگا قلنا ہذا الضمیر یستعمل

فی الواحد والظاہر انہ یخبر بفعلہ دون غیرہ فیکون قولہ کنا عشرۃ رجوعا فلا یصح ثم لو قال غصبناہ کلنا صح اتفاقا لانہ لا یستعمل فی الواحد ثم زفر

کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ضمیر یعنی متکلم مع الغیر کی ایک متکلم میں بھی مستعمل ہوتی ہے کما قال تعالیٰ انا انزلنا اور ظاہر ہے مقر اپنے فعل کی خبر دیتا ہے

نہ غیر کے فعل کی تو اسکا یہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہے تو صحیح نہ ہوگا ہاں اگر مقر کہتا ہو کہ ہم سب نے ہزار درم کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہوتا

بالاتفاق اسواسطے کہ یہ لفظ واحد میں مستعمل نہیں قال رجل اوصیت لک بثلث مالی الا نصفہ بل لعمرو فالثلث للاول ولیس لعمرو شی وقال زفر

لکل ثلثہ ولیس للاول شی ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال زید کے واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کے واسطے وصیت کی بلکہ بکر کے واسطے وصیت

کی تو اول شخص کے واسطے ثلث مال ہے اور اسکے سوا کسیکو کچھ نہیں اور زفر نے کہا تینوں شخصوں کو تہائی تہائی ملے گا اور زفر نے کچھ نہیں ملے گا قلنا اتفاق الوصیۃ فی الثلث وقد

مسئلہ دین پر قیاس کیا اسئلہ دین یہ ہے کہ اسیطرح تین شخصوں کے واسطے دین کا اقرار کیا تو تینوں کو تہائی تہائی ملیگا قلنا لو وصیت فی الثلث کہا ہیں کہتے ہیں کہ وصیت

اقرہ للاول فاستحقہ فلم یصح رجوعہ بعدہ بذلک الثانی بخلاف الدین لنفاذہ من الکل الکل من المجمع واللہ اعلم ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ

جب اول شخص کے واسطے اقرار کیا ہے تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہو گیا تو بعد اسکے رجوع اقرار دوسرے

شخص کے واسطے وصیت کرنے سے صحیح نہ ہوا بخلاف مسئلہ دین کے کیونکہ نافذ ہونے دین کے کل ترکہ سے ہے یہ سب مسائل مجمع سے منقول ہیں واللہ اعلم

فروع مسائل ... شارح کے اقر بشیء ثم ادعی الخطاء لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناء علی افتاء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع دیانۃ قنیہ

کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطائی الاقرار کا دعوے کیا تو مقبول نہیں مگر جبکہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتوے دینے پر کیا پھر عدم وقوع طلاق ظاہر

ہوا یعنی بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتوے غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیہ ہم اور اگر قاضی کے روبرو طلاق کا اقرار کریگا

توخطاے مذکور میں اسکی تصدیق نہ ہوگی کذا فی الحواشی الاشباہ اقرار المکرہ باطل الا اذا اقر السارق مکرہا فافتی بعضہم بصحتہ ظہیریۃ اقرار نا مکرہ کا باطل ہے

مگر جبکہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضوں نے صحت اقرار کا فتوی دیا ہے کذا فی الظہیریۃ ہم مجتبی اور قہستانی میں ہے کہ صورت

مذکورہ عقوبت سارق کا فتوی نہ دیا جاویگا کیونکہ اور ظلم ہے الاقرار بشیء محال والدین بعد الابراء منہ باطل شیء محال کا اقرار اور دین کا بعد اسکے معاف

کر دینے کے باطل ہے ہم شیء محال کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجھکو زید نے فلانے مہینے میں قرض دیا اور حالانکہ زید اس سے پہلے مرچکا

اور اسکا مجملہ یہ ہے کہ بیع جبکا بالا ذکر ثمن اقرار کیا پھر بیع کا منکر ہو گیا تو اسکا منکر صحیح ہے اسواسطے کہ بیع بلا ثمن باطل ہے علی احد القولین کذا فی ... ہم صورت اسکی یہ ہے

ولیکن بعد ... علی الاشبہ اقرار دین بعد ابراء کے باطل ہے اگرچہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخش دینے کے بعد زوج کو ... نے ... ہے

کہ زوجہ نے اپنا مہر بخش دیا پھر زوج نے ہبہ کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح نہیں اور یہ اسکے مخالف نہیں جو جلد ہذا شارح وہبانیہ ... سے

سے نقل کیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کے ہزار درم کے مہر کا مرض الموت میں اقرار کیا اور مرگیا پھر وارثوں نے گواہ ہو کر ثابت کیا کہ عورت نے ہبہ مہر کر دیا تھی

زوج کی حیات میں تو گواہی مقبول نہیں ہے اسواسطے کہ شاید طلاق بائن اسکے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو مہر کو بیان کرے یعنی فصول عمادی سے معلوم ہوتا ہے کہ اقرار صحیح نہیں اگر بقدر مہر مثل کے ہو شارح نے مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا ہبہ ابراء کے منافی ہے تو اگر زوجہ نے زوج کو مہر سے ابرا کر دے پھر زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی قلم لو ادعی دینا بسبب حادث بعد الابراء العام وانہ اقر بہ لیس ہو ذکرہ المصنف فی فتاواہ قلت ومفادہ انہ لو اقر بقاء الدین ایضا فحکمہ کالاول وہی واقعۃ الفتوے فتامل یعنی اگر دین کا دعوی کرے کسی نئے سبب کی جہت سے بعد ابراء عام کے اور یہ دعوی کرے کہ مدیون نے اسکا اقرار کیا ہے تو اسکو لازم ہوگا یہ مصنف نے اپنے فتاوے میں ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں اور مفاد اسکا یعنے سبب حادث کی قید کا یہ ہے کہ اگر مدیون باقی رہنے اس دین کا بھی جسکا ابراء ہو گیا اقرار کرے تو اسکا حکم مانند اول کے ہے یعنی وہ اقرار باطل ہے سو تامل کر ہم اس عبارت اور عبارت سابقہ میں فرق نہ سمجھے پہلی عبارت میں یوں اقرار کیا کہ فلانے کا مجھ پر اتنا ہے اور دوسری عبارت میں اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجھ پر باقی ہے اور دونوں میں ایک ہی حکم ہے یعنی بطلان کذا فی الطحطاوی والاصل فی المرض احط من فعل الصحۃ مرض کا فعل کمتر ہے صحت کے فعل سے ہم چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور ہبہ مرض الموت میں کمتر ہے صحت کے افعال مذکورہ سے اسواسطے کہ مرض کا اقرار دین بامرض ہے صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مہر مثل سے زیادہ نافذ نہوگا بخلاف صحت کے اور عتق اور ہبہ ثلث مال میں نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال میں نافذ ہے الا فی مسئلۃ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانہ یصح فی المرض لا فی الصحۃ تتمہ وتمامہ فی الاشباہ مرض کا فعل کمتر ہے فعل صحت کے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلہ میں یعنے اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اسکے کہ وقت تولیت نظارت کی اسکے واسطے شرط کی ہو سو یہ تجویز مرض الموت میں صحیح ہے نہ صحت میں کذا فی التتمہ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے وفی الوہبانیۃ شعر اقر بمہر المثل فی ضعف موتہ ٭ فبینتہ الا بیان قبل تہدر ٭ اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی حالت میں تو قبل مرض کے ہبہ مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہے ہم اس مسئلہ کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند ذکر ہوچکا شعر وسناد بیع فیہ للصحۃ قبلن علی الثلث فی الثمن التربیۃ یقدر بیع صحت کی اسناد مرض الموت میں قبول کر اور قبض ثمن میں تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائیگا ہم منتقی میں ہے کہ اگر مرض الموت میں اقرار کیا کہ اس غلام کی میں نے بیع کی فلانے سے حالت صحت میں اور اسکے ثمن پر میں نے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہے تو اسکی تصدیق ہوگی بیع میں اور ثمن میں تصدیق نہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعاینہ شہود ہوگا تو اقرار صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ شعر ولیس بلا تشہد مقر النظارۃ ٭ ولو قال لا تخبر خلاف اسطر ٭ اور اس قول میں مقر نہوگا کہ گواہی نہ دیجیو ہم اسکو بحکم اقرار نہیں شمار کرتے اور اگر یوں کہا کہ خبر نہ دیجیو تو اس میں اختلاف مسطور ہے ہم اگر یوں بولا کہ اسکی گواہی نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو یہ اقرار نہوگا ہزار کا اسواسطے کہ یہ نہی ہے وجوب بالذمہ کی اثبات سے یا کہ نہی بمعنی نفی ہے یعنی تم اسکے گواہ نہیں ہو اور اگر یوں کہا کہ خبر نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو اس میں اختلاف ہے کرخی اور مشائخ بلخ کا یہ مذہب ہے کہ یہ قول اقرار نہیں اور مشائخ بخارا نے کہا حق یہ ہے کہ یہ اقرار ہے قنیہ میں کہا یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی شعر ومن قال ملکی ذا فالذا کان منکرا ٭ ومن قال ہذا لی کسا داخوہ مظہر ٭ اور جسنے کہا کہ میری یہ ملک اس شخص کی مملوک ہے تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہے یعنی اسنے بافعل اسکو ہبہ کیا تو ہبہ بشرائط ہبہ معتبر ہوگی اور اگر یوں بولا کہ یہ چیز اس شخص کی ملک ہے تو وہ مظہر ہے ملک کا یعنی مقر اور مخبر تو اس میں ہبہ کی شرائط معتبر نہیں شعر ومن قال لا دعوے الی الیوم عندہ ٭ فما یدعی من بعد منہا فمنکر ٭ اور جسنے کہا کہ میرا کوئی دعوے نہیں آج کے دن اس شخص سے پھر اسکے بعد جو دعوی کریگا اس دن اور ما تقدم کے دعاوی سے سو اسپر شرع کا انکار ہے یعنے مقبول نہیں ہم اور اگر دعوی کسی سبب حادث ہوگا تو مسموع ہوگا اور اگر بولا کہ میں نے فلانے پر دعوے کرنا چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوے مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی واللہ

اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الصلح

یہ کتاب صلح کے بیان میں ہے صلح کے احکام میں ہم مصالح علیہ اسکو کہتے ہیں جس پر صلح واقع ہو اور مصالح عنہ وہ ہے جس سے صلح ہو مثلاً اگر زید نے کسی پر ایک گائے کا دعویٰ کیا اور اس نے [illegible] درم اور [illegible]
تو یہاں درم مصالح علیہ ہوا اور گائے مصالح عنہ ہو [illegible] ان [illegible] مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہ ہو کہ انکار کرنا اقرار کا [illegible] کا سبب ہو اور [illegible]
صلح کا ہوتا ہے [illegible] اسکا [illegible] صلح کا اسم ہے [illegible] شرعا عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومۃ [illegible] صلح عبارت ہے [illegible] سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت
کرے لیتے ہیں کہ جھگڑے کو شانت و صلح ہو رکنہ الایجاب مطلقا رکن صلح کا ایجاب ہو مطلقا یعنی متعین اور غیر متعین دونوں میں [illegible] طالب کا
[illegible] صلح کو واسطے والقبول فیما یتعین اما فیما لا یتعین کالدراہم فیتم بلا قبول [illegible] اور رکن صلح کا قبول کرنا واسطے متعین اور غیر متعین میں
چنانچہ دراہم میں تو صلح تمام ہو جاتی ہو بدون قبول کے کذا فی العنایۃ اور آگے اسکا بیان آویگا [illegible] صلح بلا قبول [illegible] تمام ہو گی جبکہ [illegible]
صلح شروع کرے [illegible] کہ ایک شخص [illegible] دوسرے [illegible] دم وغیرہ کا دعویٰ کیا [illegible] مدعا علیہ نے [illegible] صلح [illegible] صلح کی [illegible]
مدعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہیں ہے [illegible] مدعی کی جانب سے اور وہ فقط [illegible] سے تمام ہو جاتا ہو کذا فی [illegible] وشرطہ العقل لا البلوغ والحریۃ
اور صلح کی شرط عقل ہو نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فصح من صبی ماذون ان عری عن ضرر بین تو صلح کرنا صحیح ہو [illegible] ماذون کیا [illegible] اگر اسکی صلح
خالی ہو نقصان صریح سے ہم عدم نقصان [illegible] صادق آتا ہو ایک [illegible] نفع ہو دوسری [illegible] نفع ہو نہ ضرر [illegible] مگر [illegible]
ایک آدمی پر دین کا دعویٰ کیا [illegible] صلح کی تو اگر دعویٰ کے گواہ نہوں تو صلح جائز ہو اسواسطے کہ [illegible]
کے کچھ حاصل نہیں اور مال نافع تر ہو خصومت اور جلت سے اور اگر گواہ ہوں تو صلح جائز نہیں ہو واسطے کہ اپنے حق کا [illegible]
نہیں اور جسمیں نہ ضرر ہو نہ نفع اسکی مثال یہ ہو کہ صلح کرے ایک چیز سے بقدر اسکی قیمت کے اور جسمیں نقصان ہو مگر غیر صریح اسکی مثال یہ ہو کہ [illegible] تو غیر کر
کہ یہ جائز ہو اسواسطے کہ اعمال تجارت سے ہو وصح من عبد ماذون [illegible] تو صلح صحیح ہو عبد ماذون اور مکاتب کی [illegible] اگر صلح میں
نفع ہو [illegible] طحطاوی نے [illegible] اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا تاکہ اسکو شامل رہتا جسمیں نہ نفع ہو نہ ضرر یا جسمیں ضرر ہو مگر غیر صریح [illegible]
المصالح علیہ معلوما ان کان یحتاج الی قبضہ اور یہی صلح کی شرط ہو کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہو نہ مجہول اگر قبض مصالح علیہ
کی حاجت ہو [illegible] اور اگر قبض کی حاجت نہو تو معلوم ہونا شرط نہیں چنانچہ ایک [illegible] اپنے حق ہونے کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کی دوکان [illegible]
حق کا دعویٰ کیا اور دونوں نے اسپر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعویٰ ترک کرے تو صلح صحیح ہو اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار نہ بیان کرے اسواسطے کہ ساقط کی جہالت
باعث نزاع نہیں کذا فی الدرر وکون المصالح عنہ حقا یجوز الاعتیاض عنہ ولو کان غیر مال کالقصاص والتعزیر اور یہ شرط ہو کہ مصالح عنہ ایسا حق ہو کہ
عوض لینا اور اسکی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہو چنانچہ قصاص اور تعزیر [illegible] حق سے مراد یہ ہو کہ مصلح کا حق ہو ثابت نہ [illegible] خدا کا حق تو اگر
مطلقہ اپنے زوج پر دعویٰ کرے کہ جو لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہو وہ اسکا ہو زوج مدعا علیہ سے سو زوج نے اسکو کچھ دیکر صلح کی کہ وہ اپنا دعویٰ ترک
کرے تو یہ صلح باطل ہو اسواسطے کہ نسب حق صغیر ہو نہ حق زوجین تو عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہیں اور تعزیر سے مراد وہ ہو جو حق العبد
چنانچہ سوائے قذف کے یعنی سب و شتام سے صلح کرنا اور جو تعزیر کہ حق اللہ ہو جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو ظاہر اصلح جائز نہیں اور یہ مسئلہ [illegible]
کذا فی الطحطاوی معلوما کان المصالح عنہ او مجہولا خواہ مصالح عنہ معلوم ہو یا مجہول [illegible] مجہول ہونے کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے کچھ مال غیر معین کا دعویٰ
پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر صلح کی تو صحیح ہو لا یصح لو المصالح عنہ مما لا یجوز الاعتیاض عنہ وبینہ بقولہ کحق شفعۃ وحد قذف وکفالۃ بنفس [illegible]
اگر مصالح عنہ اس قسم سے ہو جسکا عوض لینا اور بدلائی جائز نہیں اور اسکو مصنف نے اپنے قول سے بیان کیا چنانچہ حق شفعہ و حد قذف

اور حاضر ضامنی ہو اسکی بدلائی صحیح نہین ہم اگر مشتری صلح کرے شفیع سے بعوض اس شئ کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہے کسی شئ پر اس شرط پر
کہ مشتری کو تسلیم کرے تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق نہین محل یا یہ بلکہ حق شفعہ عبارت ہے ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھ قیمت نہین تو
بمقابلہ اسکے مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہے حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کرے
تو جائز ہے اور یہ ہبات ہے بعض دین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہے اور صلح حد قذف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھ مال
دیکر صلح کی کہ وہ معاف کر دے تو صلح بھی جائز نہین اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ اسمین حق العبد ہے لیکن حق اللہ اسمین غالب ہے اور ملحق بالمعدوم ہے اور اسیطرح
حد سرقہ سے صلح جائز نہین اسطرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا اسواسطے کچھ مال دیکر صلح کی کہ اسکو حاکم کے پاس نیجاوے اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہے اور
اسی طرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ویبطل بہ الاول والثالث وکذا الثانی لو قبل الرفع للحاکم اور باطل ہوتا ہے صلح
سے اول و ثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسیطرح ثانی یعنی قذف بھی باطل ہو جاتی ہے صلح سے اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہوا ہو اور حد زنا
و شرب مطلقا صلح صحیح نہین حد زنا اور شرب خواری سے مطلقا خواہ حاکم کے پاس اسکی نالش کی ہو یا نہ کی ہو ہم قاضی خان نے کہا ایک مرد نے
دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اسکے زوج کو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر تاکہ وہ معاف کر دے تو یہ باطل ہے اور عفو کرنا اسکا باطل ہے اور حاکم شارب خمر
سے صلح کرے کچھ مال لیکر اور معاف کر دے تو صحیح نہین اور اسکا پھیر دینا چاہیے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہی کذا فی الطحطاوی وطلب الصلح کاف عن القبول
من المدعی علیہ ان کان المدعی بہ مما لا یتعین بالتعیین کالدراہم والدنانیر وطلب الصلح علی ذلک لانہ اسقاط للبعض وہو یتم بالمسقط وحدہ یعنی طلب صلح کا
یعنی مدعا علیہ کی جانب سے کافی ہے مدعا علیہ کے قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعوی کیا اس قسم سے ہو کہ تعیین سے متعین نہین ہوتی چنانچہ دراہم
اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط بعض حق ہے مدعی کی جانب سے اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہے ہم طحطاوی نے کہا شارح کے اس قول کی کہ وطلب
الصلح علی ذلک کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ خود متن مین موجود ہے انتہی لہذا مترجم نے تکرار بیفائدہ جان کر اسکا ترجمہ نہ کیا وان کان مما یتعین بالتعیین
فلا بد من قول المدعی علیہ لانہ کالبیع ہے اور اگر مدعا بہ اس قسم سے ہو کہ متعین ہو جاتا ہے تعیین کرنے سے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہے
اسواسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت مین بیع کے مانند ہے ہم اور بیع مین ایجاب اور قبول ضرور ہے اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ بیچ اور بائع کہے
کہ مین نے بیچا تو قول مشتری کافی نہین قبول سے وحکمہ وقوع البراۃ عن الدعوی ووقوع الملک فی مصالح علیہ وعنہ لو مقرا اور حکم اسکا یعنی اثر
مترتب صلح کا واقع ہونا برات کا ہے دعوی سے اور واقع ہونا شئی کی ملک کا ہے مصالح علیہ مین اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہے مصالح عنہ مین اگر مدعا علیہ
مدعی کے دعوی کا مقر ہے ہم اقرار مصالح عنہ کی ملک کی قید ہے اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونون مین برابر ہے وہو صحیح مع اقرار او سکوت او انکار
اور صلح صحیح ہے مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ ہم صلح جائز ہے بدلیل قول حق تعالی (والصلح خیر) اور حدیث مین وارد ہے کہ ہر صلح جائز ہے
فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہرا دے انتہی اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح نہین
جو حرام کو حلال کر دے کذا فی الطحطاوی فالاول حکمہ کبیع ان وقع عن مال بمال وحینئذ فتجری فیہ احکام البیع کالشفعۃ والرد بعیب وخیار رویۃ وشرط
سو اول یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت مین تو صلح مین بیع کے احکام جاری ہونگے
چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب اور خیار رویت اور خیار شرط ہم اگر صلح واقع ہوئی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونون گھرون مین شفعہ واجب
ہوگا اور رد بالعیب اس طرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اسمین مدعی عیب پاوے تو اسکو پھیر دینا جائز ہے اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو نہین دیکھا
تو دیکھنے بعد پھیر سکتا ہے اور یہی حکم ہے مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح مین اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن کا خیار شرط کرے تو صحیح ہے

ولیفسدہ جہالۃ البدل المصالح علیہ لا جہالۃ المصالح عنہ لانہ یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہے غیر معلوم ہونا بدل یعنی مصالح علیہ کا نہ مجہول ہونا مصالح عنہ کا اسواسطے کہ وہ ساقط ہوجاتا ہے یعنی مدعا علیہ کے ذمہ سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں ہوتی وشرط القدرۃ علی تسلیم البدل اور شرط ہے قادر ہونا مدعا علیہ کا بدل کے تسلیم کرنے پر حلبی نے کہا یہ جہالت الخ بجائے تعلیل واقع ہوا ہے اسکا عطف لیسقط پر صحیح نہیں انتہی یعنی جہالت بدل اسواسطے مفسد ہے کہ تسلیم بدل پر قدرت شرط ہے اور قدرت وصورت جہالت متصور نہیں وما استحق من المدعی ای المصالح عنہ یرد المدعی حصتہ من العوض ان کلا فکلا او بعضا فبعضا اور جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ سے مستحق مالک غیر نکلا القدر اسکے حصے کے مدعی عوض سے یعنی بدل صلح سے پھیردے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھیردے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھیردے وما استحق من البدل یرجع المدعی بحصتہ من المدعی کما ذکرنا لانہ معاوضۃ وہذا حکمہا اور جسقدر بدل یعنی مصالح علیہ سے مستحق مالک غیر نکلے بقدر اسکے مصالح عنہ مدعی پھیرلے جس طرح ہمنے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلا تو کل پھیرلے اور اگر بعض نکلا تو بعض پھیرلے اسواسطے کہ صلح درحقیقت معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے وحکمہ کالاجارۃ ان وقع الصلح عن مال بمنفعۃ کخدمۃ عبد وسکنی دار فیشترط التوقیت ان احتیج الیہ والا لا کصبغ ثوب اور صلح کا حکم اجارے کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے جیسے خدمت غلام اور سکونت دار تو منفعت کی مدت مقرر کرنا شرط ہوگا اگر توقیت کی حاجت ہو اور نہیں تو نہیں کپڑا رنگانے کے مانند جو توقیت کی محتاج نہیں اجیر خاص میں جیسے خدمت عبد اور سکونت دار اور اجیر مشترک میں حاجت توقیت کی نہیں جیسے صبغ ثوب اور رکوب دابہ وزرع ارض معین کے لئے اور حمل طعام مکان معلوم تک وبطل بموت احدہما وہلاک المحل فی المدۃ اور باطل ہوتی ہے صلح دونوں میں سے ایک کی موت سے اور محل منفعت کے ہلاک ہوجانے سے مدت اندر یعنی قبل استیفاء منفعت بلا کی محل سے باطل صلح ہے اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو باقی میں صلح باطل ہوگی اور یہ قول ہے محمد کا پھر اصحاب متون نے اسکو ذکر کیا کذا فی الطحطاوی وکذا لو وقع عن منفعۃ بمال او بمنفعۃ عن جنس آخر ابن کمال لانہ حکم الاجارۃ اور اسیطرح صلح کا حکم ہے اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت بعوض مال کے یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم کی نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہے اجارہ کا اور درصورت اختلاف جنس منفعت صلح جائز ہے جیسے صلح کرنا دعوی سکنے دار سے غلام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہیں اسواسطے کہ اجارہ منفعت کا متحد الجنس منفعت سے جائز نہیں اسیطرح صلح بھی جائز نہیں کذا فی الحلبی والاقرار ای الصلح بسکوت وانکار معاوضۃ فی حق المدعی وفداء یمین وقطع نزاع فی حق الآخر اور پچھلی دونوں قسمیں یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلا ہی مدعی کے حق میں اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہے دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق میں اما مدعی کے حق میں معاوضہ اسواسطے ہے کہ وہ اپنے گمان میں اپنے حق کا عوض لیتا ہے اور مدعا علیہ کے حق میں بدلا قسم اور قطع نزاع کا اسواسطے ہے کہ اگر صلح نہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا ہوتا وحینئذ فلا شفعۃ فی صلح عن دار مع احدہما ای سکوت او انکار اور اسوقت میں تو شفعہ نہیں اس صلح میں جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت یا انکار کے ساتھ ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اسکے گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر گھر سے صلح کر لی تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہ ہے کہ میں اپنے گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کیے اور یہ اسکا گمان نہیں کہ میں نے گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زعم اسکو لازم نہیں کذا فی الدر لکن للشفیع ان یقوم مقام المدعی فیدلی بحجتہ فان کان للمدعی بینۃ اقامہا الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعۃ لان باقامۃ الحجۃ تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو لم یکن لہ بینۃ فحلف المدعی علیہ فنکل ثبت نکولہ لیکن درصورت مذکورہ شفیع کو جائز ہے کہ مدعی کے قائم مقام ہوجاوے اثبات دعوے میں اور اپنے مطلب کا وسیلہ پکڑے مدعی کی حجت سے اگر مدعی کے ثبوت دعوی کے گواہ ہوں گو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اسواسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ تحقیق صلح بمعنی بیع کے تھی اور اسیطرح شفعہ ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہوں اور قسم کے

شفیع مدعا علیہ سے سودہ قسم کھا لیگا کذا فی الشرنبلالیۃ وتجب فی صلح وقع علیہا بصلح او باقرار لان المدعی یاخذہا عوضا عن المال فیؤاخذ بزعمہ اور شفعہ
واجب ہی اس صلح میں جو واقع ہوئی ہی گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اسواسطے کہ مدعی گھر لیتا ہی بعوض مال کے تو شفیع اس سے مواخذہ کرے بموجب
اسکے گمان کے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کرلی تو اسمین شفعہ واجب ہوگا
بموجب زعم مدعی وما استحق من المدعی رد المدعی حصتہ من العوض ورجع بالخصومۃ فیہ فیخاصم المستحق لخلو العوض عن الغرض اور سکوت
یا انکار کی صلح کی صورت میں جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اسکے حصہ کے مدعی عوض سے پھیر دے مدعا علیہ کو اور بقدر حصہ
میں خصومت کیطرف رجوع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے یعنی مدعا علیہ نے عوض اسلئے دیا تھا کہ خصومت مدعی
دفع ہو اور مصالح عنہ اسکے ہاتھ میں باقی رہے بلا خصومت مدعی کے پھر وہ جب غیر کا ہوا کہ ٹھہرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت
بیجا نہ تھی تو وہ مدعی سے عوض پھیر لیگا کذا فی الدرر وما استحق من البدل رجع الی الدعوی فی کلہ او فی بعضہ اور جسقدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو
مدعی دعوی کی طرف رجوع کرے کل مدعا میں یا بعض میں یعنی اگر تمام بدل میں استحقاق ہو تو کل مصالح عنہ کا دعوی کریگا اور اگر بعض میں ہی تو بعض میں دعوی کرے
اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بہ رجع بالمدعی نفسہ لا بالدعوی لان اقدامہ علی المبایعۃ اقرار بالملکیۃ عینی وغیرہ یعنی رجوع الی الدعوی در صورت
استحقاق بدل اسوقت ہی جبکہ صلح بلفظ بیع نہ واقع ہوئی ہو اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پھیرلے رجوع الی الدعوی کی
کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مدعا علیہ ساکت یا منکر کی پیش قدمی مبایعت پر مالکیت مدعی کا اقرار ہی چنانچہ عینی وغیرہ میں ہی وہلاک البدل کلا او بعضا
قبل التسلیم الی المدعی کاستحقاقہ کذلک فی الفصلین ای مع اقرار او مع سکوت وانکار اور ہلاکی بدل قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہی
اسی طرح دونوں فصلوں میں یعنی صلح مع الاقرار میں یا صلح مع السکوت والانکار میں ہم یعنی اگر صلح مع الاقرار ہوا اور بدل ہلاک ہو قبل تسلیم کے تو
مدعی مصالح عنہ کو پھیرلے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعوی کی طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہی تو بقدر ہلاکی صلح باطل ہوگی اور
باقی میں رہیگی کذا فی المنح وہذا لو البدل مما یتعین والا لم یبطل بل یرجع بمثلہ عینی اور یہ یعنی ہلاکی بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اسوقت ہی جبکہ بدل
اس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہی تعیین سے اور اگر متعین نہوتا ہو چنانچہ کیلی اور وزنی تو صلح باطل نہوگی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پھیرلے مدعا علیہ سے
کذا فی العینی صالح عن کذا نسخ المتن والشرح وصوابہ علی بعض ما یدعیہ ای عین یدعیہا لجوازہ فی الدین کما یجی فلو ادعی علیہ دارا فصالحہ علی بیت معلوم
منہا فلا یصح غیر صحیح قہستانی لم یصح لان ما قبضہ من عین حقہ صلح کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہیں اسواسطے کہ جسپر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اسکا
حق ہی یعنی بعض حق ہی عین کی قید اسواسطے لگائی کہ دین کے دعوے میں بعض دین پر صلح کرنا جائز ہی چنانچہ آگے آویگا تو اگر ایک شخص نے دوسرے
شخص پر گھر کا دعوے کیا سو مدعا علیہ نے اس سے صلح کی اس گھر کی ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہیں اور اگر اس گھر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو
صحیح ہی کذا فی القہستانی شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں صالح عن بعض ما یدعیہ ہی اور صحیح عبارت یوں تھا کہ صالح علی بعض ما یدعیہ وحیلۃ صحتہ
ما ذکرہ بقولہ الا بزیادۃ شیء آخر کثوب ودرہم فی البدل فیصیر ذلک عوضا عن حقہ فیما بقی اور بعض عین مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہی جسکو مصنف نے
اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہیں مگر بدل میں کوئی دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درم کے زیادہ کرنے سے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائیگی
مدعی کے باقی حق سے ہم مثلاً گھر کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے اس گھر کی ایک کوٹھری اور چار درم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہی اسواسطے کہ کوٹھری کے سوا
جو مدعی کا حق گھر میں باقی رہا اسکے عوض میں درم یا کپڑا ہو گیا او یلحق بہ الابراء عن دعوی الباقی یا صلح بعض مدعا بہا سے ابرا ملحق کیا جاوے
باقی کے دعوے سے ہم یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہ ہی کہ گھر کے دعوے میں ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوے سے

ابراء کردے لکن ظاہر الروایۃ الصحۃ مطلقا شرنبلالیۃ ومشی علیہ فی الاختیار وعزاہ فی الغرر للبزازیۃ وفی الجلالیۃ لشیخ الاسلام وجعل ما فی المتن روایۃ
ابن سماعۃ لیکن ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ بعض عین کا دعوی ہو پر صلح صحیح ہے مطلقا خواہ حیلہ مذکور کرے یا نکرے کذا فی الشرنبلالیہ اور اسی پر چلا ہے صاحب اختیار
اور منسوب کیا ہے اس قول کو غرر میں بزازیہ کی طرف اور جلالیہ میں شیخ الاسلام کی طرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹھہرایا ہے ہم ظاہر الروایۃ پر
یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ بعض عین کا دعوی تھا پھر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقا حالانکہ اس سے لازم آتی ہے براءت باقی عین سے اور فقہا کا قول یہ ہے کہ ابراء اعیان
سے باطل ہے تو یہ اسکا مقتضی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہو اور حیلہ ضرور ہو ابن سماعہ کے بھی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہے اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ
قول میں دیا ہے وقولہم الابراء عن الاعیان باطل معناہ بطل الابراء عن دعوی الاعیان لم تصر ملکا للمدعی علیہ ولذا لو ظفر بتلک الاعیان حل لہ اخذہا
لکن لا تسمع دعواہ فی الحکم اور فقہا کا یہ قول کہ ابراء کرنا اعیان سے باطل ہے مطلب اسکا یہ ہے کہ دعوی اعیان سے ابراء باطل ہے اور اعیان اس ابراء سے
مدعا علیہ کے مملوک نہیں ہو جاتے ہیں اور اسی واسطے اگر مدعی ان اعیان کو جنسے ابراء کر چکا ہے پایا تو اسکو انکا لینا جائز ہے لیکن اسکا قاضی کے حکم میں دعوی
مسموع نہوگا ہم کہتے ہیں مناسب یہ تھا کہ شارح یوں کہتا بطل الابراء عن الاعیان اور دعوی الاعیان نہ کہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابراء صحیح ہے چنانچہ مذکور ہوگا
خلاصہ جواب یہ ہے کہ بطلان براءت عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ ابراء سے اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہو جاتے ہیں تو مدعی کو اسکا لینا حلال ہے اگر
پا جاوے اور بطلان مذکور کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا بعد الابراء صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وان الصلح علی بعض الدین یصح ویبرأ عن
دعوی الباقی ای قضاء لا دیانۃ فلو ظفر بہ اخذہ قہستانی وتمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور بعض دین پر صلح کرنا صحیح ہے
اور مدعا علیہ بری الذمہ ہو جائیگا باقی دین سے یعنے قضاء بری ہوگا نہ دیانۃ تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جاوے تو اسکو لے لیگا اور پورا بیان
اسکا اشباہ کے احکام دین میں ہے اور اسکو ہمنے شرح ملتقی میں محقق بیان کیا ہے ہم اشباہ کا حاصل مضمون یہ ہے کہ ابراء متعلق باعیان یا دعوی اعیان
ہے اور دوسرا تو بلا خلاف مطلقا صحیح ہے یا متعلق بنفس اعیان ہے تو اگر اعیان مغصوب ہالک ہوں تو بھی ابراء صحیح ہے دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود ہوں
تو براءت عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ اسکے تاوان سے براءت صحیح ہے اگر ہلاک ہو جائیں تو اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہو جائینگے کہ انپر ضمان نہیں بلا تعدی
سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو براءت صحیح نہیں دیانۃ یعنی کہ جب انکو پا جاوے تو انکو لے مگر قضاء براءت صحیح ہے ہم تو قاضی مدعی کا دعوی بعد براءت کے نہ سنیگا
اور دین کے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقی میں ہے کذا فی الطحطاوی وصح الصلح عن دعوی المال مطلقا ولو باقرار او بمنفعۃ اور صحیح ہے صلح مال کے دعوی
مطلقا اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنی بعوض منفعت دعوے مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح مستاجر سے جبکہ موجر اجارے کا یا مدت یا
اجرت کا منکر ہو وعن دعوی المنفعۃ ولو بمنفعۃ عن جنس آخر اور صلح صحیح ہے منفعت کے دعوے سے اگرچہ صلح بعوض دوسری قسم کی منفعت سے ہو
کما مر وعن دعوی الرق اور صلح صحیح ہے دعوی رق سے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوے کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور اسنے کچھ مال دیکر
صلح کی تو صحیح ہے وکان عتقا علی مال ویثبت الولاء لو باقرار والا لا الا ببینۃ درر اور صلح مذکور آزادی بعوض مال ٹھہریگی اور مدعی کا ولا
ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی ہو اور اگر اقرار سے نہو بلکہ سکوت یا انکار مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہوگا مگر گواہوں
کذا فی الدرر قلت ولا یعود بالبینۃ رقیقا وکذا فی کل موضع اقام بینۃ بعد الصلح لا یستحق المدعی لانہ باخذ البدل باختیارہ نزل بائعا فلیحفظ میں کہتا ہوں
اور بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہو جائے گا اور اسی طرح ہر جگہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ مدعی
باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹھہرا دیا گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے وعن دعوی الزوج النکاح علی غیر مزوجۃ اور صلح صحیح ہے دعوی نکاح زوج
سے غیر منکوحہ پر یعنے غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا دعوے کیا اور اس عورت نے کچھ دیکر صلح کر لی تو صحیح ہے اور اگر اسکا زوج ثابت ہوگا

تو نکاح مدعی کا ثابت ہوگا تو خلع بھی صحیح ہوگا وکان خلعا والا فلیس بواجب باطلا اور مدعی نکاح کے حق میں بدل صلح بدل خلع ٹھہرے گا اور مدعی کو حلال ہوگا اگر
وہ دعوے نکاح میں کاذب ہوگا صحیح عدم حلت بدل اس صورت میں مخصوص نہیں بلکہ ہر مدعی کاذب کی صلح میں یہ حکم جاری ہو کذا فی المحیط ولو ادعی لیا
الزوج بعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہوگا بواسطہ عدم دخول کے ولو ادعت المراۃ فصالحہا لم یصح وقایہ و نقایہ وغرر و ملتقی و صحح فی المجتبیٰ
والاختیار صحۃ الصلح فی درر البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوے کیا اور مرد نے کچھ مال دیکر صلح کر لی عورت سے تو صلح صحیح نہوگی کذا فی الوقایۃ
والنقایۃ والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتبیٰ اور اختیار میں اور صحت صلح کی تصحیح کی ہے درر البحار میں وان قتل العبد الماذون له رجلا
عمدا لم یصح صلحه عن نفسه لانه لیس من تجارته فلم یلزم المولی لکن یسقط به القود ویواخذ بالبدل بعد عتقه اور اگر عبد ماذون له فی التجارۃ نے ایک
مرد کو عمدا قتل کیا تو اسکا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی جان کے بچانے کے واسطے جائز نہیں اسواسطے کہ صلح مذکور تجارت کے باب سے
نہیں تو مولا اسکے ہونے پر لازم نہوگی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہو جائیگا اور بدل صلح کا مواخذہ اس سے ہوگا بعد اسکے
آزاد ہونے کے وان قتل عبد له ای للماذون رجلا عمدا وصالحه الماذون صح لانه من تجارته اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو
عمدا مار ڈالا اور ماذون نے اپنے غلام کی طرف سے صلح کر لی اولیا سے مقتول سے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ اسکے تجارت کے باب سے ہے یعنی
اسواسطے کہ استخلاص اسکا اسکی خریداری کے مانند ہے تو جیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کر کے اسکی جان بچانا بھی جائز ہے والمکاتب
کالحر اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہے جواز صلح میں اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ مولے کے تصرف سے خارج ہے والصلح عن المغصوب الہالک علی
اکثر من قیمته قبل القضاء بالقیمة جائز کصلحه بعرض اور صلح کرنا مغصوب ہالک سے اکثر پر اسکی قیمت سے قیمت کے حکم ہونے سے پہلے جائز ہے جیسے مغصوب کا
صلح بعوض اسباب کے صحیح ہے مثلا ایک شخص نے دوسرے کا غلام جسکی قیمت ہزار ہے غصب کیا اور وہ غلام مرگیا پھر ہنوز قاضی نے اسکی قیمت دینے کا
حکم نہیں دیا کہ غاصب نے دو ہزار دیکر اسکے مالک سے صلح کر لی تو یہ جائز ہے امام کے نزدیک جیسے اسباب دیکر صلح جائز ہے خواہ اسکی قیمت کم ہو یا زیادہ فلا تقبل
بینة الغاصب بعدہ ای بعد الصلح علی ان قیمته اقل مما صالح علیه جب مغصوب ہالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ
اسپر کہ قیمت مغصوب کی کمتر ہے مصالح علیه سے مقبول نہیں ولا رجوع للغاصب علی المغصوب منه بشیء کما لو تصادقا بعدہ انها اقل صح اور غاصب کو کوئی
چیز پھیر لینا جائز نہیں مغصوب منه سے جیسے کہ رجوع نہیں اگر دونوں بعد صلح کے اتفاق کریں اسپر کہ قیمت کمتر ہے مصالح علیه سے کذا فی البحر
ولو اعتق موسر عبدا مشترکا فصالح الموسر الشریک علی اکثر من نصف قیمته لا یجوز لانه مقدر شرعا فبطل الفضل اتفاقا اور اگر
مالدار نے مشترک غلام آزاد کیا پھر مالدار نے اپنے شریک سے غلام کی قیمت نصف سے زیادہ پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے کہ عتق میں قیمت شرعا
مقدر او منصوص علیه ہے تو قیمت پر زیادتی باتفاق امام اور صاحبین کے باطل ہے وکالصلح فی المسئلة الاولی علی اکثر من قیمة المغصوب بعد القضاء
بالقیمة فانه لا یجوز لان تقدیر القاضی کالشارع چنانچہ مسئلہ اولی میں مغصوب کی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہیں ہے اسواسطے کہ
قاضی کا قیمت کرنا شارع کے ٹھہرانے کے مانند ہے یعنی اسواسطے کہ قاضی اجراء احکام شرعیہ میں شارع کا نائب ہے واللہ تعالی اعلم وکذا لو صالح بعرض صح وان
کانت القیمة اکثر من قیمة المغصوب لعدم الربوا اور ایسے ہی اگر صلح کرے بعوض اسباب کے تو صلح صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت مغصوب
ہالک سے زیادہ ہو بسبب عدم ربوا کے اسواسطے کہ ربوا متحقق نہیں ہوتا ہے در صورت اختلاف جنس کے وصح فی الجنایة العمد مطلقا ولو فی النفس مع
الاقرار باکثر من الدیة والارش او باقل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہے جنایت عمد میں مطلقا اگرچہ صلح قتل نفس میں ہو اقرار کے ساتھ اکثر دیت اور
ارش سے یا کمتر سے بواسطہ عدم ربوا کے عمد میں مطلقا صلح درست ہے خواہ عمد نفس میں ہو خواہ مادون نفس میں خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے

الا فی قلت او کثرت اسواسطے کہ ربوا نہیں کہ جنایت عمد مین قصاص واجب ہوا ور قصاص مال نہیں تو ربوا اسمین متحقق نہین وفی الخطاء کذالک لا تصح الزیادۃ لان

الدیۃ فی الخطاء مقدرۃ حتی لو صالح بغیر مقادیرہا صح کیف کان بشرط المجلس لئلا یکون دینا بدین اور جنایت خطا مین اسی طرح یعنی اگرچہ خطا نفس مین ہو

اقرار کے ساقط دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہین اسواسطے کہ خطا مین دیت شرعا معین اور مقرر ہے تو اگر مقادیر دیت کی مغایر سے صلح کی تو صحیح ہے جس طرح

کہ ہو خواہ کم خواہ زیادہ تا افتراق عن الدین بالدین نہو دین اول سے دیت مراد ہے اور ثانی سے مصالح علیہ ہے خطا کی دیت شرع مین سو اونٹ

یا ہزار دینار یا دس ہزار درم مقرر ہے تو اسمین زیادہ کر نا بطریق صلح کے مثلا دو سو اونٹ یا دو ہزار دینار یا بیس ہزار درم پر جائز نہین جیسے غبن فاحش

جنس مین سے اکثر پر صلح جائز نہین اور اگر مقادیر ثلثہ مذکورہ کے مغایر سے صلح ہو جیسے اونٹ کے سوا اور حیوانات پر یا اور اسباب پر بشرط مجلس

مجلس جائز ہو وتعیین القاضی احد ہا یصیر غیرہ کجنس آخر او مقادیر ثلثہ مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کر دینے سے اسکے سوا اور مقدار دوسری

جنس کی مانند ہو جاتی ہے یعنی اگر قاضی نے مثلا دیت خطا میں فقط اونٹ کا حکم دیا ہے تو بعد اسکے مقادیر دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ کر کے مثلا

دو سو دینار سے یا بیس ہزار درم پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے کہ اونٹ مین بحکم قاضی حق متعین ہو گیا تو دینار اور درم اسکے مغایر جنس سے دوسری جنس کی مانند ہو

حمل علی المعاوضۃ ممکن ہو گیا کذا فی البحر ولو صالح علی خمر فسد فتلزم الدیۃ فی الخطاء ویسقط القود ولو اسم ایسے ہی المختار اور اگر صلح کی شراب پر تو صلح فاسد

ہو تو اسپر خطا کی دیت لازم ہو گی اور قصاص ساقط ہو گا یعنی عمد میں کیونکہ اس نے کسی چیز پر جس کی وہ قیمت کہا ہے کذا فی الاختیار وکل یعنی

بالصلح عن دم عمد او علی بعض دین یدعیہ علی آخر من مکیل وموزون لزم بدلہ الموکل لانہ اسقاط فکان الوکیل سفیرا وکیل کیا کسی نے کسی کو

قتل عمد کی صلح کرنے کا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہے دوسرے شخص پر جیسے مکیل وموزون کے تو بدل صلح کا موکل کو لازم ہو گا

کہ وہ اسقاط ہے یعنی اسقاط قصاص ہے قاتل سے یا اسقاط بعض دین ہے مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ہے ہو اسلئے کہ عاقد ہم ہو اس صورت مین چونکہ وکیل

قاتل کی طرف سے صادر ہو ورثہ ولی مقتول کی طرف سے کیونکہ وہ اخذ ہے تو اسکو یون نہین کہ سکتے کہ بدل صلح اسکو دینا لازم ہو اور اس طرح سے اور دین مدعا علیہ

مدعی کی طرف سے تو کیل جائز نہین اسواسطے کہ یہ بھی موکل ہے تو بدل صلح اسکو کیونکر لازم ہو گا تو یہ بات کہ یون کہنا بہتر تھا اور علی بعض دین یدعیہ

آخر کذا فی الطحاوی الا ان یضمنہ الوکیل فیواخذ بضمانہ کما او وقع الصلح من الوکیل عن مال بمال عن اقرار فیلزم الوکیل لانہ حینئذ کبیع

یہ وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہو گا اپنے ضامن ہونے کے سبب نہ وکیل ہونے سے چنانچہ اگر صلح واقع ہو وکیل کے دعوی مال سے مال پر

مال کے موکل کے اقرار سے تو بدل صلح وکیل کو لازم ہو گا اسواسطے کہ صلح اسوقت بیع مین بیع کے مانند ہے یعنی اور بیع مین وکیل کی طرف حقوق راجع ہوتے ہین

اما اذا کان عن انکار لا یلزم الوکیل مطلقا بحر و درر اور اگر صلح ہو انکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح وکیل کو مطلقا لازم نہین کذا فی البحر والدرر

صالح عنہ فضولی بلا امر صح ان ضمن

ہم مطلقا وکیل کو لازم نہین خواہ صلح دم عمد مین ہو خواہ دین مین خواہ اسکے غیر مین کذا فی الطحاوی

المال او اضاف الصلح الی مالہ او قال علی ہذا او کذا وسلم المال صح وصار متبرعا فی الکل الا اذا ضمن بامرہ غرمی زادہ مصالحہ کیا

فضولی نے مدعا علیہ کی جانب سے بدون اسکے امر کے تو صلح صحیح ہے اگر فضولی مال کا ضامن ہو یا صلح یعنی بدل صلح کو اپنے مال کی طرف نسبت

کرے یا یون کہے نقد یا جنس کی طرف اشارہ کرکے کہ صلح کرتا ہون اسپر یا یون بولا کہ اتنے پر مثلا ہزار پر یا اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہے اور

فضولی متبرع ہو جائیگا سب صورتون مین مگر جبکہ ضامن ہو مدعا علیہ کے امر سے تو متبرع نہوگا کذا فی غرمی زادہ ہم اضافت الی مالہ کی صورت

یہ کہ فضولی یون کہے کہ مین نے صلح کی تجھ سے ہزار درم پر اپنے مال سے یا اپنے فلانے غلام پر اور تسلیم مال چوتھی شق کی قید ہے والا یسلم فی الصورۃ

الرابعۃ فہو موقوف فان اجازہ المدعی علیہ جاز ولزمہ البدل والا بطل اور اگر مال تسلیم نہ کرے چوتھی صورت مین تو صلح موقوف ہے سوا اگر مدعا علیہ

صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہے اور اسکو بدل صلح لازم ہے اور اگر جائز نہ رکھے تو صلح باطل ہو والخلع فی جمیع ما ذکرنا من احکام الخمسۃ کالصلح اور
خلع جمیع مذکورات میں احکام خمسہ مذکورہ صلح کے مانند ہے ہم یعنی جبکہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کیطرف سے بعوض مال کے تو اگر فضولی بدل خلع کا ضامن ہو یا اسکو اپنے
مال کی طرف نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہے اور فضولی کو بدل لازم ہے اور وہ متبرع ہے اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہے ورنہ عورت کی اجازت پر
موقوف ہے ادعی وقفیۃ دار ولا بینۃ له فصالحه المنکر لقطع الخصومۃ جاز وطاب له البدل لو صادقا فی دعواه وقیل لا قاله صاحب الاجناس لان بیع الوقف لا یصح
لانہ بیع معنی وبیع الوقف لا یصح ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونے کا دعوی کیا اور مدعی کے گواہ نہیں پھر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصومت کے واسطے
اس سے صلح کر لی تو جائز ہے اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہے اگر وہ اپنے دعوی میں سچا ہو اور بعضوں نے کہا قائل اس قول کا صاحب اجناس
ہے کہ بدل مذکور حلال نہیں اسواسطے کہ یہ صلح حقیقت میں بیع ہے اور بیع وقف کی صحیح نہیں کل صلح بعد صلح فالثانی باطل جو صلح کہ بعد صلح کے ہو
تو دوسری صلح باطل ہے ہم صلح ثانی اسوقت باطل ہے کہ علی سبیل الاسقاط ہو اور جبکہ عوض پر صلح ہو پھر دوسری عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہے
اور اول صلح فسخ ہو جائیگی مانند بیع کے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وکذا النکاح بعد النکاح والحوالۃ بعد الحوالۃ والصلح بعد الشراء اور ایسے ہی نکاح بعد
نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل ہے ہم مسئلہ نکاح خلافی ہے جامع الفصولین میں ہے کہ ایک عورت سے نکاح کیا مہر ہزار درم پھر اس سے نکاح دو ہزار
کے مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہوگا اور بعضوں نے کہا ہزار کا مہر ثابت ہوگا انتہی اور قنیہ میں ہے کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر میں نکاح کیا تو دونوں
مہر ثابت ہیں قول اصح میں کذا فی حاشیۃ الاشباہ للحموی اور صلح بعد شرا کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر دوسرے سے مول لیا پھر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ
گھر میری ملک ہے سو بائع نے اس سے صلح کی تو یہ صلح باطل ہے بسبب تناقض کے اسواسطے کہ اقدام مشتری کا خرید پر ملک بائع کی دلیل ہے پھر دعوی اور صلح بعد اسکے
صریح تناقض ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر خریداری بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہے اور صلح باطل ہے کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عقد اعید
فالثانی باطل الا فی ثلث مذکورۃ فی بیوع الاشباہ الکفالۃ والشراء والاجارۃ فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہ ہے کہ جو عقد کہ
دوسری بار منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہے مگر تین عقدوں میں جو اشباہ کی کتاب البیوع میں مذکور ہیں عقد ثانی باطل نہیں یعنی عقد کفالت اور عقد شرا اور
عقد اجارہ تو انکی طرف مراجعت کرنا چاہیے ہم تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پھر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہے اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ
نہوگا چنانچہ خانیہ میں ہے اور شرا بعد شرا جبکہ ثمن اول کے مغائر ہو اسطرح کہ اس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی معتبر ہوگا اور اگر عقد ثانی ثمن اول کے
برابر ہو تو اول فسخ نہوگا والاجارۃ علی ہذا القیاس کذا فی الطحطاوی اقام المدعی علیہ بینۃ بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبلہ ای قبل الصلح لیس
لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصحۃ مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے بعد اس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تھا قبل صلح کے
کہ میرا کچھ حق نہیں فلانے کی جانب تو صلح جاری اور نافذ ہے صحت پر ہم گواہ اسواسطے مقبول نہیں کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ
ملاحقہ کے کہ اسمیں مدعی کا یہ اقرار ہے کہ وہ مبطل ہے اپنے دعوی میں ولو قال المدعی بعدہ ما کان لی قبلہ قبل المدعی علیہ حق بطل الصلح بحر قال المصنف
وہو مقید لاطلاق العمادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کی جانب کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہوگی کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں
کہا کہ بحر الرائق کی روایت اطلاق عمادیہ میں قید کی لگانے والی ہے ہم عمادیہ کی عبارت یہ ہے ادعی بکر فصالحه ثم قال بعدہ ان لا شیء علیہ بطل الصلح
انتہی یعنی بکر نے دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اس سے مصالحہ کر لیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اسپر کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہے تو ظہور عدم حق بعد صلح میں
یہ قید ہے کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے متصل اسکے اقرار سے مراد ہے نہ مصالح کے اس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن
البزازیۃ انہ لو ادعی الملک بجہۃ اخری لم یبطل فلیحرر پھر مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ کی کتاب الدعوی سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا

دعوی کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہیں تو اس تناقض ابطال او عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیے ۱۲ خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہ ہے کہ بطلان صلح اسوقت
ہے جبکہ بائع کا اقرار متعدد ہو جیسا کہ اول بوجہ میراث دعوی کرے پھر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہیں اور اگر کہے کہ میرا حق نہیں بطریق میراث پھر دعوی کرے
کہ میرا حق بطریق خرید یا ہبہ ہے تو صلح باطل نہیں انتہی طحطاوی نے کہا تحریر کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ بزازی نے اتحاد اور کی بطلان صلح میں قیدنگائی ہو تو
اسمیں کچھ اشکال نہ رہا (و الصلح عن الدعوی الفاسدۃ یصح وعن الباطلۃ لا والفاسدۃ ما یمکن تصحیحہا) اور صلح کرنا دعوی فاسدہ سے صحیح اور
دعوی باطلہ سے صلح صحیح نہیں دعوی فاسدہ وہ ہے جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر دعوی فاسدہ وہ ہے جسمیں تناقض واقع ہوا ور تصحیح دعوی بدفع تناقض
ہو مثلاً اور دعوی باطلہ جسکی تصحیح ممکن نہیں اور منجملہ دعوی باطلہ صلح ہے دعوی حد سے اور دعوی اجرت
ہے صلح اسی پر ان قصر یہ حکم ہے کذا فی الطحطاوی وجزم فی الاشباہ ان الصلح عن انکار بعد دعوی فاسدۃ فاسد الا فی دعوی المجہول فجائز فلیحفظ اور اشباہ میں
تحریر کی ہو کہ صلح انکار دعوی سے بعد دعوی فاسدہ کے فاسد ہو مگر مجہول کے دعوی کے بعد جائز ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ۱۲ طحطاوی ذکرہا مقرراً
دہی ہو جو ابن نے تفصیل ذکر کی کہ دعوی فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح ہو کہ بزازیہ میں مذکور ہے کہ علما خوارزم کا فتوی اسپر ظاہر کیا ہو کہ
جس دعوی فاسدہ کی تصحیح ممکن نہیں اسپر صلح صحیح نہیں اور جسکی تصحیح ممکن ہو جیسا کہ حد مذکور نہو یا کسی حد میں غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہو انتہی وقیل اشتراط
صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح غیر صحیح مطلقاً فیصح اسکے سے بطلان الدعوی کا اعتماد صدر الشریعۃ آخر الباب واقرہ ابن کمال وغیرہ فی باب
الاستحقاق کا امر فرا ہیہ اور بعضوں نے کہا شرط کرنا صحت دعوی کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہے مطلقاً فراد اسکی تصحیح ممکن ہو یا نہو تو صلح صحیح ہو
بطلان دعوی کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح میں اسپر اعتماد کیا ہو اور ثابت رکھا ہو اسکو ابن کمال وغیرہ نے باب الاستحقاق
میں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسکی طرف میلان کرکے طحطاوی نے کہا کہ انکا قول فی نیہ معلوم ہوچکا اور صدر الشریعۃ نے جو اسکی دلیل پکڑی ہو کہ جب حق
مجہول کا ایک گھر میں دعوی کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہو سو مفید اطلاق نہیں بلکہ صلح فقط دعوی مجہول میں صحیح ہو اسواسطے کہ اس دعوی
کی تصحیح حق مجہول معین کرنیسے صلح کے وقت ممکن ہو (وصح الصلح عن دعوی حق الشرب وحق الشفعۃ وحق وضع الجذوع علی الاصح) اور
صحیح ہو صلح دعوی حق شرب سے اور حق شفعہ اور دیوار پر کڑیاں رکھنے کے حق سے بقول اصح ۱۲ شرح یا مطول اول عبارت ہو یا لیفرکی یا سقا
سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہیں تو وہاں مراد یہ ہو کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہیں اسواسطے کہ حق شفعہ مال نہیں جسکا معاوضہ درست ہو
اور یہاں مراد یہ ہو کہ دعوی حق شفعہ سے صلح صحیح ہو دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو بصورت عدم بینہ مدعی قسم نکھانی پڑے الاصل انہ متی
توجہت الیمین نحو شخص فی دعوی حق کان فافتدی الیمین جاز ای وصح ف دعوی التعزیر نجتبیہ بخلاف دعوی حد وقرب او حقوق مذکورہ سے
طحطاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہو کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کی جانب کسی حق میں تو سواسطے یمین کے بدلے درم دیئے تو جائز ہو یہاں تک کہ
دعوی تعزیر میں فدیہ قسم جائز ہو کذا فی المجتبیٰ بخلاف دعوی حد اور نسب کذا فی الدرر ۱۲ دعوی تعزیر کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا
کہ اسنے میری تکفیر یا تضلیل کی یا مجکو عیب لگایا اور قسم مدعا علیہ پر آئی ہو تو اسنے قسم کے بدلے درم دیئے تو بقول اصح جائز ہو اور دعوی نسب کی یہ
صورت ہو کہ مثلاً عورت نے دعوی کیا کہ یہ بیٹا ہو اس مرد کا میرے پیٹ سے سو مرد نے ترک دعوی کے واسطے مصالحہ کیا تو جائز نہیں (الصلح ان کان بمعنی
المعاوضۃ بان کان دینا بعین ینقض بنقضہما ای بفسخ المتصالحین) اور صلح اگر بمعنی معاوضہ ہو اس طرح پر کہ دین کا معاوضہ عین سے ہو تو صلح
ٹوٹ جاتی ہو دونوں کے توڑنے سے یعنی متصالحین کے فسخ کرنے سے (وان کان لا بمعناہا ای المعاوضۃ بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض
فلا یصح اقالتہ ولا نقضہ لان الساقط لا یعود قنیہ وصیرفیہ فلیحفظ) اور اگر صلح بمعنی معاوضہ نہو بلکہ بمعنی حق لینے بعض حق اور سقاط بعض حق کے ہو

تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں اور نہ اسکا توڑنا اسواسطے کہ ساقط چیز نہیں پھر آتی کذا فی القنیۃ والبصیر فیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولو صالح عن دعوی المال
علی سکنی بیت منہا ابدا او صالح علی دراہم الی الحصاد او صالح مع المودع بغیر دعوی الہلاک لم یصح الصلح
فی الصور الثلث سراجیہ اور اگر گھر کے دعوے سے صلح کی آمدنی میں سے ایک کوٹھری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی درمون کے دینے پر کھیتوں کے
کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعوی ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہیں تینوں صورتوں میں کذا فی السراجیہ قید بعدم دعوے الہلاک لانہ
لو ادعاہ وصالحہ قبل الیمین صح بہ یفتی خانیہ مصنف نے عدم دعوے ہلاک ودیعت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہوا اور مصالحہ
کرے قبل قسم کھانے کے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخانیہ ویصح الصلح بعد حلف المدعی علیہ دفعا للنزاع باقامۃ البینۃ
اور صلح مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد صحیح ہے تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع ہو جاوے یعنے صلح مذکور اسواسطے جائز ہے تاکہ مدعی گواہ لا کر پھر جھگڑا
قائم نہ کرے ولو برہن المدعی بعدہ علی اصل الدعوی لم تقبل الا فی الوصی عن مال الیتیم علی انکار اذا صالح علی البعض ثم وجد البینۃ فانہا تقبل
اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعوے پر تو مقبول نہیں مگر وصی کے دعوے میں یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جبکہ وصی نے
صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ پائے تو گواہ مقبول ہیں ولو بلغ الصبی فاقامہا تقبل ولو طلب
یمینہ لا یحلف اشباہ اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اسنے گواہ قائم کیے تو بعد صلح کے گواہ مقبول ہیں اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیا ہے تو قسم
نہ لیجاوے گی کذا فی الاشباہ ہم طلب بصیغہ مجہول ہے یعنے اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ سے قسم چاہے یا یتیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم
نہ لیجاوے گی کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ وقیل لا جزم بالاول فی الاشباہ وبالثانی فی السراجیہ وحکاہما فی القنیۃ مقدما للاول اور
دوسرا قول یہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہیں یقین کیا ہے اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ میں اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ میں اور
دونوں قولوں کو قنیہ میں ذکر کیا ہے پہلے قول کو پہلے بیان کر کے ہم قول ثانی یعنے عدم صحت صاحبین رح کا قول ہے چنانچہ معین المفتی میں ہے
اور قول اول محمد بن حسن کی روایت ہے امام رح سے کذا فی الطحطاوی طلب الصلح والابراء عن الدعوی لا یکون اقرارا بالدعوی عند المتقدمین
وخالفہم المتاخرون والاول اصح بزازیہ درخواست کرنا صلح کا دعوے سے اور درخواست کرنا ابرا کا دعوی سے دعوی یعنے مدعا بہ کا اقرار
نہیں متقدمین کے نزدیک اور علما سے متاخرین انکے مخالف ہیں اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی البزازیہ بخلاف طلب الصلح عن المال والابراء
عن المال فانہ اقرار اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ اقرار ہے مال کا کذا فی الاشباہ ہم وجہ اسکی
یہ ہے کہ صلح عن الدعوے یا ابراء عن الدعوے سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہیں بخلاف صلح عن الحق یا ابراء عن الحق کے وہ ثبوت حق کا
مقتضی ہے وصالح عن عیب او دین وظہر عدمہ او زال العیب بطل الصلح ویرد ما اخذہ اشباہ اور اگر صلح کی بائع نے بیع کے عیب یا دین
دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب مبیع کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہو گی اور اسکو پھیر دے جو کچھ اسنے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ الدرر

فصل فی دعوی الدین یہ فصل ہے دعوی دین کے احکام میں الصلح الواقع علی بعض جنس ما لہ علیہ من دین او غصب اخذ لبعض حقہ
وحط لباقیہ لا معاوضۃ للربوا یعنے صلح کہ واقع ہو اس مال کی بعض جنس پر جو مدعا علیہ پر ثابت ہے دین یا غصب سے وہ اپنے بعض حق کا لینا ہے اور
باقی حق کا گھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہیں ہے بیاج کے سبب سے یعنے اسکو معاوضہ قرار نہ دینگے تا کمی اور زیادتی عوضین سے بیاج نہ لازم آوے اور
وہ صحیح نہیں اور عاقل کا امر بقدر امکان صحت پر محمول ہے وحینئذ فصح الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی مائۃ حالۃ او موجلۃ
یعنی جبکہ صلح مذکور اخذ لبعض حق اور اسقاط لبعض حق ٹھہرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے سو

بلا دینے پس ہم بدل صلح سے یہان بدل ظاہری مراد ہے جس مقدار پر صلح واقع ہوا اور حقیقت یہان بدل نہین بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہے اور بقیہ کا اسقاط
بعض حق کی ہے او علی الف مؤجل یا صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے ہزار مؤجل پر ہم اس مثال مین وصف حلول کا اسقاط ہو او عن الف جیاد علی مائۃ
زیوف او صلح صحیح ہے ہزار کھرے درم سے کھوٹے سو درم پر ہم اس مثال مین مقدار اور وصف دونون کا اسقاط ہوا ولا یصح عن دراہم علی
دنانیر مؤجلۃ لعدم الجنس فکان صرفا فلم یجز نسیئۃ اور صلح صحیح نہین دراہم سے دنانیر مؤجلہ پر بسبب نہ ہونے جنس کے تو یہ عقد صرف ٹھہرا تو بطریق
جائز نہوگا ہم یعنی دینار حق کی جنس نہین ہے کہ اسقاط بعض حق ٹھہرے کہ صلح مؤجل جائز ہو بلکہ یہ معاوضہ ہے عقد صرف کا تو مدت تاخیر صحیح نہوگی او عن الف
مؤجل علی نصفہ حالا الا فی صلح المولی مکاتبہ فیجوز زیلعی یا صلح صحیح نہین ہزار درم مؤجل سے پانسو درم بلا مدت پر مگر مولی کی صلح مین اپنے
مکاتب سے جائز ہے کذا فی الزیلعی ہم اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بمقابلہ اسکے نصف مال کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہے
بخلاف صلح مولی اسلئے کہ احسان مولی کا ظاہر ہے معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی المحشی او عن الف سود علی نصفہ بیضا والاصل ان الاحسان
ان وجد من الدائن فاسقاط وان منہما فمعاوضۃ یا صلح صحیح نہین ہزار سیاہ درم سے پانسو سفید درم پر اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احسان اگر دائن کی
طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونون کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہے ہم دائن کا احسان یہ کہ اپنے صلح
کرے جو اسکے حق سے کمتر ہے مقدار یا وصف یا وقت مین اور دائن اور مدیون کا احسان یہ کہ صلح مین وہ چیز قبول کرے جسکا دائن مستحق نہین چنانچہ
سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا قبل مؤجل کی یا ایک جنس کی صلح ہونی دوسری جنس سے پھر سبب معاوضہ ٹھہرنے کے معاوضہ کا حکم اسمین جاری ہوگا تو اگر
بیاج یا بیاج کا شبہہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہین تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قال لغریمہ ادالی خمسمائۃ غدا من الالف علی
انک بری من النصف الباقی فقبل وادی فہو بری وان لم یودہ فالالف فی الغد عاد علیہ کما کان لفوات التقیید بالشرط دائن نے
اپنے مدیون سے کہا کہ مجھے پانسو کل اس ہزار سے جو تجھپر ہے اس شرط پر دے کہ تو بری الذمہ ہو جاوے گا نصف باقی سے سو مدیون
نے قبول کیا اور اسی دن پانسو ادا کیے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اس نے پانسو کو کل کے دن ادا نکیا تو اسکا دین پورا ہزار ہو جاوے گا کیونکہ پہلی شرط کہ تھا
بسبب فوت ہونے شرط کی تقیید کے ہم قول مذکور مین شرط صریح نہین بلکہ شرط معنوی ہے باقی علی تو گویا دائن نے پانسو ادا کرنے کی کل قید لگائی براءت
مین تو صورت عدم ادا شرط ثابت نہوگی وہذہ احدی خمس مسائل ہذا والثانی ان لم یوقت بان قال لم یقید لانہ ابراء مطلق اور اس مسئلے کی پانچ صورتین
مین ایک انمین سے یہی صورت ہے جو مذکور ہوئی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دائن نے کل کی قید نہ لگائی تو عدم ادا سے دین اعادہ نکریگا
اسواسطے کہ وہ مطلق ابرا ہے ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجھکو پانسو دے ہزار سے اسپر کہ تو بری ہے باقی سے تو اگر مدیون ادا
نکریگا تو دین کا اعادہ نہوگا کیونکہ قول مذکور ابراے مطلق ہے یہ ابراے مطلق اسواسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت معین نکیا تو ادا سے غرض صحیح
نہین کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہے ہر وقت تو براءت مقید بادا نہین والثالث وکذا لو صالحہ من دینہ علی نصفہ یدفعہ الیہ غدا
وہو بری مما فضل علی انہ ان لم یدفعہ غدا فالکل علیہ کان الامر کالوجہ الاول کما قال لانہ صرح بالتقیید اور تیسری صورت
یہ ہے اور اسی طرح اگر دائن مصالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون زائد از نصف سے
بری ہے اس شرط پر کہ اگر اسکو کل نہ دے تو تمام اسپر ثابت ہے تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اسواسطے کہ اس قول مین
براءت کی صریح تقیید ہے ہم تو اس صورت مین اگر مدیون قبول کرے یعنی اور ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا نکریگا تو سب دین
اسپر قائم ہے بالاجماع کذا فی شرح الوقایہ والرابع فان ابراہ عن نصفہ علی ان یعطیہ بالباقی غدا فہو بری ادی الباقی فی الغد

اولا لیما اتینہ بالابراء الابالاداء اور چوتھی صورت یہ ہے سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے اسپر کہ مدیون اسکو باقی از نصف کل دے
تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نہ کرے اسواسطے کہ دائن نے پہلے ابرا کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ و ثالثہ او علق صریحا بالشرط
کان ادیت الی کذا او اذا او متی لایصح الابراء لما قررنا ان تعلیقہ بالشرط صریحا باطل لانہ تملیک من وجہ اور پانچوین صورت یہ کہ اگر دائن
ابرا کو صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ یون کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر ادا کرے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو ابرا صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح
شرط کے ساتھ باطل ہے کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہے ہم لیتے اگر یون کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر دے تو تو بری الذمہ ہے باقی سے تو صحیح نہین اسواسطے
کہ ابرا مین تملیک اور اسقاط دونون معنی ہین سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہین اور تملیک تعلیق کے منافی ہے تو ہمنے دونون معنون کی
رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنی بحروف شرط تو ابرا صحیح نہین اور اگر تعلیق صریح نہو چنانچہ بلفظ علے ہو جیسے اگلی چار صورتون مین ہے تو
ابرا صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ بتوضیح و ان قال المدیون لآخر سرا اقر لک بمالک حتی تؤخرہ عنی او تحط عنی ففعل الدائن التاخیر
او الحط صح لانہ لیس بمکرہ علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی دائن سے مخفی کہا کہ مین تیرے مال کا اقرار کرونگا جب تک تو مجکو تاخیر نہ دے
مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم نہ کر ڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح ہے صلح اسواسطے کہ مدیون اس پر مجبور
کرنے والا نہین جو صلح جائز نہو تو بعد تاخیر فی المال مطالبہ نہین کر سکتا اور بعد کم کر ڈالنے کے پورا دین نہین لے سکتا کذا فی العینی ولو علن ما قالہ
سرا اخذ منہ الکل للحال ہے اور اگر اعلان سے کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال لے [illegible] اعلان سے مراد یہ ہے کہ درخواست
تاخیر اور اسقاط اول لوگون کے سامنے کی اور یہ مراد نہین کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کر کے پھر اعلان کیا اسواسطے کہ صلح کا توڑنا جائز نہین اور
اعلان مین پورا دین اسوقت فی الحال لے گا جبکہ دائن ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کم کر دیگا علانیہ یا اقرار کرے گا تو صحیح ہوگا بلکہ اعلان اولی ہے از خفا
ولو ادعی الفا و جحد فقال اقر لی بها علی ان احط منها مائة جاز بخلاف علی ان اعطیک مائة لانہ رشوة اور اگر دائن نے ہزار کا دعوے کیا
اور مدیون اسکا منکر ہوا سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ مین ہزار سے سو کم کر ڈالونگا تو کم کر ڈالنا صحیح ہے بخلاف اس قول کے
کہ ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ مین تجکو سو درم دونگا اسواسطے کہ یہ رشوت ہے ولو قال ان اقررت لی حططت لک منها مائة فاقر صح الاقرار لا الحط
مجتبی اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو مین تیرے اوپر سے منجملہ ہزار کے سو کم کر ڈالونگا پھر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے
نہ کم کر ڈالنا کذا فی المجتبی یہ اسواسطے کہ ابرا بالشرط صریح جائز نہین بخلاف مسئلہ گذشتہ کہ اسمین تعلیق معنوی ہے صریح الدین المشترک بسبب متحد کثمن
مبیع بیع صفقة واحدة و دین موروث و قیمة مستهلک مشترک اذا قبض احدهما شیئا منہ شارکہ الآخر فیہ ان شاء او اتبع الغریم
کما یاتی جو دین کہ مشترک ہو دو شخصون مین ایک ہی سبب سے چنانچہ ثمن اس مبیع کا جسکی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا وہ دین دونون کا موروث ہو یا
مشترک کی قیمت ہو جبکہ ایک شریک دین مشترک سے کچھ لے گا تو دوسرا شریک اسمین شریک ہو جائیگا اگر وہ چاہے یا مدیون کا پیچھا کرے یعنی
دین کا مطالبہ کرے چنانچہ اسکا ذکر آویگا [illegible] ثمن مبیع شامل ہے اس صورت کو جبکہ دونون شریک مبیع مثلی یا ہون اسطرح کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا
شریکین اسطرح ہو کہ دو چیزین ہون ہر شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو لیکن دونون کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت
کے نکالنے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ پانسو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اسی
مرد کے ہاتھ اپنا حصہ بھی پانسو کو بیچا اور ایک بیعنامہ ہزار درم کا لکھا تو اس صورت مین ایک شخص دوسرے کے مقبوضہ مین شریک نہ ہوگا اسواسطے کہ سبب مختلف
ہے اور مشارکت مین یہ ضرور ہے کہ دونون مقدار ثمن اور صفقہ مین برابر ہون اسواسطے کہ اگر دونون شخص نے بیع بصفقہ واحدہ کی اسپر کہ ثمن سے فلانے کا حصہ

سو درم ہیں اور فلانے کا حصہ پانسو درم پھر ایک شخص نے اسمیں سے کچھ قبض کر لیے تو دوسرے کی اسمیں شرکت ہو گی اسواسطے کہ تفرق تسمیہ بادین کے
حق میں تفرق صفقہ کے مانند ہے کذا فی المحیط۔ حاوی مختصر میں ہے فلو صالح احدھما عن نصیبہ علی ثوب اخذ علی خلاف جنس الدین اخذ الشریک
الآخر نصفہ الا ان یضمن لہ ربع اصل الدین فلا حق لہ فی الثوب اور اسوقت میں تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر یعنی خلاف
جنس دین پر تو دوسرا شریک اُس کپڑے کا آدھا لے لیگا مگر یہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی چوتھائی کی ضامنی کرے تو اُسکا حق
نہ رہیگا کپڑے میں ہے مثلاً اصل دین چار درم تھا دو درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک
نصف کپڑا لے لیگا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے میں حق باقی نہ رہیگا ولو صالح او اشتری بنصفہ شیئا
ضمنہ الشریک الربع لقبضہ النصف بالمقاصۃ او اتبع غریمہ فی جمیع ام لبقاء حقہ فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالحہ کیا یا بلکہ بقدر نصف
دین کے مدیون سے کچھ خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا تاوان دے بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر
بسبب مقاصہ کے یعنی بسبب مجرا ہو جانے دین کے ثمن میں یا دونوں شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کریں جمیع مسائل مذکورہ میں یعنی مسئلہ صلح و
مسئلہ بیع میں بسبب باقی رہنے اُسکے حق کے مدیون کے ذمے پر ولو ابرأ احد الشریکین الغریم عن نصیبہ لا یرجع لانہ اتلاف لا قبض
اور جبکہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کر دیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اُس سے رجوع دین کو نہ کر سکیگا اسواسطے کہ ابرا تلف کرنا ہے قبضہ کرنا
یعنے اور مواخذہ شریک کا قبض میں ہے نہ اتلاف میں وکذا الحکم ان کان للمدیون علی احدھما دین قبل وجوب دینھما علیہ حتی وقعت المقاصۃ
بدینہ السابق لانہ قاض لا قابض اور اسی طرح یہ حکم ہے عدم رجوع کا ہے اگر مدیون کا احد الشریکین پر دین ثابت ہو قبل وجوب ہونے دونوں
شریکون کے دین کے مدیون پر کہ مقاصہ واقع ہو گیا ہو اُسکے اگلے دین سے اسواسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہے نہ قابض
ہے اور مشارکت مقبوض میں ثابت ہوتی ہے نہ ادائے دین میں دین سابق کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین
ایک شریک پر حادث ہو تو اب مقاصہ بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اسمیں شرکت ثابت ہو گی کذا فی الطحطاوی ولو ابرا الشریک المدیون عن بعض
قسم الباقی علی سہامہ اور اگر ایک شریک نے مدیون کو بری الذمہ کر دے بعض دین سے تو باقی دین اُسکے سہام پر منقسم ہو گا مثلاً اگر
دونوں شریکون کے مدیون پر بیس درم ہوں اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کر دے تو اُسکا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہیگا اور شریک
ساکت کو دس درم کا وکذا المقاصۃ اور ابرا کے مانند مقاصہ ہے مقاصہ اس طرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ درم دین تھے بیس درم دین شرکت سے پہلے
اور پانچ درم مجرا ہو گئے اُسکے دین میں تو قسمت دونوں شریکوں میں پندرہ درم سے ہو گی یعنی شریک یوں پانچ درم کا پاویگا اور دوسرا شریک دس درم
ولو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے میں دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے امام رح کے نزدیک تاجیل
احد الشریکین اپنے حصے میں دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہے اور محمد رح سے دو روایتیں ہیں معلوم نہیں کہ شارح نے امام کا قول کیوں ترک کیا اور ابو یوسف کا
قول ذکر کیا باوجود عدم تصحیح کذا فی الطحطاوی والغصب والاستیجار بنصیبہ قبض لا التزوج والصلح عن جنایۃ عمد اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ
لینا بقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے یعنے اگر احد الشریکین کوئی چیز مدیون کی غصب کرے اور
وہ اُسکے پاس تلف ہو جائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھہریگا تو دوسرا شریک اسمیں شریک ہوگا و علی ہذا القیاس استیجار اور اگر مدیونہ سے ایک شریک نے
نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو قبض نہ ٹھہریگا اسواسطے کہ ظاہر الروایت میں یہ اتلاف ہے تو شریک ثانی اُسمیں رجوع نہیں کر سکتا اور جنایت عمد
کی صلح میں اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ بمقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک مالک نہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ در حکم اموال کے ہے

تو ثابت رہیگا کہ صلح مین قابض ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحیلة اختصاصہ بما قبض ان یہب الغریم قدر نصیبہ اور قبضہ شریک کے خصاص کا حیلہ یہ ہی کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اسکے دین کے ہبہ کرے پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کر دے مثلاً ایک شریک کا دین مدیون پر چالیس درہم ہی تو اگر مدیون اُس شریک کو چالیس درہم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کر دے تو اس چالیس درم مین شریک ثانی کی شرکت نہوگی کیونکہ مقبوض ہبہ ہی نہ دین او یبیعہ بکفاً من تمر مثلاً ثم یبریہ بلا تقلید عنہ ومرت فی الشرکة یا کہ احد الشریکین مدیون کے ہاتھ مثلاً مٹھی بھر کھجور بیچے بقدر اپنے حصے کے دین سے یعنی جسقدر اسکا حصہ ہو اتنا کھجور کا ثمن ٹھہرا دے پھر مدیون کو دین معاف کر دے کذا فی المنتقی وغیرہ اور یہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکة مین یعنی اگر اسکا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو مٹھی بھر کھجور بیچے پھر اپنا دین معاف کر دے تو اب جو مدیون دس درم اسکو دیگا وہ ثمن بیع ٹھہریگا نہ اسکے دین کا حصہ کذا فی الطحطاوی صالح احد ربی السلم عن نصیبہ علی ما دفع من راس المال فان اجازہ الشریک الآخر نفذ علیہما وان ردہ رد لان فیہ قسمة الدین قبل قبضہ وانہ باطل اور رب السلم مین سے ایک رب السلم نے سلم فیہ سے اپنے حصے سے صلح کی مسلم الیہ سے اُس مال پر جو اسنے دیا تھا راس المال سے تو اگر دوسرا شریک صلح کو جائز رکھے تو صلح دونوں شریکون پر نافذ ہوگی اور اگر شریک رد کریگا تو صلح مردود ہو جائیگی اسواسطے کہ اس صلح مین دین کی قسمت ہو قبل اسکے مقبوض ہونے کے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہو یعنی جبکہ دو شخصون نے بیع سلم منعقد کی بیس من گیہون مین اور راس المال بیس درم ہی اور ہر شخص نے دس دس درم سلم کیے پھر ایک شریک نے دس من گیہون سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دیے تھے سو اُس سے لیے تو یہ صلح امام رح اور محمد رح کے نزدیک جائز نہین بلا اجازت شریک ثانی کے سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم مقبوض دونون مین مشترک ہونگے اور جو باقی رہیگی وہ بھی دونون مین مشترک ہوگی اور اگر اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہوگی اسواسطے کہ دونون کے حصے مین بدون رضا شریک ثانی صلح صحیح نہین ہو سکتی اور اگر فقط مصالح کے حصے مین جائز کیجیے تو لازم آتی ہی قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت اسکے حصے کی بلا تمیز نہین ہو سکتی اور تمیز بلا قسمت متصور نہین کذا فی الدر رشرح غرر وتوضیح لو کانا شریکی مفاوضة جاز مطلقاً بحر یعنی اگر دونون رب السلم شریک مفاوض ہون تو مطلقاً جائز ہی کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین یون ہی کہ جائز و فی المجتبی یعنی صلح جائز ہی اگرچہ جمیع مسلم فیہ مین ہو یعنی جو از مخصوص بنصیب مصالح نہین بلکہ جبکہ وہ سب مین فسخ کرے تو جائز ہی

فصل فی التخارج

یہ فصل ہی تخارج کے احکام مین هو تخارج خروج سے ہی اور اصطلاح شرع مین تخارج اس سے عبارت ہی کہ وارث اُسپر اتفاق کرین کہ مثلاً ایک وارث کو میراث سے خارج کرین کچھ مال مین دیکر کذا فی المنح اخرجت الورثة احدهم عن الترکة وهی عرض وهی عقار بمال اعطوه اياه او اخرجوه عن ترکة هی ذهب بفضة دفعوها له او علی العکس او عن نقدین بهما صح فی الکل صرفاً للجنس بخلاف جنسہ خارج کر دیا وارثون نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہو یا کہ وہ زمین اور باغ ہو بعوض اُس مال کے جو انھون نے اُسکو دیا یا وارثون نے اُسکو نکالا اُس ترکے سے جو سونا ہو بعوض چاندی کے کہ انھون نے اُسکو دیدیا یا بالعکس اسکے کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونے سے خارج کیا چاندی سونا دیکر تو یہ تخارج سب صورتون مین صحیح ہی جنس کو مخالف جنس کیطرف پھیر کر هم صرفاً جنس بخلاف جنس علیت ہی تخارج عن النقدین بالنقدین کی قل ما اعطوه او کثر لکن بشرط التقابض فیما هو صرف جو مال کہ وارثون نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر ہر صورت تخارج صحیح ہی لیکن تقابض البدلین اُس تخارج مین جو بمنزلہ عقد صرف کے ہی یعنی اگر چاندی سونے کا تخارج ہی چاندی سونے سے تو طرفین کا قبضہ کرنا شرط صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے وفی اخراجہ عن نقدین وغیرهما باحد النقدین لا یصح الا ان یکون ما اعطی له اکثر من حصتہ من ذلک الجنس تحرزاً عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج مین نقدین وغیرہا سے بمقابلہ احد النقدین کے تخارج

صحیح نہیں کیونکہ جو سونا یا چاندی اس وارث کو دیا گیا ہے وہ زیادہ ہوا اسکے حصے سے اس جنس میں سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو یعنی اگر ترکہ میں نقد و
اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے میں مثلاً دس درم ہوتے ہوں تو عوض اسکا دس درم سے زیادہ واجب ہے تاکہ دس درم عوض اسکے حصے کے برابر ہو جاویں
اور باقی درم باقی متروکہ مثلاً اثاثہ کے مقابلے میں ٹھہریں اور اگر عوض کے دراہم فقط دس ہوں یا کم یا کہ وارث کا حصہ دراہم سے نامعلوم ہو تو صلح فاسد ہے
سود کے احتمال سے ولا بد من حضور النقدین عند الصلح و علمہ بقدر نصیبہ شرنبلالیۃ وجلالیۃ اور ضرور ہے موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو
اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا فی الشرنبلالیہ والجلالیہ ولو بعرض جاز مطلقا لعدم ربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے
سود کے نہونے سے وکذا لو انکروا ارثہ لانہ حینئذ لیس ببدل بل لقطع المنازعۃ اور اسیطرح مطلقاً صلح جائز ہے اگر وارث منکر ہوں اسکی میراث کے
اسواسطے کہ اسوقت میں جو وہ دیں بدلا نہیں بلکہ وہ دینا قطع نزاع کے واسطے ہے وبطل الصلح ان اخرج احد الورثۃ وفی الترکۃ دیون بشرط
ان تکون الدیون لبقیتہم لان تملیک الدین من غیر من علیہ الدین باطل اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکہ سے خارج کیا جاوے
اور حالانکہ متروکہ میں دیون ہیں اس شرط سے کہ دیون باقی وارثوں کے واسطے ہیں خارج کے واسطے اسواسطے کہ مدیون کے سوا اور کسی کو دین کا
مالک کرنا باطل ہے پھر جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثوں پر چھوڑا تو اسنے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثوں کو مالک کیا اور حالانکہ یہ
دین کی بابت ہے مگر اسکو مالک کرنا باطل ہے جیسے بیع میں ہے ثم ذکر تصحیحہ حیلا فقال وصح لو شرطوا ابراء الغرماء منہ ای من حصتہ لانہ تملیک
الدین ممن علیہ الدین فیسقط قدر نصیبہ عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کی حیلے ذکر کئے ہیں سو مصنف نے کہا اور صلح
صحیح ہے اگر وارث شرط کریں صلح میں ابراء مدیونوں کا مصالح کے حصہ دین سے یعنی جتنا حصہ مصالح کا دین میں ہے اسکو معاف کر دے تو صحیح ہے اسواسطے کہ
اس ابراء میں مالک کرنا ہے دین کا اسکو جسپر دین ہے اور صحیح ہے تو بقدر اسکے حصے کے دین ساقط ہوگا مدیونوں سے اور اس حیلے میں باقی وارثوں کا فائدہ
ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نرہا مدیونوں پر اور یہ نہیں کہ اسکا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہوگیا کذا فی الصدر الشریعۃ او قضوا نصیب المصالح منہ
ای الدین تبرعا منہم واحالہم بحصتہ یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال میں نقد ادا کریں بطریق احسان اسکی جانب سے اور مصالح اپنے
حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونوں پر یعنی وارثوں کو اپنا حصہ دلا دے مدیونوں سے اور اسمیں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے اسواسطے کہ نقد بہتر ہے نسیہ سے کذا فی
الشرنبلالیۃ او اقرضوہ قدر حصتہ منہ وصالحوہ عن غیرہ بما یصلح بدلا واحالہم بالقرض علی الغرماء وقبلوا الحوالۃ وہذہ احسن الحیل ابن کمال
یا باقی وارث مصالح کو قرض دیں بقدر اسکے حصے کے دین سے اور صلح کر لیں مصالح سے دین کے سوا اور ترکہ سے بعوض اس چیز کے جو بدل کی لیاقت
رکھتا ہو اور مصالح وارثوں کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونوں پر اور بقیہ ورثہ اس حوالے کو قبول کر لیں اور یہ حیلہ بہتر ہے اور حیلوں سے کذا ذکرہ
ابن کمال ہم اسواسطے کہ حیلہ اولے میں مصالح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے احسان کرنے سے کذا فی الطحطاوی والاوجہ
ان یبیعوہ کفا من تمر او نحوہ بقدر الدین ثم یحیلہم علی الغرماء ابن مالک اور اوجہ حیلہ یعنی آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثوں کے واسطے یہ ہے کہ ورثہ مصالح
کے ہاتھ مٹھی بھر کھجور یا مانند اسکے بیچیں بقدر اسکے دین کے پھر مصالح اپنے حصہ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونوں پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن مالک
ہم اسوجہ میں بقیہ ورثہ کا سراسر فائدہ ہے لیکن مصالح کا نقصان ہے صریح وفی صحۃ صلح عن ترکۃ مجہولۃ اعیانہا ولا دین فیہا علی مکیل
او موزون متعلق بصلح اختلاف والصحیح الصحۃ زیلعی لعدم اعتبار شبہۃ الشبہۃ اور جس ترکے کے اعیان معلوم نہیں اور اسمیں دین نہیں
اسکے صلح کے صحیح ہونے میں مکیل اور موزون پر اختلاف ہے اور قول صحیح صحت صلح کا ہے کذا فی الزیلعی بسبب نہ معتبر ہونے شبہہ الشبہہ
کے شارح نے کہا علے مکیل او موزون صلح سے متعلق ہے یعنی جب ترکہ میں دین نہو اور اعیان اسکے معلوم نہوں اور مکیل یا موزون پر

صلح کا ارادہ ہو تو اسکی صحت میں اختلاف ہے فقیہ ابو جعفر صحت صلح کا قائل ہے اور یہی قول صحیح ہے اور ظہیر الدین مرغینانی عدم صحت کا قائل ہے بعلت شبہہ ربوا وجہ صحت یہ ہے کہ یہ سود کا شبہۃ الشبہہ ہے اسواسطے کہ احتمال ہے کہ ترکہ میں مکیل یا موزون ہو پھر تقدیر یا اسکے ہونیکے پھر یہ احتمال ہے کہ بدل صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہہ ہے اور بعدم صحت میں شبہہ سود کا معتبر ہو نہ شبہۃ الشبہہ وقال ابن الکمال ان فی الترکۃ جنس بدل الصلح لم یجز والاجاز وان لم یدر فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکہ میں بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز نہیں اور اگر ہم جنس نہیں تو صلح جائز ہے اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو تو اس صورت میں اختلاف ہے ولو الترکۃ مجہولۃ وہی غیر مکیل وموزون فی ید البقیۃ من الورثۃ صح فی الاصح لانہا لا تفضی الی المنازعۃ لبقاءہا فی یدہم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضہا لم یجز مالم یعلم جمیع مافی یدہ للحاجۃ الی التسلیم ابن ملک اور ترکہ غیر کیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہے قول اصح میں اسواسطے کہ جہالت اسکی موجب نزاع نہیں بسبب موجود ہونے ترکے کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ میں تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہیں جبتک کہ تمام مقبوضہ اسکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر ترکہ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو تسلیم کی حاجت نہیں تو جہالت موجب نزاع نہیں لہذا صلح صحیح ہے اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہو تو جبتک کہ تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہیں کیونکہ بیان تسلیم کی حاجت ہے اور تسلیم درصورت جہالت موجب نزاع ہے وبطل الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہے صلح ایک وارث سے اسکے نکالنے کے واسطے اور باطل ہے قسمت ترکے کی وارثوں میں باوجود محیط ہونے دین کے ترکے سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہو تو ورثہ ترکے کے مالک نہیں جو اسمیں صلح یا قسمت جاری کریں اسواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہے الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع اگر اس صورت میں صلح اور قسمت باطل نہیں جبکہ ورثہ دین کے ضامن ہوں بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط سے ہو کہ ترکہ سے نہ لیں [illegible] کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی او یضمن اجنبی بشرط براءۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط برات ذمہ میت ہم تقیید برات میں شارح مصنف کا تابع ہوگیا ہے اور زیلعی میں تو عدم رجوع فی الترکہ پر اشتراط کا مدار ہے کذا فی الطحطاوی او یوفی من مال آخر یا وارث ادا دین میت کا ادا کرے اور مال سوا ترکے کے یعنے وارث خواہ اپنے مال سے ادا کرے یا میت کی سعی اور چیز سے جواب ظاہر ہوئی کذا فی الطحطاوی و لا ینبغی ان یصالح ولا یقسم قبل القضاء للدین فی غیر دین محیط اور سزاوار نہیں کہ صلح کیجائے اخراج وارث پر یا قسمت کیجائے دین ادا کرنے سے پہلے اس ترکہ میں جسکو دین محیط نہیں ہم اسواسطے کہ میت کی گلو خلاصی اول بہتر ہے طحطاوی نے کہا بلکہ صورت مذکورہ میں صلح اور قسمت مکروہ ہے ولو فعل الصلح والقسمۃ صح لان الترکۃ لا تخلو عن قلیل دین فلو وقف الکل تضرر الورثۃ فیوقف قدر الدین استحسانا وقایۃ لیلا یحتاج الی نقض القسمۃ بحر اور اگر صلح اور قسمت کیا گیا ترکہ مذکورہ میں قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہے اسواسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہیں ہوتا تو اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف رہے تو وارثوں کا ضرر ہے تو بقدر دین ترکہ موقوف رہے بوجہ استحسان کذا فی الوقایہ تاکہ وارثوں کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البحر ہم استحسان متعلق ہے صحت سے یعنی صلح اور قسمت صحیح ہے استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اسواسطے کہ قیاس یہ ہے کہ صحیح نہو اسواسطے کہ ترکے کا ہر جز مشغول بدین ہے بعلت عدم ترجیح وجہ استحسان وہ ہے جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحطاوی ولو اخرجوا واحدا من الورثۃ فحصتہ تقسم بین الباقی علی السواء ان کان ما اعطوہ من مالہم غیر المیراث اور اگر وارثوں نے ایک وارث کو ورثہ سے نکالا از راہ صلح تو اسکا حصہ باقی وارثوں میں برابر قسمت ہوگا اگر وہ مال جو انھوں نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے ہے میراث کے سوا وان کان المعطی مما ورثوہ فعلی قدر میراثہم تقسم بینہم اور اگر دیا ہوا مال اسمیں سے ہو جسکو انھوں نے میراث میں پایا تو بقدر انکی میراث کے

انہین خارج کا حصہ قسمت ہوگا وقیدہ بالخصاف بلکہ ہین انکار ذلوعن اقرار فعلی السواد اذ هناک شرح اس تفصیل نہ کرین صلح انکاری کی قید لگائی ہی یعنی جبکہ وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہون اور دفع نزاع کے واسطے کچھ مال دیکر صلح کرین تب تفصیل ہی تو اگر صلح ورثہ کی اقرار میراث سے ہو تو قسمت برابر ہوگی مطلقاً خواہ ترکہ سے بدل صلح دیا ہو یا غیر ترکہ سے اسواسطے کہ یہ صلح بیع کے مانند ہی تو گویا وارثون نے اسکو خرید کیا اور استادی ظاہر نہین مگر جبکہ مال مدفوع ورثہ مین برابر ہو فتأمل کذا فی الطحطاوی وصلح اھ ای ہم من بعض الاعیان صحیح اور صلح کرنا ایک وارث کا بعض اعیان ترکہ سے صحیح ہی یعنے صلح مین کل اور بعض دونون برابر ہین ولو لم یذکر فی صک التخارج ان فی الترکۃ دینا ام لا فالصک صحیح وکذا لو لم یذکروا فی الفتوی فیفتی بالصحۃ وتحمل علی وجود شروط الصحۃ انفعاوی اور اگر تخارج کی دستاویز مین یہ مذکور نہو کہ ترکے مین دین تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہی اور ایسا ہی اگر یہ مذکور نہو فتوی مین یعنی استفتا اور سوال مین تو صحت صلح کا فتوی دیا جاوے اور فتوی ذکر وجود شرائط صحت صلح پر محمول ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی یعنے مفتی پر اسکی بحث واجب نہیں کذا فی الطحطاوی والموصی لہ بمبلغ من الترکۃ کوارث فیما قدمناہ من مسائل التخارج اور جس اجنبی کے واسطے کچھ مقدار ترکہ سے وصیت کی گئی ہو وہ وارث کے مانند ہی ان احکامون مین جنکو ہم مقدم ذکر کرچکے ہین تخارج کے مسائل سے یعنی جس تفصیل سے وارث سے تخارج جائز ہی اسی تفصیل سے موصی لہ سے جائز ہی صالحوا احد الورثۃ اھ ہم ثم اخرج من بینہم ثم ظہر للمیت دین او عین لم یعلموا ہل یکون ذلک داخلا فی الصلح المذکورۃ قولان اشہرہما لا بل بین الکل والقولان حکاہما فی الکنایۃ مقدما لعدم الدخول وقد ذکر فی اول فتاواہ انہ یقدم ما ہو الاشہر فکان ہو المعتمد کذا فی البحر قلت وفی البزازیۃ انہ الاصح والاصل الصلح ورثہ نے صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث باقی وارثون سے خارج ہوگیا پھر میت کا دین یا عین ظاہر ہوا جو وارثون کو صلح کے وقت معلوم نہ تھا تو یہ دین یا عین صلح مین داخل ہوگا یا نہوگا اسمین دو قول ہین دخول اور عدم دخول کے دونون قولون مین مشہور تر قول عدم دخول کا ہی بلکہ وہ دین اور عین سب وارثون مین مشترک ہی اور دونون قولون کو خانیہ مین حکایت کیا ہی عدم دخول کو مقدم ذکر کرکے اور قاضی خان نے اپنے فتاوے کے اول مین ذکر کیا ہی کہ جو قول مشہور تر ہو وہی مقدم ہی تو عدم دخول ہی معتمد ٹھہرا کذا فی البحر مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہی کہ البتہ وہی صحیح قول ہی اور صلح مذکور باطل ہوگی وفی الوہبانیۃ شعر وفی مال طفل بالشہود فلم یجز ہ ویدعی خصم والا تیسر ہ اور وہبانیہ مین ہی اور صلح طفل کے اس مال مین جو گواہون سے ثابت ہی جائز نہیں اور صلح جائز نہیں اسمین جسکا مدعی طفل پر دعوے کرے اور اپنا دعوے گواہون سے روشن نہ کرے ہم اور اگر طفل کا مال گواہون سے ثابت نہو تو صلح جائز ہی اور دوسری صورت مین اسواسطے صلح جائز نہیں کہ مدعی مستحق نہین مگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہی نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہون تو صلح جائز ہی کذا فی الطحطاوی + وصح علی الابرأ عن کل عائب ہ اور صحیح ہی صلح ابرا پر ہر عیب سے ہم یعنے مشتری اگر براءت عیوب مبیع پر کچھ لیکر بائع سے صلح کرے تو جائز ہی طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ ابراء عن العیب بلا بدل صحیح ہی تو اس طرح بدل کے ساتھ بھی صحیح ہی کیونکہ یہ اسقاط حق ہی ہ ولو زال عیب عنہ صالح بعد ہ اور اگر عیب مبیع سے زائل ہوگیا تو صلح باطل ہی ہم یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھ کے جالے یا ناخنہ سے صلح کی اور جالا یا ناخنہ آنکھ سے دفع ہوگیا تو صلح باطل ہی تو بدل صلح پھیر دیا جائے اور اسیطرح ہر عیب زائل کا حکم ہی کذا فی الطحطاوی + ومن قال ان شاهدت غداً فلم یجز ہ اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر تو قسم کھاے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہیں یعنی پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو صلح باطل ہی اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق شرط صریح پر جائز نہیں چنانچہ مذکور ہوچکا تو اگر مدعی گواہ لاوے گا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجاوے گی اسواسطے کہ پہلی قسم قابل خصومت نہین اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہین ہوئی کذا فی الطحطاوی + ولو دعی کالا ...

اگرچہ مدعی قسم کھالے تو صلح باطل ہو اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہین صورت مذکورہ مین ہم مدعی کی قسم کی یہ صورت ہو کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کرین کہ اگر مدعی قسم کھالے اپنے دعوے پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہو تو اگر مدعی قسم کھالے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہ ہو کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلانا شخص یعنی غیر مدعی قسم کھالے تو مال مجہپر ہو تو صلح باطل ہو اور مال لازم نہین کذا فی الطحاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحکیم الغفور

کتاب المضاربۃ

یہ کتاب ہو عقد مضاربت کے احکام مین ہی لغۃ مفاعلۃ من الضرب فی الارض وہو السیر فیہا مضاربت باعتبار لغت عرب مفاعلت ہو ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہو زمین پر پھرنے سے ہم اس عقد کا مضاربت اسواسطے نام رکھا کہ مضارب بیشتر زمین پر چلتا پھرتا ہو نفع حاصل کرنے کے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہین اسلئے کہ قرض یعنی قطع ہو اور صاحب مال کچھ اپنا مال کاٹکر مضارب کو دیتا ہو کذا فی النہر وشرعا عقد شرکۃ فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعا مضاربت شرکت فی النفع کا عقد ہو جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کی جانب سے اور عمل مضارب کی جانب سے ہم مثلا حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیے کہ اُسمین تجارت کرے اور نفع مین دونون شریک ہین اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع مین مضاربت کہتے ہین اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہو و رکنہا الایجاب والقبول اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہو ہم ایجاب اس طرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ یہ مال مین نے تجکو بطریق مضاربہ یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدھی منفعت یا تہائی تیری یا یون کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر جو فائدہ حاصل ہو اسمین تیرا اتنا حصہ ہو یا یون کہے یہ مال لے آدھون آدھ نفع پر اور مضارب کہے کہ مین نے قبول کیا یا جس لفظ مین یہ مضمون ادا ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی وحکمہا انواع لانہا ایداع ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اُسکا اثر مترتب چند نوع ہو لیکن بالفاظ مختلفہ اسواسطے کہ مضاربت امانت رکھنا ہو شروع مین ہم مضاربت ابتداء مین ایداع اسواسطے ہو کہ قبض کرنا مال کا ہو باذن مالک نہ بروجہ مبادلہ و وثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء اگرچہ قبض ہو بروجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہو بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پھر جب مضاربت ایداع ٹھہری تو ہلاک مال سے مضارب تاوان نہین دیگا ومن حیل الضمان ان یقرضہ المال الا درہما ثم یعقد شرکۃ عنان بالدرہم وبما اقرضہ علی ان یعملا والربح بینہما ثم لیعمل المستقرض فقط فان ہلک فالقرض علیہ اور ہلاک راس المال مین مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہ ہو کہ مضارب کو مال قرض دے سوا ایک درم کے پھر شرکت عنان منعقد کرے اُس باقی درم سے اور اُس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونون تجارت کا کام کرین اور نفع دونون مین برابر ہو پھر بعد اسکے فقط قرض لینے والا یعنی مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہیگا ہم شرکت عنان کو اسواسطے خاص کیا کہ اسمین نفع بقدر مال کے لازم نہین اور دونون کا عمل اسواسطے شرط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہوجاسے گی اور مفسدہ اشتراط العمل علیہ نہ اطلاق الطحاوی نے کہا اس حیلے سے مضاربت باقی نرہی بلکہ راس المال مین شرکت ہوگئی وتوکیل مع العمل لتصرفہ بامرہ اور مضاربت توکیل ہو عمل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے ہم پھر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اُسکو لاحق ہوگا وہ رب المال کو بھی ہوگا کذا فی الدرر وشرکۃ ان ربح اور مضاربت شرکت ہو اگر فائدہ حاصل ہو اسواسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونون اُسمین شریک ہونگے وغصب ان خالف وان اجاز رب المال بعدہ لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ اور مضاربت غصب ہو اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ رب المال بعد اس خلاف کے اُسکو جائز بھی رکھے بسبب ہوجانے مضارب کے غاصب مخالفت سے ہم مخالفت کی یہ صورت ہو کہ مضارب نے وہ چیز خریدی کہ اور بیچی جس سے رب المال نے منع کردیا تھا غصب اسواسطے ہوا کہ تعدی کی غیر کے مال مین تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ

ان فسدت فلا ربح للمضارب حینئذ بل له اجر مثل عمله مطلقا ربح اولا لانه ابتغاه علی المشروط خلافا لمحمد والثلاثة اور مضاربت اجارہ فاسدہ
ہو اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو اب اس وقت میں مضارب کے واسطے نفع نہیں بلکہ اسکے واسطے اسکی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح تجارت میں
نفع حاصل ہو یا نہو زیادہ نہ کی جاوے مزدوری شروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلاثہ رحمہم کے ہم اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ
نہیں ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربة فاسدة کشرط النفع عشرة دراہم فلا شئ له فی مال الیتیم اذا عمل اشباہ فهو استثناء من قوله
علیه مضاربت فاسدہ میں اجرت عمل ہے مگر اس وصی میں جیسے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے دس درہم کا
مشروط کر لینا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی یتیم کے مال سے جبکہ وصی عمل کرے گا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنا ہے اجر سے
اور ہم بیان عمل اشباہ تھا کہ استثنا اجرت عمل سے ہے یا عدم زیادت علی المشروط سے ہے چنانچہ مصنف نے وہ ابہام کر دیا تھا اس قول فلا شئ
سے لیکن شارح نے مزید توضیح کے واسطے کھول کر دیا والفاسدة لا ضمان فیها ایضا کصحیحة لانه امین اور مضاربت فاسدہ میں بھی
ہلاکت مال سے تاوان نہیں جیسے مضاربت صحیحہ میں اسواسطے کہ مضارب امین ہے اور امین پر ضمان نہیں ہوتا دفع المال الی آخر مع شرط
الربح کله للمالک بضاعة فیکون وکیلا متبرعا دینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہے
یعنی یہ عقد مضاربت نہیں بلکہ عقد بضاعت ہے تو دوسرا شخص عمل کرنے سے محسن ہوگا مالک کا احسان ہے کہ اپنے واسطے عامل نے فائدہ شرط نہیں کیا
ومع شرطه للعامل قرض لقلة ضرره اور تمام نفع عامل کے واسطے مشروط ہونے کے ساتھ مال دینا قرض ہے بواسطہ قلت ضرر قرض کے یعنی
اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور شرط دونوں میں یہ ہوئی کہ تمام نفع محنت کرنے والے لیوے نہ صاحب مال تو یہ مضاربت نہیں ہے قرض ہے اسواسطے کہ عامل نفع کا
مستحق نہیں ہو سکتا مگر جبکہ راس المال کا مالک ہو اور عقد مقصود نہیں اگرچہ ہبہ یا قرض ہے لیکن ہبہ میں مالک کا اسقدر نقصان ہے [illegible] کہ ہبہ
قاطع حق ہے عین اور اسکے بدل دونوں سے بخلاف قرض کے وہ فقط عین ہی کا قاطع حق ہے نہ اسکے عوض میں تو بقلت ضرر قرض اولیٰ ہے کہ قرض کہا
نہ ہبہ کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف وشرطها اور سبب صحت مضاربت کی شرطیں چھ ہیں اول راس المال کا اثمان سے ہونا دوم اسکا معلوم ہونا
سوم راس المال کا عین ہونا نہ دین چہارم مضارب کو راس المال کا تسلیم کرنا پنجم شیوع منفعت بلا تعیین مقدار کے مالک و مضارب کا حصہ معلوم ہونا ششم مضارب کا
حصہ منفعت سے ہونا نہ راس المال سے اور تفصیل شروط مذکورہ کی ماتن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون راس المال من الاثمان کما مر فی الشرکة
شرط صحت مضاربت ہونا راس المال کا اثمان سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکت میں ہم تو مضاربت صحیح نہیں مگر اس مال سے کہ شرکت صحیح
ہوتی ہے اسواسطے کہ مضاربت شرکت ہے فائدہ حاصل ہونے کے وقت تو وہ مال ضرور ہے جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے یعنی دراہم اور دنانیر اور چاندی
سونا غیر مسکوک اور فلوس مروجہ کذا فی الدرر وهو معلوم للعاقدین اور راس المال معلوم ہو عاقدین کو یعنی اس طرح کہ عاقدین عقد مضاربت
کے وقت مقدار معین راس المال پر مثلا ہزار یا دو ہزار درہم پر وکفت فیه الاشارة اور راس المال کے معلوم ہونے میں اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے یعنی صرف
اشارہ ہے کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو درہم دیئے اور انکی مقدار معلوم نہیں اسکو تو جائز ہے کذا فی الدرر والقول فی قدره وصفته للمضارب بیمینه لیکن
للمالک اور دو صورت اختلاف کے راس المال کی مقدار اور وصف میں مضارب کا قول معتبر ہے اسکی قسم کے ساتھ اور گواہ لانا مالک کے واسطے
ہو و اما المضاربة بدین فان علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز وکره اور عقد مضاربت دین سے کرنا سو اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہیں
اور اگر تیسرے شخص پر ہو تو جائز ہے اور مکروہ ہے ولو قال اشتر لی عبدا نسیئة ثم بعه وضارب بثمنه ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے
سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام ادھار خرید کر پھر اسکو بیچ اور اسکے ثمن سے مضاربت کر سو اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اسواسطے

مضاربت غلام کی طرف مضاف نہیں جو جائز ہو بلکہ اسکے ثمن کی طرف مضاف ہو اور ثمن سے مضاربت صحیح ہے کذا فی الدر۔ اور یہ مسئلہ ہی جو زمرہ
فی العروض کا یعنے متاع کے ثمن کی طرف مضاربت کو مضاف کرے کہ قوله اینما اصحب او ستودع او استبضع اعمل بالباقی بدیکہ مضاربۃ بالنصف جائز
ہے چنانچہ یون کہنا فاصب یا استودع یا استبضع سے کہ تجارت کر اس مال سے جو میرا تیرے پاس ہی بطریق مضاربت کے نصفا نصف
منفعت پر تو جائز ہی کذا فی المجتبی ہم مستبضع وہ جسکے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے طحطاوی نے کہا مضاربت اس صورت میں
جائز ہوگی جب غاصب وغیرہ کے پاس اس قسم کا مال ہو جس میں مضاربت جاری ہوتی ہو یعنے از قسم ثمن ہو نہ متاع و کون راس المال عینا لا دینا
کما بسطه فی الدرر اور شرط دوسری یہ ہو کہ راس المال کا عین یعنی معاین ہونا شرط ہے نہ دین ہونا چنانچہ اسکو درر مین واضح بیان کیا ہے اور عین ہونا
ہونا شرط ہے نہ دین ہونا اسواسطے کہ مضارب امین ہے شرع مین اور جو چیز دین ہے اسکا امین ہونا متصور نہیں تو اگر دائن نے مدیون سے کہا کہ عمل کر اس دین کا
جو تیرے ذمے ہے بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز نہیں انتہی طحطاوی نے کہا عین سے غرض مراد نہیں بلکہ مراد عین ہونا ہے و تسلیمه الی المضارب
لیمکنه التصرف و ان حالیکہ رب المال تسلیم کرنے والا ہو راس المال کا مضارب کو تا اسکو تصرف اسکا ممکن ہو اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے
ہے اور وہ ممکن نہیں بدون تسلیم کے علے وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہ شرط کرے کہ ہر شے مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہوگی اور اگر صاحب
مال کا ہمراہ مضارب کے راس المال سے خرید فروخت کرے تو نفع میں دونون شریک ہون گے بموجب شرط کے اسواسطے کہ اعانت ہی عمل پر نہ نقض مضاربت پر
بخلاف اشتراط عمل رب المال بین عقدین کہ وہ مفسد ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف الشرکۃ لان العمل فیہا من الجانبین بخلاف عقد شرکت کے اسواسطے
کہ اس مین دونون جانب سے عمل ہو و کون الربح بینہما شائعا فلو عین قدرا فسدت اور شرط مضاربت یہ ہونا منفعت کا مابین دونون کے شائع
اور عام تو اگر کسی کسی مقدار کو معین کرے تو مضاربت فاسد ہوگی ہم منفعت شائع مثلاً دونون مین نصفا نصف ہو یا تہائی تہا اسواسطے کہ اس مین
منفعت کی مشارکت ثابت ہی نفع قلیل ہو یا کثیر اور معین کرنا چنانچہ سو درم یا نصف منفعت کے ساتھ دس درم زیادہ تو یہ قاطع ہی شرکت کا اسواسطے کہ
شاید منفعت نہ ہو مگر اتنے ہی درم معین پھر جب شرکت منفعت کی نہ رہی تو مضاربت باقی نہ رہی و کون نصیب کل منہما معلوما عند العقد اور شرط مضاربت ہی
ہر واحد کے حصہ کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک تمام حصہ ہر ایک کا معلوم ہو نہ مجہول مشہور مجہول یہ ہے کہ مثلاً مالک نے مضارب سے کہ تجکو نصف نفع ہے یا
ثلث خواہ ربع ہے معلوم ہونا اسواسطے شرط ہوا کہ عقد مضاربت ہی نفع کے واسطے تو اسکی جہالت موجب فساد عقد ہوگی ومن شروطہا کون نصیب
المضارب من الربح حتی لو شرط له من راس المال او منه او من الربح فسدت اور مضاربت کی شرطون سے یہ ہونا حصہ مضارب کا نفع سے تو
اگر مضارب کے واسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونون سے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد ہی اسواسطے کہ ان دونون شرطون کو
طرف مستقیم نہیں کذا فی الطحطاوی فی الجلالیۃ کل شرط یوجب جہالۃ فی الربح او یقطع الشرکۃ فیہ یفسدہا والا بطل الشرط وصح العقد اعتبارا بالوکالۃ
جلالیہ مین ہی جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع مین وہ شرط مفسد مضاربت ہی اور نہین تو شرط باطل ہو جاتی ہی
اور عقد صحیح ہی بقیاس وکالت کے یعنے جس طرح وکالت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا ہم جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید
اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کے واسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا ان دو کے سوا اور شروط فاسدہ جو مفسد عقد نہیں از انجملہ یہ ہی کہ مضارب پہ
خسران یعنی ٹوٹا شرط کیا جاوے یا دونون پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی المضارب فسادها فالقول لرب المال وبعکسه فللمضارب
اور اگر مضارب فساد مضاربت کا دعوے کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہی اور اسکے بالعکس یعنے اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہی

الا ان القول لمدعی الصحۃ فی العقود و الا اذا قال رب المال شرطت لک ثلث الربح الا عشرة وقال المضارب بالثلث فالقول لرب المال مع ان فیه فسادها لانه ینکر زیادة یدعیها

المضارب خانیہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ عقود میں مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہو مگر جبکہ صاحب مال نے مضارب سے کہا کہ میں نے تیرے واسطے تہائی نفع
شرط کیا ہے سوا دس درم کے اور مضارب نے کہا کہ تہائی نفع مشروط ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول میں فساد مضاربت ہے تو مقبول
اسواسطے ہے کہ صاحب مال اس زیادتی کا منکر ہے جسکا مضارب دعوی کرتا ہے کذا فی الخانیہ وفی الاشباہ فیہ اشتباہ فافہم اور جو قول اشباہ میں ہے اسمیں اشتباہ ہے
سو اسکو سمجھو۔ مترجم اشباہ کی عبارت یہ ہے والقول قول مدعی الصحۃ الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث وزیادۃ عشرۃ وقال المضارب الثلث فالقول للمضارب
یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہے مگر جبکہ صاحب مال کہے کہ میں نے تیرے واسطے تہائی نفع اور دس درم کی زیادتی شرط کی اور مضارب کہے کہ تہائی نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول مقبول
ہے وفی الحموی [illegible] اپنی شرح میں اور سید [illegible] ابن عابدین نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہے اسواسطے کہ مضارب مدعی صحت عقد کا
صحت عقد ہے بخلاف صاحب مال کے کہ مدعی فساد ہے صاحب اشباہ کو اشتباہ واقع ہوا کہ اسنے یہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدہ سے خارج ہے اور حالانکہ یہ داخل ہے
نہ خارج کذا فی الطحطاوی ویملک المضارب فی المطلقۃ التی لم تقید بمکان او زمان او نوع البیع ولو فاسدا بنقد ونسیئۃ متعارفۃ اور مضارب کو مالک
مضاربت مطلقہ یعنی اس مضاربت میں جس میں مکان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہیں بیع کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد ثمن سے بیع کرے یا ادھار متعارف کے ساتھ ہم
مراد نہیں کہ مضارب کو بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہ ہوگا کہ غاصب ٹھہرے اور مال اسکے ہاتھ میں امانت نہ باقی رہے اور ادھار
میں متعارف کی قید اسواسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو والشراء والتوکیل بہما اور مضارب خرید کرنے کا مالک ہے اور خرید و فروخت کے واسطے دوسرے
شخص کو وکیل کرنے کا مالک ہے والسفر برا وبحرا ودفع المال فی بلدہ علی الظاہر اور مالک ہے سفر کرنے کا خشکی اور تری میں یعنی زمین اور دریا میں اگرچہ
صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنے شہر میں نہ مسافرت میں بنا بر قول ظاہر کے ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف رحمہ اللہ کی روایت ہے امام رحمہ اللہ سے کہ اگر اپنے شہر میں مال
دیوے تو مضارب کو سفر جائز نہیں اور اگر سفر میں دے تو اسکو سفر کرنا تا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ مضاربت مشتق ہے ضرب فی الارض سے تو بمقتضا لفظ
مسافرت کا مضارب مالک ہے والابضاع ای دفع المال بضاعۃ اور مالک ہے ابضاع کا یعنی مال کسی کو دینے کا بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے
مشروط ہونا ولو لرب المال لا تفسد بہ المضاربۃ یعنی اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اسکو اختیار ہے اور اس دینے
مضاربت فاسد نہیں ہوتی چنانچہ بیان اسکا آویگا ویملک الایداع والرہن والارتہان والاجارۃ والاستیجار فلو استاجر ارضا بیضاء لیزرعہا
او یغرسہا جاز ظہیریۃ اور مضارب مالک ہے کسی کے پاس ودیعت رکھنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس رہن رکھنے اور اجارہ دینے اور اجارہ
لینے کا تو اگر ٹھیکہ لے سفید زمین یعنی خالی زمین کا تا اسمیں کھیتی کرے یا درخت لگاوے تو جائز ہے کذا فی الظہیریۃ والاحتیال ای قبول الحوالۃ بالثمن
مطلقا علی الایسر والاعسر لان کل ذلک من صنع التجار اور مالک ہے احتیال کا یعنی ثمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقا کشادہ دست اور تنگدست پر
اسواسطے کہ وہ سب امور مذکورہ یعنی بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور ابضاع اور ایداع اور رہن اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سوداگروں کے دستور العمل
سے ہیں لا یملک المضاربۃ والشرکۃ والخلط بمال نفسہ الا باذن او اعمل برایک اذ الشیء لا یتضمن مثلہ مضارب مالک نہیں مضاربت کا یعنی وہ مال دوسرے
شخص کو بطریق مضاربت کے نہیں دے سکتا اور مالک نہیں شرکت کا اور اس مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانے کا مگر صاحب مال کے اذن یا اسکے یوں کہنے سے کہ عمل کر اپنی
تجویز اور عقل کے موافق اسواسطے مالک نہیں کہ شی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کو متضمن ہوتی ہے مترجم عدم تضمن مثل عدم ملک مضاربت کی
علت ہے نہ نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شارح یوں کہتا اذ الشیء لا یتضمن مثلہ والاعلی منہ تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر ہے مضاربت سے خلط مال اس صورت میں
جائز نہیں جبکہ اس شہر میں رائج نہو اور اگر ملانے کا رواج ہو تو مضارب پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی ولا الاقراض والاستدانۃ وان قیل لہ ذلک ای اعمل برایک
لانہما لیسا من صنیع التجار فلم یدخلا فی التعمیم ما لم ینص المالک علیہما فیملکہما اور مضارب مالک نہیں قرض دینے کا اور ادھار لینے کا اگرچہ قول مذکور اسکو کہا گیا

یعنی اگرچہ صاحب مال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق ہو اسواسطے کہ وہ دونون تجارت کے معمول اہل سے نہیں ہیں تو وہ تعمیم قول مذکور میں داخل نہونگی
جب تک کہ مالک ان دونون پر تصریح ذکر سے پھر تصریح کے بعد انکا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہدیا کہ تجکو قرض دینے اور ادھار لینے کی اجازت
ہو تو البتہ اقراض اور استدانت کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں کذا فی الذخیرہ ہو استدانت ممنوعہ یہی کہ مال مضاربت سے زیادہ ثمن پر خریدے کہ سواے استدانت کا شرکت
وجوہ وحینئذ فلو اشتری بمال المضاربۃ ثوبا وقصر بالماء او حمل متاع المضاربۃ بمالہ وقد قیل لہ ذلک فھو متطوع لانہ لا یملک الاستدانۃ
بھذہ المقالۃ اور اگر مضارب ادھار لیگا یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحطاوی تو شرکت وجوہ متحقق ہوگی اور اسوقت ہیں تو اگر مضارب نے مال سے کپڑا
خرید کیا اور اسکو پانی سے دھلایا یا اپنے مال سے یا متاع مضاربت کو لادا اپنے مال سے اور حالانکہ اسے وہ قول کہا گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق
تو مضارب متطوع اور متبرع ہے یعنی مالک سے مجرا نہیں لے سکتا اسواسطے کہ مضارب اس قول سے ادھار کرنے کا مالک نہیں ہے [illegible] یہی صورت [illegible] یہ ہے کہ درم
اور دنانیر سے خرید کرے بعد خرید کر چکنے کے راس المال سے انتہی چنانچہ کوئی جنس خرید کی درم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مال سے درم یا دینار باقی نہیں تو
اگر باقی ہوگا تو یہ خرید مضاربت پر ہوگی استدانت نہوگی اور بدائع میں ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں اسی طرح اصلاح مال مضاربت پر استدانت
جائز نہیں تو اگر تمام مال مضاربت سے تھان خرید کیے پھر انکی باربرداری یا شوب یا پھیپگی یا اجرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع ہوگا اسواسطے کہ اسکے پاس
مال مضاربت سے کچھ باقی نہیں رہا تو [illegible] سے مضاربت پر ادھار کرتا ٹھہرا تو جائز نہوا تو یہ ٹھہرا کہ مضارب اپنا مال [illegible] متبرع ہے کذا فی الطحطاوی وانما قال بالماء
لانہ لو قصر بالنشاء فحکمہ کصبغ اور مصنف نے کپڑے کے شوب میں فقط پانی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مضارب تھان کو نشاستے سے دھلاویگا تو اسکا حکم کپڑا
رنگانے کے مانند ہوگا وان صبغہ احمر فشریک بما زاد الصبغ ودخل فی اعمل برایک لانہ مخلوط اور اگر مضارب کپڑے کو سرخ رنگ رنگا دیگا تو صاحب مال کا
شریک ہوگا اسقدر میں جتنی قیمت کپڑے کی رنگین کرنے اور نشاستے کے کلپ سے زیادہ ہوگی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم میں کہ عمل کر اپنی
صوابدید کے موافق خلط مال کے مانند وکان لہ حصۃ قیمۃ صبغہ ان بیع وحصۃ الثوب ابیض فی مالھا اور یہ ہوگا مضارب کے واسطے اسکے رنگ کی قیمت کا
بشرطیکہ اسکے بکنے کے اور سفید کپڑے کا حصہ مضاربت کے مال میں ہے مثلاً سفید تھان خرید ہوا پانچ روپے کو راس المال سے اور اب اسکا ثمن بدون رنگ سات روپیہ [illegible] گیا
اور رنگین کرنے سے آٹھ روپیہ کو بکا تو مضارب [illegible] میں دو روپے لیگا اور صاحب مال ایک روپیہ [illegible] کہ سفید تھان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونون میں نصفا نصف ہوگیا اور ایک [illegible]
مضارب کا رنگ کی قیمت میں پایا ولو لم یقل اعمل برایک لم یکن شریکا بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یون نہ کہا کہ عمل کر حسب اپنی صوابدید کے تو مضارب شریک
نہوگا بلکہ غاصب ٹھہریگا یعنی تو مال مضاربت امانت اب نرہا مضارب کے پاس تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا کذا فی الطحطاوی وانما قال احمر لان
السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل برایک بحر اور مصنف نے سرخ رنگ اسواسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان میں داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل نہوگا اس قول میں
کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر ہم مذکور ہو چکا کہ یہ قول مبنی ہے اختلاف زمان پر اور ہمارے زمانے میں سیاہ رنگ نقصان میں داخل نہیں سرخ رنگ کے مانند تو داخل
ہوگا تعمیم قول میں اور رنگوں کے مانند کذا فی الطحطاوی ولا یملک ایضا تجاوز بلد او سلعۃ او وقت او شخص عینہ المالک لان المضاربۃ تقبل التقیید المفید ولو
بعد العقد مالم یصر المال عرضا لانہ حینئذ لا یملک عزلہ فلا یملک تخصیصہ کما مر اور مضارب مالک نہیں تجاوز کرنے شہر کا بھی یا تجاوز قماش یا وقت یا اس
شخص کا جسکو مالک نے معین کر دیا اسواسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت ہو جبتک کہ مال مضاربت متاع اور اسباب
تجارت نہیں ہو گیا اسواسطے کہ اسوقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنے کا مالک نہیں تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہوگا چنانچہ اسکا بیان اوپر [illegible] احکام تمام الفقہ
مذکورہ میں اسواسطے جائز نہوگا کہ مضارب تصرف مال کا مالک نہیں مگر مالک کے تفویض سے تو تفویض مقید ہوگی جس طرح اسنے تفویض کی اور تخصیص کو رفائدہ
فائدے سے خالی نہیں اسواسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف امکنہ اور امتعہ اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدر رقیدنا بالمفید لانہ

غير المفيد لا يعتبر اصلا كتخصيص بيع المال نقدا بكانى بيخ نسيئه مفيد ہے كيونكہ اس مين تخصيص غير مفيد ہر گز معتبر نہين چنانچہ منع كر دينا صاحب مال كا بيع حال يعنى بيع معجل سے

وما لا يفيد فى الجملة كيسوق من مصر فلان صحيح بالنہى سے ولا لا اور تخصيص كرنى مفيد ہے چنانچہ ايك شہر كے ايك بازار كى تخصيص ہو اگر نہى كى صاحب مال نے

تصريح كردى ہو تو تقييد صحيح ہو ورنہ نہين تو صحيح نہين ہم شہر كے ايك بازار كى تقييد اسواسطے صحيح نہين كہ شہر باوجود تباين اطراف كے بقعہ واحدہ كے مانند ہے ليكن اگر نہى

صريح ہو اس طرح كہ تجارت كر فلانے بازار مين اور نہ تجارت كر سوا اسكے اور بازار مين تو سب تقييد صحيح ہوگى كذا فى الطحطاوى فان فعل ضمن بالمخالفة وكان

ذلك الشراء له ولو كان ربح فلہ وضمان الاصل اور اگر اپنے شہر سے نكلكر دوسرے شہر مين خريدارى كى يا جنس معين كے سوا اور جنس مول لى يا سوم معين كے سوا اور

موسم مين يا فصل مين تجارت كى يا شخص معين كے سوا اور شخص سے خريد و فروخت كى تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا فى الفتح كيونكہ اسنے اور وہ خريد مخالفت مالك كى ہوا

كى ہوگى يعنى اتنى ہوئى ثمن اور نقصان كا مضارب مالك ہوگا [illegible] مال پر بدون اسكے امر كے تعدى كيا اذا فى الدر ولهم تصرف غير تام ولو فاق كا

المضاربة اور اگر مضارب نے مال المضاربة مين تصرف نكيا يہانتك كہ پھر اپنے شہر مين آيا تو مضاربت صحيح ہوجائيگى ہم متعلق ہو تعيين شہر يعنى اگر مالك نے

شہر معين كر ديا اور مضارب اس شہر سے نكلا تو مضاربت كا مال ضامن ہو گيا ليكن شرح الوقاية مين ہے اگر اسى شہر مين پھر آيا تو ضمان زائل ہو گيا اور مضاربت پہلى حالت

قائم ہوگى كيونكہ مضاربت بوجہ باقى رہنے كے اسى عقد سابق كے قائم ہے كذا فى الطحاوى وكذا لو رد بعضه اعتبار الجزء بالكل اسى طرح حكم مضاربت كا ہے اگر بعضا

بعض مال المضارب نے مين عوض كيا [illegible] كے ساتھ قياس كركے يعنى اگر بعض مال كو غير شہر مين صرف كيا اور بعض كو معين شہر مين رد كيا تو مضاربت باقى

ولا يملك تزويج قن من مالها اور مضارب مالك نہين ہوتا كہ تزويج كرے اس مملوك كا جو مال مضاربت سے خريدا ولا من يعتق على رب المال لقرابة او

يمين اور مضارب مالك نہين اس لونڈى يا غلام كى خريدارى كا جو آزاد ہوجاتا ہو صاحب مال پر بسبب قرابت يا قسم كے كہ قسم كى يہ صورت ہو كہ صاحب مال نے

كسى لونڈى يا غلام كو كہا ہو كہ اگر مين تيرا مالك ہوؤن تو تو آزاد ہے بخلاف الوكيل بالشراء فانه يملك ذلك عند عدم القرينة المقيدة او كان الشراء له جبرا

اور بخلاف وكيل بالشراء كے كہ وہ اس مملوك كے خريد كرنے كا اختيار ركھتا ہے جو مؤكل پر آزاد ہوجاتا ہے جبكہ قرينہ مقيدہ نہ ہو كا اسكو

چنانچہ يون كہنا مؤكل كا وكيل سے كہ ميرے واسطے غلام خريد كر جسكو مين بيچون يا اس سے خدمت لون يا جاريہ خريد كر جس سے مين قربت كرون ہم تو بيع اور استخدام

اور وطى جاريہ قرينہ ہے كہ وكيل كو ايسا غلام يا لونڈى كا خريد كرنا چاہيے كہ مؤكل پر آزاد نہ ہوجاوے ولا من يعتق عليه اى المضارب اذا كان فى المال ربح

يعنى اور نہ اس كو خريد سكتا ہے جو آزاد ہو مضارب پر جبكہ مال مين ربح ہو يعنى غلام كے خريد كرنے كا مالك نہين جو مضارب پر آزاد ہوجاوے

بسبب قرابت كے بشرطيكہ مال مضاربت مين نفع ہو نفع سے يہان مراد وہ نفع ہے كہ اس غلام كى قيمت اكثر ہو تمام راس المال سے چنانچہ اسكو شرح مين بيان كيا ہے

يا دركھنا چاہيے ہم خريد كرنا غلام كا اسواسطے جائز نہوا كہ مضارب كا حصہ آزاد ہوگا اور صاحب مال كا حصہ بگڑ جائيگا كيونكہ امام كے نزديك جائز نہين يا پورا

آزاد ہوگا صاحبين كے نزديك نفع سے مراد يہ ہے كہ قيمت غلام كى راس المال سے زيادہ ہو خواہ راس المال مين نفع ہو يا نہو اسواسطے كہ جب غلام كى

قيمت راس المال كے برابر يا كمتر ہوگى تو مضارب كى ملك اس غلام مين ظاہر نہوگى بلكہ غلام مشغول رہيگا راس المال سے تو اگر راس المال ہو تو حصہ مضارب كا

مضارب نے وہ غلام مول ليا تو مضارب پر آزاد نہوجاوے اور قيمت غلام كى زيادہ ہوگى آزاد ہوجائيگا انتہى مختصر كذا فى الطحطاوى فان فعل شراء من يعتق على واحد منهما وقع الشراء

لنفسه سوا اگر مضارب نے اس مملوك كو خريد كيا جو آزاد ہو رب المال يا مضارب پر واقع ہوگى خريد مضارب كى ذات كے واسطے نہ مضاربت كے واسطے ہم اور مضاربت ان دو

دونون صورتون مين پہلى صورت مين بيع ثمن كا تاوان دے اگر ثمن ادا كيا ہو مال مضاربت اور دوسرى صورت مين بقدر حصہ مضارب كے اسكے ثمن ضامن ہوگا كذا فى المنحة

عن الى السعود وان لم يكن ربح كما ذكرنا صح للمضاربة اور اگر وہ نفع نہو جسكو ہم نے ابھى بيان كيا تو مضاربت كے واسطے خريد صحيح ہوگى ہم متعلق ہو اس صورت

ساتھ جبكہ مضارب اسكو خريد كرے جو مضارب پر آزاد ہوجاوے كذا فى الحلبى فان ظهر الربح بزيادة قيمته بعد الشراء عتق حظه ولم يضمن نصيب

المالک عتق بالعبد العتق فی قیمته نصیب رب المال پھر اگر نفع ظاہر ہو غلام کی قیمت بڑھ جانے سے بعد خرید کے تو بقدر حصہ مضارب
غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہوگا مالک کے حصہ میں بسبب آزاد ہو جانے غلام کے بلا صنعت مضارب اور کوشش کرے آزاد شدہ غلام ادا قیمت میں بقدر
حصہ رب المال کے ہم غلام ہم اسواسطے آزاد ہوگا کہ مضارب نے قرابت دار کا مالک ہوا اور مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ وہ حصہ مالک آزاد ہو گیا بلا صنعت مضارب بلکہ
بسبب زیادہ ہو جانے قیمت کے بلا اختیار مضارب کذا فی الدرر ولو اشتری لشریکه من یعتق علی شریکه او الاب والوصی من یعتق علی الصغیر نفذ علی العاقد
دون الصغیر اور اگر ایک شریک نے ایسا غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی ایسا غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے صغیر پر تو یہ خرید عاقد پر
نافذ ہوگی اسواسطے کہ اسمیں منفعت ہے صغیر کی کچھ رعایت نہیں ہم عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہے تعلیل شارح کی ظاہر ہے اور شریکین میں علت یہ ہو جو مضارب میں گذری
ہو چکی یعنی عدم حصول نفع شریک المأذون اذا اشتری من یعتق علی المولی صح وعتق علیه ان لم یکن مستغرقا بالدین والا لا خلافا لهما زیلعی
اور عبد ماذون نے جبکہ ایسا غلام کو خرید کیا جو مولی پر آزاد ہو جاوے تو خرید صحیح ہے اور وہ غلام مولا پر آزاد ہوگا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہوا اور نہیں تو آزاد نہوگا برخلاف
صاحبین رح کے کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اسکی گردن اور کسب کو محیط ہے یا نہیں تو امام رح کے نزدیک آزاد نہوگا اور صاحبین رح کے
نزدیک آزاد ہوگا کذا فی الطحطاوی مضارب معه الف بالنصف اشتری امة فولدت ولدا مساویا له ای للالف فادعاه موسرا فصارت قیمته ای الولد
وحده لما ذکرنا الفا ونصفه اخ سماته نفذت دعوته لوجود الملک بظهور الربح المذکور فعتق مضارب ہے جسکے پاس ہزار درم ہیں نصفا نصف منفعت پر اسنے
ایک لونڈی خرید کی سو وہ جنی یعنی بعد قربت مضارب کے ایسا لڑکا جنی جسکی قیمت راس المال یعنی ہزار درم کے برابر ہے پھر مضارب نے اس لڑکے کی فرزندی کا دعوی کیا مالداری
کی حالت میں پھر قیمت اسکی یعنی فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہمنے بیان کیا ڈیڑھ ہزار ہو گئی تو مضارب کا دعوی فرزندی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر
ہونے نفع مذکور سے تو ولد اسپر مذکور آزاد ہوگا ہم پھر جب دعوی مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اسکا فرزند ٹھہریگا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنی بقدر ربع کے اور مضارب پر
نصیب مالک کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کے صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوتا مگر تعدی سے کذا فی
الزیلعی مختصرا وسعی الابن لرب المال فی الالف وربعها ان شاء المالک او اعتقه ان شاء ولد کوشش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اسکی چوتھائی یعنی
ساڑھے بارہ سو درم میں سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اسکو آزاد کرے یہ ہم ہزار راس المال کی بابت سے اور اڑھائی سو نفع کی بابت مالک کے حصہ میں
ٹھہرے ہو لرب المال بعد قبضه الالف من الولد تضمین المدعی ولو معسرا لانه ضمان تملک نصف قیمتها ای الامة لظهور نفوذ دعوته فیها اور صاحب مال کو جائز
ہے بعد قبض کرنے ہزار درم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ تاوان ہے مالک ہونے کا یعنی اور تاوان تملک
برابر ہے مالداری اور مفلسی میں بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کے لونڈی میں ہم قبض کرنا ہزار درم کا ولد سے اسواسطے شرط ہوا تاکہ لونڈی مضارب کی ام ولد ہو جاوے
اسواسطے کہ لونڈی مشغول ہے راس المال میں پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درم لیے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہو گئی اور بالکل منفعت میں داخل ہو گئی تو اب اسمیں
مضارب کی ملک ظاہر ہو گئی اور دعوت مضارب کی لونڈی میں عمل کر گئی کذا فی الطحطاوی وحمل علی انه تزوجها ثم اشتراها حبلی منه اور دعوت مضارب اسپر محمول ہو گئی
کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کر لیا باذن بائع پھر اسکو خرید کیا جبکہ وہ حاملہ تھی مضارب سے ہم یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہے تاکہ مضارب ناکار نہ ٹھہرے ولو صارت
قیمتها الفا ونصفه صارت ام ولد وضمن للمالک الفا وربعه لو موسرا فلو معسرا فلا سعایة علیها لان ام الولد لا تسعی تمامه فی البحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار
ہو گئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہو جائیگی اور مضارب تاوان دے مالک کو ساڑھے بارہ سو درم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہیں اسواسطے
کہ ام ولد سعایت نہیں کرتی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم یہ مسئلہ جدا گانہ ہے اور موضوع اسکا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درم ولد سے نہیں پائے اور تضمین
مضارب میں مالداری کی قید بحر الرائق میں واقع ہوئی ہے لیکن نہر کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضارب پر مطلقا ضمان ہے مالدار ہو یا مفلس اسواسطے کہ یہ ضمان تملک ہے اور قرینہ

اسپر ہے کہ ام ولد پر سعایت نہیں ہے رہی بات کہ مالک کے ضائع ہونے کی کیا وجہ ہے اور پورا بیان بحرالرائق کا یہ ہے کہ جب مالک کو رأس المال نہ ملیگا تب تک نہ ادا ہوگا واللہ تعالی اعلم کذا فی الحلبی

باب المضارب الذی یضارب

یہ باب ہے اس مضارب کے احکام میں جو تیسرے شخص کو مالک کا رأس المال دے بطریق مضاربت کے لما قدم المفردۃ شرع فی المرکبۃ فقال جبکہ مضاربت مفردہ کو مصنف مقدم بیان کر چکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا فان ضارب المضارب آخر بلا اذن المالک لم یضمن بالدفع ما لم یعمل الثانی ربح الثانی او لا علی الظاهر لان الدفع ایداع وهو یملکه فاذا عمل تبین انه مضاربة پس مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت دیا بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دیگا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی عمل تجارت نہ کرے ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہو بنابر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ مال کا دینا ودیعت رکھنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہے پھر جب ثانی نے تجارت میں شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہ تھی مضاربت ہے تو اب تاوان آویگا مضارب اول پر ودیعت رکھنا

الا اذا کانت الثانیة فاسدة فلا ضمان وان ربح بل للثانی اجر مثله علی المضارب الاول وللاول الربح المشروط مگر جبکہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہیں اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب ثانی کے واسطے اجرت مثل ہو مضارب اول پر اور مضارب کا وہ نفع ہے جو آپس میں اور مالک میں مشروط ہے یعنی در صورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی اجیر ٹھہریگا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من یده ای ید الثانی قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی احد پھر اگر مال ضائع ہوگیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہے تو کسی پر ضمان نہیں نہ اول پر نہ ثانی پر اسواسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہے وکذا لا ضمان لو غصب المال من الثانی وانما الضمان علی الغاصب فقط اور اسیطرح اول اور ثانی پر ضمان نہیں اگر ثانی سے مال چھین لیا گیا اور تاوان تو فقط غاصب پر ہے ولو استهلکه الثانی او وهبه فالضمان علیه خاصة اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا ہبہ کردیا تو ثانی پر ضمان ہے خاص کر کے فان عمل حتی ضمنه خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول رأس ماله وان شاء ضمن الثانی وان اختار

اخذ الربح ولا یضمن لیس له ذلک پھر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہے چاہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اسکو جائز نہیں کذا فی البحر یعنی اسواسطے کہ مال عمل سے غصب ٹھہر گیا اور مالک کو ضمان کے جاننے کے بعد اختیار نہیں مگر تضمین بدل میں نہ نفع لینے میں غاصب سے کذا فی الطحطاوی فان اذن المالک بالدفع ودفع بالثلث وقد قیل للاول ما رزق الله فبیننا نصفان فللمالک النصف عملا بشرطه وللاول السدس الباقی وللثانی الثلث المشروط پھر اگر مالک نے مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ جو کچھ اللہ تعالی فائدہ دے وہ ہم میں نصفا نصف ہے تو مالک کے واسطے نصف نفع ہے بموجب اسکی شرط کے اور مضارب اول کے واسطے چھٹا حصہ ہے جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کے واسطے ثلث مشروط ہے وقیل ما رزقک الله بکاف الخطاب والمسألة بحالها فللثانی ثلثه والباقی بین الاول والمالک نصفان باعتبار الخطاب فیکون لکل ثلث اور اگر کہا گیا بکاف خطاب کہ جو تجھکو اللہ تعالی روزی دے اور باقی مسئلہ بحال خود اسی طرح ہے یعنی اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تین تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو اللہ تعالی منفعت روزی کرے وہ میرے تیرے درمیان نصفا نصف ہے تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیاں مضارب اول اور مالک میں نصفا نصف ہیں باعتبار کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملے گا کہ مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اسکو ہو وہ دونوں میں نصفا نصف ہے سو اسکو نفع نہیں ملا سوا دو تہائیوں کے تو دونوں میں نصفا نصف ہوگیا تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملے ومثله ما ربحت من شیء او ما کان لک فیه من ربح ونحو ذلک اور قول سابق کے مانند ہے یوں کہنا رب المال کا مضارب سے کہ جو تجھکو فائدہ حاصل ہو کسی چیز سے یا جنس چیز میں تجھکو نفع ہو اور مانند اسکے ہم

چنانچہ یوں کہا کہ جو کچھ خدا فضل و کرم کرے یا جو کچھ تیرے ہاتھ لگے ہو تو ثانی کو ثلث نفع ہو اور باقی اول اور مالک میں نصفا نصف ہو وکذا لو شرط للثانی اکثر
من الثلث او اقل فالباقی بین المالک والاول اور اسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کم منفعت شرط ہو تو باقی نفع مالک اور
مضارب اول میں آدھوں آدھ ہوگا ولو قال لہ ما حصل بیننا نصفان ودفع بالنصف فللثانی النصف واستویا فی الباقی لانہ لم یجعل
اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو کچھ منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف منفعت
مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک و مضارب اول باقی میں برابر ہیں اس واسطے کہ مضارب اول نے سوا اس نصف باقی کے
کچھ فائدہ نہیں پایا ولو قیل لہ ما رزق اللہ فلی نصفہ او ما کان من فضل فبیننا نصفان فدفع بالنصف فللمالک النصف وللثانی
کذلک ولا شیء للاول لجعلہ مالہ للثانی اور اگر مضارب اول سے یوں کہا گیا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ روزی دے تو اسکا نصف میرا ہے یا جو اللہ کا فضل
ہو میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہے اور اسی طرح مضارب ثانی کو نصف باقی
اور مضارب اول کو کچھ نہیں بسبب اسکے کہ دیدیا ہے اپنے حصے کو ثانی کے واسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا سو اسنے مضارب ثانی کے واسطے مقرر کر دیا ولو شرط
الاول للثانی ثلثیہ والمسئلۃ بحالہا ضمن الاول للثانی سدسا بالتسمیۃ لانہ التزم سلامۃ الثلثین اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کے واسطے
دو تہائی کی شرط کی اور باقی مسئلہ بحال خود ہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان دیگا بسبب اسکے کہ اسنے سلامتی ثلثین کی التزام
سے لازم کی ہے توضیح مسئلہ یہ ہے کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو کچھ نفع ملے وہ ہمیں اور تجھ میں نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے ثانی کو مال اس
شرط پر دیا کہ دو تہائیاں منفعت کی تیری ہیں تو نصف نفع مالک لیگا باقی رہا نصف وہ بقدر ثلث ہے کم ہے دو ثلث ... مضارب کو دینا پڑیگا اس واسطے
ثانی کے واسطے دو ثلث کی شرط ہوگئی ہے ولو شرط المضارب للمالک ثلثہ وشرط لعبد المالک ثلثہ ولنفسہ ثلثہ علی ان یعمل معہ ... صح ... وشرط النفع ثلثہ
صح ومال کالشرط للمولی ملتقی الی ... کذا فی عامۃ الکتب وفی نسخ المتن والشرح ... فاجتنبہ اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک نے غلام
کے واسطے تہائی اسکا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے شارح نے کہا اشتراط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں مسئلے کی یعنی اشتراط
اور عدم اشتراط عمل میں برابر ہیں اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہوگیا کہ گویا مضارب نے مولیٰ کے واسطے دو تہائیاں شرط
کیں اسی طرح یہ مسئلہ مصرح ہے اکثر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح میں یہاں غلط واقع ہوا ہے سو اس سے اجتناب کیجیو متن کے ایک نسخہ میں یوں
دیکھا ولو شرط للثانی ثلثیہ والعبد المالک ثلثہ علی ان یعمل معہ ولنفسہ ثلثہ صح انتہی حالانکہ یہ فاسد ہے کہ چار تہائیاں مجتمع نہیں ہوتی ہیں اور بعضے میں مضارب
ثانی کا ذکر بھی نہیں اور شرح کی عبارت یہ ہے علی ان یعمل معہ مادی ولیس بقید بل یصح اشتراطہ وکون لسیدہ وان لم یشترط لاجنبی انتہی حق یہ ہے کہ لا یجوز
کیا جاوے اسلئے کہ اول معلوم ہو چکا کہ عمل قید نہیں کذا فی الطحاوی ولو عقد المأذون مع اجنبی وشرط المأذون عمل مولاہ لم یصح ان لم یکن
المأذون علیہ دین لانہ کاشتراط العمل علی المالک اور اگر عبد ماذون نے مضاربت منعقد کی شخص اجنبی کے ساتھ اور ماذون نے اپنے مولیٰ کے
عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہیں اگر ماذون پر دین نہ ہو اس واسطے کہ اسمیں عمل کرنا شرط ہو مالک پر والاصح لانہ حینئذ لا یملکہ واشتراط عمل رب المال
مع المضارب مفسد للعقد لانہ یمنع التخلیۃ فیمنع الصحۃ اور اگر دیا ہو لیکن عبد ماذون پر دین ہو تو عقد باشتراط عمل مولی صحیح ہے اس واسطے کہ اس وقت میں مولی
اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھ عقد مضاربت کا مفسد ہے اس واسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا مانع ہے تو مانع ہوگا
صحت عقد کا ہم یعنی مضاربت میں عمل مضارب پر ضروری ہے اور اسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ اور ثالثہ میں وکذا
اشتراط عمل المضارب مع مضاربہ او عمل رب المال مع المضارب الثانی بخلاف مکاتب شرط عمل مولاہ کما لو ضارب مولاہ اور اسی طرح

کہ اسنے اپنے مولی کا مال [illegible] مکاتب کہ بلا اذن [illegible] ساتھ مضارب ثانی کے شرط ہونا صاحب مال کا عمل ساتھ مضارب کے
مانع صحت عقد ہو عمل کرنا مضارب اول کا اپنے مضارب کے ساتھ یا صاحب مال [illegible] اپنے مولی کے ساتھ ہم وجہ صحت یہ ہے کہ مکاتب اپنے کسب کا [illegible] احق ہے اسکا اسی وجہ سے اگر عاجز ہو جاوے بعد
تو عقد صحیح ہو چنانچہ صحیح ہے اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولی کے ساتھ [illegible] اولا ماذون المضارب او مکاتبہ العقد
کتابت قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو شرط البعض الربح للمساکین او للحج او فی الرقاب
ولمن یحج اشترط ویکون لمشترط لرب المال اور اگر شرط کی کہ کچھ منفعت محتاجوں کے واسطے یا حج کے واسطے یا گردنوں کو چھڑانے کے واسطے مضارب کی عورت
کے واسطے یا اسکے مکاتب کے واسطے تو عقد صحیح ہے اور شرط صحیح نہیں اور نفع مشروط صاحب مال کا ہے مساکین وغیرہ [illegible] زوجہ مضارب یا مکاتب کے واسطے
[illegible] شرط کا نفع اس صورت میں [illegible] صحیح ہے جبکہ اسکا عمل شرط نہ ہو اور اگر اسکا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہے اور [illegible] ہوگا اسواسطے کہ وہ [illegible]
مضارب ہو سکے کہ عمل شرط کرنے سے اور در صورت عدم اشتراط عمل مضاربت نہ ہوگی بلکہ [illegible] موعود ہے جسکا پورا کرنا لازم نہیں اور یہی حکم ہے اور اجانب کا اس نفع پر
معلوم ہوا کہ مساکین اور رقاب میں فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہے کذا فی الطحطاوی قضاء واشتراط البعض لمن شاء المضارب فان شاء لنفسه
او لرب المال صح الشرط والا بان شاء لاجنبی لا الخ اور اگر بعض نفع اس شخص کے لیے مشروط ہو کہ جسکو مضارب چاہے تو اگر مضارب اپنے واسطے یا
مال کے واسطے چاہے تو شرط صحیح ہے اور اگر [illegible] مالک کے واسطے چاہے [illegible] اجنبی کے واسطے چاہے تو شرط صحیح نہیں یعنی اسواسطے کہ اسکا عمل شرط نہیں کیا [illegible]
لاجنبی ان [illegible] علیہ لصح الشرط والا [illegible] اور جبکہ بعض نفع اجنبی کو شرط ہوگی تو اگر اسپر اسکا عمل بھی شرط ہو تو شرط صحیح ہے اور نہیں تو شرط صحیح نہیں پس نفع صاحب مال کا
ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت لکن فی القہستانی انہ یصح مطلقا فالمشروط للاجنبی ان شرط عمله والا فللمالک ایضا وعزاہ للذخیرۃ [illegible] للبرجندی وغیرہ
[illegible] کہتا ہوں لیکن قہستانی میں ہے کہ عقد مضاربت صحیح ہے مطلقا یعنی خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہو اور نفع مشروط اجنبی کا ہوگا اگر اسکا عمل شرط ہو اور
اگر اسکا عمل مشروط نہو تو وہ نفع بھی مالک کا ہے اور قہستانی نے اس قول کو ذخیرہ کی طرف نسبت کیا ہے [illegible] برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہو [illegible] ثابت ہو چکا اول کہ عقد
مضاربت بہر صورت صحیح ہے اور نفع اجنبی کے واسطے بشرطیکہ اسکا عمل [illegible] صحیح ہے تو اس [illegible] کی کیا وجہ ہے اور برجندی کا کلام [illegible] میں ہے [illegible] چنانچہ شارح [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ
[illegible] اور اگر بعض نفع [illegible] مضاربت یا دین مالک کے ادا
فی الطحطاوی اوشرط البعض لقضاء دین المضارب او دین المالک جاز [illegible] المشروط لقضاء دینہ ولا یلزم بدفعہ لغرمائہ [illegible] کذا فی النہر و بطل
کرنے کے واسطے شرط ہو تو جائز ہے اور مشروط کو اپنے دین کا ادا کرنا اس نفع سے جائز ہے اور ہر ایک مضارب یا مالک پر لازم کیا جاویگا نفع مذکور کا اسکے دین ادا کرنے کا کذا فی النہر و بطل
المضاربۃ بموت احدہما لانہا وکالۃ اور باطل ہو جاتی ہے مضاربت مالک یا مضارب کی موت کے سبب سے کیونکہ مضاربت وکالت ہے اور وکالت باطل ہو جاتی ہے موکل یا وکیل
کی موت سے وکذا القتالۃ ولحوقہ [illegible] احدہما [illegible] مطبقا [illegible] اور اسی طرح مضاربت باطل ہوتی ہے ایک کے قتل ہو جانے سے اور ایک کے منع تصرف جو مالک یا مضارب کی
[illegible] جنون [illegible] منع التصرف [illegible] جنون یا سفاہت یا عیب یا دونون کے حجر سے [illegible] جنون منع تصرف میں قول [illegible] شارح
طاری ہوا اور ایک [illegible] جنون [illegible] مضارب مر گیا اور مال عروض [illegible]
پھر اسکو اسکے [illegible] ذکر کیا تا کہ [illegible] کی قید لگا دے فی البزازیۃ مات المضارب والمال عروض باعہا وصیہ او وارثہ یعنی یہ ہے کہ مضارب مر گیا اور مال عروض [illegible]
ہے یعنی اسباب ہے نقد نہیں تو اسکو مضارب کا وصی بیچ کرے ہم اور قول اصح یہ ہے کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونوں کو بیچ میں اختیار ہے اور اگر مضارب کا
کوئی وصی نہو تو قاضی مالک کا مختار ہے یا حاکم مضارب کی طرف سے وصی مقرر کرے کہ مالک کے ساتھ بیچ میں دخل کرے [illegible] الخ [illegible]
مالک اپنا راس مال اور نفع کا حصہ لے اور مضارب کا حصہ [illegible] کذا فی الطحطاوی ولو مات رب المال [illegible] بطل فی حق التصرف [illegible] عروضا بطل
[illegible] اور اگر صاحب مال مر گیا اور مال [illegible] تو مضاربت باطل ہے حق تصرف میں یعنی مضارب اس مال سے بیع [illegible] شراء
فی حق المسافرۃ لا التصرف فلہ بیعہا بعرض و نقد اور اگر صاحب مال [illegible] مضارب [illegible] کو سفر میں نہیں لیجا سکتا تو اسکو وطن میں اسکا بیچنا عرض کے عوض
نہیں کر سکتا اور اگر مال عرض ہو نہ نقد تو مضاربت باطل ہے حق مسافرت میں یعنی مضارب اس اسباب کو سفر میں نہیں لیجا سکتا [illegible] کی [illegible] دوسرے شہر میں مال لیگیا [illegible]
نقد سے جائز ہے ہم اور اگر مضارب کسی شہر میں گیا تھا مال مضاربت لیکر اور وہاں خرید کی پھر صاحب مال مر گیا اور اسکو خبر نہیں [illegible]

خرچ اسکے ذاتی مال میں محسوب ہوگا نہ مضاربت کے مال میں اور اگر مال تلف ہوگا راہ میں تو مضارب پر تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی وبالحکم بلحوق المالک
مرتدا اور مضاربت باطل ہے لحوق مالک مرتد کے حکم ہوجانے سے یعنی اگر مالک مرتد ہوکر دار الحرب میں جا ملا اور حاکم نے اسکے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہوگی کیونکہ
لحوق دار الحرب موت کے مانند ہے ولہذا اسکا مال وارثوں میں بٹ جاتا ہے اور اسکے ام الولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہوجاتی ہے کذا فی الزیلعی فان عاد قبل لحوقہ مسلما
فالمضاربۃ علی حالہا الحکم بلحاقہ ام لا غایہ سو اگر مالک بعد لحوق دار الحرب مسلمان ہوکر دار الاسلام میں پھر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی ہے اسکے لحوق کا حکم ہوگیا ہو یا
نہوا ہو کذا فی الغایۃ بخلاف الوکیل لانہ لا حق لہ بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہیں بخلاف مضارب کے یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اسکے لحوق کا
حکم ہوگیا تو وکالت باطل ہوجاتی ہے اور موکل کے پھر مسلمان ہوکر دار الاسلام کے آنے سے وکالت عود نہیں کرتی ولو ارتد المضارب فہی علی حالہا اور اگر مضارب مرتد
ہوگیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے امام رح کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف رہتے ہیں اپنی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھ ملک نہیں مضاربت
مال میں لہذا مضاربت بحال رہتی ہے فان مات او قتل او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطلت وما تصرف نافذ وعہدتہ علی المالک عند الامام پھر اگر مضارب
مرتد ہوگیا یا مقتول ہوا یا دار الحرب میں جا ملا اور اسکے لحاق کا حکم ہوگیا تو مضاربت باطل ہوگی اور جو اسنے تصرف کیا وہ نافذ ہے نہ موقوف اور اسکی بیع و شرا کا
عہدہ مالک پر ہے امام رح کے نزدیک کذا فی البحر ولو ارتد المالک فقط ای ولم یلحق فتصرفہ ای المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہوگیا فقط یعنی دار الحرب
میں نہیں جا ملا تو مضارب کا تصرف موقوف ہے یعنی اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضاربت کے جمیع احکام میں وردۃ المرأۃ غیر مؤثرۃ اور مرتد
ہونا عورت کا غیر مؤثر ہے بطلان مضاربت میں خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب مگر یہ کہ وہ مرجاوے یا دار الحرب میں ملحق ہوجاوے اور اسکے لحاق کا حکم ہو
اسواسطے کہ اسکا ارتداد اسکے املاک میں مؤثر نہیں تو اسی طرح اسکے تصرف میں مؤثر نہیں کذا فی المنح عن الجوہرۃ وینعزل بعزلہ لانہ وکیل ان علم بہ بخبر رجلین
مطلقا او فضولی عدل او رسول ممیز اور مضارب معزول ہوجاتا ہے مالک کے معزول کرنے سے اسواسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ مضارب عزل کو جانے دو مردوں کی خبر
سے مطلقا خواہ وہ عادل ہوں یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا پیامی ممیز کی خبر سے والا یعلم لا ینعزل اور اگر مضارب نے عزل کو نہ جانا تو معزول نہوگا
فان علم بالعزل ولو حکما او مات المالک ولو حکما والمال عروض بیعہا ما کان خلاف جنس راس المال فالدراہم والدنانیر جنسان باعہا ولو نسیئۃ وان نہاہ
عنہا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ مالک کا مرجانا اگرچہ موت حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ ارتداد مالک مع الحکم
باللحاق یا اسکا مجنون ہونا جنون مطبق اور مال نقد یا عروض ہے عروض سے مراد یہان وہ ہے جو راس المال کے مخالف جنس ہو تو دراہم اور دنانیر اس تقریر میں دو جنس
ہیں تو مضارب عروض کو بیچ ڈالے اگرچہ بیع ادھار ہو اور اگر مالک نے اسکو ادھار بیچنے سے منع کردیا ہو جب یہان عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہو تو عروض
دراہم اور دنانیر کو بھی شامل ہے تو اگر راس المال دراہم ہوں اور مضارب نے دنانیر خریدے ہوں تو اسکو بیچ کر دراہم کرنا ہوگا اور اسی طرح بالعکس فرق یہ ہے کہ جب مال عروض ہو
تو عزل مالک سے مضارب معزول نہوگا اسواسطے کہ اسکا حق ہے نفع میں اور نفع ظاہر نہیں ہوسکتا بدون نقد کے تو حق بیع اسکو ثابت ہوگا تا نفع ظاہر ہوجاوے ثم لا یتصرف
فی ثمنہا ولا فی نقد من جنس راس مالہ پھر بیع کے بعد مضارب تصرف نہ کرے عروض کے ثمن میں اور نہ اس نقد میں جو جنس راس المال کی ہو ویبدل خلافہ بہ استحسانا
لوجوب ردہ بجنسہ ولیظہر الربح او مبادلہ کرے خلاف جنس راس المال کو راس المال کی جنس سے از روئے استحسان کے بسبب وجوب رد کے بجنس راس المال کے اور
تاکہ نفع ظاہر ہو اور قیاس یہ ہے کہ اگر دراہم ہوں تو دنانیر سے نہ بدلے وکذا عکسہ اسواسطے کہ نقدین یک جنس واحد ہیں باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان میں یہ مبادلہ
صحیح ہے اسواسطے کہ مضارب پر یہ واجب ہے کہ مثل راس المال کو پھیر دے اور یہ بلا مبادلہ نہیں ہوسکتا کذا فی الدرر اور دوسرا فائدہ مبادلہ کا یہ ہے کہ نفع ظاہر ہو تا مالک و مضارب دونوں اپنے
حق سے وصول پاویں ولا یملک المالک فسخہا فی ہذہ الحالۃ بل ولا تخصیص الاذن لانہ عزل من وجہ نہایہ اور مالک کو اختیار نہیں فسخ مضاربت کا اس حالت میں یعنے جبکہ
مال عروض ہو بلکہ تخصیص اذن کا اختیار نہیں اسواسطے کہ تخصیص اذن ایک راہ سے عزل ہے کذا فی النہایہ بخلاف احد الشریکین اذا فسخ الشرکۃ ومالہا

استحقّ صحّ بخلاف احد الشریکین جبکہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور شرکت کا مال اسباب ہو نہ نقد تو فسخ صحیح ہے افترقا وفی المال دیون وربح یجبر المضارب
علی اقتضاء الدیون اذ حینئذ یعمل بالاجرۃ جدائی ہو گئی مالک اور مضارب میں اور مضاربت کا مال دیون ہیں اور نفع ہے تو مضارب پر جبر ہوگا دیون کے تقاضا کرنے کے
اسواسطے کہ مضارب اسوقت عامل باجرت ہوگا اور دیون کی وجہ یہ ہے کہ مضارب نے عروض کو قرض بیچا اور ہنوز ثمن پر قبضہ نہیں کیا مضارب عامل بالاجرۃ اسواسطے
ٹھہرا کہ وہ اس صورت میں اجیر کے مانند ہے اور نفع اجرت کے مانند ہے تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اسی شہر میں ہو اور اگر دوسرے شہر میں ہو تو خرچ
مضاربت کے مال میں ہوگا کذا فی الطحطاوی وان لا ربح لا جبر لانہ حینئذ متبرع اور اگر مال نفع نہو تو مضارب پر تقاضا دیون میں جبر نہیں اسواسطے کہ مضارب اسوقت
میں متبرع اور محسن ہے اور محسن پر زبردستی نہیں ویؤمر بان یوکل المالک علیہ لانہ غیر العاقد اور مضارب پر حکم ہوگا کہ مالک کو تقاضا دیون میں وکیل کرے
اسواسطے کہ مالک غیر عاقد ہے یعنی اور حقوق عقد کے راجع نہیں ہوتے مگر عاقد کی طرف تو مالک مطالبہ دین پر قادر نہوگا بلا توکیل مضارب کے حینئذ فالوکیل
بالبیع والمستبضع کالمضارب یعنی بان بالتوکیل اور اسوقت میں جبکہ متبرع ہو جبر علی الاقتضاء نہیں تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا ابواب
بضاعت کے مضارب کے مانند ہے دونوں کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یجبر علی التقاضی وکذا الدلال لانھما یعملان بالاجرۃ سمسار پر جبر کیا
ہوگا تقاضا سے دین میں اور اسیطرح دلال پر اسواسطے کہ وہ دونوں اجرت پر کام کرتے ہیں سمسار یک دلال وہ ہے جسکے پاس عروض اور حیوانات لوگوں
کے جمع ہوں تاوہ اجرت لیکے بیچے بلا عقد اجارہ تو وہ بھی عامل بالاجرۃ ہے اور یہ بمنزلہ اجارہ صحیحہ کے ہے عادت کے موافق کذا فی الدرر فرع مسئلہ متعلقہ
شارح کا استوجب علی ان یبیع ویشتری لم یجب لعدم قدرتہ علیہ والحیلۃ ان یستاجرہ مدۃ للخدمۃ ویستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کے واسطے اسپر اجرت ٹھہرا کیا
کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہ جائز نہیں بسبب اسکے نہ قادر ہونے کے بیع اور شرا پر اور حیلہ اسکے جائز ہونے کا یہ ہے کہ اسکو مزدوری پر لیگا واسطے اور نوکر رکھ لے
خدمت کے واسطے مدت معین تک اور اسسے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی ہم عدم قدرت بیع اور شرا پر اسواسطے ہوا کہ خرید و فروخت تمام نہیں ہوسکتی مگر فریقین کی مساعدت
سے یعنی بائع اور مشتری کی مساعدت تو اجیر قادر نہیں اسکی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اسواسطے جائز ہوا کہ عقد شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین ہے بیان مدت اور
[illegible] اور وہ قادر ہے اسکی تسلیم پر اسطرح کہ اپنی ذات کو حاضر کرے مدت معینہ میں کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وما ہلک من مال المضاربۃ یصرف الی الربح
لانہ تبع اور جتنا تلف ہوگیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے اسواسطے کہ نفع تابع ہے راس المال کا اور راس المال اصل ہے فان زاد الہالک علی الربح
لم یضمن ولو فاسدۃ من عملہ لانہ امین پھر اگر مال ہالک زیادہ ہو نفع سے تو مضارب پر تاوان نہ آویگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گو مال کی ہلاکی مضارب
کے عمل سے ہو اسواسطے کہ مضارب امین ہے یعنی امین ضامن نہیں ہوتا وان قسم الربح وبقیت المضاربۃ ثم ہلک المال او بعضہ ترادا الربح لیاخذ المالک راس المال
وما فضل بینہما وان نقص لم یضمن لما مر اور اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب مال یا بعض مال تلف ہو جاوے تو دونوں شخص نفع پھیر دیں
تا مالک نفع سے راس المال لے اور جسقدر نفع زائد ہو راس المال سے وہ دونوں میں شروط کے موافق قسمت ہو اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر
تاوان نہوگا بدلیل گذشتہ یعنی امین پر تاوان نہیں ثم ذکر مفہوم قولہ وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وفسخت المضاربۃ والمال فی ید المضارب ثم
عقداہا فہلک المال لم یترادا لبقیت المضاربۃ لانہ عقد جدید وہی الحیلۃ النافعۃ للمضاربۃ پھر مصنف نے اپنے قول وبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا
سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہو گئی اور مال مضارب کے ہاتھ میں ہے پھر دونوں نے مضاربت کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہو گیا تو دونوں نفع سابق کو نہ پھیرینگے اور
مضاربت ثانیہ باقی رہیگی اسواسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور حیلہ نافعہ ہے مضارب کے واسطے ہم یعنی اگر مضارب ڈرے استرداد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے
راس المال کے تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ فسخ مضاربت کرکے مضاربت جدید عقد کرلے اور اگر مال مضاربت کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولی نفع مسترد نہوگا اور
زیلعی نے بعد تسلیم مال کی قید لگائی حیلہ مذکورہ میں سو اتفاقی ہے کذا فی الطحطاوی فصل فی المتفرقات یہ فصل ہے مسائل متفرقہ مضاربت میں المضاربۃ اذا ... فیح

کل المال او بعضہ لتقیید الہدایۃ بالبعض اتفاقی عنایہ الی المالک بضاعۃ لا مضاربۃ تا مضاربت فاسد نہین ہوتی مالک کو تمام مال یا جز مال کو دیا گیا بطریق بضاعت کے نہ بطور مضاربت بدلیل کہ شارح نے کہا ہے کہ تقیید بوقع بعض مال کی اتفاقی ہے کذا فی العنایۃ ہم بضاعت کیساتھ علاقہ مراد ہے تو اسواسطے کہ ابضاع حقیقی یہاں متحقق نہین کیونکہ بضاعت حقیقی مین سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہین اور اگر مضارب نے مالک کو بطریق مضاربت دیا تو مضاربت ثانیہ باطل ہوگی نہ مضاربت اولی وجہ بطلان یہ ہے کہ شرکت بغیر مال کے متحقق نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی وان اخذہ ای المال الذی المالک بغیر امر المضارب باع و اشتری بطلت ان کان راس المال نقدا لانہ عامل لنفسہ اور اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضارب کے لیا اور بیع و شراء کی تو مضاربت باطل ہوگی اگر راس المال نقد ہو اسواسطے کہ مالک اپنی ذات کے واسطے عامل ہوا ہم ہو یہ مین خلاصہ ہے کہ جس تصرف کا مضارب مستحق ہوا اگر مالک اسکے منع کرنے پر مالک قادر نہین تو صاحب مال اس تصرف مین مضارب کا معین ٹھہریگا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدون امر کے اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہے تو صاحب مال اس مین اپنے نفس کے لیے تصرف کرنیوالا ہے مگر یہ تصرف باذن مضارب ہو تو اسوقت معین ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی وان کان عرضا لان النقض الصریح لا یبطل فہذا اولی عنایہ اور اگر مال مضاربت عرض ہو گیا تو مضاربت باطل نہوگی تصرف مذکور سے کیونکہ اسوقت مین مالک کا نقض صریح ابطال مضاربت مین عمل نہین کرتا تو نقض غیر صریح بطریق اولی عمل نہ کریگا کذا فی العنایۃ ثم ان باع بعرض بقیت وان بنقد بطلت لما مر پھر اگر مالک نے عرض کو بعوض عرض کے بیچا تو مضاربت باقی ہے اور اگر بعوض نقد کے بیچا تو مضاربت باطل ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی وہ عامل لنفسہ ہو گیا و اذا سافر و لو یوما فطعامہ و شرابہ و کسوتہ و رکوبہ بفتح الراء ما یرکب و لو بکراء و کل ما یحتاجہ عادۃ ای فی عادۃ التجار بالمعروف فی مالہا اور جبکہ مضارب نے سفر کیا یعنی تجارت کے واسطے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو اسکا کھانا اور پینا اور سواری بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت ہو تجارت کی عادت مین دستور کے موافق مضاربت کے مال مین ہے شارح نے کہا رکوب بالفتح عبارت ہے اس شے سے جس پر سواری کیجائے ہم سفر سے یہاں تین دن کا سفر شرعی مراد نہین بلکہ جب اپنا شہر سے باہر نکلے کہ رات تک اپنے گھر مین نہ آسکے تو سفر متحقق ہوگا اور محتاج ایسا جیسے کپڑون کی دھولائی اور چراغ کا تیل اور ایندھن اور خادم اور حمام اور حلاق کی اجرت اسواسطے کہ آدمی میل [illegible] سے چیکٹ ہو جاتا ہے والا مفلسون مین شمار کیا جاتا ہے تو خرید و فروخت کا معاملہ اس سے کم ہوگا دستور کی قید اسواسطے لگائی کہ فضول خرچی کریگا تو بقدر زیادتی مضارب پر لازم آویگا مصارف مذکورہ مضاربت کے مال سے اسواسطے مقرر ہوئے کہ اسنے اپنی ذات کو تجارت مین مصروف کیا اور کہین آنے جانے سے بند ہوا تو بعوض اس احتباس کے اسکا نفقہ لازم آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر ہے بعلت حق احتباس کے صحیحۃ لا فاسدۃ لانہ اجیر فلا نفقۃ لہ کمستبضع و وکیل و شریک کافی وفی الاخیر خلاف نفقہ مضارب کا سفر مین مضاربت کے مال مین ہے اگر مضاربت صحیحہ ہو اور اگر مضاربت فاسدہ ہو تو مضارب مزدور کے مانند ہے تو اسکا نفقہ نہین مانند مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اخیر مین خلاف ہے ہم کافی مین شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور نہایہ مین وجوب مصرح ہے اور ابن ملک کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم وجوب متعمد ہے اسواسطے کہ اسنے نقل کیا ہے کہ وجوب نفقہ محمد رح سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی ان عمل فی المصر سواء ولد فیہ او اتخذہ دارا فنفقتہ فی مالہ کدوائہ علی الظاہر اور اگر مضارب نے شہر مین کام کیا خواہ اس شہر مین مضارب پیدا ہوا ہو یا وہان رہ پڑا ہو گھر بنا کر تو اسکا خرچ اسکے مال مین ہے چنانچہ اسکی دوا علاج کا خرچ اسکے مال مین ہے بنا بر ظاہر مذہب ہم علاج کا خرچ مال مضاربت مین نہین نہ سفر مین نہ حضر مین اسواسطے کہ مرض عارضی امر ہے کاہے ہوتا ہے اور کاہے نہین بسوط مین ہے کہ حجامت اور مہندی اور سر منڈا نا علاج مین داخل ہے اما اذا نوی الاقامۃ بمصر و لم یتخذہ دارا فلہ النفقۃ ابن ملک ما لم یاخذ مالا لانہ لم یحتبس بالمال اور جبکہ مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اسکو وطن نہین قرار دیا تو اسکا نفقہ مضاربت کے مال مین کذا ذکرہ ابن ملک جبتک کہ مضارب نے مال نہین لیا اسواسطے کہ وہ مال مضاربت کے سبب سے محبوس نہین ہوا ہم شہر مذکور مین نفقہ اسوقت تک ہے جبکہ اسکو وہان مال نہ دیا گیا ہو اور جب اس شہر سے سفر نکیا ہو مبسوط مین ہے اور اگر مضارب کو مال دیا گیا اور مالک نے مضارب کو کوفہ مین دیا اور کوفہ مضارب کا وطن نہین تو مضارب نے [illegible]

مضاربت سے صرف نکلنے اسکو لازم ہے کہ اسکی اقامت کرنے میں مضاربت کے سبب سے نہیں تو ستو جب تک نفقہ نہیں جب تک وہان سے باہر جاوے سو اگر کوفہ سے نکلا اور اپنے وطن میں
گیا اور پھر کوفہ میں تجارت کے واسطے آیا تو اسکے ذمہ میں مال مضاربت سے اپنی ذات پر خرچ کرے اسلیے کہ اسکا کوفہ میں رہنا مسافرانہ تھا سو وہان سے سفر کر جانے سے وطن مستعار بھی
دور ہو گیا انتہی مختصرا اور یہ جو شارح نے کہا کہ اسکا نفقہ بھی تب تک اسنے مال نہیں لیا اسلیے کہ نکلتا ہے کہ جب مال لیگا اور کوفہ میں رہیگا تو اسکا نفقہ نہ لیگا اور حالانکہ ایسا
نہیں ہے اور شاید کہ شارح یہ سمجھا ہے منح الغفار کی اس عبارت سے قولہ واخذ مالا بالکوفۃ وہو من اہل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافرا فلا نفقۃ انتہی و مقصود اس عبارت سے وہی ہے
جو ہم نے نقل کیا کذا فی الطحطاوی ولو سافر بمالہ ومالہا او خلطہ باذن او بمالین لرجلین انفق بالحصۃ واذا قدم رد الباقی مع تحقیق الزائد علی المعروف اور اگر مضارب
اپنا مال و مضاربت کا مال سفر میں لیگیا یا اپنا مال مضاربت کے مال میں ملایا مالک کے اذن سے یا دو مردون کے دو مال لیگیا تو اپنی ذات پر حصہ رسد صرف کرے اور جب
سفر سے آوے تو جو باقی رہگیا طعام اور لباس سے اسکو پھیر دے اور جسقدر زیادہ صرف کیا ہو تو اسکا تاوان دے [illegible] سے مضاربت پر کیا مالک کا
اور خرچ کیا اپنی ذات پر اور شرکت سے صرف نہیں کرتا القول راجح اس اعتراض کو بعض حواشی میں بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی [illegible] فی المال ذلک
[illegible] علی المالک اور اگر مضارب نے اپنے مال سے اپنے مصارف سفر میں صرف کیا تا کہ پھر اگر مضارب [illegible] مال میں [illegible] اور اگر مال مضاربت کا تلف ہو
تو اس صرف کو مالک سے نہیں لیسکتا ویاخذ المالک ما انفقہ المضارب من رأس المال ان کان ثمہ ربح فان استوفاہ فما فضل قسم من الربح اسماہ
علی الشرط لان ما انفقہ یجعل کالہالک والہالک یصرف الی الربح کما مر اور مالک اتنا نفع سے لیگا جتنا مضارب نے خرچ کیا ہے راس المال سے اگر وہاں نفع موجود ہو اگر
راس المال پورا کر لیا نفع سے لیکر اور کچھ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونوں شرط کے موافق بانٹ لیں [illegible]
راس المال مالک کا نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم یظہر ربح فلا شیء علیہ ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر ہو تو مضارب پر کچھ نہیں یعنی راس المال کے
کم ہو جانے سے استیفا نہیں وان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحملان واجرۃ السمسار والقصار والصباغ ونحوہ
[illegible] ویقول البائع قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرابحہ کے بیچے تو اسکو حساب کرے جو خرچ کیا متاع پر خرچ کیا از قسم باربرداری کے اور دلال
اور رنگریز کی اجرت کے اور مانند اسکے اور مصارف جنکے لینے کی سوداگروں میں عادت ہے اور بائع یوں کہے کہ یہ چیز مجھکو اتنے میں پڑی ہے [illegible]
[illegible] الی راس المال ما یوجب زیادۃ فیہ حقیقۃ او حکما او اعتادہ التجار کاجرۃ السمسار [illegible] راس المال کی
وہ چیز جو راس المال میں موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکما یا اسکے ملانے کی سوداگروں میں عادت ہو جیسے دلال کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہے راس المال کے ساتھ ملانے کا
کذا فی النہایۃ [illegible] زیادت کی حقیقی مثال چنانچہ رنگریز زیادت حکمی کی مثال جیسے [illegible] کپڑے کا [illegible] النفقۃ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ [illegible] راس المال کے
ساتھ [illegible] المرابحۃ میں جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے ہم کتاب المرابحۃ میں مذکور ہو چکا کہ ملانے میں عادت تجار کا اعتبار ہو
[illegible] مضارب [illegible] کی عادت ہو تو ملاوے ورنہ نہیں تو نہیں مضارب بالنصف شری بالفہا بزا ای ثیابا وباعہ بالفین وشری بہما عبدا فضاعا فی یدہ قبل
نقدہما البائع العبد غرم المضارب نصف الربح ربعہا وغرم المالک الباقی [illegible] مضارب نے ہزار درم سے کپڑے کے تھان خریدے اور
دو ہزار درم سے بیچا اور انہیں دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سو وہ دونوں ہزار مضارب کے ہاتھ میں تلف ہو گئے بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتھائی
تاوان دے اور مالک باقی کا یعنی دو ہزار کے تین ربع کا تاوان دے [illegible] جبکہ مال ایک ہزار سے دو ہزار ہو گیا تو نفع مال میں ظاہر ہوا ایک ہزار کا وہ دونوں میں نصفا نصف ہو گیا تو مضارب
[illegible] پانسو پہونچے پھر جب دو ہزار کو غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہو گیا دونوں میں تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتھائیاں مالک کی ہوئیں پھر جب دو ہزار تلف ہو گئے
قبل ادائے ثمن غلام کے تو دونوں پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اسکے ثمن کا تو چوتھائی مضارب پر پڑی یعنی پانسو اور تین چوتھائیاں مالک پر یعنی ڈیڑھ ہزار [illegible]
ملکا للمضارب خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ [illegible] المضاربۃ [illegible] وباقیہ [illegible] اور چوتھائی غلام کا مملوک مضارب کا خارج ہو جائیگا مضاربت

مال سے اسواسطے کہ چوتھائی کا تاوان اسپر ہے اور مضارب کا مال امانت ہے اور تاوان اور امانت میں منافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیاں مال مضاربت کی ہیں هم
خلاصہ یہ ہے کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت میں داخل نہ رہا کیونکہ مضاربت میں تاوان نہیں ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت میں داخل ہے بسبب عدم منافی کذا
فی الدرر ورأس المال جمیع مادفع المالک وهو الفان وخمسمائۃ اور رأس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار ہے هم اسواسطے کہ مالک نے اول ہزار درم
دیے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تھا پھر ڈیڑھ ہزار دیے یعنی ثمن غلام کے تاوان میں کذا فی شرح الوقایۃ ولکن رابح المضارب فی بیع العبد علی الفین فقط لانہ
اشتراہ بہما ولیکن غلام کی بیع میں مضارب فقط دو ہی ہزار پر بیع بطریق مرابحہ کرے اسواسطے کہ اسنے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا هم یعنی یوں نہ کہے کہ یہ غلام
ڈھائی ہزار کو مجھے پڑا اسواسطے کہ خرید دو ہی ہزار پر واقع ہوئی تو اس تاوان کو نہ لادے جو بسبب ہلاک ہوجانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایۃ ولو بیع العبد
بضعفہا باربعۃ الاف فحصتہا ثلثۃ آلاف لان ربعہ للمضارب هم اور مسئلہ سابقہ میں اگر غلام دو ہزار کے دو چند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت کا حصہ تین ہزار
ہے اسواسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنی ایکہزار مضارب کا حصہ ہے والربح منہا نصف الالف بینہما لان رأس المال الفان وخمسمائۃ هم اور مضاربت کے تین ہزار کے پانسو نفع
کے مالک اور مضارب میں تقسیم ہونگے اسواسطے کہ رأس المال ڈھائی ہزار ہے هم یعنی جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار رأس المال کے نکلگئے تو پانسو باقی رہے وہ نفع
ٹھہرا سو دونوں میں بموجب شرط کے نصفا نصف ہوگا ولو شری من رب المال بالف عبدا شراہ رب المال بنصفہ رابح بنصفہ وکذا عکسہ لانہ وکیلہ ومنہ
علم جواز شراء المالک من المضارب وعکسہ اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانسو کو لیا تھا تو مضارب اسکی بیع بطور مرابحہ پانسو کرے اور
اسی طرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اسواسطے کہ مضارب وکیل ہے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا مالک کی خریداری کا
مضارب سے اور مضارب کا مالک سے هم اگر چہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحت نہ کرے مگر پانسو سے اسواسطے کہ بیع مالک کی مضارب سے ایسی ہے جیسے اپنی ذات سے اسواسطے
کہ وہ اسکا وکیل ہے تو ہر چند بیع مذکور جائز ہے لیکن اسکا شبہہ ہے عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہے تو اقل ثمنین کو اعتبار کرنا چاہیے کذا فی الدرر
وشرح الوقایۃ ولو شری بالفہا عبدا قیمتہ الفان فقتل العبد رجلا خطأ فثلثۃ ارباع الفداء علی المالک وربعہ علی المضارب علی قدر ملکہما اور اگر مضاربت
کے ہزار درم سے وہ غلام خرید کیا جسکی قیمت دو ہزار ہے هم سو اس غلام نے ایک مرد کو خطا سے مار ڈالا تو فدا اسکے غلام کی تین چوتھائیاں مالک پر ہیں اور چوتھائی اسکی
مضارب پر ہے دونوں کے ملک کے بموجب هم یہ اس صورت میں ہے جبکہ مالک اور مضارب غلام قاتل کا دینا اور لینا مقتول کو قبول نہ کریں اور خون بہا دینا قبول کریں
مضارب کی ملک چہارم اسواسطے ہوئی کہ رأس المال ہزار تھا اور غلام بالفعل دو ہزار کا ہے تو نصف نفع مضارب کا ٹھہرا یعنی پانسو اور وہ چہارم ہے دو ہزار کا والعبد یخدم
المالک ثلثۃ ایام والمضارب یوما لخروجہ عن المضاربۃ بالفداء للتنافی کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایکدن بسبب خارج ہوجانے
غلام کے مضاربت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب سے بعلت منافات یعنی تاوان اور مضاربت میں تباین ہے چنانچہ مذکور ہوچکا هم وجہ خروج یہ ہے کہ حکم قاضی بانقسام
فدا متضمن ہے انقسام عبد کو اور مضاربت منتہی ہوجاتی ہے قسمت سے کذا فی العمدۃ شرح الوقایۃ ولو اختار المالک الدفع والمضارب الفداء فلہ ذلک لتوہم الربح حینئذ اور اگر مالک غلام کا
دینا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے تو یہ اسکو جائز ہے بسبب توہم منفعت کے اسوقت میں هم اس علت کا محل وہ ہے جس میں غلام کی قیمت ہزار ہو اور یہاں تو دو ہزار
قیمت ہے تو یہاں نفع ظاہر ہے نہ موہوم کذا فی الطحطاوی مختصرا وتمامہ فیہ اشتری بالفہا عبدا وہلک الثمن قبل النقد للبائع لم یضمن لانہ امین بل دفع المالک
للمضارب الفا اخری ثم وثم ای کل ما ہلک دفع اخری الی غیر نہایۃ مضارب نے مضاربت کے مال سے ایکہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اسکا تلف ہوگیا قبل ادا کرنے بائع
کے تو مضارب پر تاوان نہیں اسواسطے کہ وہ امین ہے اور امین ضامن نہیں ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایکہزار اور دیگا پھر اور دیگا پھر اور دیگا یعنی جتنے بار ثمن تلف ہوجاوے اور ہزار دیا جاوے
بلا حد معین ورأس المال جمیع مادفع اور رأس المال کل مال مدفوع ہے هم اگر دو بار ثمن دیا تو دو ہزار رأس المال ہے اور اگر دس بار دیا تو دس ہزار رأس المال ہے اور تو
مضارب کو نفع نہ ملیگا جب تک تمام رأس المال مالک کو نہ پہونچیگا لیکن بیع مرابحہ نہ ہوگی مگر فقط ہزار پر کما تقدم بخلاف الوکیل لان یدہ ثانیا ید استیفاء لا امانۃ

مخالف وکیل کے اسواسطے کہ دوبارہ قبضہ وکیل کا قبضہ استیفا ہی نہ قبضہ امانت کا اصل حاصل مقام یہ ہی کہ وکیل نے جب قبضہ ثمن کیا بعد خریدنے کے پھر ثمن ہلاک ہوگیا تو رجوع نہیں یعنی مالک سے دوبارہ نہیں لے سکتا اور اگر قبل خریدنے موکل نے اسکو ثمن دیا پھر وہ تلف ہوگیا تو ایکبار موکل سے اور لے سکتا ہی اسواسطے کہ دفع قبل شرا امانت ہی اسکے ہاتھ میں تو بعد ہلاک کی امانت ایکبار رجوع ہو پھر رجوع نہیں تو شارح کا قول اسصورت پر محمول ہو جبکہ موکل نے ثمن قبل خریدنے کے دیا اسواسطے کہ بعد خرید کے دینے میں اصلا رجوع نہیں تلف ہونے کے بعد کذا فی الطحطاوی معہ الفان فقال للمالك دفعت الی الفا وربحت الفا وقال المالك دفعت الیك الفین فالقول للمضارب لان القول فی مقدار المقبوض للقابض امینا او ضمینا اور اگر مضارب کے پاس دو ہزار ہیں سوائے مالک کے کہا کہ تو نے مجھکو ہزار روپیہ دیئے اور نفع میں ایک ہزار حاصل کیے اور مالک نے کہا کہ میں نے تجھکو دو ہزار دیئے تو مضارب کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ مقدار مقبوض میں قابض کا قول مقبول ہے خواہ قابض امین ہو یا ضمین چنانچہ مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف مع ذلک فی مقدار الربح فالقول لرب المال فی مقدار الربح فقط لانہ یستفاد من جہتہ اور اگر اُسکے ساتھ یعنی راس المال کے اختلاف کے ساتھ نفع کی بھی مقدار میں اختلاف ہو تو صرف مالک کا قول مقبول ہو فقط منفعت کی مقدار میں اسواسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہی مالک کی جہت سے یعنی اُسکے بیان کرنے سے نفع میں ہوتا ہی نصف یا ثلث اور جو کچھ زیادہ ہے تو اسی کا قول مقبول ہوگا مقدار راس المال و مقدار نفع کے اختلاف کی صورت یہ ہی کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تھا اور تیسرا حصہ نفع میں شرط کیا اور مضارب نے کہا کہ راس المال ہزار تھا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال میں مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا وایہما اقام بینۃ تقبل اور مالک اور مضارب میں سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لا دیگا تو قبول ہوگا وان اقاما فالبینۃ بینۃ رب المال فی دعواہ الزیادۃ فی راس المال وبینۃ المضارب فی دعواہ الزیادۃ فی الربح اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو قبول کی گواہی رب المال کی گواہی ہو زیادتی راس المال کے دعوی میں اور مضارب کی گواہی مقبول ہو زیادتی نفع کے دعوی میں اسواسطے کہ بینہ اثبات زیادتی کے واسطے ہو قید الاختلاف بکونہ فی المقدار لانہ لو کان فی الصفۃ فالقول لرب المال فلو قال معہ الف فقال ہی مضاربۃ بالنصف وقد ربح الفا وقال المالک ہو بضاعۃ فالقول للمالک لانہ منکر صفت مقدار کے اختلاف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اختلاف صفت میں ہوگا تو وہاں مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسی واسطے مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے پاس ہزار میں سو اسنے کہا کہ وہ میرے پاس نصف نصف مضاربت کے طور پر ہیں اور مضارب نے ہزار منفعت میں حاصل کیے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہیں نہ بطریق مضاربت تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہی مضاربت کے دعوی کا وکذا لو قال المضارب ہی قرض وقال رب المال ہی بضاعۃ او ودیعۃ او مضاربۃ فالقول لرب المال والبینۃ بینۃ المضارب لانہ یدعی علیہ التملیک والمالک ینکر اور اسیطرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ بضاعت ہیں یا ودیعت ہیں یا مضاربت ہیں تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور برہان مقبول تو مضارب کی برہان ہی اسواسطے کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہی اور مالک تملیک کا منکر ہی جب اسنے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ٹھہرا مالک کی تملیک سے تو سب نفع قابض ہی کا ٹھہریگا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت میں اسکا انکار ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر بجائے مضاربت واضع یہ کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ بضاعت اور ودیعت میں مالک دو واضع یہ دونوں عدم مضاربت میں متفق ہیں وان ادعی المالک القرض والمضارب المضاربۃ فالقول للمضارب لانہ ینکر الضمان وایہما اقام البینۃ قبلت اور اگر مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہو اسواسطے کہ منکر ہی تاوان کا اور دونوں میں سے جو گواہ قائم کریگا مقبول ہونگے ہم دعوی مضاربت میں ضمان کا انکار ہی اسواسطے کہ بارہا مذکور ہو چکا کہ مضارب امین ہی ضمین نہیں اور مالک مدعی ضمان ہی اور قول تو منکر کا قول ہو وان اقاما فبینۃ رب المال اولی لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ انمیں زیادہ تر اثبات ہی ہم زیادتی اثبات کی وجہ یہ ہی کہ مالک کی برہان سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہی واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب العموم او الاطلاق وادعی المالک الخصوص فالقول للمضارب لتمسکہ بالاصل اور نوع کے خلاف میں تو اگر مضارب عموم تجارت یا اطلاق کا دعوی کرے اور مالک خصوص کا

دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے بسبب اسکے کہ مضاربت میں اصل کو عموم اطلاق کی ہے صورت یہ ہے کہ مضارب کہے کہ مالک نے مجھکو تری اور خشکی وغیرہ کی اجازت دی تھی
اور مالک خصوص کا دعوی کرے اس طرح کہ یہ کہے فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی تھی تری کی یا بالعکس اسلئے کہ مضاربت میں عموم اور اطلاق ہونا
اصل ہے کیونکہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہے اور اسکے مناسب عموم اور اطلاق ہے نہ خصوص ہاں اگر دونوں نے دعوی کیا ہو فالقول للمالک والبینۃ للمضارب فی قیمتها علی صحۃ تصرفہ
ونفی الضمان اور اگر کسی شخص ایک ایک قسم کی تجارت کا دعوی کرے تو مالک کا قول مقبول ہے اور گواہ مضارب کے تو مضارب کا گواہ قائم کرے اپنے تصرف کی صحت پر اور اسکو
نفی تاوان لازم ہے اور یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا ہے تقریر سوال یہ ہے کہ گواہ تو اثبات کیواسطے ہوتے ہیں نہ نفی کے واسطے تو جواب
اسکا دیا کہ یہ نفی پر گواہی نہیں بلکہ اپنے تصرف کے صحیح ہونے پر گواہی لایا ہے اور جب اسکا تصرف صحیح ہوا تو اسپر تاوان لازم نہ آیا ولو وقتت البینات قضی بالمتاخرۃ
والا فبینۃ المالک اور اگر بینات نے تعیین وقت بیان کیا تو پیچھے کے گواہ پر حکم ہوگا اور نہیں تو مالک کے گواہ پر متاخرہ پر اسواسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کی
توڑتی ہے اور عدم قیمت کے تحت میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پہلا وقت بیان نہو دوسرے یہ کہ فقط ایک ہی گواہ وقت بیان کریں فروع مسائل ملحقہ شارح
دفع الوصی مال الصغیر الی نفسہ مضاربۃ جاز وقیدہ الطرسوسی بان لا یجعل الوصی لنفسہ من الربح اکثر مما یجعل لامثالہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ وصی نے صغیر کا مال
اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طرسوسی نے اس جواز میں یہ قید لگائی ہے کہ وصی اپنے واسطے اس سے زیادہ نفع نہ ٹھہراوے
جو اپنے ہمسروں کے واسطے ٹھہراتا ہے اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی شرح میں ہے وفیها مات المضارب ولم یوجد مال المضاربۃ فیما خلف عاد دینا فی ترکتہ
اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مضارب مرگیا اور مضاربت کا مال پایا نہیں گیا اس مال میں جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹھہریگا اسکے متروکہ
میں اور یہی حکم ہے مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مرجائے قبل بیان کے اور امانت بعینها معلوم نہو تو اسپر دین ثابت
ہوگا اسکے متروکہ میں اسواسطے کہ وہ تحصیل لینے بیان نہ کرنے سے ضامن ہوا اور اگر اسکے وارث ہلاکی مال کا دعوے کریں یا کہیں کہ
مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم کرچکا ہے تو انکی تصدیق نہوگی کذا فی الخلاصۃ والدرر اور پورا بیان اسکا کتاب الودیعۃ میں آویگا وفی الاختیار دفع المضاربۃ
سفیہا للعاشر لیکف عنہ ضمن لانہ لیس من امور التجارۃ لکن صحح فی مجمع الفتاوی عدم الضمان فی زماننا قال وکذا الوصی لانهما یقصدان الاصلاح
وسیجیء آخر الودیعۃ اور اختیار میں ہے کہ مضارب نے کچھ مال دیا بطریق رشوت کے عاشر کو لینے پر اسواسطے کہ تا وہ اس سے باز رہے تو مضارب کے
ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ اس طرح کا دینا تجارت کے امور سے نہیں ہے لیکن مجمع الفتاوی میں عدم تاوان صحیح ہے ہمارے زمانے میں
صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور سیطرح وصی پر ضمان نہیں اسواسطے کہ مضارب اور وصی اس دینے کو صلاح مال کا ارادہ کرتے ہیں اور عنقریب
آویگا کتاب الودیعۃ کے آخر میں وفیہ لو شری لها متاعا فقال انا امسکہ حتی اجد ربحا کثیرا واراد المالک بیعہ فان فی المال ربح اجبر علی بیعہ
لعلمہ باجر کالمعامر الا ان یقول للمالک اعطیک راس المال وحصتک من الربح فیجبر المالک علی قبول ذلک اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ اگر مضارب
نے مضاربت کے مال سے تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضارب بولا کہ میں اسکو رکھ چھوڑونگا یہاں تک کہ نفع کثیر پاؤنگا اور مالک نے اسکے بیع کا
ارادہ کیا تو اگر مال میں منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اسکی بیع پر اسواسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم اور متعین ہے چنانچہ مذکور ہوچکا مگر
یہ کہ مضارب مالک سے کہے کہ میں تجکو راس المال اور تیرے حصے کی منفعت دونگا تو اب مالک پر زبردستی ہوگی اسکے قبول کرنے پر وفی البزازیۃ دفع الیہ الفا نصفها ہبۃ
ونصفها مضاربۃ فهلکت بالقسمۃ حصۃ الہبۃ انتهی اور بزازیہ میں ہے کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیے یا نسو بطریق ہبہ کے اور پانسو بطریق مضاربت کے لیکن تلف
ہوگئے ہزار درم تو مضارب پر حصہ ہبہ کا تاوان لازم آویگا انتهی کلام البزازیۃ یعنی حصہ مضاربت کی ہلاکی میں اسواسطے تاوان نہیں کہ وہ امانت ہے اور حصہ ہبہ میں اسواسطے
تاوان ہے کہ ہبہ فاسد ہے اسواسطے کہ ہبہ مشاع ہے محتمل القسمۃ میں تو موہوب لہ اسکا مالک نہ ٹھہرا تو اسپر تاوان لازم ہوا قلت والمفتی بہ انہ لا ضمان مطلقا الا فی المضاربۃ

لانہا امانۃ ولا فی البتۃ لانہا فاسدۃ وہی تملک بالقبض علی المعتمد المفتی بہ کما سیجیء فلا ضمان فیہا وبہ یضعف قول الوہبانیۃ تشعر وارد بہ عشرا علی ان
[illegible] فاسدۃ کذا فی الکبیر یہ نہیں کہتا ہوں قول مفتی بہ یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں مطلقا تاوان نہیں نہ مضاربت میں اسواسطے کہ وہ امانت
ہے اور نہ ہبہ میں اسواسطے کہ ہبہ فاسدہ ہوا اور وہ ملک ہو جاتی ہے قبض کر لینے سے بنا بر قول معتمد مفتی بہ کے چنانچہ اسکا بیان آویگا کتاب الہبہ میں تو ہبہ
فاسدہ میں تاوان نہیں اور یہ جب اسی قول معتمد کے ضعیف کہا گیا ہے وہبانیہ کا یہ قول اور ودیعت رکھے ایک شخص کے پاس دس درم اس طرح پر کہ پانچ اسکو
ہبہ ہیں سو اسنے پانچ تلف کر ڈالے تو تاوان دیگا شرنبلالی نے کہا تقدیر اسکی یہ ہے کہ غیر شخص کو دس درم دیئے اور کہا ان میں پانچ تجھکو ہبہ ہیں اور پانچ تیرے پاس ودیعت ہیں تو قابض
نے ان میں پانچ تلف کر ڈالے اور باقی پانچ خود تلف ہو گئے تو قابض ڈھائی کا تاوان دیگا اسواسطے کہ ہبہ جو مشاع میں تھا قابض کی ملک میں ہے کیونکہ ہبہ مشاع جو تحمل القسمۃ میں ہو وہ
فاسد ہے اور جو پانچ درم اسنے تلف کر ڈالے انمیں سے نصف ہبہ میں اور نصف امانت اور یہ مسئلہ مبنی ہے قول غیر صحیح پر کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

کتاب الایداع

یہ کتاب ہے ودیعت رکھنے کے مسائل میں لاختلافہ فی اکثر المسائل واحدہ فی الحکم وہو الامانۃ پوشیدہ نہ رہے کہ ایداع سے مشترک ہونے میں اسکا ماقبل کی کتاب کے ساتھ حکم
میں یعنی امانت ہونے میں ایداع اور مضاربت مشترک ہیں دونوں لہذا مضاربت کے بعد مصنف رحمہ نے ایداع کو لایا ہو وقیل من الوضع ای الترک ایداع لغت میں ودیعت دینا
کو کہتے ہیں ایداع لغت میں عبارت ہے تسلیط غیر سے کسی چیز کی نگہبانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال اور ایداع اور استیداع بمعنی واحد ہو مثلاً زید نے اپنا مال خالد کے پاس ودیعت
رکھا سو تو زید مودع اور مستودع ہے کسرہ دال اور خالد مودع اور مستودع ہے بفتح دال فتحقیق ہیں ہے کہ حفظ امانت ہے عبادت دارین ہے اور خیانت اشقا دارین ہے [illegible]
امانت داری مالداری کو کھینچ لاتی ہے اور خیانت محتاجی اور مفلسی کو کھینچ لاتی ہے روایت ہے کہ جب زلیخا محتاج اور اندھی ہو گئی یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں تو ایک روز
راہ میں کھڑی ہو کر پکاری کہ اے بادشاہ میری بات سن تو یوسف علیہ السلام کھڑے ہو گئے زلیخا بولی کہ امانت نے غلام کو بچا ملوک کر دیا اور خیانت نے ملوک کو بچا
مملوک کر دیا تو یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو کوٹ نے کہا زلیخا ہے حضرت نے ازراہ ترحم اس سے نکاح کر لیا کذا فی الطحطاوی ملتقطا وشرعاً تسلیط الغیر
علی حفظ مالہ صریحا او دلالۃ کما ان انفتق زق رجل فاخذہ رجل بغیبۃ مالکہ ثم ترکہ ضمن لانہ بہذا الاخذ التزم حفظہ دلالۃ یعنی اور اصطلاح شرع میں ایداع
غیر شخص کو مسلط کرنا ہے اپنے مال کی حفاظت پر صریحا تسلیط ہو یا دلالۃ چنانچہ ایک مرد کی مشک پھٹ گئی سو دوسرے مرد نے اسکے مالک کی غیبت میں اسکو لے لیا
پھر اسکو چھوڑ دیا تو اسپر تاوان آویگا اسواسطے کہ اس لینے سے اسنے اسکی حفاظت پکڑ لی باعتبار دلالت حال کے کذا فی البحر [illegible]
وجہ یہ ہے کہ مالک اپنے مال کی حفاظت چاہتا ہے اور اسکی حفاظت پر مدگاری کو پسند کرتا ہے تو گویا مالک نے اسکو نگہبانی کا امر کر دیا [illegible] اور اگر وہ مرد
نہ لیگا اور اسکے قریب جائیگا تو اسپر تاوان نہیں اور اگر مالک موجود ہوگا تو بھی دونوں صورتوں میں تاوان نہیں یعنی اخذ اور عدم اخذ میں والودیعۃ ما تترک عند الامین
اور ودیعت وہ چیز ہے جو امین کے پاس چھوڑی جاوے یعنی فقط حفاظت کے واسطے رکھی جاوے تو اس قید سے عاریت نکل گئی ودیعت کی تعریف سے اسواسطے کہ عاریت میں حفاظت
اور انتفاع دونوں ہیں کذا فی البرجندی وہی اخص من الامانۃ کما حققہ المصنف وغیرہ اور وہ یعنی ودیعت خاص ہے امانت سے چنانچہ مصنف وغیرہ نے اسکی تحقیق بیان کی ہے
وجہ عموم امانت اور خصوص ودیعت کی یہ ہے کہ امانت اسکا نام ہے جو غیر مضمون ہو یعنی اسکا تاوان لازم نہو تو یہ شامل ہے ان سب چیزوں کو جن میں ضمان نہیں ہے چنانچہ عاریت اور
اجارہ کی چیز اور وہ غلام یا لونڈی جو خدمت کے واسطے موصی لہ کے پاس ہو وغیرہ الک اور ودیعت وہ جو بچا بے قبول سے حفاظت کے واسطے رکھی جاوے تو دونوں میں تغایر ہوا
عموم امانت اور خصوص کا عموم اور خصوص کی وجہ یہ ہے کہ ودیعت وہ شے ہے جو امانت ہو اسکے مالک کی استحفاظ سے غیر کے پاس قصداً اور امانت کا سبب بلا قصد بھی ہوتی ہے اور
ودیعت عقد سے ہوتی ہے اور امانت عام ہے تو امانت منفرد ہے اس صورت میں کہ ہوا کپڑا اڑا کر ایک آدمی کی گود میں ڈالدیا اور حکم ودیعت کا یہ ہے کہ اعادہ الی الوفاق سے
ضمان لازم نہیں ہوتا برخلاف امانت کے کذا فی الطحطاوی ورکنہا الایجاب صریحا او کنایۃ کقولہ لرجل اعطنی الف درہم او اعطنی ہذا الثوب مثلا فقال اعطیتکہ

ودیعۃ بخلاف الاعطاء فیحتمل الھبۃ لکن الودیعۃ ادنی وھو متیقن فصار کنایۃ اور ودیعت کا رکن ایجاب ہے خواہ صریحا ایجاب ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تیرے
پاس ودیعت رکھی خواہ کنایۃ ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یون کہنا کہ مجھکو ہزار درم دے یا یہ کپڑا مثلا مجھکو دے سواسنے کہا کہ مین نے تجھکو دیا تو یہ ودیعت ہے کذا فی
البحر اسواسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونون کا احتمال رکھتا ہے لیکن ودیعت کمتر چیز ہے اور وہ یقینی ہے تو یہ کہنا یہ ٹھہرا ایجاب ودیعت کا ہم کنایہ سے یہان مراد نہین کہ لازم سے
انتقال ہو ملزوم کی طرف یا کہ بیان کنایہ سے یہ مراد ہے کہ جو ایک شی اور غیر شی دونون کا احتمال رکھے چنانچہ کہنا طلاق کذا فی الطحطاوی او فعلا کما لو وضع ثوبہ بین یدی رجل ولم
ذہن کا جانا ۱۲
یقل شیئا فھو ایداع یا ایجاب قولی نہین بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھدیا اور کچھ نہ بولا تو یہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہے ہم خلاصہ مین ہے کہ اپنی متاع
ایک قوم کے آگے رکھدی پھر وہ لوگ اسکو چھوڑکر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا در صورت تلف ہوجانے کے اور ایک آدمی اٹھا آخر رہا تو یہی شخص پر تاوان پڑیگا کیونکہ وہ حفاظت
کے واسطے متعین ہوگیا تو ضمان کے واسطے بھی مخصوص ہوگیا انتہی تو یہ ایجاب اور قبول دونون فعلی ٹھہرے والقبول من المودع صریحا کقبلت اور رکن ودیعت
قبول کرنا ہے مودع کیجانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے ودیعت کو قبول کیا او دلالۃ کما لو سکت عند وضعہ فانہ قبول دلالۃ لو وضع ثیابہ فی حمام
بمرای من الثیابی وکقولہ لرب الخان این اربطھا فقال ھنا کذا فی الخانیۃ یا قبول باعتبار دلالت حال کے ہو چنانچہ اگر چپ رہا اسکے رکھنے کے وقت تو یہ قبول کرنا
ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہوا چنانچہ اپنے کپڑے رکھنا حمام مین کپڑون کے نگہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافرخانے کے مالک اور منتظم سے کہ کہان
اپنا گھوڑا یا اونٹ باندھون سواسنے کہا وہان تو یہ ایداع ہے کذا فی الخانیہ ہم ہر صورت مین ایجاب اور قبول دونون دلالت مین ھذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق الامانۃ
فتتم بالایجاب وحدہ حتی لو قال للغاصب اودعتکہ المغصوب بری عن الضمان وان لم یقبل اختیار اور یہ یعنی ایجاب اور قبول کا رکن ہونا وجوب حفاظت
کے حق مین ہے اور امانت کے حق مین تو فقط ایجاب پر تمامی ہو جاتی ہے تو اگر غاصب سے مغصوب منہ نے کہا کہ مین نے مال مغصوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب
تاوان سے بری ہوگیا اگرچہ غاصب اسکو قبول نہ کرے کذا فی الاختیار ہم حق امانت سے مراد یہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب کا شامل ہے اور ردونون کو شامل ہے کذا فی
الطحطاوی وشرطھا کون المال قابلا لاثبات الید علیہ فلو اودع الآبق او الطیر فی الھواء لم یضمن اور ودیعت کی شرط ہے ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر
غلام گریختہ کو یا پرندے کو ہوا مین ودیعت رکھا تو تاوان لازم نہوگا یعنی اسواسطے کہ یہ ایداع صحیح نہین اور اسیطرح حکم ہے ساقط فی البحر کا وکون المودع مکلفا
شرطا لوجوب الحفظ علیہ فلو اودع صبیا فاستھلکھا لم یضمن ولو عبدا محجورا ضمن بعد عتقہ اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا یہ شرط ہے اسپر نگہبانی واجب
ہونے کی تو اگر ودیعت رکھی صغیر کے پاس سواسنے وہ چیز تلف کرڈالی تو اسپر تاوان نہین اور اگر غلام محجور التصرف کے پاس ودیعت رکھی تو اسپر تاوان آویگا
منع ۱۲
اسکے آزاد ہونے کے بعد یعنی الشرط اسکے بالغ ہونے کے وہی امانۃ ھذا حکمھا مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستحباب قبولھا اور ودیعت امانت ہے
یہ حکم ہے ودیعت کا ساتھ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادا سے ودیعت کے مالک کے مانگنے کے وقت اور ساتھ مستحب ہونے قبول ودیعت کے ہم
ادائے ودیعت عند الطلب واجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنے کو تو اسوقت نہ دینا لازم ہے چنانچہ در المنتقی مین ہے فلا
تضمن بالھلاک الا اذا کانت الودیعۃ باجر اشباہ معزیا للزیلعی جب ودیعت امانت ٹھہری تو اسکے تلف ہوجانے سے تاوان نہین مگر جبکہ ودیعت اجرت
سے ہو چنانچہ اشباہ مین ہے زیلعی سے منقول ہم زیلعی نے ضمان اجیر مین وجہ اسکی یون بیان کی ہے کہ اجیر پر حفظ ودیعت کا بالقصد بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا
فی الطحطاوی مطلقا سواء امکن التحرز عنہ ام لا ھلک معھا شیء اولا لحدیث الدارقطنی لیس علی المستودع غیر المغل ضمان ہلاک ودیعت سے مطلقا
ضمان نہین خواہ ہلاکی سے بچاؤ ممکن ہو یا نہ ہو کوئی چیز ودیعت کے ساتھ تلف ہو یا نہو بدلیل حدیث دارقطنی کہ ودیعت قبول کرنے والے غیر خائن پر
تاوان نہین وشرط الضمان علی الامین کالحمامی والخانی باطل بہ یفتی خلاصہ وصدر الشریعۃ اور تاوان کا شرط کرلینا امانت دار پر چنانچہ
حمامی اور مسافرخانے والے پر باطل ہے اسیکا فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ وصدر شریعۃ وللمودع حفظھا بنفسہ وعیالہ کما لا ودیعت قبول کرنے والے کو

جائز ہے حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنے عیال سے اپنے مال کی طرح وہم من یسکن معہ حقیقۃ او حکما لا من یمونہ اور وہ یعنی مستودع کے عیال وہ
لوگ ہیں جو اسکے ساتھ رہتے ہوں حقیقۃ یا حکما نہ وہ لوگ جو اسکے عیال ہوں جنکو وہ نفقہ دیتا ہو ھم یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسکے ساتھ رہتے ہوں خواہ ان نفقہ
میں شریک ہوں یا نہوں مگر زوجہ اور ولد صغیر میں مساکنت حقیقی ضرور نہیں تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع نے ودیعت اس اجنبی کو دے جو اسکے ساتھ رہتا ہو تو اسپر تاوان لازم
نہوگا فلا ہوا میں ہے کہ مستودع کہیں گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دیگیا پھر جب اپنے گھر میں آیا تو ودیعت کو نہ پایا تو اسپر تاوان نہیں کیونکہ کنجی دیدینے سے ودیعت کے
ہاتھ میں گھر کو نہیں کر گیا کذا فی الطحطاوی فلو دفعہا لولدہ الممیز وزوجتہ ولا یساکنہما لا یضمن علیہما الخ یضمن خلاصۃ تو اگر امانت دار نے اپنے ولد صغیر ممیز اور اپنی زوجہ کو
ودیعت دی اور حال یہ کہ وہ شخص دونوں کے ساتھ نہیں رہتا اور انکو نفقہ نہیں دیتا تو اسپر تاوان ہوگا کذا فی الخلاصۃ ھم یہ تفریع ہے سکونت حکمی پر اسواسطے کہ
ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر میں رہتے ہوں مگر وہ دونوں در حکم مساکن شخص کے ہیں اور یہی حکم ہے غلام کا لیکن ولد میں یہ شرط ہے کہ حفاظت ودیعت پر قادر
ہو کذا فی الطحطاوی وکذا لو دفعہا لزوجہا لان العبرۃ للمساکنۃ لا للنفقۃ وقیل یعتبران معا عینی اور اسی طرح ضامن ہوگی اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت بغیر
کی وجہ سے اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہے نہ نفقہ دینے کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ باہم سکونت اور نفقہ دونوں معتبر ہیں عیال ہونے میں کذا فی العینی وشرط
کونہ امینا فی عیالہ امینا فلو علم خیانتہ ضمن خلاصہ اور اسکے عیال کا امانت دار ہونا شرط ہے دفع ودیعت میں تو اگر ان میں سے کسی کی خیانت اور دغابازی
معلوم ہوا اور پھر اسکو ودیعت غیر کی سپرد کرے تو اسپر تاوان لازم ہوگا یعنی صورت ہلاک کذا فی الخلاصۃ ھم دو صورتوں میں تاوان نہیں جبکہ امانتداری
معلوم ہو اور جبکہ مطلق اسکا حال معلوم نہو وجاز لمن فی عیالہ الدفع لمن فی عیالہ اور جو شخص کہ مستودع کی عیال میں ہو اسکو جائز ہے دینا ودیعت کا
اپنی عیال کو ولو نہاہ عن الدفع الی بعض من فی عیالہ فدفع ان وجد بدا منہ بان کان لہ عیال غیرہ ان ضمن والا لا اور اگر مالک نے مستودع
کو اسکے بعض عیال کے دینے سے منع کر دیا پھر اسنے اسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اسکو اسکے دینے کی ضرورت نہو یعنی یہ کہ اسکی عیال میں سوا اس
شخص کے اور شخص بھی ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو اسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اسکے سوا دوسرا شخص اسکی عیال میں نہو تو اسکے دینے سے تاوان نہ آویگا
وان حفظہا بغیرہم ضمن وعن محمد ان حفظہا بمن یحفظ مالہ کوکیلہ وماذونہ وشریکہ مفاوضۃ وعنانا جاز وعلیہ الفتوی ابن ملک واعتمدہ ابن الکمال
وغیرہ واقرہ المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگوں سے سوا اپنے عیال کے تو اسپر تاوان آویگا اور محمد رح سے روایت ہے
کہ اگر حفاظت کروائی ان لوگوں سے جنسے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہے چنانچہ اسکا وکیل و غلام ماذون اور اسکا شریک مفاوض اور شریک عنان تو
جائز ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا صحح بہ ابن ملک واعتماد کیا ہے اسپر ابن کمال نے ایضاح واصلاح میں اور اسکے سوا اور علما نے بھی اسی قول پر اعتماد کیا ہے
مصنف رح نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے ھم نہایہ میں یہ فتوی تمرتاشی کی طرف منسوب ہے اور تمرتاشی نے اسکی نسبت حلوائی کی طرف کی ہے وہ اور تحفہ
میں حفظ ودیعت میں عیال کو شرط نہیں کیا بلکہ یوں کہا ہے کہ مودع ودیعت کی اسطرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا
اذا خاف الحرق والغرق وکان غالبا محیطا فلو غیر محیط ضمن فیسلمہا الی جارہ او الی فلک آخر مگر غیر عیال کے دینے میں تاوان ہے مگر جبکہ مستودع
آگ کے جلانے سے یا پانی کے غرق کر دینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہوں سو اس حالت میں وہ اپنے پڑوسی
یا دوسرے کشتی والوں کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہیں تو اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دینے سے تاوان اسپر آویگا ھم حموی نے کہا یہ ضرور ہے کہ حرق اور غرق
منزل مودع کو محیط ہو قہستانی نے کہا وہ آتش زنی مراد ہے جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا امکنہ دفعہا لمن فی عیالہ او القاہا فوقعت فی البحر ابتداء
او بالتدحرج ضمن زیلعی خوف حرق یا غرق میں تاوان نہیں مگر جبکہ مستودع کو اس حالت میں اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو کشتی پر سے
پھینکا یا ہو سو وہ پہلے سے دریا میں گر پڑے یا ڈھلک کر گر پڑے تو اسپر تاوان آویگا کذا فی الزیلعی یعنی اسواسطے کہ اسکے فعل سے اتلاف حاصل ہوا [illegible]

ای الدفع بجارہ اوفات اخرے فیقال الالم وقوعہ ای الحرق بیتیا ای بدار المودع سو اگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا دوسری کشتی میں کہنیکا دعوے کیا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکے گھر کا آگ لگنا معلوم ہو اور سیلاب و وقوع غرق دریا ہو والا الاعلم وقوع الحرق فی دارہ لا یصدق الا ببینۃ محصل یہ ہے کلام الخلاصہ والہدایۃ التوفیق وبالصدر التوفیق اور اگر اسی کے گھر میں وقوع آتش زنی معلوم نہو تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی مگر گواہوں سے تو اس قدر ہے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام میں توفیق حاصل ہوگئی یعنے اختلاف زائل ہوگیا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے غیر کی ہم خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب وقوع آتش زنی اسکے گھر میں معلوم ہو تو اسکا قول مقبول ہے اور نہیں تو مقبول نہیں اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اسکی تصدیق نہوگی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حرق پر محمول کیجیے تو دونوں عبارتوں کا اختلاف رفع ہوتا ہے اور یہ توفیق ذخیرہ میں منقول ہے منتقی سے ولو منعہ الودیعۃ ظلماً ابجد طلبہ لردہ ودیعۃ فلو سیجلہا الیہ لم یضمن ابن مالک بنفسہ ولو حکماً کوکیلہ بخلاف رسول دلو بعلامۃ منہ علے الظاہر قادراً علی تسلیمہا ضمن اور اگر مستودع نے مالک کو ودیعت ندی از راہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے ردِ ودیعت بذات خود اگرچہ خواہش وکالۃً بھی ہو چنانچہ اسکے وکیل کی طلبگاری حالانکہ مستودع تسلیم ودیعت پر قادر ہے تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کی طرف اٹھا لیجانے کے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان ندیگا کذا ذکرہ ابن مالک بخلاف پیام رسان یعنے اگر مالک کا فرستادہ طالب ودیعت کرے تو اسکے نہ دینے سے تاوان نہیں اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا برظاہر الروایۃ کے والا بان کان عاجزا او خافہ علی النفس اوالمال بان کان مدفونا معہا ابن مالک لا یضمن کطلب الظالم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہو اس طرح پر کہ عاجز ہو یا ڈرتا ہو اپنی جان یا مال پر اس طرح پر کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتھ گڑا ہو کذا ذکرہ ابن مالک تو منع سے تاوان ندیگا جیسے طلبگاری مالک ظالم کا اسکے نہ دینے میں تاوان نہیں ہم کہتے ہیں کہ اگر ایام فتنہ وفساد میں ودیعت مانگی اور اسنے کہا کہ میں اسوقت میں اسپر قادر نہیں اسواسطے کہ دور رکھی ہے یا وقت تنگ ہے پھر اسکی طرف غارت واقع ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بھی لٹ گئی تو اسپر تاوان نہیں اور اسکا قول مقبول ہے انتہی مالک ظالم کی صورت یہ ہے کہ مالک اپنی ودیعت مانگے ظلم کرنے کے واسطے تو نہ دینے میں تاوان نہیں یعنے اگر بعد منع ودیعت ضائع ہو تو تاوان نہیں اور اسیطرح اگر مولے اپنے غلام ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگے تو منع ظلم نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولے کا ہو کذا فی الطحاوی فلو کانت الودیعۃ سیفا اراد صاحبہ ان یاخذہ لیضرب بہ رجلا فلہ المنع من الدفع الی ان یعلم انہ ترک الرای الاول وانتفع بہ علی وجہ مباح جواہر تو اگر ودیعت تلوار ہو مالک اسکا چاہتا ہو کہ اسکو لیکر کسی مرد کو اس سے ناحق قتل کرے تو اسکو تلوار کا نہ دینا جائز ہے یہانتک کہ اسکو معلوم ہو جاوے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنے قتل ناحق کو ترک کر دیا اور وہ تلوار سے منتفع ہوگا بطریق مباح کے کذا فی الجواہر کما لو ادعت امراۃ کتابا فیہ اقرار منہا للزوج بمال او بقبض مہرہا منہ فلہ منعہا لانہ یسبق الزوج فانیہ چنانچہ ایک عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکھی جسمیں عورت کا اقرار ہے زوج کے مال کا یا مہر لے چکنے کا تو مستودع کو جائز ہے کہ دستاویز عورت کو نہ دے تاکہ زوج کا حق نہ جاتا رہے کذا فی القنیۃ وصفہ ای من المنع ظلما سو تہ ای موت المودع مجہلا فانہ یضمن فنصیر دینا فی ترکتہ اور مغجملہ منع ناحق سے یہ ہے کہ مستودع کا بلا بیان ودیعت سو اسپر تاوان آویگا تو ودیعت مذکورہ دین ہو جاویگی اسکے ترکہ میں ہم جب اسنے بیان نکویا کہ یہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہے تو وہ مستہلک ٹھہرا اسواسطے کہ تجہیل ہے اور عدم بیان سے لہذا تاوان اسپر لازم آیا الا اذا علم ان وارثہ یعلمہا فلا ضمان مگر جبکہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اس ودیعت کو جانتا ہے تو عدم بیان سے تاوان نہیں ولو قال الوارث انا علمتہا وانکر الطالب ان فسرہا وقال ہی کذا وانا علمتہا وہلکت صدق اور اگر مستودع کے وارث نے کہا کہ میں ودیعت کو جانتا ہوں اور مالک طالب اسکا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کھول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہے

اور یہین اسکو جانتا تھا اور وہ تلف ہوگئی تو وارث کی تصدیق ہوگی یعنے مورث پر تاوان نہ آویگا ہذا اذا کانت عنده سواء الا فی مسئلة وہی ان الوارث
اذا دل السارق علی الودیعة لا یضمن والمودع اذا دل ضمن خلاصہ یعنی ودیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونون برابر ہین عدم ضمان مین
درصورت عدم تعدی مگر ایک مسئلہ مین برابر نہین وہ مسئلہ یہ ہے کہ وارث جب سارق کو ودیعت بتاوے تو اسپر تاوان نہین اور ودیعت کا قبول کرنیوالا جب سارق کو
بتادیگا تو تاوان دیگا کذا فی الخلاصة الا اذا منعه من الاخذ حال الاخذ مگر جبکہ مستودع سارق کو روکدے ودیعت کے لینے سے لینے کے وقت یعنی اول اسنے
ودیعت سارق کو بتادی پھر سارق جب لینے آیا تو اسنے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے لیگیا تو اسپر ضمان نہین کذا فی الحاوی عن الخلاصة کما فی سائر
الامانات فانها تنقلب مضمونة بالموت عن تجهیل الا فی ثلث مفاوض جبکہ ودیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب بضمان ہوجاتی ہین یعنی اسکا تاوان لازم
ہوجاتا ہے امین کی موت بلابیان سے مگر تین امانات مین ایک شریک مفاوض کی موت کے امانت ہم علیہ مفاوض کا شریک تجارت کا علیت سرعام پہلا فی عقد علی ما فی الاشباہ
مگر دوسرے لوگون مین موت بلابیان سے تاوان نہین کذا فی الاشباہ منها ناظر اودع غلات الوقف ثم مات مجہلا فلا یضمن منجملہ مسائل عشرہ ایک یہ ہے
کہ ناظر نے غلات یعنی حاصلات وقف کو ودیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلابیان ودیعت مرگیا تو اسپر تاوان نہین قید بالغلة لان الناظر لو مات
مجہلا لمال البدل ضمنه اشباہ ای الثمن الارض استبدلت قلت فالمراد الوقف بالاولی کالدراہم الموقوفة علی القول بجوازه قال المصنف واقره ابنه
فی الزواہر وقیده ایضا فی النہایة فلو صرفہا ونحوه ثمن لتکملة من بیانہا وکان انما قلنا فیضمن ورد انجشته فی الفتح الوسائل قید مصنف نے
حاصلات وقف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر ناظر مرجاوے بلابیان بدل وقف کے تو اسپر اسکا تاوان آویگا کذا فی الاشباہ ای بدل یعنی وقف کی بدل ہوا
زمین کا ثمن مین کہتا ہون تو عین وقف کی تجہیل سے بطریق اولی اسپر تاوان ہوگا جیسا کہ دراہم وقفی کی تجہیل ہو اور وقف دراہم کے قول پر جیسا کہ کہا ہے
نے اپنی شرح مین اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف رحمہ کے بیٹے شیخ صالح نے زواہر حاشیہ اشباہ مین اور حاشیہ زواہر سے موت ناظر مین ناگہانی موت کی قید لگائی بحث کی
راہ سے نہ واجبیت کے بموجب قیاس اگر ناظر کی موت مرض وغیرہ سے ہو تو تجہیل سے تاوان اسپر آویگا بسبب قیاس ناظر کے بیان ودیعت پر ناظر تاوان ودیعت کا
تو تاوان دے صاحب نہر نے اسکو دیکھا ہے جیسی کہ الفتح الوسائل مین طرسوسی نے بحث کی ہے تو تعجب ہے مصنف رحمہ کا کلام عام ہو غلات مسجد
اور غلات مستحقین دونون مین اور علامہ سیری نے کہا شارع مسجد کی تجہیل مین تاوان نہین اور غلات مستحقین کی تجہیل مین تاوان ہے اور طرسوسی نے غلات مستحقین مین
من حیث الحیثیة تفصیل کی ہے کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا ہو اور اسنے تاخیر کی ہو اور بلابیان مرگیا ہو تو اسپر تاوان ہے اور نہین تو یون کہنا لائق ہے کہ اگر
ناظر محمود بین الناس اور دیانت دار ہے تو تاوان نہین شیخ صالح نے کہا کہ جب بلابیان مرگیا تو ظالم تقصیر ورنہ خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نکیا ہو تو اسپر تاوان ہے
اور اگر وہ محمود ہوتا تو قبل موت اپنی کار خلاصی کرتا تو بہتر یہی قول ہے جسپر مشایخ اسلام ہین کذا فی الحاوی مختصرا ومنها القاضی مات مجہلا لاموال الیتامی زاد فی
الاشباہ عند من اودعها الا اذا وضعها فی بیته وقد مات مجہلا فلا ضمان علیه ومنها المودع بخلاف غیر القاضی او لانه ایداع مال الیتیم علی المعتمد کما فی تنویر البصائر فلیحفظ
اور از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ قاضی بلابیان اموال یتامی مرگیا اشباہ مین اسقدر زیادہ ہے کہ قاضی اسکے بلابیان مرگیا کہ یتیم کا مال کسکے پاس سے ودیعت رکھا اور یہ قید ضروری ہے
اسواسطے کہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر رکھے اور بلابیان مرجاوے تو اسپر تاوان ہوگا اسواسطے کہ وہ مودع ہے بخلاف اسکی صورت کے کہ اسنے غیر شخص کے پاس ودیعت رکھی ہو اسواسطے کہ
قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہے بر قول معتمد کذا فی تنویر البصائر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ومنها السلطان اودع بعض الغنیمة عند غاز ثم مات مجہلا اور از انجملہ یہ ہے کہ
سلطان نے غنیمت کا بعض مال غازی کے پاس ودیعت رکھا پھر بلابیان مرگیا تو سلطان پر ضمان نہین ہے اور از انجملہ یہ ہے جبکہ بلابیان مرجاوے اور از انجملہ باپ ہے جبکہ بلابیان
مال صغیر مرجاوے اور از انجملہ وارث ہے جبکہ بلابیان مرجاوے کہ اسنے مورث کے پاس کیا ودیعت رکھا تھا اور از انجملہ اس شخص کی موت بلابیان ہے جسکے گھر مین آندھی سے اڑکر کوئی
چیز گر پڑی اور از انجملہ موت غلام ہے بلابیان یعنی جو اسکے مولے نے اسکے گھر مین کوئی چیز بدون اسکے امر کے رکھی اور از انجملہ موت صغیر ہے بلابیان ودیعت بغیر ... انکی

تاوان نہیں امین پر کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ ولیس منہا مسئلۃ احد المتفاوضین ... المعتمد بالاتفاق ... شرکت کے وقت انتقال

العنوان انہ یضمن ... وخلافہ غلط قلت ... واقرہ محشو الاشباہ ... اور یہ مسائل مذکورہ کہ نہیں ہے مسئلہ احد ...

بر قول معتمد اسواسطے کہ مصنف رح نے اپنی شرح میں بیان لینے کتاب الودیعہ میں اور کتاب ... کہ میں خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہے کہ حق یہ ہے کہ ...

مفاوض تاوان دیگا اپنے شریک کے حصہ کا اپنی موت بلا بیان سے اور اسکا مخالف قول غلط ہی میں کہتا ہوں اور اشباہ کے ... اس ...

رکھا ہو تو مستثنی نو مسئلے باقی رہ گئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ... یعنی صاحب اشباہ نے دس مسئلے مستثنی کیے تھے جنمیں امین کی موت بلا بیان تاوان نہیں آتا

اور یہ مسائل عشرہ شریک مفاوض بھی تھا ... شریک ... ضمان ... الوقف ... نو مسئلے مستثنی باقی رہ گئے ... شرنبلالی ...

الحید ووصیہ ووصی القاضی ... المحجور ... فانہ ... دین ... اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ میں

مسائل عشرہ پر نو مسئلے اور زیادہ کیے ہیں یعنی دادا اور اسکا وصی اور قاضی کا وصی اور جو شخص محجور ہیں ... ان کو مال ...

کیونکہ جو بسبب طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہے ... اشباہ میں ... محجور ... باقی

رہ گئے والمعتوہ کالصبی وان بلغ ثم مات لا یضمن الا اذا شہدوا انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ لزوال المانع ... اور معتوہ ...

اور اگر صغیر بالغ ہو پھر بلا بیان مرجاوے تو اسپر ضمان نہیں مگر جبکہ گواہ یہ گواہی دیں کہ ودیعت اسکے ہاتھ میں تھی بعد اسکے بالغ ہو جانے کے ...

مانع ضمان کہ یعنی طفلی نہ رہی بعد بلوغ کے جو مانع تھی ضمان کی فان کان الصبی والمعتوہ ماذونا لہما ... قبل البلوغ والا فاتقہ ضمنا کذا فی شرح ... الوجیز ... اگر

صغیر اور معتوہ ماذون ہوں یعنی ماذون فی التجارۃ ہوں کذا فی خزانۃ الاکمل یا ماذون ہوں قبول ودیعت میں کما فی الوجیز پھر دونوں مرجاویں قبل بلوغ

اور ہوشیاری کے تو ضمن تاوان آویگا کذا فی شرح الجامع الوجیز ... جامع سے جامع کبیر مراد ہے اور وجیز ... کذا فی الطحطاوی قال فبلغ ...

ونظم ما ... الوہبانیۃ یعنی شرنبلالی نے ... اٹھارہ کو پہونچ گئے اور شرنبلالی ... وہبانیہ کی دو ...

کر کے وہی ہذہ اشعار ... امانت ... ولی الوقف ... مستولی ... الغنیم ... المودع اور دوہ

چار وہ ہیں کہ جو امین مرگیا اور وہ ... حافظ اور جامع تھا ... امانت کہ اسکے پاس ... ٹوپس پائی گئی تو وہ امانت دین ہو جاتی

اسکے ... متولی وقف ... شریک مفاوض ... اور ... مال غنیمت ... مودع ... ذکر ہو چکا کہ

شریک مفاوض کو ان مسائل میں شمار کرنا غلط ہے ... صاحب ... نقل ... مالک ... کذا ... اور قاضی ...

... اور وہ صاحب خانہ ... گھر میں ... ڈال دیا ... صورت ہے کہ بارکان مال ... اپنا مال گھر میں ڈال دیا اور ...

اس سے ... والد ... وصی ... اور ان سب ... کے وصی اور ... محجور ... اسکا وارث ... محجور انواع ...

مذکورہ کو شامل ہے تو ... اٹھارہ میں ہو سکتی ... موت بلا بیان سے تاوان نہیں آتا وکذا لو خلطہا المودع بجنسہا او بغیرہ بمالہ او مال آخر

بغیر اذن المالک بحیث لا تتمیز الا بکلفۃ ... ضمنہا لاستہلاکہ بالخلط ... اگر مودع نے ودیعت کے

ساتھ ... ودیعت یا غیر جنس کو ملایا خواہ اپنے مال سے ملایا یا غیر شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اس طرح کہ دو

جدا نہیں ہو سکتی مگر مشقت سے چنانچہ گیہوں کا ملانا جو کے ساتھ اور ... گیہوں کا ملانا ... کے ساتھ کذا فی ... تو مودع اس ودیعت کا

تاوان دے بسبب تلف کر دینے مودع کے ملا دینے سے امام رح کے نزدیک ... استہلاک ہو لہذا اسپر ضمان لازم ہے خواہ خلط ... چنانچہ

گیہوں کا خلط گیہوں کے ساتھ خواہ خلط ... جب ... ہو چنانچہ خلط ... تیل ... کا ... لکن لا ... ولہا قبل ادا الضمان

لیکن مودع نے یہ کام کیا اور قول اوّل اور تیسرا قول جائز نہیں قبل ادا کرنے تاوان کے وضع الاجارہ اور صحیح ہی معاف کر دینا یعنی اگر مالک مودع کو معاف کر دے تو صحیح ہو اور اسکا حق نہیں اور دین سے ساقط ہو گا ایسا ہی کذا فی البحر ولو خلطہا بردی ضمنہ لانہ عابہ ولہا ایضا کذا فی المجتبی اور اگر جید کے ساتھ ردی کو ملا یا تو جید کا تاوان دیگا اسواسطے کہ اسنے اسکو عیب دار کر دیا اور اسکے بالعکس میں یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ جید کو ملا یا تو مودع شریک ہو مالک کا بسبب نہ ہونے عیب کے کذا فی المجتبی والی یا فیشرط اشتراک کا شرکۃ الملک کما لو اختلطت بغیر صنعہ کان انشق الکیس لعدم التعدی اور اگر ملا نا ودیعت کا ساتھ مالک کی اذن سے ہو یعنی مالک اور مودع شریک ہونگے بشرکت الملک چنانچہ اگر ودیعت ملجائے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی دونوں کی پھٹ گئی اور ودیعت کے درہم مودع کے دونوں کے ساتھ مل گئے تو دونوں شریک ہو نگے اور مودع پر ضمان لازم نہو گا عدم تعدی کے سبب وخلطہا غیر المودع ضمن الخالط

ولو صغیرا ولا یضمن الاب لاجل ابنہ اور اگر ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملا دیا ملا نیوالے پر تاوان آویگا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے باپ پر تاوان نہ آویگا کذا فی الخلاصہ ولو انفق بعضہا فرد مثلہ فخلطہ بالباقی ضمن الکل لخلط مالہ بہا اور اگر مودع نے بعض ودیعت خرچ کر ڈالی پھر برابر اسکے پھیر کر ملا دی باقی ودیعت کے ساتھ اسی طرح ملا کہ الگ علیحدہ نہیں ہو سکتی اور اپنا مال اس کے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان اس پر لازم ہو گا بسبب خلط کرنیکے اپنا مال کے ودیعت کے ساتھ ضمان کل کا لازم ہوا لیکن بعض کا تاوان آیا بسبب خرچ کرنے کے اور بعض باقی کا خلط کرنے سے تو وہ متعدی ہوا

سے اور جو سے پھیر دیا وہ اسکی ملک ہے باقی ہے کذا فی البحر فلو تمیز الحق او لم یرد او وضع مدیۃ فانفق احد ضمن ما انفق فقط مجتبی اور اگر باقی ودیعت کی تمیز اور جدائی حاصل ہو سکتی ہے یا اسنے بعض ودیعت خرچ کی اور پھر اسمیں داخل نہیں کی یا اسکے پاس دو دو تھیلیاں رکھی ہیں سو اسنے ایک تھیلی ودیعت خرچ کر ڈالی تو فقط اتنا تاوان آویگا جتنا اسنے خرچ کر ڈالا کذا فی المجتبی وہذا اذا لم یضرہ التبعیض اور یہ ضمان بقدر اتلاف اس وقت ہے جب کہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو ضرر نکرتا ہو ورنہ ہر بعض پر تاوان اور عدم ضرر سے بحر الرائق میں یہ قول کی قید ہوا اسلئے کہ اگر ردّ کریگا تو فقط اسی قدر کا ضامن ہو گا جو اس نے صرف کیا یا اسواسطے کہ وہ باقی ودیعت کا حافظ ہوا اور اسمیں کچھ عیب نہیں لگا یا اسواسطے کہ اس قسم کے جو بعض ضرر نہیں کرتی ہیں گنتی کے جیسے نقود دراہم یا وزنی جیسے کیلی یا وزنی ہوا شئی اور زیلعی نے یہ صریح نہیں لکھا کہ سب اس ودیعت کو خرچ کرے جسکو بعض ضرر کرتا ہے تو اس میں تمام کا تاوان ہے یا بقدر اخذ اور نقصان باقی کا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الحطاوی وادا التعدی علیہا فلبس ثوبا ورکب دابتہا او اخذ بعضہا ثم رد عینہ الی یدہ حتی زال التعدی زال ما یؤدی الی الضمان اور جبکہ اسنے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا کپڑا پہن لیا یا اسکے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت پھیر دی

پہنچ بعض اخذ کی غرض یہ بیان تک کہ تعدی زائل ہو گئی تو وہ چیز دور ہو گئی جو تاوان کی طرف مودی ہے یعنی تعدی دور کرنے سے دور ہو گئی جو تاوان کی موجب تھی اور لکن بشرط عدم العود الیہا نمش در رد الشی روح ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جبکہ اسکی نیت میں اسکی طرف عود کرنے کا ارادہ نہو چنانچہ اشباہ میں ہے فرمودہ بیان میں علم ہو کہ اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور رات کو اتارا اور اسکا ارادہ یہ ہے کہ اسکو دن میں پھر پہنونگا پھر وہ رات میں چوری گیا تو وہ تاوان سے بری نہو گا کذا فی

المعوالا درر من جنایات الاجیر بخلاف المستعیر والمستاجر فانہما لا یبرآن بعلمہا لا نفسہا بخلاف مودع وکیل بیع او حفظ او اجارۃ او استیجار و مضارب و مستبضع و شریک عنان او مفاوضۃ وہ وستعیر میں ہے بخلاف مستعیر اور مستاجر کے کہ اگر وہ دونوں تعدی زائل کر دیں تو بھی تاوان سے بری الذمہ نہونگے ہوا سکے کہ مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کے واسطے بخلاف مودع اور بیع یا حفظ یا اجارہ یا استیجار کے وکیل کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک عنان اور شریک مفاوضہ کے اور اس شخص کے کہ جسکو کوئی چیز عاریت کی گرو رکھنے کے واسطے کذا فی الاشباہ ہم تعدی مستاجر کی یہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک پھر وہ اس سے آگے لیکر گیا پھر اسی مکان میں پلٹ آیا تو اگر جانور تلف ہو گا تو اسپر تاوان لازم ہو گا اور اسی قول پر فتوی ہے وکیل بیع تعدی کی یہ صورت ہے کہ جس کپڑے کی بیع کا وہ وکیل ہوا اسکو پہنا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہو گیا تو اسپر تاوان نہیں اور وکیل استیجار کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کو دراہم دئیے کرایہ کے

اسکو کرایہ پر دے دیا یا کپڑا ملک نے کمال کے کرایہ کے درہم اسی لئے پھر بیٹھا سو وہ تلف ہو گئے تو تاوان نہیں آویگا اور تعدی رہن کی یہ صورت ہے کہ غلام یا جانور کو
عاریت لیا تا اسکو گرو رکھے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکھنے سے پہلے پھر اسکو اسی مال پر جو اسکی قیمت ہے ایک گرو رکھا پھر اسنے ادا کیا
اور غلام یا جانور کو نہ چھڑایا یہاں تک کہ غلام یا جانور تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو راہن پر ضمان نہیں اور اسی مسئلے میں یہ قید ضرور ہے کہ تعدی کے بعد رہن کو باز رکھے
تو اگر تعدی کے بعد رہن نہ رکھیگا اور وہ ضائع ہو گیا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلے میں جو متن میں مذکور ہے اور یہ مسئلہ مستثنیٰ ہے مسئلہ سے
جو متن میں مذکور ہے چنانچہ شارح رح نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً والحاصل ان الامین اذا تعدی ثم ازاله لا یزول الضمان الا فی ہذہ
العشرة اور حاصل مقام یہ ہے کہ امانت دار جب کہ تعدی کرے پھر اسکو زائل کرے تو اسپر تاوان زائل نہیں مگر ان دس مسائل میں تاوان زائل ہو جاتا ہے ولان یدہ کید
المالک یعنی مودع پر بعد ازالہ تعدی تاوان اسواسطے نہیں کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضہ کے مانند ہے ط اور طحطاوی نے کہا یہ علت ہے کہ ودیعت کی جو متن میں
مذکور ہوا انتہی اور ایک نسخہ میں یوں ہے لان یدہ کید المالک یعنی اسواسطے تاوان نہیں کہ اسکا مخصوص شخص کا قبضہ بمنزلہ مالک کے قبضہ کے ہے اور یہی علت مناسب
مقام ہے واللہ اعلم ولو کذبہ فی عوده للوفاق فالقول له قیل للمودع عمادیہ اور اگر مالک نے مودع کی تکذیب کی بسبب کرنے ازالہ تعدی میں تو اسی کا قول یعنی مالک ہی کا
مقبول ہے اور بعضوں نے کہا مودع یعنی امین کا قول مقبول ہے کذا فی العمادیہ وبخلاف اقراره بعد جحوده ای جحود الایداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے
انکار ایداع کے بعد یعنے مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اس طرح کہ مالک سے کہا کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہیں رکھی پھر ودیعت کا
اقرار کیا تو اسپر تاوان لازم ہوگا لیکن چند شروط کے بعد جنکو مصنف رح آگے بیان کریگا حتی لو ادعی ہبة او بیعا لم یضمن خلاصة تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا
دعویٰ کریگا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الخلاصه یعنے درصورت تلف ودیعت اسپر تاوان نہ آویگا ہبہ یا بیع کے دعوے سے وقید بقوله لربها
ردها فلو ساله عن حالها فجحدها فهلکت لم یضمن بحر مصنف رح نے اقرار بعد انکار میں یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھیر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد
انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت کا حال پوچھا کہ وہ کس طرح ہے سو اسنے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہو گئی تو اسپر تاوان نہیں
کذا فی البحر وقید بقوله ونقلها من مکانها وقت الانکار ای حال جحوده لانه لو لم ینقلها وقت ذلك فهلکت لم یضمن خلاصه اور مصنف نے یہ قید لگائی نقل
کرنے ودیعت کی اسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت میں اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہاں سے نہ اٹھا لیجائیگا پھر وہ تلف ہو گی تو اسپر تاوان
نہ ہوگا کذا فی الخلاصه ہم عدم نقل حالت انکار اسپر صادق ہے کہ مطلقاً نقل نہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو طحطاوی نے کہا حالت انکار سے شاید
مراد یہ ہے کہ انکار کے زمانے میں اسنے نقل ودیعت کی اور یہ مراد نہیں کہ وقت حقیقی انکار میں نقل واقع ہوئی اسواسطے کہ یہ صورت نادر الوجود ہے وقید
بقوله وکانت الودیعة منقولا لان العقار لا یضمن بالجحود عندهما خلافا لمحمد فی الاصح غصب الزیلعی اور مصنف نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو
اسواسطے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں انکار سے شیخین رحمهما اللہ تعالی کے نزدیک بخلاف محمد علیہ الرحمة کے قول اصح میں کذا فی کتاب الغصب
من الزیلعی ہم طحطاوی نے کہا بعد اعتبار نقل ودیعت اس قید کی کچھ حاجت نہیں وقید بقوله ولم یکن ہناك من یخاف منه علیها فلو کان
لم یضمن لانه من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہاں یعنے انکار کے وقت ایسا شخص نہو جسکا خوف ہو ودیعت کے تلف کرڈالنے کا تو اگر ایسا شخص
ہوگا تو مودع پر انکار ودیعت سے تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا منجملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہے وقید بقوله ولم یجحدها
بعد جحودها لانه لو جحدها ثم احضرها فقال له ربها دعها ودیعة فان امکنه اخذها لم یضمن لانه ایداع جدید والا ضمنها لانه لم یتم الرد اختیار اور قید
لگائی کہ ودیعت کو بعد اسکے انکار کے مودع حاضر نہ کرے اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پھر اسکو حاضر کرے سو اسکا مالک
اس سے کہے کہ اسکو چھوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اسپر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ

یہ ایداع جدید نہوا اور اگر مالک کو ودیعت کہ لیکے پر قادر نہ کیا تو مودع پر ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ عدم تمکین سے پھیر دینا پورا نہوا
كذا في الاختيار وفيه بقوله لمالكها الا اذا وجد بعد جحوده لانه مضمون الخ اور قید لگائی ہے سے رہنے کی مالک سے انکار ودیعت کیے اقرار کیونکہ
اسواسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص سے مودع ودیعت کا انکار کریگا تو اسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ غیر سے انکار کرنا منجملہ حفظ ودیعت
ہے ہم حاصل متن یہ ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہیں گرتا شرح میں تاوان لازم آتا ہے اشرط یہ ہے کہ بعد طلب مالک کا بعد انکار کیے ہو ۲ یہ کہ
ودیعت کو نقل کریگا ہو سوا یکہ ناہ انکار میں نقل ہوا ہو ۳ یہ کہ ودیعت منقولات سے ہو ۴ یہ کہ انکار کے وقت وہ شخص نہو جسکے ضائع کر دالنے کا خوف ہو ۵
یہ کہ ودیعت کا انکار کرنیکے بعد سامنے نلاوے یہ کہ انکار مالک سے کیا ہو شرح سے فاذا انتفت تضمن والشرط لم یبرأ باقراره الا بعقد جدید ولم یوجد جبکہ یہ شرطیں
سب پوری ہوں تو مودع تاوان سے بری اقرار ہوگا اپنے اقرار کرنے سے کہ ایداع کا عقد جدید ہو اور حالانکہ عقد جدید موجود نہیں تو جب یہ ثم ادعی ردہا بعد ذلک
و بینہ علیہ قبل و برئ اور اگر مودع نے ودیعت کا انکار کیا پھر یہ دعوی کیا کہ اسنے ودیعت کو پھیر دیا انکار کے بعد اور اسپر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہو اور
تاوان سے بری ہوگا کما لو برهن انه ردها قبل الجحود وقال غلطت في الجحود او نسيت او ظننت اني دفعتها قبل جحوده جیسا کہ اگر گواہ لایا کہ اسنے ودیعت
پھیر دی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ میں نے انکار راہ غلط کیا تھا یا میں بھول گیا تھا یا مجھکو یہ گمان تھا کہ میں ودیعت کو دے چکا ہوں تو یہ گواہی
اسکی مقبول ہوگی وہ دعوی بلا گواہ قبل جحوده واحلف المالك ما يعلم ذلك فان حلف ضمنه وان نكل برئ وكذا العارية منهاج اور اگر دعوے کیا ودیعت کے
ہلاک ہونے کا قبل از انکار ودیعت کے تو مالک سے قسم لیجاے کہ وہ اسکو یعنی ہلاک ودیعت کو نہیں جانتا ہے سو اگر مالک نے قسم کہالی تو مودع سے
تاوان لے اور اگر مالک قسم نہ کہا سکے تو مودع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال ہے عاریت کا کذا في المنهاج ہم قاضی مالک سے اس صورت قسم لیگا جبکہ
مودع قسم کی درخواست کرے اور ودیعت کے تلف ہونے پر گواہ نہ لا سکے اور عاریت کی یہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا دعوی کیا قبل انکار کے تو قاضی بغیر
علم قسم لیگا كذا في الطحاوي وتضمن قيمتها يوم الجحود ان علم والا فيوم الايداع عمادية اور انکار کے دن جو ودیعت کی قیمت ہوگی اسکا تاوان لیا جاویگا اگر اس دن کی
قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو یوم الایداع کی قیمت کا تاوان لیا جاویگا كذا في العمادية بخلاف مضارب جحد ثم اشترى لم يضمن خانية بخلاف اسکے مضارب سے کہ
جسنے انکار کیا پھر خرید کیا تو اسپر تاوان نہ آویگا كذا في الخانية ہم شیخ الغفار میں خانیہ سے منقول ہے کہ مضارب نے جبکہ صاحب مال سے کہا کہ تو نے مجھکو کچھ
نہیں دیا پھر بولا کہ ہاں دیا ہے جسکو پھر مال سے کچھ خرید کی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر مال ضائع ہوگا اسکے پاس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے
اور قیاس یہ ہے کہ وہ ہر حال میں ضامن ہو اور استحسان میں جبکہ اسنے انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کریگا پھر خرید
کریگا پھر اقرار کریگا تو وہ ضامن ہے اور متاع اسکی ہوگی انتہی تو اگر شارح یوں کہتا بخلاف مضارب جحد ثم اقر ثم اشترى لم يضمن) بہتر ہوتا كذا في الطحاوي
والمودع له السفر بها ولو لها حمل ومؤنة عند عدم نهي المالك وعدم الخوف عليها بالاخراج اور مودع کو جائز ہے سفر میں لیجانا ودیعت کا درصورتیکہ منع نکرے
مالک اور نہ خوف ہونے ودیعت پر ہلاک ہونیکا اگرچہ ودیعت کے لیجانے میں باربرداری کی حاجت ہو كذا في الدرر جوہرہ میں حمل کی تفسیر یوں کی ہے کہ جسکے
اٹھانے میں جانور یا اجرت حمال کی حاجت ہو فلو نهاه او خاف فان له بد من السفر ضمن والا فان سافر بنفسه ضمن وبأهله لا اختيار تو اگر مالک نے مودع کو سفر میں
لیجانے سے منع کر دیا ہو یا راہ میں خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہو اور باوجود اسکے سفر میں لیجانے تو تاوان دیگا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود
سفر میں لیگیا تو تاوان دیگا اور اگر اپنے اہل وعیال کے ساتھ سفر میں لیگیا تو تاوان نہ دیگا كذا في الاختيار وعلم او ودعا شيئا مشتركا او مثليا لم يجز ان يدفع
المودع الى احدهما حصته في غيبة صاحبه اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز ودیعت رکہی خواہ وہ چیز مثلی ہو جیسا کہ درہم اور کیلی یا قیمت والی ہو جیسا کہ کپڑا یا کتاب
تو مودع کو جائز نہیں ہے کہ ان میں سے ایک شخص کا حصہ دوسرے شخص کے پیچھے دیدے وہ قیمتی مال کا مودع جو اسکو دینا بالاجماع ہے اور مثلی میں صاحبین کا خلاف ہے یعنی انکے

نے دیکر اپنا آسکا حصہ دیدیا جائز ہے ولو دفع الی الشریک فی الدار رجع دفی النہر الاستحسان لانہ کان ہو المختار اور اگر دوسرے کی غیبت میں ایک کا حصہ دیدیگا تو اسپر تاوان آویگا یا نہیں تو تنویر میں ہے کہ ہاں تاوان آویگا اور بحر الرائق میں ہے کہ استحسان میں اسپر تاوان نہیں ہے جبکہ عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا ھم طحطاوی نے خلاصہ مقدسی سے نقل کیا ہے یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہیں فان اودع رجل عند رجلین مالا یقسم اقتسماہ وحفظ کل نصفہ بخلاف ما لا یقسم اور وہ مستحسن ہو اگر دو شخص عادل رہن دو وکیلی شراء سو اگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دو مردوں کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہے تو دونوں مرد آسکو بانٹ لیں اور ہر مرد اسکے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرتہنوں اور دو مستبضعوں اور دو وصیوں اور رہن کے دو عادلوں اور خرید کے دو وکیلوں کے قسمت پذیر سے مراد کیلی اور موزونات ہیں اور جو چیز عیب دار ہو جاتی ہے تقسیم سے خریدیکہ دو وکیلوں کی یہ صورت ہو کہ انکو مثلاً ہزار درم دیئے گئے کہ ایک چیز خرید کر دو تو دونوں ہزار کو قسمت کر لیں پھر اگر ایک وکیل نے دوسرے کو اپنا نصف دیدیگا تو اسپر تاوان لازم آویگا یعنی دینے والے ہی پر اور اسپر اجماع ہے کہ مدفوع الیہ پر تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی ولو دفعہ احدہما الی صاحبہ ضمن الدافع اور اگر ایک نے مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسرے مودع کو دیدے تو دینے والا تاوان کا بحال ہے الا القسم ای جاز حفظ احدہما باذن الآخر بخلاف اس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہیں کہ اس میں دافع پر تاوان نہیں بسبب جائز ہو جانے ایک شخص کی حفاظت کے دوسرے کے اذن سے ھم غیر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم سے معیوب ہو جاتی کذا فی الطحطاوی ولو قال لا تدفع الی عیالک او احفظ فی ہذا البیت فدفعہا الی من لا بد منہ او حفظہا فی بیت آخر من الدار فان کانت بیوت الدار مستویۃ فی الحفظ واحرز فلم یضمن اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت نہ دیجیو اپنے عیال کو یا محافظت کیجیو اس کوٹھری میں پس مودع نے ودیعت اس شخص کو اپنے عیال میں سے دی جس سے اسکو چارہ نہیں یا ودیعت کی حفاظت کی اس گھر کی دوسری کوٹھری میں تو اگر اس گھر کی کوٹھریاں محفوظ ہونے میں برابر ہوں یا دوسری کوٹھری محفوظ تر مالک کی بتائی کوٹھری سے ہو تو اسپر تاوان نہ آویگا لیکن صورت تلف ہو جانے ودیعت کے اسواسطے کہ شرط مذکور مفید نہیں لہذا معتبر نہیں ھم عیال لا بدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتوں کی حفاظت کے لائق ہے اسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ عیال میں سے بعض کے سپرد کرنے سے منع کر دیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا والا ضمن لان التقیید مفید اور اگر ویسا نہیں تو تاوان نہیں اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہے ھم یعنی اگر مودع غیر لا بدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً زوجہ یا غلام کو سپرد کرے جسکے دینے سے مالک نے منع کر دیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کوٹھری میں حفاظت کی جو اسکی پشت راہ کی طرف ہے تو مودع پر در صورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بعضے عیال پر اعتماد نہیں ہوتا اور حفاظت میں بیوت متفاوت ہوتے ہیں ہدایہ میں ہے کہ قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اسمیں فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہے اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان ہلکت بعد مفارقتہ وان قبلہا لا ضمان اور تاوان نہ دیگا مودع کا مودع مثلاً زید نے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے عمرو کے پاس تو مودع اول یعنی فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہو گئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو تاوان نہیں ھم یہ امام رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال لمالک ہلکت عند الثانی وقال بل رد ہا ولکت عندک لم یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا کہ ثانی نے مجھکو پھیر دی تھی اور میرے پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہوگی وفی الغصب منہ یصدق لانہ امین سراجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانے میں اسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ امین ہے کذا فی السراجیہ ھم یعنی اگر ودیعت غصب ہو گئی مودع کے پاس سے اور تلف ہو گئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے کہا کہ غاصب نے مجھکو ودیعت پھیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہو گئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی المنح وفی المجتبی القضاء اذا غلط فرقہ ثوبا جلد

لغیرہ فقد لہ فیکا ہما ضامن اور مجتبیٰ میں ہے کہ جب دھوبی چوک جاوے سوا ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دے پھر دوسرا شخص اسکو قطع کرڈالے تو دونوں شخص یعنے دھوبی اور قاطع ضامن ہیں ہم یعنے مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دھوبی سے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے پھر لے اور اگر قاطع سے لے

تو وہ دھوبی سے نہ لے تو اعد فقہ اسی کو مقتضی ہیں کذا فی العمادی یعنے بتفصیل بحث ہے نوادر میں ہے وعن محمد اصاب الودیعۃ شئی فامر المودع رجلا لیعالجہا فعطبت من ذلک فلربہا تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج رجع علی الاول ان لم یعلم انہا لغیرہ والالم یرجع انتہی اور محمد بن حسن سے روایت ہے کہ ودیعت کے جانور کو کچھ بیماری ہوگئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اسکا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہوگیا تو اسکا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع سے پھر لے اگر معالج نہ جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہے تو رجوع نہ کریگا انتہی وفی المجتبیٰ بخلاف مودع الغاصب فیضمن ایاشاء بخلاف غاصب مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اسکے

مودع سے ہم غاصب تاوان لینا صحیح ہے اور مودع سے اسواسطے کہ اسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اسکے مالک کے کذا فی الدرر وان ضمن المودع رجع علی الغاصب ان لم یعلم علی الظاہر درر خلافا لما نقلہ القہستانی والباقانی والبرجندی وغیرہم فتنبہ اور جبکہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے پھر لے اگر مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہے بر قول ظاہر کذا فی الدرر برخلاف اس قول کے جسکو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہم نے نقل کیا کہ در صورت علم کے رجوع نہیں تو خبر دار رہو اس خلاف سے معالت ادعی رجلان کل منہما انہ لہ اودعہ ایاہ فنکل عن الحلف لہما فہو لہما وعلیہ الف اخر بینہما ایک شخص کے پاس ہزار درم ہیں اسپر دو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ہزار اسکا ہیں اسنے اس شخص کے پاس ودیعت رکھی ہے یعنی دونوں گواہ نہیں سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اسنے دونوں کے واسطے قسم نکھائی تو وہ ہزار دونوں مدعیوں کے ملک ٹھہرینگے اور اس شخص پر ایک ہزار درم اور واجب الادا ہونگے جو دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہوں ہم قسم نکھانا اقرار ہے واسطے دونوں دعووں کا لہذا ایک ہزار اسپر لازم ہے وان حلف لاحدہما ونکل للاخر فالالف لمن نکل لہ اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اس مدعی کے ہونگے جسکے واسطے اسنے قسم نکھائی دفع الی رجل الفا وقال ادفعہا الیوم الی فلان فلم یدفعہا حتی ضاعت لم یضمن ازلا یلزمہ ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ یہ ہزار درم آج کے دن فلانے شخص کو پہنچا دے سو اسنے اسکو نہیں پہنچائے یہاں تک کہ تلف ہوگئے تو اس سے تاوان لیا جاویگا اسواسطے

یہ فعل اسپر کرنا لازم نہیں کما لو قال لہ احمل الی الودیعۃ فقال افعل ولم یفعل حتی مضی الیوم وہلکت لم یضمن لان الواجب علیہ التخلیۃ عمادیۃ جیسا کہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اٹھالا ودیعت کو سو کہا اسنے کہ میں یہ فعل کرونگا پھر وہ نہ اٹھالایا یہانتک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک ہوگئی تو اسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ مودع پر تخلیہ واجب ہے کذا فی العمادیۃ یعنے فلانے کو دینا یا مالک کی طرف ودیعت کا اٹھالانا اسپر واجب نہیں ہے جسکے نکرنے سے تاوان اسپر لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت میں تخلیہ البتہ اسپر واجب ہے قال رب الودیعۃ للمودع ادفع الودیعۃ الی فلان فقال فعلت فکذبہ فی الدفع فلان وضاعت الودیعۃ صدق المودع مع یمینہ لانہ امین ہے رجیبہ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دے سو اسنے کہا کہ میں نے اسکو دی اور فلانے شخص نے دینے میں اسکی تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ امین ہے کذا فی السراجیۃ قال المودع ابتداء لا ادری کیف ذہبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذہبت ولا ادری کیف ذہبت فالقول قولہ مودع نے شروع سے کہا نہیں جانتا ہوں کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اسپر تاوان نہیں بر قول صحیح ترچنانچہ اگر یوں بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور میں نہیں جانتا ہوں کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قولہ لا ادری اضاعت ام لم تضع اولا ادری وضعتہا او دفنتہا فی داری او موضع آخر فانہ یضمن بخلاف قول مودع کہ میں نہیں جانتا کہ ودیعت ضائع ہوگئی یا ضائع نہیں ہوئی یا میں نہیں جانتا کہ میں نے ودیعت رکھدی یا دفن کردی

اپنے گھر میں یا کسی اور جگہ میں تو اسپر تاوان آویگا یہ ہم طحطاوی نے کہا فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے اسکے برخلاف منقول ہے یعنی کہ اگر ہو اگر وہ نہیں جانتا کہ
جگہ کی بابت [illegible] نہیں ہوئی تو اسپر تاوان نہیں ہو طحطاوی میں مکان المدفن لان قال [illegible] من المکان المدفون غیر الا [illegible] فی العمادیۃ اور اگر مودع نے فوت ہوتے وقت
مکان بیان کیا یا لیکن یہ نہ کہا کہ وہ چوری ہوگئی اس مکان سے جہمین دفن تھی تو اسپر تاوان نہیں اور اسکا پورا بیان ہو دیتین [illegible] مسائل متفرقہ شتی کے بعد وارث
او الوصی علی دفع بعض المال ان خاف تلف کلہ اذ بعضہ ندفع لم یضمن مودع یا وصی دیکھا یا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر مودع یا وصی ظالم سے
ڈرا اپنی جان پر یا اپنے عضو پر سوا اسنے بعض مال دیا تو اسپر تاوان نہیں وان خاف الحبس او القید ضمن اور اگر محبوس ہونے سے یا بیڑی ڈالنے سے
ڈرا اور اسنے مال دیا تو اسپر تاوان ہوگا وان حتی اخذ ماله کله فهو عذر اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھین جانے سے ڈرا تو وہ عذر ہے یہ فتاوی عالمگیری
میں ہے کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اسکے مال کے تلف کرنے سے اگر وہ ودیعت کو نہ دے تو اسپر تاوان آویگا اگر اسکے پاس مال بقدر کفایت کے باقی رہے
اور اگر سب مال لے تو وہ معذور ہے اور اسپر تاوان نہیں کما لو کان الجابر ہو الآخذ بنفسه فلا ضمان علیہ چنانچہ اگر ظالم جابر ہی بذات خود لے لے تو اسپر تاوان
نہیں کذا فی العمادیۃ ہم طحطاوی نے کہا کہ شرح الغرر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل نہ کو رہا مین نہیں ضمنت علی الودیعۃ الفساد رفع الامر
للحاکم لیبیعه ولو لم یرفع حتی فسد فلا ضمان ودیعت پر خوف ہوا سڑ جانے اور بگڑ جانے کا تو مودع یہ حال حاکم سے کہے تاکہ وہ اسکو بیچ ڈالے اور اگر حاکم
سے نہ کہے یہاں تک کہ ودیعت بگڑ جائے تو اسپر تاوان نہیں ہم حاکم سے کہنا بہتر ہے وا جب نہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر اس شہر میں حاکم نہو تو
خود مودع اسکو بیچ ڈالے اور اسکا ثمن رکھ چھوڑے ولو انفق علیہا بلا امر فهو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ
احسان کرنے والا ہے یعنی مالک سے وہ خرچ نہیں لے سکتا بلا امر حاکم قرأ من مصحف الودیعۃ او الرہن فهلک حالۃ القراءۃ لا ضمان لان له ولایۃ ہذا التصرف
ضمیر فیہ مودع نے ودیعت یا رہن کے مصحف میں پڑھا سو مصحف تلف ہوگیا پڑھنے کی حالت میں تو اسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ مودع کو اس تصرف کی یعنی
پڑھنے کی ولایت ہے کذا فی الصیرفیۃ ہم کتاب العاریۃ کے اخیر میں مذکور ہوگا کہ کتاب علم میں نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے [illegible] ورق میں ضرر نہو اور یہ
اس طرح ہے جیسے کسی کی دیوار کے سایہ میں بیٹھنا اور احتیاط یہ ہے کہ بلا اجازت مالک نظر نکرے ادر فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس طبق
ودیعت رکھا سو اسنے خم یعنی مشک کے سر پر رکھا سو تلف ہوگیا اور اگر رکھنا بروجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہیں ہے تو تاوان نہیں اور اسکی معرفت کا
طریقہ یہ ہے کہ اگر مشک میں پانی یا آٹا ہو تو رکھنا طبق کا استعمال ہے اور اگر مشکا خالی ہو تو استعمال نہیں کذا فی الطحطاوی قال کذا لو وضع السراج علی المنارۃ صیرفیۃ کے
مصنف نے کہا اور اسیطرح اگر ودیعت کا چراغ منارہ پر رکھے تو تاوان نہیں در صورت تلف ہو جانے کے ہم منارہ سے مراد محل نور ہے وفیہا اودع صکا وعرف اداء
بعض الحق ومات الطالب وانکر الورثۃ الاداء یحبس المودع الصک ابدا اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت رکھا اور ادا بعض حق
معلوم ہوا اور طالب مر گیا اور طالب کا وارث منکر ادا بعض حق کا ہے تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند رکھے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً زید کے محمود پر سو درم ہیں محمود نے زید کو سو درم کا
تمسک لکھدیا اور زید نے وہ تمسک حامد کے پاس ودیعت رکھا پھر محمود نے پچیس درم مثلاً زید کو ادا کیے اور یہ حال حامد کو معلوم ہے بعد اسکے زید مر گیا اور اسکا وارث پچیس درم کے
دینے کو نہیں مانتا ہے تو حامد کو چاہیے کہ تمسک محمود کے وارثوں کو نہ دے طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اسمیں محمود کا ضرر ہے اور شاید کہ یہ اس صورت پر محمول ہے
جبکہ مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تمسک کے بغیر والا مہر ثبت حق نہیں انتہی وفی الاشباہ لایبرأ مدیون المیت بدفع الدین الی الوارث وعلی المیت دین اور اشباہ میں ہے کہ
میت کا مدیون بری الذمہ نہ ہوگا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ میت پر دین ہے اور لوگوں کا ہم ظاہر اعلم مراد اسکا یہ صورت ہے جبکہ دین مستغرق ہو اور وارث متوں ہو جیسا کہ
ودیعت میں بھی یہی حکم ہے جبکہ مودع وارث کو ودیعت دے کذا فی الطحطاوی عن الحموی لیس للاسیر اخذ ودیعۃ اسیر ساہ کو جائز نہیں غلام کی ودیعت لینا یہی [illegible] شاید
غیر کا مال ہے جبکہ سوئے گواہ لائے کہ یہ اسکا مال ہو العامل لغیرہ امانۃ لا اجر له الا الوصی والناظر اذا عمل شخص کو غیر کے واسطے عمل کرتا ہے بطور امانت کے اسکے واسطے اجرت نہیں مگر

وصی اور ناظر وقف کے واسطے اجرت مثل ہے جبکہ دونون عمل کرین ہم وصی سے وہ وصی مراد ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا اجرت معین کر کے اور میت کا وصی اجرت کا مستحق نہین کذا
فی الاشباہ قلت فعلم منہ ان لا اجر للناظر فی المستغلات اذا عمل غلتہا المستحقون کما یفعلہ ہم کہتا ہون تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کے اشتراط عمل سے معلوم ہوا
کہ ناظر وقف کے واسطے اجرت نہین پیچھے ہوئے مکانون مین جبکہ مستحقین وقف کو اُسکے بانٹنے کا حوالہ کر دیا گیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر وقف
کرنے والے کی طرف سے اجرت مشروط ہو گی تو ناظر کو ملے گی وفی الوہبانیۃ شعر ودافع الف مقرضا ومقارضا ؛ وربح القراض اشرط جاز وجید ؛ اور وہبانیہ مین ہے اور
ہزار درم قرض اور مضاربت مین دیکر نفع مضاربت کا فقط مالک کے واسطے شرط کرنا جائز ہے اور ممنوع ہے ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ نصف قرض اور
نصف بطور مضاربت اور مضاربت کا نفع مشروط میرے واسطے ہو تو یہ شرط جائز ہے تو نصف بضاعت ٹھہرے گا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہو گا اسواسطے کہ جب مضاربت فاسد
ہو گئی تمام نفع کی شرط کرنے سے مالک کے واسطے تو مضاربت منقلب بضاعت ہو گئی وجہ منع ہو گی یہ ہے کہ حدیث مین قرض سے جر منفعت کرنا منع ہے جب شرط صحیح
ہوئی تو ہزار کا نفع مضاف بکے واسطے ہے اور ٹوٹا بھی دونون پر ہے اسواسطے کہ دونون ہزار شریک رہے کذا فی الطحطاوی شعر وان یدعی ذو المال قرضا وضده ؛ فرافضا او رب المال
فقیل الجدید ؛ اور اگر صاحب مال قرض کا دعویٰ کرے اور اسکا مخاصم مضاربت کا دعویٰ کرے تو بعضون نے کہا کہ صاحب مال کا قول قبول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مضارب کا
قول مقبول ہے اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہے کتاب الایداع سے پہلے شعر وفی العکس لرب المال قول فالقول قولہ کذا لک فی الابضاع ما یتقید ؛ اور اسکے عکس مین جو کہ اپنا
نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اسیطرح بضاعت مین کہ اختلاف مین حکم معتبر نہین ہے ہم یا عکس کی صورت یہ ہے کہ مضارب نے نفع مال کے بعد دعویٰ کیا کہ میرے
پاس مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اور مضارب پر گواہ لانا لازم ہے اور ابضاع کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال کہتا ہے کہ مین نے
اسکو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضارب اُسکا دعوی کرتا ہے تو ماذا لا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی شعر وان قال قد ضاعت من البیت وحدہا ؛ فیمتنع تصدیقہ فتقید
فتقصدہ ؛ اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت گھر سے ضائع ہو گئی تو یہ قول صحیح ہے یعنی صادق ہو اور اُس سے قسم لیجائے اسواسطے کہ یہ صورت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی چیز کو مودعہ
مکان سے اور کسی جگہ ضائع نہ ہونا متصور ہے اسطرح کہ سارق جلدی کے سبب ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو نہ اُٹھا لے گیا اور یہی چیز اسکو مقصود تھی کذا فی الطحطاوی شعر وتارکہا فی قوم
لا مر یخیفہ ؛ فراحوا وراحت یضمن المتاخر ؛ اور ایک قوم مین ودیعت کا چھوڑنے والا بواسطہ امر مخوف کے پھر قوم کے لوگ وہان سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہو گئی
تو پچھلا شخص جانے والا تاوان دیگا ہم شخص متاخر پر اسواسطے ضمان آیا کہ اُسپر حفاظت ودیعت کی متعین ہو گئی تو تاوان بھی اُسی پر مخصوص ہو گیا تو اگر سب کے سب ساتھ اُٹھ گئے تو
سب پر تاوان آویگا کذا فی الطحطاوی شعر وتارک تشمیر الصوف صیفا فعثت لم ؛ یضمن و قرض الفار بالکش تر ؛ اقام السبع الثقب من بعضہ ؛ ولم یعلم المالک ما ہو مقرم ؛
اور گرمی کے موسم مین صوف پھیلانے کا ترک کرنے والا مودع یعنی مالک کے امر سے پھر صوف کو کیڑا چاٹ گیا تو مودع تارک سے تاوان نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ اُسپر فقط وقت
کی حفاظت کی جس طرح کہ اسکو امر ہوا کذا فی الطحطاوی عن المحیط اور یہ ہے کہ کاٹنا ودیعت کو بر خلاف اُس مسئلہ کے گھر دیا ہے جبکہ مودع ودیعت کے مکان کا سوراخ نہ بند کرے بعد
دریافت ہونے کے یا کہ مالک ودیعت کو خبر نہ کر دے کہ مکان ودیعت کا سوراخ دار ہے ہم یعنی جبکہ مالک نے ودیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اُس مکان مین رکھی جسمین سوراخ نہین پھر
اسکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جل گئی تو اُسپر تاوان نہین اور اگر اُس مکان مین سوراخ ہے اور مودع اسکو جانتا ہے تو اگر مالک نے مودع کو خبر کر دی سوراخ کی تو اُسپر تاوان نہین اور
اگر مالک نے خبر نہ کی اور مودع نے باوجود دانست سوراخ بند نہ کیا تو اُسپر تاوان ہے خلاصہ یہ ہے کہ تاوان دفع ہوتا ہے سوراخ کے بند کرنے سے یا مالک کے سوراخ بتلانے سے اگرچہ
در صورت اعلام مالک مودع سوراخ کو نہ بند کرے اسواسطے کہ مالک راضی ہو گیا اُس مکان مین رکھنے سے باوجود سوراخ دار ہونے کے تو معلوم ہوا کہ واو قولہ ولم یعلم کا بمعنی او ہے کذا فی الطحطاوی
قلت لکن لو سدہ بامرہ فقرضتہ الفار وانفسدہ لم یذکرہ فینبغی تفصیلہ کما مر قبیلہ مین کہتا ہون باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے ایکبار سوراخ بند کر دیا سو چوہے نے اُسکو کھول دیا اور ودیعت کو
خراب کر ڈالا اسکا حکم مذکور نہین اور اسکی بھی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے سو اسکو غور کر ہم تفصیل مذکور یہ ہے بقول طرسوسی کہ یا مالک سوراخ کو بتا دے یا مودع دریافت ہونے اعلام
سوراخ کو بند کر دے تو تاوان اُسی سے دفع ہوا اور اُسی قول کو وہبانیہ کے شارحین یعنی علامہ عبدالبر اور شرنبلالی نے پسند کیا ہے تتمہ سراجیہ مین ہے کہ ودیعت پیر دینے کی ...

مالک پر ہے نہ مودع پر انتہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام میں ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا (ویمنعون الماعون) یعنی کفار ماعون کو روکتے ہیں ماعون آس چیز سے عبارت ہے جسکی عاریت دینے کی لوگون میں عادت ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابو طلحہ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت کے لیا تھا تو ہمین اختلاف ہے کہ عاریت دینا مستحب ہے یا واجب اکثر علماء اسپر ہیں کہ مستحب ہے کذا ذکرہ ابو السعود آخرہا عن ابی دلیۃ لان فیہا تملیکا وان اشترکا فی الامانۃ مصنف نے پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت میں منافع کی تملیک ہے اگرچہ دونون امانت ہونے میں شریک ہیں ہم یعنی عاریت میں تملیک ہے اور ابلاغ بھی ہے تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہے مرکب ہے اور مرکب بعد ہے مفرد سے ومحاسنہا النیابۃ عن اللہ تعالی فی اجابۃ المضطر لانہا لا تکون الا للمحتاج کالقرض اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیون سے حق تعالی کی نیابت ہے عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی میں اسواسطے کہ عاریت دینا نہیں ہوتا مگر حاجتمند کے واسطے قرض کے مانند ہم یعنی محتاج مضطر ہوتا ہے بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالی (امن یجیب المضطر اذا دعاہ) اور معیر نے مستعیر کی فریاد رسی کی تو گویا حق تعالی کا مددگار ہوا فریاد رسی میں تو عاریت دینے والا تخلق ہوا تخلق فرمایا ورسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اے مومنین متخلق ہو باخلاق ربانی فلذا کانت الصدقۃ بعشرۃ والقرض بثمانیۃ عشر ہم اسواسطے یعنی بعلت محتاجی خیرات کا ایکدرم دس درم کے برابر ہے ثواب میں اور قرض کا ایکدرم اٹھارہ درم کے برابر ہے ہم یعنی قرض نہیں لیتا غالبا مگر حاجتمند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونون کو پہونچتی ہے اگرچہ صدقہ دینے والا اسکو محتاج جانکر دیتا ہے صدقے کا ثواب دہ چند اسواسطے ہوا کہ الحسنۃ بعشرۃ امثالہا اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا اسواسطے ہوا کہ قرض کا ایکدرم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہے تو جب صدقہ کا ایکدرم دس درم کے برابر ہوا تو قرض کا ایکدرم بیس درم کے برابر ٹھہرا لیکن صدقہ میں صدقہ کرنے والے کی طرف کچھ عود نہیں کرتا اور قرض کا درم مقرض کی طرف عود کرتا ہے تو مقابل اسکے دو درم ساقط ہوگئے تو اٹھارہ باقی رہ گئے ولہذا اگر مقرض مستقرض کو معاف کردے تو بیس درم کا ثواب ہوگا ہی لغۃ مشددۃ وتخفف اعارۃ الشیء قاموس عاریت لغت عرب میں عبارت ہے چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یا تحتانیہ مشددہ ہے اور اسکی تخفیف بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا وشرعا تملیک المنافع مجانا اور شرع میں عاریت عبارت ہے منافع کے مالک کر دینے سے مفت بلا عوض ہم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کر دے مثلا گھوڑے کا سوار ہونا اور کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی قید اسواسطے لگائی تا عاریت اجارہ نکل جائے اسواسطے کہ اجارہ میں بھی تملیک ہے منافع کی مگر مفت تملیک نہیں بلکہ بعوض ہے افاد بالتملیک لزوم الایجاب والقبول ولو فعلا مصنف نے تملیک کی لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونے کا فائدہ عاریت میں ظاہر کر دیا اگرچہ قول فعلی ہو نہ قولی ہم چنانچہ بیان مذکور ہوگا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہے ولہذا فتاوی عالمگیری میں کہا ہے کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہے معیر کیجانب سے اور مستعیر کیطرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک از روے استحسان شرط نہیں بحر الرائق میں ہے کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہ غلام لے اور اس سے اپنی خدمت کرا تو یہ عاریت نہیں تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی الخلاصۃ اور خانیہ میں ہے کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہیں ہوتا ہاں قبول گاہے فعلی ہوتا ہے چنانچہ معیر نے کہا کہ یہ کپڑا لے بطور عاریت کے سو اسنے اپنا ہاتھ پھیلایا اور لیا تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ لو فعلا فقط قبول کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وحکمہا کونہا امانۃ اور عاریت کا حکم یعنی اثر مرتب ہوتا ہے عاریت کا امانت ہونا یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہو جائے تو مستعیر پر تاوان نہیں اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہے وشرطہا قابلیۃ المستعار للانتفاع وخلوہا عن شرط العوض لانہا تصیر اجارۃ اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہے مستعار کا فائدہ لینے کے قابل ہونا اور خالی ہونا عاریت کا عوض کی شرط سے اسواسطے کہ عاریت شرط عوض سے عاریت باقی نہیں رہتی اجارہ ہو جاتی ہے ہم قابلیت انتفاع سے اور غیر کا عاریت ہونا مسلم کے حق میں نکل گیا اور ضروری ہے کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم اور دنانیر اور فلوس اور مکیلات اور موزونات اور روئی اور صوف اور ریشم اور شکر کا عاریت لینا بلا بیان جہت اعارہ عاریت نہیں بلکہ قرض ہے اور اگر روپیہ یا پیسہ کسی چیز کے تولنے کے واسطے یا زینت دوکان اور تجمل کے واسطے عاریت لے تو یہ قرض نہیں بلکہ عاریت ہے لیکن اسکو سوا

وجہ ذکر کے اسکا استعمال کرنا جائز نہیں کذا فی غایۃ البیان وصح فی الخادمیۃ بجواز اعارۃ المشاع وایداعہ وبیعہ یعنی لان جہالتہ لا تفضی الی المنازعۃ لعدم لزومہا اور صحیح کی گئی خادمیہ میں
مشاع کی عاریت دینے اور اسکو ودیعت رکھنے اور اسکے بیچنے کے جواز کی ہو اسلئے کہ جہالت اس کی یہاں موجب نزاع نہیں بسبب لازم ہونے عقد عاریت کے وقالوا اعلف الدابۃ علی المستعیر
وکذا النفقۃ العبد الا الکسوۃ فعلی المعیر اور فقہانے کہا ہے کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہے اور اسیطرح نفقہ غلام مستعار کا اور اسکا لباس تو عاریت دینے والے پر ہے وہذا اذا
طلب الاعارۃ فلو قال المولی خذہ واستخدمہ من غیر ان یستعیرہ فنفقتہ علی المولی ایضا لانہ ودیعۃ اور یہ یعنی غلام کا نفقہ مستعیر پر ہونا اسوقت ہے جبکہ مستعیر نے عاریت
لینیکی خواہش کی ہو اور اگر مولی کہے کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اسکا کھانا پینا بھی مولی پر ہے اسلئے کہ یہ ودیعت ہے نہ عاریت قلت ظاہرہ ان اباحۃ الانتفاع
اسلئے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اسکو نفع لینا جائز نہ ہوتا یا یوں کہیے کہ یہ ودیعت ہے جسکے انتفاع کو مالک نے مباح کردیا وتصح باعرتک لانہ صریح اور عاریت صحیح ہوتی ہے اعرتک
کے لفظ سے یعنی میں نے تجکو عاریت دی اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح اور کھلا ہوا ہے واطعمتک ارضی ای غلتہا لانہ صریح مجاز من اطلاق اسم المحل علی الحال اور
عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتک ارضی یعنی میں نے اپنی زمین تجکو کھانے کو دی یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح مجازی ہوا اور
یہ لفظ اسم محل کے حال پر اطلاق ہوا ہے زمین محل ہے غلہ حال ہے جو زمین میں پیدا ہوتا ہے اسکا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجاز و استعارہ ہے اسواسطے کہ اطعام مضاف ہوا زمین
کی طرف مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہے ومنحتک یعنی اعطیتک ثوبی او جاریتی ہذہ وحملتک علی دابتی ہذہ اذا لم یرد بہ الہبۃ لانہ صریح فیفید الاعارۃ
بلا نیۃ والہبۃ بہا ای مجازا اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے منحتک یعنی میں نے تجکو کپڑا یا اپنی یہ لونڈی دی اور صحیح ہے اس لفظ سے حملتک یعنی میں نے تجکو چڑھایا اپنے
اس جانور پر جبکہ متکلم منحتک اور حملتک کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ نہ کرے اسواسطے کہ وہ ہبہ میں صریح ہے تو عاریت کو مفید ہے بلا نیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہے بطریق مجاز کے
سے ہم یعنی لفظین ہر کو نیت کرے صورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور وجود نیت ہبہ ہبہ متحقق ہوگا واخدمتک عبدی اور عاریت درست ہے اخدمتک عبدی سے
سے عاریت صحیح ہے کہ میں نے اپنا غلام تیری خدمت کے واسطے دیا اور لیکن اگر ایک مہینہ کے لیے تجکو مفت اجارہ دیا ہم اجارہ بلا عوض درحقیقت عاریت ہے اور اگر بعوض اجارہ نہ کرے تو بھی
تو بھی ایک قول میں عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی عالمگیری میں عدم عاریت پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وداری لک سکنی تمییز او بلا نیۃ لک اور قول
عاریت صحیح کہ داری لک سکنی یعنی میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہے اور لک خبر ہے اور سکنی تمییز ہے سکنی مصدر ہے یعنی اقامت یا اسم ہے یعنی اسکان جیسا کہ
سکنی محکم ہے اراد نفع میں لہذا لام معنی ملک مراد نہو اور داری لک عمری مفعول مطلق ای اعمرتہا لک عمری تمییز یعنی جعلت سکناہا لک مدۃ عمرک اور اس لفظ سے عاریت
صحیح ہے کہ داری لک عمری سکنی یعنی میں نے گھر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنی اعمرتہا لک عمری اور سکنی تمییز ہے ہم
اور یہ بھی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو یعنی مدۃ عمرک اسی کی طرف شارح نے تفسیر ثانی میں اشارہ کیا لیکن اسنے ایک احتمال کو دوسرے احتمال کے ساتھ ملا دیا اور لیکن نے کہا داری لک کا
محتمل ہے کہ رقبہ دار مخاطب کا مملوک ہو اور اسکا محتمل ہے کہ اسکی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ ارادہ منفعت میں محکم ہے بلا احتمال لہذا محتمل کو ارادہ منفعت پر محمول کیا کذا فی
الطحطاوی یعنی لام بمعنی ملک مراد نہو ولعدم لزومہا یرجع المعیر متی شاء اور بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عاریت میں اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز پھیر لے ولو
موقتۃ معیر کو عاریت پھیر لینے میں اختیار ہے اگرچہ عاریت کا وقت بھی معین کردیا ہو تم دریافت کرنا چاہیے کہ عاریت چار قسم ہے ایک یہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور انتفاع
مذکور نہو اسکا حکم یہ ہے کہ مستعیر کو اس سے فائدہ لینا جائز ہے جس طرح چاہے اور جب تک چاہے دوسری قسم یہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور ہو مخصوص اسکا
حکم یہ ہے کہ وقت معین اور انتفاع معین سے تجاوز کرنا جائز نہیں مگر بصورت بہتری خلاف تیسری قسم یہ کہ مقید در حق مدت ہو اور انتفاع میں مطلق ہو چوتھی قسم یہ کہ مدت کی قید نہو
بلکہ انتفاع کی قید ہو تو دونوں کا حکم یہ ہے کہ تعیین معیر سے تجاوز کرنا درست نہیں کذا فی السراج او فیہ ضرر فیتبدل فتبقی الیمین باجر المثل کمن استعار امۃ لترضع ولدہ وصار لا یاخذ
الا ثدیہا فلہا اجر المثل الی الفطام وتمامہ فی الاشباہ یا کہ عاریت کے پھیر لینے میں ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی چیز باجرت مثل باقی رہیگی یعنی
اس صورت میں عاریت منقلب باجارہ ہو جائیگی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے ولد صغیر کے دودھ پلانے کے واسطے اور لڑکا ایسا لونڈی سے ہل گیا کہ کسی کی چھاتی

مشتری میں نہیں لیتا سو اگر اس لونڈی سے کچھ تو اس لونڈی کے واسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودھ چھوڑانے تک اور یہ بیان اسکا اشباہ میں ہے وفیہا معزیا للقنیۃ تلمیذ
العاریۃ فیما اذا استعار جدار غیرہ لوضع جذوعہ فوضعہا ثم باع المعیر الجدار لیس للمشتری دفعہا وقیل لہ ذلک الا اذا اشترط وقت البیع قالت وبالقیل جزم فی الخلاصۃ والبزازیۃ
وغیرہما وعزاہ محشیہا الی تنویر البصائر ولم یتعقبہ ابن المصنف وکانہ ارتضاہ فلیحفظ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہو جاتی ہے اس صورت میں جبکہ ایک شخص
دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کے واسطے پھر دھنیاں اس پر نصب کیں پھر معیر نے وہ دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیوں کا دفع کرنا جائز نہیں اور قول ضعیف
یہ ہے کہ ہاں دفع کرنا جائز ہے مگر جبکہ معیر عدم دفع شرط کرلے بیع کے وقت میں کہتا ہوں اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ اور بزازیہ وغیرہما میں اور اسی طرح
کیا ہے اشباہ کے محشی نے تنویر البصائر میں اور شیخ صالح ابن مصنف نے بھی اعتراض نہیں کیا تو گویا اسکو پسند کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لا تضمن بالہلاک من غیر تعد
اور بدون تعدی کی عاریت کے ضائع اور تلف ہو جانے سے تاوان اسکا لازم نہیں آتا اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں مگر تعدی سے بالاجماع تاوان ہے
ہم تعدی کی صورتیں یہ ہیں کہ عاریت کے جانور کی باگ زور سے کھینچی اور وہ ہلاک ہو گیا یا مستعیر بہیں گیا اور اسکو چھوڑ گیا یا سواری کے واسطے عاریت
رکھا اسکو سوار کرکے پانی پلانے کے واسطے اسکو بغیر جہت معینہ سے لیگیا سو وہ ہلاک ہو گیا یا زمین جوتنے کے واسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اسکو اور بیل کے ساتھ ملایا
خلاف عادت سو وہ ہلاک ہو گیا تو بالاجماع اسپر تاوان ہے اور اگر اسکو چراگاہ میں چرنے کے واسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہو گیا اگر وہاں اسطرح کے چرانے کی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت معلوم
یا عادت مشترک نہ ہو تو تاوان ہے اور اگر جنگل میں سو گیا اور باگ جانور کی ہاتھ میں ہے سو وہ چرا لیا گیا تو اگر مستعیر لیٹا ہوگا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان نہیں یہ حکم غیر سفر کا اور
سفر میں سو جانے سے تاوان مطلقا نہیں جبکہ مستعار چیز اسکے سر تلے ہو یا آگے رکھی ہو یا آس پاس ہو اسطرح کہ عادت میں اسکی نگہبانی سے خارج نہ ہو کذا فی البحر وشرط
الضمان باطل کشرط عدمہ فی الرہن خلافا للجوہرۃ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط رہن میں باطل ہے برخلاف روایت جوہرہ کے جوہرہ میں ہے کہ
تاوان شرط کرنے سے عاریت میں تاوان لازم ہو جاتا ہے ولا تؤجر ولا ترہن لان الشیء لا یتضمن ما فوقہ اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز نہیں اسواسطے کہ شی متضمن
نہیں ہوتی اپنے مافوق کی ہم اسواسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہے بخلاف عاریت کے اور ودیعۃ فانہا لا تؤجر ولا ترہن بل لا تودع ولا تعار بخلاف العاریۃ علی المختار انہ
ودیعت اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہیں ہوتا یا کہ دوسرے شخص کے پاس بطور امانت نہیں رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت دیجاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار ہم یعنی عاریت کا
ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہیں مگر اس صورت میں جبکہ استعمال مختلف نہ ہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی
واما المستاجر فیوجر ویودع ویعار ولا یرہن اور مستاجر بفتح جیم یعنے جس چیز کو اجارہ لیا تو اسکا اجارہ رکھنا اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور رہن رکھنا اسکا جائز
نہیں واما الرہن فکالودیعۃ اور مرہون تو ودیعت کے مانند ہے یعنی اسکا اجارہ اور رہن اور ایداع اور اعارہ جائز نہیں وفی الوہبانیۃ نظم تسع مسائل لا یملک
فیہا تملیکا لغیرہ بدون اذن سوار قبض اولا اور وہبانیہ میں نو مسائل نظم کیے ہیں جنمیں اپنے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہیں
خواہ اسنے قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو فقال فلا عاریۃ مالک امر لا یملک بدون ان امر وکیل مستعیر وموجر رکوبا ولبسا فیہما ومضارب ومرتہن ایضا وقاض وصی ومستبضع
وہبانیہ نے کہا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہیں دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک اصلی کے وکیل ہے اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنے مستاجر بکسر جیم سواری
اور قمیص مثلا پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب مرتہن کی اور قاضی ماموریم مالک کا لفظ مبتدا ہے اور جملہ لا یملک اسکی صفت ہے
اور وکیل وغیرہ اسکی خبر ہے وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض موکل اور اسیطرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا بلا امر معیر درست نہیں جبکہ
عاریت مختلف ہو جاتی ہو باعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہ ہو جاتی ہو تو جائز ہے اور اسیطرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کے واسطے جانور کرایہ لیا
یا اسیطرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اسپر سواری کرنا یا دوسرے کو اس قمیص کا پہنانا جائز نہیں اور اسیطرح مضارب دوسرے کے ساتھ مضاربت کرنے کا اور مرتہن دوسرے
پاس رہن رکھنے کا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کرنے کا بلا اذن امام مالک نہیں کذا فی الطحطاوی وصی ومستودع مستبضع ومزارع ۔ اذا لم یکن من عندہ البذر یبذر

اور مستودع یعنی ودیعت والا ایداع کا اور مستبضع دوسرے کو بضاعت دینے کا اور جسنے زمین بعقد مزارعت لی جبکہ مزارع کے پاس بیج نہو کھیت میں بیج ڈالا جاتا تو غیر شخص کو وہ زمین بطور
مزارعت کے نہیں دے سکتا بلا اذن ھم اور اگر مزارع کا بیج ہی تو وہ مالک ہے کہ دوسرے کو بطور مزارعت زمین دے کذا فی الطحطاوی قلت واما الشریک مفاوضۃ و عنانا والمساقی الی ان قال فی غیرہ الا ان یاذن المولی
لہ ایسی ہی کہ میں کہتا ہوں اور دسواں مسئلہ وہبانیہ کی مساقات اور مزارعت کی فصل میں یوں مذکور ہے اور جائز نہیں عقد مساقات والیکو کہ غیر کو زمین بطور مساقات دے
اور اگر مولی یعنی مالک زمین اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہیں فان آجر المستعیر او رہن فہلکت ضمنہ المعیر للتعدی اسواگر مستعیر عاریت کو اجارہ میں دیا اسکو رہن کر
پھر وہ تلف ہو جاوے تو معیر اس سے تاوان لے بسبب اسکی تعدی کے ولا رجوع لہ المستعیر علی احد لانہ بالضمان ظہر انہ آجر ملک نفسہ ویتصدق بالاجرۃ خلافا للثانی اور مستعیر کو
تاوان پھیر لینا کسی سے جائز نہیں اسواسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہو گیا کہ اسنے اپنی ذاتی ملک کو اجارہ دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کرے بخلاف ابو یوسف رح کے
اجرت اسکا تصدق کرے کہ مستعیر بمنزلہ غاصب کے ہو گیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوتا ہے اجرت کا اور خیرات کرنیکی وجہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے
یعنی مال غیر کے استعمال کرنے سے کذا فی الطحطاوی او ضمن المستاجر یا بھیر تاوان لے مستاجر سے مکث من المرتہن وفی شرح الوہبانیۃ الا ان المرتہن ان شاء ضمن
ولا لک الخیار ویرجع الثانی علی الاول مصنف نے سکوت کیا مرتہن کے حکم سے اور وہبانیہ کی شرح میں ہے اور پانچواں مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ مرتہن
مالک نہیں مرہون کے رہن رکھنے کا تو اسپر رہن رکھنے سے تاوان دیگا اور مالک کو اختیار ہے چاہے مرتہن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان
تو وہ مرتہن اول سے پھیر لے ویرجع المستاجر علی المستعیر اذا لم یعلم بانہ عاریۃ فی یدہ دفعا لضرر الغرر اور جبکہ مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اپنا
مال پھیر لے جبکہ مستاجر نہ جانتا ہو کہ وہ عاریت ہی اسکے ہاتھ میں فریب کے ضرر دفع کرنیکے واسطے یعنی اگر عاریت جانکر اجارہ لیگا تو رجوع نہیں کر سکتا ہم لو سکتا الی المعیر یا
اختلاف استعمالہ او لا ان لم یعین المعیر منتفعا اور مستعیر کو جائز ہے عاریت کا عاریت دینا خواہ اسکا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین کے مختلف ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو بشرطیکہ معیر
نفع لینے والے کو معین نہ کر دیا ہو ھم اسواسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کر دیا اور مالک کو دوسرے کا مالک کرنا جائز ہے جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہے کذا فی
الدرر بمختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جسکا استعمال مختلف نہو جیسے جانور پر بوجھ لادنا کذا فی صدر الشریعۃ وغیرہ بالانحلاف الضمن وان عین الاولیٰ
یعتبرہ فی زوایۃ الجواہر لا الاختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کر دیا ہو تو مستعیر اس عاریت کو عاریت دے جسکا استعمال مختلف نہیں ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے
بسبب تفاوت مستعملین کے اور اس قول کو زواہر الجواہر میں اختیار کی طرف نسبت کیا ہے وشملہ اجر کالمعار الموجر ہذا عند عدم النہی فلو قال لا تدفع لغیرک فدفع فہلک ضمن مطلقا
اور عاریت کی چیز کے مانند ہی اجارہ کی چیز یعنی مستاجر کو اجارہ کی چیز عاریت دینا جائز ہے خواہ اسکا استعمال مختلف ہو یا نہو اور صورت تعیین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا
جائز نہیں اور یہ تفصیل مذکور صورت عدم نہی کے ہے تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیجیو سو معیر نے دیدی پھر عاریت تلف ہو گئی تو ہر صورت میں تاوان آئیگا کذا فی
الخلاصۃ یعنی خواہ وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہو فمن استعار دابۃ او استاجرہا مطلقا بلا تقیید یحمل ما شاء ویعیر لہ للحمل ویرکب عملا بالاطلاق سو جو شخص کہ عاریت
جانور کو بطریق کرایہ کے مطلقا بلا تقیید تو بوجھ لادے اسپر جو چاہیے اور لادنے کے واسطے عاریت دے اور اسپر سوار ہو اطلاق پر عمل کرنے سے وایا فعل اولا تعین مرادا و دم
فعل کو اول کریگا وہی متعین ہو جائیگا مراد ہو میں ھم اسواسطے کہ مطلق ہر انتفاع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع میں معیر اور مستاجر کو اختیار ہے تو اگر اول سواری کی تو اب اسپر بوجھ لاد نہیں سکتا ہو
کہ مطلق جبکہ متعین ایک قید کے ساتھ ہو تو بعد اسکے مطلق باقی نہ رہا کذا فی الطحطاوی وضمن بغیرہ الی ان عطبت حتی لو البس او ارکب غیرہ لم یرکب بنفسہ بعدہ ہو الصحیح کافی اور
تاوان اسکے دے اسکے غیر میں اگر جانور ہلاک ہو جاوے تو اگر عاریت کا کپڑا غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اسکے آپ سوار نہو یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی وان اطلق المعیر
او الموجر الانتفاع فی الوقت والنوع انتفع ما شاء ای وقت شاء لما مر اور اگر معیر او موجر نے انتفاع کو وقت اور نوع میں مطلق بلا قید کہا تو عاریت لینے والا جس وقت میں جو چاہے نفع
حاصل کرے بعلت گذشتہ یعنی بنا بر عمل بالاطلاق وان قیدہ بوقت او نوع او بہما ضمن بالخلاف الی شر فقط لا الی مثل او خیر اور اگر نفع اٹھانے کو وقت یا نوع یا دونوں کی قید لگائی تو تاوان دے
برخلاف کرنے میں مانند یا بہتر خلاف میں ھم خلاف شر کی مثال یہ کہ جانور عاریت لیا یا اجارہ دس من گیہوں لادنے کو اور اسپر اسی قدر جو لادے تو تاوان نہ دیگا اسواسطے کہ جو کا بوجھ زیادہ

پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر گیہوں بیچے اور خلاف مثل کے مثال یہ ہے کہ مثلاً گیہوں کے عوض اور گیہوں اسقدر لادے یا اتنے گیہوں کے عوض غیر کے گیہوں اسقدر لادے اور بہتر خلاف کی صورت یہ ہے کہ
دوسرے کے واسطے عاریۃ اسپر گیہوں لادے و کذا التقیید بنوع او قدر مثل العاریۃ اور اسی طرح کا حکم ہے اجارہ میں نوع انتفاع یا قدر انتفاع کی قید لگانے کا عاریت کی مانند عاریۃ
الثمنین و المکیل و الموزون و العدد و المتقارب عند الاطلاق قرض ضرورۃ استهلاک عینها روپے اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود متقارب کی عاریت اطلاق کے وقت قرض ہے
بضرورت استهلاک عین اشیاء مذکورہ ہے یعنی عاریت عبارت ہے اذن فی الانتفاع سے اور اشیاء مذکورہ میں انتفاع نہیں ہوسکتا بدون استهلاک عین کے اسلئے لہذا ایسا عاریت دینا قرض ٹھہری
معدود متقارب جیسے اخروٹ اور انڈا اور اسیطرح صوف اور ابریشم اور روئی اور مشک اور کافور اور باقی عطریات کی عاریت درحقیقت قرض ہے فیضمن المستعیر هلاکها قبل الانتفاع
لانه قرض حتی لو استعارها لیعیر المیزان او یزین الدکان عاریۃ تو تاوان دینا عاریت دینے والا اشیاء مذکورہ کا تلف ہو جانے سے قبل انتفاع کے ہے اسلئے کہ وہ قرض ہے حتی کہ عاریت تو اگر روپے اشرفی
کو عاریت لیا تاکہ اسے تول کر ترازو کی درستی جانچے یا اکو رکھ کے دوکان کی آرایش کرے تو یہ استعارہ درحقیقت عاریت ہے نہ قرض یعنی اسواسطے کہ اسمیں استهلاک عین نہیں ہوا اعارۃ قصعۃ
ثرید فقرض ولو بینهما مباسطۃ فاباحۃ اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض ہے اور اگر معیر اور مستعیر میں کشادہ دلی اور بے تکلفی ہے تو یہ اباحت ہے ہم ثرید وہ کھانا ہے جو شوربے میں روٹی
توڑ کے بنے سے مرتب ہوتا ہے جیسے قرض ہوا تو مثل یا اسکی قیمت دینا لازم ہے اور اباحت میں تاوان نہیں وصح عاریۃ السهم ولا ضمان لان الرمی یجری مجری الهلاک صیرفیۃ اور تیر کی عاریت
صحیح ہے اور تلف ہونے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ کمان سے تیر مارنا قائم مقام ہلاک کے ہے کذا فی الصیرفیۃ یعنی یہ استهلاک بلا تعدی ہے مالک کی اجازت سے لہذا اسمیں تاوان نہیں
ولو اعار ارضا للبناء والغرس صح للعلم بالمنفعۃ اور اگر زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانے کو تو صحیح ہے منفعت کے معلوم ہونے سے وله ان یرجع متی شاء لما قدمنا
انها غیر لازمۃ اور معیر کو جائز ہے کہ عاریت پھیر لے جب چاہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ویکلفه قلعهما الا اذا کان فیه مضرۃ بالارض فیترکان
بالقیمۃ مقلوعین لئلا تتلف ارضه اور معیر کو جائز ہے کہ مستعیر سے عمارت اور درختوں کو کھدوا ڈالے مگر جبکہ کھودنے میں زمین کا ضرر ہو تو کھودے سے عمارت اور کھودے درخت کی قیمت دیکر
دونوں چیزیں قائم رکھی جاویں تاکہ اسکی زمین ضائع نہو یعنی صاحب زمین قیمت دیوے وان وقت العاریۃ فرجع قبله کلفه قلعهما وضمن المعیر للمستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع
بان یقوم قائما الی المدۃ المضروبۃ وتعتبر القیمۃ یوم الاسترداد بحر اور اگر عاریت کی مدت ٹھہرائی سو معیر نے عاریت پھیر لی مدت کے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کو کھدوا ڈالے اور مستعیر کو
اتنا تاوان دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہو گیا کھودنے سے اسطرح پر کہ مدت معین تک عمارت اور درخت کو قائم فرض کرکے قیمت انکی مقرر کیجائے اور پھیر دینے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے
کذا فی البحر ہم مثلاً درخت کی قیمت کھودنے کے وقت ایک روپیہ ہے اور اگر مدت معینہ تک قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی دو روپیہ کا نقصان ہوا اسقدر تاوان دے واذا استعارها لیزرعها
لم تؤخذ منه قبل ان یحصد الزرع وقتها او لا فیترک باجر المثل مراعاۃ للحقین اور جبکہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنے کے واسطے عاریت دی تو اُس سے کھیت کٹنے سے پہلے زمین
نہ لیجاوے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو تو زمین مستعیر کے پاس بعوض اجر مثل چھوڑی جائیگی دونوں حقوں کی رعایت کرنے کے واسطے فلو قال المعیر اعطیک البذر ونفقتک
الی ان تنبت لم یجز لان بیع الزرع قبل نباته باطل وبعد نباته فیه کلام اشار الی الجواز فی المغنی نهایہ پھر اگر معیر نے کہا مستعیر سے کہ میں تجکو بیج اور تیری مشقت کا خرچ دیتا ہوں
اگر کھیت نہ جما ہو تو جائز نہیں اسواسطے کہ کھیت کی بیع قبل اسکے جمنے کے باطل ہے اور بعد اسکے جمنے کے اسمیں گفتگو ہے مغنی میں اسکے جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی النهایہ
ہم قول مغنی ہی مختار ہے کذا فی الطحطاوی عن العنایۃ ومؤنۃ الرد علی المستعیر اور عاریت کا پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے یعنی اسواسطے کہ اسنے اپنے نفع کے واسطے اسپر قبضہ کیا تھا اور پھیر دینا اسپر
واجب ہے فلو کانت موقتۃ فامسکها بعده فهلکت ضمنها لان مؤنۃ الرد علیه نهایۃ تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو سو مستعیر نے عاریت رکھ چھوڑی بعد اسوقت کے پھر عاریت
ضائع ہو گئی تو مستعیر تاوان دے اسواسطے کہ پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر تھا کذا فی النهایۃ یعنی تو نہ پھیر دینے سے وہ متعدی ٹھہرا ہم اس مسئلے میں دو قول ہیں تاوان قاضی خان کا مختار ہے اور
عدم ضمان کافی اور مجتبی میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا استعارها لیرهنها فتکون کالاجارۃ زین الخانیۃ عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے مگر جبکہ مستعیر نے رہن رکھنے کے
واسطے عاریت لی تو اجارہ کے مانند ہے کذا فی زین الخانیۃ یعنی تو اسکا خرچ معیر پر ہو گا جیسے موجر پر ہوتا ہے کذا فی البحر وکذا الموصی له بالخدمۃ مؤنۃ الرد علیه
اور اسیطرح جسکے واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پھیر دینے کا خرچ اسپر ہے وکذا الموجر والغاصب والمرتهن مؤنۃ الرد علیهم لحصول المنفعۃ لهم اور اسی طرح موجر اور غاصب

اور متن میں پھیر دینے کا خرچ بھی بسبب حاصل ہونے منفعت کے اسی کے واسطے ہے الا اذا الاخراج باذن رب المال الی فہو علی المستاجر والمستعار علی الذی اخرجہ اجارۃ البزازیۃ یعنی موجر پر خرچ
لازم ہوگا اسوقت ہے جبکہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موجر اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت والی چیز کے پھیر دینے کا خرچ اسی پر ہے جسنے اسکو
اخراج کیا یعنی مستاجر اور مستعیر پر ہے کذا فی اجارۃ البزازیۃ بخلاف شرکۃ و مضاربۃ و ہبۃ قضی بالرجوع فیہا بخلاف شرکت اور مضاربت اور ہبہ کے کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی المجتبیٰ یعنی شرکت میں
رب المال کا خرچ اور مضاربت میں حصہ مال پر ہے اور ہبہ میں واہب پر ہے کذا فی المنح وان رد المستعیر الدابۃ مع عبدہ او اجیرہ مشاہرۃ لا مسانہۃ او مع عبد
ربہا مطلقا یقوم علیہا اولا فی الاصح او اجیرہ ای مشاہرۃ کما مر فہلکت قبل قبضہا بری لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پھیر دیا اپنے غلام کے ساتھ
یا اپنے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ نہ برسیہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پھیر دیا مالک کے غلام کے ساتھ خواہ اسکا غلام جانور کی خدمت پر معین ہو یا نہو قول اصح میں یا مالک کے چاکر
مشاہرہ دار کے ساتھ بھیجا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور ہلاک ہوگیا قبض ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہوگیا تاوان سے اسواسطے کہ وہ تسلیم مشہور لایا کیونکہ
ہر مہینہ دار کو اسواسطے کہ مالک وہ عیال میں داخل نہیں ہوتا بخلاف نفیس کو جوہرۃ بخلاف عمدہ چیز کے چنانچہ عمدہ چیز کے جواہر یعنی اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک
پاس بھیجے اور تلف ہو جاوے تو وہ بری الذمہ نہ ہوگا و بخلاف الرد مع الاجنبی وان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتہا ثم بعثہا مع الاجنبی لتعدیہ بالامساک
بعد الوقت اور بخلاف اجنبی کے ساتھ پھیر دینے کے یعنی اس طرح پر کہ عاریت کی مدت معین تھی پھر اسکی مدت گذر گئی پھر مستعیر نے اسکو بھیجا اجنبی شخص کے ساتھ تو بری الذمہ نہ ہوگا
بسبب تعدی کرنے مستعیر کے بعد مدت رکھ چھوڑنے سے والا فالمستعیر یملک الایداع فیما یملک الاعارۃ من الاجنبی زیلعی فتعین حمل کلامہم علی ہذا اور اگر ایسا نہو یعنی
اگر اجنبی کے دینے میں انقضاء مدت کی قید نہ لگائیے بلکہ مطلقا تاوان کے قائل ہو جیسے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہے جس چیز عاریت رکھنے کا مالک ہے
اجنبی سے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الزیلعی تو فقہا کے کلام کا محمول کرنا اسی قول پر متعین ہوگیا یعنی اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسی صورت پر ہے جبکہ بعد انقضاء مدت رد
نہ مطلقا و بخلاف رد ودیعۃ و مغصوب الی دار المالک فانہ لیس بتسلیم اور بخلاف پہنچا دینے ودیعت اور مغصوب کے مالک کے گھر تک کہ یہ تسلیم نہیں یعنی جب مالک کو پہنچا دیگا تو تسلیم ثابت
ہوگی و اذا استعار ارضا بیضاء للزراعۃ یکتب المستعیر انک اطعمتنی ارضک لازرعہا فخص لسلامۃ البناء و نحوہ اور جبکہ سفید خالی زمین زراعت کے واسطے
عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھے اس طرح پر کہ تو نے اپنی زمین مجھکو کھانے کو دی تا اسمیں زراعت کروں تو زراعت کے واسطے تخصیص اسواسطے کی تا عمارت وغیرہ کو شامل ہو
ہم عاریت نامہ لکھنا افضل ہے نہ واجب اور فائدہ لکھنے کا یہ ہے تا اول مدت سے مستعیر عاریت لینے کا انکار کرے العبد المأذون یملک الاعارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا
مالک ہے یعنی اسواسطے کہ عاریت دینا سوداگروں کا دستور ہے کذا فی المنح و المحجور اذا استعار و استہلکہ یضمن بعد العتق غلام محجور جبکہ عاریت لے اور اسکو تلف کر ڈالے تو تاوان دے
آزاد ہونے کے بعد ولو اعار محجور عبدا محجورا مثلہ فاستہلکہ ضمن الثانی للحال اور اگر غلام محجور اپنے مانند دوسرے غلام محجور کو عاریت دے سو وہ اسکو تلف کر ڈالے تو دوسرا یعنی مستعیر فی الحال
تاوان دے ولو استعار ذہبا فقلدہ صبیا فسرق الذہب منہ ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظ ما علیہ من اللباس لم یضمن والا ضمن
لانہ اعارۃ وللمستعیر ان یعیر اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت لیا سو ایک لڑکے کے گلے میں ڈالا پھر سونا چوری ہو گیا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کرتا ہو اسکی جو اسکے
بدن پر ہے لباس وغیرہ سے تو مستعیر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ لڑکے کو سونا پہنانا عاریت دینا ہے اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہے اور اگر لڑکا حفاظت نکرسکتا ہو تو مستعیر پر
ضمان ہے یعنی اسواسطے کہ اسنے مال پرایا ضائع کیا تاوان کو دیکر وضعہا ای العاریۃ بین یدیہ فنام فضاعت لم یضمن لو نام جالسا لانہ لا یعد مضیعا اگر عاریت کو اپنے
سامنے رکھا پھر وہ سوگیا سو عاریت ضائع ہوگئی تو اسپر تاوان نہیں اگر بیٹھے سو گیا اسواسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنے والا نہیں گنا جاتا و ضمن لو نام مضطجعا لترکہ الحفظ اور
تاوان دے اگر لیٹ کر سو گیا بسبب نگہبانی چھوڑنے کے لیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل وکذا القاضی والوصی باپ کو جائز نہیں اپنے لڑکے صغیر کا مال عاریت دینا بسبب نہونے
عوض کے اور اسی طرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہیں ہے یہ قول فتاوی عالمگیری کے مخالف ہے اسواسطے کہ اسمیں بیوع الخانیہ سے منقول ہے کہ قاضی کو مال یتیم کا قرض
دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی طلب شخص من رجل ثورا عاریۃ فقال اعطیتک غدا فلما کان الغد ذہب الطالب فاخذہ بغیر اذنہ واستعملہ فمات الثور لم یکن علیہ

خانیہ عن ابراہیم بن یوسف لکن فی المجتبی وغیرہ انہ یضمن ایک شخص نے دوسرے سے بیل عاریت مانگا سو اُسنے کہا مین کل تجکو دونگا پھر جب کل ہوئی تو وہ آکر بیل لیگیا
بدون اسکے اذن کے اور اُس سے کام لیا پھر بیل مرگیا تو اُسپر تاوان نہین کذا فی الخانیہ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبی وغیرہ مین ہے کہ وہ تاوان دیگا حاصل تو اسمین
دو قول ثابت ہوئے جہز ابنتہ بجہاز وسلمہا ثم قال کنت اعرتہا الامتعۃ ان العرف مستمر بین الناس ان الاب یدفع ذلک الجہاز ملکا لا عاریۃ
لا یقبل قولہ انہ اعارۃ لان الظاہر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک او تارۃ وتارۃ فالقول لہ یفتی کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا فان القول لہ اتفاقا
باپ نے اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورت کو دیا جاتا ہے پھر باپ نے کہا کہ مین نے بیٹی کو یہ بطور عاریت دیا تھا نہ ملک کی طور پر اگر لوگون مین رواج ایسا ہو کہ باپ اسقدر جہیز کو
دیا کرتا ہو مالک کر دینے کی راہ سے نہ عاریت دینے کی راہ سے تو باپ کا یہ قول کہ مینے عاریت دیا تھا مقبول نہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکی تکذیب کرتا ہے اور اگر اس طرح کا
رواج نہوگا کبھی بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور کبھی بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتوی ہے چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اس جہیز سے جو ویسی عورت کو
دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر اور مان اور صغیرہ کا ولی باپ کے مانند ہے حکم مذکور مین ہم کہتے ہیں اگر مان یا ولی
صغیرہ کا نکاح کر دے جہیز دیکر پھر دعوی عاریت کا کرے تو رواج کا اعتبار ہوگا اور یہ حکم مان اور ولی مین ابن وہبان کی بحث ہے کذا فی الطحطاوی وفیما یعیبہ
الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا ببینۃ شرح وہبانیہ وتقدم فی باب المہر اور جسمین اجنبی دعوی کرے بعد موت کے یعنی میت پر دعوی کرے کہ مین نے اُسکو فلانی چیز
عاریت دی تو اُسکا قول مقبول نہین بدون شہادت کے کذا فی الشرح الوہبانیہ اور باب المہر مین پہلے مذکور ہو چکا وفی الاشباہ کل امین ادعی ایصال
الامانۃ الی مستحقہا قبل قولہ بیمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی الصرف الی الموقوف علیہم یعنی من الاولاد والفقراء اشباہ مین
ہے کہ جو امین امانت کے پہونچا دینے کا اُسکے مستحق کی طرف دعوی کرے تو اُسکا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے چنانچہ مودع جبکہ ودیعت پھیر دینے کا دعوی
کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعوی کرے موقوف علیہم سے مراد وقف کی اولاد ہے اور محتاجین ورمانند اسکے یعنی علما اور
اشراف کذا فی الطحطاوی واما اذا ادعی الصرف الی وظائف المرتزقۃ فلا یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما انکروہ لہ بل یدفعہ ثانیا من مال
الوقف کما بسطہ فی حاشیۃ اخی زادہ قلت وقدمر فی الوقف عن المعلی الی السعود واستحسنہ المصنف واقرہ ابنہ فلیحفظ اور اگر ناظر دعوی کرے کہ مین نے روزینہ
لینے والونکے وظائف مین صرف کیا تو اُسکا قول مقبول نہین ارباب وظائف کے حق مین لیکن ناظر تاوان نہ دیگا جسکے لینے کے وہ منکر ہین بلکہ ناظر انکو دوبارہ وقف کے
مال سے چنانچہ حاشیہ اخی زادہ مین شرح ہے مین کہتا ہون اور کتاب الوقف مین یہ مذکور ہو چکا مفتی ابو السعود رح سے اور مصنف رح نے اُسکو پسند کیا ہے اور اُسکے فرزند نے
اُسکو ثابت رکھا ہے حاشیہ اشباہ مین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے وسواء کان فی حیاۃ مستحقہا او بعد موتہ الا فی الوکیل بقبض الدین اذا ادعی بعد موت الموکل انہ
قبضہ ودفعہ لہ فی حیاتہ لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور برابر ہے کہ ادعاء ایصال مستحق امانت کی زندگی مین ہو یا بعد اُسکی موت کے ہو مگر قبض دین کے وکیل مین جبکہ وہ بعد موت
موکل کے یہ دعوی کرے کہ مینے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اُسکی زندگی مین تو قول اُسکا مقبول نہوگا مگر گواہی کے ساتھ بخلاف الوکیل بقبض العین کودیعۃ قال قبضتہا
فی حیاتہ وہلکت او انکرت الورثۃ او قال دفعتہا الیہ فانہ یصدق لانہ ینفی الضمان عن نفسہ برخلاف قبض عین کے وکیل کی ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ مین نے عین پر قبضہ کیا موکل کی
حیات مین اور وہ ہلاک ہو گئی اور موکل کے وارثون نے اسکا انکار کیا یا وکیل نے کہا کہ مین نے وہ عین موکل کو دی تو اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وکیل اپنی ذات سے
تاوان کی نفی کرتا ہے یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو ٹالتا ہے اور یہ اُسکا مقصود نہین کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے بخلاف الوکیل بقبض الدین لانہ یوجب الضمان
علی المیت وہو ضمان مثل المقبوض فلا یصدق وکالۃ الولوالجیہ برخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اُسکا قول مقبول نہین اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعوی سے تاوان واجب
کرتا ہے میت پر اور وہ تاوان ہے مقبوض کے برابر تو اُسکی تصدیق نہوگی کذا فی وکالۃ الولوالجیہ ہم ایصال دین کے دعوی مین میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہے کہ قضاء دیون امثال دیون سے
ہوتا ہے تو ادعاء ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلا ہو جاتا ہے اُس حق کا جو مدیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان لازم جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصر قلت وظاہر

انہ لا یصدق لا فی حق نفسہ ولا فی حق الموکل وقد افتی بعضہم انہ یصدق فی حق نفسہ لا فی حق الموکل وحمل علیہ کلام الولوالجیۃ فلیتامل عند الفتوی سے مین کہتا ہون
اور ظاہر کلام ولوالجیہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ وکیل کی تصدیق نہو نہ اپنی ذات کے حق مین نہ موکل کے حق مین اور البتہ بعض فقہا نے فتوی دیا ہی کہ وکیل
کی تصدیق اسکی ذات کے حق مین ہوگی نہ موکل کے حق مین اور ولوالجیہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہی تو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت ہم
ظاہر کلام ولوالجیہ شارح کی فہم کے موافق پر دلالت نہین کرتا بلکہ اسکی عبارت سے یہ ظاہر ہی کہ فقط موکل کے حق مین وکیل کی تصدیق نہوگی بقرینہ
ایجاب ضمان علی المیت لو افتاء بعض فقہا متعین ہوگیا اور تامل کی کچھ حاجت نہی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بالعاریۃ لا
للورثۃ الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہین ہی پھیر لینا استعیر موصی لہ سے ہم پر اس صورت مین ہی جبکہ ترکہ ثلث سے نکلتا ہو اور
مستعیر نے عاریت قبول کی موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہوگا تو وصیت باطل ہی کذا فی الطحطاوی العاریۃ کالاجارۃ تنفسخ بموت
عیر بہا عاریت اجارہ کے مانند فسخ ہوجاتی ہی معیر یا مستعیر کی موت سے مات وعلیہ دیون وعندہ ودیعۃ بغیر عینہا فالترکۃ بینہم بالحصص ایک شخص مر گیا
اور اسپر دین ہی اور اسکے پاس ودیعت ہی غیر معین تو میت کا ترکہ اصحاب دیون مین تقسیم ہوگا اندازہ انکے حصون کے ہم ودیعت غیر معین کی صورت یہ
ہی کہ میت مر گیا اور یہ بیان نہ کر گیا کہ فلانی چیز ودیعت ہی تو صاحب ودیعت اور باقی ارباب دیون ترکے مین برابر ہین اندازہ اپنے حصون کے بقدر ترکہ
اسکے کل دیون مین کفایت نہ کرے استاجر بعیرا الی مکۃ فحملہ المؤجر الی مکۃ ... علیہ ... کرایہ کیا کہ مکہ تک سوار ہو
فقط جانے میں ہی نہ آنے میں اور عاریت مین جانے اور آنے دونون ہین ہی اسواسطے کہ عاریت کا پہونچانا مستعیر پر ہی لیجانے اور پہونچانا دونون آنے کے بین ہوسکتا
بخلاف اجارہ کے کہ اسکے آنے کا خرچ موجر پر ہی نہ مستاجر پر استعار دابۃ للذہاب فامسکہا فی بیتہ فہلکت ضمن لانہ اعارہا للذہاب لا للامساک چارپا
عاریت لیا جانے کے واسطے پھر اسکو باندھ رکھا اپنے گھر مین سو وہ تلف ہوگیا تو تاوان دے اسواسطے کہ اسنے اسکو جانے کے واسطے عاریت دیا تھا
نہ باندھ رکھنے کے واسطے استقرض ثورا فاغار علیہ الاتراک لم یضمن لانہ عاریۃ عرفا بل قرض لیا سواسپر ترکون نے مثلاً غارتگری کی تو اسپر تاوان نہین
اسواسطے کہ وہ عاریت ہی رواج مین یعنی اور بلا تعدی مستعیر وہ تلف ہوگیا استعار ارضا لیبنی ویسکن واذا خرج فی البناء للمالک اجر مثلہا مقدار
السکنی والبناء للمستعیر لان الاعارۃ تملیک بلا عوض فکانت اجارۃ معنی وفسدت بجہالۃ المدۃ زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کے واسطے
اور جب وہ اس مکان سے نکلجانے تو عمارت مالک زمین کی ہی تو مالک کو کرایہ ملیگا ویسی زمین کا بقدر اسکی سکونت کے اور عمارت تو مستعیر کی ہی اسواسطے کہ
اعارہ عبارت ہی تملیک منافع بلا عوض سے تو یہان اعارہ درحقیقت اجارہ ہوگیا یعنی ترجمہ عوض سے مدت کے مجہول ہونے سے ہم عوض وہ عمارت ہی
جو مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارۂ فاسد ٹھہری تو اجرت مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر عمارت بھی معلوم ہوتی تو بھی اجارہ فاسد ٹھہرتا
جہالت بدل سے اسواسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہین عاریت لینے کے وقت وکذا لو شرط الخراج علی المستعیر بجہالۃ البدل اور اسیطرح عاریت اجارہ
فاسد ٹھہرے گی اگر زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بسبب مجہول ہونے بدل کے ہم خراج تھا معیر پر پھر جب مستعیر پر شرط کیا تو وہ منافع کا عوض ٹھہرا اور یہا
حقیقت ہی اجارہ کی اسواسطے کہ عقود مین معانی کا اعتبار ہی نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہ ہی کہ قدر خراج مجہول ہی والحیلۃ ان یوجرہ الارض سنین معلومۃ ببدل
معلوم ثم یامرہ باداء الخراج منہ اور مستعیر پر خراج صحیح ہونے کا حیلہ یہ ہی کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعوض بدل معین کے پھر مستعیر سے ادا خراج کا حکم کیا
معلوم سے امر کرے استعار کتابا فوجد فیہ خطا اصلحہ ان علم رضی صاحبہ قلت لا یاثم بترکہ الا فی القرآن لان اصلاحہ واجب بخط مناسب ایک کتاب عاریت لی
پھر اسمین غلطی پائی تو اسکی اصلاح کردے اگر مالک کی رضامندی جانے مین کہتا ہون اور گنہگار نہوگا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجید مین ترک
اصلاح سے البتہ گنہگار ہوگا اسواسطے کہ قرآن کا صحیح کردینا واجب ہی بخط مناسب قرآن ہم اصلاح مین رضا سے مالک کے اسواسطے کہ غیر کی ملک مین ...

میں وہبان نے کہا اگر مستعیر کا خط مناسب نہ ہو کتاب کا ہو اور اسکو بالیقین خطا معلوم ہو تو بشرطیکہ اس کتاب کی اصلاح کر دے اور اگر خط مناسب نہ ہو تو ایک کاغذ علیحدہ پر لکھکر وہاں رکھدے اور محل خطا پر نشان کر دے تا مالک اسکا مطالع ہو کر درست کرے اسواسطے کہ کتاب عالم کی اصلاح عبادات سے ہے کذا فی الطحطاوی فی الوہبانیۃ شعر ویفرای اصلاح مستعیر و بجوز اذا معلوم لا انہا اثرۃ ۔ اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک کتاب میں اسکے مستعیر نے اصلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہے اصلاح جبکہ اسکا مالک آزردہ نہ ہو فی معنا یا تنہا اور وہبانیہ کی ساتویں اگلی بیت ہے ہم معنا یات وہ کلام ہے جسکا فہم اور جواب میں مخاطب عاجز ہو جیسے لغز اور چیستان اور پہیلی وہ وای مستعیر لیس یا لک اخذنا ، اعارہ ولی غیر الرہان التصور ۔ اور وہ کون مستعیر ہے جو اپنی عاریت دی ہوئی چیز لینے کا مالک نہیں اور رہن کے سوا میں یہ مسئلہ متصور ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زمین عاریت دی زراعت کے واسطے تو مالک زمین کو اسکا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہیں ۔ و ہل واہب لا یجوز رجوعہ اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی واہب ہے کہ اسکو پھیر لینا جائز ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہے تو اسکو ہبہ پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ غلام کا مالک نہیں ہوسکتا اور ہبہ درحقیقت اسکے مالک کے واسطے ہے تو درحقیقت اجنبی کے واسطے ہبہ ہوا تو پھیر لینا جائز ٹھہرا ۔ و ہل مودع ما ضیع المال یخسر ۔ اور ایسا کوئی مودع ہے جسنے مال ضائع نہیں کیا اسپر تاوان پڑتا ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصیت کرنے والے نے ایک شخص کے پاس ہزار درہم ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ درم میرے فلانے وارث کو دینا سو مودع نے بعد اسکی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی وارث اسسے تاوان لینگے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الہبۃ

یہ کتاب ہے ہبہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وجہ المناسبۃ ظاہر وجہ مناسبت کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبۃ کے ظاہر ہے ہم اسواسطے کہ عاریت عبارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلا عوض سے ہم وہی التفضل علی الغیر ولو بغیر مال ہبہ لغت میں عبارت ہے فضیلت حاصل کرنے سے غیر پر اگرچہ التفضیل بغیر مال کے ہو و شرعا تملیک العین مجانا ای بلا عوض لا ان عدم العوض شرط فیہ اور شرع میں ہبہ عبارت ہے عین مالک کردینے مفت یعنی بدون عوض کے نہ یہ کہ عدم عوض شرط ہے ہبہ میں ہم تملیک عین ایا ہت اور عاریت سے خارج ہو گئی اور بلا عوض سے اجارہ و بیع نکل گئی لیکن یہ تعریف وصیت کی مانع نہیں لہذا ابن کمال نے تملیک حالی کی قید لگائی بہتر یہ تھا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف رح نے اپنی شرح میں کہا ہے تو مطلب یہ ہو کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہ مطلب نہیں کہ عدم عوض شرط ہے اسمیں تاکہ التعریف ہبہ بشرط العوض سے ٹوٹ جائے واما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعہا الی ہبۃ العین اور دین کی تملیک تو غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اسکو دین قبض کرنے کا امر کیا تو ہبہ صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کی طرف ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ ہبہ کی تعریف میں تملیک عین داخل ہے تو چاہیے کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ نہ کہیں اسکا جواب شارح نے یوں دیا کہ جب صاحب دین نے اسکو قبض دین کا امر کیا اور اسنے دین پر قبضہ کیا تو وہ عین ہو گیا تو تملیک عین متحقق ہو گئی و سببہا ارادۃ الخیر للواہب دنیوی کعوض ومحبۃ وحسن ثناء واخروی اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے واہب کے واسطے خواہ خیر دنیوی ہو جیسے عوض اور محبت اور نیکنامی خواہ خیر اخروی ہو چنانچہ صاحب الشرنبلالیۃ نے قال الامام ابو منصور یجب علی المؤمن ان یعلم ولدہ الجود والاحسان کما یجب علیہ ان یعلمہ التوحید والایمان اذ حب الدنیا رأس کل خطیئۃ نہایۃ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا واجب ہے ایماندار پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکھا دے جس طرح اسپر یہ واجب ہے کہ اسکو توحید اور ایمان بتا دے اسواسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے کذا فی النہایۃ یعنی بلا تعلیم فرزند کو نہ چھوڑے کہ وہ دنیا کی محبت پر جوان ہو جائیگا اور وہ نہایت مذموم ہے اسواسطے کہ حب دنیا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جود سے اس بلا سے نجات پاویگا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الطحطاوی وہی مندوبۃ وقبولہا سنۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم تہادوا وتحابوا اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ باہم دوست ہو جاؤ ہم اور کبھی بسبب عارض کے ہبہ قبول نہ کرنا مخالف سنت نہیں ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہو جائے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا کہ واہب اپنا احسان جتایا کریگا وشرائط صحتہا فی الواہب العقل والبلوغ والملک فلا تصح ہبۃ صغیر ورقیق ولو مکاتبا اور صحت ہبہ کی شرطیں ہبہ کرنے والے میں عقل اور بلوغ اور مالک ہے تو صغیر اور مملوک کا ہبہ صحیح

نہین اگرچہ مملوک مکاتب ہو و شرائط صحتہا فی الموہوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول کما سیتضح اور صحت ہبہ کی شرطین موہوب یعنے
بخشی چیز مین ہونا اسکا مقبوض غیر مشاع متمیز غیر مشغول الغیر موہوب چنانچہ آگے واضح ہوگا اقول زیلعی مین ہے کہ قبض تو ضرور ہے ثبوت ملک کے واسطے اسواسطے کہ جواز
ثابت ہے قبل قبض کے بالاتفاق انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ قبض موہوب کا ثبوت ملک کی شرط ہے نہ صحت ہبہ کی اور مصنف رحمہ کے کلام سے نکلتا ہے کہ قبض صحت کی شرط ہے
اور باقی شرطین ہبہ کی فتاوی عالمگیری مین یون مذکور ہے کہ موہوب جو ہو وہ ہبہ کے وقت ہو تو اگر اپنے درخت کے پھل ہبہ کرے جو سال آیندہ آئینگے تو جائز نہین اسواسطے کہ فی الحال
معدوم ہین اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سور اور خون اور حبیب جرم کا ہبہ صحیح نہین اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہین کذا فی
الطحطاوی و رکنہا ہو الایجاب والقبول کما سیجی اور ہبہ کا رکن ایجاب اور قبول ہے چنانچہ آگے آویگا و حکمہا ثبوت الملک للموہوب لہ غیر لازم فلہ الرجوع
والفسخ اور حکم یعنی اثر مترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کے واسطے لیکن غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کر دینا جائز ہے مگر سات صورتون کے
جو مذکور ہونگی و عدم صحۃ خیار الشرط فیہا فلو شرطہ صحت ان اختار قبل تفرقہما اور حکم ہبہ صحیح ہونا شرط الخیار کا ہبہ مین نہین تو اگر موہوب لہ نے خیار شرط کیا تو ہبہ صحیح ہوگا اگر وہ ہبہ کو
اختیار کریگا قبل متفرق ہونے واہب و موہوب لہ کے یعنی بہتر تھا کہ مصنف کا حمین کرتا (وعدم صحۃ خیار الشرط) الا ان یقال یبقی کہ الا ان الا صل سکا ... مطلقا صحیح ہو اور شرط باطل ہو و کذا لو اہبہ
صح الابراء و بطل الشرط اسی طرح اگر کسی شخص کو خیار سے بری کرے تو بری صحیح ہو اور شرط باطل ہے کذا فی الامام علی کما ہو مفاد انفقد کذا ہو چنانچہ صحیح انفصار مین واقع ہوا و الاولیٰ
غیر صحیح ہو و حکمہا انہا لا تبطل بالشروط الفاسدۃ ہبہ بعبد علی ان یعتقہ تصح و بطل الشرط اور ایک حکم ہبہ کا یہ ہے کہ باطل نہین ہوتا شروط فاسدہ سے لیس ہبہ غلام کا اس شرط سے کہ
موہوب لہ آزاد کر دے صحیح ہے اور شرط باطل ہے و تصح بایجاب کوہبت و نحلت اور صحیح ہے ایجاب جیسے ہبہ کیا اور نحلت یعنی بخشا یعنی یہ نحل کی خوشی سے و اطعمتک
ہذا الطعام ولو ذلک علی وجہ المزاح اور مین نے یہ کھانا تیرے کھانے کو دیا اگرچہ یہ ایجاب ان تمام لفظون کا مزاح ہو ... اسواسطے کہ ہبہ کی طرف ... اور خوشطبعی سے ہو اور ہبہ
بلا مزاح ہبہ کے تسلیم کی تو صحیح ہے اسواسطے کہ واہب خوشطبعی کرنیوالا تھا اور موہوب لہ نے اسکو قبول کر لیا القول ابن حجر انتہی اور اسی طرح خلاصہ کے مانند خزانہ کی عبارت ہے
جسکو مصنف اپنے متن کی دلیل سمجھا ہے اور حالانکہ اس سے مصنف کا مطلب ثابت نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب علی وجہ المزاح سے
ہبہ صحیح نہین بخلاف اطعمتک ارضی فانہ عارۃ لرقبتہا و اطعام لغلتہا بحر بخلاف اس قول کے کہین نے اپنی زمین تیرے کھانے کو دی اسواسطے کہ یہ قول عاریت ہے زمین کا
اطعام ہے اسکے غلے کا کذا فی البحر یعنی وہ غلہ جسکو مستعیر کو دیگا چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہوچکا او الاضافۃ الی ما یعبر بہ عن الکل کوہبت لک فرجہا
و جعلتہ لک لان اللام للتملیک بالایجاب مین اضافت ہو اس جزو کی طرف جس سے کل کی تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ مین نے تجھکو اس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اسکو مین نے تیرے لیے
مقرر کر دیا ٹھہرا دیا اسواسطے کہ لام لک کے نفظ مین تملیک کے واسطے ہے ط محطاوی نے کہا یون کہنا اوضح تھا و لو بالاضافۃ یعنی اگرچہ ایجاب اضافت سے ہو بخلاف جعلتہ باسمک
فانہ لیس بہبۃ بخلاف اس قول کے کہ اسکو مین نے تیرے نام کے ساتھ ٹھہرا دیا مقرر کر دیا اسواسطے کہ یہ قول ہبہ نہین ہے ط ھ یہ قول ظاہر المذہب ہے اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین
محیط سے منقول ہے کہ صغیر کے باپ نے باغ لگایا اور کہا کہ جعلتہ باسم ابنی یعنے مین نے اسکو اپنے بیٹے کے ساتھ ٹھہرا دیا تو یہ ہبہ ہے یہی قول ظاہر ہے اور اسی پر اکثر مشائخ ہین
کذا فی الطحطاوی و کذا ہی لک حلال لان یکون قبلہ کلام یفید الہبۃ خلاصۃ اور اسیطرح یہ قول ہبہ نہین کہ وہ لونڈی تجھکو حلال ہے مگر اسوقت ہبہ ہے جبکہ اسکے پہلے ایسا
کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصۃ ط قول مذکور اسواسطے ہبہ نہین کہ لونڈی کی علت یا نکاح سے ہے یا اباحت سے اور نکاح تو ثابت
نہین اور اباحت فروج مین جائز نہین کلام سابق جو ہبہ کا مفید ہو اس طرح ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا مجھکو تو یہ
لونڈی ہبہ کرتا ہے یا میرا دل راغب ہے اسکے لینے پر یا کہ تو نے اس سے پہلے مجھکو کوئی چیز نہین ہبہ کی سو مالک نے کہا کہ یہ تجھپر حلال
ہے تو البتہ یہ قول اب ہبہ ٹھہریگا و اعمرتک ہذا الشیء اور مین نے یہ چیز تجھکو بطور عمری دی یعنی عمر بھر کو دی ط عمری یہ ہے کہ فی الحال مالک کر دے اور بعد موت
موہوب لہ کے پھیر لینے کو تملیک صحیح ہے اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطے یہ ہبہ باطل نہین ہوتا فاسد شرط سے حدیث مین وارد ہے کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز

موہوب لہ کی ملک ہی اور اسکے وارثوں کی ہو بعد اسکے کذا فی الزیلعی و حملتک علی ہذہ الدابۃ تا دیا بالحمل البتۃ کا امر اور میں نے تجھکو اس جانور پر محمول کردیا حمل سے ہبہ کی نیت کرے کہ چنانچہ کتاب العاریۃ میں مذکور ہو چکا ہم حمل کا سے ہبہ یعنی ہبہ اور رکاب سے ہبہ یعنی عاریت محتمل ہوتا ہی لہذا ثبوت ہبہ کے واسطے نیت ہبہ شرط ہوئی وکسوتک ہذا الثوب اور میں نے تجھکو یہ کپڑا پہنایا یا ہم پہنانے سے تملیک عین مراد ہوتی ہی بولتے ہیں کہ فلانے نے فلانے کو کپڑا پہنایا جبکہ اسکو کپڑے کا مالک کردیا اور عاریت میں اس طرح نہیں بولتے وداری لک ہبۃ اور میرا گھر تیرا ہی موہوب ہو کر ہم لفظ ہبہ منصوب ہی حال ہونے سے ضمیر ظرف سے اور لام تملیک کا ہی کذا فی الدرر او عمری تسکنہا لان قولہ تسکنہا مشورۃ لا تفسیر لان الفعل لا یصلح تفسیر الاسم فقد اشار علیہ فی ملکہ بان یسکنہ فان شاء قبل مشورتہ وان شاء لم یقبل یا واہب یوں بولا کہ میرا گھر تیرا ہی بطور عمری کے کہ تو اسمیں سکونت کرے یہ قول بھی ایجاب ہبہ ہی اسواسطے کہ تسکنہا کا لفظ مشورہ ہو واہب کا نہ تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا تو واہب نے موہوب لہ کو مشورہ دیا اسکی ملک میں اس طرح کہ اسمیں سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اسکے مشورے کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے لا ان قال ہبۃ سکنی او سکنی ہبۃ بل تکون عاریۃ اخذا بالمتیقن ہبہ صحیح نہوگا اگر یوں واہب کہیگا کہ میرا گھر تیرا ہی موہوب ہو کر سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ سے موہوب ہو کر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لیکر ہم لفظ ہبہ حال ہی اور سکنی تمیز عاریت ہونے کی وجہ یہ ہی کہ لفظ سکنی محکم ہی تملیک منفعت میں تو یہ قول عاریت ٹھہرا خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا موخر کذا فی الطحطاوی عن البحر وحاصلہ ان اللفظ ان انبأ عن تملیک الرقبۃ فہبۃ او المنافع فعاریۃ او احتمل اعتبر النیۃ نوازل اور حاصل یہ ہی کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر دے یعنی دلالت کرے تملیک رقبہ پر تو ہبہ ہی یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہو یا ہبہ اور عاریت دونوں کا محتمل ہو تو نیت معتبر ہو کذا فی النوازل وفی البحر اغرسہ باسم ابنی الاقرب الصحۃ اور بحر الرائق میں ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ میں اس درخت کو جاتا ہوں اپنے فرزند کے نام پر یہ قول اقرب بصحت ہبہ ہی ہم صاحب بحر نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہی اور عالمگیری میں فتاوی قاضی خان سے بصیغہ جزم مذکور ہی کہ یہ قول ہبہ نہیں ہی تو اسی پر اعتماد چاہیے کذا فی الطحطاوی وتصح بقبول ای فی حق الموہوب لہ اما فی حق الواہب فتصح بالایجاب وحدہ لانہ متبرع حتی لو حلف ان یہبہ لفلان فوہب ولم یقبل بر بخلاف البیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہی قبول کرنے سے یعنی موہوب لہ کے حق میں اور واہب کے حق میں ہبہ صحیح ہو جاتا ہی فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر واہب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلانے شخص کو ہبہ کریگا سو اسنے اسکو ہبہ کیا اور اس شخص نے ہبہ قبول نکیا تو حانث نہوا اور اسکے بالعکس میں حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ میں فلانے شخص کا ہبہ لونگا سو اسنے ہبہ کیا اور اسنے قبول نکیا تو حانث نہوگا برخلاف بیع کے ہم یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کے ہاتھ بیع کریگا سو اسنے بیع کا ایجاب کیا اور اسنے قبول نہ کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہی تمام نہیں ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے تو جب تک قبول نہ پایا جاسکے گا بیع ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی وتصح بقبض بلا اذن فی المجلس فانہ ہنا کالقبول فاختص بالمجلس اور صحیح ہی ہبہ موہوب لہ کے قبض کرنے سے بلا اذن واہب کے مجلس عقد میں اسواسطے کہ قبض یہاں یعنی ہبہ میں قبول کرنے کے مانند ہی لہذا مخصوص بمجلس عقد ہوا ہم قبض بجاے قبول کے اسواسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہی تو ایجاب مسلط کرتا ہی قبض پر باعتبار دلالت کے اسواسطے کہ ملک متصور نہیں مگر قبض سے تو قبض متیا بمجلس ایجاب ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہی اور یہ استحسان ہی اور قیاس یہ تھا کہ جائز نہوتا مگر واہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی وبعدہ ای بعد المجلس بالاذن اور بعد انقضاے مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے وفی المحیط لو کان امرہ بالقبض حین وہبہ لا یتقید بالمجلس ویجوز القبض بعدہ اور محیط میں ہی کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنے کا امر کیا ہو ہبہ کرنے کے وقت تو قبض مقید بمجلس نہوگا اور جائز ہوگا بعد اسکے بھی والتمکن من القبض کالقبض فلو وہب لرجل ثیابا فی صندوق مقفل ودفع الیہ الصندوق لم یکن قبضا لعدم تمکنہ من القبض اور قادر ہونا قبض پر قبض کے مانند ہی تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کیے صندوق مقفل میں اور صندوق مذکور اسکی طرف بلند کیا یعنی سامنے کیا تو یہ قبض نہوگا بسبب اسکے نہ قادر ہونے کے قبض پر وان مفتوحا کان قبضا لتمکنہ منہ فانہ کالتخلیۃ فی البیع اختیار اور اگر صندوق کھلا ہو تو قبض ثابت ہوگا

۳۹۰

سا جھنے کر نے سے ہوا سلئے قادر ہونے موہوب لہ کے قبض سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے ہر بیع مین وفی الدرر والمختار صحتہ بالتخلیۃ فی صحیح الہبۃ
یا حوالہ کرنے سے ۱۲
لا فاسدہا اور درر مین ہی اور قول مختار صحیح ہونا قبض کا ہے تخلیہ سے ہبہ صحیح مین نہ ہبہ فاسد مین یعنی اگر واہب نے موہوب لہ اور موہوب لہ مین تخلیہ کر دیا تو قبض صحیح ہو گیا
بشرطیکہ ہبہ فاسد نہو وفی الاشباہ ثلثۃ عشر عقدا لا تصح بلا قبض اور اشباہ مین ہی کہ تیرہ عقد صحیح نہین ہین بدون قبض کے ہم عقود مذکورہ یہ ہین ا ہبہ ہی ۲ صدقہ
۳ رہن ۴ وقف بقول محمد ۵ و اوزاعی و ابن شبرمہ وحسن بن صالح ۵ عمری ۶ نحلہ یعنی عطا ۷ جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم مین ۱۰ بدل سلم مین جبکہ بعض بدل
کمتر نہا ہو تو اگر کم ہو تو دونون کا عوض مقبوض نہو تو بقدر اسکے حصے کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جبکہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو جیسا گیہون
کی بیع جو سے تو اسمین تقابل واجب ہی لشبہہ ربوا ۱۳ جبکہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو جب اختلاف جنس تو اسمین بھی تقابض واجب ہو نسیہ کذا فی الطحطاوی عن الحلبی
عن الفتح ولو نہاہ عن القبض لم یصح قبضہ مطلقا ولو فی المجلس لان الصریح اقوی من الدلالۃ اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع کر دیا قبض سے تو اسکا قبضہ کرنا مطلقا
صحیح نہوگا اگرچہ مجلس ایجاب مین قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہی دلالت سے ہم خلاصہ یہ ہی کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبض صحیح ہی مجلس مین اور بعد مجلس کے
بھی اور اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہین نہ مجلس مین نہ بعد مجلس کے اسواسطے کہ صریح قوی تر ہو دلالت سے یعنی صحت قبض کی ایجاب ہی باعتبار دلالت اور نہی عن القبض
صریح ہی اور حالانکہ صریح قوی تر ہی دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس مین صحیح ہی نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہو اور موہوب لہ وہان جا کر
قبضہ کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہی تو صحیح ہی اور نہین تو نہین وتتم الہبۃ بالقبض الکامل اور ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے ہم قبض کامل تو ہر شی کو
جو منقول کے مناسب ہی اور عقار مین وہ ہی جو عقار کے مناسب ہی تو گھر کی کنجی کا قبض گھر کا قبض ہی اور محتمل القسمۃ مین قبض کامل تقسیم کرنے سے ہوتا ہی تا
موہوب پر قبض بالاصالۃ واقع ہو بلا تبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمۃ مین قبض کامل بتبعیت کل ہوتا ہی کذا فی الدرر ولو الموہوب شاغلا لملک الواہب
لا مشغولا بہ ہبہ کا قبض کامل ہوجاتا ہی اگرچہ موہوب شاغل ملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب الاصل ان الموہوب اذا کان مشغولا بملک الواہب منع تمامہا
وان شاغلا لا اور قاعدہ یہ ہی کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو شغل مذکور ہبہ کے تمام اور کامل ہونے کا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل ملک واہب ہوگا
تو ہبہ تمام ہونے کا مانع نہوگا یعنی بصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہوگی اور بصورت شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہوگی تو ہبہ بھی
صحیح ہوگا کذا فی الدرر فلو وہب جرابا فیہ طعام الواہب او دارا فیہا متاعہ او دابۃ علیہا سرجہ وسلمہا کذلک لا تصح تو اگر کوئی تھیلا ہبہ کیا جسمین واہب کا
طعام ہی یا وہ گھر جسمین واہب کا اسباب ہی یا وہ جانور بخشا جسپر واہب کا زین ہی اور تینون چیزون کو اسیطرح تسلیم کیا تو ہبہ صحیح نہوگا اسواسطے کہ موہوب ملک واہب
مشغول ہی کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کر دیتا ہی اور ظرف مظروف کو مشغول نہین کرتا کذا فی الدرر وبعکسہ تصح فی الطعام والمتاع والسرج فقط لان کلا منہا شاغل
لملک الواہب لا مشغول بہ اور اسکے بالعکس مین ہبہ صحیح ہی طعام اور متاع اور زین مین فقط اسواسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلثہ سے ملک واہب کا شاغل ہی نہ مشغول
ہم خلاصہ یہ ہی کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف صحیح نہین اور مظروف صحیح ہی کیونکہ اول مشغول ہی اور ثانی شاغل لان شغلہ بغیر ملک واہبہ لا یمنع تمامہا
عدم تمام ہبہ مین مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہین ہم منجملہ اسکی صورتون کے
ایک صورت یہ ہی کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اس متاع کے ساتھ جو اس گھر مین ہی اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا ہی گھر مین
اسلئے کہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونون پر تھا حقیقۃ تو اسکی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہوگیا کہ متاع واہب کی ملک نہ تھی اور غیر واہب کی ملک
ہونا مانع نہین کذا فی الطحطاوی کرہن وصدقۃ لان القبض شرط تمامہا وتمامہ فی العمادیۃ تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہی رہن اور صدقہ کے مانند ہو اسواسطے کہ
قبض شرط ہی رہن اور صدقے کے تمام ہو سکنے کی اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہی ہم یعنی رہن اور صدقہ پورا نہین ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا
بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مضر ہی اور ہر دونوں کا شاغل ہونا مضر نہین تو تشبیہ راجع متن سے ہی کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ہبۃ المشغول لا تجوز

الا اذا وہبت الاب لطفلہ اور اشباہ میں ہے کہ ہبہ مشغول کا جائز نہیں مگر جبکہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہے قلت وکذا الدار المعارۃ میں کہتا ہوں اور اسیطرح عاریت کا
گھر ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر عاریت دیا انسان کو پھر مستعیر یا معیر نے کسیکا اسباب غصب کیا اور اس گھر میں رکھا پھر معیر نے مستعیر کو وہ گھر ہبہ کر دیا تو اس گھر کا
ہبہ صحیح ہے استحسانا کیونکہ ظاہر ہو گیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہے کذا فی الطحاوی والتی وہبتہا لزوجہا علی المذہب لان المراۃ ومتاعہا فی ید الزوج فصح التسلیم اور ہبہ مشغول
اس گھر میں جائز ہے جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا بر ظاہر مذہب کے استحسانا کیونکہ عورت اور اسکا اسباب زوج کے قبضہ میں ہے تو تسلیم موہوب صحیح ہو گئی ہم صورت اسکی
یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اسمیں رہتی ہے اور اسکا اسباب اسمیں ہے اور زوج بھی اسکے ساتھ اسکے گھر میں رہتا ہے تو یہ ہبہ صحیح ہو اواسطے کہ
زوجہ گھر اور اسباب زوج کے ہاتھ میں ہے اور مقابل ظاہر مذہب ابو یوسف رح کا قول ہے کہ ہبہ مذکور جائز نہیں کذا فی الطحاوی وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت
ومن وہبت للزوج دارا لہا بہا متاع وہم فیہا الحکم یصح اور مقرر میں نے بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سو میں نے یوں کہا اور جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر
ہبہ کیا جسمیں زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اسمیں رہتے ہیں تو یہ ہبہ صحیح ہے یہی قول محرر یعنی معتمد علیہ ہے ہم وہبانیہ کی اصل بیت یوں تھی (ومن وہبت
للزوج دارا لہا بہا متاع وہم فیہا فقولان یذکر یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمیں زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اسمیں رہتے ہیں تو دو قول
اسمیں مرقوم ہیں یعنی جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا شارح نے بیت میں تصرف کر دیا وفی الجوہرۃ وحیلۃ ہبۃ المشغول ان یودع
الشاغل اولا عند الموہوب لہ ثم یسلمہ الدار مثلا فتصح لشغلہا بمتاع فی یدہ اور جوہرہ میں ہے کہ ہبہ مشغول کا حیلہ یہ ہے کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کے پاس ودیعت
رکھے پھر موہوب لہ کو مثلا مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہو گا بسبب مشغول ہونے گھر کی متاع کے ساتھ موہوب لہ کے ہاتھ میں یعنی جب شاغل بطریق ودیعت
موہوب لہ کے قبضہ میں آیا پھر مشغول بتسلیم واہب اسکے پاس آیا تو دونوں پر قبض کامل متحقق ہو گیا لہذا ہبہ صحیح ہو گیا فی متعلق بتتم محرز مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہے
قبض کامل سے موہوب مفرغ میں ہم یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق ملک سے تو احتراز ہو گیا پہلے کے ہبہ سے و درخت پر ادھوری کی ہبہ سے
ثمر پر اور کھیتی کی ہبہ سے زمین میں مقسوم ہم وہ موہوب مفرغ جسکی قسمت ہو گئی او مشاع باقی فنا ومشاع لا یبقی منتفعا بہ بعد ان یقسم کبیت
وحمام صغیرین اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے اس مشاع یعنی غیر مقسوم میں جو نفع لینے کے لائق نہیں رہتا قسمت کرنے کے بعد چنانچہ چھوٹی کوٹھری و حمام صغیر
ہم مشاع لا یقسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہیں رکھتا یا یعنی کہ بعد قسمت کے اصلا منتفع بہ نہیں رہتا چنانچہ عبد واحد اور دابہ واحدہ یا بعد قسمت کے منتفع بہ نہیں رہتا
اس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا چنانچہ بیت صغیر اور حمام صغیر اور ثوب صغیر کذا فی الدرر لانہا لا تتم بالقبض فیما یقسم مشاع غیر قسمت پذیر کی قید ہوا اسواسطے
کہ ہبہ تمام نہیں ہوتا قبض کرنے سے اس مشاع میں جو قسمت پذیر ہے ہم قسمت پذیر ہے چنانچہ زمین اور ثوب مذروع اور مانند اسکے کذا فی الدرر قہستانی نے کہا
جسکی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور محتمل القسمۃ نہیں اور نہیں تو قسمت پذیر ہے انتہی بحر الرائق میں ہے کہ حد فاصل محتمل القسمۃ اور غیر محتمل القسمۃ میں یہ ہے
کہ جو چیز دو شخصوں میں مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت نہ مانے تو اگر قاضی مانع قسمت پر جبر کر سکتا ہے شرع کی راہ سے تو وہ چیز محتمل القسمۃ ہے چنانچہ
گھر اور بڑی کوٹھری اور اگر قاضی جبر نہ کر سکے تو وہ محتمل القسمۃ نہیں چنانچہ عبد اور حمام اور بیت صغیر اور دیوار ولو وہبہ لشریکہ او لاجنبی لعدم تصور القبض الکامل کما فی
عامۃ الکتب فکان ہو المذہب مشاع قابل قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہیں ہوتا اگرچہ واہب نے اسکو اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بسبب عدم تصور قبض کامل چنانچہ
اکثر کتب فقہ میں ہے تو وہی یعنی شریک کو بھی ہبہ مشاع کا جائز ہونا مذہب مشہور ہم درر سے مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت میں قبض کامل بدون قسمت کے نہیں ہوتا وفی الصیرفیۃ
عن العتابی وقیل یجوز لشریکہ وہو المختار اور صیرفیہ میں عتابی سے منقول ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہے اور وہ مختار قول ہے ہم فقہا کی ظاہر
عبارتوں سے عدم جواز مستفاد ہے یہاں تک کہ شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلی کی طرف منسوب کیا ہے لیعنی حکایت الاتفاق کے اہل مذہب سے کذا فی الطحاوی
فان قسمہ وسلمہ صح لزوال المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کر ڈالا اور موہوب لہ کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہو گا بسبب دور ہو جانے مانع یعنی مانع قبض کامل

اشاعت کی صورت قسمت اور تسلیم سے زائل ہو گئی وسلمہ شائعاً لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ فیضمنہ وینفذ تصرف الواہب درر اور اگر مشاع کو بلا قسمت
تسلیم کر دیا اس طرح ہبہ کو کل کو تسلیم کر دیا تو موہوب لہ اسکا مالک نہ ہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اسکا تصرف اسمیں نافذ نہ ہوگا تو موہوب لہ اسکا تاوان دیگا اور بہت
تصرف اور واہب کا تصرف اسمیں نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیہا عن الفصولین الہبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی ومثلہ فی البزازیۃ علی خلاف ما صححہ فی العمادیۃ
لکن لفظ الفتوی اکد من لفظ الصحیح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام المشاع لکن درر میں ہے فصولین سے کہ ہبہ فاسد ملک کا مفید ہو جاتا ہے قبض کرنے سے
اور اسی قول کا فتوی ہے اور مانند اسکے بزازیہ میں ہے برخلاف اس قول کے جسکو صحیح کہا ہے عمادیہ میں لیکن فتوی کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے
اسکو شرح بیان کیا ہے اپنی شرح میں مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھ ہم ظاہر عبارت شارح دال ہے کہ ہبہ مشاع قبل قسمت فاسد ہے حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہے چنانچہ
میں اتفاقی سے مذکور ہے اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہے بیع مشاع کی جائز ہے قسمت پذیر ہو اور عدم قسمت پذیر میں اور اجارہ اسکا جائز ہے شریک سے
نہ اجنبی سے وعلیہ الفتوی اور اجارہ مذکورہ فاسد ہے تو اجرت مثل لازم ہوگی اور اعارہ اسکا شریک سے جائز ہے اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر تسلیم کرے تو اعارہ جائز ہے
جائز نہیں اور رہن مشاع کا فاسد ہے اور غیر مقسوم میں شریک ہو یا غیر شریک ہبہ جائز ہے اور وقف مشاع کا ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے نہ محمد رح کے نزدیک خلاف حق کی دلیل
غیر محتمل القسمۃ میں بالاتفاق جائز نہیں اور ایداع مشاع غیر شریک سے جائز ہے اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحطاوی وہل للقریب الرجوع فی الہبۃ الفاسدۃ قال فی الدرر
نعم وتعقبہ فی الشرنبلالیۃ بانہ غیر ظاہر علی القول المفتی بہ من افادتہا الملک بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہے قرابت والے کو رجوع کرنا ہبہ فاسدہ میں درر میں کہا کہ ہاں جائز ہے
اور شرنبلالیہ میں اسپر اعتراض کیا ہے کہ رجوع غیر ظاہر ہے بنا بر قول مفتی بہ کے اس راہ سے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مفید ہو جاتا ہے قبض کرنے سے تو اسکو یاد رکھنا چاہئیے والمانع
من تمام القبض شیوع مقارن للعقد لا طاری کان یرجع فی بعضہا شائعاً فانہ لا یفسدہا اتفاقاً اور مانع تمام قبض سے وہ شیوع ہے جو عقد ہبہ کے مقارن
اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہیں جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع میں رجوع کرے کیونکہ شائع طاری مفسد ہبہ نہیں بالاتفاق
ہم شیوع متصل کی یہ صورت ہے کہ واہب اپنا نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر نصف یا ثلث شائع میں ہبہ کو باطل
کر دے والاستحقاق شیوع مقارن لا طاری فیفسد الکل حتی لو وہب ارضاً وزرعاً وسلمہما فاستحق الزرع بطلت فی الارض لاستحقاق بعض الشائع فیما
یحتمل القسمۃ اور استحقاق شیوع مقارن ہے نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہے کل موہوب کا تو اگر زمین اور کھیتی ہبہ کی اور دونوں کو تسلیم کر دیا
پھر کھیتی مستحق ملک غیر نکلی تو ہبہ زمین میں باطل ہو گیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمۃ میں ہم زراعت کے بعض شائع ہونے میں کلام ہے درر میں
اور رہنے یوں وجہ بیان کی ہے کہ زرع زمین کے ساتھ بحکم اتصال شئی واحد کے مانند ہے پھر جب احدہما مستحق ٹھہرا تو یوں ہو گیا کہ گویا بعض شائع مستحق ٹھہرا محتمل القسمۃ میں
تو ہبہ باطل ہوگا باقی میں اور اس تعلیل پر شارح کا قول آیندہ یعنی لانہ کمشاع بھی دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی والاستحقاق اذا ظہر بالبینۃ کان مستنداً
الی ما قبل الہبۃ فیکون مقارناً لہا لا طاریاً کما زعمہ صدر الشریعۃ وان تبعہ ابن الکمال فتنبہ اور استحقاق جبکہ گواہوں سے ثابت ہو تو استحقاق قبل ہبہ
کی طرف مستند ہوگا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعہ نے گمان کیا ہے اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعہ کا اتباع کیا ہے اس قول میں
آگاہ رہو ہم استحقاق زرع کو ظہیریہ میں شیوع مقارن کہا ہے اور نہایہ اور کرمانی میں اسکو شیوع طاری قرار دیا ہے قہستانی نے کہا کہ شاید مسئلہ میں دو روایتیں ہیں
تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعہ اور ابن کمال اس قول میں متفرد نہیں کذا فی الطحطاوی والاصح ہبۃ لبن فی ضرع وصوف علی غنم ونخل فی ارض
وتمر فی نخل لانہ کمشاع اور صحیح نہیں ہبہ دودھ کا تھن میں اور روئیں کا ہبہ بھیڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین میں اور کھجور کا ہبہ کھجور کے درخت میں اسواسطے کہ یہ
مشاع کے مانند ہے ولو فصلہ وسلمہ جاز لزوال المانع اور اگر واہب موہوب کو جدا کر ڈالے یعنی مثلاً دودھ کو تھن سے علیحدہ کر کے ہبہ اور تسلیم کر دے تو جائز ہے
بسبب دور ہو جانے مانع قبض کامل کے وہل یکفی فصل الموہوب لہ باذن الواہب ظاہر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہے جدا کرنا موہوب لہ کا واہب کے

اذن سے دینے کا ظاہر یہ ہے کہ یہاں کفایت کرتا ہے بخلاف دقیق فی بر ودہن فی سمسم وسمن فی لبن حیث لا یصح اصلا لانہ معدوم فلا یملک الا بعقد جدید [illegible]
اُس آٹے کہ جو گیہوں میں بالقوہ ہے اور اس تیل کے کہ جو تلوں میں ہے اور اس گھی کے کہ جو دودھ میں ہے کیونکہ یہ ہبہ بالکل صحیح نہیں ہے اسلئے کہ وہ بالفعل معدوم ہے تو مالک
نہوگا مگر عقد جدید سے [illegible] عدم جواز کا یہ ہے کہ گیہوں آٹا قبل ہو کر آٹا ہو جاتے ہیں اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہو جاتی ہیں کذا فی الدرر
ومالک بالقبول بلا قبض جدید لو الموہوب فی ید الموہوب لہ ولو بغصب او امانۃ لانہ حینئذ عامل لنفسہ اور موہوب کا مالک ہو جاتا ہے قبول کر لینے سے
بلا قبض جدید اگر موہوب شے موہوب لہ کے ہاتھ میں ہو ہبہ کے وقت اگرچہ اسکا قبضہ بطریق غصب یا امانت کے ہوا ہو اسلئے کہ اُس وقت میں یعنی جبکہ موہوب لہ قابض تھا
ہبہ قبول کیا وہ اپنی ذات کیلئے عمل کرنیوالا ہے یعنی بواسطہ قابض ہونے کے اپنی ملک پر والاصل ان القبضین اذا تجانسا ناب احدہما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ
یہ ہے کہ جبکہ دو قبضے ہم جنس ہوں تو ایک قبضہ دوسرے قبضہ کا نائب ہو جاتا ہے ہم چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تھی پھر مالک نے وہ بطور عاریت کے دی تو قبض ودیعت
قائم مقام قبض عاریت کے ہو گا اسواسطے کہ دونوں قبض امانت کے قبض ہیں تو صحیح ہو گا بلا قبض مستانف وان تغایرا ناب الاعلی عن الادنی لا عکسہ اور جبکہ
دونوں قبضے ہم جنس نہوں متغائر ہوں تو قبض اعلی قائم مقام ہوتا ہے قبض ادنے کے اور ادنی اعلی کا نائب نہیں ہوتا ہے نیابت اعلی کی مثال یہ ہے کہ غصبا
قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو ہبہ کر دیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حاجت نہیں اور جو ادنی کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت تھی پھر مالک نے
اسکے ہاتھ بیچ ڈالی [illegible] وہبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ وہو کل من یعولہ فدخل الاخ والعم عند عدم الاب لو فی عیالہم اور ہبہ اُس شخص کا جسکی
فی الجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہے اور ولی فی الجملہ وہ ہے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا ولی فی الجملہ میں داخل ہوا باپ کے نہونے کے وقت بشرطیکہ
صغیر انکے عیال میں ہو ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مال میں تصرف نکر سکے اور باپ سے مراد یہ کہ جو مال میں تصرف کرے اور باپ کا نہونا غیبت منقطعہ
اور موت کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی تتم بالعقد لو الموہوب معلوما وکان فی یدہ او ید مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ ولی فی الجملہ کا ہبہ پورا ہو جاتا ہے
عقد سے یعنی فقط ایجاب بلا قبول اور قبض سے اگر موہوب معلوم ہو اور موہوب ولی کے ہاتھ میں ہو یا اسکے مودع کے ہاتھ میں اسواسطے ہبہ مذکور تمام
کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے والاصل ان کل عقد یتولاہ الواحد یکتفی فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے
تو اسمیں فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہے بلا اشتراط قبول وان وہب لہ اجنبی یتم بقبض ولیہ وہو احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ وان لم یکن
فی حجرہم وعند عدمہم تتم بقبض من یعولہ کعمہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہے اسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصوں
میں سے ایک شخص ہے اول باپ پھر اسکا وصی پھر دادا پھر اسکا وصی اگرچہ صغیر انکی گود یعنی انکی پرورش اور حمایت میں نہو اور انکے نہونے کے وقت
ہبہ تمام ہوتا ہے اس شخص کے قبض سے جسکے عیال اور پرورش میں صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا وامہ واجنبی ولو ملتقطا لو فی حجرہما والا لا لفوات الولایۃ
اور ہبہ اجنبی کا صغیر کو تمام ہو جاتا ہے اسکی ماں کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر ماں اور اجنبی کی پرورش میں ہو
ورنہ اگر پرورش میں نہو تو ماں اور اجنبی کا قبض کافی نہیں بواسطہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا قرابت دار محرم ہو کذا فی المنح وبقبضہ لو ممیزا یعقل التحصیل
اور ہبہ تمام ہوتا ہے خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ ایسا تمیز دار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو ولو مع وجود ابیہ مجتبی لانہ فی النافع المحض کالبالغ
حتی لو وہب لہ اعمی لا نفع فیہ وتلحقہ مؤنتہ لم یصح قبولہ اشباہ ہبہ تمام ہوتا ہے صغیر ممیز کے قبض سے اگرچہ باپ اسکا موجود ہو کذا فی المجتبی اسواسطے
کہ نابالغ نافع محض میں بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہبہ کیا گیا اور غلام مذکور کا خرچ اسپر لاحق ہوتا ہے تو
صغیر کا قبول کرنا صحیح نہیں کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجندی اختلاف فیما لو قبض من یعولہ والاب حاضر فقیل لا یجوز والصحیح ہو الجواز
انتہی میں کہتا ہوں لیکن برجندی میں ہے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ اس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہے اور حالانکہ باپ موجود ہے

اور بعض نے تصحیح کیا کہ قبض مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی ھم یہ استدراک ہے عند عدمہم کے قول پر وظاہر القہستانی ترجیحہ وعزاہ لفخر الاسلام
وغیرہ علی خلاف ما اعتمدہ المصنف فی شرحہ وعزاہ للخلاصۃ اور قہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قہستانی نے اسکو فخر الاسلام کی طرف منسوب کیا ہے برخلاف اس قول
کے جسپر مصنف نے اپنی شرح مین اعتماد کیا ہے اور مصنف رح نے اسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے قہستانی نے جواز قبض مربی طفل با وجود حاضر ہونے
باپ کے بسفر است نقل کیا ہے تصحیح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری مین خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاوی صغریٰ سے نقل کیا ہے کہ یہی قول مفتی ہے کذا فی الطحطاوی
لکن قد یقال انہ محمول علی ما اذا لم یحضر الاب والاجنبی ایضا فتامل لیکن مصنف رح کا قول احتمال رکھتا ہے جواز کا بسبب عیال کرنے والے کے باوجود باپ کے ادہ دالا جنبی کیساتھ بھی ہو
اسی پر تامل کرو یعنی جس طرح مصنف رح کا قول باوجود باپ کے وصول ہے اس قول سے ولیقبضہ وصی و نیز اسی طرح اگر اسکو امر الاجنبی سے محمول سمجھو تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے
کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے یہ تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وصح ردہ لہا لقبولہ لصرحہ اور صغیر کا ہبہ کو رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اسکا
صحیح ہے کذا فی الاسعد یہ وفیہا حسنات الصبی لہ وللابوین اجر التعلیم ونحوہ اور اسعدیہ مین ہے صغیر کی نیکیاں اسکے واسطے ہیں اپنی ذمہ کو ثواب ہے انکا اور اسکے ماں باپ کو تعلیم
وغیرہ کا ثواب ہے ھم بعض کے نزدیک صغیر کی نیکیوں کا ثواب پاتے ہیں اسکے والدین کو ہے اور قول مستند یہی ہے صغیر ہی کو ثواب ہے اور گناہ صغیر پر نہیں کہ حسنات اسکا کفارہ ہون لیکن
اسکی حسنات سے ترقی درجات ہو گی کذا فی الطحطاوی ویباح لوالدیہ ان یاکلا من ماکول وہب لہ وقیل لا انتہی فافاد ان غیر الماکول لا یباح لہما الا لحاجۃ اور صغیر کے والدین کو یہ
مال کا کھانا مباح ہے جو اسکو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہے کہ کھانا مباح نہیں انتہی مافی الاسعدیہ تو اسعدیہ سے معلوم ہوا کہ جو سوائے ماکول کے ہے والدین کو مباح نہیں مگر بضرورت
چنانچہ اتخاذ الولیمۃ للختان بین یدی الصبی فالصلح کثیابا لصبیان فالمہدی یعنی قرابۃ الاب او معارفہ فللاب وان من
معارف الام فللام قال ہذا للصبی اولا اگر لوگون نے ختنہ کے وقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہو جیسا بچون کے کپڑے تو وہ تحفہ صغیر کا ملک ہوا اور
اگر ایسا نہیں چنانچہ دراہم اور دنانیر کذا فی العالمگیریہ تو اگر تحفہ لانے والا باپ کے قرابت داروں یا اسکے دوستوں سے ہے تو تحفہ باپ کا ہے یا ماں کے قرابتی و دوستون سے ہو
تو اسی ماں کا ہے واسطے ہے تحفہ لانے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ تحفہ صغیر کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو ولو قال اہدیت للاب او للام فالقول لہ اور اگر تحفہ لانے والا کہے کہ میں نے باپ یا ماں کو تحفہ دیا ہے
تو اسی کا قول مقبول ہو گا وکذا زفاف البنت خلاصۃ اور اسی طرح کا حکم ہے لڑکی کی شب زفاف کے تحفون کا کذا فی الخلاصۃ وفیہا اتخذ لولدہ او لتلمیذہ ثیابا ثم اراد دفعہا
لغیرہ لیس لہ ذلک مالم یبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ اور خلاصہ مین ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دے تو یہ اسکو جائز نہیں جب تک
کپڑے بنانے کے وقت یون بیان نہ کرے کہ کپڑے عاریت ہیں ھم ولد صغیر کے حق مین اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کے حق مین بلا تسلیم ہبہ معلوم نہیں تاوقتیکہ اسکے
حق مین اتخاذ کو تسلیم پر محمول کیجیے نیز زیلعی مین ہے کہ شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہ ہے کہ بنانے کے وقت بیان کردے کہ یہ عاریت ہے تاکہ غیر کو دینا ممکن ہو
انتہی ولو فرط عاریت مفید تسلیم ہے اسواسطے کہ عاریت متحقق نہیں ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحطاوی وفی المبتغی ثیاب البدن یملکہا بلبسہا بخلاف نحو ملحفۃ و وسادۃ اور
مبتغی مین ہے کہ بدن کے کپڑون کا لڑکا مالک ہو جاتا ہے انکے پہننے سے برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے ھم تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہونگے اور لحاف و توشک وغیرہ بلا قید
تملیک میراث نہونگے اور یہ مسئلہ اس صورت مین مفروض ہے جبکہ قبل تولد صغیر کپڑے بنائے گئے ہون اور مسئلہ اتخاذ کا ثیاب تولد کے بعد مفروض ہے تو دونون مین فرق ظاہر ہو گیا
کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانہا عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد بہ الاضرار وان قصدہ یسوی بینہم یعطی البنت کالابن عند الثانی
وعلیہ الفتوی اور خانیہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں بعض اولاد کے زیادہ چاہنے مین اسواسطے کہ محبت دل کا فعل ہے لیکن اسمین اختیار نہیں اور اسی طرح بعض اولاد
کے زیادہ دینے مین کچھ مضائقہ نہیں جبکہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کرے تو تمین برابری رکھے یعنی بیٹی کو دے جیسے بیٹے کو برابر
ابو یوسف رح کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ھم عطایا مین کی زیادتی مکروہ ہے جبکہ اولاد درجے مین برابر ہون اور اگر برابر نہون چنانچہ ایک لڑکے کو تحصیل علم میں شغول ہو
نہ کسب مین تو اگر اسکو زیادہ دیوے تو جائز ہے بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اسکو قوت سے زیادہ نہ دے تاکہ معصیت کا مددگار نٹھہرے اور خلاصہ مین ہے کہ اگر

بیٹا فاسق ہو اور باپ چاہے کہ اپنا مال امور خیر میں صرف کر ڈالوں تو یہ بہتر ہے اسکے وارثوں کیلئے چھوڑ جانے سے منتقی اور امام محمد کا قول مختار ہے کہ عطایا میں بیٹی کا دونا بیٹے کو دے
میراث کی مانند کذا فی الطحطاوی وفی الہبۃ فی صحتہ کل المال للولد جاز واثم اور اگر باپ اپنی صحت کی حالت میں تمام مال ایک فرزند کو ہبہ کر دے تو جائز ہے اور وہ گنہگار ہوگا
ہم یعنے ایک بیٹے کو دے اور باقی کو محروم کرے تو جائز ہے یعنے ہبہ درست ہے منقوض نہوگا جاری ہوگا لیکن اسلئے کہ یہ گناہ ہے تو نکرنا چاہیے اور بعض مذاہب میں ہبہ
مذکور منقوض ہوگا کیونکہ اوروں کی حق تلفی ہے … میراث پاوینگے کذا فی الطحطاوی اور یہ قول مشہور ہے … قول ضعیف ہے واللہ اعلم وفیہا لا یجوز ان یہب
شیئا من مال طفلہ ولو بعوض لانہا تبرع ابتداء اور خانیہ میں ہے کہ باپ کو جائز نہیں اپنے طفل صغیر کے مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدلا لیکر ہبہ ہو اسواسطے کہ ہبہ ابتدا میں احسان ہے
یعنے اگرچہ آخر کار معاوضہ ہو وفیہا یبیع القاضی ما وہب للصغیر … الواہب فی ہبتہ اور خانیہ میں ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ کیا گیا تاکہ واہب
اپنا ہبہ پھیر لے ولو قبض زوج الصغیرۃ ما لا بالغۃ فالقبض لہا بعد الزفاف ما وہب لہا صح قبضہ وتو تبصرۃ الاب فی … لصحتہ … قبض
الاب کقبضہا ممیزۃ اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہبہ کیا تو اسکا قبض صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول
صحیح میں بسبب نائب ہونے زوج کے اسکے باپ کی طرف سے پھر باپ نے اسکا قبض صحیح ہے تو باپ کا قبض بطریق اولی صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض لائق
شوہر اور باپ کے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہے تو اسی کا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپ کا ہم زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر میں نکاح کے بعد وقبلہ ای الزفاف
لا یصح لعدم الولایۃ اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے موہوبہ پر صحیح نہیں بسبب نہونے ولایت کے وہب اثنان دارا لواحد صح لعدم الشیوع وبقلبہ دون
یعنے دو شخصوں نے ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے بسبب عدم شیوع ہم اسلئے کہ دونوں شخصوں نے تمام گھر تسلیم کیا اور موہوب لہ نے تمام پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہوا
کذا فی الدرر والمنح وبعکسہ لکبیرین لا عندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ اور برعکس اسکے یعنے ایک شخص نے دو بالغوں کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک ہبہ صحیح نہیں
بسبب شیوع کے محتمل القسمۃ میں ہم اسلئے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع پایا گیا محتمل القسمۃ میں اور وہ
ہبہ کا مانع ہے اما ما لا یحتملہا کالبیت فیصح اتفاقا اور اگر موہوب محتمل القسمۃ نہو جیسا کہ بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصوں کو باتفاق امام اور صاحبین کے
صحیح ہے قید بکبیرین لانہ لو وہب لکبیر وصغیر فی عیال الکبیر او لابنیہ صغیر وکبیر لم یصح اتفاقا یعنے دو بالغوں کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے
بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال میں داخل ہے یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہیں بالاتفاق ہم بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت
یوں ہے لو وہب لکبیر وصغیر فی عیالہ اور دونوں کتابوں میں … تعلیل … دلیل ہے کہ واہب … وقت ہبہ صغیر کا قابض ٹھہر گیا تو نصف … شائع
باقی رہا انتہی اور یہ دلالت کرتا ہے کہ عیال کی ضمیر … راجع ہے برخلاف … شارح اور یہی علت جاری ہے مسئلہ ثانیہ میں کذا فی الطحطاوی وقیدنا بالہبۃ لجواز الرہن
والاجارۃ من اثنین اتفاقا اور عدم جوازہا … ہبہ کی قید لگائی … جائز ہونے رہن اور اجارہ کے دو شخصوں سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص دو شخصوں کے
پاس ایک چیز رہن رکھے یا اجارہ دے تو جائز ہے ولو تصدق بعشرۃ دراہم او وہبہا لفقیرین صح لان الہبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بہا وجہ اللہ
تعالی وہو واحد فلا شیوع اور جبکہ دس درم دو فقیروں کو خیرات دیے یا ہبہ کیے تو صحیح ہے اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقہ سے مقصود رضا
ذات اقدس الہی ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع ثابت نہوا … اور تعبیر … تعالی کا لا لغنیین لان الصدقۃ علی الغنی ہبۃ فلا تصح للشیوع ای لا تملک
حتی لو قسمہا وسلمہا صح نہیں صدقہ دینا دو مالداروں کو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہوگا بسبب شیوع کے یعنی مملوک نہوگا تو اگر
دراہم مذکورہ کو قسمت کرے اور دونوں کو تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگی ہم نفی صحت سے نفی ملک ہے اور فروع مسائل ملحقہ شارح کے وہب لرجلین درہما ان
صحیحا صح ایک شخص نے دو مردوں کو ایک درم ہبہ کیا اگر درم صحیح یعنے جید اور کھرا ہے تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ یہ ہبہ ہے مشاع غیر قسمت پذیر کا کذا فی المنح وان مغشوشا
لا لانہ مما ینقسم لکونہ فی حکم العروض اور اگر درم مذکور مغشوش یعنے کھرا نہیں کھوٹا ہے تو ہبہ صحیح نہیں اسواسطے کہ درم مغشوش محتمل القسمۃ ہے اسواسطے کہ

وہ دو درہم اسکا حصہ ہو وہبہ درہمان فقال رجل وہبت لک احدہما و نصفہما ان استویا لم یجز ایک شخص کے پاس دو درہم ہیں سو اُسنے دوسرے مرد سے کہا کہ میں نے ان دو درہمون میں سے ایک درہم
تجکو ہبہ کیا یا اُنکا نصف ہبہ کیا تو اگر دونوں درہم برابر ہین یعنی وزن اور جودت میں تو ہبہ جائز نہیں ہے اسواسطے کہ جب وزن اور جودت میں برابر ہوئے تو ہبہ شائع کا ٹھہرا محتمل
القسمت میں کیونکہ اسمیں جبر علی القسمہ جائز ہو کذا فی المنح وان تفاوتا جاز لانہ مشاع لا یقسم ولذا لو وہب ثلثہ او ربعا لا قتالا اور اگر دونوں درہم مختلف ہین اسطرح پر کہ ایک کا
وزن زیادہ ہو یا ایک جید ہو کذا فی العالمگیریۃ تو ہبہ جائز ہو اسواسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہو اور جو ہبہ کیا اگر دونوں درہم سکہ و قلعیہ ہو گا سکتا ہاش ہو مطلقا
خواہ دونوں مستوی ہون یا مختلف کذا فی الطحطاوی وتجوز ہبۃ حائط بین دارہ وبین دار جارہ وہبۃ البیت من الدار
دلوا ور علی الحائط واختلاط البیت بعیالان الدار لا یمنع صحۃ الہبۃ مجتبی جائز ہو ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اُس دیوار کا جو اسکے گھر اور اسکے پڑوسی کے
گھر کے درمیان ہو اور جائز ہو ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹھڑی کا گھر میں سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہو کہ واہب کی چھت کا پڑوسی پر بار ہو اور اختلاط بیت
گھر کی دیوارون سے صحت ہبہ کا مانع نہیں کذا فی المجتبی امام طحطاوی نے کہا دیوار پر چھت کے ہونے کی دلالت اطلاق کی جہت سے ہے ورنہ اگر ایسا ہو تو اسکی قراءت
نہین کلام میں فتاوی عالمگیری میں ہو کہ سب دیوار یا ایک حمام میں اپنا حصہ ہبہ کرے اور حمام کرنے والا ہبہ کرے تو بغیر پیمائش کے ہبہ جائز ہو
ہبہ بیت کا صحیح مع حدود وحقوق کے ہو اور مفروغ ہو کر قبض باذن الواہب کے ساتھ لیکن ہبہ کا جائز ہو انتہی

باب الرجوع فی الہبۃ

یہ باب ہے رجوع فی الہبۃ یعنی دیکر پھیر لینا ہبہ سے مراد موہوب ہے اسواسطے کہ رجوع یعنی پھیر لینا عین میں ہوتا ہے اقوال میں نہیں کذا فی الطحطاوی صح الرجوع فیہا ای الہبۃ بعد القبض
اما قبلہ فلم تتم الہبۃ ہبہ کر کے پھیر لینا صحیح ہو بعد قبض کے اور قبض سے پہلے تو خود ہبہ تمام نہیں ہوا ہے یعنی اگر قبل قبض موہوب ایسا کہ واہب کے موہوب کو ندیا تو ہبہ واہب کی
ملک سے خارج نہوا تو اسکو رجوع فی الہبہ نہیں کہتے مع انتفاء مانعہ الآتی وان کرہ الرجوع تحریما وقیل تنزیہا نہایۃ ہبہ کا پھیر لینا صحیح ہے ساتھ نہ ہونے مانع رجوع کے
جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پھیر لینا مکروہ تحریمی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہایۃ ہمارے علماء یہ دلیل دیتے ہیں کہ دیکر پھیر لیتا ہو اسکی مثل
مثل ایسی ہے کہ کتا ہے کہ جب آسودہ ہوتا ہو تو قے کرتا ہے پھر اپنی قے کو نگل لیتا ہے اور دوسری حدیث یہ ہے کہ جو ہبہ کرے وہ اسکا زیادہ مستحق ہے جب تک اسکا عوض نہ دے
انتہی تو رجوع فی الہبہ کے صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے میں جمع بین الحدیثین ہو گیا واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی ولو مع اسقاط حقہ من الرجوع فلا یسقط باسقاطہ
فتاویہ واہبہ کو رجوع درست ہو اگرچہ اپنے حق رجوع کے اسقاط کے ساتھ ہو تو رجوع ساقط نہیں ہوتا واہب کے ساقط کر دینے سے کذا فی الخانیہ وفی الجواہر لا یصح
الابراء عن الرجوع ولو صالحہ من حق الرجوع علی شیء صح وکان عوضا عن الہبۃ لکن سیجیء متنا انہ لا یصح الابراء واہب کا رجوع سے
اور اگر مصالحہ کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالحہ صحیح ہے اور یہ عوض ہوگا ہبہ کا لیکن آگے آویگا متن میں
ویمنع الرجوع فیہا حروف دمع خزقہ یعنی الموانع السبعۃ الآتیۃ اور رجوع فی الہبہ کو حروف دمع خزقہ کے شعر کے حروف مذکور سے
سبع آئندہ مراد ہیں ہم موانع سبع کو تسہیل ضبط کے واسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ میں جمع کیا ہے اور یعنی ترکیب یہ ہے کہ
کے ساتھ مشابہ کیا کذا فی الطحطاوی فالدال الزیادۃ فی نفس العین الموجبۃ لزیادۃ القیمۃ تو حروف مذکورہ میں
دال سے مراد زیادت ہے نفس عین میں ایسی زیادت متصل جو قیمت زیادہ ہو جانے کی موجب ہو زیادت کی قید کہ نقصان موجب
حاملہ ہونا جاریہ کا اور قطع ثوب مانع رجوع نہیں زیادت کی قید کی خارج ہو گئی کہ وہ رجوع کی مانع نہیں اور زیادت قیمت
کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہے جیسا کہ غلام اور لونڈی میں طول فاحش وان زالت قبل الرجوع کان شب ثم شاخ لکن فی الغا
واعتمدہ القہستانی فلیتنبہ لان الساقط لا یعود اگرچہ زیادت متصلہ زائل ہو گئی ہو قبل رجوع کے چنانچہ غلام جوان ہوا پھر بڈھا ہو گیا لیکن

اسکے مخالف ہے اور اعتماد کیا ہے اسپر قہستانی نے تو اس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظور نہیں ہے اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہوگئی وہ عود
نہیں کرتی ہم زیادت زائلہ کے اعتبار میں دو قول ہیں محیط میں ہے کہ ایک بیمار نے غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڈھا ہو گیا اور قیمت اسکی گھٹ گئی تو واہب کو رجوع
جائز نہیں اسواسطے کہ اسکا بدن زیادہ ہوگیا اور قد دراز ہوا پھر اور وجہ سے گھٹ گیا پیری کے سبب اور ناطفی نے اجناس میں ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ موٹی اور
شبی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہے اور اسیطرح جمیع حیوانات میں اور اسیطرح فتاوی عالمگیری میں ہے اور یہ جو شارح نے عود ساقط ذکر کیا مسلم نہیں بلکہ یہ از قبیل
زوال مانع کے ہے کذا فی الطحطاوی کہتا ہوں مترجم ان علاء زیادۃ فی کل الارض والا رجع زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا جمانا زمین میں ہو بشرطیکہ عمارت
اور درخت لگانا تمام زمین میں ہو کہ زیادت میں شمار ہو اور اگر کل زمین کی زیادت نہیں بلکہ معدود ہو تو واہب کو رجوع جائز ہے ولو عدا فی قطعة منها امتنع فیها فقط
زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ میں شمار ہو تو ممتنع ہوگا رجوع فقط اسی قطع میں کذا فی الزیلعی ہم فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ
اگر خالی زمین ہبہ کی موہوب لہ نے ایک کنارے پر کھجور جمائی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں
نہ کل میں نہ بعض میں اور اگر یہ زیادت نہیں معدود ہو یا نقصان زمین میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر کان نہایت بڑا ہو کہ یہ زیادت نہ ٹھہرے گی تو
اسکا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طول اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو اس قطعہ
کے غیر میں رجوع جائز ہوگا انتہی وسمن وجمال وخیاطة وصبغ وقصر ثوب وکبر صغیر وسماع اصم وابصار اعمی واسلام عبد ومداواته وعفو جنایته وتعلیم قرآن وکتابة
وقراءة ونقط مصحف باعرابه وحمل تمر من بغداد الی بلخ مثلا وشبہہا اور مانند فربہی اور خوبصورتی کے اور درخت اور رنگت اور کپڑے کے شوب کے
اور جوان ہوجانے صغیر اور سننے بہرے اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور اسکے علاج کے اور معاف ہوجانے جنایت عبد کے اور تعلیم
تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لادے جانے کھجور کے بغداد سے بلخ کی طرف مثلا اور مانند
اشیاء مذکورہ کے ہم معالجہ کرنا غلام کا اسوقت زیادت متصلہ میں شمار ہوگا جبکہ وہ واہب کے پاس بیمار ہوا ہو اور موہوب لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو
اور اگر موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور معالجہ ہو کر چنگا ہوا ہو تو مانع رجوع نہیں اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہے جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اسنے کسیکا عمدا خون کیا ہو اور
مقتول کے وارث نے اسکو معاف کر دیا ہو جبکہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کیطرف زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اسکو زیادت متصلہ کی مثال
قرار دیا وفی البزازیة والحبل ان زاد خیرا منع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ میں ہے اور حمل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر نقصان کر
تو مانع رجوع نہیں ہم عورتوں کا حال حاملہ ہونے میں مختلف ہوتا ہے یعنی عورت حاملہ ہونے سے موٹی اور خوبصورت ہوجاتی ہے اور بعض دبلی اور بدصورت تو
درصورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادة ففی المتولدة ککبر القول للواهب وفی نحو بناء وخیاطة وصبغ ولت سویق
خانیہ وحاوی ومثله فی المحیط لکنه صحح انه لو کان لایبنی فی مثل تلک المدة اور اگر واہب اور موہوب لہ نے زیادت کے حادث ہونے اور نہونے میں
اختلاف کیا تو زیادت متولدہ میں جیسے جوان ہوجانے میں واہب کا قول معتبر ہے اور مانند عمارت اور درخت اور رنگت کے موہوب لہ کا قول مقبول
ہے کذا فی الخانیہ والحاوی اور مانند اسکے محیط میں ہے لیکن صاحب محیط نے اس عبارت کو صحیح کیا ہے جو بن نہیں سکتی اسقدر مدت میں ہم توضیح اختلاف
یہ ہے کہ مثلا موہوب لہ نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجھکو صغیرہ دی تھی سو جوان ہوگئی میرے پاس اور واہب نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے اسیطرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف
میں درصورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لا یمنع الزیادة المنفصلة کولد وارش وعقر وثمرة فیرجع فی الاصل لا الزیادة زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی
مانع نہیں ہوتی جیسے بچہ موہوب کا اور دیت اور مہر مملوکہ کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل میں رجوع کرے نہ زیادت میں ہم مثلا زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا
اور اسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اسکا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لیگا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہے موہوب سے جدا اور زیادت

منفصلہ

منفصلہ رجوع اصل کی مانع نہیں لیکن لا یرجع بالام حتی یستغنی الولد عنہا کذا نقلہ القہستانی لکن نقل البرجندی وغیرہ انہ قول ابی یوسف فلیتنبہ لیکن ماں کو
واہب نہ پھیرے جب تک کہ اسکا بچہ اس سے مستغنی ہو یہ نقل کیا ہے قہستانی نے لیکن برجندی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ وہ ابو یوسف کا قول ہے تو امام کا تو
اسپر خبردار رہنا چاہیے ولو حبلت ولم تلد فللواہب الرجوع قال فی السراج لا وقال الزیلعی نعم اور اگر موہوبہ لونڈی حاملہ ہو گئی اور ہنوز موہوب لہ کے پاس
نہیں جنی تو کیا واہب کو رجوع جائز ہے سراج میں کہا کہ رجوع جائز نہیں اور زیلعی نے کہا کہ ہاں رجوع جائز ہے وفی الجوہرۃ مریض مدیون بدین مستغرق وہب امتہ
فما تت وقد ولدت ردت مع عقرہا ہو المختار اور جوہرہ میں لکھا ہے کہ مریض مدیون جس پر ایسا مستغرق قرضہ ہے اسنے لونڈی ہبہ کی پھر وہ مر گئی اور وہ بالا کی ولادت
ہو گئی خواہ وطی موہوب لہ سے واقع ہوئی یا اسکے غیر سے تو موہوب لہ اسکو مع بچہ کے اسکی وطی کے ساتھ ہی قول مختار ہے علم رو یہ بچا واقعہ ہر باب ہوا ہے
موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل اور منجملہ موانع کے موہوب لہ یا واہب کی موت ہے بعد قبضہ کے اور اگر قبضہ سے پہلے کوئی مر گیا تو عقد باطل ہو گا
والعین فی ید الوارث فالقول للوارث اور اگر دونوں میں اختلاف ہوا اور عین موہوبہ وارث کے قبضہ میں ہو تو وارث ہی کا قول مقبول ہو گا اگر وارث
واہب کے وارث نے کہا کہ موہوب لہ نے ہبہ پر قبضہ واہب کی زندگی میں نہیں کیا بلکہ اسکی وفات کے بعد قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ اسکی زندگی
میں قبضہ کیا تو وارث ہی کا قول مقبول ہو گا فتاویٰ عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ موہوب کا وارث کے پاس ہونا قید اتفاقی ہے وقد نظم العلامۃ ابن الشحنۃ
کفارہ ودیۃ خراج ورابع ضمان العتق ہکذا النفقات کذا ہبۃ حکم الجمیع سقوطہا بموت فما الا جمیع صلات اور ابن الشحنہ نے نظم کیا ان حقوق کو جو
ہو جاتے ہیں موت سے یوں کہا ہے کہ کفارہ اور خون بہا اور خراج اور چوتھا تاوان بعلت عتق کے اور ایسے ہی نفقات اور ایسے ہی ہبہ تمام حقوق مذکورہ کا حکم ساقط ہو جاتا ہے موت سے
اسلیے کہ جمیع حقوق مذکورہ صلات ہیں علم سقوط کفارہ وصورت عدم وصیت ہے ضمان عتق کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ غلام سے آزاد کر دیا اور اسپر تاوان
لازم آیا بسبب اسکے مالدار ہونے کے پھر آزاد کرنے والا مر گیا والعین العوض فان قال خذہ عوض ہبتک اور منجملہ موانع کے عوض ہے بشرطیکہ واہب عوض کو جانتا ہو کہ یہ عوض ہے
کہ عوض دینے کے وقت ایسا لفظ ذکر کرے کہ واہب جانے کہ وہ اسکے تمام ہبہ کا عوض ہے علم طحطاوی نے کہا ہے اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ عوض کی ذات کا فی ہے
یا اور موہوب لہ فان قال خذہ عوض ہبتک او بدلہا او فی مقابلتہا ونحو ذلک فقبضہ الواہب سقط الرجوع تو اگر موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا عوض
یا اسکا بدلا یا اپنے ہبہ کے مقابل لے اور مانند اس کلام کے کوئی اور لفظ بولا پھر واہب نے عوض پر قبضہ کیا تو رجوع ساقط ہو گیا علم اسلیے کہ ہبہ بعوض در حقیقت بیع ہے اور علم ذکر
انہ عوض یرجع کل منہما اور اگر موہوب لہ یوں ذکر نہ کرے کہ وہ عوض ہے تو ہر شخص اپنا ہبہ پھیر لے وکذا یشترط فیہ شرائط الہبۃ کقبض وافراز وعدم شیوع ولو العوض
مجانسا او یسیرا وفی بعض نسخ المتن بدل الالتیۃ العقد وہو تحریف اور چونکہ عوض بلا ذکر عوض ہو گئے ہبہ ہے اسیواسطے عوض میں ہبہ کی شرطیں درکار ہیں چنانچہ قبضہ ہونا
واہب کا اور جدا ہونا عوض کا موہوب لہ کے مال سے اور عدم شیوع اگرچہ عوض ہم جنس ہبہ ہو یا کمتر ہو ہبہ سے اور متن کے بعض نسخوں میں بجائے الہبۃ کے بدلا العقد ہے اور وہ تحریف ہے
کاتبوں کی علم مجانست اور قلت عوض اسواسطے جائز ہوئی کہ عوض در حقیقت بدل نہیں اسواسطے کہ اگر بدل ہوتا تو قلت میں جائز نہیں ہوتا بسبب لازم آنے ربا کے دلیل
اسپر یہ ہے کہ موہوب لہ مالک ہے ہبہ کا اور انسان اپنی ملک کا غیر کو بدلا نہیں دیتا اور عوض تو اسنے اسواسطے دیا تا واہب کا حق رجوع ساقط ہو جائے کذا فی الطحطاوی وا الحموی
للاب ان یعوض عما وہب لابنہ الصغیر من مالہ اور باپ کو یہ جائز نہیں کہ عوض دے اسکا جو ہبہ کیا گیا صغیر کو صغیر کے مال سے علم تو اگر صغیر کے مال سے دیا اور یاد
عوض دے تو جائز ہے وہب العبد التاجر ثم عوض لا یکون عوضا منہما الرجوع ہے اور اگر غلام تاجر نے کچھ مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے اسکا عوض دیا تو دونوں میں ہر شخص کو
پھیر لینا درست ہے کذا فی البحر علم وجہ اسکی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع سے نہیں ہے پس جب ہبہ باطل ہے ہبہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسی طرح موہوب لہ کو بھی رجوع عوض پر
قادر ہو گا اسواسطے کہ بنا تعویض ہبہ پر تھا جب ہبہ باطل ہوا تو تعویض بھی باطل ہوئی ولا یجوز تعویض مسلم من نصرانی عن ہبۃ خمرا او خنزیرا اور لا یصح ایسا کہنا ان
المسلم ہبہ اور جائز نہیں مسلمان کو شراب یا سور عوض دینا نصرانی کے ہبہ کا اسواسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سور کی تملیک صحیح نہیں کذا فی البحر یعنی اگر نصرانی

کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے بعوض اسکے شراب یا سور نصرانی کو دیا تو جائز نہیں تو نصرانی کو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا ویشترط ان لا یکون العوض بعض الموہوب
فلو عوضہ البعض عن الباقی لا یصح فلہ الرجوع فی الباقی اور شرط یہ ہے کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب نہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض دیا تو صحیح نہیں
تو واہب کو باقی موہوب میں رجوع درست ہے ولو الموہوب شیئین فعوضہ احدہما عن الاخر ان کانا فی عقدین صح والا لا لان اختلاف العقد کاختلاف العین اور
اگر موہوب دو چیزیں ہوں سو موہوب لہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض میں دیا تو اگر دونوں چیزیں دو عقدوں میں موہوب ہوئی ہوں تو عوض دینا درست ہے اور
اگر ایک عقد میں موہوب ہوں تو درست نہیں اسواسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کی مانند ہے والدراہم تتعین فی الہبۃ والرجوع مجتبی اور دراہم متعین ہوجاتے ہیں
ہبہ اور رجوع ہبہ میں کذا فی المجتبی ہم تو جب دراہم موہوب پر قبضہ کیا اور پھر دراہم کا بدلا بعینہا یا بغیر عینہا دیا تو رجوع جائز نہ ہوا اور رجوع اسی وقت کہ جائز ہوگا کہ
دراہم موہوبہ بعینہا قائم اور موجود ہونگے اور اگر موہوب لہ نے انکو خرچ کر ڈالا تو پھیر لینا ہلاک مانع رجوع ہے کذا فی الطحاوی ودقیق حنطۃ یصلح عوضا عنہا
لحدوثہ بالطحن اور گیہوں کا آٹا گیہوں کے عوض ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے بسبب پیدا ہونے آٹے کے پیسنے سے ہم تو آٹا عین موہوب یا بعض موہوب نہیں ہے کہ تعویض اسکی
صحیح ہو وکذا لو صبغ بعض الثیاب او لت بعض السویق ثم عوضہ صح خانیہ اور اسیطرح اگر موہوب لہ نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا تھوڑے سے ستو پانی میں گھول کر پھر اسکو
عوض میں دیا تو صحیح ہے کذا فی الخانیہ ہم ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کیے سو موہوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کرکے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسیطرح موہوب ستو ہبہ کیے
ستو میں سے موہوب لہ نے پاؤ بھر ستو گھول کر عوض دیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ رنگنے اور پانی ملنے سے موہوب میں زیادت حاصل ہوئی تو وہ چیز موہوب باقی نہ رہا گویا دوسری
چیز ہوگئی ولو عوضہ ولد احدی جاریتین موہوبتین وجد ذلک الولد بعد الہبۃ امتنع الرجوع اور اگر دو موہوبہ لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا وہ لڑکا جو ہبہ
کے بعد پیدا ہوا موہوب لہ نے واہب کو عوض دیا تو رجوع منقطع ہوگیا وصح العوض من اجنبی ویسقط حق الواہب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہے
عوض دینا اجنبی کی طرف سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہوجاتا ہے جبکہ واہب اسپر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کیطرف سے عوض دے
تو صحیح ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التعویض بغیر اذن الموہوب لہ اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ ہو ولا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض
عنی علی انی ضامن لعدم وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موہوب لہ سے عوض کا عوض نہیں لے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ کے حکم سے ہو مگر
جبکہ موہوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض ہبہ کا دے میری طرف سے باین شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع تعویض نہ واجب ہونے کے سبب ہے بخلاف ادائے دین کے
یعنی وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موہوب لہ کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہیں بخلاف ادائے دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کی طرف سے مدیون کے امر سے قرض ادا کیا تو رجوع ثابت ہے
اسواسطے کہ ادائے دین مدیون پر واجب ہے تو جب اسنے دین ادا کرنے کو کہا تو گویا اجنبی سے بقدر دین اسنے قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب بہ الانسان
بالحبس والملازمۃ یکون الامر بادائہ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان ومالا فلا الا اذا اشترط الضمان ظہیریۃ اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ
جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جاتا ہے حبس اور ملازمت سے تو اسکے ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں یعنی اسکا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں
تو اسکے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اسوقت جبکہ امر کرنے والا اپنے اوپر ضمان اسکا شرط کرے کذا فی الظہیریۃ ہم حبس و ملازمت کی قید سے ادائے نذر اور کفارہ دینے کا
امر خارج ہوگیا کہ اگرچہ آدمی پر انکا مطالبہ ہے لیکن حبس و ملازمت سے نہیں کذا فی الطحاوی وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بالقضاء رجع علیہ وان لم یضمن لوجوبہ
علیہ اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاعدہ مذکورہ معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنے کے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے پھیر لیگا اگرچہ وہ دینے کا
ضامن نہوا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لکن یشکل علیہ الاصل ما لو قال انفق علی بناء داری او قال الاسیر اشتر فی فانہ یرجع فیہما بلا شرط رجوع کفالۃ خانیہ
مع انہ لا یطالب بہما بالحبس ولا بالملازمۃ فتامل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے میں خرچ کر
یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کرلے یعنی مال دیکر مجھکو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا شرط رجوع کذا فی کفالۃ الخانیہ

باوجودیکہ آدمی پر بطالبہ نہین بنا ہوا ور استحلال کا صحیح ہے نہ لازم حق سوا اسکے تامل کرو شاید وجہ رجوع یہ ہو کہ عرف مین اسکا ضمان لازم ہوتا ہے اور شارح نے بقولہ فتامل
اشارہ کیا کہ وجہ اشتباہ مین نظر ہے کذا فی الطحطاوی واِن استحق نصف الہبۃ رجع بنصف العوض اور اگر نصف ہبہ حق ملک غیر نکلا تو موہوب لہ نصف عوض پھیر لے
جو ہبہ مین ہے کہ رجوع نصف عوض اس وقت ہے جبکہ وہ ہبہ محتمل القسمۃ ہو وان لم یحتمل القسمۃ اور اگر محتمل القسمۃ ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی مین ہبہ باطل ہوگا تو تمام عوض پھیر لے کذا فی
الطحطاوی وکذا لا یا لعکس ای لا یرجع بالباقی لانہ یصلح عوضا ابتداء فکذا بقاء لکنہ یتخیر لعیب التبعیض اور بالعکس آیا ہے یعنی جبکہ نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ مین رجوع نہین کر سکتا
کیونکہ باقی عوض ابتدا مین عوض ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے تو ابتدا مین بھی رکھتا ہے لیکن وہ مختار ہوگا کہ عوض ستارہ ہو ہم
بالباقی عوض کو پھیر کر ہبہ واپس لے اور عدم قبول عوض مین اختیار ہوگا قبول اور عدم قبول عوض مین [illegible]
الطحطاوی نے کہا یہ تب ہے کہ شارح یون کہتا لکنہ یتخیر لعدم سلامۃ العوض یعنی وہ بسبب استحقاق بعض عوض کے [illegible]
عوض سے مراد وہ عوض الغیر المشروط ہے اور الابدال کا حکم شرع مبادلہ کا ہی ہے فیرجع البدل علی المبدل منہ اور مصنف رح کی مراد عوض سے وہ عوض ہے جو غیر مشروط ہو عقد ہبہ مین
اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہے حقیقتا صحت ہے جیسا کہ اسکا ذکر ہو گا تو عوض مشروط کے استحقاق مین بدل کا تقسیم ہوگی کہ مبدل پر کذا فی النہایۃ کیا تو اسحق
عوض جبکہ رجوع فی کلہا اذا کان ہلاک تلف بالکلیۃ چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ مین رجوع کرے جبکہ ہبہ قائم ہو اور اگر
ہلاک ہو تو رجوع نہین یعنی ہبہ مانع رجوع ہے کما لو استحق العوض وقد ازداد الموہوب فلا رجوع چنانچہ اگر عوض مستحق ہو اور ہبہ مین زیادتی کی
اور رجوع کرے کذا فی الخلاصۃ یعنی زیادت مانع رجوع ہے ولو استحق جمیع الہبۃ کان لہ ان یرجع فی جمیع العوض ان کان قائما وبمثلہ ان ہالکا العوض
اور اگر کل ہبہ مستحق ہو تو موہوب لہ کو جائز ہے کہ تمام عوض پھیر لے اگر موجود ہو اور عوض کا مثل پھیر لے اگر عوض ہلاک ہو
ہلاک ہو جس کا مثلی بقیمتہ ان قیمیا غایۃ اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو [illegible] کذا فی الغایۃ ولو عوض النصف رجع بالمعوض لا لاختلاف الجمیع
یعنی جبکہ عوض مثلی ہو یعنی وزنی ہو یا کیلی جو ادا عوض کی قیمت پھیر لے اگر عوض قیمی ہو [illegible] سے حاصل ہوا ہو [illegible]
لانہ طاری اور اگر نصف ہبہ کا عوض دے تو واہب نصف غیر معوض مین رجوع کرے اور شیوع یعنی شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہو [illegible]
وہ شیوع طاری ہے [illegible] شارح کی جانب سے منقول فی المجتبی انہ یشترط فی العوض ان یکون مشروطا فی عقد الہبۃ اما اذا عوضہ بعدہ فلا
[illegible] قول ہے کہ عوض ہبہ مین شرط ہے کہ عقد ہبہ مین عوض مشروط ہو اور اگر بعد عقد کے عوض یا تو دے [illegible]
رجوع کا نہین ہے [illegible] مسائل جزئیہ مذہب کے بلا قید مذکور ہے [illegible]
سو غور کرے [illegible] مسائل مذکورہ [illegible] گیہون کا آٹا گیہون کا عوض ہو سکتا ہے یعنی اور آٹا نہین ہوتا اگر بعد گیہون کے اور ازانجملہ دو موہوب لہ گیہون سے ایک
لونڈی کا وہ بچہ جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہے کذا فی المنح والخامس خروج الہبۃ عن ملک الموہوب لہ اور خا سے مراد ہبہ کا خروج ہو موہوب لہ
کی ملک سے یہ خروج بھی مانع ہو رجوع کا فلا رجوع ولو باعہ الا اذا رجع الثانی فللاول الرجوع سواء کان بقضاء او رضی کما مر ان الرجوع فسخ حتی لو عادت بسبب جدید بان تصدق
الثالث علی الثانی او باعہا منہ لم یرجع الاول خروج عن الملک مانع ہو رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو گیا جبکہ واہب ثانی رجوع کرے تو واہب اول کو بھی رجوع جائز ہے خواہ رجوع
حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی سے [illegible] کہ رجوع عبارت فسخ ہے یعنی اور فسخ نہین ہوتا مگر قضا یا رضا سے [illegible]
ثالث واہب ثانی پر تصدق کرے یا اسکو اسکے ہاتھ بیع کرے تو واہب اول رجوع نہ کریگا وباع نصفہ رجع فی الباقی لعدم المانع اور اگر موہوب لہ نے نصف موہوب کی بیع کی تو
واہب نصف باقی مین رجوع کرے بواسطہ عدم مانع کے یعنی مانع رجوع فقط نصف مبیع مین حاصل ہوا ہے نصف باقی مین وقید الخروج بقولہ بالکلیۃ بان یکون
خروجہا عن ملکہ من کل وجہ ثم فرع علیہ بقولہ اور مصنف رح نے خروج مین بالکلیۃ کی قید لگائی یعنی کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر
اسپر تفریع کی بقول آئندہ فلو ضحی الموہوب لہ بالشاۃ الموہوبۃ او نذر التصدق بہا وصارت لحما لا یمنع الرجوع تو اگر
موہوب لہ نے ذبیحہ موہوبہ قربانی کیا یا اسکے خیرات کرنے کی نذر مانی اور ذبیحہ حلال کرنے سے گوشت ہو گیا تو یہ مانع رجوع کا نہین ہم [illegible] کہ قربانی کا

گوشت ملک میں داخل رہتا ہی تو خروج من الملک ثابت نہوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہی کہ قربانی مذکورہ اور نذر ادا ہوجاتا ہی محمد رح کے
نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک رجوع جائز نہیں اور صحیح یہ ہی کہ امام رح کا قول محمد رح کے قول کے مانند ہو پس شاید التمتع والقران والنذر ہی جنس قربانی کے مانند تمتع
اور قران اور نذر ہی کذا فی المجتبی هم طحطاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام میں نذر مطلق مراد ہی تو پس سے تکرار ثابت نہوئی وفی المنہاج وان وہب الثوب
فتصدق بہ تقربا الی اللہ تعالی فلہ الرجوع خلافا للشافعی اور منہاج میں ہی کہ اگر اسکو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالی کے واسطے تو واہب کو رجوع جائز ہی بخلاف
مذہب ابو یوسف رح هم جب تک کہ فقیر نے خیرات نہیں پائی تب تک رجوع درست ہی کذا فی الطحطاوی کما لو وہبہا من فقیر بصحتہ فلا الرجوع اتفاقا چنانچہ اگر دونوں نے
کو ذبح کیا بدون قربانی کرنے کے تو واہب کو رجوع جائز ہی باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد علیہ دین او جنایۃ خطا فوہبہ مولاہ لغریمہ
او الموصی لہ الجنایۃ سقط الدین والجنایۃ ثم لو رجع صح استحسانا ولا یعود الدین والجنایۃ عند محمد وروایۃ عن الامام کما لا یعود النکاح لو وہبہا لزوجہا ثم رجع فانہ لکہا
غلام پر قرضہ ہی یا جنایت خطا ہی پھر اسکے مالک نے اسکو قرضخواہ یا ولی جنایت کو ہبہ کر دیا تو دین اور جنایت ساقط ہوگئی پھر اگر واہب نے رجوع فی الہبہ کرے تو استحسان
کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور جنایت محمد رح کے نزدیک عود نکرے گی اور امام رح کی ایک روایت میں جیسے نکاح عود نہیں کرتا اگر مالک نے لونڈی ہبہ کر دی اسکے شوہر کو پھر
اُسنے ہبہ پھیر لیا کذا فی الخانیۃ والزاء الزوجیۃ وقت الہبۃ اور زا سے مراد زوجیت وقت ہبہ کی مراد ہی فلو وہب لامرأۃ ثم نکحہا رجع اور اگر کسی عورت کو ہبہ کیا
پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اسواسطے کہ ہبہ کے وقت زوجیت نہ تھی ولو وہب لامرأتہ لا کعکسہ انتہی اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع نکرے جیسے کہ اسکے برعکس
انتہی یعنی اگر واہب عورت ہو اور ایک مرد کو ہبہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہی اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہیں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا
تصح ہبۃ المولی لام ولدہ ولو فی مرضہ ولا تنقلب وصیۃ لانہا محجورۃ اما لو اوصی لہا بعد موتہ تصح لعتقہا بموتہ فیسلم لہا کافی صحیح نہیں ہبہ کرنا مولی کا اپنی ام ولد کو
اگرچہ ہو اسکی مرض الموت میں ہو اور یہ ہبہ بدل کر وصیت نہو جائیگا اسواسطے کہ محجور کو کچھ تصرف نہیں اور اگر ام ولد کے واسطے وصیت کر جاے اپنی موت کے بعد یعنی یوں کہے
کہ میری موت کے بعد ام ولد کو اتنا دینا تو وصیت صحیح ہوگی بسبب اسکے آزاد ہو جانے کے مولی کی موت سے تو ام ولد کا قبضہ کرا دیا جاویگا کذا فی الکافی هم ام ولد کو ہبہ کرنا اسواسطے
صحیح نہوا کہ شرط ہبہ سے قبض موہوب ہی اور وہ قبض کی لیاقت نہیں رکھتی ہی بسبب محجور التصرف ہونے کے والقاف القرابۃ فلو وہب لذی رحم محرم منہ
نسبا ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع شمنی اور قاف سے مراد قرابت ہی تو اگر واہب ہبہ کرے اپنے قرابت دار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع نکریگا
کذا فی الشمنی هم محرم وہ ہی جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہو گیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیۃ ہی نہ فقط قرابت اور نہ فقط محرمیت تو وہب
لمحرم بلا رحم کاخیہ رضاعا ولو ابن عمہ ولمحرم بالمصاہرۃ کامہات النساء والربائب واخیہ وہو عبد لاجنبی او لعبد اخیہ رجع اور اگر واہب نے ہبہ کیا ایسے محرم کو
جس سے قرابت نہیں چنانچہ اپنی رضاعی بھائی کو اگرچہ وہ اسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوشدامن اور ماد جیکو اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اجنبی کا
غلام ہی یا ہبہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کریگا هم ابن عم کے لفظ سے فن پر مبالغہ کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ ابن عم قرابت دار ہی تو اسکو جدا مسئلہ قرار دینا بہتر تھا اور
صاحبین رح کا یہ مذہب ہی کہ غلام بھائی کے ہبہ میں رجوع جائز ہی اور بھائی کے غلام کے ہبہ میں رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو کانا ای العبد ومولاہ ذوا رحم
محرم من الواہب فلا رجوع فیہا اتفاقا علی الاصح لان الہبۃ لایہما وقعت تمنع الرجوع ہی اور اگر دونوں یعنی غلام اور اسکا مالک واہب کے محرم قرابت دار
ہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے بنا بر قول صحیح تر اسواسطے کہ دونوں شخصوں میں سے جس شخص کے واسطے ہبہ واقع ہو وہ مانع ہی رجوع فی الہبہ کا
کذا فی البحر هم غلام اور مولی کی قرابت مع المحرمیۃ کی یہ صورت ہی کہ واہب کا سوتیلا بھائی اسکے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط فرع مسئلہ ملحقہ
شارح کا وہب لاخیہ واجنبی ما لا یقسم فقبضاہ فلہ الرجوع فی حظ الاجنبی لعدم المانع اگر واہب نے اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو قسمت پذیر نہیں چنانچہ
پیالہ یا چکی ہو دونوں نے اسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہی بسبب نہونے مانع کے کذا فی الدرر والہدایہ ہکذا فی العینی

ہلاک ہونا مراد ہے تلف ہو جانا عین کا یا اسکی مالیت کا تلف ہونا مراد ہے یا دعویٰ تلف ہو تو ہبہ کا یہ گمان کرنا چاہیے کہ
الموہوب اور اگر ہو تو عین موہوب کا ہلاک ہونا مراد ہے ہلاک ہو جانا مراد ہے اسکا خلاف ہو گا یہ مذہب کذا فی الطحطاوی عن الملکی
خروج عن الملک ثانی ہے ہلاکت سے تو اگر واہب نے موہوب لہ کو اسکی چھری یا دوسری تلوار بنا لی تو رجوع جائز ہو گا بخلاف اسکے
وادعاء الہلاک صدق بلا حلف لانہ ینکر الرد اور اگر موہوب لہ نے تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا تو اسکی تصدیق ہو گی بدون قسم کے اسواسطے کہ وہ منکر ہے
کہ ہبہ کا فان قال الواہب ہی ہذہ العین حلف المنکر انہا لیست ہذہ فلاصہ اگر واہب کہے کہ یہی ہبہ کی چیز ہے تو منکر یوں قسم کھائے کہ یہ ہبہ کی چیز
نہیں ہے کذا فی الخلاصۃ کما حلف الموہوب لہ ان الموہوب لیس باخیہ اذا ادعی الاخ ذلک لانہ یدعی سبب النسب لا النسب فانہ حتی واہب یوں
قسم کھائے کہ موہوب لہ اسکا بھائی نہیں جبکہ بھائی ہونے کا دعویٰ کرے کہ موہوب لہ بھائی ہونے کا سبب کا دعویٰ کرتا ہے نہ نسب کا کذا فی الخانیۃ
رجوع فی الہبۃ کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ میں تیرا بھائی ہوں تو واہب یہ قسم کھائے کہ وہ میرا بھائی نہیں ہے اسلئے کہ اخوت کی قسم اور ولی قسم ہے کذا فی الطحطاوی
یہاں مال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب ہوتا تو اسمیں قسم جاری نہ ہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی مانعہا ثبوت و لا یصح الرجوع الا
بتراضیہما او بحکم الحاکم للاختلاف فیہ اور صحیح نہیں رجوع اپنی ہبہ کا پھیر لینا اگر دونوں کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب اختلاف ہونے کے رجوع میں
کے نزدیک رجوع فی الہبۃ جائز نہیں ہے جیسا کہ اسمیں خلاف ہے اور رجوع کا حکم ثابت ہو گا مگر رضامندی سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب بغیر حکم کے پھیر لیگا بلا رضا
موہوب لہ یا حکم حاکم تو غاصب ہو گا تو اگر موہوب تلف ہو گا واہب کے پاس تو واہب اسکی قیمت کا تاوان دیگا موہوب لہ کو ولیس بغاصب لاختیار الاقبلہ تو موہوب لہ
حکم حاکم موہوب لہ کو نہ دے تو تاوان دیگا قبل از حکم حاکم جب تک حاکم حکم نہ کرے استرداد کا یا فسخ ہو تراضی ہو تو موہوب لہ کی ملک موہوب میں ثابت ہے تو اسکا تصرف
اسکی بیع اور عتق میں نافذ ہے اگرچہ بعد مرافعہ الی الحاکم ہو اور اسیطرح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو جائے تو اسپر تاوان نہیں کیونکہ اسکی ملک موجود قائم ہے
اور اسیطرح اگر بعد حاکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہیں اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہو گا بسبب اسکی تعدی کے کذا فی المنح واذا رجع بالہبۃ بالقضاء او رضی کان
فسخا لعقد الہبۃ من الاصل و اعادۃ لملکہ القدیم لا ہبۃ للواہب اور جبکہ رجوع کیا متعاقدین میں سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد ہبہ
فسخ ہو گا اصل سے اور اعادہ ہو گا واہب کی ملک قدیم کا نہ ہبہ ہو گا واسطے واہب کے اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک ہو گا
بدون قبض کے اور جبکہ قبض کریگا تو بمنزلہ رجوع کے ہو گا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اسمیں رجوع کرنا جائز ہو گا کذا فی الطحطاوی عن البدائع فلہذا الا یشترط فیہ
قبض الواہب و صح الرجوع فی الشائع ولو کان ہبۃ لما صح فیہ اور چونکہ رجوع بقضا یا رضا اعادہ ملک واہب ہے نہ ہبہ موہوب کا اسواسطے شرط نہیں رجوع میں قبض کرنا واہب
اور رجوع صحیح ہے بعض شائع میں اور اگر رجوع ہبہ ہوتا تو شائع میں صحیح نہ ہوتا کیونکہ اسواسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہیں کما تقدم ولو اہب ردہ علی بائعہ مطلقا
اور واہب کو ایک چیز خریدی کو پھیر دینی بائع کو ہر طرح خواہ رجوع بقضا ہو خواہ برضا ہو یعنی واہب نے ایک چیز خریدی کی پھیر دی ہبہ دوسرے
شخص کو ہبہ کی پھر بحکم قاضی یا بتراضی رجوع فی الہبۃ واقع ہوا پھر موہوب کے عیب قدیم پر اطلاع واقع ہوئی تو بسبب عیب کے اسکا پھیر دینا جائز ہے بخلاف الرد
بالعیب بعد القبض بغیر قضاء بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدون قضا کے ہے یعنی اگر ایک چیز خریدی پھر اسکی بیع کی پھر مشتری ثانی نے اسکو بعیب قدیم
شخص کو ہبہ کی پھر بحکم قاضی الحاکم و القاضی ہو تو فسخ ہو عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق رد اسکا بائع پر ثابت ہو گا اور اگر متعاقدین کی رضامندی سے واقع
مشتری اول کو پھیر دیا تو اگر پھیر دینا حاکم کے حکم سے ہے تو فسخ ہو عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق ردا سکا بائع پر ثابت ہو گا اور اگر متعاقدین کی رضامندی سے واقع
ہوا ہے تو مشتری اول اسکو نہیں پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے کذا فی الطحطاوی لان حق المشتری فی وصف السلامۃ لا فی الفسخ فافترقا رد بالعیب
رضا بلا قضا اسواسطے جائز ہوا کہ مشتری کا حق سلامت مبیع کے وصف میں ہے فسخ میں نہیں تو بیع اور ہبہ کا افتراق ثابت ہو گیا اور چونکہ حق مشتری کا سلامتی مبیع میں ہے
لہذا اگر مبیع کا عیب زائل ہو جائے تو پھیر دینا ممتنع ہو گا کیونکہ اسکا حق اسکو مل گیا اور بصورت عدم سلامت مبیع مشتری پھیر دیگا اور اس سے فسخ بیع ضرورۃ لازم ہو گا
بخلاف عقد ہبہ کہ اسمیں فسخ کا حق واہب کو ثابت ہے کیونکہ ہبہ عقد غیر لازم ہے تو بصورت رجوع عین ملک واہب کی طرف عائد ہو گی نہ ہبہ جدید کا نہ تو افتراق

بیع اور ہبہ کا فاسد ہوگیا کذا فی المنح ملخصاً ثم مرادہم بالفسخ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثر فی المستقبل لا ابطال اثرہ اصلاً والا لعاد المنفصل الی ملک
الواہب برجوعہ فسخ ہے لیکن پھر معلوم کرنا چاہیے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل میں مترتب ہونا باطل ہوتا ہے اسکا بالکل یعنی
زمان ماضی میں بھی اور اگر بالکل ابطال اثر ہوتا ماضی میں تو زیادت منفصل ملک واہب کیطرف عود کرتی واہب کے رجوع سے الی ہبہ کذا فی بعض نسخ لیکن ہم زوائد منفصلہ
جیسے فرزند سی موہوبہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور دیت مملوک جو موہوب لہ کے پاس موجود ہوئی اور حال آنکہ واہب کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کا لینا نہیں پہونچتا تو
معلوم ہوا کہ فسخ سے بالکل ابطال اثر مراد نہیں اتفقا الواہب والموہوب لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح رجوعہ من الموانع ہبۃ السابقۃ کالہبۃ لقرابۃ
جاز ہذا الاتفاق منہما جوہرہ واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا اس موضع میں جس میں رجوع صحیح نہیں منجملہ موانع سابقہ کے چنانچہ ہبہ واہب کی قرابت میں
تو ان دونوں کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوہرہ وفی المجتبی لا یجوز الاقالۃ فی الہبۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانہا ہبۃ اور مجتبی میں ہے کہ جائز نہیں اقالہ
اور محارم کے صدقہ میں بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ یہاں ہبہ ہے ثم قال وکل شیء یفسخہ الحاکم اذا اختصما الیہ فہذا حکمہ پھر صاحب مجتبی نے کہا اور جس چیز کے
عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جبکہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لیجاویں تو اسکا یہی حکم ہے یعنی درصورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہے انہیں اقالہ کرنا نافع نہیں
بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو وہب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض اور اگر طفل مدیون کو دین ہبہ کرے تو جائز نہیں اسواسطے کہ دین
غیر مقبوض ہے وفی الدرر قضی ببطلان الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور دُرر میں ہے حاکم نے حکم کیا ابطال رجوع کا بسبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ مانع
زائل ہوگیا تو رجوع عود کریگا ہم زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض میں تو نہیں ہوسکتا مگر خروج عن الملک میں ہوسکتا ہے جبکہ موہوب لہ کے
پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحطاوی تلفت العین الموہوبۃ واستحقہا مستحق وضمن المستحق الموہوب لہ لم یرجع علی الواہب بما ضمن لانہا عقد تبرع
فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہوگئی اور اسکا کوئی اور شخص حقدار نکلا اور حقدار نے موہوب لہ سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہ بھریگا
اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو سلامت موہوب مستحق نہیں ہے ہم ہبہ کی قید اسواسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود میں تاوان دینے سے غرور یعنے
فریب بائع وغیرہ کا ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسیطرح ودیعت اور اجارے میں جبکہ ودیعت یا عین متاجرہ تلف ہوجاوے
پھر ایک مرد اسکا مستحق ثابت ہوا اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونوں شخص دافع سے تاوان بھر لینگے کذا فی الطحطاوی والاعارۃ کالہبۃ ہہنا لان
قبض المستعیر کان لنفسہ ولا غرور لعدم العقد وتمامہ فی العمادیۃ اور عاریت دینا ہبہ کے مانند ہے اس مقام میں اسواسطے کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کے واسطے ہے اور
یہاں غرور نہیں بسبب نہ عقد کے اور پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے ہم عقد نہیں یعنی عقد معاوضہ نہیں فی الاعارۃ اور ہبہ میں عقد ضرور ہے خلاصہ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت
تلف ہوجائے اور اسکا کوئی اور مالک نکلے سوا معیر کے اور مالک مستعیر سے تاوان بھر لے تو مستعیر اس تاوان کو معیر سے نہیں لے سکتا واذا وقعت الہبۃ بشرط
العوض المعین فہی ہبۃ ابتداء فیشترط التقابض فی العوضین ویبطل العوض بالشیوع فیما یقسم بیع انتہاء فترد بالعیب وخیار الرؤیۃ ویوخذ بالشفعۃ
ہذا اذا قال وہبتک علی ان تعوضنی کذا اما لو قال وہبتک بکذا فہو بیع ابتداء وانتہاء اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے
تو دونوں عوضوں میں تقابض شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہا کے تو ہبہ عیب اور خیار الرؤیت سے
پھیر دیا جائیگا اور شفعہ سے لیا جائیگا یہ اس صورت میں ہے جبکہ واہب یوں کہے کہ میں نے تجکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجکو فلانی چیز عوض دے اور اگر یوں کہیگا
کہ میں نے تجکو ہبہ کیا بمقابلہ اسکے تو وہ بیع ہے باعتبار ابتدا کے بھی اور باعتبار انتہا کے بھی ہم رد بالعیب عوض اور معوض دونوں میں ہوگا اور اسیطرح
خیار الرؤیۃ اور شفعہ دونوں میں ثابت ہے اور جبکہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے ہبہ بیع ہوگا تو دونوں کی ملک اسکے حق میں ثابت ہوگی اور امتناع تسلیم
جائز ہوگا اور قبض شرط نہیگا اور شیوع مفسد نہوگا کذا فی الطحطاوی وقید العوض بکونہ معینا لانہ لو کان مجہولا بطل اشتراطہ فیکون ہبۃ ابتداء وانتہاء

اور عوض میں منفعت [illegible] نہیں ہوگی کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو درمختار بجہالت عوض ابتدا اور انتہا کے دونوں
اعتبار سے ہبہ بشرط عوض ہبہ ہوگا نہ بیع فرع مسئلہ متفرقہ شارح کا وہب یا واقف ارضا شرط استبدالہ بلا شرط عوض لم یجز وان کان مشروطا کان کالبیع ذکرہ الناطقی واقف نے
اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جسکا استبدال مشروط تھا تو جائز نہیں اور اگر استبدال اسکا مشروط تھا بعوض ہبہ کے تو بمنزلہ بیع کے ہوگی ناطقی
نے اسکو ذکر کیا ہے وفی الاشباہ ولو باع [illegible] بال طفلہ بشرط عوض مساوٍ [illegible] قلت فیحتاج علی قولہا الی الفرق بین الوقف ومال الصغیر اور مجمع میں ہے اور
جائز کہا ہے محمد بن حسن رح نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اس عوض کے جو قیمت میں برابر ہو [illegible] اور شیخین رح نے اسکو منع کیا ہے میں کہتا ہوں
تو شیخین رح کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان میں فرق بیان کرنے کی حاجت ہوگی ہم یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین رح کے
نزدیک جائز ہو اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہیں تو دونوں میں فرق بیان کرنا چاہیے طحطاوی نے ذکر کیا ہے یوں فرق مذکور کیا ہے کہ ہبہ واقف سے
استبدال مشروط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہے اس ایک عقد معاوضہ سے تو ہبہ بشرط عوض داخل ہو واقف کی شرط میں بخلاف ہبہ مال ابن صغیر کے کہ ہبہ تو باعتبار ابتدا تبرع اور
احسان ہے اور وہ ممنوع ہے طفل کے مال میں احسان کرنے سے مطلقا فصل فی مسائل متفرقۃ یہ فصل ہے ہبہ کے مسائل متفرقہ میں وہب امۃ الا حملہا او علی ان
یدفع علیہ او یعتقہا او یستولدہا او وہب دارا علی ان یرد علیہ شیئا منہا او یعوضہ ثلث الدار او ربعہا علی ان یعوض فی الہبۃ والصدقۃ شیئا منہا
صحت الہبۃ وبطل الاستثناء فی الصورۃ الاولی وبطل الشرط فی الصور الباقیۃ لانہ بعض او مجہول او الہبۃ لا تبطل بالشرط اور لونڈی ہبہ کی سوا اسکے حمل کے ہبہ کی اس
شرط پر کہ لونڈی واہب کو پھیر دے یا موہوب لہ اسکو آزاد کرے یا اسکو اپنی حرم بناوے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر میں سے کچھ واہب کو پھیر دے اگرچہ بعض معین ہو
خواہ تہائی گھر یا چوتھائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ او صدقہ میں سے کچھ عوض دے تو ہبہ صحیح ہے اور پہلی صورت میں استثنا حمل باطل ہے اور باقی صورتوں میں شرط
باطل ہے اسواسطے کہ شرط بعض موہوب ہے یا مجہول ہے اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شرطوں سے ہم مجہول ہونا پہلی دو صورتوں میں ظاہر ہے صورت ثانیہ اور ثالثہ
رابعہ میں تو یہ ایک تعلیل ہے کہ یہ شروط مقتضا عقد کے مخالف ہیں تو فاسد ہوئیں اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شروط فاسدہ سے والاشبہ ظاہر میں [illegible]
العوض اور نہ ہبہ لہذا ان مضمون کو جو معلومیت عوض سے مذکور ہو چکا ہم یعنی جہالت عوض کی مفسد ہے جیسا سراج میں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس عقد کی شرط قبض ہو تو
شرط اسکی مفسد نہیں ہوتی چنانچہ ہبہ اور رہن کذا فی الطحطاوی اعتق حمل امۃ ثم وہبہا صح ولو دبرہ ثم وہبہا لم یصح لبقاء الحمل علی ملکہ فکان مشغولا بہ
بخلاف الاول اپنی لونڈی کا حمل آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح ہے اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہیں بسبب باقی رہنے حمل کے واہب کی
ملک پر تو موہوب مشغول ہوا واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی در صورت عتق حمل واہب کی
ملک پر جنین باقی نہ رہا تو موہوب مشغول بملک واہب نہ رہا کما الاصح تعلیق الابراء عن الدین بشرط محض کقولہ لمدیونہ اذا جاء غدا او ان مت فانت بری من الدین او ان مت من مرضی ہذا او فانت فی حل من مہری فہو باطل لانہ مخاطرۃ وتعلیق جیسے صحیح نہیں تعلیق ابرا دین
کی شرط محض سے چنانچہ صاحب دین کا یوں کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دن آوے یا تو مر جاوے تو تو بری الذمہ ہے دین سے یا زوجہ کا یوں کہنا
اپنے زوج سے اگر تو مر جاوے اپنے اس مرض سے یا میں مر جاؤں اپنے اس مرض سے تو تو میرے مہر سے پاک ہے ماخوذ نہیں تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ مخاطرہ
اور تعلیق ہے ہم یعنی غد میں مخاطرہ نہیں مگر جب یعنی غد کو لقا سے دین کے ساتھ ملاحظہ کیجیے کذا فی الطحطاوی الا بشرط کائن فیکون تنجیزا کقولہ لمدیونہ ان کان لی علیک دین ابرأتک عنہ صح تعلیق ابرا کی شرط محض صحیح نہیں مگر شرط موجود و تعلیق صحیح ہے تاکہ تعلیق تنجیز ہو جاوے چنانچہ اپنے مدیون سے یوں کہنا اگر
میرا دین تجھ پر ہوتو میں نے تجھکو بری الذمہ کر دیا صحیح ہے وکذا ان مت بضم التاء فانت بری منہ او فی حل جاز وکان وصیۃ خانیۃ اور اسی طرح تعلیق کہ
اگر میں مر جاؤں تو تو اس سے بری الذمہ ہے یا تو دین سے پاک ہے ماخوذ نہیں اور یہ قول وصیت ہوگا کذا فی الخانیۃ ہم مرض مخصوص مشار الیہ سے مر نا

یقینی نہیں لہذا شارح نے اسکو وہان مخاطرہ کہا اور مآل سو ہے یقینی الوجود ہے لہذا اسکو بیان وصیت کہا جاز العمری للمعمر له ولورثته بعده لبطلان الشرط ای بطریق
عمری جائز ہے اور موہوب اسکا مالک ہے جسکو مدت العمر کیواسطے دیا اور بعد اسکے اسکے وارث کا مالک کر دیا بسبب باطل ہونے رجوع کی شرط کے ہم عمری یہ ہے کہ قسم اول یہ ہے کہ
ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بھر اسمین رہے پھر جب موہوب له مر جاوے تو واہب یا اسکا وارث اسکو پھیر لے سو اسطرح کے دینے سے موہوب له
اور اسکے ورثہ مالک ہو جاتے ہیں اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے لا الرقبی لانها تعلیق بالخطر رقبہ جائز نہیں کیونکہ تعلیق ہے خطر پر ہم رقبی یہ ہے کہ میرا گھر تیرا ہے
بطریق رقبے کے یعنی اگر مین مر جاؤن تجھسے پہلے تو وہ گھر تیرا ہے اور اگر تو مر جاوے مجھسے پہلے تو وہ میرا ہے امام رح اور محمد رح کا یہ قول ہے کہ یہ جائز نہیں بسبب تعلیق بالخطر
کے اور ابو یوسف رح کا یہ قول ہے کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہے کیونکہ فی الحال تملیک ہے اور شرط باطل ہے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الفتح واذا لم تصح تکون
عاریة للشمنی لحدیث احمد وغیره من اعمر عمری فهی لمعمره فی حیاته وموته لا ترقبوا فمن ارقب شیئا فهو سبیل المیراث اور جبکہ رقبی صحیح نہوا تو اس طرح کا دینا عاریت
ہوگا کذا فی الشمنی جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل رح وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص ہبہ کرے بطریق عمری تو اسکا مالک زندگی اور
موت مین وہی شخص ہے جسکو عمر بھر کے واسطے دیا اور بطریق رقبہ نہ دیا کرو جو شخص بطریق رقبہ کے دے تو اس چیز کا طریقہ میراث کا طریقہ ہے یعنی رقبی دینے والے
کی میراث ہے بعث الی امراته متاعا او الیها ولبعثت هی له ایضا هدایا عوضا للهبة صرحت بالعوض اولا ثم افترقا بعد الزفاف وادعی الزوج
انه عاریة لا هبة وحلف واراد الاسترداد وارادت هی الاسترداد ایضا یسترد کل منهما ما اعطی اذ لا هبة فلا عوض زوج نے زوجہ کی طرف مال تحفہ
بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اسنے عوض کی تصریح کی یا نکی پھر دونون مین جدائی ہوگئی بعد زفاف کے اور زوج نے
دعوی کیا کہ وہ اسباب عاریت تھا نہ ہبہ اور اسپر اسنے قسم کہائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونون مین سے ہر شخص نے
جو دیا تھا سو پھیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہین سو بدلہ بھی نہین یعنی اسنے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہوا تو عوض بھی باطل ہوگیا ولو استهلک
احدهما العین الاخر ضمنه لانه من استهلک العاریة ضمنها خانیة اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کر دیا جو دوسرے نے بھیجا تھا تو اسکا تاوان دیگا
اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کرڈالے وہ اسکا ضامن ہے کذا فی الخانیہ ہم استهلاک کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متاع خود تلف ہوجائیگی تو تاوان لازم
نہوگا کذا فی الطحطاوی هبة الدین ممن علیه الدین وابراؤه عنه یتم من غیر قبول اذا لم یوجب انفساخ عقد صرف او سلم ہبہ کرنا دین کا اس شخص کو
جسپر دین ہے اور دین کا معاف کر دینا مدیون سے تمام ہوجاتا ہے بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے فسخ ہوجانے کا موجب نہو
ہم قبول کی اسواسطے حاجت نہین کہ ہبہ دین اور ابرا بمعنی اسقاط ہے اور اسقاط مین قبول شرط نہین اور اگر ابرا عقد سلم یا عقد صرف کے
فسخ کا موجب ہو چنانچہ رب السلم نے ابرا کیا یا صرف کے متعاقدین مین سے ایک شخص نے ابرا کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا
بسبب فوت ہونے اس قبضہ کے جو مستحق بالعقد ہے اور ایک عاقد کو فسخ مین اختیار نہین لکن یرتد بالرد فی المجلس وغیره لما فیه من معنی الاسقاط
وقیل یتقید بالمجلس کذا فی العنایة ہبہ اور ابرا تمام ہوتا ہے بلا قبول لیکن رد ہوجاتا ہے مجلس اور غیر مجلس مین رد کر دینے سے اسواسطے کہ
اسمین معنی اسقاط ہے اور بعضون نے کہا کہ رد کرنا مقید بہ مجلس ہے کذا فی العنایہ ہم معنی اسقاط تعمیم کی تعلیل ہے یعنی رد غیر مجلس اسواسطے صحیح ہوا کہ
اسمین معنی اسقاط ہے اسواسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بہ مجلس ہے لکن فی الصیرفیة لو لم یقبل ولم یرد حتی افترقا ثم بعد ایام رد لا یرتد فی الصحیح
لیکن صیرفیہ مین ہے کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نکرے اور نہ رد کرے یہان تک کہ دائن اور مدیون جدا ہون پھر بعد چند روز کے مدیون رد کرے
تو قول صحیح مین رد نہوگا ہم صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہے اسپر یہ استدراک ہے بعضون نے اسکا یون جواب دیا ہے کہ اگرچہ یہ قول
صحیح ہے لیکن دوسرا قول اصح ہے تو دو قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی ولکن فی المجتبی الاصح ان الهبة تملیک والابراء اسقاط لیکن مجتبی مین ہے

صحیح تر یہ قول ہے کہ ہبہ تو تملیک ہے اور ابرا اسقاط ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ مستدرک ہے فقہا کے اس قول پر کہ ہبہ اور ابرا ایک وجہ سے اسقاط ہے اور ایک وجہ سے تملیک
لیکن یہ مستدرک قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی البحر **وتملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالۃ ووصیۃ واذا سلطہ ای سلط المالک**
غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ دین کا مالک کر دینا اس شخص کو جسپر دین نہیں ہے باطل ہے مگر تین صورتوں میں باطل نہیں حوالہ میں اور وصیت میں
اور جبکہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب تملیک صحیح ہوگی ہم جب اسنے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھہرا موکل کے واسطے پھر اپنے
واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہے کہ جب محال علیہ محیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور دلا دے تو دین منتقل ہوگا محیل کے ذمہ سے محال علیہ کے ذمہ
اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ ثلث مال کی وصیت کی اور ترکہ میں دیون ہیں تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنی موصی لہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی
ومنہا لو وہبت من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط اور منجملہ تملیک غیر مدیون سے یہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اسکے باپ پر
ہے تو معتمد صحت ہبہ ہے بسبب مسلط کرنے کے یعنی تسلیط بنا بر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ تسلیط فرزند بالفعل شرط نہیں اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ صحیح قول
یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں مگر جبکہ عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو جائز ہے اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہوگی اور اسیطرح اشباہ میں ہے کذا
فی الطحطاوی **ویتفرع علی ہذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یکون لہ ما علی المدیون او کان وکیلا بالبیع فضمن** اور اسی اصل پر جو متن میں مذکور ہے یہ حکم متفرع ہوتا ہے
کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اسکا ہو یعنی ادا کرنیوالے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا کرنیوالا بیع کا وکیل ہو کذا فی الطحطاوی یعنی وکیل نے
موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمہ ہے وکیل کا ہو تو صحیح نہیں **ولیس منہ اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمی فی کتاب**
الدین عاریۃ حیث صح اقرارہ لکونہ اخبارا لا تملیکا فللمقر لہ قبضہ بزازیۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہ صورت نہیں ہے جبکہ دائن
یہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہے اور اسکا نام یعنی میرا نام دین کے تمسک میں بطریق عاریت کے ہے کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہے بسبب اسکے اخبار ہونے کے نہ تملیک
ہونیکے تو مقر لہ کو دین کا قبض کرنا جائز ہے کذا فی البزازیۃ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے دین کے احکام سے ہم تو اگر مدیون مقر لہ کو دین دیگا تو بری الذمہ
ہوجائیگا اور اسیطرح مقر کو دیگا کذا فی المنح **وکذا لو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان بزازیۃ وغیرہا قلت وہو مشکل لان مع الاضافۃ الی نفسہ یکون تملیکا وتملیک**
الدین ممن لیس علیہ باطل فتاملہ اور اسیطرح اقرار صحیح ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہے وہ فلانے شخص کا ہے کذا فی البزازیۃ وغیرہا میں
کہتا ہوں اور یہ تو مشکل ہے اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تملیک ہوگی اور دین کی تملیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اسکو تامل کرلے
ہم جواب اشکال کا یوں ممکن ہے کہ مراد یہ ہے کہ میرا دین یعنی بظاہر فلانے پر ہے وہ نفس الامر میں فلانے شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الحموی فی الاشباہ فی
قاعدۃ تصرف الامام منوط بالمصلحۃ بزازیۃ سلطان ان یکتب اسم احدہما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور اشباہ میں ہے تصرف امام کے قاعدہ میں
بزازیہ کی کتاب الصلح سے منقول کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اسپر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جائے تو عطا سلطانی اسی شخص کے
واسطے ہوگی جسکا نام دفتر میں لکھا گیا الی آخرہ ہم مضمون عبارت بزازیہ یوں ہے جس شخص کی عطا دفتر میں ہے وہ دو فرزند چھوڑ کر مرگیا دونوں نے اسپر اتفاق کیا
کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جائے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھ نہیں اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح اور عطا
اسکو دیا جائیگا جسکے واسطے نام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی اسواسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہے رضامندی غیر کو اسمین دخل نہیں کذا فی الطحطاوی **والصدقۃ کالہبۃ**
بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کے مانند ہے بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جسطرح ہبہ عطا غیر واجب ہے اسیطرح صدقہ ہے لہذا دونوں احکام میں یکساں ہیں **وحینئذ لا تصح**
غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم اور اسوقت میں یعنی جبکہ صدقہ ہبہ کے مانند ہوا تو صدقہ بدون قبض کے صحیح نہیں یعنی تام نہیں اور نہ مشاع محتمل القسمۃ میں صحیح ہے **ولا رجوع**
فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پھیر لینا جائز نہیں اگرچہ مالدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقہ میں مقصود ثواب ہے

نہ عوض لینا یعنی بر خلاف ہبہ لہذا اُسمین رجوع جائز ہی ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ وقال الآخر صدقۃ فالقول للواہب خانیۃ اور اگر دو شخصون نے اختلاف کیا واہب نے تو کہا
ہبہ ہی یعنی جو مین نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہی تو مجھکو پھیر لینا جائز ہی اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ ہی یعنے پھیر لینا جائز نہین تو واہب ہی کا قول قبول ہوگا کذا فی الخانیۃ
فائدہ جلیلہ سید حموی نے کہا کہ جان رکھ کہ تملیک یعنی ہبہ ہوتی ہی اور قبض کرنے سے تمام ہو جاتی ہی اور جب تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اُسمین علما کا اختلاف
ہی بعضون نے کہا جائز ہی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین بقیاس علی الہبۃ اور اکثر علما اسپر ہین کہ تملیک جائز ہی بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہی اسواسطے کہ تملیک اعم ہی ہبہ سے
باعتبار نام کے بھی اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغایرت تو ظاہر ہی اور حکم کی مغایرت اسواسطے ہی کہ اگر درختون پر لگے پھلون کو ہبہ کرے تو جائز نہین اور اگر تملیک کا اقرار کرے
تو جائز ہی تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہی بدون تسلیم کے اور تملیک ہبہ کی غیر ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسی پر لوگون کا عمل ہی اور مقر کی موت تملیک لہ تسلیم کے ہی بالاتفاق
چنانچہ مفتاح مین ہی انتہی کذا فی الطحطاوی فرع مسائل ملحقہ شارح کے کتب وقعۃ الی السلطان لیبالہ تملیک لہ ارض محدودۃ فامر السلطان بالتوقیع فکتب کاتبہ جعلتہا
ملکا لہ ہل یحتاج الی القبول فی مجلس القیاس نعم لکن المقصود الوصول لقیام السوال بالقصۃ مقام حضورہ ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اُس سے تملیک ارض محدود کی طلب کی
سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اُسکے منشی نے لکھدیا کہ اُس زمین کا مین نے اُسکو مالک کر دیا تو اس تملیک مین قبول مجلس کی حاجت ہی یا نہین جواب اسکا یہ ہی کہ
ہان قیاس یہ ہی کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہی لیکن ہرگاہ کہ پہونچنا ہر شخص کا بادشاہ تک متعذر ہی سوال بالقصہ حاضر ہونے کے قائم مقام کر دیا گیا ہم وجہ قیاس یہ ہی
کہ تملیک محتاج ہی قبول فی المجلس کی بہتر یہ تھا کہ شارح مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کہتا کذا فی الطحطاوی اعطت زوجہا مالا بسوالہ لیتوسع فظفر بہ بعض غرمائہ ان
کانت وہبتہ او اقرضتہ لیس لہا ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لتتصرف فیہ علی ملکہا فلہا ذلک لا لہ زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اُسکے سوال پر تاکہ زوج
وسعت کرے مصارف مین پھر اُس مال کو زوج کا بعض قرضخواہ پا گیا اگر زوجہ نے اُسکو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اُسکو قرض دیا ہو تو زوجہ کو قرضخواہ سے پھیر لینا
جائز نہین اور اگر اُسنے دیا ہو تاکہ زوج اُسمین تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرضخواہ سے پھیر لینا جائز ہی نہ زوج کو دفع لابنہ مالا لیتصرف
فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ہبۃ فالکل لہ والا فمیراث وتمامہ فی جواہر الفتاوی ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اُسمین تصرف کرے سو اُسنے
تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا پھر باپ مر گیا اگر باپ نے اُسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا ہی اور نہین تو میراث ہی یعنے وہ مال سب
وارثون مین قسمت ہوگا اور پورا بیان اسکا جواہر الفتاوی مین ہی بعث الیہ ہدیۃ فی اناء ہل یباح اکلہا فیہ ان کان ثریدا ونحوہ مما لو حولہ الی اناء آخر ذہبت
لذتہ یباح والا فان کان بینہما انبساط یباح ایضا والا فلا ایک شخص نے دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن مین کیا اسکا کھانا اُسی برتن مین مباح ہی یا نہین
جواب یہ ہی کہ اگر کھانا ثرید ہو یعنے روٹی شوربے مین بھیگی ہو یا مانند اُسکے اس قسم کا کھانا کہ اگر اُسکو دوسرے برتن مین کیجیے تو لذت اُسکی جاتی رہے تو
اُسمین کھا لینا جائز ہی اور اگر دوسرے برتن مین کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونون شخصون مین بے تکلفی ہو تو بھی اُسمین کھانا مباح ہی اور نہین تو
مباح نہین ہم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ جب تحفہ بھیجا برتن مین اور پھیر دینا ظرف کا رواج اور عادت ہو چنانچہ پیالے اور پتیلے وغیر ذلک تو وہ شخص اُسکا
مالک نہوگا اور اگر عادت ظرف پھیر دینے کی نہو جیسے ڈالیان پھولون کی تو ظرف بھی تحفہ ہی اور اُسکا پھیر دینا لازم نہین پھر جب تحفہ نہ ٹھہر یگا تو امانت ہوگا دعا قوما
الی طعام وفرقہم علی اخونۃ لیس لاہل خوان مناولۃ اہل خوان آخر ولا اعطاء سائل وخادم وہرۃ لغیر رب المنزل ولا کلب ولو لرب البیت الا ان ینا ولہ الخبز
المحترق للاذن عادۃ وتمامہ فی الجوہرۃ ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگون کو جدا جدا خوانون پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو
دوسرے خوان والے کو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا جائز ہی اور نہ سائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہی اور نہ کتے کو دینا جائز ہی
اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہ کہ اُسکو جلی روٹی دے تو جائز ہی کیونکہ عادت مین اسکا اذن ثابت ہی اور پورا بیان اسکا جوہرہ مین ہی ہم فقیہ نے کہا کہ قیاس
تو یہی ہی اور استحسان مین یہ ہی کہ جو شخص اس ضیافت مین ہو اُسکا دینا جائز ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہین چنانچہ عالمگیری مین ہی خادم سے مراد وہ خادم ہی

٥٨

جو دستار خوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر جب اسکو دینا درست نہوا تو اور خادم کو بطریق اولی دینا جائز نہوگا جوہرہ مین ہے
کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اسمین یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اس خط کا پھیر دینا لازم ہوگا اور اسکو اسمین تصرف کرنا درست نہوگا اور اگر
جواب پشت خط پر طلب نہین کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لا جبر علی الصلات اور اشباہ مین ہے کہ جبر نہین صلون پر صلات جمع ہے صلہ
کی اور صلہ عبارت ہے اوس مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے جیسا کہ زکوٰۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحطاوی عن المعراج الا فی اربع شفعۃ ونفقۃ زوجۃ وعین موصی بہا ومال
وقف صلون پر زبردستی نہین مگر چار صلون پر زبردستی ہے شفعہ مین اور زوجہ کے نفقہ مین اور اس چیز مین جسکی وصیت کی گئی اور وقف کے مال مین تو شفیع کو
تسلیم عقار واجب ہے شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہے و لہذا اگر شفیع مرجاے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایکیا سے لیکن دوسری راہ سے
عوض ہے کیونکہ وہ احتباس کا بدلا ہے اور اسیطرح ناظر پر تسلیم مال وقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر بمقابلہ عمل کے نہو اور پانچوین صورت نفقہ اقارب کی ہے اور چھٹی
صورت واسطے دینے ہو عاقلہ پر کیونکہ اعیا عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہے کذا فی الطحطاوی وقد حررت ابیات الوہبانیۃ علی وفق ما فی شرحہا الشرنبلالی فقلت وواہب
دین لیس یرجع مطلقا ؛ وابراء ذی نصف یصح المحرر ؛ اور البتہ مین نے ابیات وہبانیہ کی تحریر اوسی تنقیح کی ہے شرنبلالی کی شرح کے موافق تو مین نے یون کہا
اور دین کا ہبہ کرنے والا رجوع نہین کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والے کا ابرا کرنا صحیح ہے اور یہی قول مرد محقق ہے ابرا
نصف دین کی یہ صورت ہے کہ دو شخصون کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص دین معاف کردے تو اگر دائن یون کہے کہ مین نے اپنا حصہ معاف کردیا تو یہ بالاتفاق
صحیح ہے اور اگر یون کہا بلا اضافت کہ مین نے نصف دین معاف کردیا تو ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ پہلی صورت کی طرح اسکا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعضون نے کہا کہ نصف
یعنی چہارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحطاوی و مہر علی حجہا او ترک ظلمہ لہا ؛ اذا وہبت مہرا ولم یوف یخسر ؛ جبکہ عورت نے اپنے زوج کو مہر ہبہ کیا اپنے حج کروانے
یا زوج کے ظلم نکرنے پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نہ کی تو زوج کو نقصان ہوگا اور صورت اسکی یہ ہے کہ بشرط حج کروانے عورت کے یا ترک ظلم کے عورت نے
مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اسکو حج لیگیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر بحال سابق باقی رہیگا اسواسطے کہ عورت ترک مہر پر راضی نتھی مگر شرط
مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہوگئی یہی قول مفتی بہ ہے ہان اگر زوج تادیب حق پر زوجہ کو مارے گا تو البتہ مہر معاف ہوجائیگا اسواسطے کہ
جو حق زوج ہے وہ ظلم نہین کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر ؛ معلق تطلیق بابراء مہرہا ؛ وانکاح اخری ثم یبرء فیظفر ؛ طلاق کا معلق کرنے والا عورت کے ابراء مہر اور
دوسری عورت کے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کرے تو ظفریاب ہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی اور صورت اسکی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب مین تیرے
اوپر دوسری عورت کا نکاح کرون اور تو اپنا مہر مجکو معاف کردے تو تو طالق ہے پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا اور زوج نے ابرا قبول نکیا تو طلاق
نہ واقع ہوگی یہ مسئلہ وہبانیہ مین نہین بلکہ شرنبلالی نے اسکو نظم کیا ہے شعر وان قبض الانسان مال مبیعہ ؛ فابراء او حط منہ کالدین اظہر ؛ اور اگر آدمی نے
اپنے مبیع کا مال یعنی ثمن اسکا لیا پھر ثمن اسکا معاف کردیا تو ثمن مذکور اس سے پھیر لیا جائیگا مانند دین کے یہ قول ظاہر تر ہے اور ابرا و ثمن کی صورت
ہے کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اسکا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کردیا بعد قبض کے تو ابرا صحیح ہے اور مشتری نے جو ثمن دیا تھا
اسکو بائع سے پھیرے گا اسی طرح اگر دائن بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کردے تو مدیون اس سے دین پھیر لیگا شعر ومن دون ارض فی البناء صحیحۃ
وعندی فیہ وقفۃ فیحرر ؛ اور زمین کے سوا فقط عمارت مین ہبہ کرنا صحیح ہے اور میرے نزدیک اسمین توقف اور تامل ہے تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے
قلت وجہ توقفی تصریحہم فی کتاب الرہن بان رہن البناء دون الارض وعکسہ لا یصح لانہ کالشائع فتامل ؛ مین کہتا ہون اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ
مذکورہ مین تصریح کرنا فقہا کا ہے کتاب الرہن مین اس مسئلے کا کہ رہن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن رکھنا بدون عمارت کے
صحیح نہین اسواسطے کہ یہ شائع کے مانند ہے تو اسمین تامل کرو اصل توقف علامہ عبد البر شارح وہبانیہ سے ہے شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ ہبہ عمارت

بلا ارض ذخیرہ اور ینابیع اور تتمہ سے منقول ہی اور دلیل مسئلے کی تتمہ مین یون مذکور ہی کہ مشتری جب کہے کہ مین نے زمین مول لی ہی اور بائع نے
جسکو عمارت اسکی ہبہ کی ہی اور شفیع کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت دونون مول لین ہین تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پھر شارح نے کہا کہ میرے
نزدیک استدلال مین نظر ہی اسواسطے کہ یہان کی صحت اتصال ملک ارض سے حاصل ہوئی ہی اور لائق یہ ہی کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہوا
اسواسطے کہ قبض شرط ہی ہبہ مین اور یہ بمنزلہ مشاع کے ہی تتمہ ہی مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن عمارت بلا ارض وبالعکس صحیح نہین کیونکہ بمنزلہ مشاع کے
ہی انتہی اور کافی مین ہی کہ اگر غلہ مزروع ہبہ کیا زمین مین اور پھل درخت پر اور زیور تلوار مین اور عمارت گھر مین اور من بھر اناج ڈھیر سے اور موہوب لہ کو
کھیتی کاٹنے اور پھل توڑنے اور زیور اور کھیرنے اور عمارت ڈھانے اور اناج تول لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہوگا
استحسان کی وجہ سے گویا اُسنے علاحدہ کرنے کے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اذن نہ دے اور موہوب لہ لے لیا کرے تو تاوان اُسپر لازم ہوگا انتہی
تو مدار تحقیق اس تفصیل پر ٹھہرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف مین کافی ہوگیا یعنے صحت ہبہ عمارت بلا ارض اُس صورت مین ہی جبکہ واہب نے
عمارت ڈھانے اور قبض کر لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اُسپر عمل کیا کذا فی الطحطاوی واشرت باظہر لما فی العمادیہ عن خواہرزادہ انہ لایرجع واختارہ
بعض المشایخ اور اشارہ کیا مین نے بلفظ اظہر چوتھی بیت مین اس قول ضعیف کی طرف جو عمادیہ مین ہی خواہرزادہ سے کہ بعض قبض ثمن مشتری
بائع سے ثمن نہ پھیر لے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہی وبلفظ ظفر ای بنکاح ضرتہا لانہ یردہ للابراء الباطلہ فلا حنث فلیحفظ اور بلفظ لیظفر
اشارہ کیا تیسری بیت مین یعنے زوجہ کی سوت کے ساتھ نکاح کرلے پر زوج ظفریاب ہوا اسواسطے کہ ابراء کے رد کرنے سے اُسنے تعلیق طلاق کو
باطل کر دیا تو قسم نہ ٹوٹی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے خاتمہ تاتارخانیہ مین ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ قسمت کا متحمل نہو جیسا
کپڑا یا اُس قسم سے ہو کہ فی الحال ماکول نہو جیسا گوشت اور مانند اسکے تو اپنے ہمنشینون اور ساتھیون کو اُسمین سے کچھ نہ دے اور اگر فی الحال
کھانے کے لائق ہو تو صحبت والون کو اُسمین سے کچھ دے اور باقی اپنے اہل وعیال کے واسطے رکھے سراج وہاج مین ہی ایک مرد مر گیا سو دوسرے
شخص نے اُسکے فرزند کو کپڑا بھیجا اُسکے کفن کے واسطے تو اُس کپڑے کا فرزند کیا مالک ہوگا کہ اور کپڑے سے کفن اُسکا کرے اور وہ کپڑا اپنے
واسطے رکھ چھوڑے یا مالک نہین جواب یہ ہی کہ اگر میت بزرگ شخص ہی جسکی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اُسکے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند
اُسکا مالک نہین اور اگر دوسرا کفن دیگا تو کپڑے کا پھیر دینا اُسپر واجب ہوگا اور اگر ایسا نہین تو فرزند کو جائز ہی کہ کپڑے کو جہان چاہے صرف کرے
کذا فی الطحطاوی واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم وصلے اللہ علے سیدنا وشفیعنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ۞

خاتم الطبع

الحمد للہ علے احسانہ کہ جلد تیسری غایۃ الاوطار ترجمہ اُردو دُرمختار بار سوم مطبع نامی صاحب افاضت دستور جناب منشی نولکشور
دام اقبالہ واقع لکھنؤ شہر ربیع الاول سنہ ۱۳۱۰ ہجری مطابق ماہ نومبر ۱۸۹۲ء مین چھپکر تیار ہوئی

(جلد دوم) دونوں جلدیں آخر میں معاملات۔

در المختار شرح تنویر الابصار مختصر ... از علامہ علاء الدین حصکفی معروف متداول ہر چہار مجلدات کامل۔

فتاوائے عالمگیری۔ ہر چہار کامل ہر جلد

ہدایہ مع الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرلانی نہایت مستند شرح مشہور معروف حامل المتن۔ اسکے مجلدات ... جلد اول و دوم تا آخر نکاح و جلد سوم و چہارم ... آخر کتاب ...

فتاوی قاضیخان۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضیخان مستند ... معروف متداول مع فتاوی سراجیہ آخر میں بطور ضمیمہ۔

شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعۃ ... مع حاشیہ ذخیرۃ العقبیٰ بن جنید چلپی ... درسی تقطیع کلاں خوشخط و صحیح۔

شرح وقایہ خورد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم۔

ذخیرۃ العقبیٰ۔ حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔

الاشباہ والنظائر۔ مع شرح حموی معروف مستند متداول۔

ملا مسکین۔ از بیوع تا وصایا تحشی جدید۔

کنز الدقائق۔ محشی متداول درسی کتاب۔

مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول

عینی شرح کنز الدقائق محشی مستند معروف متداول دو مجلد۔

(۱)۔ دونوں جلد عبادات

(۲)۔ دونوں جلد معاملات

مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول۔

عمدۃ الرعایۃ فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم۔

قدوری محشی۔ تالیف امام ابو الحسین درسی متداول۔

شرح الیاس۔ شرح مختصر وقایہ۔ از شیخ ... بن الیاس دو مجلد۔

اصول فقہ عربی

نامیۃ التحقیق شرح حسامی۔ از مولانا عبد العزیز بخاری معروف و متداول۔

توضیح تلویح۔ از صدر الشریعت و علامہ تفتازانی مع کامل ... حاشیہ از حسن چلپی و شیخ الاسلام و ملا خسرو نہایت نایاب مجموعہ۔

حسامی۔ از مولانا حسام الدین۔

شرح مسلم الثبوت۔ از ملا بحر العلوم نہایت نفیس۔ و معروف و مستند شرح۔

اصول الشاشی محشی۔ مع عصول الحواشی از مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم۔

حدیث اردو

مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین خاں دہلوی مرحوم مغفور کامل چار جلدیں۔

تحفۃ الاخیار۔ ترجمہ اردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔

ترجمہ جامع ترمذی۔ حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری ثانی زیر طبع۔

ایضاً فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ مولانا عبد الحق محدث دہلوی چہار مجلدات بہت پوری شرح مع ترجمہ۔

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی ... معروف۔

جامع ترمذی۔ امام ابو عیسیٰ ... صحاح ستہ میں سے مع رسالہ اصول حدیث جرجانی ...

قسطلانی۔ شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمی بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات میں پوری شرح خط نسخ۔

سنن ابو داؤد۔ ہر چہار جلد کامل دو جلد میں از امام سلیمان بن اشعث و داخل صحاح ستہ معروف۔

دلائل الخیرات۔ با ترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسماء حسنیٰ معروف۔

زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل۔ ذخیرۂ احادیث مولانا غلام یحییٰ۔

عناصر الخیرات۔ با ترجمہ اردو از حکیم ناصر علی صاحب اردو بے نقط اردو کا مجموعہ۔

تفسیر (اردو)

تفسیر قادری۔ ترجمہ اردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین مرحوم۔ کامل دو جلد ...

تفسیر زاد الآخرت۔ نظم میں پوری تفسیر قرآن کی کمال عمدگی سے کامل چار جلدیں میں از

مولوی عبدالسلام۔

تفسیر سورۂ فاتحہ۔ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔

تفسیر سورۂ یوسف۔ سہ مصرعہ از مولوی اشرف علی۔

ایضاً۔ چہار مصرعہ۔

پنجسورۂ مترجم۔ باترجمہ اردو۔

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی۔ از ملا حسین واعظ۔ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط۔

تفسیر بحر مواج۔ ہفت پارہ از علامہ قاضی دولت آبادی نفیس طریقہ تعلیم تفسیر اول منزل۔

تفسیر اسرار الفاتحہ۔ مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف۔

میزان الفرقان۔ در اصول تفسیر از ملا محمد عثمان قیسی۔

ایضاً عربی

عرائس البیان۔ جو صف ہیں مولفہ حضرت شاہ رکن الدین روزبہان شیرازی سلطان الاولیا اور تفسیر کی حاشیہ پہ مولفہ خاتم الاولیاء محی الدین عربی دونون تصوف میں بہت معروف ومشہور ہیں بخط نسخ کامل دو جلدین

(جلد اول) اولین پندرہ پارہ۔

(جلد دوم) آخرین پندرہ پارہ۔

تفسیر بے نقط فیضی۔ مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سرکا تاج لیجیے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی زینت کیجیے عجیب صنعت ہی بالکل بے نقطہ عجیب بلاغت وسلاست کہہ سکتا ہوں شیدا کی اصطلاح بے نقط۔ فرعون وقارون کا نام بجائے روات کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا غرضکہ کرنا واقعی کیا تھا اور فیضی مصنف کا فخر نیسان ولیسا ہی پایا جیسا تھا تھا مطبع کی تمام کوشش سے شائستہ نفیس مشہور الاکو جواہر رقم خوشنویس سے لکھوایا ہے مہ چہپا۔

فتح الخبیر۔ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ مصر۔

تفسیر جلالین مع کمالین۔ پر محشی جدید مطبوعہ دہلی۔

تفسیر سراج المنیر۔ چار جلد میں مشہور تالیف شیخ محمد بن احمد شربینی خطیب دمشق جامع الفاظ بیضاوی وکشاف ومعالم وتفسیر کبیر وغیرہ فیما تحقیق وقرارت سبعہ وعشرہ نقل از چہاپہ مصر۔

تبیان فی اعراب القرآن۔ مولفہ شیخ عبداللہ بن حسین عبکری محدث مفسر نحوی متوفی ۶۱۶ھ اس فن کی کوئی کتاب ہند میں طبع نہوئی۔ غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام درج ہوگیا ہی۔ ساتھ میں رسالہ فتح الخبیر مولانا ولی اللہ دہلوی کا لگا ہوا ہی۔

تفسیر جلالین فی شرح الجلالین تفسیر جلالین پارہ عم پہ شرح مولانا تراب علی مرحوم

در النظیم۔ خواص وتاثیرات آیات وسور قرآنی مولفہ قاضی ابوالحسن المصری۔

توریت۔ بزبان عربی۔ ترجمہ بطور اصل کے اسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا۔ اور اردو ترجمہ بصرف زر خطیر مطبع ہذا کی طرف سے اضافہ ہوا

اخلاق وتصوف
(اردو)

جامع الاخلاق۔ ترجمہ اخلاق جلالی۔

تہذیب النفوس۔ از سید فخر الدین حسین۔

بابِ دانش۔ مولفہ مولوی محمد کریم بخش۔

اوقات عزیزی۔ از سید غلام حیدر خان۔

ترجمہ عوارف المعارف۔ کامل دو جلدین مترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی۔

خزینہ دانش۔ ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش۔

بستان تہذیب۔ جامع اخلاق وادب مرتبہ نواب حاجی محمد عمر علیخان صاحب وغیرہ جنگ مطبوعہ نظامی۔

مذاق العارفین۔ ترجمہ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار جلد کامل۔

پیراہن یوسفی۔ ترجمہ مثنوی مولانا روم مع فوائد لطیفہ۔

بحر الحقیقت۔ اصلاح نفس میں۔

آبحیات۔ اخلاق وموعظت میں مصنفہ منشی کامتا پرشاد۔

اکسیر ہدایت۔ ترجمہ اردو کیمیائے سعادت

جامع شریعت وحقیقت مترجمہ مولوی فخر الدین احمد

کیمیائے حکمت۔ حصہ اول۔ بیان شرافت علم وادب۔

سعادت المومنین۔ ذکر کرامات حضرت شاہ نیاز

مطبوعہ مطبع پٹیالہ۔